

کتابخانه  
جامعہ ملیہ اسلامیہ  
دہلی

شعبہ ۸۱۶  
شمارہ ۷۵  
ردیف ۲۵۹۶۱

کتاب الفہم فی التلاویح



کتابخانه قاجاریه

نقوش

( 65-66 )

مکاتیب نمبر

(جلد دوم)



32

SYD

50941



شفیق و مکی تسلیم

حسب وعدہ غلام غفور کی جاتی ہے۔ اس کے متعلق در باتیں واضح کی جاتی ہیں۔ اولاً یہ کہ اس میں اس بات کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ ایک تعلیم یافتہ نوجوان جب پہلی دفعہ ایک اجنبی ملک سے پریشیت، اجنبی نیک شادی کی زبرداری کا تجربہ کر کے آنے سے پہلے جتنا ہے تو اس وقت کس طرح قتل ناموشی توڑنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ مکالمہ کی کڑی سے اپنی اور طرف ثانی کی رو میں ایک دوسرے سے روشناس ہوں۔ ہمارے ہاں کی ۹۹ فی صدی شادیاں اب بھی اجنبی دعوہ و دوس کی ہوتی ہیں جس نے ہر طرف حالات میں ایک انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان کا مطالبہ کرنا چاہا ہے۔ ثانیاً یہ کہ اس نظم کی بھرا بجا بندہ ہے۔ اس کے اگلی حسب ذیل میں :

فَ عَ نَ ا فَا عَ نَ ا فَا عَ نَ

۷ ۷ — ۱ — ۷ ۷ — ۱ — ۷ —

م دی نے نو میں س ماؤ تم

نزیحی مصرع بندہ کے سرور سے دگتا ہے۔ نیچا میں بشرا ہے۔

مری نہیں میں س ماؤ تم سے من میں بسر آؤ تم

اس وضاحت کے بعد اگر نظم نے سے چھی جائے تو نہایت مری چیز معلوم ہوگی۔ بہر حال اگر آپ کو انگریزی عروض سے دلچسپی ہے تو یہ ایک بار وہ میں انگریزی رنگ و رنگ کا تجربہ ہے۔

اب آپ کو اختیار ہے جس رسالہ میں آپ مناسب سمجھیں اس نظم کو بھیج دیں۔ اگر بھر کی وضاحت ہر جائے تو یہ شخص کو سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ اب میری صحت ذرا بہتر ہے۔ امید ہے کہ آپ مع انگریز ہوں گے اور اس سبب خدائی سے نہ اکٹا میں گے۔

نیاز مند محمد عظمت اللہ خان - حیدر آباد (دکن)

۱۲ مارچ ۱۹۲۶ء ۳۶ ص ف مطابق ۱۸ جون ۱۹۲۶ء

نوٹ : عظمت اللہ خان کا یہ خط میرے نام پہانوں نے اس کے ساتھ جو نظم بھجوائی تھی۔ میں نے اسے رسالہ "نیرنگ خیال" لاہور میں اپنے اس وضاحتی نوٹ کے ساتھ بھیجا تھا۔ اب وہی نظم جو عظمت اللہ خان کے ساتھ بھجوائی تھی اس قتل کے ساتھ منسلک کر رہا ہوں۔ اس نظم کے آخر میں عظمت اللہ خان (تھکین کاظمی)

## پہلا آمنا سامنا

- ۱  
نہیں منہ یوں نہ چھپاؤ تم  
میں ہر مل و ملا نہ بھاؤ تم  
مجھے صورت تو دکھاؤ تم  
خود اگر نگھٹے یہ ہٹاؤ تم  
مری غیبتوں میں سداؤ تم مرے من میں بسواؤ تم
- ۲  
بڑی اس دل کی تھی آرزو  
کہ ہر مل و ملا نہ بھاؤ تم  
تو ہر مل و ملا نہ بھاؤ تم  
ابھی بس شرم اٹھاؤ تم  
مری غیبتوں میں سداؤ تم مرے من میں بسواؤ تم
- ۳  
یہ سب کچھ مل سادہ نرم  
گئی نہ ہی یہ سب گرم گرم  
بھلا بھلا سے کہاں کی شرم  
زما آئیں گے تو دکھاؤ تم  
مری غیبتوں میں سداؤ تم مرے من میں بسواؤ تم
- ۴  
بہت نامہ ہے اس کی جی  
تو میں اب یہ کہہ دوں گئی  
فدا آئے جو بس میں نہیں  
مجھے غم نہیں کہہ سداؤ تم  
مری غیبتوں میں سداؤ تم مرے من میں بسواؤ تم
- ۵  
دیا جب ہاتھ میں ہاتھ ہے  
یہ قہاکِ عمر کا ساتھ ہے  
خوشی منت چاہ کے ساتھ ہے  
زرا دل دل سے لگاؤ تم  
مری غیبتوں میں سداؤ تم مرے من میں بسواؤ تم
- ۶  
نہیں باب دل نہ یوں نہ  
ہر مل و ملا نہ بھاؤ تم  
مجھے دل سے کہہ دوں  
مجھ یوں اپنا بناؤ تم  
مری غیبتوں میں سداؤ تم مرے من میں بسواؤ تم

( ۳ )

بنامِ تمکینِ کاظمی

شفیق دکنی تسلیم

دو خطوں کے جواب کا اس خط کے ذریعہ فرض اماں کے ہاں اور فرزند ہوں۔ کچھ طبیعت کی بد مزگی کچھ عید کی جھڑ اور پھر دفتر کی گھس گھس اور امتحانِ محل کے خیرہ کا فوراً اشاعت کرنا فرض ای سب باتوں نے آپ کو خط لکھنے سے روکا۔ حالانکہ جی چاہتا تھا کہ تفصیلی خط لکھوں۔

آپ فرمیں اس رنگ میں طبع آٹھائی کیجئے۔

”تمکین“ میں آپ کی نظم ”مراہماگ رہنے دے“ میں نے دیکھی اور مجھے تعین ہے کہ آپ کا یہ اب رہیں گے کبھی آپ سے ملاقات ہوگی تو ہندی کے متعلق بات چیت ہوگی۔

عادل شاہ آفرین آدمی ہیں اور خوب لکھتے ہیں صرف ذرا محنت اللہ اکبر پانی مروض کے جوڑے سے اپنے کو آرا کر میں تو میرا خیال ہے کہ اس لئے رنگ میں نام کریں گے۔

برہی نمی نظم آپ اس دفعہ کے مجلہ عثمانیہ میں پائیں گے۔

مجھے خوشی ہوئی کہ میری نظم آپ کو پسند آئی۔ یہ میں بالکل آپ پر چھوڑتا ہوں کہ کس رسالہ میں اسے شائع کیا جائے۔ میں آئندہ بشرطِ فرصت طویل طویل خط لکھوں گا اور اس میں ادبی بکواس ہوگی۔

میں اپنی نظموں اور مضامین کو جمع کر چکا ہوں۔ مستقبل میں اس کے تیار ہوتے ہی انشاء اللہ چھپوانا شروع کر دوں گا

آپ کو یہ محسوس نہ ہو کہ انشاء اللہ تمہارے مستقبل میں آپ وہ بھی جیتیں گے جو اب بھی نہیں جیتے گا اور اس کا CASE انگریزوں سے ملے گی کم ہوگا یعنی صرف ۲۶۰ حروف اور جوڑ ہوں گے۔ انگریزی میں CASE ۲۷۵ کا ہے۔ اگر مستقبل کے ۲۷۵ بھی رہے تو کیا کہنے۔

نیا زیند محمد خلعت اللہ خاں۔ حیدرآباد دکن خط اولیٰ ۳

مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۲۷ء

( ۴ )

بنامِ تمکینِ کاظمی

شفیق دکنی

تسلیم۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے خط کا جواب نہ دے سکا۔ آپ نے جن طالب علم کا ذکر کیا ہے اسی کے متعلق دفتر کے کٹنے کے بعد جواب دے سکوں گا۔

اے خلعت کے خط میں جس مستقبل میں آپ کا ذکر ہوا ہے وہ مارا بطبع سرکار عالی (گورنمنٹ پریس حیدرآباد) کا ہے جو اپنے نوک پلک کی نزاکت و جر سے ناقص ثابت ہوا۔ (تمکین کاظمی)

یہ چند طریق ایک کراس ملے کلچر میں کتاب کو خط کے پہنچنے پہنچانے کا تہذیبی رہنما ہے۔ یہ ایک طبیعت پر مبنی تہذیب ہے جس کا مقصد تعلیم و تہذیب برقی جاتی ہے۔ لیکن یہ تہذیب ہی تہذیب ہے۔

اگرچہ یہ سب باتیں غلط ہیں۔ لیکن اگرچہ ان کی اصلاح کے لیے ہم نے کوشش کی ہے، مگر اس میں کامیابی نہ ہو سکی۔ لہذا ہم نے ان کو ہٹا دیا ہے۔

نیافتہ بخیر طاعت الشغل . حیدرآباد دکن

۱۳۳۶ء کی مطالبات اور حوالہ ۱۹۴۶ء

( 4 )

بنام شکر

ششفتی وکری!

تسلیم۔ آپ کا خلیفہ تیار ہو چکا۔ میں بہت یاد آدمی کا شکر گزار ہوں۔

یہاں اگر بغیر تعالیٰ میری طبیعت مدد و رحمت سے کچھ نہ کی اجازت نہیں لیکن آپ کی عنایت کی وجہ سے خود ہی جواب

دوسے دیہاتوں -

آپ کا بیازند: محمد عظمت اللہ خاں۔ اردو گیارم۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۶ء

نوٹ: عظمت اللہ تعالیٰ کا یہ آخری خطیرے نام ہے اس کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے مضامین کا مجموعہ

اور فلموں کا مجبوری انتقال کے بعد طبع ہوا ہے۔

# سراسر مسعود

( ۱ )

بنام محمد امین زبیری

جناب مولوی محمد امین صاحب!

تسلیم۔ آپ کے دونوں خط مجھے پہلی ڈاک سے یہاں ملے۔ امید ہے کہ اب آپ مجھ صاحبزادے کے جواب کو جواب دے کر مجھ کو نہیں ملے گا۔ آپ نے جو سرسید مرحوم کے خطوط کی بابت لکھا وہ میں نے بطور تحریک دیا۔ آپ کی ہر بات ہے کہ آپ اس کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں انشاء اللہ ۳۰ اگست تک حیدر آباد واپس آ جاؤں گا۔ اس وقت جناب کو اس کی بابت مفصل جواب دے سکوں گا۔ آپ کی رائے ٹھیک ہے کہ بہتر یہی ہے کہ سب صاحبوں کے خطوط میری زیرِ نظر ہوں۔

خاکسار: سرسید راس مسعود کو ڈاک (جاپان) ۲۵ مئی ۱۹۲۲ء

سرسید کے کئی خطوط ابھی آپ نے بھی پڑھیں ورنہ وقت ہوجائے گی۔

( ۲ )

بنام مختار کشتی چوپا کشتی مرحوم

مخدومی و مہری زاد محمد!

ولیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا گرامی نام مجھے چند روز ہوئے ملا۔ آپ کے اور میرے خاندان کے تین پشت سے تعلقات قائم ہیں۔ جناب دادا صاحب قلم مرحوم و مخدوم جناب والد صاحب قلم مرحوم و مخدوم سے آپ کے والد صاحب دادا صاحب مرحوم سے خاص تعلقات اور روابط تھے۔

آپ کا خاندان ملتی جلتی کے لحاظ سے سادہ و سنبھلا ہے۔ جناب دادا محمد فاروق صاحب مرحوم و مخدوم جناب سلا مہناہت رسول صاحب مرحوم و مخدوم اپنے زمانے کے جید عالم گرامی تھے اور ہندوستان کے مسلمانان بزرگ ہستیوں پر فخر کریں تو بالکل بجا ہے آپ اور مجھ سے بھی خدا کے فضل و کرم سے ویسے ہی مختلف تعلقات ہیں اور انشاء اللہ قائم رہیں گے۔

مجھے امید ہے کہ آپ برابر مجھ اپنے حالات سے مطلع فرماتے رہیں گے۔

خاکسار: سرسید راس مسعود حیدر آباد کو ۳۰ اگست ۱۹۲۲ء

( ۳ )

بنام نصیر الدین لاٹھی

ذریعہ نصیر الدین لاٹھی

بعد ازاں کے معلوم ہو کر تمہارا خط مرحوم دو مئی ۱۹۲۹ء مسعود پک کے صداقت ناموں کی نقل کے علاوہ مجھے یہ دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی کہ وہاں تمہارے کام کی بابت لوگوں نے اس حد تک سے تمہارا شکریہ ادا کیا۔ جس حد تک میں نے یہاں اپنا کام شروع کیا ہے کثرتِ کار کی وجہ سے ممکن ہو گیا ہے کہ میں کسی کے خط کا بھی جواب وقت پر دے سکوں، لہذا امید کرتا ہوں کہ تمہارے خط کے جواب میں جو دیر لگی ہے اس کو معاف کر دو گے۔

بدقسمتی سے ہمارے کتب خانہ کی حالت یہاں ایسی عمدہ نہیں ہے جیسی کہ مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے اس گاہ کے کتب خانہ کی بہنی چاہئے۔ تاہم تم کو کچھ دریافت کرنا چاہتے ہو وہ (IBRARIAN) مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ کو کھد کر دریافت کر سکتے ہو۔ مجھے خود اس کا علم ہے کہ جناب ذرا بھر عیدِ نواز جنگ کو تم میں کافی دلچسپی ہے اور میری سائے یہ ہے کہ تم آج کے گاہ گاہ ملے رہو اور صاف طرح سے جو کچھ علمی تمہاری مشکلات ہوں اعلان کا اظہار ان کے سامنے کرو۔ سوائے اس کے اور کوئی ٹھہریں مصلحت نہیں دے سکتا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ جس وقت تم سے ملے گا جناب صاحب مدد و رحمت تمہاری مدد کرنے سے دریغ نہ فرمائیں گے۔

خاکسار، سید راس مسعود، علی گڑھ، ۱۰ دسمبر ۱۹۲۹ء

( ۴ )

بنام نصیر الدین لاٹھی

ذریعہ نصیر الدین لاٹھی

بعد ازاں کے معلوم ہو کر تمہارا اذیت نامہ کتاب مجھے کل ملے جب وقت ملے گا تو تمہاری جدید تصنیف کو ضرور پڑھوں گا تم اپنی چند لوگوں میں سے جو جو حیدر آباد میں مجھے اعلیٰ تک لکھتے نہیں۔ یہاں کا نظام تعلیم میں بدلنا چاہتا ہوں خواہش یہ ہے کہ اس ریاست میں کچھ قومی تعلیم جاری ہو جائے۔ انیسویں صدی کی صحت ایسی خراب ہو گئی ہے کہ میں اب ہم گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کر سکتا۔ جرنی فاسٹ علاج کھانے گیا تھا لیکن قلب کی بیماری کا سوا آرام کے اور کوئی علاج نہیں ہے۔ جو کچھ علمی میری صحت ختمی وہ علی گڑھ کے نذر کر چکا۔ یہ صحت نواب صاحب بھوپال کی محبت سے تھی کہ وہ مجھے یہاں رکھنے لائی۔ یہ ایک نہایت دانشمند بادشاہ ہیں اور خدا نے چاہا تو ان کے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ یہ ریاست بھی انشاء اللہ جلد علم کا مرکز بن جائے گی

مجھے یہ بتاؤ کہ تم کیا کام کرتے ہو اور کیا خواہاتے ہو جو عبدالسلام مرحوم کے والد کو میرا سلام کہنا خدا کے اس مرحوم کے بچے میرے ہیں۔

میں ہوں تمہارا بھائی طلب: سید راس مسعود، بھوپال ۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء

نوٹ: یہ خط خود سید صاحب کا لکھی ہے۔

لے عبدالسلام مرحوم میرے بھائی زاد بھائی اور تعلیم میں ناظر تھے۔



( ۵ )

بنام نصیر الدین شاہی

ذریعہ نصیر الدین شاہی تسلیم

تمہارا حاضرت نامہ مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۳۵ء مجھے ابھی طلبہ کرجی خوشی ہوئی کہ ہندوستانی اکیڈمی میں اپنا ایک مقالہ پیش ہے۔  
میرے خدا مبارک کرے۔

افسوس کہ جس زمانہ میں کہ تم ادھر سے گزرو گے میں بھوپال میں نہ ہوں گا۔ یہاں سے ۱۸ دسمبر کو روانہ ہوں گا اور مدھی  
یا قیصری جنوری سے پٹنہ لوں گا۔ والسلام!

میں ہوں تمہارا سچا خیر طلب: سید ماس مسعود بھوپال ۸ دسمبر ۱۹۳۵ء

( ۶ )

بنام سرولی عبدالحق صاحب

میرے نہایت پیارے عبدالحق!

تمہارا خط مورخہ ۲ اکتوبر ۱۹۳۶ء جو تم نے لکھا ہے مجھے کھا تھا۔ خاص میں یہ چھکے جے حیرت ہوئی کہ تم نے جو حیرت نامہ  
میرے پاس بھیجا تھا اس کے جواب کے تم مقرر ہو۔ مجھے تمہارا کوئی دعوت نامہ نہیں ملا اور نہ تمہارے ۱۱ ستمبر والے خط کے  
بعد سے کوئی اور خط ملا۔ بہر حال اب اس خط کے ذریعہ تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں علی گڑھ میں اپنی والدہ کے ساتھ ۲۲ اکتوبر سے  
۳۰ اکتوبر تک قیام کروں گا۔ تم نے جو مجھے اردو کالج کی صدارت کے واسطے کھا ہے تم اس کے متعلق صرف اس قدر عرض  
ہے کہ میں اپنے آپ کو اس حیرت کے لائق نہیں پاتا ہوں۔ اردو کی خدمت، تو جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں میں ہر ممکنہ کوشش  
کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔

امید کرتا ہوں اب حیدر آباد میں آگئے ہو گے اور ہر طرح خیریت سے ہو گے۔ فقط!

میں ہوں تمہارا سچا چاہنے والا:

ماس مسعود - بھوپال - ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۶ء

( ۷ )

بنام نصیر الدین شاہی

برخوردار نصیر الدین شاہی

تسلیم! تمہارا اعزیت نامہ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء کی پازل بھی پہنچی لیکن انتہائی مصروفیت کی وجہ سے اس کو ابھی پڑھ نہ سکا  
اس کا یقین ہے کہ جب تک تم نے کھا ہوگا وہ نہایت قابلِ قدر ہوگا۔ میری دعا قبل کروادے کہ اسلام جمہور اسلام حرم کے مالک کو پہنچا دے۔  
میں ہوں تمہارا خیر طلب: سید ماس مسعود

بھوپال ری کٹی ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء

( ۸ )

بنام محمد راجہ کشن پرشار

جناب محترم!

فاطمی اس وقت پہنچا جبکہ صاحب صاحبہ بھی تشریف لے جا چکے تھے۔ جناب کا خط میں نے سعادت کو پہنچانے پر جلدت جانے کا باعث یہ تھا کہ ان کے احباب تعلیم پیشی نے پہلے سے ان کی دعوتوں کا انتظام کر لیا تھا اور جہاز کی روانگی کی تاریخ کی غیر متوقع تبدیلی کی وجہ سے اس انتظام کو درجہ برہم کرنا مناسب نہ سمجھا گیا۔

جناب نے جو شفقت آمیز الفاظ میں مجھے یاد و محفل فرمایا ہے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے میری زبان قاصر ہے۔ سوائے اس کے کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ یہ جناب کی نیک نفسی و نوازش ہے جس کے لئے مشکور و ممنون ہوں۔

مجھے افسوس ہے کہ اس وقت تک حاضر نہ ہو سکا۔ یہاں اگر مجھے اس درجہ مصروف رہنا پڑا کہ میری صحت تک خراب ہو گئی اور طے طمانے کا موقع نہ ملا۔

بندہ زاد ہے کو جناب کا لہذہ خفہ حسب ارشاد دوسے دیگا۔ قدرت نے اس کی بھی قوت تکمیل پر اس کے طور پر عطا کی مگر شیرینی مذاکرے اور بھی لب بند کر دئے۔ فقط!

مستطاب: سید راس مسعود - ۸، رزق قعدہ

( ۹ )

بنام نواب رفعت یار جنگ بہادر

شفیق و معززی!

اسلام علیکم۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے عنایت نامہ کا جواب جلد ادا نہ ہو سکا۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس تعویذ کو معاف فرمائیں گے۔

خواجہ کمال الدین صاحب کی جو کتابیں مدرسوں کے کتب خانوں کے لئے ٹیکسٹ بک کمیٹی نے منظور کی ہیں ان کے متعلق اباب مسلم شن لاہور کو چاہئے کہ مدارس ثانویہ مالک محمودہ سرکار عالی کے صدر مدرس صاحبان سے خط و کتابت کریں یا یہ ہے کہ صدر مدرس صاحبان اپنی متعلقہ گنجائش سے ان کی خریداری کریں۔ ایسا بھی کیا جاتا ہے کہ دفتر نظامت کتابیں خرید کر تقسیم کر دیتا ہے۔ اگر سنہ ۳۶ ف میں خواجہ صاحب کی کتابیں کافی تعداد میں مدارس کی جانب سے نہیں خریدی گئیں تو میں ناشوا اللہ اور سنہ ۳۷ میں حسب گنجائش ان کتابوں میں سے بعض کو خرید کر مدارس کے کتب خانوں کو تقسیم کرادوں گا۔

نیا زمند: سید راس مسعود ۲۲، رامان سنہ ۳۵ ف

# مرزا محمد مادی عزیزی لکھنوی

( ۱ )

بنام دل شہباز پوری

دام محمد کم!

آسان نہیں رہیں اپنے حالات آپ کو لکھوں۔ ایک سال سے بیمار ہوں۔ میڈیکل کالج میں مدقون تجویز کیا ہے کھانسی بہت شدت سے ہے۔ کسی وقت حشرات بھی رہتی ہے۔ لکھنؤ گیا تھا آپ کا دعوت نامہ دیکھا تھا۔ غرض کہ صاحب خراج ہیں ایسی حالت میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ آپ کے خطوط اور محبت پر نظر کرتے ہوئے امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے اور میری غیر حاضری کو محمول کسی عذر بار بار نہ فرمائیے گا۔

عزیز لکھنوی۔ محمود آباد ضلع سیتاپور

( ۲ )

بنام دل شہباز پوری

مکرمی!

تسلیم۔ گرامی نامہ پہنچا منت پذیر یاد آوری ہوا۔ مرض کی حالت بدستور ہے کبھی کم کبھی زیادہ طاقت روز بروز جواب دے رہی ہے اگر کوئی خوب نسخہ ہو تو رحمت فرمائیے۔ مشاعروں کی شرکت سے اب احتراز کرتا ہوں اول تو نقصا بدلی گئی دوسرے تمام رات اس زحمت کو برداشت کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ دیوان کی اشاعت کافی ہوئی مجھ کو ادبی کسانوں کا نا زاری کا تجربہ ہے اس کو دیکھتے ہوئے یہ اشاعت نفع میں کافی ہے یہاں تک کہ اگر کتب فروش طلب کرتے ہیں تو ضرور مجھے کمیشن زائد ہی بھی مگر وہ اشتہارات کے کتابت ال دیں گے۔ یہ تمام زحمتیں آپ سے نہیں ہوں گی جتنے تو حمد کر دیا ہے کہ اب ایسی کوئی کتاب اپنی رقم سے میں بھی پھاؤں گا اس پر ہر امر نقصا ہے عیسیٰ کتابوں کی المادی بیک لگ گئی اس میں ایک کتاب پیری جدید غیر تعلیمی جس کو بالکل کمالی نشان بھی باقی نہ رہا چھاپی غیر، لیکن جس کے سومات بروج ہیں چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس بیچ دوں جس کو کتاب مرثیہ انتخاب کر دیں کیا لیکن ہے شہر حیرت میں کو دوا ان کی کامیابی سے دلی مسرت ہوئی۔

مخلص، عزیز

( ۳ )

بنام دل شاہ جہان پوری

مکرمی!

تسلیم۔ دیوان پہنچا۔ اسے وقت تو خوش کو وقت ما خوش کر دی۔ اسی وقت جلد ساز کے حوالہ کیا گیا۔ آج جلد بندہ کے  
انگلی خدمت کے اوقات میں اس سے ہنر کوئی مشغول نہیں ہو سکتا۔ جا بجا ہر سہی نظر ڈالنے سے معلوم ہوا کہ کتابت کے لفظ  
بہت مہ گئے۔ مگر آپ کیا کریں۔ قبلی ملاحظہ فرمائی کہ جو م کے ہندوستان میں کتاب صحیح چھپنا کمالات سے ہے۔ یہ خود جلد  
کا نہیں ہے بلکہ کسی مولیٰ کا تب کا ہے۔ خیر آپ کو تجربہ تو کتاب چھپوانے کے متعلق ہو گیا ہوگا۔ میرے خیال میں کم از کم اس کام کے  
موزوں نہیں۔ آئندہ علی گڑھ لاہور میں یہ کام چھپے گا۔ دیوان کی قیمت کیا رکھی ہے اور کس قدر چھپوایا ہے۔ مفت تقسیم فرمائیے گا۔  
انشاء اللہ تعالیٰ ارشاد بجا لاقول گا۔

عزیز

( ۴ )

بنام دل شاہ جہان پوری

مکرمی!

تسلیم۔ گرامی نام پہنچا۔ نگار میرے پاس نہیں آتا اس قرب و جوار میں کہیں آنا ہے۔ ممنون ہوں گا اگر وہ میرے آپ  
نیک کو بھیج دیں یا وہ اور ان نکال کر بھیجوا دیں۔ دونوں صورتوں میں با احتیاط اپس کر دوں گا۔ اگر کوئی صاحب لے گئے ہوں تو ان سے  
منگوا کر بھیجوا دیجئے بہر صورت میں منتظر ہوں یہ صاحب صاحب کون بزرگ ہیں۔ اگر مرزا خورشید بیگ ہیں تو مضمون ان کا نہیں ہو سکتا۔  
میں غزلیات کو جمع کر رہا ہوں کیونکہ میرا پورا مجموعہ جو کتاب کی صورت میں تھا تذکرہ کر رہا ہوں۔ اب جہان ناک ہو گا جمع کر کے  
آپ کی خدمت و اقدس میں بھیجوں گا میں آپ کی محبت اور آپ کے خلوص کا ہمیشہ سے معترف تھا جس کا ایک گرامی اثر میرے  
دل پر ہے۔ گرامی کار میں نے تین چار روز تک استعمال کیا مگر کوئی فائدہ نہیں محسوس ہوا۔  
حکیم امجد علی صاحب کا کیا پتہ ہے؟ شبیر حسن سلو کر دھا۔

مخلص، عزیز

( ۵ )

بنام دل شاہ جہان پوری

محبت مکرم!

تسلیم۔ نگار آپس کتابیں۔ شاد و صابر کی کوئی صاحب ہوں گے کہ فرضی نام ہے۔ مضمون دراصل مولیٰ سبط احسن اور  
ان کے بھائی طغر ہمدی کا ہے ہر فوج کچھ اس سے بحث نہیں۔ انظر الی ما قالہ بر نظر ہے۔ اس کا افسوس ضرور ہوا کہ شدت  
عداوت میں انہوں نے میرے مطبوعہ اشعار میں تحریک کے گنجائش اعتراض پیدا کی جس کو میں نے فرٹ کر دیا ہے۔ غلطی ہوئی

مجھ سے بھی ممکن ہے اور اقد سے بھی۔ اب آپ انصاف سے ایک محاکمہ اس پر کر دیجئے تاکہ جو دراصل افلاطون ہی تیسرے ایڈیشن میں اسی کی تصدیق کر دی جائے اگرچہ تمہارا ایڈیشن بھی چھپ گیا ہے مگر آخری غلط نام لگا دینا ممکن ہے۔ میں دشمنوں کی نظر سے بعض اوقات غائدہ اٹھانا چاہتا ہوں بعض اوقات ان کی کمزوریوں کا علم حاصل کرتا ہوں۔ میری غزل کا ایک شعر ہے

دشمن پر بھی نگاہ رہے عیب میں ہے وہ

یہ کیا حرف، جذبہ والوں کو دیجئے۔ انھی بزرگ نے میرے قصائد پر بھی رسالہ نسیم اور سر فراز اخبار میں اعتراضات شائع کئے ہیں جس کے دندان شکنی جوابات میں نے لکھے کہ ایک وہ سرے شخص کے نام سے شائع کرا دئے ہیں۔ وہ مباحث میں آپ کو دکھاؤں گا۔ رسالہ ”نگار“ میں جو اعتراضات ہیں ان میں بعض باتیں مجھ کو صحیح معلوم ہوتی ہیں لہذا کوئی وجہ نہیں کہ میں اپنی بات کو صحت مانجھوں۔ آپ چونکہ بالغ نظر اور صاحبِ فہم ہیں اگر تصدیق فرمادیں تو میں تصدیق کر ادوں۔ اس نیر سے علاج پلا نیر بھی دیکھ لیجئے گا۔

جواب کا منتظر ہوں گا۔ دیوانی عزلیات و مجرور منظومات مرتب کر رہا ہوں ختم کے بعد آپ کو بعض انتخاب بھیجوں گا۔ نقدِ دل کی بابت میری رائے میں پنجاب کی کسی تعلیمی درگاہ میں داخل ہونا چاہئے۔ شبیر حسن سکر کو دعا۔ اصلاحوں سے قطع نظر کیجئے گا اس کی گنجائش بڑے بڑے اساتذہ کے کام میں نہ لگے گی صرف افلاطون پر نظر رہے مگر تحققِ نظر کی ضرورت ہے۔ نیاز صاحب کے فرٹ بعض جگہ میچ نہیں۔

عزیز!

# خواجہ عزیز الدین عزیزی لکھنوی

( ۱ )

بنام شمس محمد الدین فرق

کرمی دام محمدکم!

تسلیم۔ پیچھے میں شکریہ جناب ڈاکٹر محمد اقبال صاحب با نقاب کا ادا کرتا ہوں کہ آپ کو محرم تحریر نامہ محبت عامر ہوئے۔  
من بعد آپ کا سپاس گزار ہوں کہ آپ کی وفات ہوا خواہ قوم ہے اور بالفاظ دیگر خادم القوم جس کی شان ہے خادم القوم مخدوم۔  
انشاء اللہ آپ کی تائید اور مدد کرے۔

تقریباً پچیس سال سے دو ذریعہ رسائل (کشمیری، گجراتی) کے نہایت مسرور ہے اور یہ دل و جان ترقی خواہ قوم کا ہی خواہ ہے۔  
یہ جو تحریر ہوا کہ اپنا حال لکھ کر اس استخوان فروشی سے غمخیز ہوں جس کی صورت سیرت نگار بنی نوع انسان ہر اس کے  
اطہار کی کماز و رست۔ البتہ حیرت انگیز کو شوق مشرور سخن و نوازل سے ہے اور باوجود قحط سالی میں بھی طبع آزمائی کرتا رہا کیونکہ چار پانچ  
برس سے ایسے امراض میں مبتلا رہتا ہے کہ مصداق اس شعر کا ہے۔

چنان قحط سالی شد اندر دشت کھیدارں فراوش کردند دشت

یابں ہر مریض بوجب الامروق الادب ایک شخص کی نقل و حرکت سے۔ میرے گمان میں دیکھی ناظرین سے خالی نہ ہوگا۔ اگرچہ  
بشمول شادی پر بیضا طبع تھا ہے۔ لیکن کسی اخبار یا رسالہ میں طبع نہیں ہوا۔ مگر ان کے ناگہانیت و تصنیف و درکار اب بوجہ بیماریوں  
کتب میں بھی دشوار ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ جناب ڈاکٹر صاحب کو تسلیم!

عزیز الدین عزیزی از لکھنؤ سبزی منڈی۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء

نغمس

وزد بر خوار ما ہوا شے نو ہزار ما نہ سروا چار ما ز صوفیاں قلم را  
پکارو دوسرا ہر راقصاں بکار ما بوجہ شاعرانہ زعمہ ہزار ما  
بہ از عدلے تار و نو لے زیر و زار ما -

شعرا و ادیبست و بلند

بند دل بر بیک شے داناں بات شمس دے      گوی از قبا دو کے پرس از عراق و رے  
بروزگار و کار وے نبرد کس مزارع وے      کنوں کد رفت فصل سے بادی ہے بندے دے  
بنوش سے کھاو کے باغ دہسار

چمن شدہ پیدہ ناناں جواوشس جو کھکشاں      شکو فرے دہنشاں کمال حسن مدشاں  
نیم راچو سر خوشاں ہوا بردکشاں کسلاں      چگل چلا لہر و شلاں بیکشاں ندر کشاں  
کنندہ بیکرے کسلاں تلافی نغمہ را

ظا شای فرق فرق مھر گماں بیب رقی      غول سدا ہاں نستی کو دکان ہم سبقت  
تغنیق لعل گلشن چناں کہ در افق شفق      شکوہ گل درق ورق بسی ابر در عرق  
بر ورق طبق طبق کہ کس نہ شاد

بہار کشیدہ گل فشاں جہان کندہ جواں      درختناں گماں بگماں زدہ زدہ زماں زماں  
بجینش آمدہ چناں کہ حمد خواب کو کلاں      چہ فردیں چہ مہر گماں ہزا چہ دایہ مہر یاں  
کشاوہ غنچہ دلاں چو طفل شیر خوار

بیا گل از چمن ہر چو چمن چمن ہر      شقیق از دمن ہر چمن چمن ہر  
حقیق از انجمن ہر چمن چمن ہر      بنفشہ یا سمن ہر شکوہ بے شن ہر  
سمن دہ من سمن ہر ز طرف کشت و کار

پیشہ جو شب او کن بسروین گدا کن      کہ شمشاد اش بکار کن چہ سدا شہر سدا کن  
بنفشہ خود دو چار کن چو بسد بے قرار کن      بر لطف در گدا کن چو سر کشد کنار کن  
بگیر و پس بدار کن خوش ست گیر و دار

تراست بخت روز بہ بخت آفرین روزہ      غلام تو چہ کہ چہ نہ بخش نا زریں بندہ  
زہرہ زلف پر گمہ بدوش بر فلک زردہ      کماں عشوہ ساز زہرہ تیغ غمزہ آب دہ  
کہ دل بجائے شہر وہ دہند شہر بار

دو زلف اگر ہم زنی باہین اسیر انگلی      میان دمع و جوشنی سفد یار و بہمنی  
بجلوہ برق غمزی البسمہ ز شیر او زنی      حریت صد تھنی چہ جائے طسل دہنی  
بیک کرشمہ بشکستی شمار زہر انھار

مراد من از بی چمن نہ سرو ہست و یا سمن      عام ہست چشم من بہ فر بہار مسلم و فن  
چہ علم شمع آگس سہیل طلس من      عیار حق نہ قلب من بہار جہاں نریگ تن  
رجین دیں نہ لائے دن طلئے نیگسار

مدنیہ ازلہ شد و قسبر و رو      مکی از غواہی بصدور و صد مہینہ بدست  
مہینہ بہانہ سرودہ سہی ستای لالہ خد      مثال نیک و نقش بد ز دست ولی کی بود  
چہا شد آں نگار خود کہ بندہ این نگار

تاریخ تا ادیب شد و ہر ادیب شد      انیس ہر حبیب شد حبیب ہر حبیب شد  
ہر کجا حبیب شد ز سامان شکیب شد      مقابل حبیب شد رقیب شد حبیب شد

حریف و لغزیب شد یہ نعمہ از ہر لہ

ہو حبیب امر سامی گرامی یہ ہر زہ و دانی در سطح نیاز مہرانی کہ تمہیل ہر مہر جائے۔ اگر مناسب جائے تو رسالہ میں شائع کیجئے۔ چونکہ ہم  
ہے نصیح کا خیال ہے۔ فقط !

۱۔ حبیب اللہ تاقی شیرازی

۲۔ بارہ بند کا یہ نفس منشی محمد الدین ذوق مرحوم مدیر شیرازی ٹیکزین ۱۹۰۹ء میں بغرض اشاعت وصول ہوا تھا۔ مگر منشی صاحب یہ نظم کہیں رکھ کر  
بھول گئے اور باوجود غمت و تلاش کے اسے دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ نظم خواجہ جویز مرحوم کی مثنوی "یہ بیضا کے  
سانہ لہی شائع ہوا تھا اور بیت میں بھی چھپ گیا ہے۔ پیش نظر مسودے اور طبع پر میں خاص فرق ہے۔

بہتر ہے۔

بند دل بہ بیچ شے ماں شبات شمس و فے      مگرے از قبا و کے، پیرس از عراق و فے  
ز چرخ و انقلاب فے      زمان و سے ہر گشت طے یاد ہے بناوٹے  
ہر نوش مے کجا و کے، چراغ در بہار دے



# مفتی کفایت اللہ

( ۱ )

بنام غلام رسول تھر

جناب مکرم و امجد ہم !  
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محبت نامہ نے مسرور فرمایا۔ یادآوری کا شکریہ آپ کی دعا کی برکت اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے سفرِ حجاز نہایت راحت، اطمینان و عافیت کے ساتھ پورا ہوا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔  
مکہ میں تو انتہائی مسی کر رہا ہوں اور کروں گا کہ مسلمانوں میں افتراق و شقاق کی خلیج زیادہ وسعت پذیر نہ ہو۔ اس کی موجودہ پیمائش ہی تباہی طغنے کے لئے کیا کم ہے کہ وسعت پذیری کا خوف نہ کیا جائے مگر خدا جانے ہندوستان میں کی قسمتی کی انتہا کب ہوگی اور ان کی فلاح کے لئے کون سا دت متعہ ہے کہ جس طرف تفرق کی نظر ڈالو اور ہری یاس کی ظلمت نظر کو غیور کندیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ دستگیری فرمائے اور ہماری حالت زار پر رحم کرے۔

مولانا عبدالعلیم صاحب مولانا محمد رفان صاحب سفر میں ہیں۔ مولانا احمد سعید صاحب سلام فرماتے ہیں۔

محمد کفایت اللہ خفرلہ۔ دہلی ۵ ستمبر ۱۳۶۲ء

( ۲ )

بنام تھر صاحب

جناب محترم !  
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حسب اعلان سابقہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو مسلمانوں کی ایک مجلس اس غرض سے منعقد ہو کر انبیاء و پیشوایان مذاہب کی توہین کو روکنے کے لئے مستقل جدید قانون وضع کرانے کے وسائل پر غور کیا جائے جسینہ ہفتہ کے امابین میں سے آئینل فراب سرمد الفقہاء علی صاحب و آئینل فراب محمد اسماعیل خاں صاحب و آئینل مولانا محمد شفیع صاحب و آئینل شریک جلیس ہونے اور مولانا محمد علی کے وضع کردہ مسودہ پر غور کیا گیا۔

تبادلہ خیالات کے بعد یہ رشتہ قرار پائی کہ ہندوستان کے تمام صوبوں سے مولانا و علماء و دیگر اہل الرائے مسلمانوں

کی ایک معزنا درخت جماعت طہریں خلیج ہوا اور ارکان اہل کے ساتھ قری کر نیز تجویز قانون کے تمام پہلوؤں پر غور و بحث کے ساتھ اگر کسی تنظیم کی ضرورت ہو تو تنظیم کے اسے منظور کیا جائے۔ پھر ارکان اہل کے واسطے سے یا اگر ضرورت ہو تو فلک وند کے ذریعہ سے معاشرے کے اس امر پر آمادہ کیا جائے۔ ہمیں جناب بحالا سے توقع ہے کہ اس ضروری اہد نہایت اہم مسائل میں چوٹی قوجہ کو کما حقہ تدریس دے اس مسئلہ کے حل کرنے میں اہد فراہم کرے۔ یہ اجتماع ۸ اگست ۱۹۲۲ء کو شملہ میں ہوگا جس کے لئے کوئی مناسب مقام وہیں متعین کیا جائے گا۔ اطلاع دہی کی ہولت کے لئے ضروری ہے کہ جناب اپنے شہد پہنچے اور جاتے قیام کی اطلاع سلطان محمد علی صاحبزادہ کو فراہم کریں۔ کوشش کی جارہی ہے کہ برصغیر اپنی جاتے قیام کا انتظام نہ فرمائیں اسی لئے انتظام کر دیا جائے۔ یکنیں انجمن تک نہیں کہا جاسکتا کہ انتظام ہو سکے گا یا نہیں۔

جاسی درخاست ہے کہ ۸ اگست کی صبح تک جناب ضرور شملہ پہنچ جائیں تاکہ اسی روز کسی مناسب وقت میں اجتماع ہو سکے۔

محمد کفایت اللہ (صدر جمعیتہ العلماء) دہلی۔ اگست ۱۹۲۲ء

(۳)

بسم سیدہ دل محمد رضا

مولانا امام محمد کم

بعد سلام مسنون۔ جناب کا خفايت نامہ وصول ہوا۔ میں کوچہ شوشاوی سے ناہل ہوں اور مجھے اس پر قلم اٹھانا زیادہ ناز تھا تاہم آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنا اختیار خیال پیش کر دیا ہے۔ جانتا ہوں کہ یہ درخورد توجہ و انصاف نہ ہوگا۔

جوابی کا رد سے مسنون زیادہ ہونے کی وجہ سے لفظ ارسال خدمت کیا گیا ہے۔ لفظ شروع عربی لفظ ہے اور مصدر ہے اس میں الف باطن کا مضاف شروع کی جمع کا صیغہ بنا لیا گیا ہے۔ مصدر سے اگر مصدری معنی مراد لے لیں تو اس کی جمع بنانا خلاف اصل ہے کیونکہ المصدر لایثنی ولا یجمع مسئلہ قاعدہ ہے لیکن جبکہ لفظ مصدر سے مصدری معنی مراد نہ ہوں بلکہ حاصل بالمصدر کے معنی مراد ہوں یا مصدر سے اسم فاعل کے معنی مراد ہوں یا مصدر کے افواج بنانے مقصد ہوں تو مصدر کی جمع بنالی جاتی ہے جیسے رکعتہ رکعات۔ سجودہ، سجودات۔ قولہ، اقوال۔ طہارۃ، طہارات۔ اجارہ، اجارات، امانتہ، امانات۔ دیانہ، دیانات وغیرہ۔

دایہ سوال کہ قول کی جمع الف تا کے ساتھ فعلات آتی تھی یہاں نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ قول کے وہ مصادر جو ذوات الائمہ ہیں ان کی جمع قول الف تا کے ساتھ مطر ہے جیسے تہذیب، تہذبات، خصوصیت، خصوصیات، حکومت، حکومتیں اور جو مصادر غیر ذوات الائمہ ہیں جیسے شروع، رکوع، سجود، نزول، ہبوط، صعود، سکون، تقوید، جلوس، وجہ۔ ان کی جمع فعلات پر اگرچہ مطر نہیں لیکن ان میں سے بعض مصادر کی جمع فعلات پر بنائی اور استعمال کی گئی ہے۔ جیسے مصاحف میں رکوع کی جمع رکوعات، ادا کی شروع میں مستعمل ہے اور جیسے وجہ کی جمع وجودات، ہبوط و صعود کی جمع ہبوطات و صعودات استعمال کی گئی ہے۔ دایہ یاد رہے کہ یہ جمع مصدری معنی کے لفظ سے نہیں بلکہ اسم مصدر یا حاصل بالمصدر کے معنی کے لفظ سے ہے مگر لفظ مصدر کی جمع ہے، اسی طرح شروع کو حاصل بالمصدر کے معنی (آغاز) میں لے کر اس کی جمع شروعات یعنی آغاز یا ابتداء کہتی ہے۔

اگر یہ خیال ہو کہ شروعات کو شروع کی جگہ قرار دینا اس وقت ممکن تھا کہ اس کو جمع کے معنی میں استعمال کیا جاتا لیکن اس کو جمع سمجھنا اور استعمال کرنے والے مفرد کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جیسے ۔

تباہی کی تنگ سے تر ہوئی  
حیا کی یہاں سے شروعات ہے

(سائل دہلوی)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ کے معنی جمع ہونے کے بعد یہ خیال لائق اعتنا نہیں ہے کیونکہ جمعی جمع کے متعدد الفاظ اردو میں مفرد کی جگہ استعمال ہوتے ہیں جیسے لفظ اصول، اخبار، احوال، واپس، خرافات، اسباب وغیرہ۔

ای تمام باتوں کے بعد جو اکثر ادب شروعات کا لفظ استعمال نہیں کرتے اس لئے میں بھی اس کے استعمال کو پسندیدگی کی نظر سے تو نہیں دیکھتا مگر استعمال کرنے والوں کو بھی مستحق طعن و تشنیع نہیں سمجھتا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ ذو۔ دہلی یکم ستمبر ۱۹۴۳ء

# عبدالرحمن بجنوری

م مولوی عبدالحق

محرم و معظم تسلیم برمد تعظیم

مولانا ہاشمی صاحب سے یہاں ملاقات ہوئی انہوں نے آپ کے دفعتاً عید آباد بلائے جانے کے متعلق کدبانو فرمایا نہایت افسوس ہے کہ آپ سے ملاقات کا یہ قریب ترین اور عمدہ موقع ہاتھ سے جاننا ہوا آئندہ وہ نمبر کے آخان سے ہی بھی تین ماہ کے لئے دورہ پر جاؤں گا۔ لیکن امید ہے کہ زمانہ کرسس میں ملی گریہ یا کھنڈ جہاں آپ کا ارشاد ہو گا ضرور حاضر ہو سکوں گا۔

آپ نے باوجود میرے استفسار کے کہ انجمن ترقی اردو کا اجلاس کہاں ہو گا تفصیلات سے کچھ بھی اطلاع نہیں تھی انجمن نے جی چاہا ہے اور آپ خاموش رہے۔ جو مضمون میں نے انجمن ترقی اردو کے متعلق کچھ کر گزشتہ سال آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا اس کے متعلق ایک مہربان کا یہ خیال ہے کہ اگر انجمن کا اجلاس کھنڈ میں ہو تو اس کو وہاں پر دعویٰ۔ اگر آپ کی رائے میں یہ مناسب ہو تو میں تیار ہوں۔ لیکن اس مضمون کا آخری اور مکمل مسودہ آپ ہی کے پاس ہے میرے پاس چند پرانہ اجزا اچھے سے ہونے ہیں مگر وہ محدود ہوا مناسب میرے پاس روانہ فرمادیں تو میں اس کو دوبارہ دیکھ لوں گا۔ اور اگر آپ کا مشورہ ہو گا تو اس سے میں اس کو پھیرا بھی لوں گا۔ یہ میں قطعاً آپ کے مشورے پر چھوڑتا ہوں۔

مولانا ہاشمی صاحب کی گفتگو سے کچھ ایسا معلوم ہوا کہ شاید آپ کا ارادہ ہے کہ دیوان غالب کو کھنڈ اناظر پریس میں ہی طبع کرایا جائے۔ مگر مجھ کو اس بات کا باور نہیں ہوتا۔ لیکن اس خبر نے مجھ کو نہایت شوش کر دیا ہے اور میں نہایت مضطربانہ انتظار کرتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہ فرمائیے گا ورنہ تمام محنت برباد ہو جائے گی۔ جو دیوان کھنڈ میں کتابت ہوا ہے نہایت عمدہ ہے۔ لیکن اگر اس کی چھپائی کے لئے کسی نہایت اعلیٰ درجے کے کلر کے پریس میں انتظام نہ کیا گیا تو کتنا ہی عمدہ کاغذ لگایا جائے صرف چھیل جائیگی جسے سطر پر غیر متوازی ہو جائیگی اور تمام صورت اور نقشہ بگڑ جائے گا۔

میری رائے یہ ہے کہ اول تو کھنڈ کے خوش نویس کے لئے ہونے مسودہ (کاپی) کو نوٹ کرانے کی کوشش کی جائے۔ دوسرے اسے کلکتہ کا کارخانہ دیکھ لے عمدہ کارخانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس میں صرف ایک قباحت ہے اور وہ یہ کہ لاگت بہت

اس وقت نور محمد انگریزی کی تعلیمی پالیسی کا جو رخ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید گورنمنٹ بھی اپنے مختلف صوبہ جات میں مقامی زبان کو مذہبیہ تعلیم بنانا چاہتی ہے اگر ایسا ہوتا تو آپ کی اردو یونیورسٹی اور گورنمنٹ کی یونیورسٹیوں میں شاید ہی کوئی فرق رہ جاتے جس کی بنا پر آپ اپنا امتیاز بھرت کر سکیں۔ میں عربی اور فارسی کی تعلیم کا مخالفت نہیں ہوں۔ عربی علوم اسلامیہ کا غزنہ ہے اور فارسی ہماری تہذیب اور تمدن کا ایک جزو ہے لیکن عربی اور فارسی کی تعلیم اور اشاعت کے لئے نہ صرف ہندوستانی بلکہ تمام دنیا کے اسلام پیہچین سے لے کر عراق، پاکستان سے لے کر روس تک بہت سی دہر لگائیں موجود ہیں۔ خدا انھیں استادی و امانی کر اپنی ترقی اور فروغ کے لئے اللہ فرمائیگی کی صورت میں ہے۔ ملکہ اردو زبان کی موت اور زبیرت اردو یونیورسٹی کی کامیابی اور ناکامیابی پر منحصر ہے۔

اردو یونیورسٹی کا صرف یہ کام نہیں ہے کہ وہ اپنے طالب علموں میں اتنی لیاقت پیدا کرے کہ ان کو اردو سے شہ پڑھ سکیں۔ بلکہ اس کا کام آئندہ اردو م ادب کی عظیم شان و عظمت کو برقرار رکھنا ہے۔ اردو یونیورسٹی جس غلطی میں مبتلا معلوم ہوتی ہے، انگلستان کی یونیورسٹیاں جو صرف ایک اس غلطی میں مبتلا رہی ہیں اور ان کے بہت بڑے نتائج برداشت کر چکی ہیں، انگلستان میں بھی اس غلطی کو ترمیم کرنا چاہیے اور یونیورسٹیوں کا یہ خیال تھا کہ برٹانی اور لاطینی زبانوں کا تحصیل کرنا انگریزی سے زیادہ ضروری ہے۔ لیکن آؤ غور کرنا کہ ان کو ان کی غلطی پر متنبہ کر دیا۔

بعض لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ اردو زبان میں قابل تحصیل بات ہی کیا ہے۔ اردو نہ صرف موجودہ ایشیائی زندہ زبانوں میں پیش پیش ہے بلکہ ایک بلند پایہ زبان ہے۔ اردو زبان کی تاریخ پر اگر غور کیا جائے تو اردو کا نہ صرف ایرانی بلکہ تورانی زبانوں سے بھی تعلق ہے۔ اردو کو نہ صرف شمالی زبانوں ہی سے بلکہ جدید مغربی زبانوں سے بھی رابطہ ہے۔ اردو زبان کی تاریخ کا مطالعہ اور دو علم انسان کی تحقیق استا بٹا کام ہے کہ اگر محتانیہ اردو یونیورسٹی چاہے تو اپنا کل وقت ان ہی دو امور میں صرف کر سکتی ہے۔

اس وقت دنیا میں وہ زمانہ ہے کہ جب تک کوئی یونیورسٹی کوئی خاص کام اپنے ذمہ نہ لے اور علوم متداولہ میں کوئی خاص اضافہ نہ کرے علمی اعتبار سے اس کا عدم اور موجود زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اگر محتانیہ اردو یونیورسٹی دنیا میں اپنی حیثیت قائم کرنا چاہتی ہے۔ تو اس کا صرف ایک ذمہ ہے اور وہ ہے کہ ہر طرف سے کیسے ہو کر صرف اردو کی خدمت، اشاعت اور تعلیم کو اپنا نصب العین قرار دے۔

گزشتہ دو سو برس میں جب حکومتیں ہمارے ملک کے سربراہ اور وہ حضرات جمع تھے۔ علاوہ ادب و سائنس کے زبان کے مسئلہ پر بھی بحث ہوتی تھی اور کم و بیش یہ فرمایا تھا کہ اردو یا ہندی یا ہندوستانی ہمارے تمام ملک کی متحدہ زبان قرار دی جائے۔ یہ فیصلہ اگر ابھی زیادہ اہمیت نہ رکھتا ہو مگر بتلا رہا ہے کہ اردو زبان کو بہت جلد کیا حیثیت ملنے والی ہے۔ اردو یونیورسٹی کو اس وقت کے لئے ابھی سے تیار رہنے کی کس قدر ضرورت ہے اردو زبان کا مسئلہ جہاں اور مختلف حیثیتیں رکھتا ہے۔ ایک حیثیت یہ بھی رکھتا ہے کہ ہند اور مسلمانوں کا باہمی اتفاق بھی اس پر مبنی ہے۔ ہمارے ملک میں ایک آخر سناک تحریک یہ پیدا ہو چکی ہے کہ مسلمان اردو میں ہندی الفاظ کی تعداد کم اور عربی اور شکل فارسی کے الفاظ کی تعداد کو زیادہ کرتے جاتے ہیں اور ہندو ہندی سے سہل اور رائج عربی اور فارسی الفاظ کو خارج اور غیر مانوس اور ادنیٰ سنکر الفاظ کو ان کی جگہ داخل کرتے جاتے ہیں۔ اگر یہ افراط و تفریط نہ بنی جاوے تو اردو اردو ہندی ہی رہے گا اور مختلف زبانیں بن جائیں گی۔ ہندو اور مسلمان کو اپنی اس غلطی سے متنبہ ہونا واجب ہے کیونکہ دونوں کی یہ نادان دوستی زبان اور ملک دونوں کے حق میں ہی ہے اصطلاحات علمیہ کی تلاش اور انتخاب کے وقت سب سے زیادہ اس کا خیال ضروری ہے۔

اصطلاحات علمیہ کے وضع کرنے میں اردو یونیورسٹی کو بے جا تقلید سے بچنا ضروری ہے۔ ترکوں نے انگریزوں کی طرح بہت

یہ اصطلاحات کو مشابہت رکھنے یا نیکہ رو میں وغیرہ) دیا کہ ویسا ہی اپنی زبان میں لے لیا ہے۔ یہ محض ان کی ہمت تھی اور ان کی کو دلیل ہے  
بنوں نے جو ملی حیثیت سے انگریزوں کے مقابل میں ایک نئی قوم ہے۔ ایسا نہیں کیا بلکہ سب اصطلاحات کو اپنی زبان میں وضع  
رہا ہے۔ آمد و پریمہ سٹھ کو اس بارہ میں جو منوں کی تقلید کرنی چاہئے۔

لیکن اردو کے لئے جس طرح انگریزی یا لاطینی اصطلاحات کا اختیار کرنا غلط ہے عربی اصطلاحات کا اختیار کرنا بھی درست  
نہیں۔ عربی اصطلاحات کے اختیار کرنے میں یہ فائدہ مند ہے کہ یہ صحت اور معنی جو کام چاہے۔ اس سے اردو پر پوری فائدہ  
نہا سکتی ہے۔ لیکن اردو پر پوری کے پاس ماشاء اللہ چالیس لاکھ روپیہ کا سرمایہ موجود ہے اور اعلیٰ حضرت حضور نظام محمد اللہ کلہ کا سرپرستی  
کا شرف حاصل ہے۔ اردو پر پوری کو کس بات کی کمی ہے کہ وہ یوں دوسروں کی دست نگر ہو۔

عربی اصطلاحات کے اختیار کرنے سے وہی قیامت جو انگریزوں کو لاطینی اصطلاحات کی وجہ سے باقی رہتی ہے اردو آسانی  
جو پر منوں کو خاص اصطلاحات سے پیدا نہیں ہوتی۔ اصطلاحات عامہ کی خوبی یہ ہے کہ ہر شخص ان کو آسانی سمجھ لے اگر اردو پر پوری  
ایسی اصطلاحات وضع کئے گی جن کا مفہوم ہمارے لئے اول عربی زبان کا سمجھنا لازمی ہو گا تو اردو پر پوری کا کام کسی طرح ہماری  
زبان اور ہمارے ملک کے لئے مفید ثابت نہ ہو گا۔

انجلی ترقی آنسو نے ایک کتاب حیرانیات کے متعلق شائع کی ہے اس میں قابل معترف نے مفصل ذیلی اصطلاحات کا استعمال  
کیا ہے۔

کثیرۃ العرب۔ خطوطہ رشو کیتہ العبدہ مستطیل العبدہ۔ مستطیلہ مستقیمۃ الاجزہ میں دریافت کرنا ہر کوئی شخص ایسا ہے جو عربی زبان  
جانتے ہیں ان الفاظ کے معنی سمجھ سکتا ہے۔ اس سے تو کہیں بہتر ہو تا کہ انگریزی اصطلاحات ہی اختیار کر لی جاتیں۔ اگر ایسا کتنا غری  
کا باعث نہیں لیکن ہمارے ملک کے لوگ انگریزی الفاظ سے کم از کم ان الفاظ کی نسبت زیادہ واقف ہیں۔ اگر ان ہی تمام اصطلاحات  
کا ترجمہ کثیرا پار۔ غارتشت۔ گداز جملہ غلات پوٹی اور راستہ پر کیا جاتا تو کیا حرج تھا۔ ہر شخص ان الفاظ کے معنی سمجھتا ہے جس اردو  
پر پوری کو ایسی اصطلاحات وضع کرنی چاہئیں جو درجہ قبول کہہ سکیں۔

مجھے نہایت اندر ہے کہ میں اصطلاحات کی مرسلہ فہرست کے متعلق رائے رکھنے سے اس وقت معذور ہوں۔

عبدالرحمن ابن محمد کشیش ایدہ وائزر بھرہالی سٹیٹ

# منشی پریم چند

(۱)

بنام سبب اختیار علی تاج

مشفق و مکرّم بندہ! تسلیم  
مشکور ہوں۔ محنت نامہ ہوں کہ اب تک بازارِ سخن کے متعلق ایسا دوسرا ذکر نہ کیا۔ بار بار کوشش کی کہ مستقل طور پر  
صاف کر ڈالوں۔ لیکن ایک نہ ایک رکاوٹ آجاتی ہے۔ کتاب ایک چوتھائی صاف کر کے پڑی ہوئی ہے۔ اب تو ہمارا ہلکا  
مجھے مرنے کی فرصت نہیں ہے۔ انشاء اللہ ارمی تک۔ جس لکشاں میں چچا کا قصہ چھپا تھا وہ میری غفلت میں نہیں ہے کوئی  
صاحب اڑا لے گئے۔ ہر چند تلاش کیا مگر بے سود۔ مجبور ہوں۔ لکشاں میں اب کی رسائل پر تنقید مجھے بے حد پسند آتی۔  
مگر اس کا ٹائٹل کا ڈیزائن باوجود مسٹر چٹائی کے طبع زاد ہونے کے مجھے کچھ نہیں چھتا۔ شاید یہ میری ناشناسی کا باعث ہے۔  
مضامین بھی مٹی ہی میں گھس گئے۔  
تاخیر کے لئے معافی کا طالب ہوں۔

خیلاندیش: وحشیت رائے نادرل سکول گورکھپور ۲۰ مارچ ۱۹۱۹ء

(۲)

بنام سبب اختیار علی تاج

مشفق و مکرّم بندہ!  
تسلیم! کل ارباب سے واپس آیا، لکشاں ملا۔ آپ کے فتح محبت کی راہ دیتا ہوں۔ محبت کا نشو و نما خوب ہے!  
بالکل حسبِ نظرت۔ آپ مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ چھٹی کمانیاں لکھنا چھڑا دوں۔  
اب مضامین اور بازارِ سخن میں لپٹا ہوں۔ خدا کرے لاہور میں امن ہو۔ ایک جلد ماہِ محمد بنذر لیر دی۔ بی قسم اول ارسال  
فرمادیں۔ مشکور ہوں گا۔

خیلاندیش: وحشیت رائے نادرل سکول گورکھپور ۱۹ اپریل ۱۹۱۹ء

(۳)

بنام سید انبیاء علی تلج

مشفق من اسلم

لغاف ملا مشکور ہوں۔ مٹی جوں کے پرچے خوب پڑھا اور حفظ اٹھایا۔ میں بلا سانس کھتا ہوں کہ ایسا لچپ رسل اس وقت اردو زبان میں نہیں ہے۔ بیک اگر قدر نہ کرے تو جبری ہے۔ بالخصوص ارتقا اور اصل انواع پر جو مضمون قبل سید فراز علی صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ رسالہ کی جان ہے۔ ان موضوعات پر ایسا صاف اور روشن مضمون میری نظر سے نہیں گزرا۔ مجھے اب تک نہ معلوم تھا کہ حضرت مجدد کو علی مضامین میں اتنی دسترس ہے۔ کچھ زیادہ دلچسپ نہیں لیکن شبنم کی حرکت مشت بہت اچھا ہے۔ محکمہ پر اردو رسالوں میں کوئی ممبرانہ تنقید نہیں ملے۔ اس لحاظ سے دیگر تنقید کی خوبی کے اعتبار سے آپ کا رسالہ اول ہے۔ اردو کے نقاد پر اچھی چوٹ کی ہے حالانکہ کسی قدر غیر مضمانہ ہے۔ 'عالم خواب' مجھے بہت پسند آیا۔ علاج بے دعا خوب ہے۔ معلوم نہیں طبعزاد ہے یا کچھ اور۔ حصہ نظم بھی دیگر رسالوں سے کہیں بلند تر ہے۔ میں تعریف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ حق کا اظہار کر رہا ہوں۔ گناہ صاحب تو بڑے کھارے معلوم ہوتے ہیں اور حق یہ ہے کہ خوب لکھتے ہیں۔

پریسنگی حصہ دوم کی ۱۰۰ جلدیں آپ کے یہاں بکھرا دی ہیں۔ پریسنگی حصہ اول چھپ رہی ہے۔ غالباً دو مہینے میں تیار ہو جائے گی۔ کیا بیسی کا حصہ دوم آپ اپنے اہتمام سے نہیں شائع کر سکتے؟ بازار بخشن فراہمی معلوم نہیں کب تک تیار ہو اس بات میں اگر بیسی حصہ دوم آپ شائع کر سکیں تو خوب ہو۔ کچھ حصے آپ ہی کے دونوں پرچوں میں نکلے ہیں۔ بقیہ دس میں شے دوں گا۔ کوئی ۱۰۰ جزو کی کتاب ہوگی۔ آپ کے لئے ایک حصہ کھرا رہا ہوں۔ خون جگر تو بہت صرف کر رہا ہوں پر معلوم نہیں کچھ رنگ بھی آئے گا یا نہیں۔ خون ہی نہیں ہے تو رنگ کیا خاک پیدا ہو۔ اولیٰ التماس کروں۔ اپنے والد صاحب قبلہ کی خدمت میں میرا دست بستہ سلام کہئے گا۔ آپ کے خطوط سے ایسا خلوص ٹپکتا ہے کہ بے اختیار غلٹے کہی چاہتا ہے پر غلامی کی قید اور سفر کی دیرازی بہت توڑ دیتی ہے۔ والسلام

نیاز مند: دھنپت رائے گورکھپور ۱۱ اگست ۱۹۱۹ء

(۴)

بنام سید انبیاء علی تلج

بنوہ فراز اسلم

۱۔ زنجیر ہوس، کوئی تاریخی واقعہ نہیں ہے اور نہ کسی تاریخی واقعہ سے اس کا برائے نام بھی تعلق ہے۔ تاسم ضرور تاریخ مند کا نام ہے اور اس کی زندگی میں ایک واقعہ ایسا ہے بھی جو قصہ کے کام آسکتا ہے لیکن اس قصہ کو اس سے تعلق نہیں ہو سکتا کہ میں نے وہاں کے کسی بادشاہ کا نام بھی نہیں دیا تاکہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔ سلطان کے خزانہ کا نام دیا ہے۔ اس میں یہ دکھانا میرا مقصد ہے کہ انسان ہوس کے ہاتھوں کتنا اندھا ہو جاتا ہے اور یہ ہوس کس طرح تیزی سے جلتی جاتی ہے اور کچھ نہیں۔

یہ لفظ دیکھا نہیں گیا۔



اب بازارِ بکس کے متعلق — بنیادوں تقریباً ۳۰ صفحات کا ہو گا۔ لکھا ہی تیار ہے مگر محض حکیم احمد رستی کے ہاتھ اب تک صاف نہ کر سکا۔ اگر آپ اتنی بڑی کتاب چھاپ سکیں تو میں صاف کرنا شروع کروں ورنہ ابھی گری کی تکمیل تک ملتوی رکھوں۔ آپ کو صاف کرنے کی تکلیف نہ دوں گا کیونکہ صاف کرنے میں اکثر قصہ کے سین کے سین ہلٹ جاتے ہیں۔ اس قصے میں میں نے ایک اعلیٰ بیسٹری یعنی بازارِ عصمت ڈوٹھی پر چوٹ کی ہے۔ اگر آپ بروہی دیکھنا چاہیں تو اس کے متعلق اجزا آپ کے پاس پہنچ دوں یہ معاملہ کے متعلق قصہ جب آپ دیکھیں گے تب انکشاف کے لئے میں نے پہلے ہی عرض کی تھی کہ میں آئندہ مکاتیب بہت کم لکھ سکوں گا۔ مگر انشاء اللہ کئی موقع نکال کر آپ کے اشارہ کی تعمیل کروں گا۔

بائیں اور سرسید صاحبی ہوئی ہے اور فصلیں خراب ہو گئی ہیں۔ جواب سے نماز فرمائیں۔

نیاز مند: وحییت رائے نادل سکولی گو رکھ پور ۳ ستمبر ۱۹۱۹ء

(۵)

نام سید امتیاز علی تاج

بندہ نواز نسیم - مزاج عالی  
آنا دیکھی۔ خوب ہے۔ جس قلم سے آنا نکل سکتی ہے اس سے آئندہ مجھے رقابت کا اندیشہ ہر وقت قابلِ معافی ہے۔  
بقیہ اشتیاق ہے چھٹی گمانیوں کو کئی مضمون میں بچا پنے سے لطف جانا رہتا ہے۔  
روپے مل گئے۔ ممنون ہوں۔  
”نویانِ وفا“ احبابِ قدیم کے ذرا ہوا۔ آپ کے لئے دوسری فکر کروں گا۔ بازارِ بخشی رفتہ رفتہ صاف ہو رہا ہے۔  
ارادہ ہے ایک مختصر کہ کہ کام جلدی سے ختم کر ڈالوں۔ زیادہ والسلام!

احقر: وحییت رائے گو رکھ پور ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۹ء

(۶)

نام سید امتیاز علی تاج

جناب شفیق نسیم!  
پروف اور نواز بخش نامرکشی روز گذرے ملے۔ کاغذ بڑا نہیں ہے۔ اسی پر پھینپے ریختے۔ چھپے ہوئے فادم روکھنے سے نقصان ہو گا۔ میرا کاغذ اس سے کہیں بہتر ہے لیکن کوئی مضائقہ نہیں۔ سستا کاغذ ہے گا تو کتاب بھی اوزار ہو گی۔  
سطر ہی رہنا چاہئے مگر کتاب کو تاکید کر دی جائے کہ مکالمے ہمیشہ نئی سطروں سے شروع کیا کریں۔ قصوں کی فہرست ضرور روانہ فرمائیے گا۔

انکشاف ستمبر ۱۹۱۹ء اکتوبر ۱۹۱۹ء میں بہترین مضمون لکھنا صاحب قبلہ کا ہے۔ ان موضوعات پر ایسے واضح مضامین

میری نظر سے نہیں گزرے۔ حجابِ اغت خوب ہے۔ ہاں پلاٹ کڑور ہے اور کہیں کہیں سلاستِ بیان قائم نہیں رہنے پاتی ہے۔ دیگر مضامین اور سطور کے ہیں۔ ”بڑا جادو“ بالکل تاریخی مضمون ہے۔ اس سے عوام کو کیا دلچسپی ہوگی؟ میں مغرب پر ہمارے دکنس کا ایک قصہ بھیجوں گا۔ نادر قصہ ہے، ترجمہ مکمل ہے۔ عدمِ اطمینان کے باعث ایک صاحب سے نقل کرا رہا ہوں، نیسی کا کام جاری رکھنے کا نادر قصہ نقل و ردوم ساتھ ساتھ نکلیں۔ بازارِ وطن کی کافی بھی قصہ و حمد کے ساتھ روانہ خدمت ہوگی۔ ایک رات مجھے بہت پسند آیا۔ زورِ بیان ہے۔ تشبیہات نادر۔ رسائی نکل کر داد دیتا ہوں کچھ خواب پریشان سے ملتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ تشبیہیں کئی بہت خوب ہیں۔

نیازمند، وحشیت رائے گورکھ پور ۱۶ دسمبر ۱۹۱۹ء

(۷)

نام سید تیار علی تاج

شفقتی تسلیم!

یہ خوشی کہوں۔ دو خط لکھے جواب نادر۔ پریم پور نادر کی ارسیدہ نادر بخت نادر ہے جلد رفت کیجئے۔ مارچ کا رسالہ دیکھا مرانا نادر اور حضرت نیاز دونوں صاحبوں کے مضامین قابلِ ملاحظہ ہیں۔ خوب لطف آیا۔ منصوبہ پلنے کی دعوت دی تھی۔ میں تیار ہوں مگر آپ دعوت کس کے بھول گئے۔ جلد فیصلہ کیجئے تاکہ ادا دھر ملے یہی ہر قومیں ڈیرہ دون جانے کا ارادہ کروں۔ اور تو کوئی حال تازہ نہیں۔ پریم نیسی کا کیا حال ہے؟ کتنی ہنسٹی اور کتنی باتیں ہے بٹنا نہیں کے اب کل ۳۸ صفحات باقی ہیں۔ اپریل کو آپ کے پاس رجسٹر بھیجے گا۔ والسلام  
وحشیت رائے گورکھ پور ۲ مارچ ۱۹۲۰ء

(۸)

نام سید تیار علی تاج

مجھے تسلیم!

مفصل خط لایکین مفصل جواب اس وقت دوں گا جب آپ بازارِ وطن تمام و کمال پڑھ چکیں گے۔ اس کے متعلق آپ نے جو کچھ فرمایا وہ سب آپ کی قدر افزائی ہے۔ میں بہت ممنون ہوں گا اگر جناب اس پر اپنی مفصل تبصرہ رائے سے مجھے مطلع فرمائیں۔ اس میں ناراض ہونے کی کون بات ہے۔ نقاد ہیں کہاں۔ مجھے تو اس کی آرزو رہتی ہے کہ کوئی مجھے خوب نیک بھالے۔ اس کی ہدایت، حجت، اذیت وغیرہ کے متعلق آپ مجھ سے کہیں بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ قبلہ سید تیار علی صاحب کو میری جانب سے ثابت بنایا جائے گا۔ معذرت آپ کے لئے لکھ رہا ہوں۔ مٹی میں درج ہو سکے گا۔ والسلام  
وحشیت رائے نادر سکول گورکھ پور

۱۴ اپریل ۱۹۲۰ء

(۹)

نامِ ستیا قیارتی تاج

مشفق من اسیر! میں نے مکمل سے ایک خط آپ کی خدمت میں کج لکھلکھ رشی کشیش وغیرہ کا سفر کرنا ہوا طریقہ دہلی پہنچا۔ میں نے مکمل سے ایک خط آپ کی خدمت کیا تھا۔ معلوم نہیں پہنچا یا نہیں، مجھے اس کا جواب نہیں ملا۔ آپ ادھر کرنے کا قصد رکھتے ہیں تو براہ کرم ایک مہم مطلع فرمائیے تاکہ آپ کا انتظام آسوں۔ ورنہ میں بہت جلد یہاں سے چلا جاؤں گا۔ میری طبیعت دورانی سفر میں زیادہ گھٹی ہے۔ آیا تھا کہ برہدار کی آب و ہوا سے کچھ ناشہ ہوگا لیکن خیماس کا اٹا ہوا پیشہ نے جس سے میری پرانی دوسرا دن کر رکھا ہے۔ اس خط کے پاتے ہی اپنے فیصلہ سے مطلع فرمائیے۔ اگر یہاں نہ آسکیں تو دہلی میں ملنے کا فیصلہ کچھ کیجئے کہ آپ وہاں کب تک پہنچیں گے اور میں کہاں آپ سے ملوں۔ زیادہ والسلام!

نیا زنگ: دھنپت راستے، ڈیرہ دہلی ۶، جون ۱۹۲۰ء

(۱۰)

نامِ ستیا قیارتی تاج

مشفق من اسیر! آپ کا جڑو لٹاؤ مجھے دفتر زمانہ میں آکر ملا۔ افسوس ہے کہ کاش یہ خط ڈیرہ دہلی میں مل گیا ہوتا۔ لوگوں کی ہجرا میں منصوبہ کی سیر کر لیتا۔ مجھے اب کی سفر میں یہ تجربہ ہوا کہ میں بغیر کسی رفیق یا دوست کے نہ سکتا۔ یہ سن کر بغایت خوشی ہوئی کہ کاغذ آگیا اور یہ ہم تمہاری کتابت مکمل ہو گئی۔ اب اسے چھپا بھی ڈالیں بھی غالباً آخر جولائی تک نیا ہو جائے گا۔ بازار میں کے متعلق اگر آپ کو میری شرطیں منظور ہیں تو روپیہ کے لئے ٹھکر نہ کیجئے۔ مجھے فی الحال اثر آخر آست تک بھیج دیں تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اب عذر گناہ، آپ کے لئے دعائی سفر میں مضمین لکھا اور بھیجنے ہی والا تھا مگر یہاں آتے ہی آکر قبضہ سے نکل گیا۔ مہر پر، نام تھا۔ عدم تحصیل ارشاد کے لئے معاف کیجئے گا۔ آج گو کہ سپرد واپس جانا ہوتا مطلق کروں گا اور ”رشتہ آرزو“ جو شروع کر چکا ہوں جلد ہی حاضر خدمت ہوگا۔ والسلام!

دھنپت راستے  
نیا چوک کانپور ۵، جون ۱۹۲۰ء

(۱۱)

بنام سیدہ امتیاز علی تاج

بھائی جان! تسلیم!

میں گل بہاں آہنچا۔ لی آپ کا خط ملا اور آج اپنی تصویر دیکھی۔ فرطِ غم ہے۔ مجھے امید نہ ملتی کہ آپ اسے کہ وہ پیچھے اتنی مصفااتی سے ہٹا کر سکیں گے۔ خیر آپ کی بدولت مجھے اپنی صورت کو نظر آئی۔ بہتر ہے باز اوشس وہ حضوں میں شائع ہو میرے خیال میں بھی یہی تجویز تھی۔ لیکن کی جیسے کہ دیا چہ ضرور دیکھوں گا مگر کتاب چھپ جانے کے بعد غالباً زیادہ سہولت ہوگی۔ پریم تیسری اگر ستمبر تک تیار ہو جائے تو میں غنیمت سمجھوں۔

اب مضمون کی بات۔ مضمون فی الحال میرے پاس وہ ہیں مگر سفر کے ٹکٹوں اور طبیعت کے مضمحل ہو جانے کے باعث مٹا نہیں کر سکا۔ ارادہ تھا کہ خط کا جواب دو مضمون ساتھ ساتھ بھیجوں لیکن فوری رسید دینی ضروری تھی۔ لی فٹنڈا اور ایک مضمون مٹا کر ناشیوں کروں گا اور غالباً ۲۹ جون کو یہاں سے روانہ کر دوں گا۔ اس تاخیر کے لئے مجھے معذرت کرنی چاہیے۔ صحت سے مجبور ہوں امید ہے کہ آپ خوش ہوں گے۔ کشمیکشا نیارت مبارک۔

نیا زمند: دھنپت رائے گورکھ پور ۲۵ جولائی ۱۹۲۲ء

(۱۲)

بنام سیدہ امتیاز علی تاج

بھائی جان! تسلیم!

آپ کا ایک کارڈ کوئی دن ہر شے آیا تھا۔ لکھناں میں ملا۔ مضمون کی فرائض ابھی تک پوری نہ کر سکا۔ آج کل مصیبتوں کی یوٹیش ہے۔ یہاں ۲۳ جون کو آیا۔ ۶ جولائی کو چھپنا پھر چھپک میں مبتلا ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے داغ دے گیا۔ ابھی تک اس غم سے بچا نہیں ہوئی۔ ممبر ہو گیا مگر یاد داتی ہے اور شاید تازہ سیت رہے گی۔ اسے اپنے اعمال کا نتیجہ سمجھتا ہوں اور کیا۔ جب تک بدل نہ پہنچے مضمون کہاں سے آئیں۔ غلوں کا جواب دینا بھی شاق ہے، مصافحہ کیجئے گا۔ پریم تیسری اور بانا اوشس کی کیا حالت ہے امید ہے کہ آپ خوش ہوں گے۔

دھاک: دھنپت رائے نارمل سکول گورکھ پور ۲۸ جولائی ۱۹۲۲ء

(۱۳)

بنام سیدہ امتیاز علی تاج

بھائی جان! تسلیم!

تو ملا تھا مگر خط کا انتظار کرتے کرتے ٹھک گیا۔ ارادہ تھا کہ جواب بھی میرا مضمون پہنچے۔ خط نہ دیکھوں۔ لیکن صحت اور کچھ سونہ نہاں نسخا یا مجبور کر دکھا ہے کہ آج مجھ کو خط لکھ رہا ہوں۔ کیا کروں۔ کئی کام چھوڑ کر تھے سبھی اور صدمہ پڑے ہوئے ہیں۔ 'ناکام' 'ناکمل' ہے، اس کا ہندی ترجمہ 'ناکمل' ہے۔ چار قطعہ کہانیاں اور ایک ڈراما زیرِ تجویز مگر صحت کی کچھ

ہی نہیں دیتی۔ محرم نہیں پرچم تیسری اس زندگی میں شائع ہوگی یا نہیں۔ بازارِ حسن کا اللہ ہی حافظ ہے اور ناکام کا تو الٹی ذکر ہی کیا۔  
نہ زمانہ پر میں کو فرصت نہ مارا، اشاعت کو محنت نہ سہر کے ہمد میں کچھ ضرور حاضر کردوں گا۔ والسلام!  
احقر: وحییت رائے گورکھپور ۱۸ اگست ۱۹۲۲ء

(۱۴)

بنام سید اقبال علی تاج

بھائی جان تسلیم!

آپ کا نوازش نامہ کئی دن پہلے ملا تھا۔ مگر اس عالمِ ضعیفی میں از وقت میں ایم۔ اے پاس کرنے کی مہم سوار ہو گئی ہے۔ اس وجہ سے وقت کا ہمارا کرنا رہا۔ صبح کو شام کے لئے رکھ چھوڑنا تھا، شام کو صبح کے لئے۔ آپ نے لکشاں کو بند کرنے کا فیصلہ کیا خوب کیا۔ نقصان اٹھانا اس پر دروسر۔ اس بلا سے نجات ہی اچھی۔ مگر اس وقت فرصت کو یا تو اپنی آئندہ ترقی یا تصنیف میں صرف کیجئے۔ کیوں آپ کے انگلیٹڈ جاسے کی تجویز کیا منع ہو گئی۔ اگر آپ کے مالی حالات اجازت دیں تو آپ جیسے طباع و جواں کا وہ قسمت آزمائی کرنے جانا ضروری ہے۔ وہاں سے لوٹ کر آپ کسی کالج کے پروفیسر اور پھر پرنسپل ہو سکتے ہیں۔ صرف و سہل کی جلا وطنی ہے۔

ہمارا گاندھی کی اگر صرف ہزار ڈیڑھ ہزار جلدیں ہی نکلیں تب تو آپ کو شاید اس میں لمبی خسارہ ہی رہا ہو۔ پر تیسری کا منتظر ہوں۔ نہ کہ لمبی تقاضوں سے چین نہیں لینے دیتا۔ غالباً اکثر ہم دونوں جیسے نکل جائیں گے۔ آپ کے تہذیب کی سماعت میری ۵۰ جلدوں میں سے بھی کچھ نکل جائیں تو کیا کہنا۔ زمانہ کا حال مجھے معلوم ہے۔ سال بھر میں شاید ڈیڑھ دو سو جلدیں نکلیں۔ اور کئی شمار دینا نہیں چاہتا۔ اب کی صبح امید میں بھی کچھ جلدیں بھیجوں گا۔ اس کے لئے اب کی ایک قصہ ”بعد از مرگ“ لکھا ہے۔ قصہ کیسے ایک دوست کی حقیقت ہے۔ صرف آخر میں بخود ہی لکھی ہے۔ پڑھ کر اپنی تنقید اور ممکن ہو تو حضرت پطرس کی تنقید سے مطلع فرمائیے گا۔ مجھے روپوں کی ضرورت تو ملتی اور ہے۔ اس لئے کہ میں پریس میں شرکت کر چکا ہوں اور اس کے روپے ادا کرنے لازم ہیں۔ لیکن چونکہ میرا شریک بے اقدار دان ہے اس کی جانب سے روپوں کا تقاضا نہیں ہے اور شاید نہ ہو۔ اگر آپ کو فی الحال تردد ہے تو مضائقہ نہیں۔ جب آپ کو سہولت ہو اس وقت سہی پچھنی بھی دونوں حصے ختم ہو چکی ہے۔ شاید حصہ دوم کی چند جلدیں باقی ہوں۔ دوسری اشاعت کا مرحلہ پیش ہے۔ زمانہ کے فیہر صاحب اصرار کر رہے ہیں مگر میں نے عہد کر لیا ہے کہ زمانہ کی گردش میں نہ پڑوں گا۔ اگر آپ اسے نکال سکیں تو کہیں بہتر۔

۱۔ جی ہاں فراب رائے میں ہی تھا لیکن جب سوز وطن لکھنے کے بعد مجھے میرے ڈیپارٹمنٹ نے مضامین لکھنے سے مجبور کر دیا اور ڈیپارٹمنٹل منتقیاں شروع کیں تو میں نے غمی بابو دیا نرائش صاحب کے مشورے سے یہ نام تجویز کر لیا۔

۲۔ سیر و دیش زمانہ نے شائع کیا ہے مگر اس کے حقوق میرے ہی پاس ہیں۔ اگر آپ پر تکلف چھاپ سکیں تو شوق سے چھاپے۔

۳۔ جی نہیں نقاد میرے پاس لاترا کبھی نہیں آیا اور نہ میں کبھی لکھنے کی جرات کی۔ دیگر صاحب نے وہ ایک بار فوٹو شٹ خود کی تھی مگر میں ہندو نام اور دعاؤں تقدسانی احمد حسین۔ اس سے یہ کام نہ چلا۔

صفتِ پُنازِ تجریدی کے چند مضامین محرک کے تھے۔ اسیں زمانہ کے دفتر میں دیکھ آیا تھا۔ تقابلاً نثر چھپنے بہت کم تھی۔ مجھے یہ زمانہ نہ پسند نہیں۔ میں لڑکچڑ کو MASCULINE دیکھنا چاہتا ہوں۔ FEMININE وہ کسی صورت میں چھپے پسند نہیں۔ اسکا وجہ سے مجھے ٹیکور کی اکثر نقلیں نہیں لگاتیں۔ یہ برافطری نقص ہے۔ کیا کروں۔ اشعار بھی مجھے وہی لبیل کرتے ہیں جن میں کوئی جدت ہو۔ غالب کے رنگ کا میں عاشق ہوں۔ مزہز لکھنوی کے گلہ کے کی خوب سیر کی تھی مگر بد قسمتی سے آج تک ایک شعر بھی منوں نہیں کر سکا۔ نہ ہی چاہتا ہے۔ غالباً شاعرانہ حس دل میں ہے ہی نہیں۔ آپ کے سندھری اور گنگا استنان کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اگر آپ کے پاس ان کی نقل ہر تو بھیج کر عنایت کیجئے گا۔ میں نے نواب تک آپ کی صفی چیزیں بھی ہیں ان میں ناویا حیران، سب سے زیادہ پسند آیا۔ آپ نے غضب کیا تھا۔ شاید وہیں ایسا نقل اور نہیں نظر آ سکتا۔ لاہور میں بھی زور خوب تھا مگر وہ بات نہ تھی۔

آپ کی غزلوں کو خوب نور سے دیکھا۔ معنی آفرینی کی ماد دیتا ہوں۔ یہ شعر بہت خوب ہے، سبحان اللہ۔  
دیند کھائی ہوئی تھی غمور سی مجھے وہ دیکھنا نری نگریم باز کا  
دوستانِ بری، والا شعر بہت خوب ہے۔ غمور کیا ہے۔ حیرت بخش، رعب و شجن، دفور جذبات یہاں بھی افوار کو باور گھومت سہائے  
کے مکان پر ایک چھٹا سا مقامی شاہو ہوا تھا، طرح تھی ج  
سو گیا جاگنے والا شب تنہائی کا

باور گھومت سہائے زندہ دل تا رہیں۔ انہوں نے بھی آپ کی غزلوں کی خوب داد دی۔ وہ آپ کے لاہور کا ترجمہ انگریزی میں کیا  
چاہتے تھے۔ مگر بہت وقت طلب دیکھا تو ارادہ ترک کر دیا۔ اور کیا کھوں۔ صحت بدستور، معدنیات روز افزوں، بارش روزانہ۔  
کونکشان کا بولائی نثر خوب تھا۔ والسلام!

دھنپت رائے۔ نایل سکول گوکھپور ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۲ء

(۱۵)

بنام سیتا تھیا ز علی تلج

جنابِ کرم من:

تسلیم کتابوں کا پارسل پہنچا۔ پریمی دیکھی، بلوغِ باغ ہو گیا۔ مجھے یہ مجبور نہایت پسند آیا۔ کتابتِ ذرا ادا صلی ہوئی  
تو بہتر تھا لیکن تب قیمت ادا زیادہ رکھنی پڑی۔ فی الحال کو کتاب خوب لگی ہے اور میں اس کے لئے آپ کا نہ دل سے ممنون ہوں۔  
دیکھیں یہ پاک اس کی کیا قدر کرتی ہے۔ پہلا حصہ بھی شاید اس مادمیں تیار ہو جائے۔ میں نے دفتر زمانہ کو کھد دیا ہے کہ آپ کے  
یہاں ۵۰۰ جلدیں بھیج دیں۔ آپ بھی ان کے یہاں اتنی ہی جلدیں یا اس سے دس پانچ کم بھیج دیجئے گا۔ مفصل خط بعد کو  
لکھوں گا۔

احقر: دھنپت رائے۔ نایل سکول گوکھپور ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۲ء

(۱۶)

بنام سیدتیاز علی شاہ

بھائی جان تسلیم!

بعد انتظار شدید و دیدار غایت نامہ کے روشن ہوئے۔ مشکور ہیں۔ کتابیں آپ نے غالباً کانپور بھیج دی ہوں گی۔ بالکل طے ہو جان سے آپ کی خدمت میں ۵۰۰ جلدیں اور پچیس لگی۔ آپ بھی جان کے پہنچنے پر تین سو اور جلدیں بھیج دیجئے گا۔ سروبن کا مجھے سخت افسوس ہے۔ سچہ تمام صاحب پر میں کی عنایت کا نتیجہ ہے۔ ممکن ہو تو آپ سروبن کو دوسرا لکھا میں قیمت مجھ سے وضع کریں۔ سروبن کو میں اور پریم لکھی کی ایک جلد بھی میرے پاس نہیں۔ زیادہ تصحیح کی ضرورت نہیں۔ کتابت یا پردہ کئے گئے تو اتنا تصحیح بھی ہوتی جاسکتی۔ بس کتاب نے پراگٹ الٹ نہیں کئے ہیں۔ اکثر دوسرا لکھا ملا ہے ہیں۔ اس کے سوا مجھے تو زیادہ غلط نہیں معلوم ہوتے۔ آپ کتابت شروع کروادیں اور دونوں بازار میں ہی کے سائز پر چھپوائیں۔ مجھے بھی ایک ہی سائز کی کتابیں پسند ہیں۔ آپ ان دونوں کتابوں کا کاپی رائٹ چاہتے ہیں یا بعض دوسرے ایڈیشن کا حق اشاعت؟

میں نے دوسرا نہیں دیکھے تھے۔ ایک صحیح امید میں ہے۔ ”بعد از مرگ“ دوسرا زمانہ میں ہے۔ نوک جھنگ ایک اور زمانہ میں رکھا ہوا ہے۔ ”سوسن حیات“ ایک چوتھا میرے پاس ہے۔ ”دستِ غیب“ پانچواں زیرِ تحریر ہے جس میں نالیکو آپریشن کا رنگ نظر آئے گا۔ ان کے متعلق ہیں آپ کی نگہ چینی کا شوق سے منتظر رکھ رہا گا۔ آپ کو میری تحریر پر حب نظر آئیں ضرور؟ پراگٹا ریخا ل کر دیا کریں۔ اس سے مجھے دلی تسکین ملتی ہے۔ ان قصوں کے علاوہ ایک ناول ”ناگام“ صاف کر رہا ہوں جو تصنیف سے کم جاں سوز کام نہیں ہے۔ یہ ختم ہو جائے تو ڈراما میں ہاتھ لگاؤں۔ اس کا پلاٹ تیار ہے۔ چار ہی ایکٹ میں ختم ہو جائے گا مگر میں چند سولہ سکہ نہ چیکیں گے۔ کاریاب ہر سکوں کا انہیں ایشوری جانیں۔ ”ناگام“ اجوں ہی تیار ہوا آپ کے حلقہ کے لئے بیچوں گا۔ میرا ہی کتابوں کی ترسیع اشاعت کے اعتبار سے پنجاب کے کسی رسالے میں لکھنا چاہتا ہوں لیکن لوگشاں نے بعد اب مجھے کوئی ایسا رسالہ نظر نہیں آتا۔ اب آپ کا شغل کیا رہتا ہے؟

میرے ایک دوست آپ کی کتاب ”محبت سمیت“ کا ہندی ترجمہ کرنا چاہتے ہیں ان کا ارادہ اسے بالکل بڑا چھلانے کا ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو اس کتاب کی ایک جلد میرے پاس بھیج دیں۔ جو نسخہ آپ نے مذکور کیا تھا وہ کوئی صاحب لٹلے گئے۔ یوں ہندی میں گاندھی جی کی کئی سوانح جہاں موجود ہیں لیکن آپ کی تصنیف میں ادھ بی لطف ہے۔ اسی وجہ سے میرے دوست جو صرف اسے ہندی جابر پہنچانے کے شائق ہیں سواریا کھول کر لکھا میری اور آپ کی حقائق بھی نہ ہو سکے گی۔ دنیا میں میرے حرف گئے گئے دوست ہیں آپ بھی اس نہایت محدود تعلق کے کوئی خاص ہیں مگر افسوس کہ ابھی تک صورت آشنا ہی نہیں۔ آمد نہ ہو تو پتا توڑی بھی دیجئے اسی لئے کہیں ملے ہوں۔ بنیاد داس سلام!

ہاں ہم خداداد کتاب ”کشتا و فیروزی“ بتائی تصانیف ہیں۔ پہلی کتاب ”گھنٹہ گئے“ میں نے شائق کی فنی دوسری کتاب ”بناد سس“ کے میڈیکل ڈال میں نے غالباً مسئلہ کی تصانیف ہیں۔ میرے پاس ان میں سے ایک جلد بھی نہیں اور نہ شاید پیشروں کے ہی یہاں مل سکے اور نہ ان کے دیکھنے کی ضرورت ہی ہے۔ ترشٹی کے سارے حربے ابھی میں موجود ہیں۔

آپ کا دھنیت ملنے ڈال سکول گر کھپور ۲۹ جنوری ۱۹۲۱ء

دوسرا ناز علی صاحب قبل کی خدمت میں دست بستہ کتاب فرما دیجئے گا۔

(۱۷)

نام سید امتیاز علی تاج

بھائی جانی تسلیم!

تصویر ملی بہت مضمون پر۔ اس نے عظمت کی آرزو وہ چند کردی۔ آپ کی میرے فہم میں جو تصویر تھی وہ کچھ اور ہی تھی۔  
اگر تصویر ہوتا تو دفتر، اور ادب کی خطا بھی تصویر بننا۔ ہوتا گاڑی بھی ملے۔ (تجربہ ہاں کی آمد آج ہے)  
آپ نے شاید ابھی تک سوچا ہی نہیں ہے کہ وہ دم کی تصویر کا پور نہیں دوسلاں فرمائیں۔ ہاں کی خوشیوں کی ہوتی ہیں۔ بلکہ کم  
اس بنا پر نہ فرمائیے۔ گھڑاں گاڑی سے نہ بھیج سکیں تو فی الحال ۱۰۰ اجلیں ہی روانہ فرمائیں۔  
اس سے پہلے کے خط کے جواب کا منتظر ہوں۔ ماسلام!

دھنیت رائے ۸ فروری ۱۹۲۱ء

(۱۸)

نام بروری عبدالحق صاحب

جناب شفیق و کرم ہندو تسلیم

بلد آوری کا ممنون ہوں۔

چند روز چند موانعات کے باعث تعمیل ارشاد سے قاصر ہوں۔ مضمون مضمون نہایت سیدھے اور اس پر جامع مضمون  
لکھنے کے لئے بہت تحقیق اور مطالعہ کی ضرورت ہے۔ لہذا میں ترک ممالک کا پیرو ہونے کے باعث فی الحال اس کے لئے  
کافی وقت نہیں نکال سکتا۔ میرے خیال میں اس کے لئے اگر آپ فحش اقبال در آسمان ہنگامی۔ حمار کلکٹر ٹیچر پیر یا نشی  
رابع ہمارے صاحب لکھو راہم اسے۔ ایل ایل بی کی پہلی تصویر کو طبیعت دی تو وہ دونوں اصحاب اسے زیادہ خوبصورتی سے انجام  
دے سکیں گے مگر بہترین شخص جسے میں جانتا ہوں پینٹ پیم سنگھ شرا ہیں۔ انہیں ہندی ادبیات کی محسن و افضیت ہے اور  
اردو ادب کے بھی ماہر ہیں۔ ان کا پتہ ہے بھنڈو۔ ڈاک خانہ ٹنگینہ۔

نیا زمند دھنیت رائے (پیم چند)

دفتر گیان سنڈل کاشی۔ ۲۷ مئی ۱۹۲۱ء

(۱۹)

نام سید امتیاز علی تاج

برادر مہم!

تسلیم! غلطی ہوئی رہنے آئی۔ میرا قصہ پسند نہ آیا۔ مجھے خود بھی یہی خوف تھا۔ اس کی تنقید آپ نے مناسب کی ہے  
بے شک قصہ دس گیا ہے۔ آئندہ احتیاط رکھوں گا۔ ننانے کے جوائی فرمیں لال چند ایک قصہ ہے۔ اس کے متعلق بھی لکھنا ہے  
تحریر فرمائیے گا۔ کیا اب کی بار بھی قصہ دس گیا یا میں کچھ کامیاب ہوا۔ کم سے کم میں نے کامیاب ہونے کی کوشش ضرور کی تھی۔

لے لیٹی ہوا گاڑی نامی کتاب ملی۔



آپ کی رائے کا بے تاملی سے منتظر رہوں گا۔ مخزن کیس نہیں آیا۔ آپ کے خط کے لئے میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔  
آپ اس قدر کہ مخزن میں شائع نہیں کر سکتے تو اتنی تکلیف کیجئے کہ اسے بند سے ماترم آفس میں بھیج دیجئے وہاں نکل  
جائے گا۔ مخزن کے لئے میں جلد کھول گا۔ قدر ہو گا یا کچھ اور عرض نہیں کر سکتا۔ زیادہ والسلام!  
نیا زمداد و حنپت رائے مارواڑی ہائی سکول کانپور، ۲۹ اگست ۱۹۲۱ء

(۲۰)

بنام سید امتیاز علی شاہ

مشفق سر تسلیم

اب نذر آپ کے خطوں کے لئے میں نے اس جانا ہوں میں بھگتا ہوں میں ہی وہاں فرصت ہوں پر آپ مجھ سے بھی زیادہ مصروف کار نظر آتے  
ہیں یا میرے بے اعتنائی تو نہیں ہے؛ بازارِ محسن کی باقی کتاب ابھی ختم ہوئی یا نہیں؛ کتاب کے شائع ہونے کا کب تک انتظار کروں؟  
پریم ہتھی کی بکری کیسی ہو رہی ہے۔ آپ نے کسی اخبار میں غالباً اشتہار نہیں دیا۔ آپ نے اردو ڈیڑھ بج کر خدمت کا بیڑا اٹھایا۔  
تو زیادہ زلفہ دلا ز جوش کے ساتھ کام کرنا چاہئے۔ اس دھماکہ مندر کے لئے معاف فرمائیے گا۔  
امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت خوش و غرم ہوں گے۔

نیا زمداد و حنپت رائے مارواڑی ہائی سکول کانپور، ۱۹ دسمبر ۱۹۲۱ء

(۲۱)

بنام سید امتیاز علی شاہ

برادرِ تسلیم

فرازش نامہ بلا بہت اطمینان ہوا۔ دفترِ زمانہ میں پریم ہتھی مقصود کی قیمت میں ترمیم کرنے کے لئے کہہ دیا۔ مخزن کے لئے معاف  
کھا ہوا تیار ہے۔ اسکول ہی میں لکھا تھا۔ تعطیل کے باعث دکان جانا نہیں ہوتا۔ در در کھلتے ہی مخزن بھیجوں گا مگر قدر بہت مختصر ہے۔ آؤ  
لاہوری رسالوں میں لکھتے ہوئے طبیعت بیکجاتی ہے۔ میں وہ زبان نہیں لکھ سکتا جس کا آجکل اکثر رسالوں میں نو ز نظر آتا ہے اور جس کا  
اگر کوئی ایک شخص نہیں تھا کہ وہ کاغذ ہے۔ اس رنگ کا عنصر ہے سیدھی سی بات کو تشبیہات و استعارات میں بیان کرنا میں اس رنگ  
تقلید سے تامل ہوں۔ تاہم صاحب بھی اسی رنگ کے منتظر تھا اور معاف کیجئے گا حضرت بتیل بھی اس کے علاوہ نظر آتے ہیں۔ ایسے بھی نہیں  
کو میری روٹی کی طرح کیا پسند آئے گی یہ شخص آپ کا اصرار ہے جس نے مجھے مخزن کے لئے قلم اٹھانے پر مجبور کیا۔ علامہ بی بی میں بھی ترک و اطلاق  
برسے ملے دماغ میں بھی آجکل وہی مسائل گونجا کر تے ہیں۔ ذہنوں میں بھی وہی خیالات جھلکتے ہیں اور ادبی رسائل میں ان کی گنجائش نہیں۔ مذہب کے  
میں ہرگز لکھا ہے۔ ذرا اس پر رائے نفی کیجئے گا ممکن ہے یہ آپ کے ہمایاں پر تھے۔ اس میں صرف چند لکھنؤ کے واقعات ہیں  
اور سب غیریت ہے۔ ذرا جلد جلد یاد فرمائیے۔ آپ کے خطوں کا بہت منتظر رہتا ہوں۔

آپ کا: حنپت رائے ۲۹ دسمبر ۱۹۲۱ء

(۲۲)

بنام سید امتیاز علی تاج

بھائی جان! سلیم

آپ کا خط ملا۔ غزن اور ہالوں میں آپ کے مضاف میں دیکھے۔ مسدقہ دل سے سعاد دیتا ہوں۔ "زبیدہ" میں زور قلم زیادہ ہے اور تخیل ہدایت مند۔ مگر میرے خیال میں ہیروئن کی نازک نفسی ابھی طرح واضح نہیں ہوئی۔ اس کے جذباتی فلسفہ کا تو علم ہو جانا ہے لیکن ذہن میں ایک اڑتے ہوئے خاکہ کے سوا اور کوئی اثر نہیں ہوتا۔ انداز تحریر میں جدت ہے، تاثیر ہے، علق ہے، مگر کے جذبات کی ترویج ہے لیکن شیری نہیں کہیں کہیں ایسے الفاظ قلیل آجاتے ہیں جو فخر کی روانی میں ارجح ہو جاتے ہیں۔ بعض بعض مقامات پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کسی جذبہ کی ترویج کرنے کی کوشش کی ہے مگر ادا کرنے میں ناکام رہے مثلاً "....."۔ کہ آسمان کو ایک دویم بنا دیں۔" انجام بھی بہت جلد ہوا۔ کوئی چھٹا مرنے والا تھا تو زبیدہ کے طرز عمل سے اس کے خیالات اندر روشن ہو جاتے۔ بہر حال ان معمولی سے قطع نظر قصہ شخص قصہ ہی نہیں بلکہ ایک فقرہ معنی ہے۔ آپ ناہیہ جان اس کا قصہ کہنے کی پیر کوشش کیجئے، وہ لا جواب چیز تھی۔ غزن میں جو قصہ ہے وہ مجھے بچا نہیں۔ مجھے یاد آنا ہے کہ میں نے ایک جگہ کچھ قسمی قسم کا ایک قصہ دیکھا تھا۔ انجام ضرور ڈراہنگ ہے۔ میں آپ سے بھی گزارش کر دینی چاہتا ہوں کہ اختراعت کے دائرہ میں نہ چلیے۔ سلاست اور روانی اکتہ سے نہ جائے۔ آج کل لوگ ایک عجیب طرز بیان اختیار کرتے جاتے ہیں جس میں سلاطین ہونچولی پن کو چھوڑ کر خواہ مخواہ شوکت و بیان پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میرا ہندی ناخلف خرم ہو گیا، اب اردو کام جلد ہوگا۔ جب تک بازار خوشن پر میں سے نکلے گا شاید نئے نئے ناول لکھنے لگوں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔

دور جہاں کا ترجمہ میں خود تو نہیں کر سکتا تاہم مجھے خدمت نہیں ہے۔ خود بھی ایک ڈراما لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن میرے چند اصحاب بلکہ زبان کے ماہر ہیں ان کی مدد سے یہ کام ہو سکتا ہے۔ اولیٰ لکھنے سے بہتر کہہ کر نے میں زیادہ آسانی ہوگی۔ اور کیا عرض کروں۔

نیا زمند، وینہٹ راستے ۱۶ فروری ۱۹۲۲ء

(۲۳)

بنام سید امتیاز علی تاج

محبی اسلم

"نازک" اردو کا پہلا ڈرامہ ہے جسے میں نے اول سے آخر تک ایک ہی سانس میں پڑھا۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ میں نے اردو کے سب ڈرامے پڑھ ڈالے ہیں مگر جتنے پڑھے ہیں ان میں مجھے جتنی کشش، آناکلی، میں ہوئی وہ اور کسی ڈرامے

نے یہ لفظ پڑھا نہیں گیا۔

میں نہیں ہوئی۔ میں تو اسے انگریزی کے بہترین ڈراما میں کے مقابل رکھنے کو تیار ہوں۔ 'دور جدید' اس کے ایک ایک نغمہ میں منتقوش ہے۔ پادری عزیز کی زنجیروں سے آپ نے ڈرامہ کو ایک محنت سے لے کر دیا۔ کہیں کہیں تو آپ نے نزاکت فحش کا کمال کر دکھایا ہے۔ 'انارکلی' مجھے بہت ممتنع یاد ہے۔ اُن کے ایک ایک کپڑے مجھے بہترین معلوم ہوا۔ بس اگر شکایت ہے تو یہی کہ آپ نے ہمارے گھر کے گھر والے کو قتل کر کے میرے دل کو سخت صدمہ پہنچایا۔ خلی کہ اس ڈرامہ واسے چھانگیر سے مجھے نفرت ہو گئی۔ کوئی سچا عاشق اتنا بے گم ہو سکتا ہے اسے دل نہیں سلیم کرتا۔ معاف کیجئے گا۔ والسلام! خالص: پیر محمد گنیش گنجی، لکھنؤ ۵، رابع ۱۹۲۲ء

(۲۴)

بنام سید امتیاز علی تاج

مہربان بندہ تسلیم!

منون ہوں۔ شاہکار کا اب تک منتظر ہوں۔ میں نے تو سمجھا تھا آپ نے وہ ارادہ ترک کر دیا۔ میں غالباً ۱۵ اگست تک اپنا افسانہ خدمت عالی میں ضرور بالضرور حاضر کر دوں گا۔ میں تو منتظر تھا اور شاید ایک بار دریافت بھی کیا تھا کہ دراصل اجلا ہوا یا نہیں۔ ہنس اب آل انڈیا ٹریڈی رسالہ ہونے جارہا ہے جس میں گجراتی، مراٹھی، تامل، نیلگو، کناری، بنگلہ بھٹی زبانوں کے ادیب اپنے مضامین بھیجیں گے۔ چونکہ اس میں ایک قصائد کے لئے لازمی طور پر مخصوص ہے اور نہایت مختصر۔ اس لئے میں چند منتخب اور مستند اور مسائل سے ہنس کا تبادلہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ شاہکار سے ہنس کا تبادلہ منظور فرمائیں اور اگست کا پہلا بھیج دیں۔ میں بھی اگست کا پہلا روانہ کر دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ پمفلٹ روانہ کرتا ہوں جو آل انڈیا ادبی تحریک کی جانب سے انگریزی میں شائع ہوا ہے اور اس کے ساتھ یہ خط بھی اور آپ سے یہ استدعا کر دوں گا کہ آپ اس آل انڈیا تحریک میں شرکت فرمائیں۔ اس میں عمل حصہ لیں۔ تحریک کے اغراض اور مقاصد اس پمفلٹ سے جناب پر واضح ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ حلیہ ایک خط ارسال ہے جس کی نقل اردو کے ادیبوں کی خدمت میں و محنت کے طور پر ارسال کی گئی ہے۔ مجھ امید ہے کہ جناب اس قومی ادبی خدمت میں ذاتی طور پر بلکہ اپنے اثر سے بھی امداد فرمائیں گے۔

احقر: پیر محمد دفتر ہنس، بنارس ۶، اگست ۱۹۲۵ء

(۲۵)

بنام سید امتیاز علی تاج

بلورم تسلیم!

آپ کے دو فرائض میں سے ایک ساتھ آئے مشکوچوں۔ تازہ مضامین کا مجھے افسوس اس لئے ہے کہ آپ کا قصہ اردو رو گیا اور خوشی اس لئے کہ ہمارے دیہات کئی روحانی یا باطنی تعلق ضرور ہے۔ وہ اردو کی باتیں کیوں نہیں سمجھتیں۔ پر آپ

لے یہاں ایک نغمہ پڑھا نہیں گیا۔

اپنا قصہ مزہ تمام کریں۔ ہر جگہ مارنگ و دو رنگ۔  
منسکیت لڑ پھر پکھنے کا میں نے ارادہ کیا تھا مگر اس کے لئے جو مادیات کا تقاضہ سب اوجھڑا رہ گیا۔ اب ہمارے  
متعلق کوئی مضمون منقریب بھیجوں گا۔ پریم چند کیسے کے لئے آپ نقد حساب کریں تو زیادہ بہتر۔ کل قیمت پر صحت فی صدیشن اور وہ فیڈل  
وضع کریں۔ یوں صحت نکلیں گے قصہ کا حساب ملکر صحت کا سنی آرڈر ارسال فرمادیں تو میں حیات بہر۔

میں اب تک آپ سے اپنے مضمونوں کے لئے سحر لیا کرتا تھا۔ مجھے اب لمبی کوئی آنکھ نہیں ہے مگر کچھ بعض دیگر سائل  
اس سے بہتر شرائط کرنے پر آمادہ ہیں اس لئے مجھے احتمال ہے کہ میرا نفس کہیں ان شرائط پر نیت نہ ہر جائے اور مجھے اپنی خواہش کے  
خلاف اپنے اچھے مضامین ان کے پاس بھیجنے کے لئے مجبور نہ کرے۔ صبح امید کے تنازعہ خطوط آرہے ہیں اور وہ مجھے صحت سے  
صحت تک مند کر رہا ہے۔ اب مجھے مجبوراً اس کے شرائط قبول کر لے پڑے۔ ورنہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ میں نے اب تک  
اس میں ایک سطر بھی نہ لکھا تھا۔ اب کس حیلہ سے انکار کروں۔ یہ سب دیکھ کر آپ سے محض ملی تعلق کے باعث کر رہا ہوں۔ میں  
حاشا یہ نہیں کہتا کہ آپ بھی مجھے صحت دیا کریں۔ اپنے قدیم مجھوتے پر قانع و شاکر ہوں۔ پراگمیر سے مضامین صبح امید میں نکلیں اور  
اچھے جیسا سست قلم آدمی کمکشاں میں اس سے لمبی زیادہ تسلی کرے تو مجھے مسند خیال فرمائیے گا۔

میری وضع قطع اور شکل و شباہت کے متعلق آپ نے جو قیاس کیے اس سے روحانی تعلق کا لگاں اور بھی بچتا ہو جانا ہے  
جسٹک پر اس میں چالیس سال ہے۔ میں بند کا لڑکا کوٹ اور سید جا پاجامہ پہنتا ہوں اور گچڑی بانڈھتا ہوں۔ ایک پولی آدمی کا  
پنسا داخل کیپ ہے آپ نے گچڑی کا لگان کیوں کیا۔ کیا آپ کو اتفاق ہوا ہے؟ میں اپنے سلسلہ اصولوں کے خلاف اپنا ایک فوٹو  
بھی ارسال خدمت کرتا ہوں۔ اس شرط پر کہ وہ بعد ملاحظہ واپس کر دیا جائے اور یا اگر آپ بطور ایک دوست کی یادگار کے رکھنا  
چاہیں تو اس کا کسی آرٹسٹ سے لیکر پڑے یا زکا بسٹ بنوائیں۔ اور کیا عرض کروں۔ کمکشاں کا انتظار ہے۔ رینڈرا باہلی کون  
کون ہی تصانیف کے ترجمے جناب کے دفتر سے شائع ہونے والے ہیں۔ اب کی زمانہ جولائی میں رینڈر پر ایک دلچسپ مضمون  
نکل رہا ہے۔ آپ کی نظر سے گزے گا۔

جناب قبلہ سید قناز علی صاحب کی خدمت میں دست بستہ آداب قبول بہر۔

نیا زمند: پریم چند۔ نادرل سکول گوردھپور ۲۴ جولائی

(۲۶)

نام سید اجاز علی تاج

جناب شفیق قسیم

فرازش نامہ صادر ہوا۔ آپ اپنے سلسلہ اشاعت کی توسیع کرنی چاہتے ہیں یہ امر میرے لئے خاص طور پر باعث اطمینان  
ہے۔ اردو میں رسالے اور اخبارات تو بہت نکلتے ہیں شاید ضرورت سے زیادہ اس لئے کہ مسلمان ایک طرزی قوم ہیں اور ہر  
تعلیم یافتہ شخص اپنے تئیں مصنف ہونے کے قابل سمجھتا ہے لیکن پیشوں کا کیکر قسط ہے۔ سارے قلوب ہند میں ایک بھی ڈھنگ کا  
پیشہ موجود نہیں۔ بعض جو ہیں ان کا مدد و جود ہمارے ہے کیونکہ ان کی ساری کائنات چند قدی نامل ہیں جن سے ملک یا نیاں کو کوئی

نایاب نہیں۔ عرصہ ہوا دائرۃ الادب، دہلی میں قائم ہوا تھا اور بڑے طرراق سے چلا۔ لیکن نقد سے ہی دنوں میں اس کے ناظم صاحب کا جوش فرو ہو گیا اور وہ کچھ اس طرح غائب ہو گئے کہ معاملہ داروں کا حساب تک نہ صاف کیا۔ اس لئے میں آپ کی اس تجویز سے بہت مطمئن نہیں لیکن صاف فرمائیے گا ایک ادبی رسالہ کا بار اپنے سر پر رکھ کر آپ اپنی نئی تجاویز میں کامیاب ہو سکتے ہیں میں مجھے شک ہے۔ ایک اہل درجہ کا اردو رسالہ ایک آدمی کو ہر تن مصروف رکھنے کے لئے کافی ہے نیا وہ ہے۔ ورنہ اس کا سہارے گانا یقینی ہے۔ ایسی حالت میں آپ دونوں کام کیامیابی کے ساتھ نہیں کر سکتے۔ تو جبکہ آپ کو کوئی ہوشیار مسخفت نہ مل جائے اور چونکہ آج کل لاہور میں بلا مستقل معاوضہ کے ہوشیار آدمی مل نہیں سکتا اور لکشاں کے لئے یہ بار شاید قابل برداشت ہو اس لئے آپ کو اس کے سوا اور مقرر نہیں کیا قرا شاعت کے ہوں یا لکشاں کے۔ میری ناچیز رائے ہے کہ اگر آپ شاعت کا کام سرانجام دے سکتے ہیں تو لکشاں کو خیر یاد کیجئے۔ لکشاں جو کام کر رہا ہے وہی کام ادبی کئی شمار رسالے کر رہے ہیں یا کہنے کا ارادہ رکھتے ہیں مگر پیشنگ کا میدان بالکل خالی ہے اور زبان کی خدمت کرنے کے جتنے مرقعے اشاعت کتب کے ذریعے مل سکتے ہیں، ہمارے رسالہ سے مل سکتی نہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارا مصالحت سے زبان کی خدمت نہیں ہوتی، مگر رسائل کے وسائل محدود جوتے ہیں اور اس کے محدود اسے تصنیف کے اکثر مشروں سے بے فیض رکھتے ہیں۔ اردو رسالوں میں آپ کوئی ضخیم اور مفصل ناویکی تصنیف نہیں شائع کر سکتے۔ تو جبکہ وہ آپ کے روبرو خود بخود ضرورت میں نہ پیش کی جائے۔ علیٰ اذنہ فلسفہ، شعر، لطائف، کیمیات و طبیہ وغیرہ سبب اصناف کلام کا ردعا وہ آپ کے لئے بند ہے۔ آپ کو چاہئے ہوتے مضامین، تفریح، بحث، چٹکے، دلچسپ شاعری، تذکرے، رنگیں، قصے چاہئیں۔ یہاں تک کہ آپ کوئی ضخیم ناول یا تہ میں لیتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ تو جناب چٹ پٹے مضامین سے ناظرین کی ضیافت طبع چاہے ہو جائے لیکن زبان کی کوئی مستقل خدمت نہیں ہو سکتی۔ ایسے مضامین سے زبان کے مستقل سرمایہ میں کوئی قابل قدر اضافہ نہیں ہوتا۔ اردو کو ہر ایک شعبہ کی ادبی اور مستند کتابوں کی جتنی ضرورت ہے وہ محتاج بیان نہیں اور حالانکہ اس بے بضاعتی کا باعث ایک بڑی حد تک ہماری سیاسی سب سے دست و پاکی ہے۔ تاہم ہم نے اپنے طریقہ کی طرف ادبی اتنی توجہ نہیں کی جس کا وہ مستحق ہے۔ اگر ہم اپنی لاج رکھتی ہے تو اپنے طریقہ کو فروغ دینا پڑے گا اور چاہے یہ کام افراد کریں یا مجموعہ افراد گسارے کا رو با مدلی امور میں بہتے بغیر استحکام نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ ایک مشترکہ سرمایہ سے کوئی پیشنگ کام جاری کر سکیں تو کیا کہنا۔ لاہور جیسے تجارتی مقام پر ایسی کمپنی کھولنی بہت مشکل نہ ہوتی چاہئے۔ بہر حال اگر آپ اشاعت کے کاروبار میں اٹھ ڈالنا چاہتے ہیں تو لکشاں کو بند کیجئے بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ آپ کو اس کے جاری رکھنے میں سراسر خسارہ ہے یہی میری دوستانہ صلاح ہے۔ امید ہے آپ میری صاف گوئی کو صاف فرمائیں گے۔

خاکسار، پریس چند۔ گورکھ پور ۵ اگست

(۲۷)

بنام سید اقیار علی تاج

بھائی جان تسلیم

خطا خطا کے بعد لا۔ مشکور ہوں۔ تیسری چپ گئی شکوہ ہے۔ باذات حسن کی کتابت ہونے لگی بڑی خوشی کی بات ہے۔

حقہ اول المکتبہ فنی دیا نائن صاحب کی بے قرحی کے سبب معرض القوا میں پڑا ہوا ہے مگر امید ہے کہ حقہ دوم کا شائع ہونا تاویز کا کام دے گا اور یہی سیری عرض تھی۔

لکشاں آپ بند کرنا چاہتے ہیں۔ جب نقصان ہوا ہے تو ضرور بند کیجیے۔ جب آپ کو ولایت جانے کا موقع ملے تو اس سے فائدہ نہ اٹھانا اپنے اوپر اور قوم کے اوپر ظلم کرنا ہے۔ یہ انگ کے دو چار سال نکل جائیں گے تویری طرح آپ کو بھی پھٹنا پڑے گا۔ کاش میں نے احوال عمر میں ایم۔ اے تک حاصل کر لیا ہوتا تو یہ کس پرسی کی حالت نہ ہوتی۔ ورنہ عدنا فسانہ نگاری کے نذر ہوا اور اب ضرورتیں ڈگری کے لئے مجبور کرتی ہیں۔ آپ بی۔ اے پنجاب سے کیجیے اور فوراً ولایت کا سفر کیجیے۔ دو تین سالوں میں آپ پانچ چھ سو روپے حاصل کرنے کے مستحق ہو جائیں گے اور اگر اخبار نویسی کی طرف مائل ہوں گے تو یہاں بھی اول درجہ کا انگریزی رسالہ نکال سکیں گے۔ اخلاقی اور ذہنی فائدہ حاصل ہوں گے ان کی کوئی قیمت نہیں۔ میں نے اپنی جانب سے ایک دوستانہ خط لکھا ہے۔ مناسب سمجھیں تو اسے شائع کر دیجیے۔ مجھے اس نذر سے خوبصورتی سے نکل جانے کا اس کے سوا اور کوئی راستہ نظر نہ آیا۔ لطافت امیل کے فنی میں بھی آتی ہوں۔ صاف صاف کہنا جانا ہوں۔ بیسی اور دیگر کتب ضرور رعا کر لیں۔ آپ نے گاندھی کے حالات لکھے تھے اس کی کتنی جلدیں نکل گئیں۔ پریم تپسی آپ کے یہاں سے کتنی کپی نکل جائے گی۔ اب تو لکشاں کا ذریعہ اشتہار بھی نہ رہے گا۔

یہاں بارش قبل از وقت بند ہو گئی۔ فصل کا نقصان ہو رہا ہے۔ میں نے کلکتہ کے ایک ہندی پریس میں شرکت کر لی ہے۔ اریہ رے ایک دوست کا ہوگا اور ۵ روپہ۔ مجھے اپنے حقہ کے روپوں کی فکر نہ کرنی ہے۔ اگر کام چل گیا تو پچاس ساڑھے روپے ماہوار کا فائدہ ہو سکے گا۔ اگر آپ کو تردد نہ ہو تو ستمبر میں شروٹ حساب طغرماد کیجئے گا۔ کل پریس ۱۶ ہزار کا ہے۔ تعزیت کے لئے مشکور ہوں۔ دو سو بچے تھے۔ ایک نے مفارقت کی۔ اب ایک چار سالہ شیرخوار رہ گیا احد ایک لڑکی۔ پرانا اٹنی دونوں کو زندہ رکھے۔ غم جو کچھ ہوتا تھا ہر چکا مشیت بھی تھی۔ مجھے بھی اب اس کی مصیبت نظر آرہی ہے۔ شاید مجھے حالات کی زنجیریں سے کچھ آزاد کرنا مقصود تھا۔ خط جلد لکھئے گا۔ آپ کے خطوط کے سکین ہوئی ہے۔

آپ کے والد صاحب بزرگوار نے جن الفاظ میں مجھے تعین صبر اور توکل فرمایا ہے اسی کے لئے دل سے منوی ہوں عید اضیٰ کا دن ہے دو چار احباب ملنے آتے ہوں گے اس لشاب نصحت۔ عید مبارک! خیال میں آپ سے بھی بغلی گیر ہو رہا ہوں۔ والسلام

صحبت رائے۔ گرجپور ۲۹ اگست

(۲۸)

نام سید امتیاز علی گنج

بندہ فداؤ! سلیم  
حنایت نامہ۔ لکشاں بھی فیر اول سے بہتر ہے۔ مبارک باد! دیگر رسائل پر نوٹ لکھنے کی فکر فرمائیے، اس سے صاف

مقبول ہو گا۔  
ایک قصہ بیچک کا دلیرا جاتا ہے۔ دبا ہو گیا ہے۔ دیکھتے پسند آئے تو رکھ لیجئے۔ روٹیوں میں نکل جائے گا۔ قصہ  
روکھا ہے۔ جذبات نہیں آنے پاتے۔

ناول نے متعلق، تصویروں کی مانے فتح ہو گئی۔ ہندی کا پبلشر سے جلد نکالنا چاہتا ہے۔ دو کمرے پبلیشن میں تصویری  
دی جائیں گی اس لئے فی الحال ایک کا ذکر ضرور۔ رہا حادثہ، وہ قصہ پڑھ لینے پر آپ خود طے کر لیں گے۔ ہندی والوں نے عجیب  
روپے دئے ہر۔ اردو سے مجھے اتنی امید نہیں۔ مگر ۲۴ سطرے صوفیہ کے ۱۲ کے سب سے قبول کر لینے میں مجھے تامل نہ ہو گا۔ یہ میرا  
ضمیمہ ناول ہے۔ مجھے اس کی اشاعت کی فکر ہے۔ دوسرا ناول بھی شروع کر چکا ہوں۔ اور کیا عرض کروں۔  
سیدتنا علی ہدیٰ کی خدمت میں آمنا قبول ہے۔

جواب سے یاد رکھئے گا۔ والسلام!

دعیت رائے۔ گوردھار، اتر پردیش

# اصغر گوندوی

(۱)

نام علامہ کبھی جو یا کوئی

جناب مولانا۔ السلام علیکم  
آپ نے کل مجھ سے ملنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ مگر اس وقت مجھے خیال ہوا کہ ممکن ہے آپ کو یاد نہ رہے اور آپ بلا ہی بالا تشریف لے جائیں۔ اس لئے آپ کو مطلع کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ بھگونی سہلئے (کرشن سہلئے کے بھائی) اور شارق ایبانی پرسوں آپ سے ملنے کے لئے آئے دالے ہیں۔ ان لوگوں کے پیش نظر جو مراحل ہیں وہ آپ معلوم ہیں۔ اگر آپ کہیں تھک لے گئے اور آپ کے قیمتی مشوروں سے یہ لوگ مستفید نہ ہو سکے تو کرشن سہلئے کو جو شکایت ہوگی اس کا آپ خود ہی اندازہ کر لیں۔ میری بابت آپ جانتے ہیں کہ اس قسم کے کاموں کے متعلق کتنے حوصلہ شکن اور متاثر خیالات رکھتا ہوں۔ گھر کی رونق جن میں ہنگاموں پر موقوف ہے وہ بھی ہوتی طبیعتوں سے ممکن نہیں۔ آپ موجود ہوں گے تو بعید نہیں کہ آپ کے ذریعے بے حس و حرکت مل گاڑیاں بھی گھسٹ چلیں۔ اس لئے کم از کم آپ کو پرسوں تک اپنا امداد ملتی رکھنا چاہئے۔

احقر اصغر

۳ اپریل ۱۹۷۲ء

(۲)

بنام طاہر نند

دی ہندوستانی اکیڈمی یونیورسٹی پرنسز، الہ آباد  
مکرم۔ سلام و رحمتہ۔ نامہ گرامی صادر ہوا جس کے لئے ہمہ تن سپاس ہوں۔ "ہندوستانی زبان کی ابتدا" کوئی شک نہیں کہ نہایت اچھوتا اور نفیس موضوع ہے۔ ایسے ہی موقعوں پر شاید یہ لوگ پڑھ دیا کرتے تھے۔  
پسلی پیڑک اٹھی نظر انتخاب کی  
ہندوستانی اکیڈمی کے رسالے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی مضمران ہو سکتا ہے؟ رسالہ دسمبر میں طبع ہو جائے گا۔ اس لئے اسے براہِ کرم نومبر تک مرحمت فرمادیں گے۔  
یورپ کے کتب خانوں کے امداد مخطوطات اور نادر کتابوں کی فہرست بہت مزوری ہے۔ اسی کے ساتھ آپ کا مشورہ بھی کہ ان میں کوئی چیزیں کام کرنے کے قابل ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانجانیؒ کے دیوان کی ترتیب

اس نام جانجانی ہے۔ یحییٰ جانجانی کے نام سے شہید ہیں۔

۲۵۹۶۱



فی الحال میرے پیش نظر ہے۔ کچھ اس کے بارے میں بھی مشورہ دیجئے۔ معلوم نہیں آپ کا قصد ہندوستان تک ہے۔ ہمارے ایک مشترک دوست محمد حنیف سید بھی لندن تشریف لے گئے ہیں۔ ممکن ہے۔ آپ ملاقات ہو۔ ڈاکٹر زبید، محمد صاحب محمد اللہ بھرت ہیں۔

”میرے اشعار سے یورپ میں بیٹے کز لطف اٹھائے“ کا حال معلوم کر کے مجھے بھی کافی لطف مشاعروں کی دہ دا اور سبحان اللہ سے خود نفس کو بہر حال نذا کا کچھ دیکھ سامان مل ہی گیا۔ سفرون اور گرام کا بے پیچی کے ساتھ منتظر ہوں گا۔

نیاز کینس احقر اصغر

۲۴ اکتوبر ۱۹۳۰ء

(۳)

بنام ڈاکٹر زبید

ہندوستانی (تماہی رسالہ)

مکوئی تسلیم و نیاز مجھے انہیں ہے کہ آپ کا کوئی سفرون ہمارے پہلے نمبر میں نہ نکل سکا۔ وہ کی تیاری شروع ہو گئی ہے اور اب آپ کے سفرون کا پھر انتظار ہے۔ رسالے کا پہلا نمبر آپ کی خدمت کیا جا رہا ہے۔ ممکن ہو تو چند سطریں اس کے بارے میں بھی لکھئے۔ تاکہ مجھے اپنی خاموشی کی اطلاع ہو اور اس کی اصلاح کر سکوں۔

”ہندوستانی صورتیات“ پر آپ کا انگریزی رسالہ موصول ہوا ہے اس پر یا تو زبید صاحب صاحب ریورہ لکھیں گے۔ امید ہے کہ ”اردو شہ پارے“ پر بھی اس نمبر میں ریورہ ہو۔ حضرت مرزا مظہر جانجنا کے اردو کلام کے بارے میں میں نے سنا ہے کہ اٹیا آفس یا برٹن میں کوئی نسخہ موجود ہے۔ میرے پاس ان کتب خانوں کی کوئی نہرت موجود نہیں ہے۔ یہ خبر جو مجھے ملی۔ ہر تو میں وہاں سے اس کے فوٹو کے لئے کوشش کروں۔ اس کے متعلق میں نے سر تیج بہادر سپرو کو ہم میں لکھا ہے لیکن شاید راولپنڈی میں کالفرنس کی مصروفیتوں سے انہیں فرصت نہیں ملے گی اس کی تحقیق جواب دیجئے۔

میں ایک مدت سے انتظار کر رہا ہوں کہ یورپ کے اردو غنطوطات کے بارے میں آپ حاصل کروں تاکہ کوئی کام شروع کیا جائے۔ اب تو آپ حیدر آباد تشریف لے آئے وہاں اپنے ام ذریعہ سے کوشش کیجئے کہ رسالے کے لئے کچھ اچھے مضامین بھیجیں۔ ہمارے یہاں ادبی مضامین کم ہے۔ زیادہ ضرورت اس قسم کے مضامین کی ہے۔ مضامین کا معقول معاوضہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس سمجھتا کہ لوگ ہم نردا ہم ثواب کے لئے کیوں نہ تیار ہوں گے۔ والسلام احقر اصغر ۲۰ جنوری

لے استاد عربی تھے الا آبادیہ نمبر مئی۔ لندن میں میرے ساتھ تھے اور قابلاً ۱۹۳۰ء میں ہندوستان واپس ہوئے۔

لے ہا اگریدی کتاب ہندوستانی فرے ۱۹۳۰ء میں پیرس سے شائع ہوئی تھی۔

امام مولوی ضیاء محمد صاحب بدایونی

(۴)

ہندوستانی اکیڈمی، صوبہ متحدہ الہ آباد - نمبر ۸۷۹ - ۲/۲۲ - ۳

جناب مکرم - تسلیم و نیاز

ہندوستانی کا ایک نمبر جناب کی خدمت میں ارسال کیا گیا تھا، غرض یہ تھی کہ آپ کوئی مضمون اس کے لئے خدمت فرمائیں، مگر اب تیسرا نمبر نکل رہا ہے مگر اب تک امداد آپ کے مضمون سے محروم۔ ایک بار مولانا حسن طرہ پوری کے یہاں آپ سے شرف نیاز حاصل ہو چکا ہے، شاید آپ کو یاد ہو۔ اس بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ اس درخواست کے لئے مجھے کافی حق حاصل ہے ورنہ اس کے بعد پھر ڈاکٹر زبیر احمد صاحب کو سفارش کی تکلیف دوں گا۔

مضمون کے لئے کوئی سا ادبی موضوع تجویز کر لیجئے، ہندوستانی اکیڈمی مضامین کا معتدل معاوضہ بھی دیتی ہے  
۱۳ جون ۱۹۳۱ء  
والسلام نیاز مند احقر اصغر

(۵)

نام ڈاکٹر زور

ہندوستانی اتہاسی رسالہ

ہندوستانی اکیڈمی، صوبہ متحدہ - الہ آباد -

مکرم - اسلام علیکم - مدت کے بعد گرامی نامہ صادر ہوا۔ شکریہ۔ شاہ حاتم پر آپ کا مضمون نکل گیا جنوری کا رسالہ دوسرے روز میں پہنچ جائیگا۔ دہلی میں زبان اردو کا ارتقاء نہایت عمدہ موضوع ہے۔ اپریل نمبر کے لئے مضامین پر میں دے جا رہے ہیں مگر میں آپ کے مضمون کے لئے گفتگو رکھوں گا۔ مگر مضمون ذرا زیادہ طویل نہ ہو تو اچھا ہے۔

حضرت مظہر کا اردو کلام میرے پاس وہی ہے جو عام طور پر تذکروں میں ملتا ہے۔ آبجیات - گل رعنا۔ شعر البند - تذکرہ بیر چمنستان - ادب پس - ان کا فارسی دیوان بھی ہے۔ یہ ہے کل کائنات مراد اور مسالے کی۔ اس کے علاوہ آپ جو کچھ دیں گے اس کا ممنون ہوں گا۔ مگر جو کچھ دیجئے وہ اب بھیج ہی دیجئے انٹاکس کی ضرورت کی کیا کافر نس میں الہ آباد آنے کا قصد ہے۔ مارچ میں کافر نس ہوگی۔ والسلام  
۵ جنوری ۱۹۳۲ء  
احقر اصغر

(۶)

نام ڈاکٹر زور

ہندوستانی (اتہاسی رسالہ)

مکرم - سلام مضمون - گرامی نامہ معہ سید محمد صاحب کے تبرعہ کے موصول ہوا۔ سید سلیمان صاحب نے اپنے مضمون میں کہیں جدید اکتشاف کا دعویٰ نہیں کیا ہے بلکہ بعض تحریرات کا اشارہ کر کے دیوان

لے عثمانیہ پرنسپل کالج آف آرٹس میں ان کے ریڈ میں۔

لے مولانا سید سلیمان ندوی۔

ہاشم علی کے متعلق کچھ نئے معلومات کا اضافہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ مضمون اثنائے سفر میں لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی مضمون میں ان کو ہاشم علی کے متعلق کچھ باتیں مل گئی ہوں۔ لیکن انہوں نے رسالہ اردو کا مضمون اور شہ پارے کا وہ حصہ جہاں ہاشم علی کا ذکر ہے یقیناً نہیں دیکھا ورنہ ممکن تھا کہ ان مضامین سے بھی فائدہ اٹھاتے اور اس کا ذکر اپنے مضمون میں بھی کر دیتے۔ مذکورہ مضامین میں ایڈیٹر ادا لے نسخہ سے مدد لی گئی ہے سید سلیمان صاحب کے مضمون کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہندوستانی نسخہ سے اپنا مضمون تیار کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہاشم علی کا نام۔ مزدکات کی تفصیل۔ مراسم تعزیت کا بیان بعض نئے انتخابات مثلاً گس کا جھلا دن پانا وغیرہ سے مضمون کو خاصا مفید اور دلچسپ بنا دیا ہے۔

سید محمد صاحب کے مضمون سے یہ مترشح ہے کہ سید سلیمان نے آپ کے مضامین سے فائدہ اٹھا لیا اور ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

آپ سید محمد صاحب کو سمجھا دیجئے۔ میں نے براہِ راست ان کو نہیں لکھا ہے۔ مرنے کے اصل چیز آپ ہیں۔

۱۹۳۳ء

نیاز مند احقر اصغر

(۶)

بنام ڈاکٹر زود

ہندوستانی ایکاڈمی (صوبہ متحدہ) الہ آباد

محکم۔ سلام مسنون۔ آپ نے مجھے اودھ ہندوستانی و دونوں کو بھلا دیا۔ ہندوستانی کے لئے ایک زمانہ آیا گیا تھا کہ مضامین کا مطلقاً کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا تھا۔ ایسی صورت میں میں نے خیال کیا کہ اب احباب کا زور ہے کہ وہ مضامین بھیجنے کے مسئلہ پر غور کریں۔ مجھے تقاضا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ میں اپنی کرشمش سے بھی غافل نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاوضہ تو منظور نہیں ہوا مگر یہ طے پا گیا کہ (۱۵) روپے کی ایک افزائی رقم مضمون نگاروں کی خدمت میں پیش کر دی جائے۔ یہ رقم اگرچہ بہت حقیر ہے تاہم پہلی صورت سے تو بہتر حال بہتر اور فہمیت ہے۔ اب میں نے خیال کیا کہ آپ کو بھی ادھر توجہ دلاؤں۔ امید ہے کہ کوئی مضمون بھرت فرما کر مندن بنائیں گے۔

دیوان زادہ عاتم کے ابتدائی اوراق بھی آپ نے ابھی نہیں بھیجے۔ اس لئے یہ کام بھی رکا ہوا ہے۔ نطا اور میری توجہ فرمائیے۔ ”مجددِ عثمانیہ“ میں آپ کا مضمون جو اس سرن پر نکلا ہے ابھی بلا مقبضات دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ فرصت میں اطمینان سے دیکھوں گا۔ آج کل قصد ہر ماہ ہے کہ ”نشا و روح“ کے بعد جو اخباریں ان کو روح نشا ط کے نام سے طبع کراؤں۔ اس پر مولوی ابوالکلام آزاد نے بھی لکھا ہے۔ کتاب طبع ہو

۱۵ دیوان زادہ عاتم کا جو مسودہ میں نے اکیڈمی کو بھیجا تھا۔ اس کے ابتدائی اوراق وہاں غائب ہو گئے تھے اور جس کے صفحات کے بدلت آئے تھے۔ میں نے اعتراض کیا تو دوبارہ یہ صفحات طلب کئے گئے تھے۔

جائے گی تو آپ کی خدمت میں بھی پیش کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں کوئی مفید مشورہ ہو تو اس سے دریغ نہ فرمائیے گا۔  
۱۵ ستمبر ۱۹۳۲ء  
والسلام مع الکرام احقر اصغر

(۸)

اکثر زور

کرم جناب سلام مسنون۔ شاید ہی جناب مجھ سے واقف ہوں۔ اس لئے ایک تعارفی خط کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔ میں ہندوستانی اکیڈمی میں کام کرتا ہوں۔ یہاں سے ایک رسالہ نکلنے والا ہے۔ اس کی ادارت مجھے سپرد کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اور متفرق کام میرے ذمہ ہیں۔ جناب کا ”شہ پادہ“ اکیڈمی میں آیا ہے۔ مفقرب اس پر ریور کیا جائے گا۔ ہاں سب کچھ ہوا اگر اس تعارفی یا سفارشی خط کی عرض ابھی میں نے نہیں عرض کی۔ اس لئے ایک بحث نگار کی طرح نمبر وار عرض کرتا ہوں۔

۱۔ ایک مضمون رسالے کے لئے مرحمت فرمائیے۔ اور دودھ فرمائیے کہ دوتا دوتا اس میں مضامین دیتے رہیں گے۔ اکیڈمی چونکہ گورنمنٹ کی ہے اور کام یہ میرا ذاتی نہیں ہے اس لئے یہ عرض کرنے پر مجھے صحت فرمائیے گا کہ مضامین کا اعزازی معاوضہ بھی پیش کیا جائے گا۔  
۲۔ انگلستان اور فرانس کے کتب خانوں میں اگر کوئی معقول و مناسب کتاب جناب کی فکری سے گزری ہو اور جس پر آپ یہ سمجھتے ہوں کہ کام کیا جاسکتا ہے۔ اس سے مطلع فرمائیے تاکہ ان کے فوٹو کرنے کی درخواست کی جائے۔ براہ کرم ان کتابوں کے متعلق یہ تفصیلات بھی دیجئے کہ ان میں کون کون سی عوام کی دلچسپی کی اور کون خواص کی دلچسپی کی ہوں گی۔  
والسلام مع الکرام  
احقر اصغر

(۹)

ڈاکٹر زور

مکرمی تسلیم۔ ”ہندوستانی“ نکل گیا ہے۔ مگر ابھی تک پریس سے آیا نہیں ورنہ اب تک عائد خدمت کر دیا گیا ہوتا۔  
میرے خاص دوست محمد حفیظ سید ولایت سے واپس آگئے غالباً آپ کے بعد یہ دوسرے شخص ہیں جنہوں نے اردو میں پی ایچ ڈی کیا ہے۔ وہ فرانس سے ڈی لٹ کی بھی ڈگری لاتے ہیں۔ مقالہ ہندو فلسفہ پر تھا۔ اس کے علاوہ اردو بھی کچھ ڈپڑے لائے ہیں۔  
ہندوستانی کے لئے آپ نے بہت دلوں سے کچھ نہیں بھجا۔ حیدرآباد سے کچھ اچھے مضامین بھجوائے۔ اور خود بھی اپریل نمبر کے لئے بھیجئے۔

یہ رسالہ گماہی ہندوستان کے نام سے نکلتا تھا۔ جنوری ۱۹۳۲ء میں کتاب اردو خدایا سے ہندوستان میں شائع ہوئی تھی۔

ہاشم علی کے متعلق کچھ نئے معلومات کا اضافہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ مضمون اثنائے سفر میں لکھا ہے ممکن ہے کہ کسی مضمون میں ان کو ہاشم علی کے متعلق کچھ باتیں مل گئی ہوں۔ لیکن انہوں نے رسالہ اردو کا مضمون اور شدہ پارے کا وہ حصہ جہاں ہاشم علی کا ذکر ہے یقیناً نہیں دیکھا ورنہ ممکن تھا کہ ان مضامین سے بھی فائدہ اٹھاتے اور اس کا ذکر اپنے مضمون میں بھی کر دیتے۔ مذکورہ مضامین میں ایڈیٹر ادا لے سنڈے سے مدد لی گئی ہے سید سلیمان صاحب کے مضمون کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے ایک ہندوستانی فنون سے اپنا مضمون تیار کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہاشم علی کا نام۔ مترجمات کی تفصیل۔ مراسم تعزیت کا بیان بعض نئے انتخابات مثلاً کس کا جھلاؤن پالنا وغیرہ سے مضمون کو خاصا مفید اور دلچسپ بنا دیا ہے۔

سید محمد صاحب کے مضمون سے یہ مترشح ہے کہ سید سلیمان نے آپ کے مضامین سے نا اہل اٹھایا اور ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

آپ سید محمد صاحب کو سمجھا دیجئے۔ میں نے براہِ راست ان کو نہیں لکھا ہے۔ مرنے اس لئے کہ اصل چیز آپ ہیں۔

۱۹۲۱ء

نیاز مند احقر صفر

(۶)

بنام ڈاکٹر زود

ہندوستانی ایکٹری (صوبہ متحدہ) الہ آباد

مکرم۔ سلام مضمون۔ آپ نے مجھے اور ”ہندوستانی“ دونوں کو بھلا دیا۔ ”ہندوستانی“ کے لئے ایک زمانہ ایسا آگیا تھا کہ مضامین کا مطلقاً کوئی معاوضہ نہیں دیتا تھا۔ ایسی صورت میں میں نے خیال کیا کہ اب احباب کا فرض ہے کہ وہ مضامین بھیجنے کے مسئلہ پر غور کریں۔ مجھے تقاضا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ میں اپنی کوشش سے بھی غافل نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معاوضہ تو منظور نہیں ہوا مگر یہ طے پا گیا کہ (۱۵) روپے کی ایک افزائی رقم مضمون نگاروں کی خدمت میں پیش کر دی جائے۔ یہ رقم اگرچہ بہت حقیر ہے تاہم پہلی صورت سے تو بہر حال بہتر اور فضیلت ہے۔ اب میں نے خیال کیا کہ آپ کو بھی ادھر توجہ دلاؤں۔ امید ہے کہ کوئی مضمون تحریر فرما کر منوں بنائیں گے۔

”دیوان زادہ“ حاتم کے ابتدائی اوراق بھی آپ نے ابھی نہیں بھیجے۔ اس لئے یہ کام بھی رکا ہوا ہے خدا اور بھی توجہ فرمائیے۔ ”عبد عثمانہ“ میں آپ کا مضمون جو اہرمن پر نکلا ہے ابھی بلا متعاطب دیکھنے کی ذمت نہیں آئی۔ فرصت میں اطمینان سے دیکھوں گا۔ آج کل قصہ ہو رہا ہے کہ ”نشاط روح“ کے بعد جو اشعار میں ان کو روح نشاط کے نام سے طبع کراؤں۔ اس پر مولوی ابو الکلام آزاد نے بھی لکھا ہے۔ کتاب طبع ہو

لے دیوان زادہ حاتم کا جو مسودہ میں نے ایکٹری کو بھیجا تھا۔ اس کے ابتدائی اوراق وہاں غائب ہو گئے تھے اور بعد کے صفحات کے ہدف آئے تھے۔ میں نے احقر اصرار کیا تو دوبارہ یہ صفحات طلب کئے گئے تھے۔

جائے گی تو آپ کی خدمت میں بھی پیش کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں کوئی مفید مشورہ ہو تو اس سے دریغ نہ فرمائیے گا۔  
۱۵ ستمبر ۱۹۳۲ء  
والسلام مع الکرام احقر اصغر

(۸)

نام ڈاکٹر زور

مکرم جناب سلام مسنون۔ شاید ہی جناب مجھ سے واقف ہوں۔ اس لئے ایک تعارفی خط کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔ میں ہندوستانی اکیڈمی میں کام کرتا ہوں۔ یہاں سے ایک۔ ماہی رسالہ نکلنے والا ہے۔ اس کی ادارت مجھے سپرد کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اعداد متفرق کام میرے ذمہ ہیں۔ جناب کا ”شہ پادہ“ اکیڈمی میں آیا ہے۔ فقیر یہ اس پر رپور کیا جائے گا۔ ان سب کچھ ہذا اگر اس تعارفی یا سفارشی خط کی عرض ابھی میں نے نہیں عرض کی۔ اس لئے ایک بحث نگار کی طرح نبردار عرض کرتا ہوں۔

- ۱۔ ایک مضمون رسالے کے لئے مرحمت فرمائیے۔ اور مدد فرمائیے کہ وقتاً فوقتاً اس میں مضامین تیتے رہیں گے۔ اکیڈمی چونکہ گورنمنٹ کی ہے اعداد کام یہ میرا ذاتی نہیں ہے اس لئے یہ عرض کرنے پر مجھے معاف فرمائیے گا کہ مضامین کا اعزازی معاوضہ بھی پیش کیا جائے گا۔
- ۲۔ انگلستان اور فرانس کے کتب خانوں میں اگر کوئی معقول و مناسب کتاب جناب کی نعر سے گزری ہو اعداد جس پر آپ یہ سمجھتے ہوں کہ کام کیا جاسکتا ہے۔ اس سے مطلع فرمائیے تاکہ ان کے فوٹو لینے کی درخواست کی جائے۔ براہ کرم ان کتابوں کے متعلق یہ تفصیلات بھی دیجئے کہ ان میں کون کون سی عوام کی دلچسپی کی اعداد کون خواہ اس کی دلچسپی کی ہوں گی۔ والسلام مع الکرام احقر اصغر

(۹)

نام ڈاکٹر زور

مکرم فی تسلیم۔ ”ہندوستانی“ نکل گیا ہے۔ مگر ابھی تک پریس سے آیا نہیں ورنہ اب تک دعائے خدمت کر دیا گیا ہوتا۔ میرے خاص دوست محمد حفیظ سید ولایت سے واپس آگئے غالباً آپ کے بعد یہ دوسرے شخص ہیں جنہوں نے اعداد میں بی ایچ ڈی کیا ہے۔ وہ فرانس سے ڈی لٹ کی بھی ڈگری پائے ہیں۔ مقالہ ہندو فلسفہ پر تھا۔ اس کے علاوہ اعداد بھی کچھ ڈپڑے پائے ہیں۔ ہندوستانی کے لئے آپ نے بہت دنوں سے کچھ نہیں بھیجا۔ حیدرآباد سے کچھ اچھے مضامین بھیجائیے۔ اور خود بھی اپریل نمبر کے لئے بھیجئے۔

یہ رسالہ گماہی ہندوستانی کے نام سے نکلتا تھا۔ جنوری ۱۹۳۲ء میں

کتاب اردو شہ پادہ ہندوستانی میں شائع ہوئی تھی۔

آپ کی "سانیات" پر میں نے ڈاکٹر زبید احمد صاحب سے کہا ہے کہ ایک اچھا ساریو یو کر دیں۔ ابھی تک انہوں نے وجہ نہیں فرمائی ہے۔ ڈاکٹر صدیقی سے آپ نے دیا چر لکھایا۔ بہت اچھا کیا۔ اگرچہ انہوں نے نفس کتاب کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ تاہم یہ کیا کم ہے کہ انہوں نے لکھ دیا۔

حضرت مہذا منظر ہان ہاناں کے متعلق آپ نے اب تک مدد نہیں کی جو کچھ مل سکتا ہو دیجئے۔ ادب و نمل سکھ اس کے بارے میں کسی تدریس تفصیل سے مجھے لکھیے تاکہ کچھ نہ ہو سکے تو کتابت میں آپ کی یہی تقریر لکھیا

احقر اصغر

دول۔ والسلام

# حسرت مومانی

( ۱ )

نام جناب نثار النساء بیگم

بسم اللہ

اسلام علیکم۔ میں پرتاب گڑھ سے فیض آباد ۲ فروری کو بخیریت پہنچا۔ یہاں حیدر صاحب بڑی مہربانی سے پیش آئے پھر نزدیکی جیل ماشاء اللہ خاں ہیں۔ ان کے بھی دوسرے دن ملاقات ہوئی۔ یہاں بھی حسب دستور کھانا کھج کھنا خاص ملنا ہے یعنی دو دوہ شکر کے علاوہ دونوں وقت گیسوں کی روٹی اور ترکاری گھی میں پکی ہوئی۔ غرض کہ ہر طرح سے آرام ہے۔ اطمینان رکھو۔ کتابیں اور اخبار بھی سب مہول ملتے ہیں۔ بستر وغیرہ بھی اور سامانی ضروری شفا ٹوٹا، پیالہ وغیرہ سب میں اپنے پاس رکھنا ہوں۔

نہارا ۳۰ جنوری کا کھانا ہوا کارڈ کچھ کوکیم ذری کو پرتاب گڑھ میں لایا تھا۔ آج ۱۴ مارچ کا کھانا ہوا کارڈ پرتاب گڑھ سے واپس ہو کر طائفہ سائنسدانہ خطیہ اور اخبار سب فیض آباد کے پتے سے بھیجا کرنا۔ فیض آباد انگریزی میں یوں لکھنا: FYZABAD۔ میرے پاس اخبار وغیرہ بہت جمع ہو گئے ہیں۔ مختصر یہ میں وہ سب ایک بورے میں بھر کر واپس کر دوں گا۔ اس کے بعد میں علی گڑھ کے تذکرۃ اشعار کے لئے بہت سے دیوان منگواؤں گا جن کی فہرست عقب سے روانہ کروں گا۔ تم وہ سب دیوان ہمارے کتب خانے سے تلاش کر کے ایک ٹشک میں بند کر کے بذریعہ پھر ٹرین بھیج دینا۔ فصل بند کرو دینا اور بڑی کچی رہبر شری والے لفافے میں جس کے اندر کپڑا لگا ہوتا ہے، ملینڈرہ بھیج دینا۔

اڈیشہ ہندوستان کے دوپے بھیجے کا حال معلوم ہوا۔ میرا بھی شکریہ ان کو لکھنا۔

بجاک میں نے پرتاب گڑھ ہی سے بھیج دیا تھا، غالباً اب پہنچ گیا ہوگا۔ نمائش سے سال واپس لانے میں بھی معمول نہیں دینا پڑتا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کان سے نمائش مل مباتے وقت دفتر چوکی میں اطلاع کرو دینا چاہئے کہ ہم اتنا مل جو اس قیمت کا ہے نمائش میں لئے جاتے ہیں۔ بعد نمائش پھر واپس لائیں گے۔ اس پر ملاں سے ایک رسید مل جاتی ہے جس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک مقدمہ مل لے جاتے وقت چوکی کی چوکی والے لے لیتے ہیں۔ دوسرا مایہی کے وقت ان کو دکھایا جاتا ہے۔ تاہر سسکنا کہ وہ چوکی کے صدر دفتر میں جا کر نمائش سے میرا سلام کہیں اور رسید لے میں۔ نمائش کو اریا ایسا ہی کچھ دے دیا جاتا ہے تو وہ سب کام ٹشک کو دیتا ہے۔

بیگم صاحبہ حسرت مومانی



۲۰ روپے کی مالیت لکھنا کہ ہر نمائش میں لے جاتے ہیں۔ دھڑیلوں پر۔ اگر اس خط کے پہنچنے سے پہلے ہی مال نمائش میں جا چکا ہو تو مکرم ٹری صاحب نمائش سے مل کر میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ غلطی سے ہم نے چنگی سے نمائش میں اپنی دکان سے مال لائے کی رائے نہیں لی ہے۔ اب آپ فحشی کو کھلے دیکھیں کہ وہ رسید دے دے۔  
 قلم خط روز کھیا کرو مگر میں ہفتہ وار لکھا کروں گا۔ ہفتہ کے روز قلم جو ابی کا ڈکھ دیا کرتا کہ میں اتوار کو جواب لکھ دیا کروں۔  
 باقی برابر سب معمول، اپنی کارڈ لکھا کرو۔ فقط!

حضرت۔ ڈسٹرکٹ جیل فیض آباد ۵ فروری ۱۹۱۶ء

(۲)

نام نشاد انسداد بگم

بسم اللہ

اسلام علیکم۔ ۹ فروری تک کے کارڈ پہنچے ٹیکٹ لمبی طے کر گئی۔ روز سے اخبار ریڈر نہیں آیا۔ معلوم نہیں کیا سبب ہوا۔  
 ۸ فروری تک لیڈر ملا اس کے بعد ۹، ۱۰، ۱۱ فروری شدہ کالید نہیں ملا۔ قلم نمبر صاحب لیڈر کو کھلے کا اخبار ۸ فروری کے بعد کریں نہیں روانہ کیا۔ لکھنا کہ ۸ فروری کے بعد سے اس وقت تک جتنے پہچے نہ بھیجے ہوں وہ سب فوراً بھیجیں اور آئندہ ہر جیسے معمول رعایت کیا کریں۔ پتہ انہوں نے فیض آباد کا تبدیل کر دیا تھا۔ احتیاطاً پتہ لکھ دینا۔  
 رسالہ آخر جنوری اور فروری کا کیوں نہیں آیا۔ جنوری کا بہت روز ہرے کر شائع ہو گیا ہے اور اب فروری کا لمبی نکل گیا ہوگا۔ دریافت کر کے بھیجاؤ۔

نمائش کے حالات روزانہ لکھنا اور اشتہار مطبوعہ کالج کے ہر کرے میں تقسیم کر دینا اور نمائش میں بھی سب خیموں میں تقسیم کر دینا۔ معلوم نہیں خواجہ جمید نے حسب وعدہ ٹائپ کرایا یا نہیں۔ دیوان حسرت اور غالب وغیرہ طالب علموں کو اب نصف قیمت میں نہیں دئے جاسکتے۔ البتہ حصہ دوم ۴ رو اور مکمل ۱۲ رو میں اور شرح غالب ۱۲ رو اگر دسے دو تو کچھ ہرج نہیں ہے۔ ستارہ صبح کالجی اسٹوڈنٹس کے بعد پھر کوئی پریچہ نہیں آیا۔ دریافت کرنا۔ اگر برابر ہفتہ وار آیا کرے تو اچھا ہے۔

اردو نئے مسئلے کی ابتدائی جلدیں اب نہیں مل سکتیں۔ جواب لکھ دینا۔ ظفر الملک صاحب نے کتا ہیں جتنی جتنی رعایت کی ہیں، سب کا حساب لکھتی جانے تعداد کتب۔ اس کے اردو نئے مسئلے کی جلدیں دکان میں اندر دسے حصے کے آخر میں الٹا رہے موجود ہیں جن کو پڑھنا چاہتا ہے۔ دینی پناغہ محمد علی بنر ہے۔ ایک جلد کچھ کو بھیج دو۔ لیڈر کی طرح نئی روشنی لمبی دو روز سے نہیں آیا۔ معلوم نہیں کیا سبب ہے۔ اب وہ ہر ایساں کی لکھی ہے اور میں بخیریت ہوں۔ اخبار دیکھ کر میں ٹیکٹ پور میں بھیجنا چاہتا ہوں جب پورا بھر جائے گا تب علی گڑھ بھیج دوں گا۔

مندرجہ ذیل دیلین تلاش کر کے ٹیکٹ میں بند کر کے سپر ٹرین پر بھیج دو۔ کئی قتل ٹیکٹ کی مع مٹی جربٹری مالے نفاذ میں بھیجا جو ۲۰ کرتا ہے فقط۔

۱، شاد حاتم علی جلد چہار (۲)، شاد نصیر کئی اور دیوانوں کے ساتھ ایک جلد میں ہے (۳)، عبداللہ خاں قمر علی جلد چہار۔

۴۰۔ ہشت گنتہ (۵)، قلن میر علی سفید کاغذ۔ قلن کھنڈی کی ضرورت نہیں (۶)، مسودہ قلمی جو دو کتب میں تھا (۷)، رائج مجلہ مطبوعہ ۸۸، رشک چھاپہ قدیم مجلہ ۹، خواجہ زکریا (۱۰)، بحر (۱۱)، تہر مطبوعہ مملکتی (۱۲)، آباد (۱۳)، ماہر مطبوعہ مجلہ (۱۴)، بحر (۱۵)، عرش مطبوعہ مملکتی چھاپہ (۱۶)، نامور (۱۷)، افضل قلمی مجلہ کر سے میں میر پر ہدایا کہیں اور (۱۸)، رائج عظیم آبادی قلمی مجلہ چار (۱۹)، فساد (۲۰)، ضامی و شست (۲۱)، میر جلدی مجروح (۲۲)، تائم نواب رام پور (۲۳)، ساکت قربان علی بیگ (۲۴)، عاشق شاگرد غالب۔ اس کی تین جلدیں ہیں۔ (۲۵)، مولوی سخیل جلد انگریزی و نسخ (۲۶)، زکی شکر وغالب (۲۷)، عزیزی قلمی جلد کمنہ (۲۸)، یقین قلمی جھوٹی جلد (۲۹)، حسرت قلمی جلد کمنہ (۳۰)، شاعر قلمی جلد کمنہ۔ نمبر ۲۷ و نمبر ۳۰ ایک ہی جلد میں ہیں۔ جلد فنی مار کا پی کی شکل میں ہے۔ مسودہ قلمی میر سے لکھا گیا ہے تلاش کر کے بھیجیے۔ فقط۔ بھائی بھادوچ۔ ... کو سلام۔ نامی بودا۔ غلام نہیں لکھا۔ وہ پھر بھی بھیجیں گا۔ خط!

حسرت۔ مسرگٹ جیل فیض آباد۔ ۱۱ فروری ۱۹۱۶ء

( ۳ )

حسرت طالسار بیگم

بسم اللہ

اسلام علیکم۔ تمہارے ۹ مارچ تک کے خط اور پیکٹ پہنچے۔ سال معلوم ہوا۔ عبدالغفار وغیرہ اگر آئیں تو ان سے ملنے میں کچھ غناغہ نہیں ہے۔ یہاں کے پرنٹنگ آفس آج کل ایک فوجی یوروپین آفسر ہیں اور میر سے ساتھ جو برتاؤ شاہد اللہ خاں صاحب کے وقت میں ہوتا تھا وہی اب بھی برتا ہے۔ مگر یہاں کا پانی برسے موافق نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے کھانا اچھی طرح پختہ نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ اور میں ہر طرح سے تکلیف دہ ہوں۔ اطمینان رکھو۔ سب کوئی خط سے تم کو مومن نصیر ہوا۔ پنجابی لوگ اکثر ایسی ہی تحریریں بھیجا کرتے ہیں۔

جن جن لوگوں کو دیوان حسرت مکمل نہ پہنچا ہو مثلاً ہمد۔ فیہر ہند وغیرہ ان کو اب صرف حصہ دوم بھیجا اور رشک، مولوی علی حیدر، مولوی حمید الدین کو حیدر آباد دیوان تمہارے بھیجے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ان دو گروں کو نہیں ملے۔ غالباً طاعون کے سبب سے وہ لوگ حیدر آباد میں نہ ہو گئے۔ اب ان تینوں کو کارڈ لکھ کر دریافت کرو کہ دیوان ملے یا نہیں۔ اگر نہ ملے ہوں تو ان کو بھی صرف دیوان دوم بھیج دینا اور رشک سے دیوان پہلی نسخہ برجانی بھیجنا۔

معلوم ہوا کہ دیوان تین نسخہ تسلیم بھی اب نہیں باقی ہیں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ آئندہ نہ کہ صرف انہی کو دیوانہ کیا جائے جو خاص طور پر طلب کریں۔ ورنہ باقی لوگوں کو مفصلہ ذیل کتابیں بھیجا کر دے۔

۱۔ اکتوبات پیر (۲)، اتقابات اردو (۳)، دیوان غالب عمر (۴)، دیوان حسرت دوم (۵)، کل سے محمول ڈاک اور فیصلہ طرک لکھ کر دیا گیا کہ اور جو لوگ حیدر آباد دیوان لکھ کر دیا گیا کہ اور کارڈ اطلاع لکھ دیا کہ وہ نہ کہ وہ اب نہیں دے اس لئے لکھ کر دیا گیا ہے۔

کشتن پر شاد نے ۱۵۰ روپیہ کے ۲۰ سٹ لے ہیں۔ ان کو بھی ۳ کے بجائے ۴۰ سٹ نئی ترتیب کے یعنی ۳ قیمت والے بھیج دے۔ نہ کہ نہ بھیجا۔ مجھ کو نہ کہوں کی لکھ سیم و تقسیم و تو جس کے انتخاب مولوی کی بہت ضرورت ہوگی۔ ان کو بھی کھانا نہ کہہ دیں۔

اس سے ۲۰ کی بجائے ۲۰ سٹ روپے ہیں۔

سیکریٹری ٹیٹ گئی ہے اس لئے چیل ڈراپری چھانٹ کر بھیج دو۔ دو ٹوپیاں بھی دے دیں تاکہ کچھ ہو۔  
 آئندہ سے مختلف قسم کی آمدنیاں ملنے والی ہیں جو جمع کرنا۔ (۱) ۲۰۰ جمع ہیں۔ آئندہ سے کتابوں سے  
 بیع کرنا اور نئی رکھنا (۲) دکان سے تو آمدنی ہو کرے اس کا روزانہ حساب۔ ملنے والی جمع کیا کرنا اور اس پر  
 سٹروٹ کی تفریق میں کیا کرنا اور جمع میں جو کچھ خرچ ہو جائے اس کی آمدنی سے کیا کرنا۔ اس کے بعد جو کچھ  
 ہو اور یہاں اس سے منگایا کرنا۔ (۳) متفرق آمدنی جو کچھ ہو سٹا بیری سے یا ملنے والی کے پاس سے جو کچھ آئے  
 اسے خرچ نہ کرنا۔ جو کچھ اس طور پر جمع ہو گا وہ پھر علی گڑھ کے پرنسپل پر بطور خدمات ادا کر کے اپنا طبع پھر جاری کر  
 دیں ہیں۔ تینوں کا حساب علیحدہ علیحدہ ہے۔ لیکن اگر قرض آئی ادا نہ کرنا میرے آنے پر دیکھا جائے  
 لہذا ان کے پاس کی کسی کچھ بھری نہیں ہے۔ جب ہندی تنگی۔۔۔ سب کتابیں آجائیں  
 ایک ایک کا رد و بار۔ بطور ادائیگی محراب عالم سید سلیمان اور کشن پرشاد کو لکھ کر کتابیں منگوائیں۔  
 دکان میں بیس ناگن کی بہت سی ہیں۔ آئندہ سے کتنا کہ ان کو حید صاحب سے منہ در یافت کر  
 اب بجائے رکھے۔ کو کبھی گئی۔

اب تو تھوڑی سی ہنگامی۔ خواجہ کے پاس سے سودہ منگوا کر بھجواؤ۔ پتہ وغیرہ سب انہی سے لکھ  
 کہاں اور کس کے ذریعے سے بھیجا جائے گا یا اہل واسطہ سے اجائے گا۔ مجھ کو قاعدہ نہیں معلوم ہے۔

۱۲ مارچ۔ یہاں تک لکھنے کے بعد آج نہ ہوا۔ ۱۰ مارچ کا کارڈ اور ٹیکٹ بھی لا۔ کھانا مجھ کو  
 کو رو پیسہ وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ فقیر!

حضرت۔ سٹروٹ جیل فیض آباد۔ ۱۱

(۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ

اسلام علیکم۔ میں ایک افتادہ چکا ہوں۔ اس کے لکھنے کے بعد ہی شام کو گورنمنٹ کا  
 کی اجازت نہ دی جائے گی۔ اس لئے اب مجھ پر اس کو ملت پور سے جانا چاہیے یہ کارڈ لکھ کر جانا  
 مجھ کو باضابطہ گرفتار کرے گی اور بعد میں مقدمہ ہو گا۔ میرے مرگے اس پر گناہ ہے۔ ال ایچی معلوم نہیں ہوا۔ خیر  
 تاہم کو کھسکاؤ تم خواجہ حید صاحب کے پاس یہ خط بھیج دینا اور کہہ دینا کہ اگرچہ مجھ کو اپنے قصے میں بحث وغیرہ کیلئے کہ  
 نہیں مایوسی پیش آئی ہے جو میرے ایک قانون دان کی مدد ضروری ہو جاتی ہے پس جہاں کہیں مقدمہ ہوتا ہے آپ ایک  
 بیشک خیر ہو اور اکر دیکھو۔ تم کو کس سے کسی مدد کی امید نہیں رکھتا اس لئے آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ

( ۵ )

بناؤں میں افسانہ نگیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام علیکم۔ کارڈ تھا نا آج بھی پہنچا اور جتنے خطوط تم نے لکھے سب پہنچے۔ حالات معلوم ہوئے۔ آج صبح کو میں نے لفٹیننٹ گورنر کو تار دیا تھا کہ مجھ کو ملنے کی اجازت دیجئے۔ اس وقت جواب آگیا کہ مل نہیں سکتے ابنا کر کوئی تحریر بھیج دو تم غور کریں گے۔ پس میرا ارادہ ہے کہ ایک آخری تدبیر یہ بھی کروں کہ میں سب حال ان کو لکھ دوں لیکن شاید اس پر کچھ لحاظ کیا جائے۔ مگر اس تحریر کے روانہ کرنے سے قبل میں چاہتا تھا کہ کسی پیرس سے مل کر مشورہ کر لوں اس لئے آج تین تار میں نے جوابی مفصلہ ذیل لوگوں کے نام بھیجے ہیں کہ مجھ پر عمل جاوے۔ میں اخراجات ادا کروں گا۔

(۱) خواجہ عبدالحمید پیر علی گڑھ (۲) ڈاکٹر ناظر الدین حسن پیرس کھنڈو (۳) ظہور احمد پیرس الد آباد

غالباً پیرس تک ان میں سے کوئی نہ کوئی ضرور آئے گا۔ ان سے مشورہ کر کے لفٹیننٹ گورنر کے نام تحریر روانہ کروں گا اور اس کے جواب کے آنے تک اور انتظار کروں گا یعنی صحت پور سے باہر نہ جاؤں گا۔ اس کے سوا باقی اور احکام کی ذمہ میں نے آج تک تعمیل کی ہے نہ کروں گا۔ باقی حالات بدستور ہیں۔ متفرق باتوں کا جواب اس کارڈ کی پشت پر درج ہے۔

روال ۲۰۲۔ والے بہت سے رکھے ہیں۔ ایک ہنڈل تو اس دوکان میں تھا جو مالی کی گئی ہے۔ دوسرا ہنڈل دوکان کے کھڑکی کے نیچے میں اصلی ترکی ٹیپوں کے کسی بچے زبردگار کے ڈبے میں ہے وہ ٹکڑا لیا۔ بوٹ پالش ابھی بہت ہیں۔ لٹھے کے لئے تمہارا نامہ کو دہلی بھیجا وہ بھارت پیرس کے منبر سے ملیں وہ ان کو دہلی لٹھا گا پور والے کی دوکان سے دوادیں گے۔ اگر وہ نہ ملیں تو جاوے رہے بشیر ناٹھ ماجر پارچہ نئی سڑک دہلی سے میرا نام لے کر خرید لائیں (۳۷۱۲) نمبر کا لٹھا غالباً مجھے کو ملے گا۔ بھارت پیرس کا پتہ 'ایسٹریکچورن' قریب مسجد چندی دہلی ہے۔

صبر بڑھائیے گا اور جیسا کہ میں پہلے کارڈ میں لکھ چکا ہوں، صبر دینا۔ باقی اگلا ضرورت ہرگی تو میں بذریعہ تارنگوا لوں گا۔ ہاں فیض حامد پیرس والوں سے کہنا کہ ذرا صبر کریں میں تقریباً ان کا حساب کر کے بھیجوں گا۔ خدا!

حسرت مولانی۔ ملت پور ۱۰ اگست ۱۹۱۶ء

( ۶ )

بناؤں میں افسانہ نگیم

بسم اللہ

اسلام علیکم۔ آج بھی تمہارا خط فوشہ۔ ارہمی پہنچا۔ گورنمنٹ کا حکم جب تک نہ آیا تھا اس وقت تک میں نے خط نہ لکھنے کا حکم دیا تھا مگر اب تو حکم آگیا ہے اس لئے اب کوئی پابندی نہیں ہے۔ میں روزانہ خط لکھوں گا بغیر کسی کو نہ کھائے ہوئے، اگر کوئی احکام نظر بندی کی تعمیل اس وقت تک نہ میں نے کی ہے نہ نہ کروں گا۔ ڈاکٹر ناظر الدین نے تار کے جواب میں لکھا ہے کہ اگر فیس وغیرہ کی چیزیں بھیج دو تو آؤں۔ یہ بھی اچھا ہے میں ان کا تار اگر ملت پور میں بخیر پہنچاؤں گا کہ یہاں مجھ کو قانونی مدد نہیں مل سکتی اس لئے مقدمہ علی گڑھ کو

مقتول کیا جائے۔

یہ شرط پر اس صاحب الہام میں نہیں تھی اس لئے ان کے لہجائی اور طرز مسادات نے تار کا جواب دیا ہے کہ جب یہ شرط  
تسبیحوں کا خواجہ مجید کا کوئی جواب نہیں آیا۔ بہر حال ان میں سے کچھ کو میں گورنمنٹ کو اپنی آخری تحریر بھیجوں گا کہ میں ملی حکومت میں فخر پزیر ہوں  
ہوں بشرطیکہ یہ سب ذرا کوئی الزام نہ لگا یا جائے اور مجھ کو یہ متواپنی دعویٰ خود پیدا کرنے کی اجازت ہو۔ نیز ان آدمی کے سلب کرنے کا  
یک مشد بہ معاوضہ اس قدر دیا جائے کہ میں اپنا فرض ادا کر سکوں۔ اگر یہ منظور ہوگا تو فیروز پور پھر متاخر نہیں ہے غالباً ایک مہینے میں۔  
حلوہ تمہارے سب پہنچتے ہیں۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مجھ کو کامیابی ہوگی۔ بدائیوں کے خلاف  
کا قہر سب غلط ہے۔ لوگوں نے افواہ اڑا دی ہے۔ ذلیفہ عبداللہ شاہ صاحب کا بھی پوسٹنگ گا۔ ان کو میرا سلام کہلا بھیجنا۔ اشتیاق ملی  
صاحب سے کہنا کہ آپ کے زمرے ریلوے روپے تھے جن میں سے علی میں بیٹی جلتے وقت نقد لے گیا تھا غلط رہا تھا۔ ان کا حساب  
کتاب میں درج ہے دکھا دینا۔ باقی حالات بدستور ہیں۔ کھانا پھان ایک خانہ سال ہے وہ پکارتا ہے ہر روز میرے دیتا ہوں۔ فقط!

حسرت۔ ملت پور ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء

( ۷۰ )

بسم اللہ

بسم اللہ

اسلام علیکم۔ کارڈوشنہ امرٹی پہنچا۔ جواب اسی وقت لکھ رہا ہوں تاکہ وہ مجھے صبح کی ٹھاک میں مل جائے اور اہل ہی تم کو پہنچ  
جائے۔ میں نے آج ۸۸ فکٹوں کا ایک اور ڈارٹیفیکٹ گورنر صاحب کو بھیجا ہے۔ یہ آخری ترکیب ہے۔ اگر اس کو انہوں نے منظور  
کر لیا تو فیروز پور پہنچنے میں ۱۵ مئی لائے گا اگرچہ ان کے میرے خلاف مقدمے کی کارروائی یہاں سب ڈویژنل انجمن کے اجلاس میں شروع  
ہو جائے گی۔ میں اس کے لئے تیار ہوں سب باتیں اور اعتراض وغیرہ سمجھ لئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مجھ کو کامیابی ہوگی۔ تم ایک اور بھی  
شخص مثل بریٹر کے تیار کرنا چاہنا۔ یہ خاصا اجر مجید صاحب کو فراہم کیا کہ وہ اگرچہ ہیں تو لم ۱۲ بجے کی گاڑی میں روانہ ہو کر براہ صبح خانہ  
میں یہاں ۷ بجے دن کو پہنچ سکتے ہیں۔ اگر آئیں تو غیر کچھ معاف نہیں ہے، میں خود پیروی کر لوں گا۔  
کاغذ ہم۔ فی فزڈ کے حساب سے دینا بشرطیکہ دام مل نقد ملیں۔ گروہ سب ادھر تھیں سب اگر غصہ ہو سکے ہیں تو یہ دوگر  
دکان بدستور قائم رہنا چاہئے۔

باقی سب حالات بدستور ہیں۔ ذلیفہ دونوں پہنچے۔ چڑھا ہوں۔ تمہارے سب خطوط مجھ کو ملتے ہیں۔ فقط!

حسرت۔ ملت پور ۱۳ مئی ۱۹۱۶ء

( ۷۱ )

بسم اللہ

بسم اللہ

میں کل مصلحت نہ لکھ سکا ہوں۔ آج بھی لکھتا ہوں مگر ہے کہ یہ خط بھی تم کو مل ہی مل جائے۔ اس وقت تک عقد میرے ہوا

ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بابر کا یہی ہوگی۔ اچھا ہر اک کوئی نہ ایک۔ ورنہ مفت میں احساں ہوتا اور قہر کچھ نہ ہوتا۔  
مسلمان ملا کر شرق اور قہر زندہ نہیں ملے معلوم نہیں کیا سبب تھا۔ ابھی تار کا جلاب نہیں آیا۔ مگر مجسٹریٹ کے انداز سے  
یسا معلوم ہوتا تھا کہ غالباً گرفت کچھ نہ کچھ رعایت ضرور کرے گی۔ ورنہ ہمارا کچھ نقصان نہیں ہے۔ انہی کو پریشانی ہوگی۔  
مل ٹھکر ان کو دے دو۔ گروہ کے نقصان۔ متفرق گروہوں کے نقصان پر قیمت اس طرح لکھی ہے روپیہ آنے پیسے اس طرح  
کھے جی شلا پلیر ۶۲۔ یعنی لکھ ۶۰۔ ۲۔ ۲۔ یہ قیمت خرید میں قطع ارنی روپیہ ہے۔ اگر وہ اتنے میں نہ لیں تو ارنی روپیہ منافع  
کا اس میں سے اور کم کر دیں یعنی پلیر والا نقصان پلیر میں لے سکتے ہیں۔ علاوہ بریں فاضل بجائی کے یہ مل کے نقصان ہر قسم کی کمی یعنی ایک  
آٹھ دس دس ہیں ان کی قیمت یہ ہے:

۵۹۰ - ۳۲۰ - ۱۱۰ - اس قیمت پر اگر میں کسب دے دینا۔ علاوہ بریں مارکینز کے نقصان پر بھی قیمت  
اسی حساب سے پڑی ہے۔ ان کو بھی ایک دو روپیہ کم کر کے دے دینا۔ ابراہیم بجائی کو میں خط لکھ دوں گا۔ نیاز کا حساب مجھے  
بھی یاد نہیں ہے۔ جتنا دے لے لو، بعد میں میں حساب کر کے لکھوں گا۔ محو کے دسے سے زیادہ ہیں ان سے دے دے لو۔ باقی کا  
حساب بھی اگر کروں گا۔ فقط!

میں نے آج غلط ڈاکٹر تیج بہادر سپرو، ظہور احمد پیر الہ آباد کو لکھے ہیں۔ اگر ضرورت ہوئی تو ان کے ذریعے ڈاکٹر ٹیج  
پیر دی کراؤں گا۔ . . . . کو بھی خط لکھا ہے۔ میں نے بہت برا بھلا لکھا ہے فقط!

حسرت۔ ملت پورہ ۱۶ اگست ۱۹۱۶ء

(۹)

نام نشاۃ الفساد بیگم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم۔ مئی آرڈر راہ خط پہنچا۔ آج میں نے شہر بندری یعنی آرڈر مع درخواست نقل یقینہ کاغذات، مسل مجسٹریٹ جھانسی  
کے نام بھیج دئے ہیں۔ پانچ یا چھ روز میں نقلیں آجائیں گی۔ تمہارے پاس جن جن کاغذات کی نقلیں ہیں وہ تم بالابالا جو برسر مقرر ہوا اس کو  
بھیج دینا۔ میرے خیال میں ڈاکٹر سلیمان کو بھیج دو کیونکہ ظہور احمد کے پاس تو پہلے ہی سے موجود ہیں یعنی (فیصلہ دے) تجویز مجسٹریٹ نقل و قضا  
اظہار خود فیصلہ کی نقل مجھ کو ملی۔ بہت محو و فیصلہ لکھا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ڈاکٹر ٹیج میں کاربائی ہوگی۔

وہ دسے کی نسبت میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ رکھنا بھول۔ کوئی تکلیف نہیں ہے۔ ورنہ بھی خفیف ہے۔ امید ہے کہ خیریش  
بھی دو چار روز میں جاتی رہے گی۔ تم فکر نہ کرو۔

میں نے جھانسی سے ایک خط لا جو لائی کو اور لکھا تھا جس میں ایک غزل "نو تیرا" سرور تیرا" تھی۔ مجھے بھی معلوم ہوتا ہے  
کہ وہ تم کو نہیں ملا۔ اسی میں بندری تار روپوں کا بھی ذکر تھا۔ خیر اب وہ غزل اور ورنہ غزلیں پھر بھی لکھ دوں گا۔ انشاء اللہ ابھی تک نہیں  
آئے۔ آزاد صاحب کو لکھ دینا کہ اگر وہ کسی برسر کو بھیجیں تو اسے ہدایت کریں کہ نقل مقدر وہ مجھ سے جیل میں اگر ضرورت ملے۔ لے تاکہ  
میں اسے تمام امر بھجوا دوں، ورنہ اس کا آنا بے کار ہوگا۔

ازل مارے لی گئیں جو چار چار ایک ہیں میں اسی کے شے کا پتہ یہ ہے :- رتن چند جیٹھل تاجر پارچہ مسکٹی مارکٹ  
Musky Market، احمد آباد۔ اس کی قیمت فی چار شاہ چھہ روپیہ صدہ کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں۔

ایک خط انکم کو لکھا کہ مجھ کو فلسفہ جذبات، فلسفہ اجتماع، جو مسلم خراسانی یعنی سلطان حیدر جوش کا نیا ناول ہیں، الہ آباد  
میں بھی دیں۔ بریڈر بریڈٹی شہ پکٹ۔ میں ان پر ریویو لکھوں گا اور ایک خط واحد یا رخصت اکہ آبادی بی۔ اسے اوڈیشی ریڈیو شہی الہ آباد کو  
لکھ دو۔ براہ سلام لکھنا کہ آپ اپنا اخبار روزانہ الہ آباد مسکٹ جیل بھیج دیا کریں اور اس کے قوتدار کے دیگر روزانہ لکھنا  
بھی خود دیکھیں گے۔ بعد میں بھی تو بھیج دیا کیجئے۔ میں دیکھ کر واپس کر دیا کروں گا۔ ایک خط سید سلیمان صاحب ندوی شہی منزل انکم لکھ کر لکھ دو  
براہت بہت سلام لکھنا اور لکھنا کہ اہم نیا رسالہ معارف میرے نام ضرور روانہ کریں۔ یہ بھی دریافت کرنا کہ آیا آپ کے پاس  
آفتاب عالم اس مرحلہ پر ہے یا نہیں۔ ضرور لکھئے۔ فقط!

حسرت - الہ آباد مسکٹ جیل ۱۳ جولائی ۱۹۱۶ء

(۱۰)

بنام نشت الفساد بنیم

بسم اللہ

السلام علیکم۔ صریحی لے رہے ہیں گھر میں نے ابھی تک منگائے نہیں ہیں۔ منگالوں کا۔ آئندہ سے منی آرڈر نامہ کے نام سے واپس  
لایا کرو۔ ایسا نام نہ وضع کیا کرو۔

حسرت - الہ آباد مسکٹ جیل ۸ نومبر ۱۹۱۶ء

(۱۱)

بنام مولودہ حبیبہ الدین صاحب مرحوم

مکرم بندہ!

تسلیم۔ پروفیسر ابراہیم صاحب کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ کافر نس کے منفق انتظام آپ کریں گے اور چوکھڑا صاحب  
سے مجھ سے بھی کچھ روپایا ہے اس لئے آپ اپنے ارادے سے مجھے روپایا ڈاک صلح فرمائیں تاکہ میں وقت مقربہ پر آپ سے کھٹو  
میں مل جاؤں۔ ابو محمد صاحب بھی شاہجہان پور سے آکر آپ کی مدد کریں گے۔ فقط!

سید فضل الحسن حسرت مولانی - مولانی ضلع اناؤ۔

# وحشت کلکتوی

نام جناب وقار راشدی

(۱)

عزیزی اسلام علیکم  
آپ کا خط مورخہ ۱۴ جولائی آج ص ۱۰ ڈاک خانے اب تک نہ ہو گئے ہیں۔ بہتر ہو تا کہ آپ آج اتوار کے دن اگر مجھ سے ملے اور خط نہ لکھتے۔ ایک غزل آپ کے رسالے کے لئے بھیج رہا ہوں۔ خدا جانے کب ملے۔  
ملنے پر اس کی رسید لکھ دیجئے گا۔ کہ امینان ہو جائے اور دوسری غزل بھیجوں۔  
ان دنوں اس کثرت سے نئے نئے رسالے مل رہے ہیں کہ مجھے ان کے مستقبل کے متعلق اندیشہ ہوتا ہے۔ خدا کہے کہ آپ کا رسالہ کامیاب ہو۔ آپ کو اس کام کا سلیقہ ہے اس سے امید بندھتی ہے۔  
۲۰ جولائی ۱۹۷۷ء  
آپ کا خیر طلب وحشت

(۲)

م فاضل

عزیزی محلاً صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
آپ کا پوسٹ کارڈ ملا۔ دل کو خوشی ہوئی۔ جس اس وقت الحمد للہ اچھا ہوں۔ ضعیف پیری کی شکایت کیا کون پیری و صدمہ جیٹل ہے۔ ناطق صاحب اور طرزی صاحب کو آپ کا سلام پہنچا دیا۔ انہوں نے بھی سلام کہا ہے  
آصف صاحب سے عند اللغات آپ کا سلام کہوں گا۔ ناطق صاحب بھی ضعیف پیری سے بہت معطل رہتے ہیں ان کا کام اب تک شائع نہیں ہوا اور نہ عنقریب شائع ہونے کی امید ہے۔ سرد سمیر کو کراچی میں عظیم اشان مشاعرہ ہونے والا ہے۔ دومت نامہ آیا تھا۔ میں نے اپنی میسجیاں عرض کر دیں۔ اب میں اس قابل نہیں رہا ہوں کہ کہیں آجا سکوں۔ ڈھاکہ سے واپسی کے وقت میں پلین میں سخت بیمار ہو گیا تھا۔  
آپ نے اپنے خط میں مجھ سے میرے کچھ اشعار طلب کئے ہیں۔ ذیل میں ایک غزل مندرج ہے۔

لے عظیم ابوعلی سید سعید احمد ناطق بکھنری مرحوم

نہ۔ پوزان ناطق پیریں ہرید میں زیر طباعت ہے اور بہت جلد انجس غریب چاٹھام کے اہتمام سے شائع ہو جائے گا۔



غزل

اپنے ذوق شوق سے گہرا رہا ہوں میں  
خود جانتا نہیں کہ کدھر جا رہا ہوں میں  
حساس اس کا ہے کہ مراد مل ہے اس کو  
ہنگام عزم ملل جو شرار رہا ہوں میں  
مد سے گزر گئی ہیں ترے بے وفائیاں  
اب تک مگر غریب و نا کھرا رہا ہوں میں  
بے انتظائیاں نہ ہوئیں مانع امید  
رنگ ان میں لہذا کچھ پار رہا ہوں میں  
شاہ جہاں عشق مرا نام تمام تھا  
یہ کہ ہو کہ ہوش میں چر رہا ہوں میں  
میاں کچھ تو چاہئے امید کے لئے  
سچی مہلت ہے دل کو جو بہلا رہا ہوں میں

وحشت سکوت و عیان سخن کو دیکھ

بزم سخن میں واد سخن پار رہا ہوں میں

آپ کا خیر طلب و وحشت

(۱۳)

بنام جناب شفا گویا ری

کلمۃ - کرم فرمائے عالم تسلیم  
آپ کی خیر و مایت کا حال معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ اُردو کی خدمت جو آپ نے اپنے ذمے لی ہے ایک  
بہت بڑی خدمت ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ آپ اسے حسن و خوبی انجام دے سکیں۔ حسب ارشاد تین غزلیں جو  
تین مہینوں کے لئے کافی ہوں گی۔ دانہ کرتا ہوں۔  
اپنا حال کیا عرض کروں ضعیف پری پر اور پریشانیان منم ہو گئی ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ مجھے معادل و میل  
کے کلمۃ چھوڑنا پڑے۔ یہاں کی فضا سخت مکہ رہے۔

مراد منزل جاننا چہ امن و شین چل ہو  
جس فریادنی دار و کد بر بدیل مملہا  
ار مارے سنہ  
نیا ز کیش و وحشت

(۱۴)

بنام جناب وفاقا شدی

عنری وفاقا شدی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا پوسٹ کارڈ مورخہ ۹ اپریل جو ایریل سے روانہ کیا گیا تھا۔  
۱۲ مارچ کو ملا و خط مورخہ ۱۲ اپریل جو معمولی ڈاک سے بھیجا گیا تھا حسب سہولت گیارہ دن کے بعد یعنی ۲۵ اپریل  
کو پہنچا۔ اس عرصے میں مکتبہ جدید کے ساتھ میرا معاملہ طے ہو گیا۔ ۲۰ اپریل کو رشید احمد صاحب نے خط لکھ  
کر معاہدے کی تسلی طلب کی اور ۲۴ کو یعنی آج معاہدہ دستخط شدہ پہنچ گیا۔ میں نے اسی وقت ترانہ و وحشت  
(معاہدہ دیوان و وحشت) جو پہلے سے پیک کیا ہوا دھرا تھا رجسٹری کے روانہ کر دیا۔ یہ پیکٹ ایریل سے  
نہیں بھیجا گیا ہے اس لئے گیارہ بارہ دن کے بعد لاہور پہنچے گا

مجھے بڑا افسوس ہے کہ آپ کئی بار مکتبہ جدید گئے اور اہل مکتبہ نے بے اعتنائی برقی۔  
 عزیزِ نظرِ ناشی صاحب کے خط کی نقل جو آپ نے بھیجی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں  
 نے مجھے کوئی خط لکھا تھا جس کے جواب کا انہیں انتظار ہے۔ مجھے تو کوئی خط ان کا نہیں ملا ہے۔ نہ معلوم  
 کس پتے پر انہوں نے بھیجا ہے۔ شاید ہر پوچھ بھيجا ہو۔ انہوں نے جن محبت آمیز الفاظ میں اپنے خیالات ظاہر  
 کئے ہیں ان کی قدر کرتا ہوں۔ جب کتاب چھپ جائے تو وہ کچھ کاپیاں خرید کر اپنے دوستوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔  
 میں نے ترانہ وحشت کی ترتیب میں نظر انتخاب انہیں اشعار پر ڈالی ہے۔ جو میری نظر میں کچھ نہ کچھ بات  
 اپنے میں رکھتے ہیں۔ تاریخی نام ایک عزیز نے پیش کیا اور میں نے ان کا دل خوش کرنے کو قبول کر لیا۔  
 کائنات کے لئے خدا وحشت سوانح مری جو آپ نے طلب کی تھی اس کے متعلق میں کھجکا ہوں کہ  
 زندگی میری کوئی زندگی نہ تھی کسی طرح دن کاٹ دیئے۔ میں خدا اپنے متعلق کچھ لکھنا پسند نہیں کرتا۔ آپ نے یہ  
 کام میرے لئے بڑی خوبی سے انجام دیا ہے۔

امید ہے کہ آپ اور آپ کے متعلقین خیر و عافیت سے ہوں گے۔

آپ کا غیر طلبِ بیشت

۲۸ اپریل ۱۹۴۸ء

(۵)

بنام جناب وقار احمدی صاحب

عزیزِ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مروت نامہ موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ مکتبہ جدید دہلی کے ساتھ میرے  
 معاملے کا طے ہو جانا آپ کے خیال میں بہت مناسب ہوا۔ امید ہے کہ وہ اس کام کو خوبی کے ساتھ انجام دیں گے۔  
 عزیزِ نظرِ ناشی کا خط مجھے ملا اور میں نے جواب بھی لکھ دیا۔ یہ دریافت کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ  
 ایک بیسٹ مضمون اہل بنگالہ کی خدمات پر جوار دو کی ترویج و ترویج میں انجام پائی ہیں لکھنا چاہتے ہیں۔ اس کام کے  
 لئے آپ ایک خاص استعداد کے حامل ہیں۔ آپ کی خواہش ہے کہ جب آپ کتاب یا مضمون لکھیں تو میں اس  
 پر ایک مقدمہ لکھوں۔ میں خوشی سے چند کلمات بطور پیش لفظ لکھ دوں گا۔ مقدمہ لکھنا اب میرے لئے  
 مشکل کام ہے۔ آنکھوں کی بنائی کے کم ہو جانے سے لکھنے پڑھنے کا کام کم ہی کر سکتا ہوں۔ ماہِ نو میں جو مضامین  
 میرے نکلے ہیں وہ کلکتہ میں لکھے گئے تھے جہاں کتابیں میرے پاس تھیں اور میں لکھ پڑھ سکتا تھا۔ کلکتہ چھوڑا  
 تو اسبابِ خانہ داری کے ساتھ کتابیں بھی چھوڑا آیا۔ چند باتیں جو آپ نے دریافت کی ہیں ان کا جواب و ترقی  
 کے ساتھ دینا میرے لئے آسان نہیں ہے کیونکہ اسلام آباد کالج جہاں میں اردو کی تعلیم دیتا تھا۔ پندرہ برس ہوئے  
 میں نے چھوڑا اس کے بعد لیڈبراہمورن کالج میں فارسی کی تعلیم دینے لگا۔ اب حافظہ کام نہیں دیتا۔ یہ صریح ہے کہ  
 باوجود وہاں فوٹو زمرہ سے ماخوذ ہے۔ لیکن سلیس اردو کی پہلی کتاب باوجود بہار سے جو کلکتہ میں لکھی گئی۔ آرائشِ محفل  
 (قصہ عالمِ طائی) سید محمد حیدر بخش کی تصنیف ہے۔ اور آرائشِ محفل (ہندوستان کے شہروں کے حالات) نیز شیر علی

افسوس کی تصنیف ہے۔ بوستانِ خیال اور الف لبی کے مصنفوں کے نام یاد نہیں ہیں اور تحقیق طلب ہیں۔ لاہور کے کسی کتب خانے میں ان کتابوں کو تلاش کیجئے تو مصنف کے نام بھی معلوم ہو جائیں گے۔ یہ دو کتابیں کلکتہ میں نہیں لکھی گئی تھیں۔ دہلی یا انصاریں لکھی گئی تھیں۔ باقی باقی کتابوں کے متعلق جو آپ نے لکھی ہیں۔ میرے خیال میں صحیح ہیں۔ کلکتہ کے شعرا کا کلام اب یہاں سے پاس کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ شاید کلکتہ کے شاکر صاحب جو میرے خیال میں ایک نہایت باکمال شاعر ہیں کچھ آپ کی مدد کر سکیں ان کا پتہ ذیل میں ہے۔

سہ، ظاہر علی شاکر معرفت محمد یوسف باڑی والا۔ ۴۴ شمس الہدیٰ روڈ، اکابرہ ۱۱۱

کامات کا پرچہ موصول ہوا مجھے بہت پسند آیا۔ اسباب سے کہ آپ مع متعلقین غیر و عافیت سے ہیں۔

۲۰ جی سلسلہ  
آپ کا غیر طلب وحشت

نام جناب و فائز شادی صاحب

(۶)

عزیزی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا پوسٹ کارڈ نمبر نہ ۴۴ راکٹر پہنچا۔ معلوم ہوا کہ آپ کا محکمہ حیدر آباد سندھ کو منتقل ہونے والا ہے۔ مددگی بچا لگی۔ لاہور سے نکل کر سندھ کے ریگستان میں جانا ایک مصیبت ہے۔

آپ نے جگہ کی سہ ماہی ترقی کا ذکر کیا ہے۔ اگلے نمبر میں غالباً میری ایک غزل ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ وہ شمار میرے پاس آئے گا۔ میں آپ کے مضمون "اردو کی ترقی میں نکال کا حصہ" کو ضرور پڑھوں گا۔ چونکہ اس میں میرا ذکر ہے گا اس لئے اس مضمون پر میری رائے کا اظہار مناسب ہوگا۔

جرم صاحب کلکتہ سے کام کے سلسلے میں آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کائنات کے موعود وحشت نمبر کے لئے مضمون لکھا ہے اور ان سے معلوم ہوا کہ بخود صاحب نے بھی لکھا ہے۔

ترانہ وحشت کی طباعت کا کام اب شروع ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں طغرائشی صاحب کا بھی ایک خط آیا ہے اور مکتبہ کے مہتمم شیدا احمد پودھری نے بھی مجھے ایک خط لکھا ہے۔ اس سے کہ دسمبر تک کتاب چھپ جائے آپ کی غیر و عافیت کا طالب وحشت

۱۲ راکٹر بر ۱۱۱

نام جناب و فائز شادی صاحب

(۷)

ڈھاکہ - عزیزی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ نمبر ۲۰ راکٹر پہنچ کر باعث مسرت ہوا معلوم ہوا کہ آپ غریب حیدر آباد سندھ جانے والے ہیں۔ وہاں پہنچتے ہی آپ مجھے اور اپنے احباب کو اپنے نئے پتے سے آگاہ کیجئے۔ جرم صاحب ڈھاکہ آئے تھے معلوم ہوا کہ وہ میجر کائنات کو اپنا مضمون بھیج چکے ہیں۔ بخود صاحب کا حال معلوم نہیں اور میں وحشت نمبر کائنات کے متعلق اپنے کسی خطے والے سے ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ آپ اس کام کو جلدی انجام دے رہے ہیں "ترانہ وحشت" کی کتابت ہو رہی ہے اور ممکن ہے کہ دسمبر کے آئینہ تک کتاب مکمل ہو جائے۔

آپ کا مضمون ترقی میں میری نظر سے گزرا۔ یہ مضمون قابل قدر ہے۔ ڈھاکا میں اکثر زیرے ملنے والوں نے اس کو لکھا اور تعریف کی۔ ایک فہرست سی میرے شاگردوں کی اس میں نظر آئی۔ یہ نہ ہوتی تو بہتر تھا۔ اس فہرست میں دو پار نام ایسے ہیں جن کے متعلق میں نہیں چاہتا کہ لوگ انہیں میرے شاگرد سمجھیں۔ خیر اب 'تیرا مکان رفت'۔ حضرت شمس کے تادمہ میں آپ نے عزیز کا نام لکھا ہے، یہ اسی کے شاگرد نہ تھے۔ اپنے بھائی مولت سے اصلاح لیتے تھے۔ ان کو آپ نے بقید حیات بتایا ہے۔ دو تین سال ہوئے انہوں نے قضا کی۔ اگلے مرحوم کے متعلق آپ نے لکھا ہے کہ اگر ان کا سدا کلام جمع کیا جائے تو کم از کم باغی ضخیم دیوان مرتب ہو سکتے ہیں۔ یہ حقیقت نہیں ہے۔ بیشک ایک دیوان مرتب ہو سکتا ہے۔ مرحوم کہتے کم تھے لیکن جو کہتے تھے خوب کہتے تھے۔ ڈھاکا کے شعراء میں آپ نے ایک نام لکھا ہے شرف الحسین کمالی۔ ان کا تخلص کمالی نہیں شرف ہے۔ امید ہے کہ آپ مع متعلقین بخیر ہیں۔

آپ کا خیر طلب و وحشت

۲۴ نومبر ۱۹۵۲ء

(۸)

نام جناب وقار اشرفی صاحب

ڈھاکا، مشرقی پاکستان۔ عذری اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
محبت نامہ مورخہ ۱۲ جنوری ۵۲ء۔ لیکن بجائے شہرت کے صفت تلقی ہوا کہ آپ کی بچی بیک ایک اللہ کو پیاری ہو گئی۔ جو آپ کے دل پر گوری ہے وہ آپ ہی کا دل جانتا ہوگا۔ صبر آتے آتے آئے گا۔  
تھمتے تھمتے تھمتے گئے آئندہ رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے  
آپ کو اب ملک معلوم ہو گیا ہوگا کہ ایک جاگداز ساغر کا مجھ کو بھی مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ وہ قمر صدیقی کی ناگہانی موت ہے۔  
دل سے کسی طرح نہ مٹے گا قمر کا داغ باقی مرے جگر میں رہے گا جگر کا داغ  
قمر میرا شاگرد ہی نہ تھا وہ مجھے فرزند جیسا عزیز تھا۔ مائے قمر!  
جی ہاں سید اقبال عظیم کا مضمون فورنگ میں میری نظر سے گزرا۔ بڑی قابلیت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اگرچہ مضمون کا موضوع اس توجہ کے قابل نہیں ہے۔

مجھے اپنا نوٹ لکھنا پڑا تھا ایک کاپی وحشت انبرکانات کے لئے ملفوف ہے۔  
خالد جنگلی سے کلکتہ میں میری ملاقات ہوئی تھی۔ خوش گوشہ شاعر تھے ان کے حالات سے میں باخبر نہیں ہوں۔  
آپ کی اور متعلقین کی خیر و عافیت کے لئے دعا کرتا ہوں۔

آپ کا خیر طلب و وحشت

۱۶ جنوری ۱۹۵۲ء

(۹)

نام جناب وقار اشرفی صاحب

ڈھاکا، مشرقی پاکستان۔ عذری اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
محبت نامہ مورخہ ۱۸ جنوری مورسل ہوا۔ مصائب کوم جن کے آپ متحمل ہوئے ہیں جاننا نہیں

”یہ داغ نیک ناشدہ داغِ دیگر نہ ہو“ جی بھڑیا اور دل سے دعا نکلی کہ اللہ آپ کو صبر دے۔  
 میں اب بہت ضعیف و ناتواں ہو گیا ہوں۔ نقل و حرکت بدشوری برتی ہے لیکن جیسی کا کیا علاج؟  
 اور پارہ دن میں مجھے کلکتہ جانا پڑے گا۔ بھارت نے میری پیشین روک دی ہے۔ مزدوری کا رد واپس کلکتہ پہنچ کر ہی ہو سکتی ہے  
 آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ قمر حرم پر ایک مضمون غور کے لئے بھیج چکے ہیں اور عزیز غفر ناشی  
 پر بھی ایک مضمون آپ نے مرید دربار کے نام بھیجا ہے۔ جب یہ مضمائیں شائع ہوں گے تو میں ضرور انہیں پڑھوں  
 گا۔ یہ امر، مٹ مسرت ہے کہ بنگال میں اردو کے مضمون پر آپ نے ایک مبسوط کتاب تالیف کی ہے۔ یہ ایک  
 بڑی خدمت آپ نے انجام دی۔

غفر ناشی سلمہ کا ایک خط آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ترانہ وحشت فقیر بابا اڑیں آئے واپس ہے۔  
 ۱۲ جنوری ۱۹۵۲ء

آپ کا خیر طلب وحشت

(۱۰)

بنام جناب و فادر اشرفی صاحب

دعا کا، مشرقی پاکستان - عزیز و فادر اشرفی صاحب ملکہ اللہ عن التواب

آپ کا بھجوا ہوا اخبار آفتاب ملا۔ جس میں آپ نے ترانہ وحشت پر ایک پر زور مقالہ لکھا ہے میں  
 نے اسے بڑی دلچسپی سے پڑھا ہے۔ دیکھتے ہوئے کہ میرے عقیدہ مند میرے متعلق اپنے حسن ظن کو کس حد تک پہنچا سکتے  
 ہیں! جہاں تک تبع و ننگانی کے اصول سے تعلق ہے آپ نے اپنے کام کو نہایت خوبی سے انجام دیا ہے۔  
 اگرچہ نقاد اکثر بڑے صاحبی دیتے ہیں کچھ نیرب استال کے لئے۔ ”مجھے یقین ہے کہ اس مقالے کے پڑھنے والے  
 آپ کے حسن تحریر کی داد دیں گے۔“

امید ہے کہ آپ مع الغیر ہیں۔ میرا حال یہ ہے کہ بستر پر پڑا رہتا ہوں۔ خطوط کے جواب بشکل تحریر کرتا ہوں  
 اتنا زانی مصدقہ بڑھ گئی ہے۔

دعا کا طالب وحشت

۲۴ اگست ۱۹۵۲ء

(۱۱)

بنام حاضر فادر اشرفی صاحب اسلام آباد کالج پشاور

دعا کا۔

خدا کی نسیم بشارتے کہ غائب از نظر سے رسد  
 پس از انتظار سے وعدے خبر سے نہ خبر سے رسد  
 محب و دوزار تسلیم و نیاز

مکتوب محبت اسلوبِ میر سے دل کی دوا لایا۔ یہ خبر مجھے ملی تھی کہ طبیعت آپ کی بد مزہ ہے۔ لیکن  
 آپ کا یہ سلوک نہ تھا اس لئے کوئی خط نہیں لکھ سکا۔ صدیقی میدانِ اقبال عظیم کو ایک پوسٹ کارڈ لکھا کہ مجھے آپ  
 کے پتے سے مطلع فرمائیں۔ کوئی جواب ان کا نہیں آیا جس سے قیاس کرتا ہوں کہ میرا خط انہیں نہیں ملا۔  
 خدا کا شکر ہے کہ آپ کے مرض میں امانہ ہے۔ اس کی درگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کو شفا کے کامل

حفاظ کرے۔ تنہا بہ باز طبعیاں نیاز مند مباد کیا کہیں آپ کس قدر یاد آتے ہیں۔ آپ جیسے علوم داتے اور لبِ محبت مشکل سے ملتے ہیں۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔  
جناب اگر صاحب کو میرا سلام کہئے اور ان سے یہ بھی کہئے کہ میرے اپنے وہ میاں راہِ مدہم کا برتنا مزدی نہ سمجھیں۔ میں نے جو پیش لفظ ان کے دیوان کے لئے لکھا وہ جو اصلا میں ان کے کلام پر دیں یہ معمولی خدمت اس کی معافی نہیں ہے کہ اس کے لئے ایک خط مجھے لکھا جائے۔ ان کا تشریح آپ کے خط سے واضح ہو گیا اور میں نے ان کے تاثرات کا پورا اندازہ کر لیا۔ میں اپنے متعلق کیا لکھوں۔ بس زندہ ہوں اور احوالِ فہیمت بخیر ہے۔  
بندۂ محبت و وحشت

۴ مارچ ۱۹۵۷ء

(۱۲)

بناں جناب و قمارا شدی

ڈھاکا۔ عزیز و قاراشدن صاحب سلمک اللہ عن انوار  
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محبت نامہ پینچکراٹھ مسرت ہوا۔ یہ سچ ہے کہ میں مشکل پڑھ لکھ سکتا ہوں لیکن خط کا جواب مشکل سے قلم چلا کر اکثر کھ دیا کرتا ہوں  
یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کی کتاب بنگال میں اردو زیرِ طبع ہے۔ آپ نے اردو ادب کی ایک بڑی خدمت کی ہے جو ہر طرح قابلِ تحسین ہے۔ سید اقبال عظیم صاحب پر و فیروز چٹا لکھ کا لٹ نے بھی ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام ہے 'مشرقی بنگال میں اُعدا'۔ آپ کی نظر سے شاید یہ کتاب گزری ہو۔  
آپ نے میری تصویر طلب کی ہے۔ یہ میں آٹھ دس دن میں بھیجوں گا۔ تصویر موجود نہیں ہے۔ مجھے اس کے لئے نوٹو گرافر کے یہاں جانا پڑے گا۔ کوئی آدمی جو مجھے دکشا پر بٹھا کر لے جائے اس کی تلاش ہے۔  
آپ نے ارادہ ظاہر کیا ہے کہ 'بنگال میں اردو کی اشاعت کے بعد ایک کتاب 'حیات و وحشت' ترتیب دیں۔ اس خیال میں آپ کی محبت کا فرما ہے۔ 'حیات' اس شخص کی لکھی جاتی ہے جس نے اپنی زندگی میں متعدد مفید کام کئے ہوں۔ میں محض ایک متغزل ہوں۔ غزل گوئی کے سوا دنیا میں کچھ نہیں کیا۔ بہتر ہے کہ آپ اس خیال کو ترک کر دیں۔ آپ کی کتاب بنگال میں اردو میرے تذکرے سے ملو ہے۔

علی حسن سلمہ کا پتہ ہے۔ ALI HASAN, C.S.P. D.M. RAJSHAH, EAST PAK.

آپ کا خیر طلب و وحشت

۳ مارچ ۱۹۵۷ء

# پروفیسر محمد محفوظ الحق

(۱)

بنام امیر السیاحی

(پہلی ڈنسی کالج کلکتہ)

محترم و مکرم سیدہ منون۔

”یہ روپ میں وہ کہانی غلطیات،“ کا شکریہ قبول فرمائیے۔ آپ نے زبان و لہجہ پر بڑا احسان کیا ہے، آپ کی کتاب تلاش و تحقیق اور کاوش و تدقیق کا ایک قابل قدر نمونہ ہے۔ اور آپ کی محنت کی داد و ثناء ظالم ہے، آپ نے جو مواد پیش کیا ہے، وہ کسی اور جگہ مشکل سے مل سکے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ جو مضمون نہ جاسکے۔ مگر اس کا موقع ملتا تو ہم یہ روپ کے دیکھنی غلطیات سے کافی حد تک بے نیاز ہو جاتے۔

رسالہ اردو میں جو تنقید چلی ہے وہ اب تک میری نظر سے نہیں گزری، امید ہے کہ ہفتہ عشرہ میں اسے نیک و سکون گا۔ اگر وہ تنقید ذاتی اختلافات کی بنا پر لکھی گئی ہے تو مجھے اس کا بے حد افسوس ہے، تحقیقات کا کام ایسا ہے کہ غلطیوں کا ہونا لازم ہے۔ بھول چوک ضرور ہوگی، فرد گزشتہیں بھی ہوں گی، بعض نظریوں سے اختلاف بھی ہوں گے، اور چند سال بعد آپ خود ترمیم و ترمیم کریں گے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ محاسن سے چشم پوشی کی جائے اور چند غلطیوں کی بنا پر مزلت اور اس کی کتاب کو مورد طعن و تشنیع بنایا جائے، اس قسم کی دل آزار تنقید کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت پست ہوتی ہے، ادب سے کام کرنے والوں کو جرات نہیں ہوتی کہ وہ اس میدان میں قدم اٹھائیں۔ میں ”وکنیات“ کا ماہر نہیں بلکہ ایمان کی بات تو یہ ہے مجھے اس سے دوسرا بھی لگاؤ نہیں ہے، احمد جفیدی کی ماہ پیرا پر مضمون لکھنے کو لکھ تو دیا لیکن خیال ہوتا ہے کہ تنقید نگار صاحب میری بھی خبر نہ لیں۔ اگر یہ ہوتا تو مجھے افسوس ہوگا۔ تنقید ابھی چیز ہے لیکن اس کا معیار وہی ہونا چاہئے۔ جس کو ڈاکٹر محمد علی الدی نے بتایا ہے ورنہ وہی کہنا ہوگا جو حافظ نے کسی زمانہ میں کہا تھا ہے۔

غزل خوانی و غرض خوانی غنی دارند و شیراز بیاد حفظ کہ ماعودا بلک دیگذا ندانیم

آپ نے جفیدی کے متعلق جو اطلاع دی ہے اس کا شکریہ قبول فرمائیے، میں چاہتا ہوں کہ بھوک ملے تو کچھ لکھوں۔ ایضاً بلک سوسائٹی بنگال کا نمونہ وہی ہے جس کا ذکر اسٹورٹ نے اپنی فہرست میں کیا ہے، اس کے اوپر غلط

کہاں کہاں ہیں؟ آپ کی کتاب میں اس فتویٰ کا ذکر نہیں، حیدرآباد میں اس کے غلط مزود ہوں گے۔ مصنف ہندوستانی کہیں بھی دیا گیا۔ انشاء اللہ اس کی ایک کاپی نذر خدمت کروں گا۔

براہ کرم "بھوگ" ن کے بارہ میں مطلع فرمائیں۔ امید ہے کہ مزاج مالی بعافیت ہوگا۔ والسلام  
۲۰ فروری ۱۳۳۲ء  
نیازکیش محمد محفوظ الحق

(۲)

نام نصیر الدین ہاشمی

مشققی سلام صفوں۔

آپ کے گرامی زادہ کا جواب آج دے رہا ہوں۔ دیر کی وجہ سے میری کاپی ہے۔ میں ۲ جولائی کو لکھنے پہنچا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ میں نے مہتری سید نور شیدائی صاحب کو "کلیات شاہی" کی دستیابی پر مبارک باد کا خط لکھا تھا۔ آج ان کا جواب بھی آگیا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں گورنمنٹ کو لکھ رہا ہوں دفتر کے ذائد کے شائع کرنے کا انتظام کیا جائے، اگر آپ کے دفتر سے اس قسم کا کوئی مراسلہ گیا ہے تو آپ کو مزید علم ہوگا۔

آپ کا مصنفون بے مثل ہے، میرے دودوست یہاں ہیں۔ جن کو دکنی لٹریچر سے دلچسپی ہے، انہوں نے بھی بہت پسند کیا، آپ کی کوشش و کاوش مستحق تحسین ہے، خدا کرے ایسے ہی ذائد آپ کے ماتھے آتے رہیں، "بھوگ" ن میں نے منگوا لیا ہے۔ سلسلہ سن تالیف ہے، شاعر کا تعلق قریشی ہے، امیر برہنہ گانی کی ذرائع سے لکھا ہے۔ سلسلہ کتابت کا بہت عمدہ نمونہ ہے سلسلہ میں دریاخان کے لئے لکھا گیا ہے کاتب نیک نام خان بہادر کے لشکر میں تھا۔ آپ قریشی کے متعلق کچھ اطلاع دے سکتے ہیں؟ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ والسلام

محفوظ

۲۹ جولائی ۱۳۳۲ء

(۳)

نام نصیر الدین ہاشمی

مخدومی و کرمی

سلام سنوں۔ "حضرت امجد کی شاعری" کا شکریہ قبول فرمائیے، رسید پہلے بھی روانہ کر سکتا تھا۔ لیکن چاہتا تھا کہ کتاب کو اچھی طرح پڑھ لوں تو پھر اپنی ناچیز رائے سے مطلع کروں۔

حضرت امجد زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ ان کے کلام میں وہ کیفیت، وہ سوز، اور وہ حقائق و معارف موجود ہیں جن کا اثر قلب و دماغ پر ہونا لازم ہے آپ نے یہ ریور لکھ کر ادب اور پراحت کیا ہے، دعا ہے کہ کچھ عرصہ بعد اس سے مکمل تر ریور شائع فرما سکیں۔ کیونکہ دلدادگان امجد کی اس سے پیاس بجھ نہیں سکتی۔

دعا ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہو۔ والسلام

۳۳ اگست ۱۳۳۲ء

نیازکیش

محمد محفوظ الحق



(۴)

نام ڈاکٹر مختار الدین احمد آندہ

مکرم بندہ تسلیم

گرامی نامہ کا شکریہ، آپ جس موضوع پر کام کر رہے ہیں وہ نہایت اہم ہے، لیکن تلاش و تحقیق کے وسائل ان بہت کم ہیں۔ میں سہ ہمارا اہدٰی نثر کی تاریخ پر کوئی کام نہیں کیا ہے۔ ایک زمانہ میں خیال ہوا تھا کہ سید حمید الدین بہاری کے "خوان الوان" پر کچھ لکھوں۔ لیکن مصنف کے متعلق کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ اس لئے یہ خیال ترک کر دیا، فردت ویم کالج کلکتہ میں حرکت میں آئی تھیں ان میں ایک "خوان الوان" بھی ہے، مصنف کا نام سید حمید الدین بہاری ہے۔ بسند تالیف کا ذکر نہیں، مبین ظاہر ہے کہ ۱۹۱۹ء کے قبل کی تالیف ہے، کتابت میں مختلف کماؤں کی ترکیبیں لکھی ہیں، اس کی کوئی ادبی حیثیت نہیں ہے۔ اس کا ایک قلمو نسخہ کلکتہ کی رائل ایشیٹک سوسائٹی کی لائبریری میں ہے اور دوسرا نسخہ لندن میں برٹش میوزیم میں ہے۔

مؤرخ الذکر نسخہ کا حال آپ کو J. F. BLUMHARDT کی

CATALOGUE OF HINDI, PUNJABI AND HINDUSTANI MSS IN THE B. T. 14 MUSEUM

ص ۱۳۰ پر ملے گا، ملاحظہ فرمائیے کہ اس سے اس کتاب کو ڈاکٹر گلکرسٹ کے ایمل سے لکھا، اور نیز گریہ ایک فارسی خوان الوان کا ترجمہ ہے، فارسی میں طبعیات پر مختلف کتابیں ہیں لیکن "خوان الوان" نامی کسی فارسی تالیف کا مجھے علم نہیں۔

۲۔ رسالہ مضامین و مضامین دہلی میں نے اب تک نہیں دیکھا اس لئے کوئی رائے نہیں دے سکتا۔

۳۔ شاد شرف الدین بکھی نیری کے حالات پر کوئی محققانہ کتاب میری نظر سے نہیں گزری، آپ پروفیسر حافظ شمس الدین احمد صاحب (چٹنہ کالج) سے دریافت فرمائیں۔ انہوں نے میٹر پر ایک فائنلڈ مقالہ ادنیٹل کانفرنس (چٹنہ) کے اجلاس میں پڑھا تھا، وہ مزید روشنی ڈال سکیں گے۔

۴۔ عالم علی حکیم آبادی سے میں رافت نہیں۔

کارلائق سے یاد فرماتے ہیں۔ والسلام

کر۔ کلکتہ کے خوان الوان کے نسخہ کے بارہ میں اگر مزید اطلاع کی ضرورت ہو تو مزید تحریر فرمادی۔

کر۔ مجھے خدا بخش خان وٹیری میں کچھ کام ہے، کیا آپ میری اطلاع فرما سکتے ہیں، کام چند گفتگوں کا ہے!

اگر آپ کو فرصت اور موقع ہو تو مزید تحریر فرمائیں، آپ کو رحمت دوں گا۔ والسلام

محمود

۳۰ مارچ ۱۹۲۹ء

(۵)

نام ڈاکٹر مختار الدین احمد آندہ

مکرم بندہ تسلیم

آپ کی فراز کا شکریہ، آپ نے بڑی زحمت فرمائی، آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ وہاں صاحب پر بعض

اس میں صائب کی ہیں۔ چنانچہ آپ نے نقل میں ارسال فرمائی ہے۔ لیکن آپ نے نسخہ کا نمبر نہیں تحریر فرمایا۔ براہ کرم نمبر خود تحریر فرمائیں۔

کلیات صائب (۱۰۷، ۱۰۸) صواع الدین) کا نسخہ میری فکر سے گزر چکا ہے، آخر میں چند غزلیں صائب نے اضافہ کر رکھی ہیں، آپ نے لکھا ہے کہ ”ویران کا ایک اور نسخہ ہے اس پر بھی صائب کی ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں ہیں آخر میں دستخط ہے۔ ابتدا میں دیوان صائب لکھا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ کا ایک شعر“  
براہ کرم اس نسخہ کا نمبر اس دستخط کی نقل وغیرہ روانہ فرمائیں، میں فرائض ہوگی۔

سید حمید الدین بہاری کی ”غزلیں و نعت“ کی ابتدائی عبارت کی نقل روانہ کرتا ہوں، ایسا ایک جنگارہ کا نسخہ آخر میں نانص ہے، یعنی چوبیسواں باب دوم دہلیں، یہ نہیں ہے کہ صفحات غائب ہیں بلکہ صفحہ ۹ پر چوبیسواں عنوان لکھ کر بجھ کر بھیجی ہوئی ہے، کتاب کا خیال تھا کہ بعد کو یہ چیز بڑھائی جائے گی لیکن مرتع نہیں ملا۔  
بلہارٹ کی فہرست میں کتاب کا نام ”غزلیں و نعت“ ہے۔ حالانکہ خان اہل اس کتاب کا نام ہے جس سے یہ کتاب ترجمہ ہے۔ ترجمہ کا نام مولف خود ”غزلیں و نعت“ بتاتا ہے۔

خان نعت کا ذکر مسٹر سید محمد ایم نے صفحہ ۱۰۷ باب نشر اردو صفحہ ۱۲۷ پر کیا ہے، مولف کو کوئی نسخہ نہیں ملا، انہوں نے بلہارٹ کے حوالے سے کچھ لکھ دیا ہے۔ صرف ایک بات یہ لکھی ہے کہ چونکہ یہ کتاب مسٹر گلکرسٹ کے ایسے لکھی گئی ہیں اس لئے ظاہر ہے کہ یہ کتاب سب سے پہلے لکھی گئی ہوگی، مگر سب سے پہلے مسٹر گلکرسٹ فرسٹ ویم کاغذ کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر ولایت واپس گئے۔  
صائب کا ایک کلیات جس کی تحریر سندی ہے یہاں موجود ہے اس لئے صائب کی تحریر کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔  
۲ اپریل ۱۹۵۷ء  
اسلام محفوظ

(۹)

بہار دکن خٹا الدین احمد آندھ

مندی وکری تسلیم

خط نے مسودہ کیا، آپ کی عنایت کا ممنون ہوں کہ دیوان صائب (فارسی نمبر ۵۷، انگریزی ۴۴) کے متعلق پوری مراحت فرمادی، یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس دیوان کے صفحہ اول پر جو شعر:

موس کے از صف و دہا شود آئنا رسی  
میں یہاں دقلم کوئی بابتد اشعار میں

خود صائب نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے وہی شعر گلکرسٹ کے نسخے پر بھی صائب نے اپنے ہاتھ سے بڑھا دیا ہے فرق یہ ہے کہ یہاں کا پورا نسخہ ۵۰۰ دق کا صائب نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور وہاں کے نسخے پر چند غزلیں اس نے اپنے ہاتھ سے بڑھائی ہیں۔

”خان الدین“ کے ایک ”غزلیں“ کی نقل متزیب، مانہ خدمت کو دکھانے کے لیے میر کوثر کے ہاتھ سے لکھی گئی ہے۔

بند، مکی علیہ وسلم پر ہونے والے معاملوں کو لکھا اور آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ انکاٹ داندہ۔ آپ اس خط میں نمبر ۱۳۳ لکھوا کر علی گھڑی بھیج دیا ہے کہ پہلے خط یعنی ۲۸ مارچ، اس نمبر نمبر ۱۰۲ صلاح الدین کے شمار درج تھے۔ حالانکہ آپ کے ۲۶ مارچ کے خط کی عبارت یہ ہے:

۱۰۰ دیوان صائب دیکھا، آپ کے دوست نے آپ کو خط اطلاع دی تھی۔ صائب کی اصلاح اس نمبر پر موجود ہے۔ اس جو نمبر بہت بڑا ہے اور اس میں بہت کم ہیں اس لئے جب تک کافی فائدہ نہ کیا جائے نہیں ملتیں، بعض اصلاحیں لکھتا ہوں۔

۵۹ نمبر گہرور بھر شد پستی گراں قیمت .....

۱۰۰ ہر رنگ آرزو در سینہ افکار ریخت

غیات صائب (صلاح الدین ۱۰۰) میں بھی بعض اصلاحیں صائب نے کی ہیں۔ دیوان صائب کا ایک اور نمبر ہے اس پر صائب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں ہیں، آخر میں درج ہے .....  
 آپ کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ خط کے ابتدائی جس دیوان کا حوالہ دے رہے ہیں وہ نمبر نمبر ۲۹ انگریزی و ۶۴ فارسی ہے، نہ کہ صلاح الدین مرحوم کا نمبر۔ باہر ذرا ہشش اس نمبر نمبر ۶۴ کہ چرٹکوا کر دیکھئے  
 ۱۰۱ کا نام کلیات صائب ہے، تصانیف اوراق ۲۸۶ ہے اور کتاب کا نام محمد رضا اود سنہ کتابت سنہ (سبعین بعد الالاف، یعنی صائب کی وفات سے دس سال پہلے ہے۔

آپ نے ۵۵، ۵۶ و فیرو پر جن اصلاحات کا ذکر فرمایا ہے وہ اگر نمبر نمبر ۶۴ فارسی میں ہیں تو صرف اسی قدر لکھ دیجئے، اصلاحات کی نقل و غیرہ کی ضرورت نہیں۔ یہ عام طریقہ کہا جاتا ہے کہ صائب احسن کے ساتھ کشمیر کیا تھا لیکن قرائن اس کے خلاف ہیں، صائب کا ذکر قصیدہ کشمیر کی تعریف میں نہیں ملا، حالانکہ وہ کابل اور پراپور و فیرو میں احسن صائب کا ذکر کرتا ہے اس لئے دبا چہ احسن کی ضرورت ہے کہ کشمیر کے سلسلہ میں احسن، صائب کا ذکر کرتا ہے یا نہیں آپ نے جو اقتباس ۱۶ مارچ کے خط میں روانہ کیا ہے اس میں کابل کے سلسلہ میں صائب کا ذکر فرمایا ہے کیا شرعاً کشمیر کے سلسلہ میں بھی صائب کا نام آیا ہے یا نہیں؟ باقی پور کی انگریزی فہرست میں ان شعراء کا نام فہرست نگار نے دیا ہے۔  
 مولانا حمید محمد و خدائی، محمد مقیم جوہری، قاضی محمد، طالب آملی، محمد جان قدسی، لیکن صائب کا نام نہیں۔

آپ صرف دیکھیں کہ احسن جہاں کشمیر کا ذکر کرتا ہے وہاں مرزا صائب کا نام بھی آیا ہے یا نہیں؟  
 اس لئے اب صرف دو کام آپ کے سر درگاہ ہیں:

(۱) نمبر نمبر ۳ انگریزی و فارسی ۶۴ کے ۵۹ پر صائب نے اصلاحیں کی ہیں یا نہیں؟

(۲) دیوان احسن کے دبا چہ میں سفر کشمیر کے سلسلے میں صائب کا نام آیا ہے یا نہیں؟ والسلام

محفوظ الحق

مکرہ ۱۔ دیوان کامران پبلشر سے منگوا کر جلد روانہ خدمت کر دے گا، انشاء اللہ

۱۳ اپریل ۱۹۲۹ء

(۷)

نام ڈاکٹر مختار الدین احمد آندو

مفتوحی، تسلیم

”خوان نعمت“ کے ایک حصہ (باب اول) کی نقل ارسال خدمت ہے یہ باب چونکہ بہت طویل ہے اس لئے میں نے صرف ایک حصہ نقل کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ اطلاع کافی ہوگی۔ ہر باب جس صفحہ پر شروع ہوتا اور جہاں ختم ہوتا ہے وہ بھی میں نے لکھ دیا ہے۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بجا نیت ہوگا۔

خطوط مندرجہ بالا چھ پر ارسال فرمائیے کیونکہ کالج ان دنوں بند ہے۔ والسلام  
مفتوحی، ۱۹۳۹ء

(۸)

نام ڈاکٹر مختار الدین احمد آندو

مفتوحی، تسلیم

(کلکتہ)

آپ کے دونوں کارڈ ملے، آپ کی کامیابی کی خبر سنی کر بڑی مسرت ہوئی، خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیشہ کامیاب کرے۔ اب کیا خیال ہے تحریر فرمائیے۔

آپ کے پہلے کارڈ کا جواب فوراً دیتا، لیکن بچہ کی علالت اور اس کے بعد امی کی شدید علالت کی وجہ سے بے حد مدیم الغرضت تھا۔ مدون خود بھی بیمار میں مبتلا ہو گیا تھا۔

آپ جہاں گیر کی تحریر کا بلاک چاہتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ بلاک موجود ہے لیکن ہمارے پاس اتنے بلاک ہیں اور اس طرح منتشر شدہ ہیں کہ تلاش کی ضرورت ہے بہر حال جس وقت ضرورت ہو تحریر فرمائیے دعا ہے خدمت کر دوں گا۔ آپ کی تحریر کا موضوع کیا ہے اور بلاک کی ضرورت کیوں ہوئی؟ آپ وہ مضمون کہاں پھیرائیں گے؟ وہ بلاک دیوان کامران باقی پور کے پہلے صفحہ کا ہے جس پر جہاں گیر اور شاہجہان کی تحریریں ہیں چند ماہ پہلے ہمارا ایک مضمون اسلامک پبلیشرز میں چھپا ہے جس میں جہاں گیر و عبدالرحیم خان خاں کی تحریروں کا عکس شائع ہوا ہے۔ لیکن وہ بلاک ہمارے پاس نہیں، حیدرآباد والوں نے خود نبویا تھا، اذ اب وہ ان کی ملکیت ہے۔

دیوان کامران بلاک کے ساتھ روانہ خدمت کر دوں گا۔ کلیات صائب (ملاح الدین صاحب کانسفر) میں صائب کی اصلاحات کو اگر آپ لکھ کر روانہ فرمادیں تو بڑی فائدہ ش ہوگی یا چند اہم اصلاحات، یہی کو لکھ کر ارسال فرمادیں بے حد ممنون ہوں گا۔ والسلام

۲۳ اگست ۱۹۳۹ء

مفتوحی

(۹)

نام ڈاکٹر مختار الدین احمد آندو

مکرم بندہ تسلیم

(پریسڈنسی کالج، کلکتہ)

فراغ نامہ کا شکریہ، آپ نے بلاک کے لئے لکھا تھا، اور پھر لکھا ہے، مسلمان میں بہت سے بلاک نکلے تھے جن میں دو یا تین ہمارے تھے اور بقیہ خود انہوں نے بنوائے تھے، ہمارے بلاکوں میں شاہجہان اور جہاں گیر

کی تقریروں کا ہلک بھلک ہی ہے، آپ کے پاس اگر وہ پرچہ ہو تو لکھئے کہ آپ کو کون کون ہلاک چاہئے، ہمارے پاس 'ہلاک' کا بلند ہے، اوسر بصر پڑے ہیں، تلاش میں زحمت ہوگی، بہر حال جو بھی مل جائیں گے۔ روانہ خدمت کر دوں گا۔

الحکامات اور عرض کر دیں، اردو رسالے دار لے ہلاک واپس نہیں کرتے گو وعدے تو بیسیوں کرتے ہیں، اس لئے اس بارہ میں فوراً اطمینان کر لیجئے۔ دارا شکوہ کی خطاطی کا ایک رنگین ہلاک ۱۱/۵ میں تیار ہوا تھا، اس کو محمدی دیکھو، رسالہ اور نے غائب کر دیا، کہا کہ کون کیا مال مراد؟ آشکوہ کی کون سی کتاب آپ کو ملی ہے؟ تحریر نہ فرمائیے گا

والسلام محمدؐ و خاندانِ حق

۲۲ نومبر ۱۹۷۲ء

(۱۰)

بنام ڈاکٹر محمد طارق الدین احمد آزاد

(پر بسندہ سی کاٹ ٹکلتہ)

محترم تسلیم

کل ۱۸ مارچ ۱۹۷۲ء کی تعطیل کے بعد ہمارا فارغ کھلا تو آپ کا خط ملا، جسے کر بیچہ نہ سہی ہوئی۔ سال پڑھ رہا ہوں، میری مضمون نگاری کا سلسلہ بند ہے یہی رہے کہ میرا کون سا مضمون آپ کی نظر سے نہیں گزرا، اس دلت کسی چیز پر کام بھی نہیں کر رہا ہوں۔

وہ بیات ہے "کا شکوہ" بے نہایت قبول فرمائیے، آج ہی پورا مان کر رہا ہوں

غالب پر یہاں کوئی چیز نہیں، چند سال ہوتے لاہور کے پروفیسر حمید احمد خاں تشریف لائے تھے، بہت تلاش کیا، ناکام واپس گئے، "آئینہ گیتی" نامی یہاں نہیں۔ پنشن کے سلسلہ میں غالب سے جو درخواست گورنر جنرل کو دی تھی وہ ایدیل ریکارڈ پیارمنٹ میں ہے۔ جس کا دفتر چند سال سے دہلی منتقل ہو گیا ہے، اس "درخواست" سے استفادہ کی اجازت نہیں ممکن ہے کہ اب نئے قوانین و قواعد کے ماتحت اجازت مل جائے آپ KEEPER کو لکھیں، دیکھئے کیا جواب آتا ہے امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام

محمدؐ و خاندانِ حق

۱۹ نومبر ۱۹۷۲ء

(۱۱)

بنام ڈاکٹر محمد طارق الدین احمد آزاد

محترم و مکرم تسلیم

آپ کا محبت نامہ سعد اللہ پور سے آج کلکتہ واپس آیا، آپ کی عنایت کا ممنون ہوں اور مبارکباد کا شکریہ ادا کرتا ہوں، یہ غلط بخشی، نئی چیز نہیں، اس لئے شکایت فصول ہے۔

اس تعطیل میں دو مہینے سے ادھر پر سعد اللہ پور رہا۔ لیکن امتحان کے پرچوں سے ذرا بھی فرصت نہیں ملتی، مری کو چند گفتگوں کے لئے گیا تھا وہ بھی تعزیت کے خیال سے۔

آپ نے "خانہ دان تیور" سے جو آئینا سعادہ فرمایا تھا وہ مجھے مل گیا تھا ادا اپنے کچر میں اس سے نازدہ بھی اٹھایا تھا، اس زمانہ میں اپنے کچر کی تیاری میں بے حد مصروف تھا، اس لئے جواب نہیں دے سکا، پھر بھول گیا، معافی کا طالب ہوں۔

میرا کالج ۱۰ مارچ کو کھلا اور اسی دن سعد اللہ پور سے یہاں آیا۔  
فرمائیے آج کل کیا کام ہو رہا ہے؟ میری کتابیں کافرین و سعد اللہ پور میں ہے اور یہاں کی دوسری کتابیں یہاں  
بھی خالی پڑی ہیں، کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

آپ اپنی خیریت لکھئے گا۔ فوازش ہوگی، آپ کی عنایت کا دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں، والسلام  
۲۰ جون ۱۳۴۲ھ

(۱۲)

بنام مختار الدین احمد آرزو

میرے محترم تسلیم،

ہمارے ایک دوست ڈاکٹر عبد اللہ چغتائی پوٹا میں ہیں، ان کو آنتابی نام ایک شاعر کے حالات کی ضرورت  
ہے، مختلف فہرستوں کی مدق گردانی سے پتہ چلا ہے کہ صحف ابراہیم مولانا نواب علی ابراہیم خان میں ان کے حالات  
درج ہیں، اس تذکرہ کا ایک نسخہ (جلد اول) بانٹی پدیں ہے، بڑی فوازش ہوگی اگر آپ اس شاعر کے حالات اس  
تذکرہ سے نقل کر کے راقم کے نام روانہ فرمائیں۔ نام کے تلاش میں دلت مند ہوگی۔ اور کافی وقت بھی مرن ہوگا۔ لیکن امید  
ہے کہ آپ یہ زحمت گوارا فرمائیں گے۔ امید ہے کہ مزاج گرامی قرین عنایت ہوگا۔ والسلام  
۱۴ جولائی ۱۳۴۲ھ

(۱۳)

بنام مختار الدین احمد آرزو

میرے محترم تسلیم،

ایک کارڈ روانہ خدمت کیا ہے جس میں آپ سے درخواست کی تھی کہ صحف ابراہیم سے آنتابی کا تذکرہ نقل  
فرمائے روانہ فرمائیں۔ پوٹا سے ہمارے دوست کا پھر تعاضد آیا ہے۔ براہ کرم فرست نکال کر خدا اس کام کو انجام دے  
دیں، بڑی عنایت ہوگی، امید ہے کہ مزاج گرامی قرین عنایت ہوگا۔ والسلام  
۲۱ جولائی ۱۳۴۲ھ

(۱۴)

بنام مختار الدین احمد آرزو

میرے محترم تسلیم،

آپ کا کارڈ باعث مسرت ہوا۔ آپ کی عنایت و توجہ کا بدلہ منوں ہیں، ارعد کی کافورنس اور مخطوطات کی  
مناقل اور وہ بھی بہاریں! یہ سلسلہ کا ایک عجیب واقعہ ہے، ہماری طرف سے مبارک باد قبول فرمائیے۔ آپ نے  
ہمارا کام کیا ہے۔ خدا آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ براہ کرم اہم قلمی نسخوں پر نوٹ تحریر فرمائیں، اسکو کسی اچھے رسالے میں شائع فرمائیں۔  
اور مجھے مطلع فرمائیں، فوازش ہوگی۔ آج ڈاکٹر چغتائی کو لکھ رہا ہوں، اعدان سے وہ اطلاع بھی طلب کر رہا ہوں، جواب  
آنے پر آپ کو مطلع کر دوں گا، فوازش کا ممنون۔ والسلام  
۳۱ اگست ۱۳۴۲ھ

محفوظ الحق

(۱۵)

میرے محترم و محرم تسلیم:

خط زمانہ کے بعد لکھ رہا ہوں، اور وہ بھی اپنی فرض کی بنا پر۔ فرض یہ ہے کہ ہمارے ایک پارسی دوست پرنا میں اپنی تلی کتابوں کی فہرست مرتب کر رہے ہیں، اس سلسلہ میں ان کو بائبل پر کے قصہ، تاریخ خاندان محمدیہ کے متون، ان کے نام کی مزودت ہے یہ کتاب غالباً کثیر صاحب کے آفس میں ہوگی اور وہاں ہفتہ میں مرتب دینا دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ کسی صاحب کو مقرر فرمادیں کہ وہ اس کام کو کر دیں۔ آنے جانے کا تذکرہ کل اخراجات وہ پارسی صاحب ادا کریں گے۔ کام یوں کر نام ہوگا۔

تصویر نمبر ۱ - طرح کا ہنا عمل لیاؤن -

نمبر ۲ - طرح جگمگون - عمل سوراخیں -

نمبر ۳ - طرح نقل چہرہ نامی فرخ و شکر گجراتی -

یعنی تصویر کے پیچے جو عبارت ہے اس کی سن و من نقل کی مزودت ہے۔ بعض نام نہایت غیر مانوس ہوں گے۔ ان میں اکثر ہندو ہوں گے۔ اس نے مذاکرات سے معلوم ہو جائیں۔ خان بہادر مولوی عبدالقادر نے ان مصوروں کے نام اپنی فہرست میں دئے ہیں۔ وہ فہرست اگر سامنے رہے تو آسانی ہوگی۔ ان تصاویر کا نوٹ بھی دو جلدوں میں شائع ہوا ہے لیکن مصوروں کے نام اکثر کٹے ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔

جو اجرت بھی صرف ہو آپ خیال نہ فرمائیں۔ آپ کا جواب آنے پر رقم روانہ خدمت کر دوں گا۔ مزودت ہے کہ کام نہایت سہولت سے آہستہ آہستہ اور کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ اگر موقع ہو تو آپ اس نقل کا مقابلہ فرمادیں۔ نئے لائبریرین صاحب سے یا زماصل نہیں، لیکن معلوم ہوا کہ نہایت خوب آدمی ہیں۔ اس گری کی تسلیل میں انشاء اللہ ان سے ملوں گا۔ جواب کے لئے کارڈ جاتا ہے۔ براہ مہربانی۔ یہ پارسی صاحب کے اصول پر طے کر رہا

محفوظ

ہوں۔ والسلام ۱۸ فروری ۱۹۱۵ء

لکھو: آپ کو خط لکھ چکا تھا، تو مجھے ایک بات یاد آئی، ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کو مرآت مسکندری کے مقدمہ کی نقل کی اشد مزودت ہے۔ شاید صفحہ ڈیڑھ صفحہ ہے۔ "فہرست" میں نمبر یاد نہیں۔ لیکن "ہندوستان کی تاریخ" کے ضمن میں اس کا نمبر مل جائے گا۔ براہ کرم کسی کاتب سے نقل کر کے میرے پاس بھیجادیں، جو اس وقت ہوگی فوراً روانہ خدمت کر دوں گا۔ لیکن براہ کرم آپ مقدمہ کی نقل کا مقابلہ اصل سے فرمادیں۔ کاتبوں کا حالی تو آپ کو معلوم ہے وہ نہایت غلط نقل کرتے ہیں۔

ڈاکٹر چغتائی کو آج ہی خط لکھ رہا ہوں، قاسم علی خاں افریدی کے بارے میں ان سے دریافت کیا ہے معلوم

۱۶

بنام ڈاکٹر فضل الدین اردو

میرے محترم و محرم تسلیم!

ایک ہفتہ کی غیر ماضی کے بعد کل جو پٹنہ سے واپس آیا تو آپ کا مفصل اور مکمل خط ملا۔ اتفاقاً نہیں کہ آپ

کا لشکر یہ ادا کر دیں۔ میں جو چاہتا تھا اس سے بھی زیادہ آپ نے مراد فرما دیا ہے۔ جزاک اللہ۔ چند سال ہونے میں نے لائبریرین کر لکھا تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ صاحب کا آؤگراف ہے اور براؤن (جلد چہارم) کے فوٹو کے خط سے بالکل مشابہ۔ لیکن آپ نے تو کاتب کا نام تک لکھ دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حاشیہ پر بعض اضافے مثلاً کے خط سے مشابہ معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کی یہ اطلاع نہایت اہم ہے۔ بہاہ کرم براؤن کی ٹریسری ہسٹری آف ریشیا (جلد چہارم) سے صاحب کے خط کا کس نکال کر دیران کے اضافوں سے مقابلہ کریں۔ اگر اس مقابلہ سے آپ کو کئی شے نہ ہو تو آپ تحریر فرمائیے۔ میں صاحب کے خط کا وہ نوڈروانہ خدمت کر دیں گا۔ اس سے مقابلہ میں آسانی ہوگی۔

دقیقہ ۱۴۱ اور متفرق اشعار کے قریب جو اضافہ میں وہ تو جملہ صاحب نہیں ہر سکتے کیونکہ ایک جگہ لکھا ہے: ولہ طالب تراء۔

ایک بات اور دریافت طلب ہے کہ فزل: سر و گلزار ارم یا قامت و بخت ایں۔ کے سامنے حاشیہ: پر جو عبارت ہے: "ایں فزل ایں جانیت" وہ فہم مبہم سی ہے۔ سارا دیوان صاحب کا ہے تو اس فزل کے سامنے اس اعتراض کی کیا ضرورت تھی کہ "ایں فزل ایں جانیت" یا یہ لکھا ہے: "ایں فزل ایں جانب نیست"۔ اس فزل میں تخلص کس کا ہے؟

المیدان سے ان امور کی طرف توجہ فرمائیے گا۔ آپ کی فوازل کا دوبارہ مشاہدہ ادا کرتا ہوں۔ والسلام  
عنون الحق ۵/۸ درگاہ مدوٹر کس کلکتہ

۲۷ مارچ ۱۹۵۲ء

(۱۶)

بنامہ ڈاکٹر ممتاز الدین احمد آرزو

میرے مکرم سلام مسنون

آپ کا مفصل خط باعث مسرت ہوا۔ آپ نے تو نہایت دلچسپ نسخہ دریافت فرمایا۔ ادا آپ نے جو کیفیت تحریر فرمائی ہے وہ میری مزودت کے لئے کافی ہے۔ صرف ایک چیز رہ جاتی ہے یعنی اس کے ایک صفحہ کا فوٹو کس صفحہ کا فوٹو لیا جائے اس کا فیصلہ آپ کریں۔ آخر صفحہ کا جس پر صاحب لکھا ہے۔ اور سند لکھا ہے۔ درج ہے، یا اندر کے کسی صفحہ کا۔ فوٹو کی حلدی نہیں ہے۔ لیکن بازار کے فوٹو گرافر تاروں کا فوٹو اچھا نہیں لیتے۔ یہ کام پرنیورسٹی کے PHYSICS یا کسی اور ڈیپارٹمنٹ میں اچھا ہوگا۔ ڈاکٹر ادا ہی مسن صاحب سے مشورہ فرمائیے۔ وہ ہمارے قدیم مہربان ہیں ادا ان کا مشورہ بہترین ہوگا۔ فرح کا تحفہ بھی تحریر فرمائیے گا کہ راز کر دیں۔ آپ کی پرنیورسٹی کب بند ہوتی ہے! آپ تعطیل میں چننے آئیں گے یا نہیں؟ سہارا ٹھیک نہیں ہے۔ مکن ہے کہ چلا بھی جاؤں۔

ہماری مطبوعہ کتابوں میں مجمع البحرین داراشکوہ دیوان کلبران اور رباعیات خیام ہیں۔ ایشیا ایک سوسائٹی کو لکھ رہا ہوں کہ مجمع البحرین آپ کے پاس۔ مانہ کر دی جائے۔ کامران کے سیکڑوں نسخے ہمارے پاس ہیں لیکن وہ ہیں



وقتِ احداثہ پندرہ (پندرہ) میں بکسوں میں بند ہیں۔ اگر گیا تو نکال کر معائنہ کر دیا گا۔ خیام کی قیمت بہت زیادہ یعنی مئیت روپے ہے۔ ہمیں جو نسخے ملے تھے وہ تقسیم ہو گئے۔ اس وقت امتحان کے پرچوں کی جانچ میں مصروف ہیں۔ جن میں پرکونی کام شروع کر دیا گا۔ انشاء اللہ

بقیہ خبریت ہے آپ کی زحمت و سہ اور عنایت کا۔ وہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ چھ سال سے جس چیز کا خواہش تھا وہ الحمد للہ آج ملے۔ اسلام

محفوظ الحق

۱۰ اپریل ۱۹۸۰ء

(۱۸)

بنام ڈاکٹر ممتاز الدین احمد سندھ

محترم محترم تسلیم۔

آج دس دن کے بعد سے واپس آیا تو آپ کا ۱۳ کا مفصل خط ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ علی گڑھ محسن میری مدد سے گئے ورنہ اگر آپ نہ ہاتے تو معلومات مجھے کون بھیجتا اور اس گہرے مطالعہ کی زحمت کون گوارا کرتا۔ آپ نے ایک عجیب انگشت کیا، کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ خواجہ اس کے خیر عطا فرمائے۔ آپ محقق ہیں اس لئے آپ جو کہہ سکتے ہیں وہ معقنہ انداز میں، کوئی دوسرا ہوتا تو صاحب و عادت کے خط میں تیز بھی نہیں کرتا۔

عادت، صاحب کا خاص کاتب تھا۔ اسی عادت کے ہاتھ کا ایک نسخہ کلیات صاحب کا بانی پدی ہے۔ ایک قرب مسجد یار جنگ بہادر کے کتاب خانے میں اور چند ایمان کے کتاب خانوں میں۔ صاحب سترہ کے بعد بھی زندہ تھا۔ سماعتین کی شہادت کے علاوہ اس کی قبر کا کتبہ چند سال ہونے لگا ہے۔ اس پر جو سنہ درج ہے وہ یاد نہیں۔ لیکن سترہ کے چند سال کے بعد ہے۔

آپ یہ سس کر خوش ہوں گے کہ آج ہی ملاس سے کلیات صاحب کے پہلے صفحہ کا نوٹ آیا ہے جو تمام و کمال صاحب کے ہاتھ لکھا ہوا ہے۔ پہلے یہ نسخہ زبان کرناٹک کے پاس تھا اور اب ایک بزرگ کے پاس در اس میں ہے۔ اب۔ ان دو نسخوں کے نوٹ کا سوال۔ ہذا اس سے جو نوٹ آیا ہے وہ CABINET سائز سے کچھ بڑا ہے اور نہایت صاف ہے۔ پانچ روپے صرف ہوئے ہیں۔ وہاں کا چارج کیا ہے؟ مزید تحریر فرمائیے کہ معائنہ خدمت کردوں۔ اگر یہ کام پزیر شدگی کے BOTANY یا PHYSICS ڈیپارٹمنٹ میں ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ COPY کا کام ذرا مشکل ہے اور نوٹ کو گراف نہیں کر سکتا۔

بہر حال اگر آپ کی دعا لگی سے پہلے یہ کام ہو جاتا تو بہت بہتر ہوتا۔ امید ہے کہ میرا پہلا خط آپ کو ملا ہوگا

والسلام اخلاص کیش محفوظ الحق

۲۲ اپریل ۱۹۸۰ء

(۱۹)

بنام مولوی سید لطافت علی صاحب بریلوی

محترم و مکرم تسلیم۔

رسالہ مصنف کی دوسری جلد کا آٹھواں نمبر ملا۔ شکریہ قبول فرمائیے۔ آج سے پہلے آپ کا رسالہ میری

نکڑے نہیں گوزا تھا اور انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں گوزا تھا۔ اسی نمبر کے مضامین علمی و تحقیقی ہیں اور مجھے بے حد پسند آئے۔ آپ کے رسالہ کا سیمار بلند ہے۔ ہمیشہ بلند رکھیے۔ مجھے گزشتہ نمبروں کے دیکھنے کا اشتیاق ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائی کہ گزشتہ نمبر و قریبی بغرض فروخت موجود ہیں یا نہیں؟ جواب جلدیوں۔ والسلام  
۲۱ اکتوبر ۱۹۶۲ء  
آپ کا

محمد محفوظ الحق (پروفیسر عربی و فارسی)

محمد، خطوطِ رائل، ایشیاٹک سوسائٹی کے پتہ پر نہ ارسال فرمائیں۔  
مولوی ابو علیٹ صاحب مدنی، ایم اے کامنویٹنٹنی لائبریری کے چند نامدار اردو خطوطات "آپ کے صنف"  
پاکسی اور رسالہ میں شائع ہوا ہے یا نہیں؟

# مولوی ہیش پرشاد

( ۱ )

بنام ربیعہ سعید حسن رضوی ادیب

مکرمی!

تسلیم۔ آپ جانتے ہیں کہ اہل ہندو کے یہاں دیوالی سے حساب کتاب بدل جاتا ہے۔ چنانچہ ارسال کی دیوالی سے میں نے اپنا وظیفہ یہ مقرر کیا ہے۔۔۔

مالکاکریں گے ہم بھی دعا ہم یار کی آخر قدر دینی ہے دعا کا اثر کئے ساتھ  
بعداً غالب کے متعلق میں کب نہ تنقید ہو سکتی گا کہ برا وظیفہ بدل جائے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔

غالب کے خطوط کے سلسلے میں مزوری ہے کہ دیگر مشاہیر کے خطوط کو بھی حتی الامکان بخوبی دیکھ لیں۔ چنانچہ اسی اثر کے باعث مشاہیر اردو کے خطوط "نامی ایک چھٹی کسی کتاب تیار ہو گئی جو علیحدہ ارسال خدمت ہے۔ برلہ ہرمانی اس کے متعلق اپنی قیمتی رائے کا اظہار کیجئے اور مجھ کو شکوہ گزاری کا موقع بخشنے۔ مزید شکوہ گزاری خطوط غالب سے متعلق ہے۔

بندہ: ہیش پرشاد۔ صدر شعبہ فارسی دارود۔ کولف خطوط غالب وغیرہ

ہندو دیوی پورسٹی بنارس ۸ دسمبر ۱۹۳۲ء

( ۲ )

بنام ڈاکٹر زور

بندہ خواہ!

تسلیم۔ امید کہ آپ بخیریت تمام پہنچ گئے ہوں گے اور اپنے کام کاج میں بہترین مصروف ہوں گے لیکن ذرا ان امور کے لئے تکلیف فرمائیے:

۱۔ سہراکب کہا گیا تھا۔ جس اخبار میں دسج ہوا اس کا حوالہ رقم فرمائیے۔

۲۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عاینباب نواب سالار جنگ کے کتب خانہ میں مرزا غالب کا ایک قصیدہ ہے اور چند خطوط چیران کی

نقلیں مرحمت فرمائیے۔

۲۔ ہذا کیسٹیں ہمارا اجر و سرکش پرشاد صاحب کے پاس اگر مرزا کے خطوط نام جناب مرین صاحب ہیں تو ان کی نقلوں کے لئے کوشش کیجئے۔

آنا کام کچھ کم نہیں کہ اور لکھوں۔ باقی آئندہ۔

خدا کرے کہ سرتج پیر الہیاء جو کہ جلد طاعت ہو سکے۔ زیادہ سلام!

احقر العباد: ہمیشہ پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۹، فروری ۱۹۳۶ء

(۳)

لطف و کرم فرمائیے!

تسلیم۔ سب سے پہلے میں ندامت کا اظہار ضروری خیال کرتا ہوں۔ اس کے بعد معافی کا خواستگار ہوں۔ آپ کے صلائی کریمان کا مداح ہوں۔ اگر چہ میری طرف سے جواب دینے میں کوتاہی ہوئی تاہم آپ نے مجھے برابر یاد دلا دیا۔ شکریہ و ملی شکر قبول فرمائیے۔

حال یہ ہے کہ پچھلے دنوں صحت اچھی نہ تھی اسی حال میں بعض امتحانی امور کی تکمیل سے لمبی گریز نہ ہو سکتا تھا۔ خدا کا شکر ہے سب اچھا ہوں اور غالب کے باب میں کچھ نہ کچھ لکھ دیا ہوں۔

آدم بربر مطلب، رستم (مطبوعہ بریلی) و لطائف غیبی کے نسخے مل چکے ہیں شکر ہے۔ ان کے لئے آپ تکلیف نہ فرمائیے۔ ان اگرچہ دستگیر کا وہ نسخہ تیسرا کئے جو مطبوعہ آگرہ سنہ ۱۸۵۸ء ہے تو وہ کام کا ثابت ہو گا۔ وعدہ ہوا کہ میں نے اسے دیکھا لیکن پھر بھی بیچنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ نامہ غالب کا محض وہ ورق ہاتھ لگا ہے جس کے آخر میں درج ہے۔

”الحمد للہ کہ نجم الدولہ اسماعیل خان مرزا غالب کا خط موسومہ مرزا

رجیم بیگ صاحب الخ“

انقصہ مرزا غالب، سید چٹیں اور رسالہ آئینہ ادب حیدرآباد کے مسخوں کو بذریعہ رجسٹری بھیجنے کی تکلیف گوارا فرمائیے۔ اصل لکھ بند ہے اور میری صحت لمبی درست ہے لہذا حقی الامکان جلد مرزا غالب، سید چٹیں سے ضروری امور کو نوٹ کر کے انہیں واپس بھیج دوں گا۔ رسالہ آئینہ ادب کا یہاں تیسرا آنا لیکن امر ہے اور آنجناب کا لسان بہا معصوم یقیناً ایسا ہے کہ میں اس رسالے کو اپنے پاس رکھوں میں صاف بات یہ ہے کہ رسالے کی قیمت کے ٹکٹ اس وقت بھیج دوں گا جس وقت مرزا غالب اور سید چٹیں دو آپس کو مل گئے۔ ظاہر ہے کہ رسالہ کو علیحدہ بذریعہ ڈاک منگانا نامہ سختی سے فرج ہوا ہے۔ لہذا آپ کو تکلیف دے رہا ہوں کہ آپ میرے لئے ہمارے کتاب حالاتِ فخر کے متعلق۔ مرزا غالب کی کتاب بر زبان اردو مباحثہ بہرہ ان ملاحظہ کے سلسلے کی ایک کٹی۔

بہ مباحثہ۔ برہان ملاحظہ کے سلسلے کی ایک کٹی۔

وہ فارسی کلام جو کلیات فارسی کی اشاعت کے بعد چھپا۔

رہا زینتاً غریبہ کے رسل کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔

انقلاب اور سید جین کے بعد غالب کی کتابوں میں سے پنج اہنگ کا وہ نسخہ باقی رہ جاتا ہے جو کہ سنہ ۱۸۴۹ء میں دہلی سے نافع ہوا تھا اس کے ہیئر آنے پر بعض خطوط کی تاریخوں پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ امید کہ آپ کی سنی پلین سے اس کا دوبارہ طبعی نصیب ہوگا۔ زیادہ یہ کہ آپ کی حلیات کا پھر شکہ گذار اور اپنی کوتاہی پر معافی کا خواستگار ہوں۔

اسحق العباد: ہمیش پرشاد ہندو یونیورسٹی بنارس ۴۴ جولائی ۱۹۳۶ء

(۴)

بنام ڈاکٹر زور

لطف و کرم فرمائے من!

تسلیم میں نہیں جانتا کہ کس الفاظ میں معذرت کا خواستگار رہوں۔ آپ کی زبردست عنایت ایک طرف اور میری غفلت دوسری طرف۔ چونکہ کچھ مہینے میں یونیورسٹی بالکل بند تھی (اور اب ۹ جولائی کو کھلے گی) میری صحت بھی بالکل درست ہے۔ لہذا غالب کے باب میں بعض جگہوں میں چھپنا مصلحت امیر تھا۔ چنانچہ کچھ دو مہینے کے اندر کئی مقامات میں پہنچا اور کچھ مفید مواد حاصل ہوا۔ ٹاک خانے کو بند۔ یہ گیتا تھا لہذا ڈاک برابر ملتی تھی۔ پہلے آپ کا لاف ملا اور اس کے بعد آئینہ ادب کے دو گراں قدر پرچے ملے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ چٹری اور روداد ایک تریہ کہ آپ نے میری ناچیز التماس پر اخبارات کی اور ان گروائی فرمائی دوسرے یہ کہ مجھ ناچیز کو یاد کر کے تمنا فرمایا۔

دوران سفر میں اطمینان کے ساتھ خطوط کا جواب دینا مشکل امر تھا۔ لہذا آج جواب دے رہا ہوں جبکہ بنارس پہنچ گیا ہوں یونیورسٹی ۹ جولائی کو کھل رہی ہے۔ اب کہیں اور جانا مشکل امر ہے۔ ہاں ابھی عرض کروں کہ میں نے یونیورسٹی سے تین ماہ کی رخصت مانگی ہے۔ تاثر غالب کی کیل حتی الامکان جلد ہو سکے۔ رخصت کے بارے میں ابھی مناسب فیصلہ نہیں ہوا لیکن قوی امید ہے کہ فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔

بھلا تاثر غالب اور سید جین کب تک روزِ روز فرمانے کی رحمت برداشت کریں گے۔ آئینہ ادب بلاشبہ ایک عمدہ رسالہ ہے میں بھی کچھ کھوں گا لیکن ذرا اطمینان نصیب ہو جانے کے بعد۔ متوقع ہوں کہ جواب میں جو میری ہوئی ہے اس کے لئے آپ مجھے معاف فرمائیں گے اور چونکہ میں روزِ نہیں ہوں لہذا آہستہ آہستہ ہی کام کر سکتا ہوں۔

اسحق العباد: ہمیش پرشاد ہندو یونیورسٹی بنارس یکم جولائی ۱۹۳۶ء

(۵)

بنام ڈاکٹر زور

لطف و کرم فرمائے من!

تسلیم۔ آپ یہ جان کر خوش ہوں گے کہ طلبہ کتب میں سے دیوان غالب اردو مطبع احمدی ہتم اسرجان والا نسخہ نہیں ملا۔ تاثر غالب آپ بھیج ہی دیں گے۔ باقی کتابیں مل گئیں بہت اطمینان ہے آج پچھار روز ہے کہ میں چٹلی پر ہوں اور ہر دن

غالب جس لگا ہوا ہوں۔ آپ براہ کرم نامہ غالب بذریعہ جبرئیل مرحمت فرمائیے۔ جلد واپس کر دوں گا۔ ان کل سنانے غالب کے دوسرا کام نہیں۔ سید حسین کے تین نسخے ملی ہیں میٹر گائے اس لئے مطلق ضرورت نہیں۔ اس کے بچنے کی تکلیف نہ فرمائیے۔  
باتی خیریت ہے۔

احقر العباد: مہیش پر شاہ۔ ہندو پونیورسٹی بنارس ۲۲ فروری ۱۹۳۶ء

(۶)

رام۔

میر۔ کے کرم فرما!

تسلیم آپ کے دو خط ملے۔ جن جواب نہ دے سکا۔ حال یہ ہے کہ میں لاٹریس لیا تھا۔ وہاں ہی طبیعت کچھ غریب ہوئی۔ مٹی تک نہ جا سکا۔ صحت قذیب کے بارے میں کچھ نہ جان سکا۔ میرا مطلب اس کتاب سے تھا جس کا ذکر آپ نے کیا ہے۔ میں نے اسے سرسری دیکھا تھا۔ ایک صاحب ناگڑے کے ہیں وہ بھی فیملی پر کچھ لکھ رہے ہیں۔  
دیوان غالب اردیشن اولیٰ کی نقل میں تقریباً سات لاکھ روپے کا خرچہ ہے۔ ہاں یہ امر واضح رہے کہ اکثر صفحات کرم خود وہ ہیں۔ پس کچھ اشعار کی ترقیم دوسرے نسخوں کے سہارے ہو سکتی ہے۔ نقل کرانے میں کچھ تامل نہیں لیکن محاط زیادہ سود مند نہیں معلوم ہوتا۔  
جیسا ارشاد ہو کیا جاوے۔ میں وہاں ہی بیٹھنے سے باز ہوں لیکن اب صحت پہلے سے اچھی ہے۔ تروہ نہ کیجئے۔ امید کہ مارچ کے اخیر یا یوں کچھ اپریل کے دوسرے ہفتے تک بالکل اچھا ہو جاؤں گا۔

مصر کے دو چار اخبار جو آسکتے ہیں بھیج دیجئے۔ ذرا موجودہ زبان سے کچھ فائدہ اٹھاؤں گا۔ کیا قرآن شریف کا کوئی ایسا نسخہ دستیاب ہوا جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں۔

جواب بہت دیر کے بعد آپ کی خدمت میں پہنچ رہا ہے۔ معاف کیجئے۔

مہیش پر شاہ۔ ہندو پونیورسٹی بنارس ۸ مارچ ۱۹۳۶ء

(۷)

بندہ الہ بن ہاشمی

بندہ نواذ!

تسلیم شکر ہے کہ میرے ناچیز مسودے کو آپ نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ ایک عرض ہے کہ مجلس اشاعت دکنی خطرات سے جو کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کی مکمل خدمت چاہئے تاکہ کتابوں کا نام و دام معلوم ہو جائے تو لاٹری میں لگائی جائیں۔ اگر خدمت مطلوب نہ ہو تو کتابوں کا نام و دام لکھو اور بھجوا دیجئے۔ بہت شکر گزار ہوں گا۔ میں نے مجلس اشاعت کو لکھا تھا مگر جواب سے محروم رہا۔ اس لئے زحمت دے رہا ہوں۔

خواندہ دکن کی اردو خدمات کو میں نے ابھی تک نہیں دیکھا منگوا لی جائے گی۔ بہت بہت شکریہ۔

مستطاب مہیش پر شاہ۔ صدر شعبہ اردو بنارس ۱۳ فروری ۱۹۳۶ء

( ۸ )

بنام مکمل نام

مہرام

نستے۔ میں کچھ تشریف آں حالت میں تھا کہ آپ کا خط بکایک اسکندریہ سے آیا۔ میں سمجھتا تھا کہ اب آپ واپس آئے ہیں۔ راجہ رائے کیسے لکھ کر دیا، جا آئے گا۔ خیر یہ امر موجب مسرت ہے کہ آپ جلد وطن مالوف میں تشریف لادیں گے۔ غم نہاد جاوید کی، دوسری، چوتھی اور پانچویں جلدوں کو مجھ اوروں کا ہر ایک جلد کا دام چھ روپے (۸ روپے) سے نیا دہ نہیں دیکھ لیا۔ بے یہ جلدیں ہیں۔ تینوں جلدوں کے پیچھے ہر ایک بھیج دیکھے گا۔ ہر ایک خانہ سے ڈاک موصول وغیرہ کا بھی پتہ سلیا ہے۔ خداوند غالب کے نام ہیں: منشی بزرگ پال بخت، قاضی عبدالجلیل بریلوی، مولوی عبدالرزاق شاکر، مرزا باقر علی خاں کاکل، مرزا حسین علی خاں شادان، منشی بانی بخت، منشی غلام مسیح، منشی فضل، شاہ فرزند علی ہادی، عبدالرحمن تحسین پانی پتی، نواب پست مہر، نواب کلب علی خاں، نادر شاہ خاں، منشی رام مونس، شید فرالدین، نیدر الماسلی وغیرہ وغیرہ۔

غالب کے زمانے میں یا ان کے بعد جو تذکرے منوں ہر شے میں ان کو کا حق اس وقت نہیں کھٹکنا۔ لیکن میں سے دو ایک ضرور ہٹا کر سکتا ہوں۔ تذکروں کے علاوہ کئی کتابیں ایسی ہیں جن میں غالب کا ذکر ہے۔ چنانچہ محض تذکرے نہیں بلکہ ایسی مضامین کی خدمت کسی حد تک رتب کی ہے جن میں غالب کا ذکر ہے مثلاً تذکرہ شعرائے ہند از فہرست صاحب مولوی کریم الدین مطہر شاہ علی، آثار اصناف و اید از سر سید، مثنوی شعرا از نسخ، تاریخ شعرائے ہند از پیش کش کالج میگزین لاہور، مثنوی شعرائے ہند از رشاد حقیر بلگرامی، شہرہ اگرہ جنوری ۱۹۳۵ء کی کتابت خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی۔ منشی درگاہ شاد کفری دہلی، مچن انداز، مطبوعہ شاد اعظمی۔ اس میں شاعرات کا تذکرہ ہے۔ یہ دو مکتوب میں شائع ہوا تھا۔ دوسرا حصہ بنام میں انداز بھیج سکتا ہوں۔

طہران کا مطبوعہ قرآن چھپتی قطع والا آپ نے خرید لیا تھا۔ بہت اچھا لیا تھا۔ لاہوری کے لئے طہران کا مطبوعہ قرآن نادر کا ترجمہ والا ضرور خرید لیا گیا ہے۔ طہر چھپتی قطع والا میں اپنے پاس رکھوں گا۔ میرے پاس اس طرح کئی مقامات کے مطبوعہ قرآن کجا ہیں۔ دیران غالب کا نسخہ بھرپال میں ہے۔ اس کے متعلق آپ کسی کو کچھ نہ لکھئے۔ جب آپ ہندوستان میں اطمینان کے ساتھ رہیں تو جناب ڈاکٹر عبدالغنی غنڈہ سے بات چیت کر کے کچھ کسی کو لکھئے گا۔

خطوط غالب کی دوسری جلد کب شائع ہو کچھ پتہ نہیں، کچھ میں نہیں۔

کون جیتا ہے نئی زلف کے سر ہرنے تک

یہ بات آپ نے خوب کہی ہے۔ کبھی کبھی مجھ پر بالی کی کا عالم طاری ہو جاتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو کچھ مراد کہا گیا ہے وہ مناسب طور سے مستعمل نہ ہو سکے اور میں ملک عدم میں پہنچ جاؤں۔ کوئی صاحب اطمینان کے ساتھ سب کچھ سمجھیں اور مناسب تر کے ساتھ تمام چیزیں مجھ سے لے لیں اور لکھیں تو اچھا ہوگا۔ میرا جو حال ہے کیا لکھوں۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ انشاء اللہ کتاہ ملی نہ ہوگی۔ مگر بھگتا ہے چراغ صبح خورشید ہوتا ہے۔

خدا کرے کہ آپ جلد ہندوستانی تشریف لائیں اور ہفتہ وار سہ ماہی میں رہنے کا اتفاق ہو۔  
جلی پور ممالک متحدہ میں ایک اہم شہر ہے۔ یہاں کے ملاو کا ذکرہ فارسی معرکہ یزیدی ترجمہ شائع ہوا ہے۔ غالب  
شاگرد یا مکتوب الیہ کا ذکر اس میں نہیں۔ اگر اس کی ضرورت ہو تو لکھئے گا۔ اس تذکرے کا علم بہت کم لوگوں کو ہے۔ میں  
نصا اتفاقاً مجھے اس کا علم ہوا ورنہ میں بھی اسے نہ جانتا تھا۔ خیم خانہ کی جلدیں بذریعہ ڈاک ہفتہ عشرہ بعد روانہ کر سکوں گا۔  
عذرت کے لئے الہ آباد ضرور جانا چاہئے۔

ہمیش پرشاد۔ ہندو نیوز سٹی بنارس ۳۰ مئی ۱۹۲۷ء

( ۹ )

محترم و مکرم! نئے۔ ایک نفاذ بھیج چکا ہوں۔ پہچان ہوگا۔ خیم خانہ جاوید کی جلدیں دو پیکٹوں میں کر کے بھیج رہا ہوں۔ کیونکہ ایک پیکٹ میں  
۱۰ جلدیں۔ جلد دوم ۶/۱۔ چہارم ۱۱/۱۔ پنجم ۵/۱۔ جلد دوم کا دام بڑھا دیا ہے۔ بہت کم کوپیاں اس لی ہیں۔ کچھ بالکل خراب حالت میں  
ہیں۔ جو ابھی نکلی اور سے بھیج رہا ہوں۔ ایک باب سیلر کی معرفت خریدیا ہے۔ اس کو کل ۱۱/۲ دینے پڑے ہیں۔ ۲۵  
من ہو گیا ہے۔

جو کتابیں اور ضروری ہیں ان کو بھیجنے کا انتظام کروں گا۔ مہتاب داغ کی اگر ضرورت ہو تو آئندہ بھیج دیا جائے گا۔ اس کے  
لمبے نہ گئے۔ فی کاپی تین روپے دام ہے۔ باقی سب خریدت ہے۔

بندہ ہمیش پرشاد

بعض لوگ مختلف ملکوں کے استعمال شدہ ڈاک خانے کے ٹکٹوں کو پہلے ہی مختلف قیمتوں کے استعمال شدہ ٹکٹ  
تہ گوارا فرمائیے گا۔ ڈاک خانہ کی ہدایت کے بموجب کتابوں کو پیک کیا ہے تاکہ سب ضرورت ڈاک خانہ ان کی

۷۔

بندہ ہمیش پرشاد۔ ہندو نیوز سٹی بنارس ۱۴ مئی ۱۹۲۷ء

( ۱۰ )

بندہ فرازا!

نصف۔ آپ کا ایک خط نمبر ۲۸ مئی اور دوسرا نمبر ۱۱ جون دونوں ایک ساتھ ۱۹ جون کو ملے۔ شکریہ۔ لاں چیک

میں ۲۵ جون کو مل چکا ہے۔ دیکھیں گا اگر کوئی کتاب کام کی مل گئی تو سب کو ایک ساتھ بھیجوں گا۔ ان اگر چھ کتابیں  
بلقان کو بھیج دوں گا۔ تین کتابیں علیحدہ بھیج رہا ہوں۔ مہتاب داغ اس کے آخر میں ہوتا نہیں ہیں ان سے بعض مافات کا



بڑا گلاسپاسا، ارسلے نے کیا ہے۔ تذکرۃ العلماء جن پر وچھن اہل از حد دوم۔ متغیر بلگرامی کا تذکرہ جولوہ حضرت نہیں ملتا۔ آثار الصوفیہ  
تذکرہ تہذیبیہ ہندوستانی کریم الدین) اور شیل کلچر میگزین شہرہ، اشاعتیں متغیر کے نسخے ایک جگہ پر نہیں۔ کوئی چیز کسی ٹائپریری میں  
اور کوئی کسی میں۔ یکایات تراجم، نیز مکہ تری کامل جلتے گا۔ باقی مطبوعات میں سے ضروری باتوں کو نقل کرنا کیج سکتا ہوں۔ مزید  
جہاں میں ہوگا۔

روز الدین ذہابو اسطی کا ذکر ہوں۔ ذہابو نے نقل رکھنے والی ایک تاریخ ہے، اس میں سب کلام نہیں ملا میں کوشش میں  
مضمحل ہو کر قوی مانت اب عوام میں اعتدال کمال

لکھنے نے بی بی کا بہتر نام آسان ہو رہا ہے پھر بعد ازاں اس کیوں نہ ہو جاؤں۔ خیر شیت انروی میں پس کیا۔  
نہ ہو رہا ہے۔ کتاب کے مکتوب، اب بے مالہ بہت کچھ جس کے ہیں۔ اون کی ہر ایک قصصیت پر کچھ نہ کچھ۔  
ب۔ لکھنے نے تاریخ امتیاز سے مزین کتب میں وغیرہ وغیرہ۔

نکلیوں کے خواہاں بہت سے تھے۔ میرا تملین اسلامک کچھ سے ہے۔ اس لئے اسلامی ممالک کے ٹکٹ بچے  
لوگ مانگا کر لے رہے ہیں۔ میں جب ایران گیا تھا پھر ٹکٹ لے گیا تھا۔ لوگوں نے لیا۔ اب تھافے سننا کرتا ہوں۔ ٹکٹوں سے  
خود سے بہت شکر کرتا ہوں۔ اس لئے اسلامک ممالک سے نقل رکھنے والے سیٹ کا لحاظ نہ کر کے متفرق طور سے کبھی  
تھافے سے کوشش کرنے کی حلقہ فرست رہے ہیں۔ جو ٹکٹ وہاں بے سود سمجھے جاتے ہیں وہی یہاں اہمیت کی نگاہ سے دیکھے  
ہیں اہل لوگ اسی کے خواہاں ہیں۔ میرے پاس بھی اہل اصرار کے کچھ ٹکٹ جمع ہو گئے ہیں۔ ایران کے ٹکٹ زیادہ ہیں کبھی بھی بچوں  
رہنمائی کے سامان ہر جگہ ہیں

آپ نے فوٹو طلب کیا ہے۔ جس اتفاق کہ کل ہی فوٹو والے فغانے کو کسی دوسرے کام سے نکالا تھا۔ ۱۹۳۶ء میں  
غالب کی تکمیل میں لگا ہوا تھا اس وقت ہر ضروری کو فوٹو کیا گیا تھا اسی کی دو کاپیاں فغانے میں ملیں۔ ایک کاپی حسب  
بیج دے رہے ہیں۔ اس کا بلاک ۱۹۳۶ء کے بعض اخبارات میں نکل چکا ہے۔ اچھا صاحب، آپ بھی اپنا ایک فوٹو بیچنے کی فکر  
گوارا فرمائیے شکریہ۔

ہندوستانی افادی کا حال کیا کہیں۔ الہ آباد جاؤں گا، کھٹ کھٹائی گا، قرآن شریف مطبوعہ ملہاں آپ نے دعا  
شکر یہ ناشدہ اللہ دو چاروں میں آجائے گا، یقیناً اچھا ہی ہوگا۔ زیادہ مستے!

مہیش پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۲۴ جون ۱۹۳۶ء

( ۱۱ )

بنام مالک رام

بندہ فرازا

مستے۔ آپ کے خطوط و بارہ حیران اور مرزا غالب ملے۔ فوٹو گراف بھی ملا۔ بہت بہت شکریہ۔ حیران صاحب  
بریلی میں اور مکنتو میں ملے کے اتفاقات ہوئے ہیں۔ خوب آوی تھے۔ انہوں نے کوئی نرینہ لاد نہیں چھوٹی۔ ان کی یہ بریلی

اس درمیان میں کچھ جان نہیں سکا۔ ان کے پاس علمی و ادبی کتابیں تھیں۔ کسی کتاب پر غور کیا تو دیکھ گئے ہیں۔  
کلیاتی نیری سب سے بڑی دھڑکی ہے۔ اس کی شادی ۲۳ اکتوبر کو ہوئی۔ کیسے کہوں کہ آپ نے ایک ہرگز عزت افزائی کر دی۔  
ہاں یہ ضرور عرض کروں گا کہ دماغ نے تیر کر لیا کہ یہ کام بخیر سر انجام پائے اور وہ آئندہ سکھی رہے۔

جناب میں جو کچھ ہوا ہے اس سے آپ کے اعزہ و اقارب کو نقصان ضرور پہنچا ہوگا۔ خدا کرے کہ بخیر و عافیت ہوں۔  
کلیاتی کی شادی کے بعد ۸۵ میں بھی وقت زیادہ صرف ہو رہا ہے۔ یہ بھی اور مصروفیت کے باعث۔ آلات عجیب چیتے  
بشکل تمام خطوط کل ملے۔ آج جواب دے رہا ہوں۔ مجبوری ہے۔

کلیات خواجہ عزیز گھنسی کے لئے لکھنؤ میں کوشش کی نہیں تھی۔ یہ غیر فائدہ کی یاد دہانی ہے کہ اپنے لئے میں نے پہلے  
لاش کیا تھا، انہیں ملا۔ بنارس سنسکرت کالج کے پرنسپل گریفٹھ کا انگریزی وید نہیں تھا۔ تاہم دوکان داروں سے کہہ دیا ہے۔ اگر میسر  
آیا تو خریدوں گا۔

جنوں صاحب کے حالات کچھ چکا ہوں۔ جوہر کے بارے میں آپ کیا چاہتے ہیں۔ جس خط میں جوہر کے بارے میں  
آپ نے تفصیلی باتیں لکھیں وہ تو مجھے ملا نہیں۔ مگر تکلیف کر کے لکھئے۔

خطوط غالب کے متعلق جو آپ کے خیالات ہیں ان پر عندا ندر مسرت خود کروں گا تب لکھوں گا تاہم سبوں کے باب میں  
کچھ لکھنا بڑا بھاری کام ہے۔

مساب داغ ۲/۲، تذکرہ ملائے جون پور۔ ۳/۱ ہے۔ روپوں کی ضرورت نہیں۔ ہندوستانی اکادمی کا حال اوروں کے  
سے میں اچھا نہ رہے گا۔ یوپی میں ہندو کا زور ہے۔ خطوط غالب ممکن ہے کہ کہیں اور چھپیں۔ ہندوستانی اکادمی ارور کے لئے بہت مہم  
نابلت صرف کر سکے۔ اگر آگاہ جاؤں گا تو پتہ لوں گا کہ کیا ہو سکتا ہے۔

جنگل آپ نے اسل کئے ملے بہت بہت تھکے۔ یہ جگہوں کے لئے مزید تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ جو باسانی  
بیترا تیں متفرق طور پر صرف انہی کو بھی بھیج دیکھئے۔

مثنوی نبی بخش بقیہ کے نام کے خطوط کو میں نے دہلی میں جناب آفاق صاحب کے پاس دیکھنا تھا۔ اصل خط نہیں نقلیں  
ہیں لیکن تصنیف یا جعلی نہیں۔ ان سے جو باتیں ہوئیں ان کی وجہ سے مانگا مناسب نہیں خیال کیا۔

میں اچھا ضرور ہوں لیکن تفکرات کا شکار ہوں۔ کلیاتی کی شادی ہو گئی مگر اس کی تعلیم کا معاملہ ڈانٹاں ڈول ہے۔ میرے بچے  
کی تعلیم کے لئے مشکل تمام اس کا داخلہ ہوا تھا مگر اس کے چڑھانے کے لئے مال مثول ہو رہا ہے۔

آپ کے لئے کوئی اور کتاب خرید نہیں سکا۔ قرآن شریف مطبوعہ طہران بہت اچھا ہے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ میرے  
پاس مصروف اور ایرانی نے مطبوعہ نسخے جو گئے ہیں۔ رسم الخط کے اعتبار سے سبوں میں کچھ نہ کچھ فرق ہے۔ اس امر کے متعلق ایک اچھا  
ضمیمہ لکھا جاسکتا ہے لیکن فرصت کہاں۔ ہندوستان کے جو حالات ہیں ان کی وجہ سے خطوط غالب مجدد دوم کی طباعت میں محبت  
سے کام نہ ہوگا۔ چاندی ویدوں کے انگریزی ترجمہ کی بابت دریافت کیا۔ میرے آگاہ و شمار ہے۔

نعم خاتمہ جاوید کی تکمیل کا کام جناب پنڈت برج بون دتار کی قیمتی عاصم کی زانت خاص کے ساتھ وابستہ ہے۔ پانچویں ہجرت

معدا آمدن سے دیر کیا گیا ہے کچھ تہ نہیں لکھیں کی صورت مشکل ہی معلوم ہوتی ہے۔  
جناب جنرل کے نام کے خط غلطیوں سے گزرے ہیں اور میں سب سے پرانا لغو ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء کا خط لکھ کر  
متعلقہ پتہ پر نہ جا سکا اب بھی نہیں رہا ہے تلاش کر کے پھر لکھنے کی کوشش کروں گا۔ زیادہ سلام  
ہندو میش پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس۔ ۱۹۵۰ء  
آپ کی مغلوبہ کتب کے لئے کوشش کمال کا کہ جلد متیاروں میں آجائے اور میری طرف سے ناچیز پیش ہے۔

میش پرشاد

(۱۲)

نام مالک نام

میرا نام  
فیسے۔ صاف بات یہ ہے کہ ۲۳ اکتوبر کو کتاب کی تلافی ہوتی۔ اس سلسلے میں کاغذات ادھر ادھر ہوئے۔ آپ کے  
خطوں کو اپنے خیال میں اس وقت تک نہ لکھا کہ مل جاوے گا۔ غور و دہری بات یہ ہے کہ کتاب کی سہجی جو اس کی ہیں ہے وہ بھی قابل شائع ہے  
اس امر کی جستجو ہے کہ پرنٹنگ اس کی تلافی بہ جلد سے رائیو یا ملک ہے۔  
آپ کے اعلیٰ مالکوں میں اب کے عزیز و دوست داروں کا کیا حال رہا۔ کتب تک ہندوستان میں آپ قوم کو بھونکا گیا  
زیادہ زیادہ معافی کا خواستگار۔

میں بھنکا ہوں کہ بہت قریب قریب نام باتوں کا جواب کہہ چکا۔ باقی کیا ارشاد فرمائیے۔ فقط!

میش پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۱۱ دسمبر ۱۹۵۰ء

(۱۳)

نام ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب آرژو

میرا نام

تسلیم۔ آپ کا لغو و محترمہ ۱۳ جون ۵۰ء آپ کی توجہ و بہت عمدہ ہیں۔ خدا کرے کہ پوری کامیابی نصیب ہو۔  
میں اس وقت تعطیل گرام کی وجہ سے امرکٹنگ کے پہاڑی علاقوں میں آیا ہوں۔ ہفتہ عشرہ کے بعد بنارس واپس پہنچ جاؤں گا  
اس وقت غالب اور برطانوی بادشاہ کے بارے میں مضمون لکھوں گا۔ غالب کے فارسی لکھام کا ایک مجموعہ بنائے میاں نازو  
خدا بخش لائبریری پٹنہ میں ہے۔ ابتدا میں فارسی لکھام اسی نام سے لکھا ہوا ہے۔ حسن اتفاق کہ آپ اس وقت ہاسانی اس کو  
دیکھ سکتے ہیں غالب کے متعلق جو مفید اور اچھے مضمون میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی میسر و فہرست بڑے کام کی ہوگی۔ ان اس کی  
تیاری میں کافی محنت و احتیاط کی ضرورت ہے۔

پنج آہنگ کے تیرہ قلمی نسخے تیار ہیں۔ میں نے ان کے متعلق ایک مضمون لکھا رکھنا میں چھیننے کے لئے کسی وقت بھیج  
مخالف انداز لائے کہ وہ اس میں چھپنا کہ نہیں۔ غرضی اور گہوار کا بھی ایک قلمی نسخہ ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اس کے بارے میں

کچھ کھد کر بیچ دوں۔

فی الحال چند اور کھد رہا ہوں، کچھ اور سر جھگے گا تو بیکھوں گا۔

میں کٹر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ نے جو کچھ اکھاڑ دینے پر قلم کرنے یا کٹے جانے کا تہیہ کیا ہے وہ قابلِ تہنیت اور ہے۔ خدا کے کہہ کر پونے کا میاں نصیب ہو فقط!

ہمیش پرنٹرز (پروفیسر ہندو یونیورسٹی)

از مقام جیت ہری دیاں سٹیٹ ۱۱ جولائی ۱۹۲۷ء

(۱۴)

سہیل رام

بندہ نواز

تسلیم۔ جواب کافی دیر کے بعد دے رہا ہوں۔ اس امر تسلیم کر لیا، انکار کرنے میں مجھے بالکل عار نہیں تھی! مولانا مسعود حسن رضوی پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی کے پاس مرزا غالب کے ۴۹ مابقی خطوط تھے اور کچھ نظمیں تھیں۔ ان کو کتاب خانہ رام پور نے متفرقات غالب کے نام سے شائع کیا ہے۔ اگر یہ کتاب آپ کے پاس پہنچی ہو تو بیچ سکتا ہوں۔ ہندوستان میں سیاسی کشمکش کے ساتھ ہی ساتھ علمی و ادبی کشمکش بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ہندی کے لئے زور بڑھ رہا ہے۔ خطوط غالب کا حصہ اول اعمہ سے نہیں ملتا۔ صرف پانچ سو چھپا تھا سوختہ۔ ہندوستانی اکادمی نے حصہ اول کو چھاپا۔ جنگ نے بعدہ موقع نہ دیا کہ دوسرا حصہ چھپتا۔ حصہ اول ختم ہے۔ ضرورت تھی کہ دونوں حصے چھپتے مگر حالات ایسے معلوم ہو رہے ہیں کہ اکادمی اب نہ بچا پے کیونکہ کوشش ہندی والوں کی طرف سے سرزد ہو رہی ہے کہ اکادمی صرف ہندی کتب کے لئے ہی مخصوص رہے۔ خطوط غالب کا حشر کیا ہوتا ہے ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے کبھی بھی خیال ہوتا ہے کہ میں ایسا نہ ہو کہ میں حق ہو جاؤں اور غالب کا کام ختم نہ ہو۔ بڑا مہم نواز ہوں کہ میرے بھائی نے اس کا حصہ کوئی بھی شخص مرتب کر سکے۔ انڈین یونین میں اردو کے لئے بہت کم میدان رہ گیا ہے۔ پی۔ پی۔ میٹرک کمیشن کے نصاب میں ہندی ہر ایک طالب علم کے لئے ضروری ہو گئی ہے۔ فارسی و عربی سے کچھ لوگ دور ہو رہے تھے، سائنس کا اثر بڑھ رہا تھا۔ اب ہندی کا زور ہو رہا ہے۔

جناب پروفیسر وزیر احسن صاحب متوطن دہلی اس وقت طہران میں ہیں۔ انہوں نے غالب پر کچھ خاص مواد اکٹھا کیا ہے بڑا قاطع پر خاص تحقیقات کی ہے اور کوئی خاص بات غالب کے باب میں نہیں ہے۔

دو مہینے گنگا جمن میں طغیانی زوروں کے ساتھ ہے۔ بنارس دبیچے کے تھتے تباہ ہو چکے ہیں۔

آپ کب ہندوستان میں واپس آدیں گے۔ مجھے یقین ہے ایک عجیب حالت میں ملک کو پاؤں گے۔ فقط!

بندہ ہمیش پرنٹرز۔ ہندو یونیورسٹی بنارس

۸ ستمبر ۱۹۲۷ء

(۱۵)

نامہ غالب رام

جناب من!

نست۔ آپ کا خط نمبر ۸۴۴ دیکھا۔ مجھے یہ معلوم کرنے کے افسوس ہے کہ آپ اکادمی و مصداق کے شکار رہے۔ عمر کے بعد میرا واجہا بنے۔ امید کہ اب آپ اچھی حالت میں ہیں۔ ہندوستانی اکادمی خطوط غالب شائع کرے یہ امر قریب و قریب بالکل ہے۔ وہ بھی کیا ہوتا ہے۔ ہر ایک پتہ پر کے جس کا کام نہیں کہ وہ خطوط غالب شائع کر سکے۔ ڈیڑھا ہونے کہ کچھ کچھ کیا ہے وہ بیکار رہا ہے۔ میرے بعد میرے اکمل کے ہوئے نوادے۔ ایک فائدہ اٹھ کر مناسب کام کر سکے یہ امر ناممکن ہے۔ خطوط غالب کے علاوہ مکتوب الہم کی بابت جو کچھ میرے پاس ہے وہ کچھ اہم نہیں ہے۔ لا تقطعوا من رحمۃ اللہ۔ آپ نے نذرہ رسالہ آنے کے لئے لکھا ہے۔ خیر جو ہر وہی غنیمت ہے۔ کوشش کر رہا ہوں کہ کوئی اچھا پتہ مل جائے جو خطوط غالب و دیگر متعلقات کو نتائج کرے۔ فقط زیادہ سلام!

۴۴۴ پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۲۰ دسمبر ۱۹۴۸ء

(۱۶)

نامہ ڈاکٹر محمد انور احمد انور

جناب من!

نسیم۔ کارڈ ملا۔ میگزین بھی ملا۔ سارا میگزین تو نہیں صرف اپنی و مینی مال حصہ تو ضرور پڑھا۔ تاہم یہ ضرور کہوں گا کہ میگزین خوب ہے۔ نہایت اچھی کاوش و جانفشانی سے ایڈٹ کیا گیا ہے اور عمدہ و دلچسپ مضامین کا ایک نفیس گلدستہ بنایا گیا ہے جس کے لئے جاتہ مبارکبار کے متعلق ہیں۔ غالب کے متعلق آپ کے یہاں کافی جمع ہو گیا ہوگا۔ میرے پاس والا بھی دیکھنے دیجئے۔ کچھ غیر مطبوعہ مواد کتاب کے ساتھ ہی شائع ہونا مناسب رہے گا۔ معاف کیجئے اس کی عافی۔ دوسرے دن تک سے بھی کچھ نہ کچھ کر دوں گا۔ جناب فاضل صاحب کا مکتوب غالب کی راست گفتاری آپ نے چھاپا اور ۲۱ پر بھی آپ نے ان کے متعلق بھی کچھ چھاپ دیا۔ . . . . میرے پاس بھی چند شاہیر کے خطوط بنام راقم الحروف ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو وقتاً فوقتاً کچھ بھیج دوں گا۔ اس وقت غالب نمبر میں میرا ایک ہی مضمون کافی ہے پھر کچھ اور کسی وقت ملے دوں گا۔ غالب کی ایک کتاب دستبرداشتن لاٹری میں ضرور ہے۔ کچھ محنت کیجئے اور ذکر آئیں بھی وہاں شائع آئیں گی۔ خطوط غالب ملے کہ اکادمی نہ شائع کرے یا نہ کر سکے۔ ایسی حالت میں کیا مسلم یونیورسٹی چھاپنے کے لئے تیار ہوگی۔ متن دو حصوں پر مشتمل ہے۔ دوسروں میں مقدمہ مرزا کا سال و مکتوب الہم وغیرہ کے حالات ہوں گے۔ میرے خیال سے بعض حواشی کا ہونا بھی مناسب ہے۔ عالی مقام جناب سر سید صاحب کا ایک خط بنام مولانا عبدالحی صاحب مصنف گل و رونا ہے وہ مجموعہ خطوط سر سید میں شامل نہیں۔ میں نے اسے ایک نادر فیض میں شامل کر دیا ہے۔ زیادہ معفو کلام!

احقر العباد: ہمیش پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۲۹ دسمبر ۱۹۴۸ء

(۱۷)

مکتبہ نذر، احمد آباد

جناب آرزو صاحب

تسلیم۔ میری آرزو ہے کہ آپ کی تعلیم میرے لئے ہو۔

مرزا غالب کے دو خط فرغانی نام کے ایک شاہ صاحب کے نام میں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ فرغانی صاحب میرے لئے بہت اہم تھے۔ ان کے والد صاحب کشتربانی کے یہاں میرے لئے تھے۔ میرے پاس کشتربانی کے یہاں نہیں۔ لیکن ہے کہ ان کے حالات اس میں ہوں۔ اگر آپ حالات کو محترم بہم پہنچائیں اور ماحول کا حوالہ دیں تو بہت مشکوکہ کہ تصدیق کے لئے ممانی کا خواہستگار۔

بندہ ہمیشہ نذر۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۲۶ فروری ۱۹۴۹ء

(۱۸)

مکتبہ نذر

جناب من افسے

کسی سے مصیبت کا احوال کہنا مصیبت ہے مصیبت زیادہ

پچھلے دنوں خوب گری ہوئی۔ چھپان نہیں مختلف مقامات میں رہا۔ ۱۸ جولائی سے یونیورسٹی کھلی ہے اب بنارس میں ہوں۔ قاضی عبدالودود صاحب میرے بانی پر دو آؤ فرغانی غالب کے متعلق لکھا کرتے ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ غالب کی ایک تصنیف ناقضہ حیثیت سے شائع ہو۔ آج بھی ان کو خط آیا ہے کہ کئی تصانیف کے نسخے تیار ہیں۔ طباعت و اشاعت کا مسئلہ مشکل ہے میری کتاب کی اشاعت ہندوستانی اکادمی الدہا کی بدولت ہوئی۔ اب ہندوستانی اکادمی آئندہ غالب ہندی کا ہی کام کرے گی۔ میری کتاب کی طباعت کا حق مجھے دے دیا ہے۔ میں اس نگر میں ہوں کہ کتاب شائع ہو۔ یہ کام مشکل ہے شکل نام پہلے سب لکھا گیا اس طباعت کا معاملہ حل کروں۔

انوار ربک ڈپلرگھٹو نے میری کتاب کا بیشتر حصہ چھاپا پالیا ہے۔ ان کے نام نوٹس دیا ہے۔ اب کوئی صورت اس کے سوا اور نہیں معلوم ہوتی کہ ان کے ساتھ عدالت میں چارہ چلی کروں۔ چنانچہ دوشلے درپیش ہیں۔ طباعت کا اور مسئلہ کا۔

غالب کی جو اصل تحریریں میرے پاس جمع ہیں ان کا بلاک تیار کر کر ان کو کتاب صورت میں شائع کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ تانان کی تحریریں کے نمونے بنادیو عکس لوگوں کے پاس رہیں اور اصل تحریریں کہیں محفوظ رہیں۔ اگر پچھلے ایام میں غالب کی کافی تحریریں شائع ہوئی ہیں۔ پھر بھی میرے پاس کچھ ایسی ہیں جو ابھی شائع نہیں ہوئیں اور تازہ تر ہیں۔ ان کو محفوظ رکھیں کیا ہوتا ہے۔ غالب کے نام جو خط و مختلف حضرات کے ہیں ان کا مجموعہ بھی چھوٹا سا تیار ہو گیا ہے۔ ایسے مجموعے میں کچھ خط از مرزا غالب بطور جواب یا جواب الجواب لکھتے ہیں۔

آپ ہندوستان کتب شریعت لائبریری کے رہنے ہیں۔ تفکرات سے فارغ البالی رہنے کے نہیں۔ فقط:

مکتبہ نذر، بنارس۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۲۲ جولائی ۱۹۴۹ء

( ۱۹ )

نام لکھ رام

بنہ غارا!

نستے۔ میں سمجھتا تھا کہ آپ کا خط صوفی سے آوے گا۔ عدنی میں کسی وقت بذات خود نہ پہنچے گا، پچھلے دنوں بہت سی گئی تھا عدنی کا کڑوا پھلو دریا مت کیا تھا۔ لیکن آپ تو ابھی مصر میں ہی ہیں۔ خیر جہاں وہیں بخیریت رہیں۔  
 آپ کبھی آویں، سب کچھ میں دوستی نتیجے پر آپ پہنچ سکتے ہیں۔ زیادہ کھانا مشکل ار ہے۔ خیم خانہ جاوید کی جلد رسوم مل سکتی ہے۔ رام تقریباً پانچ روپیہ ہوگا۔ دیوان اتر نہیں مل سکتا۔ میرے پاس نہیں ہے۔ اوٹھنیل کا نفرس کی کارروائی غالباً ایک سال پہلے ہوئی ہے۔

میری صحت کبھی اچھی کبھی خراب رہا کرتی ہے۔ پچھلے دنوں گڑبڑ ہو گئی۔ اب اچھی ہے۔  
 باقی خیریت ہے۔ ۲۶ جنوری کو ملی پبلک رن (REPUBLIC) پریم سنایا گیا۔ اس روز نے ٹکٹ چلے۔ دو بیچ رہا ہوں۔  
 بندہ ہمیشہ پرشادہ ہندو یونیورسٹی بنارس ۸ مارچ ۱۹۵۰ء

( ۲۰ )

نام لکھ رام

کرم فرمائے!

نستے۔ میں اس وقت یونیورسٹی بند ہونے کی وجہ سے دہلی میں ہوں۔ ۲ جولائی تک دہلی میں رہوں گا۔ بعد بنارس واپس پہنچ جاؤں گا۔

خیم خانہ جاوید کی تیسری جلد ہندو یونیورسٹی کے کتب خانہ میں ہو گئی۔ وہ وہاں سے تقریباً مل جاوے گی۔ جلد اول کا غنا مشکل ہے۔ میرے دو ایک کرم فرما اس کے طالب ہیں۔ غرنہ سے تلاش میں ہوں مگر کوئی نسخہ میسر نہیں آیا۔

لکھنؤ کے انوار ایک ڈپو پر نائنس کر چکا ہوں۔ تقریباً سال بعد معاملہ کھٹائی میں پڑا۔ مجبوراً عدالت میں جانا پڑا ہے۔ ممکن ہے کہ اگست میں معاملہ کچھ طے ہو جائے۔ جو کچھ ہوگا عرض کروں گا۔

آپ عراق میں آگئے ہیں۔ اسکندریہ کی نسبت ہندوستان سے زیادہ نزدیک ہے مگر چاہتا ہوں کہ کسی وقت ہندوستان کو نیاز حاصل کروں۔ اچھا یہ ہوگا کہ جب آپ ہندوستان تشریف لائیں تو آپ کے ساتھ ہندو چلوں۔ اس وقت تک آپ بھی بغداد و عراق کے دیگر مقامات سے بخوبی واقف ہو جاویں گے۔

نادر ات خالت کے نام سے ایک کتاب جناب آفاق دہری صاحب نے مرتب کی ہے۔ اس میں مرزا کے خطوط نامی بخش ہیں۔ ان خطوط کے علاوہ کچھ کراہ اس میں اور ہیں۔ امید کہ ملاحظہ کیا ہوگا۔ لکھنؤ کے دو نمبروں میں ان مطبوعات کا ذکر ہے۔ جن میں غالب کے بارے میں کچھ نہ کچھ مذکور ہے۔ جواب بنارس کے پتے پر ہی بھیج دیا۔

بندہ ہمیشہ پرشادہ۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۲۴ جولائی ۱۹۵۰ء

(۲۱)

نام ناکھڑو

بندہ نواز!

نفسہ! غافرو! ایک خط دریش کیلکھ گئی سے بھیجا تھا۔ ان دنوں بیاد کی کھیر سے دل کی ہی تھا۔ اب بنارس میں ہوں۔  
کھانسی کچھ نہیں چھوڑتی۔ مزید تکلیف ایک لمبے سے پیدا ہوئی ہے جو پیش میں دایہ طرف اوپری تھکتی ہے۔ ہنگامہ بے زخم  
بھر رہا ہے۔ میں دلی سے زیادہ پرچکے۔ غلاباؤں دلوں میں درست ہوگا۔  
یر کی کتاب خطوط غلاب کا تقریباً ۱۰ حصہ انارکب ڈیو گھوڑے چھاپا۔ منہ سے کی نوبت آئی۔ کافی دودھ دھوپ کرنی پڑی  
خیر صبح ہو گئی۔

۳۰ جولائی تک یونیورسٹی میں ملازم رہی گا۔ ساتھ سلی کا ہر چکا ہوں۔ ریٹائر ہوئی گا۔ کہیں رہنا ہو کچھ تہ نہیں۔ غلاب کی  
تخلیل کا خیال ہے صحت کی غرائز کی وجہ سے بہت کم کام اس درمیان میں کر سکا۔  
آپ ہندوستانی کتب تشریف لادیں گے۔ کب آپ کو نیاز حاصل ہوگا؟ غلط!

پیش پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس۔ ۱۰ جنوری ۱۹۵۱ء

(۲۲)

نام ناکھڑو

کرم فرمائے!

تسلیم۔ ۳۰ فروری سے ایسا بیمار ہوا گیا وقت آگیا تھا کہ موت کو ٹیک کسی مگر زیست باقی تھی نہیں مرا۔ کچھ دیر  
جب طبیعت بہت خراب ہوئی تو میں نے صاحب رجسٹرار کو کھدیا کر کا پائی نہیں دیکھ سکے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ کافی آرام کی  
ضرورت ہے۔

میں جب زور دلی کے ساتھ بیمار ہوتا ہوں تو کافی عرصہ کے لئے سندرست ہو جاتا ہوں۔ امید کہ اب آئندہ بہت دیر تک  
بیمار نہیں ہوں گا۔ یکم مئی ۱۹۵۱ء سے ریٹائر ہوئی گا۔ جس قدر کام کہنے کا کردار گا۔ اس سال کا سول کے دیکھنے سے معاف کیا جاؤں۔  
بندہ پیش پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس ۱۳ مارچ ۱۹۵۱ء

(۲۳)

نام ناکھڑو

بندہ نواز!

تسلیم۔ غافرو! میں راحت ہوئی۔ شکریہ۔ میں اس سال پورے نہیں بھائی گا اور اگر بلایا جاتا تو وقت معتد پر پہنچ نہ سکتا تھا۔  
کیونکہ صحت خراب تھی۔ اب یکم مئی سے ریٹائر ہونا ہے۔  
اچھا صاحب! غلاب کی تصانیف طبع اول کے باب میں تھوڑا تھوڑا چند سطروں میں لکھا۔ پھر بھی وہ منسوب کی مصنفات میں



مورگیا۔ ہر ایک تصنیف پہلے چل دیا، سب کتاب شائع ہوئی ہے۔ طبع اول بعض تصانیف کا کہاں حیرت آ سکتا ہے۔ ان امور کو غور نظر رکھ کر  
کھانا اور پیسے سے تنہا کیا تھا کہ آپ کی خدمت میں بھیجوں گا کیونکہ سب رس پا کر حالت محسوس کرتا تھا کہ کچھ نہیں کھاتا ہے۔ اس ضمن میں  
میں نے بھی لکھی رہ گئی ہے جس کی تعمیل ایک دوست کے واسطے پر جی ہے۔ چنانچہ جیوں ہی اس امر کا پتہ ٹھیک ٹھیک مل جائے گا غور  
آپ کی خدمت میں پہنچے گا۔ تبدیل آب و ہوا کی غرض سے لاہور کے دیہات میں جا رہا ہوں ہفتہ حشر میں واپس ہونے کا ارادہ  
ہے۔ اس وقت تک غالباً میرے ایک نہان کا خط بھی آجائے گا اور منصف کی تعمیل بھی ہو جائے گی اور آپ کے حکم کی تعمیل میں  
خاص تر رہوں گا۔ ہمدردیوں کو مٹا میں بچپن کے لئے بھیجوں گا۔ بڑی خوشی ہوتی ہے جب پونہ کا سالنہ یاد آتا ہے۔ بچپن کو بہت بہت  
سلام دے رہا۔

بندہ ہمیش پرشاد۔ ہندو نیوز سٹی بنارس ۱۲ اپریل ۱۹۵۱ء

(۲۴)

بنام شاکر زور

بندہ فراز!

تسلیم۔ ایک خط بھیج چکا ہوں امید کر بھیجا ہوگا۔ میرے دوست نے مجھے اس امر سے آگاہ کیا جس کا میں طالب تھا۔  
صغیر کی تعمیل ہو گئی۔ اس کو میرے دوست ہندی بندر پیر جی بھیج رہا ہوں۔ امید کر پناہ میں بھیج دیں گے اور آپ کو کچھ مدد  
دیں گی تو غالباً آپ سرور ہوں گے۔ ہاں صاحب اگر صغیر کو اس قابل سمجھیں کہ سب رس میں اسے جگہ ملے تو جگہ دے دیجئے گا اور  
واپس کر دیجئے گا کسی اور کے کام آجائے گا۔ مرزا کی تصانیف کے طبع اول کے بارے میں صغیر علم لوگوں کو ہوا اس خیال کو مد نظر  
آ کر لکھا ہے۔ جب تک کتاب کی لطیف تر تلافی جائے پتہ نہیں چلتا کہ کتاب کی ضمانت کیا ہے۔ میں نے ہر صفحہ کی سطروں  
کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ہے کہ بعض لوگ اس امر کو غور نہ کر سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ یہ امر کسی کسی کے نزدیک اچھا ہو خیر جو ہر صومہ جیچھ  
سوچھا لکھا رہا۔ اچھا بچوں کو سلام دے رہا۔

بندہ ہمیش پرشاد ۱۲ اپریل ۱۹۵۱ء

(۲۵)

بنام شاکر زور

بندہ فراز تسلیم۔

کئی بندہ ہونے سے پہلے پیر پیر جی تھیں صغیر کی تعلیم پر ایک منصف کوئی اطلاع نہیں میری صحت کئی بھی ہوتی ہے کئی خراب۔  
میں اب استغاثی کاموں سے علیحدہ رہنا چاہتا ہوں میرے ایک عزیز چاہتے ہیں کہ ان کو کتب متون آپ کے یہاں ملے چنانچہ کاغذ منصف سے  
او کا حال معلوم ہو جائے گا۔ ان کو اپنے یہاں بونف ویس تو شکر گزار ہوں گا۔ بچپن کو بہت بہت دے رہا۔

بندہ ہمیش پرشاد

۱۔ محتات کے سلسلے میں پونہ گیا تھا تو میری مدد رکھیاں بھی ساتھ تقیر جن کی بندی دانی سے ہمیش پرشاد بہت خوش ہوئے تھے۔ (زور)  
۲۔ مرزا کا جیل صاحب پکارا دے۔

(۲۶)

بندہ نواز!

نہتے۔ ایک خافہ بھیج چکا ہوں۔ امید کہ پہنچا ہوگا۔  
تصدیر یہ اس امر کا ہوں کہ کوئی مضمون بھیجے جو کہ اہل ادب یا اوتھل کانفرنس میں پیش کیا جائے۔ یہ کانفرنس ذہن میں ہوگی یہ بندہ  
میں عربی فارسی سیکشن کا پریسڈنٹ منتخب ہوا ہے۔ مضمون اگر آپ خبر میں بھیج دیں تو سہولت ہوگی۔ اس کے لئے میں خصوصیت کے  
تحتیٰ کو گزار ہوں گا۔ مضمون میرے پاس ہی آنا چاہئے۔ شکریہ!  
بندہ ہمیشہ پرشاد!

(۲۷)

بندہ نواز!

نہتے۔ ۱۳ اگست کا خط ملا۔ موضوع کیا بتلاؤں۔ غالب پر لکھئے۔ مصر کی عربی کے متعلق کچھ لکھئے۔  
انوار بک ڈپو کے ساتھ اگر سمجھو نہ رہا تو عدالت میں جاؤں گا۔ جہاں اب تک سندھ کی غالب باب میں کی ہے وہاں کچھ اور بھی۔  
آپ آئیے تو اچھا ہوگا۔ خدا جانے کب تک میں کام پورا کر سکوں گا۔ جب کہ آپ تمام مواد کی نقل کے لئے خرچ کرنے کو کہتے  
اور میں تو تمام مواد ہی مناسب معاوضہ سے کہیں نہ لے لیں۔  
بندہ دستان میں کچھ نئے ٹکٹ پلے ہیں، ان میں سے کچھ بھیج رہا ہوں۔ کچھ ٹکٹ حیدر آباد کے بھی بھیج رہا ہوں۔ ٹکسی ہے کہ  
بندہ ان کا میسر آنا دشوار ہے۔ باقی سب خیریت ہے۔  
بندہ ہمیشہ پرشاد۔ ہندو یونیورسٹی بنارس۔

(۲۸)

بین احمد صاحب آرزو

عزیم!

سلام۔ غالب خبر ملا۔ صدمے سخت نظر تھا۔ اگرچہ اس کی کوشش کے طے ہو رہے ہیں تاہم یگین کر الٹ یلٹ کر کچھ نہ کچھ  
نہو دیکھا اور اس سے بہت نڈا تر ہوا۔ غالب کے باب میں میں نے جو کچھ کہا ہے اس کے کسی قدر اندازہ کر سکا ہوں کہ آپ نے  
تنقید گوارا کی ہے۔ قطعہ کو تاہ آپ کی سماعی جیل سے غالب کے تحت میں بہت مفید کام ہو گیا ہے۔ اس کے لئے مبارکباد۔ خدا  
مرے کہ آپ کو مزید کامیابی نصیب ہو۔ غالب کے لئے ابھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ نیا وہ کیا لکھوں۔ شکریہ۔ فقط!  
نہتے ہمیشہ پرشاد

# شاد اداں بکرا می

( ۱ )

ہام آغا صادق حسین صاحبہ گورنمنٹ کالج کوئٹہ

شاد اداں نواز!

علیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ! متجاوزا لہم ہونے کی وجہ سے میں مارچ ۱۹۷۳ء اور اپریل ۱۹۷۳ء کے درمیان ہو چکا ہوں اور یکم اپریل ۱۹۷۳ء سے، یا سب سے رام پور میں طلبہ کے ہنگامے کا کام کر رہا ہوں جن کی تعبیر علامہ ابو الفضل اپنے خشات کے دفتر موسوم میں ”اظهارِ رافضی“ سے کرتے ہیں۔

آپ کا خط مورخہ ۲۴ نومبر اور اپریل کالج میں پہنچا اور ۲۵ کو دواں سے REDIRECT ہو کر ۲۶ کو مجھے رام پور میں ملا اور آج ہی میں اس کا جواب لکھ رہا ہوں۔

انہی شکوک پر مختصر نہیں۔ جب آپ زیادہ نظر تحقیق و تدقیق سے اس فن کو ملاحظہ فرمائیں گے تو آپ کو بہت تر تسلیت واقعی ملیں گے جو ضرور قابلِ اعلا و تزیین ہیں مثلاً تعریفِ شعر میں تیرہ قصہ تنکلم کی کس قدر مہمل ہیں۔ تشریح کا موقع نہیں ورنہ تشریح کرتا اور دیگر قسم امتحان بھی لکھتا۔ اہل کتاب حدائقِ البلاغہ میں ترجمہ سے جی زیادہ غلطیاں ہیں۔ امام بخش سہبائی نے بعض کی اصلاح کر دی ہے۔ اس قسم کی کتابوں سے غلط IMPRESSION قائم ہوگا۔ ہذا اعیان الارشاد محقق طوسی علیہ الرحمہ کی اس کی شرح پر مبنی غلط بازو کا ملاحظہ فرمائیے اور مناسب تر تزییہ ہے کہ قواعد العروض ترائف سید غلام حسین قدیر بکرا می مطالعہ میں ہے میں دیکھ بیان علامہ اور اوراق سے مگر علم الغافیہ میں اس میں ہے۔ قواعد العروض میں علم الغافیہ میں ہے۔

زحافات دو قسم کے ہیں۔ مغرور اور مرکب۔ محقق طوسی ملکا کی کشف پشیمین مجملہ کو مغرورات میں شامل کرنے پر ہے۔ ان دونوں کی فرہیت کشف یہ ہے۔

رکن کے آخر میں جو ( مغرور ہراس ) کے متحرک دوم کو حذف کرنے کا نام کشف ہے۔ جب کشف کو

وقت اور کثرت سے مرکب پائیں گے تو آپ کا اعتراف بجا رہے گا اور کوئی تاویل نہ ہو سکے گی لیکن جو تعریف میں نے لکھی ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ بالکل واضح ہے کہ پہلے کیوں مفعولات کی تائید متحرک کرنا کی گئی جائے، پھر اس کو ملاحظہ کیا جائے، اس کی کیا ضرورت ہے۔

یہ زحمت کثرت عروض و ضرب سے مخصوص ہے۔ ادامل یا اداسل معاریح میں نہیں آتا۔ نیز اجتماع کسف و قف جائز ہے۔

آپ مفعولات کی رت، پر تئیں لگا کر اسے مفعولات کر مہیتے ہیں حالانکہ ارکان عشو میں سے کوئی رکن سباجی سے زیادہ نہیں۔ لہذا مفعولات کی رت، صرف متحرک ہے تئیں نہیں ہے۔ کیونکہ مفرق ہے اور اس کی ترکیب دو سبب خفیف مقدم بر یک و مذموم سے ہے۔ آپ کے خیال کے مطابق مفعولات کی ترکیب پانچ سبب خفیف ہے۔ حدائقہ البلاغہ یا اس کے ترجمہ میں تعریف ”جود“ ناقص ہے کیونکہ تعریف جو آپ نے نقل کی ہے اس سے یہ زحمت مخصوص رکن مفعولات سے ہو جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک یوں تعریف صحیح ہے جود بہ دال مملیہ ہجہ۔ جب دو سبب خفیف متوالی کسی رکن کے شروع میں واقع ہوں تو ان دونوں سببوں کے حذف کا نام جود ہے۔ یہ بھی نقصان سے خالی نہیں۔

حقائق طوسی اس زحمت کا نام مفرد نہیں رکھتے بلکہ ہر جگہ وہ اس کا ایک مرکب نام علیحدہ رکھتے ہیں یعنی مستفعلن میں محذوفات میں مسلم مقصور کی ترکیب فرماتے ہیں جب کہ یہ تعریف صحیح مانیں کہ مفعولات میں سے رکن کے اول سے دو سبب خفیف متوالی کے سقوط کا نام جود ہے تو آپ کا اعتراف بجا ہوگا کہ مفعولات کے مذموم و مفرق لات کی رت، تو متحرک رہے گی پھر برو وزن فارغ بر سکون عین وزن کیسے ہو۔ کیونکہ لات کی رت، متحرک ہے لہذا فارغ کا عین بھی متحرک ہوگا۔

لہذا محقق طوسی جس طرح مفعولات سے فارغ بر سکون عین نکالتے ہیں اور جود نام مقصور رکھتے ہیں صحیح ہے اور جود کی یہ تعریف کہ مفعولات سے دونوں سبب خفیف کے نکال ڈالنے کا نام جود ہے، غلط ہے۔ تعریف و ترکیب کے مطابق جب مفعولات میں مسلم زحمت کو دخل دیا تو لات حذف ہو گیا۔ رہے دو سبب خفیف مقصور اس میں تصریح نہ متعین ہو گیا جس کا وزن مانوس فارغ بر سکون عین ہوا۔

جب یہ تعریف مانی جائے کہ جود دو سبب خفیف متوالی کسی رکن کے اول میں ہوں ان کے حذف کو جود کہتے ہیں، تو مستفعلن سے طعن بروزن فعل اور مفعولات سے لات بروزن فارغ بہ حرکت عین رہے گا جیسا کہ آپ تجویز کرتے ہیں۔ اگر حرکت عین بھی دو کرنا ہے تو وقت کو ملانا ضروری ہوگا۔

مستفعلن میں محذوف کو دخل دیا تو مستفعلن رہا۔ پھر مستفعلن میں جب ضم کیا تو مستفعلن بروزن فعل ہو گیا۔

عربی و فارسی کے ناغیہ میں انگریزی کی طرح جو آپ ہم آہنگی صوت چاہتے ہیں وہ توان کے مستکرات میں سے ہے چنانچہ بنا ناغیہ تلفظ پر ہے اور بنا ناغیہ کتابت پر۔ اسی لئے شرقاً و غرباً کا ناغیہ بدن، چمن وغیرہ صحیح ہے بلکہ اہل شرق نے

بنیاد۔ نوین میں ان شاعری حروف قریب المخروج کے ساتھ قرآنی کو صحیح مانا ہے۔ پناہیہ تنگ اور رگ ۵۵۵ کا تافید درست مانتے ہیں۔ ترجمہ یا خود صادق الابدان کے بیان میں تافیہ کو ملاحظہ فرمائیے۔

عربی میں حروف الغلط ہائے معسورہ کے ساتھ ہیں ان میں سے ایرانی اکثر کا لفظ یا اور لغت و دوقول سے کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غالب علی بنی کے قرآنی میں تقویٰ اور عیسیٰ بھی لائے۔ عیسیٰ و یسوع عبرانی زبان کے الفاظ ہیں اور عربی میں عیسیٰ ہی آتا ہے۔ کسی کو کسی بھی طرح لیتے ہیں۔

صاحب تاریخ التواوہج کی ایک جلد محض بیان تافید میں ہے۔ اگر لفظ شکہ قرآن سے ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ تافید کی نسبت بہت کچھ معلومات کا اضافہ ہوگا۔

ایک کارو کے ذریعہ سے عجز۔ اطلاع دیکھتے کہ یہی کہو اس آپ کے کہ پہنچ گئی اور آپ کا الجیان ہوا یا نہیں تاکہ تحفہ بھی علم ہو جائے کہ یہی حمانہ فرسانی لٹکانے لگی۔

معلوم و نفاذ قریب بہت ہی عام ہے۔ اس کے اشکال کی وجہ سے جسے بڑے شعراء نے بھی اس کی طرف توجہ نہ کی۔ ورنہ بخت کو کہ مندر و کھار آوردن کا مصداق ہے۔ موزوں طبع فطری کو اس کی چیزاں ضرورت بھی نہیں ہوتی ہے نہیں ہوتی ہوں کی بات سے آپ کو اس کی طرف توجہ نہ کیا۔ واسلامیہ تمام

آپ کا تیرا انیش میچدان سید اولاد حسین شادان گلرامی  
۲۶ نومبر ۱۹۲۹ء (۴۲ اشوال ۵۸) یوم یکشنبہ

(۲)

بنام آغا صادق حسین صاحب گورنٹ کالج کوڑا

شادان نواز ایدام اللہ افاد اکرم

علیکم السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ۔ آپ کی نظرازہ میں نے چڑھی بہت محظوظ ہوا اے وقت نوینش کہ وقت باخوش کرلی۔ خدا نظر سے مجھے بہت خوب فرمائے ہیں۔ کلام میں کجی اور زبان پر قدرت بھی باقی باقی ہے خدا آپ کو فائز الملام کہے۔  
جواب مستفسرات

زحمت خرمحقق طوسی کے عمل سے یہ اجتماع مسلم وحنیف ہے یعنی جس رکن آخر کے آخر میں وند مفروق واقع ہوا اسے گمادینا پھر فقیر رکن سے ایک سبب خفیف حذف کر دینا کا نام آخر ہے۔ یعنی اس کو اجتماع جدر و کشف کہتے ہیں اگرچہ انہوں نے اس کی تصریح نہیں کی مگر ان کے عمل سے یہی نمایاں ہے لیکن یہ عمل رکن میں ترتیب وار نہیں ہو سکتا ہے اور محقق کا عمل ترتیب وار چل سکتا ہے۔ اس کے علاوہ سبب اجتماع و سبب خفیف اور اس کا ان تارے مفعولات بلا وقت کا نام جدر اور حرف ہنقرہ متحرک آخر وند مفروق کے حذف کا نام کشف رکھتے ہیں۔ اس صورت میں اجتماع فقینیں لازم آتا ہے کیونکہ جب اس کا نام جدر لٹھا تو پھر مفعولات میں حرف ہنقرہ جرات ہے متحرک کہاں رہی جو حرف ہنقرہ متحرک وند مفروق پہلے کشف حذف پہلے کشف کا عمل حرف ساکن پر کیسے ہو لٹا ان دونوں کے اجتماع کا نام بھی نہیں سکتا۔

زلزلہ یہ اجتماع متحرک و متعین ہے یعنی جس رکن آخر کے آخر میں دو سبب خفیف سے پیشتر ایک وند مجموع بہت بڑے سبب آخر گونا (یہ حذف ہوا) پھر سبب اول سے ساکن کو گر کر اس کے متحرک کو ساکن کرنا (یہ قصر ہوا اور اجتماع حذف و قصر ہی کا نام ہنرم ہے) بعدہ عمل تحقیق وند مجموع کے متحرک اول کو سبب رکعت ماقبل و توالی سرحرکات ہماکن کنایہ عملی تو محقق طوسی کا مہم میں لائے ہیں مگر بہ نام نہیں رکھتے وہ اس کا نام محقق ازاں فرماتے ہیں کیونکہ وہ اہتم ہی کو پہلے ازل کہہ چکے ہیں۔

ہننے اس کو ہتم و غرم کا اجتماع کھننے ہیں۔ یہ لوگ مہم یا غلطی پر ہیں کیونکہ ہتم ہمیشہ عود من و ضرب کے واسطے مخصوص ہے اور غرم صدر و اتنا کے لئے خاص ہے لہذا دونوں کیسے جمع ہو سکیں گے۔

عمل حقیقی لطیف ہے۔ ظاہر ہے کہ رکن اہتم ہمیشہ رکن کا خوف کے بعد آتا ہے۔ اس صورت میں کف کے اخیر اور ہتم کی ابتدا میں باہم تحقیق کہہ کے اس کا نام زلزل رکھ سکتے ہیں۔

مخالفین سے (مذہبی وجہ حذف پھر مفاعیلہ بروزن فعل جیسے بوجہ قصر و ہتم) رہا، پھر شلا کسی بحر میں مفاعیلہ فعلی ہر چونکہ بحر میں مفاعیلہ کا نام متحرک اور رکن فعل کے (دفع) متحرک ہیں چنانچہ تحقیق (کیونکہ دونوں رکنوں میں مل کر تین متحرک متوالی ہو گئے) ہی کے متحرک کو ساکن کیا تو مفاعیلہ فعلی سے مفاعیلہ فعلی ہو گیا جو بروزن مفاعیلہ فاع ہے۔ اس صورت کا نام ازل ہے۔

اس سے پہلے خط کے جواب میں عرض کر چکا ہوں کہ صریح کی یہ تعریف غلط ہے کہ "مفعولات میں سے دونوں سبب خفیف کا حذف کر دینا" کیونکہ اتنی تعریف سے فاع بہ حرکت عین باقی رہے گا نہ بسکون عین اور رکن مجدد فاع کو بسکون عین سبب کہتے ہیں۔ لہذا متحرک ہی مجدد اور سقوط الف سے قطع بہ حرکت عین سبب کا نہ بسکون عین اس لئے یہ تعریف متحرک غلط نظر آئے اور زلزل کی نسبت بیان زلزل میں ذکر آچکا کہ اجتماع غرم و ہتم کا نام نزد بعض زلزل ہے اور اس تعریف کے صحیح ہونے کی علت بھی وہیں مرقوم ہے۔

#### ناٹدار استفسار

مکافضہ۔ جب دو سبب خفیف متوالی واقع ہوں خواہ ایک رکن میں جیسے مفاعیلہ میں عین اور تفسلی میں شفت خواہ دو رکن میں جیسے مفاعیلہ فاعلان کے تن فاعر میانی۔ اگر ان دونوں سببوں کے دونوں ساکنوں کو گنا دینا ساتھ ہی جائز ہو یا ان دونوں ساکنوں کو بحال رکھنا ساتھ ہی جائز ہو یا ان دونوں ساکنوں میں سے ایک کو گنا دینا اور ایک کو بحال رکھنا ساتھ ہی جائز ہو تو ان تینوں ممکنوں کا علیحدہ علیحدہ نام مکافضہ ہے۔

عبداللہ غفرلہ جی اس حکم کے قائل ہیں جیسا کہ میزان الافکار شرح معیار میں مرقوم ہے اور محقق اس حکم کے قائل نہیں جیسا کہ معیار الاشعار میں تحریر ہے۔ الغرض مکافضہ ایک حکم کا نام ہے زحاف کا نام نہیں۔ چونکہ معاقبہ اور مراقبہ مکافضہ پر مبنی تھا اس لئے اس کا ذکر کیا گیا۔

معاقبہ۔ جب دو سبب خفیف کے دو ساکن متوالی تم کو عین (جیسے مکافضہ میں ملے گئے) اور ان دونوں ساکنوں کو گنا دینا ساتھ ہی جائز نہ ہو اس وقت غور کرو کہ دونوں کو بحال رکھنا ساتھ ہی جائز ہے یا نہیں۔ اگر دونوں کی بحالی جائز ہو تو مراقبہ ہی

وہ لوگوں میں ایک کا سقوط بھی جائز ہوا تو اس طرح کے بڑے بڑے اور سقوط کا نام معاقبہ ہے۔ مثلاً تم کو اختیار ہے کہ معاف علیں کے اسرار کے ساتھ ان کو نہ گراؤ اور معاف علیں سالہ رکھو اور پھر یہ بھی ساتھ ہی اختیار ہے کہ معاف علیں کو خواہ معاف علیں ہیتم لام قائم رکھو خواہ معاف علیں پر حملہ کیا۔ اور غیر معاف بھی ایک حکم کا نام ہے زحمت کا نام نہیں۔

زوائد ہائے انجام

صدر۔ جو رکن کہ بہ سبب معاقبہ مجبور ہو جائے جیسے فاعلاتن فاعلاتن سے فاعلاتن فعلاتن بن جائے۔ پس صدر زحمت کا نام نہیں بلکہ زحمت کا نام از روئے حکم ہے۔

مجز۔ جو رکن بہ سبب معاقبہ مکفوت ہو جائے جیسے فاعلاتن فاعلاتن سے فاعلاتن فاعلاتن بن جائے۔ یہ بھی حکم زحمت کا نام ہے زحمت کا نام نہیں۔

طرفین۔ وہ رکن جو عمل معاقبہ متکامل ہو جائے جیسے فاعلاتن فعلاتن فاعلاتن۔ یہ بھی زحمت کا نام نہیں بلکہ از روئے حکم زحمت کا نام ہے۔ طرفین میں دونوں طرف سے ایک ایک ساکن سبب غیبت کا اول و آخر گر جانا ہے جیسے فاعلاتن سے فعلاتن۔ گویا معاقبہ دونوں طرف ایسا عمل کہنا ہے۔

تبی۔ وہ رکن جس میں عمل معاقبہ ہو سکتا ہو اور وہ اس عمل سے بچ جائے مثلاً معاف علیں کو معاف علیں پر حمل قبض یا معاف علیں پر حمل نہ کیے گئے مگر نہ کیا اور اس سے بڑی رکھا۔

فائدہ۔ مکلفہ بحر سریع، مفسرین، بسیط اور جز میں منعمل ہے۔ معاقبہ بحر منسرح، دل، دوافر، ہزج، مخفی، محنت، طریق، کمال اور مدید میں واقع ہوتا ہے۔ مراقبہ بحر مضارع، متعقب، ہزج، قریب، طویل اور وافر میں وارد ہوتا ہے۔

مراقبہ۔ جس میں شخصیں کے متوالی دو ساکن کسی بحر میں پائے جائیں جیسے معاقبہ میں تے اور ان دونوں کو بحال رکھنا ساتھ ہی جائز نہ ہو تو بالضرر ایک کا سقوط اور ایک کی بحالی واجب ہوگی۔ پس ایسے دو ساکنوں میں سے ایک کے سقوط اور ایک کے نہ ہوتے کا نام ہے۔ مثلاً معاف علیں سے اگر بڑے توفانی پر عمل قبض گرائی جائے تو نون بحال رہے گا اور اگر نون پر عمل کف گرایا جائے تو بڑے توفانی بحال رہے گی۔ یہ حکم مراقبہ ہی کا زور ہے جس سے معاف علیں میں ایک ساتھ قبض اور کف اور ارکان فاعلاتن فاعلاتن کے درمیان تن فاعلیں ایک ساتھ کف نہیں آسکتے۔ مراقبہ بھی زحمت نہیں بلکہ حکم کا نام ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں معاف بہ اور مراقبہ کو کچھ نہ سکا۔ میں خود ہی کیا سمجھتا ہوں جو کسی دوسرے کو سمجھاؤں گا۔ اور خود گم گم کر رہی ہوں۔

سن میلادی سے ۶۹۹ اور ہجری سے اکثر ہے۔ دماغ کو تو ابھی صبح پاتا ہوں دھمکن ہے ایسا سمجھنا بھی غلطی پر مبنی ہو، مگر حافظہ میں نقصان شروع ہو گیا ہے لہذا اپنی قریب پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔

تافیر کی تقریف آپ کو سہل لیکن آسمان اور ترجیح میں آپ کو کلام ہے۔ آپ سکندر اور قنبر کے قوال کو انیس کے ساتھ تافیر کرنے کے متعلق سمجھتے ہیں اس کی بابت ملاحظہ فرمائیے۔

ماہرین علم تافیر نے روی سے پہلے چار حرف روف، فید، ذیل و تائیس قرار دے دیے ہیں اور بعد روی چار حرف روف، ذیل،

حروف مزید، نازہ، مانے میں اور رو کی مستقل کو رو کی غیر مستقل پر ترجیح دیتے ہیں۔  
 سکندر اور قلندر کے قوافی میں اگر حرف را کو رو کی قرار دیں تو اس سے قابل کے حرف وال اور فون۔ رو سے پہلے کے  
 چار حروف میں سے کسی ایک میں ان کا شمار نہیں ہوتا، اگر فون کو رو کی قرار دیں تو وال اور (ر) وصل اور خروج کی تعریف میں نہیں آتے  
 کیونکہ وصل اور خروج حروف غیر مستقل ہوتے ہیں اور مستقل ہیں۔ لہذا قلندر اور سکندر کا قندہ۔ خافہ مجرہ ہوا، آخر لمبی قافیہ ان کے  
 ساتھ مجرہ ہے۔ بحیثیت لہجہ قافیہ ای میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں۔

علم بلاغت کے فن بدیع کے لحاظ سے قلندر اور سکندر میں صنعت لزوم بالایزم ضرور ہے اور فن بدیع میں وجوہ حسنات  
 کلام ہی کا ذکر ہوتا ہے۔ جب کوئی صنعت کلام یا الفاظ میں پائی جاتی ہو تو از روئے فن بدیع غیر صنعت والے کلام کے اس  
 کو مفید سمجھی جاتی ہے اور کلی عناصر بدائع ضروری نہیں۔ ہونا ان کا نہ ہونے سے بہتر ہے اور کسی بات کو ان کے دل میں  
 سے نکالنے سے ادا کر سکتے ہیں۔

مصدق اور بنہوق کا قافیہ سکندر اور قلندر سے لمبی اچھا ہے کیونکہ حرکت و سکون و تعدد و حروف میں لمبی برابر ہیں اور  
 ہم جنسی احزاب میں لمبی ہمسوی ہیں۔ پھر طبع معنی پسندیدہ اور طبع معنی چاب زدہ اس سے لمبی اچھے قوافی ہیں لیکن اگر اس قسم  
 کے قوافی غیر ضروری قرار دے دیا جائے تو معیوہ سے چند قوافی میں لگے اور اظہار خیالات کے لئے کفایت نہ کریں گے  
 مستحسن قوافی کو فن قافیہ اناخ تو نہیں ہے اور نہ ان کو مجرا بتا سکتے ہیں۔ اہل فن لمبی تو علم بدیع کے لحاظ سے ایسے قوافی کو اچھا  
 ہی کہتے ہیں۔ پھر آپ کے خیال نے کوئی جدت فرمیدانگی۔

لفظ معنی کا تلفظ IMANĀ (IMANĀ) اور MANĪ (MANĪ) اور عیسیٰ کا تلفظ (EESI) ISI  
 اور (ISA) زبان اردو میں لمبی و مفعل طرح ہے چنانچہ عیسیٰ دو ال کے الفاظ سے کسی طبیب کو مخاطب کرتے  
 ہیں اور ISIYAY DAURAN پڑھتے ہیں۔ البتہ اردو میں تقویٰ (TAVYA) کا تلفظ تقویٰ (TAVYA)  
 TAVI نہیں ہے۔

چونکہ ”لمبی اور راضی“ وغیرہ کو (لحا اور راضیا) نہیں پڑھ سکتے اور عیسیٰ اور عیسیٰ لمبی رد اور راضی میں تلفظ کئے  
 جاتے ہیں لہذا ”لمبی اور راضی“ کے متبع میں عیسیٰ اور معنی پڑھیں گے نہ عیسیٰ اور معنی۔

حقیقت ذہن بہت اچھی چیز ہے۔ یہ یادہ جس کو عطا ہو تو یہ قدرت کا عطیہ عظمیٰ ہے۔ جب آپ صحت و دماغ کے  
 ساتھ قاطبیت لمبی رکھتے ہیں تو پھر آپ کا کام قابل تحسین اور افادہ کیوں نہ ہوگا۔ ضرور آپ کی تصنیف اس فن میں زبان اردو  
 میں قابل قدر اضافہ ہوگی۔ امید ہے کہ طبع ہو جانے کے بعد اس سے استفادہ کرنے سے آپ مجھے محروم نہ رکھیں گے۔  
 ظاہر ہے کہ اس کے کھٹنے میں علاوہ دماغ سوزی کے اچھا خاصہ وقت لمبی صرف برا ہے لہذا ایک کارٹون ذریعہ  
 سے اس کے سپینے کے اطلاع بخشیں گے تاکہ مجھے لمبی اطمینان ہو جائے کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ فاسلام غیر ختم۔

نیرنماہ سید اہل شادان گلگامی

ماہر پبلیٹ، دیوبند، محلہ لال مسجد۔ ۸ دسمبر ۲۰۲۰ء ۲۰۲۱ء



(۲)

نامہ نگار: سید ساجد حسین

شماره اول خوارزمی!

میکر اساندر۔ آپ اس سے پہلے کے مستغفرات کے بیانات سے فی الجملہ مطمئن ہونا تحریر فرماتے ہیں۔ جو کہ انکی ہمدردی بارگاہی سے خود دوسری بھی کروں۔ شاید سستی کامل نہ ہو جائے۔ ممکن ہے کہ میں پورے طور سے تشریح نہ کر سکا ہوں یہ ہیں چنانچہ حق غور چکے ہیں ع۔ انور گم اسٹ کرار بہری گند۔

مغایع میں شکر کو بخل دینے سے یہ مفاد مجموعہ کا اور علی کی (ری) جو سبب خفیف کی ہے اگر گنتی تو فاعلین وہ گویا کہ نہ نہ نہ اس کا خرم و قبض کا ہے۔ لہذا جریع متن استزکا وزن۔ فاعلین مغایعین۔ فاعلین مغایعین یہاں یعنی رکن اول و دوم انہیں ہے اور دوم و چہارم سالم۔

یہ نام وہ لوگ رشتے میں جو میراثیات مسلمانانہ چار گوشہ کے چار گوشے برابر کے کمرے کے رکن سوم اور رکن چہم کو ملتا ہے اور ابتدا کے خزانہ کے چار گوشے میں کیونکہ شراعت اور فیض کا نام ہے اور غم ارکان صدر و ابتدا سے مخصوص ہے لہذا ہے حشویں رہتا جا بھٹے۔ پس ممبر ارکان معلن ان کے نزدیک اثر نہ رہنا چاہئے۔ اس لئے ان کو یہ تاویل کننا چڑھی کہ یہ بحر چرند مسلمانانہ گوشہ۔ ہے اس لئے نہیں کہ مریع ناما تب رکن سوم قہم محل صدر و ابتدا میں آگیا اور شتر کا لانا جائز ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ کچھ مہلات پہاڑ گروہ میں ارکانِ دوم اور چہارم و ششم میں ہیں اور نئے تافیہ علاوہ تافیہ غزل یا قصبہ لاتے ہیں اور انہیں ارکانِ سیمینہ و افار میں لے آئے ہیں حالانکہ قوانی اور سیمینہ و اندالہ اور اخر شمر سے مختصر ہیں۔ ان کے اس عمل کی یہی تاویل ہے جو رقم ہوتی۔

حافظ از درم و آسمت قاندم فسادوی دست

روشنی بیاپیوست، راستنی همه ماننی

چنانچہ شعر مذکور کا وزن فاعلن مفاعیلان۔ فاعلن مفاعیلان ہے۔ مافی اور وافی اصل قوافی غزل کے ہیں مگر یہ تین قافیہ دست، دست، پیوست، غیر قوافی غزل لائے جن میں سے دست اور پیوست عشق میں واقع ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی ان میں زحاف تسبیح بھی ہے۔ حالانکہ قافیہ اور تسبیح کا محل عروض و ضرب سے نہ مشغول۔

جو لوگ شتر و عرب و غرم و دیر کو خوشی لانانا نا جائز جانتے ہیں اور تاویل مذکور کو پسند نہیں کرتے وہ اس بحرِ معرفت فاعلن مفاہیلین، فاعلن مفاہیلین کو اشتراک لغوت مغربوں و محقق کہنے میں جیسے حاکم نظر فرماتے ہیں ۴۰

جمع کن باتھانے حافظ پریشان را

۱۔ شکنج گیسویت، مجمع پرستانی

دو دنوں اشتہار کا اصلی وزن مفاعیلن مفاعیلن ہے۔ پہلے شعر میں گفت کیا تو مفاعیل ہوا اور دوسرے شعر میں مقبض کیا تو مفاعیل ہو گیا۔ اب مفاعیل مفاعیلن جو دور کن ہیں ان کے درمیان میں نین متحرک تنواری ہو گئے۔ اُ جُفْ، ہذریعہ زحاف تھیں ہم متحرک

۱۔ ریائی کو ساکن کیا تو مفاعیلہم فاعلین ہو گیا جس کا وزن مافوس مفاعیلین فاعلین ہے۔ اس صورت سے پورا وزن فاعلین مفاعیلین۔ فاعلین مفاعیلین ہو گیا اور بحر کا نام بزج مشن اشتر مکفوف مقبوض محقق ہوا۔

یہ امر قرین عقل ہے کہ جتنے کم سے کم تھکے تو زیادہ کو کیوں دخل دیا جائے۔ لہذا یہ بحر ہزج مشن اشتر مسطہ چار گوشہ ہے۔ مسطہات میں تین غیر قافیہ لانا مستحسن ہے اور تینم میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ واجب و لازم نہیں۔ جو بحر چار برابر کے حصوں پر تقسیم ہو جائے وہ مسطہ کہلاتی ہے۔

آپ صرف اشارات چاہتے تھے مگر مجھ سے بنا برودت بکواس ہو گئی۔ معاف فرمائیے مگر اس بیان کو آپ کے انفسار سے نیاہ تعلیق نہیں مگر امید ہے کہ افادہ سے بھی خالی نہ ہوگا۔

اگر بیان اول کو صریح نہ مانیں تو سبب و ازالہ شتوی در ریائی کی بعض مقامات پر کوئی تاویل نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ تہبہ و ازالہ عود من و ضرب سے مخصوص ہیں اور کلام اساتذہ میں شتویں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

بحر مشن مفتضہ مطوی مسکن کا وزن فاعلات مفعولن، فاعلات مفعولن دوبارہ ہے۔ چونکہ اصل مفعولات متعین چار بار ہے لہذا مستعمل ہر بحر مطوی مسکن ہے اور مفعولات مطوی ہے مستعملی میں طی کرنے سے مستعمل رہتا ہے فعل میں نہیں متحرک متوازی ہیں لہذا در ریائی میں متحرک کو ساکن کیا تو مستعمل ہر وزن مفعولن ہو گیا اور مفعولات میں طی کرنے سے مفعولات ہر وزن فاعلات ہو جاتا ہے لہذا اس کا یہ شعر مفتضہ مطوی مسکن ہے۔

سننے والے روتے ہیں، ایسی غیبہ سوتے ہیں

ان پر فوسے ہوتے ہیں، اپنی وہ کہانی ہے

اس وزن کو ہزج مشن اشتر مکفوف مقبوض مسکن بھی کہہ سکتے ہیں لیکن زحاف کے حساب سے اس کو مفتضہ ہی میں شمار کرنا اولیٰ ہے بلکہ ہزج کے اس وزن کو مفتضہ ہی سمجھنا انسب ہے۔ کیونکہ آسانی مفتضہ ہی میں ہے۔ اس لئے کہ ہزج کا وزن

ماننے میں چار زحافوں کو دخل دینا چاہتا ہے اور مفتضہ ماننے میں صرف دو زحاف طی اور تیس کیوں کے کام چل جاتا ہے۔ میں نے جو اوزان ہزج اور مفتضہ کے برابر بنائے اور ان کا نام بھی لکھا وہ تو العینہ مساوی ہیں۔ آپ جو فاعلی مفاعیلین (ہزج اشتر) کو فاعلات مفعولن مفتضہ مطوی مقطوع کے برابر بناتے ہیں۔ مجھے یہ دونوں اوزان تو برابر نہیں معلوم ہوتے یا جس مساوات کو مجھ نہ سکا۔

دو وزن مختلف ہیں اگر کوئی شرط چاہے تو اس کو نتائج میں شمار کرتے ہیں اور اس کا نام ذو بحرین ہے۔ پہلی ہو سکتا ہے کہ وزن تو ایک ہو اور نام اس کے مختلف ہوں جو دخل زحافات اور اس میں کچھ ہزج نہیں۔ جس سے اختراع اکم کی ہولت ہر نام وہی رکھیں گے۔ جیسا کہ میں نے اوپر بتایا کہ ہزج کے اسے مفتضہ کہنا انسب و اولیٰ ہے۔

بحر مسجع مفتضہ فاعلین چار بار۔ نمبر ۲

بند نقابے بکشم تیغ و ترنج آورم

یوسف و یعقوب را کفت بریدین درم

نیقی تیرے

تیر نہیں پر تم کاہلی اللہ سے نام خدا ہو جان کچھ تو کیا چاہتے  
 اور وزن کو بھریا میں مٹوی کر کے لانا ہے جہت کہ اس کے ساتھ کسی شعر میں وزن درمیان نہ ملے۔ ظہوری  
 فرق بہ دوہ چو پیش دہنت نگداست زخم  
 ر کس زانوے حیف لب بکزدین دہم

نہ ہوی۔

بہیہ تو بہد میں یار، کچھ تو ہر دل کو تیار  
 نو جو کیسا اسے نگار صبر و گل کسار

ان دونوں میں غامضات ہیں یعنی وزن، پہلی موجود ہے اس لئے پوری غزل منسرح میں بھی جائے گی۔

دش سپاہی جوئی آہشاد نو۔ آسمان چمک اٹھا جس کے دور سے

عالموں سے علم ار کا وزن ہے جیسا کہ آپ نے لکھا اور بحر بھی نزع اشتر مقبوض ہے۔

شعر کا لایہ وزن غامضات فاعلن نہیرے حرا خیال میں ہے نہ کتب مروض کی سرسری الٹ پلٹ سے مجھے ملا  
 اپنی سہمی سے میں بحر مسلمان کے ضرب میں داخل ہو سکا۔

منفی مع اللہ صاحبہ ام یوں اپنی کتاب ہزارہ لافلا شرح معیار الاشعار محقق طوسی کے رسالہ بلاعی میں تحریر فرماتے  
 ہیں کہ اس کے اور ان میں اس کو دخل دینے سے اس کی ہزارہ وزن بن سکتے ہیں جن میں سے صرف چوبیس اور ان کو انداز  
 نے انتخاب کیا ہے۔

اسی طرح اس کا میں ماہون چون زعافات کو دخل دینے سے لافلا بحر بن سکتی ہیں جن میں سے پانچ بحر  
 بحر و ضرب کو اپنے مذاق کے موافق استعمال سے اختیار کیا۔ ان کو خوش آئند یا کر تک کر دیا۔

بہ ہر ہوا کوئی اور بات بہرہور اس وزن کو میں کسی بحر سے قوت میں لانے سے بھی عاجز ہوں۔

نہ نہیں لکھ چکا ہوں کہ اس فن کو کسی دوسرے فن کو میں جانتا نہیں۔ اللہ نے طلاب کے بھانے کو میر سے لئے

وسعد زکریا: دیا ہے لہذا اٹل سید ان چیزوں میں دخل بجا کرتا ہوں۔

پتیس الدین فقیر دہلوی نے اپنی کتاب حدائق البلاغ میں تعریف شعر میں قصہ کلم کو تحقیق نفس شریب واجب سمجھا اور دلیل  
 یہ ہیں کی کہ کوئی فرد ایسا نہیں کہ جس سے بے قصہ کلام ہر وزن نہ صادر ہو جیسا کہ ہوا لہذا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر انسان شاعر ہے اور یہی  
 سلطان ہے کیا عجب سے کہ اس سے نہ جہیز میں بھی قصہ کو واجب سمجھایا ہو۔

اور یہ مطالب سے کیونکہ ماہ الاقیا زور در میان نظم و نثر وزن ہی ہے۔ جب کسی کلام میں وزن مروضی پایا جائے چاہے  
 بالغ قصداً اس میں وزن رکھا گیا ہو یا بلا قصد موزوں ہو گیا ہو۔ وزن کے ہوتے ہوئے وہ شعر زور ہے۔ ہاں جس سے وہ کلام موزوں  
 صادر ہوا ہے۔ اگر وہ دوسرا شعر نہیں کہ سکتا تو وہ شاعر اور شاعر نہیں۔ کلام موزوں ہے قصہ شعر کہیں نہیں ذکر تو شعر کا تھا اہل متلا

شاعر ہونے یا نہ ہونے سے کیا۔

”ملائی دو مسجد تک“ پھر آگے لیا عرض کروں۔ و اسلام خیر عام

ایچوان و سیدہ لال حسین شامان بکراچی

پاپور اسٹیٹ (پبلک) ہلال مسجد ۱۸ دسمبر ۱۹۶۹ء و تقویدہ ۵۸۸ یوم دوشنبہ

نقوی کے root کو لغات عرب میں دیکھئے۔ آخری حرف اس کا دی ہے جسے ناقص باقی ہے۔ اس لئے محکم TAQVI بھی تلفظ کر لیتے ہیں۔

حکومت برطانیہ کے محکموں میں ڈاک خانہ کا انتظام تو بہت اچھا ہے مگر پھر بھی بعض عوارض سے بعض اوقات خطوط تلف بھی ہو جاتے ہیں۔

(۴)

نام اخا صادق حسین صاحب ٹورنٹ کالج کوئٹہ

MOHALLA LAL MASJID

RAMPUR STATE, U.P

نساواں فوازا!

علیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ ۲۹ دسمبر کو آپ کا عنایت نامہ ملا۔ اس خط میں آپ نے مجھے لفظ ”استاذ“ سے مخاطب کیا ہے۔ برہنہ و رسم و رواج پر نسبت متحقق نہیں۔ لوگ علماء دین سے استفادہ کرتے ہیں مگر مستغنی لغتی کے شاگرد عرب عام میں نہیں کہلاتے۔ علاوہ اس کے اس آخری عربی لفظ میں خود ہی تعلیم ہول مستم ہونا کہا۔ ان اس حدیث پر انداز میں تعلیم عرفا و فہرہ لاء سے تسک کیا جائے تو سکوت کرنا چاہیے۔

ماہرین فن عروض نے اصول اولیٰ عروض کے اسباب و ادوات قرار دئے ہیں (جب کہ فرائض کو لغو سمجھا جائے) اور انہی اسباب و ادوات کے لحاظ سے استخراج بخیر کرتے ہیں مثلاً معانیین معانیین کی ترکیب و تدجیر مقدم ہر دو سبب خفیف سے ہے اب اگر وہ مجموعہ کو چھوڑ کر سبب اول سے شروع کریں تو معین معا برو دن مستغنی ہو جاتا ہے اور دوسرے سبب خفیف سے شروع کریں تو معنی معانی برو دن فاعلاتن ہو جاتا ہے۔ یہ صورت استخراج بحر مسلم نہیں کہ ادوات کے بھی ٹکڑے کر ڈالیں۔ جو صورت آپ نے اختیار کی ہے یعنی معانیین کے بحر متحرک کو اس سے ماقبل کے رکن میں شریک کر کے اس کو فاعلاتن کر لیا اور باقی نا معین کو مقولین سے بدل کر فاعلاتن مقولین بنا لیا۔

اس طرح کے اجزاء اگر کئے جائیں تو اور ادوات و اسباب و ادوات و اسباب و ادوات سے مشابہ ہوں گے اور پیچھے بالکل نئے۔ ممکن ہے کہ بعض ان نئے بحر میں سے مترنم بھی ہوں اور بعض مذاق سلیم پر آگرا۔ آپ کے اصول سے مقولین مقولین مقولین سے فعلات فعلات فعلات لفظی ایک بحر استخراج ہو سکتی ہے۔ اس سے پہلے ایک بحر آپ نے پہنچی تھی اور میں نے اس کے نام بتانے سے انکار کر دیا تھا شاید اسی طرح آپ نے نکالی ہوگی اور پھر کمال باہر ہے۔

ہمیں پہلے کہہ چکا ہوں کہ انہی ارکانِ مشرور و سواہم اور ارکانِ مزاحف سے لائقہ داد و اوزان اور لمبی نکل سکتے ہیں مگر اساتذہِ فہم نے انہیں اپنے مناقب کے سوا فی غیرِ مذہب ان کے ترک کر دیا۔

انہی بحورِ سعادتِ سالم میں دیکھیے۔ اہلِ عرب، رملِ منمنِ سالم کو بلا تکلف استعمال کرتے ہیں۔ اہلِ محرم شاذ و نادر اور اہلِ ہند نامور و نامختص ہیں۔ اسِ عرب ہر جنِ منمنِ سالم کو نامرزوں بتاتے ہیں۔ وہ حیرتِ سندس لاتے ہیں۔

اس سے پہلے حلامیں سمیٹنے واذالہ خشوی کے جواز و عدم جواز دونوں کے اقوال مکمل چکا ہوں۔ یہ بھی مکمل چکا ہوں کہ مجرم مسلمات میں نواکھ رجواز مجرم کثرت استنمال مان ہی لینا پڑا۔ لہذا اس بارے میں اب آپ کا کچھ کہنا باعث ہے۔ یہی عالی خرم کا بھی ہے کہ علاوہ صمد و ابتدا اگر در میان ہیں کوئی دوسری تاویل سے خرم در میان کی گونا گونا گئی ہو سکتی ہیں تو اسانہ کی تفسیر کیوں کریں اور ان کے قانون کو کہیں توڑیں۔

فصل نمونہ، فصل نمونہ، چونکہ بحرِ مسطوع ہے لہذا اقباسے اور ساتویں رکن میں شلم لانا جائز ہے اور دوسرے اور چھٹے رکن میں تسبیحِ عائزہ سے۔

جی چاہے یوں تاویل فرمایئے۔ اصل وزن فعلوں فعلوں فعلوں ہے۔ عدد فعلوں میں شلم کیا تو فعلوں بروزن فعلوں ہوا  
پھر دوسرے ممکن یعنی شواوول میں فعل لاٹے تو دوسرا رکن فعل ہوا اور تیسرا فعلوں ہے لہذا فعل فعلوں میں (ل + ف + ح) ،  
تین متحرک ستر لکھا ہو گئے لہذا یہ عمل تحقیق خاسے دربیانی کو رکھ کر کیا تو فعلوں فعلوں بروزن فعلوں فعلوں ہو گیا۔ اس طرح علم لسانی  
کا جھگڑا اٹھ جانا ہے اور اس کا نام مفادرب سمط ثمن انعم مقبوض محبن ہر جہے گا۔ لیکن بعض جگہ یہ تاویل کام نہیں دیتی ہے  
بجائے شعر عربیہ۔

دیدیں چہا کہ دھرم بادل میں  
رسوا ملک میں شہید اولیٰ من  
ضلعن فمولاہن، ضلعن فمولاہن۔ یہاں تاویل اول کام نہیں دینی لہذا اگرچہ دوم میں تسبیح اور رکن سوم میں بوجہ تسبیح نظر آنا چاہیے گا۔  
وزن نصیب اول  
اگرچہ غرم اور ظلم کا عمل ایک ہے لیکن ان دونوں میں فرق ہے کہ غرم رکن سہاٹی سے اور ظلم رکن خاماسی سے تعلق رکھتا ہے اور صدر وابتدا سے دونوں مخصوص ہیں۔

## جماعات مزید استفسارات

(I) ONOMATOPOEIA = IMITATIVE SOUND

جو شعر آپ نے لکھا ہے اس میں دون دون فعل آواز نفاذ نہیں ہے بلکہ محض یعنی خوار و ذلیل ہے۔ یہ شعر ابتہ  
آپ کی بات کا حامل ہے۔

زلفت رو آواز آمد برون که دوست و دوست گردی دوان

پہلے دو دن نقل آواز نفاہ کی طرف ایسا ہے کہ وہ تمیز اور بعض عمار و ذلیل اور ان دونوں کے دون میں تمیز نہیں ہوتا ہے اور گدھن، دون میں کہہ سکتے ہیں کہ تمیز نہیں ہوتا ہے۔ اگرچہ اہل فن دو حرف کی نیابتی صرف آخر غلط میں تجویز کہتے ہیں اور اولیٰ وہ وسط میں ایک حرف کی زیادتی مانتے ہیں جیسے شکوہ اور کوہ میں۔

آئیں تو کیا کوئی صنعت نہیں قرار دیتے اور اس کا نام حکایتِ العصرت رکھتے ہیں۔

(۲) عربی بکوری کی تو کچھ حالت نہ پوچھئے۔ ملاحظہ ہو حسان بن ثابت

لن انقبیٰ بکاتبٍ بشیخٍ  
محقق غیر ذوقی محقق

اول تو شعر مفہوم ہے۔ پھر پاک رکن کا ہے مزید برآں متفاععلن میں مستعمل ہونا ہے۔

لمن صبی متفاععلن۔ ی بجا بل متفاععلن بطا لے مل مستعمل۔ قن غیر ذوقی مستعمل، مدح فوہل مذاق اہل عرب کے

سوا ایسا شعر کب شکر کلام کے کا حذر دار ہو سکتا ہے لہذا استغنیٰ نے متفاععلن میں مستعمل مٹو لسا نو دیا برا کیا؟

اور وزن کامل کا عربی میں ملاحظہ ہو۔

ولقد سبقتهم آتی فلم تزد وانست آخر بروزن متفاععلن متفاععلن متفاععلن۔ یہ زبیل گولی مارنے کے قابل ہے۔

(۳) بحر سوا لمسطات کے کسی رکن میں آپ اذالہ و تسبیح کو اپنے فتوے سے جائز نہیں سمجھتے حالانکہ اہل فن نے بلا قید

مطلقاً اذالہ و تسبیح کو عوض ضرب میں جائز مانا ہے۔ ہاں دقیق النظر اذالہ و تسبیح بہ وزن غزلہ کو حسن و جہ عدم ثقالت سمجھتے ہیں اور

غیر فنی غزلہ کو جہ ثقالت مکررہ قرار دیتے ہیں لہذا احاطہ کے شعر کے جواب وہ آپ ہیں نہ اہل فن اور کسی شاعر کا کلام سبب و غیر سبب

دونوں میں تسبیح و اذالہ عوضی و ضری سے آپ خالی نہ پائیں گے۔ آپ عدم تساوی اجزا کی وجہ سے مسطات میں اذالہ و تسبیح

نہیں چاہتے مگر کیا کیا جائے کہ شمار قوم شرابی واقع ہوا ہے۔ آپ بھی طوعاً و کرہاً شریعہ میں جگہ کیے اور بزرگداشت پر عمل کیجئے۔

تعریف شعر

مولانا روحی صاحب دیر عجم کے باب ہشتم عنوان حقیقت شعر کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ علماء عربیت تعریف شعر

یوں فرماتے ہیں :

کلام ہوزن متغی جو تنکلم کے قصد سے صادر ہو۔

محمد بن قیس مازی صاحب معیار بحر کے نقل قول میں لکھتے ہیں کہ محمد بن قیس نے تقریباً وہی باتیں کہی ہیں جو اوپر ذکر

ہو چکی ہیں (یعنی نمن اجرا اور رد لوازم) اور اصطلاح میں اس کو کلام کہتے ہیں جو تنکلم سے قصد صادر ہو اور نحوئی مصنوعی کے علاوہ

موزون متغی اور تنکلم ہونی چاہیے ایک مصرع نہ ہو۔ دیر عجم میرے پاس نہیں اس کا خلاصہ مشرک حکم ہے۔ اگر میرا حافظہ غلط نہیں

کہنا ہے تو دیر عجم میں بھی قید قصد تنکلم ضرور ہے۔ آپ سے نقل کرنے میں ”سخنہ ست اندیشیدہ“ سے پہلے کی عبارت وہ

گئی۔ وہ بیچارے کیا کریں علاوہ محقق طوسی تقریباً کل قید قصد ضرور لگاتے ہیں اور اس قید سے اپنے نزدیک قرآن کو مستثنیٰ کرنا

چاہتے ہیں BUTIN VAIN -

قصد کی قید لگانے سے اور زیادہ جملائے عذاب ہو گئے اس لئے کہ خدا کا فعل اضطراری ٹھہرا اور غیر مرید ہو گیا جبکہ

قرآن میں آیات ہر چند موجود ہیں۔ ناگہمی سے قصد اور عزم میں فرق قرار دیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ افسانوں میں تو ان دونوں

میں فرق کرلو۔ مگر خدا کی نسبت سے ان میں فرق نہیں ہو سکتا لہذا اس صورت سے بھی چھٹکارا نہیں ہوتا۔

اگرچہ ہے تو اس طرح سے ہے کہ مصادر یہ مختلفہ پر اطلاق شعر کا نہیں ہوتا اور قرآن مجید میں اگر کلام موزون

ماتا ہے۔ وہ نصیر الدین بن ہریر ایک آدھ شعر بھی لٹا ہے مگر وہ آیت کا کوئی لفظ چھوڑ کے شعر ہوتا ہے۔ قتل و برید کر کے تو ہر نرسہ بھی شعر بنا سکتے ہیں۔

جہاں مذمتِ شوخی یا شعر کی آیت و عادت سے پاٹی جاتی ہے وہاں مدح بھی ملتی ہے جیسے ابنِ شاعر حکمہ الشاعر، غلامیہ الرحمن۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بن زبیرؓ اس کے قصیدے پر انعام دیا جو قصیدہ بردہ کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں ابنِ نابہؓ کی نعلین کی ہے۔

وہاں عبادہ الشمر و ماہی بنی لہ۔ ذاتِ نبوی کے بارہ میں فرمایا ہے کہ ہر نے ان کو شعر نہیں سکھایا اور زمانہ کے لئے سزاواست ہے۔ اس سے مدحت شعر نہیں نکلتی۔

جس ہی کے زمانے میں جس فن کو رواج زیادہ تھا اس زمانے کے نبی کو اسی فن میں صاحبِ اعجاز بنا کر مبعوث کیا جاتا تھا۔ حضرت موسیٰ کے وقت میں شعر کو رواج تھا اس لئے ان کو عصا سے باطل السحر ملی۔ حضرت عیسیٰ کے زمانے میں طب کا زور تھا ان کو علاج کا بھڑہ عطا ہوا۔

بھڑہ والے سوال کا جواب اسی خط میں صحتاً موجود ہے۔ کوئی بھڑہ جب وزن میں آتا ہو تو اس کو برابر ایک حرف کے دہانتے ہیں۔ جن الفاظ کے آخر میں بھڑہ ہو اس کو ایرانی اور ہندی موزوں ہی میں نہیں لاتے جیسے جبار، وفاد، دما، عرب و ریشہ فعل اور ایرانی و ہندی ہر وزن محلِ نظم کرتے ہیں یعنی جبار، دفا، دعا۔ فنِ تاریخ گوئی میں دی، مان کر دس عدد دیتے ہیں۔ مثلاً چاہئے اس کے اتیس آمد لئے جا میں گئے اور جابئے گئے چرتیس۔ پہلے الف عدد کو (۱۱) اس طرح کہتے تھے تو وہ عدد دیتے تھے اب اس طرح آگیا لکھتے ہیں اس لئے ایک عدد دیتے ہیں۔

اگرچہ برا قلم ہذا ہے مگر ناواقف کے لئے مفادہ سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ کوئی بات کسی سے ذہانت کی بھٹکتی طبیعت محفوظ ہوتی ہے۔ اگر کلمتی ہوئی اور سپان مات نہ ہو تب بھی جواب دیتا ہوں۔ بحیثیتِ تفسیر کسی حالت میں نہیں کرتا۔

معلوم نہ کہ کبھی معلوم نہ شد کا مصداق ہوں۔ سوالات سے مجھے خود کچھ فکر کرنے کا موقع ملتا ہے اس لئے شکریہ گزار ہوتا ہوں نہ سائل۔

نوٹ۔۔۔ ذال کی جگہ زائے مجرہ لکھنے کے خلاف ہوں اس لئے گزارش کو ذال سے لکھا، وجہ بیان کرنے کا محل نہیں واسلام غیر خاتم۔ سید اولاد حسین شادانِ بگرامی۔ یکم جنوری ۱۹۴۰ء

(۵)

بنام انصاف و محبت صاحبِ گورنمنٹ کالج کوئٹہ

شادانِ فرازا

تسلیم۔ کل آپ کا عنایت نامہ ملا۔ یاد فرمائیے کا شکریہ۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے آپ نے ”استاذی المعظم“ لکھا تھا۔ جیسی تو میں نے عرض کیا تھا کہ یہ نسبت میرے آپ کے درباریانِ تحقیق نہیں۔ اگر صرف





نزلہ چڑھ گیا۔ ایک سال سے نیارہ ہوا کہ مالی اور مالی نقصان برابر ہو رہا ہے۔ تیرہ برس کی میری طبیعتی کا انتقال ہوا۔  
صاحب نے حوائج پر انتقال ہوا جسے میں بزدل نہ کہتا تھا۔ میرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ پرسوں میری بڑی مہشیر کا انتقال  
ہو گیا۔ ڈیڑھ ہزار روپیہ کا نقصان ہو گیا۔

تبرج غائب بھی کہہ رہا تھا۔ بس ایک کام میں تنہا ہوتا ہوں تو روزِ کام کچھ مجھ سے نہیں ہٹ  
جاتا۔ بیٹے سے طوطے کے جوائے بھی نہیں لکھے ہیں۔ آج اتنی مدت کی آئی ہوئی ڈاک دیکھی تو اس  
نذرینہ لائے لئے اور اسی شعر کا ربانی ذکر بھی آیا تھا مگر آپ نے اپنے اس خط کا ذکر بھی نہ کیا۔

پیریز شہر زبانِ پساں رنجہ دارندہ مجھ کو خاکسار  
باز پر شام کا ترکیب دیا برا لفظ ہے۔ وہ لغت میں کیوں ملے۔ معنی چٹنا یہاں برا دیکھنے کی طرف۔ رنجہ دار  
پیشہ رہنا۔ غرگس، بڑی طبعی۔ غرضیج کے سے نازی میں لاتے ہیں۔ دارندہ کے حامل وہ لوگ جو غرگس کی طرح  
مستحقِ صل رنجہ دارندہ اور مزید علیہ باز ہیں جیسے باہرام سے باہرامان۔  
مطلب اس طرح اونٹ کے پیشاب پر چھپنے کی طرف بڑی کھیاں چڑھتی ہیں اسی طرح یہ لوگ  
کی صورتِ تنصیح دکھائی ہے۔

چند چند از حکمتِ یونانیاں حکمتِ ایبائیاں را ہم بخوان  
پہلا مصرع وصال سے خارج ہے۔ یوں ہوگا کہ چند خوافی حکمتِ یونانیاں یا کہ چند چند ان حکمتِ یونانیاں۔  
کدام مک کا۔ ت یونان کی کواہ ہے یا پڑھئے ہو گئے۔  
میں بڑے صفتِ غلام نوام چہ نامے کہ مولائے نام نوام  
نمازی ان دو کھالی خوب کی وجہ سے جس کو مارا غلام ہوں۔ تمہارا کھیا اسلی نام۔ جس کی ہاں کا غلام  
مولائی غلام۔

اے کراؤ اندیشہ عقل صلاح اندیش نو  
چاندنی اور بکر نماز شہزادہ کہتے ہیں۔ رات کا اندھیرا عیب پوش اور چاندنی عیب کشا ہوتی ہے اسی طرح  
بھی پروہ لٹانے راڈ گل ہوتی ہے۔

تمہاری عقل جو صلاح اندیش ہے اس کے خوف سے اہلِ نکل کی غارتی کے راستہ کو ہر لپٹ  
بجائے ظاہر کرنے کے۔ شاید اس شعر کا تعلق اس سے۔ چلے شعر سے جو۔ والسلام!  
دوسرا پرچہ قاضی سید محمد نعیر صاحب کو دے دیجئے۔

سید اہلِ حسین شادان۔ ریاست رام پور دیوڑی

۲۵ مئی ۱۹۶۶ء - ۲۳

# سیماب اکبر آبادی

بنام منشی محمد الدین فوق

(۲۱)

مکرمی و محبتی جناب فوق صاحب زاد کریم۔

و علیکم السلام۔ ایک عرصہ مدید کے بعد آپ کا محبت نامہ ملا۔ شکر ہے کہ میں آپ کو یاد رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ بے نہ صرف رہتے ہیں۔ اس نئے خط بھیجنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور ہر لاہور سے آنے کے بعد زندگی کچھ ایسی گراں رفتار ہو گئی ہے کہ قدم قدم پر جی چھوڑ دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جب سے اب تک کوئی نظام ایسا مرتب نہیں ہو سکا جو یک روز مٹن کر دیتا۔ اگر وہی آئے۔ وہی سے واپس آکر ہمارا تھا کہ ماسٹر صاحب بھی علی گڑھ سے یہیں چلے آئے۔ اور ارادہ ہوا کہ چپانہ وہی سے شائع کروں۔ اطلاع دے دی ہے۔ اور منشاء ابھی کے مانت کام شروع کر دیا ہے اب یہ اس کے اختیار میں ہے کہ وہ موجودہ حالت کو ہمارے نئے خوشگوار بنا دے۔

آپ کی البیہ محترمہ کی طویل ملائت کی اطلاع باعث فکر و ملال ہوئی۔ خدمت سر کو آب کی رفاقت میں ہمیشہ زندہ رکھے۔ کل کا اگر کوئی اسپر (SPECIALIST) لاہور میں ہوتا تو اسے دکھائیے۔ ایک ڈاکٹر یہیں بھی اس مرض کا مخصوص علاج کرتے ہیں۔ میں ان سے بھی ذکر کروں گا۔ اچھا ہو کہ آپ انہیں بغرض علاج دہلی لے آئیں۔ حکیم اہل فار صاحب سے رجوع کریں۔ آپ نہ ہر ابھی بدل جائے گی۔

زندگی ہر دور میں یعدی رہی ہے۔ ابدی حیات کا آجنگ کوئی حال نہ ہو سکا۔ لیکن سانس کے ساتھ اس بانی ہے۔ اور باقی رہنی چاہئے۔ دعا اور دعا کے بعد انسان کے پاس کچھ نہیں۔ مگر خدا کے پاس سب کچھ ہے۔ وقت یہ ہے کہ وہ اپنے قانون میں کوئی ترمیم نہیں کرتا۔ ازل میں جو احوال مرتب ہو چکی ہیں۔ ہنوز انہیں پر عمل درآمد ہے۔ پھر اس کی شکایت کیا؟ دنیا میں ہر ذی مدع معرض انقلاب میں ہے۔ زندگی خود ایک انقلاب ہے۔ کسی حالت کا یکساں رہنا محال ہے۔ دینی وجہ ملک ذوالجلال والاکرام! خدا کے نفل پر بھروسہ رکھیے۔ اور برات انکا اختیار چھوڑ کر یکسو ہو جائے۔ منظر مع متعلقین اگر میں ہیں۔ چاہتا ہوں کہ سب کو ہمیں بلاوں۔ کبھی کبھی اپنی خیریت سے اطلاع دیتے رہے۔ بیانہ

ملہ شمس الدین فرزند حضرت سیماب۔

کا شہرہ قریب روز بروزوں کا "کشمیری" کی زیارت مدت سے نہیں ہوئی۔ پتہ جڑیں مستقل لکھ دیئے۔  
 بچے اپنا خادم بقیہ فرمائیے۔ اور جو خدمتیں کر سکتا ہوں اس کی تفویض میں کبھی تکلف نہ کیجئے۔  
 نیاز مند۔ سیاب اکبر آبادی ملہ

فرمادی ۱۱، دسمبر ۱۹۱۱ء

ملہ ممدنا لاشح حسین صاحب سب صدیقی اوارنی کراہا دایع دہوی کے شاگرد ہنے کی دہر سے مٹی ممدان ذوق کے استاد بھائی تھے۔ بڑے  
 پڑھ۔ زود نویس اور قادر الکلام۔ سوتھے صیبت میں بلا کی آیت حق "تاتاق" اخبار آگرہ سے اور سالانہ پیماہ آگرہ لاہور اور دہلی سے شائع کرتے رہے  
 بعد ایک ماسور ملہ شاد نے ٹران اور دہر تھے کئی کتابوں کے مصنف اور مدد ہا شاگردوں کے استاد تھے۔  
 فوت صاحب کو اور یہی ان سے پہلی ملاقات لاہور میں ہوئی سب ۱۹۲۲ء میں وہ اپنے شاگرد عزیز ممدان نظامی ملی گڑھی اور اپنے  
 فرزند شمشاد حسین منگل کے ہمراہ لاہور تشریف لائے تھے اور قریب پانچ پچھ ماہ یہ دہر منگل کی فرمائش پر شہزی مولانا دم کا ترجمہ اردو نظم میں کیا  
 کرتے تھے۔ برتر ہر اہام منظوم کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔  
 تمام پاکستان کے بعد ہجرت کے لڑائی آگئے تھے اور وہاں سے رولڈ پریم "نکالتے تھے۔ مگر ادنی تاج سے کلج غربت میں  
 پہلے آنے کا جو مد تھا۔ سے کچھ ان کا دل ہی جانتا تھا۔ دو سال ہونے کراچی میں بیرون زمین سوتے۔ کچھ مکتوب الیہ کے بارے میں۔

ذوق صاحب ہیں جو ہر سب خراب زنا کش  
 پیرو دست گریہ این و لمی !  
 دہانہ مشق چند کشمیر سے  
 خواجہ و مزدور کے ہیں ترجمان  
 ذوق ہے اصلاح اور تہذیب سے  
 ان کی نظموں میں اثر ہے دل نشین  
 ان کے فتنے جب سنیں گے ان دل  
 ان کے فتنے انجمن پر چھائیں گے  
 شعروہ رسنا کبھی کہتے نہیں  
 پہلے لیتے ہیں اثر ماحول سے  
 پھر نتائج پر کیا کرتے ہیں غور  
 وہ مفکر بھی ہیں اور شاعر بھی ہیں  
 حضرت اقبال کے ہیں ہم نشین  
 شاعری پنجاب میں گو عام ہے  
 ذوق صاحب کو ہے سب پر ذوقیت  
 ان کی نظمیں سنہ اکسیر ہیں

خوش خال و خوش مذاق و خوش معاش  
 زندہ اک تار یخ ہیں کشمیر کی  
 روح زخمی ہے وطن کے تیر سے  
 دیر میں بھی ان کی ہوتا ہے اذال  
 نظم کہتے ہیں اسی قریب سے  
 ہیں وہ واضح و ستر کے محفل نشین  
 کینٹ۔ مل ان کو ہو کر مستقل  
 ہر طرف و ہسان فربائیں گے  
 وقت پر خاموش بھی رہتے نہیں  
 نظم کرتے ہیں حقیقی واقعے  
 غور سے پھر فکر کا ہوتا ہے دور  
 اور ذوق شعر کے ماہر بھی ہیں  
 صاحب و جہان و عرفان و یقین  
 قوم کی اصلاح میں ناکام ہے  
 درس و حکمت سے ہے انکوائت  
 وہ حقیقی شاعر کشمیر ہیں

(سیاب اکبر آبادی)

بدائع فریخی

(۲)

مترنی! اسلام ملوک

سہرا اور خط پہنچا۔ ڈیڑھ دن دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ اہل پنجاب کا یہی تودہ، معیار ذوق ہے جسے دیکھ کر ان کی جہنم مذاقی کا احراق کرنا پڑتا ہے۔ اگر آپ ۵۰۰ یا ایک ہزار سہرے دیں تو چھپ کر کھجوریں تو "شاور" میں گاد پئے جائیں گے۔ اور جن لوگوں کے نام آپ لکھیں گے انہیں اجارہ بطور نمونہ بھیج دیا جائے گا۔ اس پر کہ آپ بخیر ہوں گے۔ سالک صاحب سے سلام کہہ دیجئے۔

خادم و نیازمند سیلاب اکبر آبادی

۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء

محمد مدین فوقی

(۳)

مترنی! اسلام ملوک

خدا خدا کر کے آج تھوڑی سی فرصت ملی۔ تعمیل حکم کر رہا ہوں۔ اگر وہ سے لاہور اتنی دُور ہے کہ حصول نیاز ناموقع ہی نہیں ملتا۔ خدا کرے عزیز خلیفہ احمد کی شادی جلد از جلد اس تقریب کا حیدر بن جائے۔ کیا آپ کشمیر کی نمائش میں شریک نہ ہوں گے؟ اب تو وقت نکلا جا رہا ہے۔ کوشش کیجئے کہ "کشمیری" وہیں سے شائع ہو۔ کشمیر میں اب کوئی اخبار نہیں ہے اور پریس مباراج کو اس طرٹ توجہ دلا رہا ہے۔ مگر وہ قواب چھ بیٹے کے لئے بدمذہب جا رہے ہیں۔

اگر وہ جب آپ تشریف لائیں آپ کا گھر ہے۔ اس کے متعلق اطلاع واسطوں کی ضرورت نہیں۔

ہم پانچ کے ایک موثر ریور کا منتظر ہوں۔

تہا ہوں اور قمر الادب کے جوائے شاعر نے دماغ پریشان کر رکھا ہے منتظر ملکہ سے بہت کچھ مدد لی رہی ہے خدا کا شکر ہے۔ ساغر قواب اپنی دنیا الگ بنا رہے ہیں۔ گو وہ اپنی اس کوشش میں ناکام ہیں۔ مگر کوشش جاری ہے۔ بہر حال پیادہ کے ساتھ ان کا تعاون میرے اطمینان کا باعث ہے۔ اور کوئی خدمت؟ ہاں زبرد اور بغضتہ غزوہ بھیجئے لکھ "شاہ" یا "پانچ" میں بھی لکھئے! اے کشمیر!

تیرے دیدار کی حسرت دل سیلاب میں ہے

نیازمند سیلاب اکبر آبادی

قمر الادب کو، ۱۰ اگست ۱۹۳۰ء

محمد مدین فوقی

(۴)

مترنی! سلام ملوک

کارڈ پہنچا۔ میری عیدیم الفرمستی اور عدم تعمیل ارشاد کی یہ کافی مزاحمتی جو آپ نے اس کا۔ میں میرے لئے تجویز

محمد مدین فوقی

لاشتار و قریب۔ رات کروں گا کشمیری کی زیارت مدت سے نہیں ہوئی۔ پتہ نہ پڑ سکا۔ مستغلا لکھ دیئے۔  
مجھے اپنا خادم اقمین فرمائیے۔ وہ جو خدمت بن کر ملتا ہوں اس کی تعزین میں کبھی تکلیف نہ کیجئے۔  
نیز سند۔ سیاب اکبر آبادی

نورستان دہلی ۱۰ دسمبر ۱۲۸۱ھ

سے مولانا شائع صاحب سب صاحب دہلی اور اکبر آبادی۔ آج وہی کے شاگرد ہونے کی وجہ سے مثنوی محمد امین ذوق کے استاد بھائی تھے۔ جسے  
یاد کرو۔ خود نویس اور قلمدان صاحب نے عربی سے جمیعت میں لکھی۔ تاج اخبار آگرہ سے اور سالانہ بیرون آگرہ لاسر اور دہلی سے شائع کرتے رہے  
بعد میں ایک۔ اسوارہ سالہ شاہ کے نگران اور۔ جسے کئی کتابوں کے مصنف اور۔ حد۔ ۲۰ سالہ ہوں گے است۔ تھے۔

ذوق صاحب کی اور میر کا نام سے پہلی ملاقات لاہور میں ہوئی۔ جب ۱۲۸۱ھ میں وہ اپنے شاگرد عزیز مسافر نظامی علی گڑھی اور اپنے  
فرزند شمشاد حسین منٹو کے ہمراہ لاہور آئے۔ ان کے ملنے سے اور تقریباً پانچ چھ ماہ فیروز سنہ کی فرمائش پر مثنوی مولانا دوم کا ترجمہ اردو نظم میں کیا  
گیا۔ تھے۔ پھر ترجمہ انعام منظوم کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد میر کے لایا پی آگئے تھے اور وہاں سے ریل پریم "نکلنے تھے۔ مگر ذوق تاج سے کچھ غربت میں  
پہلے آنے کا جو۔ مدد تھا۔ کچھ اُن کا وہاں ہی جانا تھا۔ سال موت کراچی میں پیر مہنا میں ہوئے۔ کچھ مکتوب الیر کے بارے میں۔

ذوق صاحب میں جو میر سے خواجہ تاش  
پیرہ دست گرد و ریخ و لب لای !  
راہبند عشق بنے کشمیر سے  
خواجہ و مزدور کے ہیں زحماں  
ذوق ہے اصلاح اور تہذیب سے  
ان کی نظموں میں اثر ہے دل نشیں  
ان کے تھے جب سنس کے ان دل  
ان کے تھے انجمن پر چائیں  
شعورہ رسنا کبھی کہتے ہیں  
پہلے لیتے ہیں اثر ماحول سے  
پھر نتائج پر کیا کرتے ہیں خود  
وہ مفکر جی ہیں اور شاعر بھی ہیں  
حضرت اقبال کے ہیں ہم نشیں  
شاعری پنجاب میں گرام ہے  
ذوق صاحب کو ہے سب پر فیت  
ان کی تھیں نسو اکسیر ہیں

خوش خیال و ذوق و خوش معاش  
زندہ اک تاریخ ہیں کشمیر کی  
روح زخمی ہے وطن کے تیر سے  
دیر میں بھی ان کی ہوتی ہے اداں  
نظم کہتے ہیں اسی قریب سے  
ہیں وہ داغ و بتر کے محل نشیں  
کب۔ صل ان کو ہوگا مستقل  
ہر طرف و جہاں نور برائیں گے  
وقت پر خاموش بھی رہتے نہیں  
نظم کرتے ہیں حقیقی و اسے  
غور سے پھر فکر کا ہوتا ہے دور  
اور ذوق شعر کے ماہر بھی ہیں  
صاحب و جہاں و زمان و یقین  
قوم کی اصلاح میں ناکام ہے  
درک و حکمت سے ہے انکو انیت  
وہ حقیقی شاعر کشمیر ہیں

(سیاب اکبر آبادی)

رشد قریشی

(۲)

مترجم اسلام علیکم۔

سہرا اور خط پہنچا۔ ڈیزائن دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ اہل پنجاب کا یہی تودہ، معیار ذوق ہے جسے دیکھ کر ان کی بند مذاق کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اگر آپ ۵۰۰ یا ایک ہزار سہرے وہی سے چھپو اگر بھیج دیں تو "شاعر" میں لگا دینے جائیں گے۔ اور جن لوگوں کے نام آپ لکھیں گے انہیں اخبار بلور نمونہ بھیج دیا جائے گا۔ امید کہ آپ بغیر ہوں گے۔ سالک صاحب سے سلام کہہ دیجئے۔

خادم و نیازمند سیاب اکبر آبادی

۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء

راہدین فوق

(۳)

مترجم اسلام علیکم۔

خدا خدا کر کے آج تھوڑی سی فرصت ملی۔ فیصل حکم لراہوں۔ آگرہ سے لاہور آتی دوڑ ہے کہ حاصل نیاز کا مرتبہ یہاں نہیں ملتا۔ خدا کرے عزیز نظرائے شادی جلد از جلد اس تقریب کا حید بن جائے۔ کیا آپ کشمیر کی مناسبت میں شریک نہ ہوں گے؟ اب تو وقت نکلا جا رہا ہے۔ کوشش کیجئے کہ کشمیری "دیس" سے شائع ہو۔ کشمیر میں اب کوئی اخبار نہیں ہے اور پریس مہاراجہ کو اس طرٹ توجہ دلا رہا ہے۔ مگر وہ قواب چھ بیٹے کے لئے یوپی جارہے ہیں۔

آگرہ جب آپ تشریف لائیں آپ کا گھر ہے۔ اس کے متعلق اطلاع و اطلاع کی ضرورت نہیں۔

وہ پیمانہ جس کے ایک سو تیرہ یوپی کا منتظر ہوں۔

تہا ہوں اور قمر الدوب کے جوائنڈے شاعر نے دماغ پریشان کر رکھا ہے منتظر سلمہ سے بہت کچھ مدد لی رہی ہے خدا کا شکر ہے۔ ساغر قواب اپنی دنیا الگ بنا رہے ہیں۔ گوہ اینی اس کوشش میں ناکام ہیں۔ مگر کوشش جاری ہے۔ بہر حال پیمانہ کے ساتھ ان کا تعاون میرے اطمینان کا باعث ہے۔ اور کوئی خدمت؟ ہاں ذیرہ اور ہفتہ مزدور بھیجئے کچھ شاعر "یا پیمانہ" میں بھی لکھئے!

اے کشمیر!

تیرے دیدار کی محنت دل سیاب میں ہے

نیازمند سیاب اکبر آبادی

قمر الدوب کو ۱۱ اگست ۱۹۳۰ء

(۴)

راہدین فوق

مترجم و محبی زاد کریم۔ السلام علیکم۔

لا ڈھپنچا۔ میری عیدم الغرض مستی اور عدم تعمیل ارشاد کی یہ کافی مزاحمتی جو آپ نے اس کارڈ میں میرے لئے تجویز

رسمی محمد امین فوق

ذاتی۔ دل پہ ایک تازہ بانہ لگا۔ احساسِ جاگاز اور باتہ اس بس کی طرف بڑھ گئے جس میں آپ کی شے مطلوبہ محض نہیں تھی۔ وہ تمام کاغذات نکال کر اپنے سامنے رکھ لئے ہیں۔ بہت ممکن ہے شام تک بھیج دوں ورنہ کل بھیجنے میں تو ٹل نہ دیں۔ لیکن اس سے پہلے کہ یہ چیز آپ کے پاس پہنچے۔ آپ کو اپنے الفاظ "اب مزید تکلیف نہ دوں گا۔" اور "لے لینے چاہئیں۔" بے ان اثناء سے سختی تکلیف پہنچی ہی خوب جانتا ہوں۔ غلام ہوں۔ نیازمند ہوں۔ غلامِ خدا نہیں ہوا کرتے۔

ادبی محرفے حب اور شاد حاذریں۔ ان کا کیا بنے گا؟ ذرا میں بھی تو سنوں!

"شاعر" آپ کے پاس بار بار رہا ہے۔ اپریل مئی کا یکجہاں فیکریا آپ کو نہیں ملا، منتظر کتے ہیں جس نے فرود ہے۔ اب فیصلہ سیب کی صلاح پہ ہے۔ اطلاع آنے پر دوبارہ مجبور ہوں گا۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ "شاعر" میاں نے مانا نہ کروا گیا ہے۔ میں تو "کشمیری" میں ریوڑ کا منتظر تھا لیکن آپ کہتے ہیں "شاعر" چننا ہی نہیں۔ چلا آپ کے خط کا۔ سیکانگی "والا جلا" پھر صبر آزما ہے۔ جن لوگوں کا شمار خلوص ہے وہ اس لفظ سے "اثر" ہیں۔ "تاج" اور "شاعر" دونوں آپ کے ہیں۔

آپ آخر جون میں کشمیر جائیں گے۔ مبارک ہو۔ کشمیر سے ہمارا بھی سلام کہہ دیجئے گا۔

اور کوئی صدمہ ؟

نیازمند۔ سیاب اکبر آبادی

اگرہ ۲۰ مئی ۱۹۳۷ء

(۵)

بنام محمد عبداللہ قریشی

محترمی۔ وعلیکم السلام

دوست نامہ پہنچا۔ یاد آوری کامنوں ہوں۔ میں بوجہ انجمن کے اجلاس میں شریک نہ ہو سکوں گا۔ اگر لاہور۔ آپ کی شادی میں شرکت نہ ہو سکتا۔ خدا یہ نئی زندگی آپ کو مبارک کرے اور ازواجی صفتیں سازگار ہوں۔ وہ ہی سے سہی مبارک ہوئے۔

شریکِ صفت

سیاب اکبر آبادی

شاعر اگرہ ۸ اپریل ۱۹۳۷ء

لے حمایت اسلام لاہور

لے میں نے اپنی شادی کے موقع پر دعوتی نوید بھیجتا جس کے جواب میں یہ خط اور سند رجوع ذیل نظم وصول ہوئی تھی :-

زہے نشاۃِ گلستان زہے شباب بہار	اُلٹ رہا ہے کسی مست نے نقاب بہار
ادھر پی سی ہے زمیں چاندنی کے بھولوں سے	ادھر نلک پہ فروزاں ہے ماہتاب بہار
صیغِ غنیمت سے ہونے لگی تراوشِ کیفیت	صراحتِ حید سے چھلکنے لگی شراب بہار
لباسِ سبز سے پیدا ہے ایک حشرِ جمیل	ہر ایک ذرہ ہے رنگین فرشِ خواب بہار

دعا شدہ لکھے صند

مکتبہ سیاب اکبر آبادی

(۶)

QASR UL ADAB, AGRA.

عزیزی۔ اسلام علیکم۔

آپ کے پاس خاطر سے شاد صاحب کی غزل بعد اصلاح واپس بھیج رہا ہوں۔ اسے اجتہاد نہیں کہتے آپج  
کہتے ہیں۔ ہر متداول بحر میں ایک یا دو رکھی بڑھا کر مجھ معلومہ کے خلاف بحرین معلوم کر لینا بہت معمولی اور بچوں کا سا  
کاہ ہے۔ لیکن اس قسم کی بحر میں نہ مروج ہر سکتی ہیں نہ کار آمد۔ شاد صاحب کو اس بے راہ روی سے روکٹے۔ نئی بحر میں  
یوں ایجاد نہیں ہوا کرتی۔ اس کے لئے بڑے علم اور بڑی مہارت کی ضرورت ہے۔ اس غزل پر آپ کے پاس غلطیوں  
نے اصلاح کر دی ہے۔ قاعدے کے اعتبار سے اس غزل کو غلط وزن نہیں کہا جاسکتا۔ غلط بحر کہہ سکتے ہیں۔

دماغ

۲۶ ستمبر ۱۳۵۷ھ

سیاب اکبر آبادی

نہ بچے سنے گا کسی سترتِ فزیز کی ہے اک تمہید یہ خوشگوار قیصرۂ انقلاب ہمسو

بہا تھا خونِ محبت جو عیدِ قرباں پر

وہی ہے آتشِ گل وہی گشتاں پر

ہم سے ہیں جمع بعد شوقِ خدا مان ادب کہ صدِ محفلِ عشرت ہے آج جان ادب

وہی ادیب ادب جس پہ ناز کرتا ہے وہ عندِ یب و طوطی بوستان ادب

وہ جس کی قوتِ ذہنی کا معونہ ہے کمال نگاہ جس کی ہے گلچینِ گلستان ادب

وہ ایک ذہ جہاں مال رہ گندہ ہر کر بنا خدا اپنی ہی کوشش سے آسمان ادب

وہ اک جہاں قریشی محمدِ مبدلہ ادراشتناں معانی مزاج دان ادب

جھکا جلی ہے عروس ادب تو پریم کو

عروس حسن اب آئی ہے خیر مقدم کو

فرح ہر کہ مقدر بردے کار ہے آج مزاجِ حسنِ محبت سے ہنگامہ آج

برائی ہے ختم تنادِ شوق کی منزل نہ منتظر ہے کوئی اور نہ انتظار آج

وہ دل جو غایتِ منت سے مٹا غلظتِ اندھ خوشی کے چش سے گھلا نہ بہار آج

ہیں وہی ہے سترت کی مدد شنی ہر سو قراںِ خبرہ و غور شید ما نگار آج

دماغ پرکش ہوئی مطلبِ ناکل کوئی اس غم میں ہر اک سازِ تمنا آج

نظرِ حیاں رہے آفرش پر بید ہے

الہی مہبہ محبت یہ استوار ہے

سیاب



بنام جناب نثار صاحب اٹوئی

(۷)

باسمہ تعالیٰ

QASR UL ADAB, AG RA.

عزیزی! میں بھرپال اور جھانسی کے مشاعروں سے کچھ ایسا شگ گچھا تھا کہ دو روز تک ڈاک دیکھنے کا بھی نہ ملا۔ اسی لئے آپ کے خط کا جواب بھی نہ دے سکا۔ مگر معلوم ہوا کہ بر خور دار اعجاز حسین سلمہ نے جواب دے دیا۔ اس کے بعد پھر آپ کا کوئی خط اس وقت تک نہ ملا۔ اس لیے باقی اسکول کے مشاعرے میں حاضر ہو جاؤں۔ صدارت کے لئے معافی چاہتا ہوں اس لئے کہ خطبہ صدارت لکھنے کا وقت نہیں رہا۔ ۲۵ جنوری کو لکھنا تھا۔ ہوں۔ ۱۲-۱۹ پر آمادہ سے گزروں گا۔ فرصت ہو تو ٹپیں پر مل لیجئے۔

اعجاز سلمہ کا دارمان صاحب کا اور میرا کرایہ آمد و رفت مع زاد راہ ۲۵ روپے یہاں پہنچ جانا چاہیئے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب سے میرا سلام کہہ دیجئے۔

۲۳ جنوری ۱۹۴۱ء دعا گو سیاب اکبر آبادی

(۸)

بنام منشی محمد الدین فوق

محترمی! سلام علیہ

لاہور میں تو صرف اس لئے آنا چاہتا ہوں کہ آپ سے ملاقات ہو جائے۔ اب تک کثیر دیکھنے کا شوق ہے۔ ہندوستان میں پیہ ایوٹیکے بعد تاج اور شمیرنہ ویدنا پیدا نہ ہونے سے برابر ہے۔ امید ہے کہ آپ بر خیر ہوں گے۔

نیچے آداب، کداریں۔

دعا گو سیاب دارانی اکبر آبادی

تقریباً ۲۷ مارچ ۱۹۴۱ء

(۹)

بنام خضر الرحمن خلعت فوق مرحوم

باسمہ تعالیٰ

(تقریر الادب - آئوہ)

عزیزم سلمہ! آپ کا کارڈ ملا۔ مجھے آپ کے والد کے انتقال کی خبر کل ہی "خیام" کے ذریعے ملی تھی۔ میں کہہ رہا تھا کہ اس اطلاع سے میرے دل پر کیا گند؟ مرحوم کی تواضع اچھاں فارسی مردم شناسی، امہ المہ فہمی اور تعمیر یکہ وقت سب اوصاف زیاد آگئے۔ انیسویں

اب کہاں لوگ اس شہادت لکھے!

ملاقاتوں الہی آخر قانون الہی ہے۔ وہ آج تک کسی کے لئے نہیں ڈلا۔ اور اس سے کوئی ایک تنفس بھی متنازع ہو سکا۔ دنیا کے تمام - ہنے دے ایک ہی کشتی پہ رہا ہیں۔ اور آگے پیچھے اپنے اپنے ساحل پر آمد ہے میں کشتی سب کو چھوڑتی ہے۔ دیبھا وجہ دیکھ ذوالجلال والا حکام۔ ۴ اکتوبر کو فوق صاحب اور ۵ اکتوبر کو ساحل صاحب دہلی کے انتہائی سے علی التواتر پیغام سوگواہی دیا ہے۔ خواہ مخواہ کرے اور انہیں اپنے

برادر رحمت میں جگر دے۔ نیز آپ لوگوں کو صبر و استقامت ارزانی فرمائے۔  
 فوق صاحب اپنے پیچھے اپنے اتنے کارنامے چھوڑ گئے ہیں کہ دنیا انہیں مدتوں نہیں بھول سکتی۔ ان کی  
 تصانیف کی اشاعت کا انتظام بالائزہام ہوتا رہا تو وہ آپ ہی لوگوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔  
 دنیا کا دستور دائمی یہ ہے کہ یہاں ہر بیٹے کو ایک دن باپ بننا پڑتا ہے۔ فوق صاحب کے والد ماجد نے بھی  
 ایک دن سی طرح وفات پائی تھی اور انہیں باپ بننا پڑا تھا۔ اب ان کے بعد اس باپ کی مسند پر آپ کی جگہ ہے  
 مجھے امید ہے کہ آپ مرحوم کے نقش قدم پر چل کر اپنی خانہ دانی شہرت و عظمت کو قائم رکھیں گے۔ وہی تسکین و  
 میاں امتدادِ ایام ہر سانحہ کو خوار کرتا ہی عظیم کیوں نہ ہو بھلا دیتا ہے۔ دل کی جو حالت اب ہے وہ کچھ دق کے  
 بعد باقی نہ رہے گی۔

میں نے کل اربعہ ایک قطعہ تاریخ خاتم میں اشاعت کے لئے بھیجا ہے۔ اس کی نقل آپ کو بھیج رہا  
 ہوں۔ آپ کا آخری فرض یہ ہے کہ مرحوم کی قبر پر پتہ بنا کر اس کے سرانے یہ کتبہ کھدوا کر لگادیں۔ تاکہ ان کی وفات کا  
 سال محفوظ رہے۔

شریک درد سیارہ اکبر آبادی

۲۱ ستمبر ۱۹۲۵ء

حوالہ سابق

کرد رحلت محمد الیہ فوق بود شاگرد داغ و پاک صنیہ  
 شاعر و مکتبہ داں میر و ادیب خوش بیاں خوش مزاج خوش تحریر  
 چارہ از مہر ستمبر رفت سوز مجمعہ بسوئے ملک کبیر  
 گھٹت تاریخ رحلتش سیارہ  
 "انتزاع مؤرخ کشمیر"  
 ۱۹ ۲۵

شاعر میں جی مرحوم کے متعلق مزور لکھا جائے گا۔

محمد عبداللہ صاحب قریشی سے میرا سلام کہہ دیجئے۔ یہ آپ کے والد مرحوم کے دست راست تھے،  
 آپ کے بھی کام آئیں گے۔

سیارہ

(۱۰)

بنام جناب شفا گوئیاری

مزدوری

باسمہ تم

محبی۔ السلام علیکم

پورے تین مہینے پہلے ۳ مارچ کو آپ کا خط آیا تھا۔ کہ آپ ایک معتبر شخص کے ساتھ شہر بھیج رہے ہیں۔ وہ  
 معتبر شخص آج تک تو اگرہ پہنچا نہیں۔ جاڑے گرمیوں سے بدل گئے۔ مگر وہ مرد خدا جو پانی سے گڑا بار اور گڑا لیا

سے اگر نہیں پہنچا۔ اگر ہر قدم پر وہ نقل پڑھتا ہوا بھی چلتا تو اب تک کعبہ مقصود تک پہنچ چکا ہوتا۔ کہیں شہد کی بول میں چنٹ کر تو نہیں رہ گیا؟

پھر حال اب آپ ایک بوسل شہد موعود اور ایک بوسل شہد بطور تادان اُسی درکان سے پارسل کر کے ذلیفہ ڈاک منانہ بھیج دیجئے۔ تیسرے پر شربت بنا کر پی یا کروں گا۔ گرنی قوت برابر سلب کر رہی ہے، اعدا میں کمزور ہوتا چلا جا رہا ہوں

ایسی غیریت سے بھی اطلاع دیجئے کیا شاعری کا ذوق کچھ کم ہو گیا ہے یا کم کر دیا گیا ہے۔ خدا کو سنا پڑا غیر زبانی اگر وہ  
ہر مئی سہ ماہی  
دعا گز سیاب

(۱۱)

نام باب شفا گواہی

بسم اللہ تعالیٰ

محبی اسلام علیکم۔

خط ملا۔ ۱۰ اکتوبر کو لغزو کا حملہ ہو گیا تھا۔ الحمد للہ کہ اب نسبتاً اچھا ہوں۔ مرض بندوق کا کل سہ ماہ ہے۔ علاج

باز جاری ہے۔

پریم آپ کے نام برابر جا رہا ہے۔ اس کی تو سیع اشاعت میں کوشش کیجئے۔ بھرپال سے جاوہ

نہیں آیا۔ کیا بات ہے؟

دعا گز سیاب اکبر آبادی

کراچی ۱۳ اکتوبر سہ ماہی

(۱۲)

نام شمار صاحب اٹاوی

محبی اسلام علیکم۔

آپ کا خط ملا۔ ترک وطن ایک امر تقدیری تھا۔ چھڑا ہوا۔ "دے برنڈش" کا قصہ ہے۔ مجھے بھی آپ لوگوں سے جدا ہونے کا بعد صدمہ ہے مگر مجبوری ہے۔ "علیہ ما علیہ" تکمیل کے بعد انش وانش بصورت کتاب مزد شائع کی جائے گی۔ پریم "کاسنامہ منقرب شائع ہو گا" نشاط صاحب مجھ سے نہیں ملے منظر سلسلہ ابھی طوع ہیں۔

دعا گز سیاب اکبر آبادی

کراچی ۹ مارچ سہ ماہی

(۱۳)

نام جناب شفا گواہی

محبی شفا صاحب۔ السلام علیکم۔

کل شام کو آپ کا خط ملا۔ مولانا ذکی کی خبر فحش سے تکلیف ہوئی۔ خدا مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور تھلا ایک قطعہ تاریخ آج صبح کہہ کر پہلی ڈاک سے بھیج رہا ہوں۔ اس کی ایک نقل 'غاب' کو اور ایک 'جادو' کو بھی بھیج دیجئے۔ اس کی رسید بہت جلد بھیجئے۔ تاکہ پہنچنے کا اطمینان ہو۔ ایک کارڈ اس سے پہلے لکھ چکا ہوں خدا جانے وہ پہنچا یا نہیں۔ 'غاب' کے خاص نمبر کے لئے کل برسوں تک کچھ بھیجی دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ معلوم کہ کہ آپ دہلی مطبع میں "الینان ہوا" خدا مطبع ہی رکھے۔

دہلی سیاب اکبر آبادی

کراچی ۱۰ مئی سنہ

(۱۴۱)

نہایت شفا گراہیلی

کوئی فصل تھی نہ اپنی۔ کوئی فصل میں نہ تھا

وہ بھی کیا دن تھے کسی کا عشق جب انہیں تھا

پہلے مصرع میں صرف الفاظ کی بے ترتیبی سے "مصرع سست" اور "الجھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ معنی غلط نہیں ہے۔ اگر مصرع

کی ترکیب یہ ہو۔ "تھی نہ اپنی کوئی فصل، کوئی فصل میں نہ تھا" تو پھر کوئی ابھی باقی نہیں رہتی۔ شاعر نے دلی کو فصل اور

عشق کو صاحب فصل تعبیر کیا ہے، جو صحیح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سیاب اکبر آبادی از کراچی

یکم ستمبر سنہ

# مرزا فرحت اللہ بیگ

(۱)

نام ڈاکٹر زور

مکرمی!

نسلم۔ آپ ولایت سے گئے اور غم سے نہایت۔ کچھ تھکنہ تھا تو خیالات ہی مل جاتے۔ پرسوں مولوی عبدالحق صاحب سے ملے۔ انہوں نے آپ کے واپس آنے کا ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ ان کی فرمائش پر آپ آتشکدہ ابراہیم میں سے انعام اللہ خان یقین کے حالات لکھ کر لائے ہیں۔ چونکہ یقین کا دروازہ مولوی صاحب طبع کرا رہے ہیں اور اس کا انتظام میرا سپرد ہے اس لئے انہوں نے فرمایا تھا کہ جو حالات آپ یقین کے لکھ کر لائے ہیں وہ میں آپ سے طلب کر لوں۔ اگر وہ فوراً عنایت ہو تو یقین عنایت ہے اور اگر فرصت کے وقت مجھ سے مل لیجئے تو اس سے بھی زیادہ عنایت۔ بہر حال اگر آپ کے خط اور نوٹ کا منت انتظار رہے گا۔ کیونکہ میں نے یقین کے حالات لکھتے شروع کر دیے ہیں اور صرف آپ نوٹ کے انتظار میں رہ کر رہے ہیں۔ والسلام!

مکرمی۔ فرحت اللہ بیگ۔ ۸ مہر سنہ ۱۳۳۸ ف

(۲)

نام ڈاکٹر زور

مکرمی!

تسلم۔ عنایت نامہ صادر ہوا۔ آپ کی حمایت کا شکریہ۔ مجھے تھک کر نکلا اور ابراہیم ہی کے نفعانہ کی ضرورت ہے اگر عنایت ہو تو بہر حال آپ کی وقت دفتر آجلیئے۔ اگر ۱۱ اور ۱۲ کے درمیان ہو تو بہت ہی اچھا ہے۔ یہاں یقین کے متعلق آپ کے گفتگو بھی ہو جائے۔ جیسا کہ باور میں تھا کہ مولوی نے اس بارے میں جمع کر دیا ہے اس سے زیادہ جمع کرنا یہاں تو مشکل ہے۔ بہر حال شریف لائیے۔ اگر کسی وقت آجائیے تو اور بھی اچھا ہے۔ کیونکہ میرا پسے میں اس ضمن میں آگے نکلنا مشکل تھا۔ والسلام!

مکرمی۔ فرحت اللہ بیگ۔ ۸ مہر سنہ ۱۳۳۸ ف

لے جیسا کہ اہل سنین کو سنہ میسری میں تبدیل کرنا میرے لئے مشکل تھا اس لئے انہیں مجبوراً بغیر ترتیب کے پیش کیا جا رہا ہے۔ (مرتب)

(۳۱)

نام: مرزا فرحت اللہ

کھئی زور!

تسلیم۔ دیگر پر میرے جو لڑے ہیں ان کا مجھے انتظار ہے اس میں ابھی بہت کچھ بڑھانا ہے اور چھینچ کا موقع آ گیا ہے۔ جو خط میں نے تم کو رقم کے ساتھ دیا ہے اس میں کا یہ آخری فقرہ کاٹ دو۔ اس کی انگلیوں میں لٹک دیا۔ مگر مجھے نے کہا میری انگلیوں پھوٹ دیں۔ یہ فقرہ کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ والسلام!

کترین مرزا فرحت اللہ بیگ

(۳۲)

نام: نصیر الدین دہلوی

کھئی!

تسلیم۔ آپ کی روداد سونگتا ہے مجھے ملیں۔ میں چند روز ہر شے حیدر آباد آیا تھا اور آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے بیگ صاحب کے مکان پر گیا تھا۔ آپ کے ہاں دریافت کرایا تو معلوم ہوا کہ باہر گئے ہوئے ہیں۔ بہر حال اس خط کے ذریعے شکریہ ادا کرنا ہوتا۔

معلوم ہوتا ہے آپ کے ہاں فقر میں کام بہت کم ہے ورنہ اس طرح مسلسل کتابوں کا لکھنا اور چھپانا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ میری توجہ حالت ہے کہ کام کا بار میر نہیں اٹھانے دیتا۔

آپ نے جو رنگ ڈال دیا وہ بہت اچھا ہے، اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو بہت سے نامعلوم ادیبوں اور شعرا سے دنیا واقف ہو جائے گی اور جو کی اہل علم کے تذکروں میں ہے وہ بہت کچھ بڑی ہو سکے گی۔

آخر میں شکریہ اور بہت بہت شکریہ۔ میری جانب سے ہر سال حال کی خدمت میں اوجب۔

کترین فرحت اللہ بیگ۔ گلبرگ شریف، ۱۳ شہر یوہر سندھ ۴۵

(۵)

نام: مرزا فرحت اللہ

کھئی!

تسلیم۔ سب رس ملا۔ شکریہ خوش مدانی کا ایک لفظ بھی اگر سوتا نہ ہو جائے تو وہ سارے فقرہ کو نواب کو دینا میرے فرائض میں ایک ایسا لفظ ہو جو تھوڑا سا کسی کو بھی بدلتا چاہتا تھا اگر جب مضمون چھپ گیا ہے تو چارویں ہے۔ باقی مضمون لکھا گیا ہے اور

اس کے کھانے کی کوئی امید نہ ملتی ہے۔ انا عقد بھی دینی چوں میں لکھ دیا گیا تھا۔ اب جوش ٹھنڈا ہو گیا اور مضمون ختم۔ والسلام!  
کترین فرحت اللہ بیگ، ۳۰ مارچی بہشت سنہ ۱۳۸۴ھ

(۶۰)

بنام شیخ الاسلام، علیہ السلام

محترم سلیم

آپ کا عقد حاضر کر دیا کہیں اور حاضر ہو گیا۔ جتنا تھا کہ کس پتہ پر خدا لکھوں۔ بارے آج وہ پھر مل گیا۔ اس کی معذرت کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بہادر خان مرحوم میرے عزیز دوست تھے۔ ان کے مرنے کا مجھے بڑا رنج ہے مگر اس کے ساتھ ہی ذرا آنا خیال سے تسلی بھی ہو جاتی ہے کہ مناسب کو ہے لیکن ایسا تو سبک اچھا ہے کہ آدمی اپنے انتہائی حوص کے زمانہ میں ختم ہو جائے مگر یہ یاد کوئی نوگاہ گاہ کرے

ورنہ بعض دفعہ منزل کے بعد انسان کا مذہبی جی ہو کر رہ جاتا ہے۔ آپ نے دل سے یہ نظم لکھی ہے اس لئے دل میں اثر کرتی ہے۔ دہ ادب دلی سے تو ہر کوئی ذمے اور ہر شے ٹھیک کرتا ہے۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے۔ والسلام!

کترین مرزا فرحت اللہ بیگ۔ برکت پورہ، ۶ مہر سنہ ۱۳۸۴ھ

(۶۱)

بنام ڈاکٹر غلام نوازانی صاحب

برادر دم!

اسلام علیکم۔ تمہارے دو خط آئے۔ جواب اس لئے نہیں دیا کہ تمہارے عقد کا انتظار تھا کہ آج مل گیا۔ بندہ خدا کوئی چیز کسی کے لئے دیتے ہیں تو اس کی حاجت دیکھ کر لیتے ہیں۔ یہ بڑھ کر والوں کے لئے ہے نہ کہ فرحت اللہ بیگ کے لئے۔ میرے پاس خدا عز و استانتے نوٹ کہاں سے آئے جو اس میں بھر کر پھروں۔ میں میرے جڑ میں اتنی گنہگار کا کافی غمی کروں پچھ کا ایک نوٹ آجائے۔ بہر حال چکر یہ آپکا ہے اس لئے شکریہ کے ساتھ رکھ لیتا ہوں ورنہ ہے یہ کہ نہ میں اس کے قابل ہوں اور نہ یہ میرے قابل۔

زبیدہ کی کالیابی کا حال سن کر شہری خوشی ہوئی۔ خدا ۳۱ کو ساتھ خیر و خوبی کے بعد ختم تعلیم حاصل لائے۔

میں اپنا عقد تمہارے لئے پہلے ہی حیدرآباد میں چھوڑ آیا ہوں۔ میری شاعری، مکتوب نگار، ایک جدت ہے اور بڑے مزے کی جدت ہے۔

ہاں یہ نوٹ کہ اس شریف کے عقد پر آؤ گے یا نہیں۔ اگر نہ آؤ تو کم سے کم پھل اور بیجی کو تو سمجھ دو۔ اسفل کو کرتے کہیں گھر میں بند کر رکھا ہے۔

تم نے میری دلائے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر... غیر جانے دو۔ تم لانے کی محنت سے بچے اور میں بلا وجہ کے غم سے۔

میری جان بچے سب کو دعا کر دو۔ یہاں بے فائدہ سب اچھی طرح ہیں۔ مری خوب پڑھ رہی ہے۔ والسلام!

کترین: فرحت۔ گلبرگ شریف

# فانی بدایونی

(۱)

سید خلیفہ اکبر آبادی

کرمی تسلیم

میں آثار کے روز گویا رہوں گا۔ سینچ کی شام کو قصد روانگی اور پیر کی صبح کو غم واپسی ہے کل اور پرسوں تعطیل عید ہے۔ میں خود ہی حاضر ہونے کی کوشش کروں گا۔ مجھے سخت اندس یہ معلوم کر کے جو کہ آپ تشریف لاتے اور میں زیارت سے محروم رہا۔ غالباً آپ اس زمانے میں تشریف لاتے ہوں گے جب کو میں بسلسلہ شاعرانہ راستے بریلی گیا ہوا تھا۔ زیادہ نیاز نیازمند۔ فانی ۲۹ اپریل ۱۳۳۲

(۲)

بنام ختم محمد احمد

عزیز محمد احمد صاحب لڑائے قتالی

بعد دعائے ترقی رحمت معلوم ہو کہ تمہارا خط مورخہ ۲۹ جنوری ۱۳۳۲ء کل ۱۱ فروری کو مجھے پہنچا۔ آپ کی ڈیوٹی دینی واقعہ الحال پر مطلع معلوم نہیں اس قدر تاخیر کیوں ہوئی۔ بہر حال خط لکھا اور خط کے ساتھ گولیاں بھی۔ شکریہ در شکریہ۔ اس سے قبل ایک اور خط بھی چوتھ نے جوش صاحب کے پتے سے بھیجا تھا تھا۔

میں بدلتا رہا۔ اب جو بارہ واسا قبائل کا مکان ہیں۔ جنہوں کوئی سلسلہ خدمت نہیں ہوا ہے۔ امید تو ہے کہ ہوجاتے۔ عزیز مشرت علی خان لکھنؤ سے زیادہ چار خط و کتابت بند کر دی ہے۔ اس لئے مجھے ان کے لڑکے کی ملازمت کا حال پہلی مرتبہ تمہارے خط سے معلوم ہوا۔ خدا صدارت کرے۔

تمہارے شمس المصطفیٰ ہونے کی مبارکباد کیا دوں۔ آمدنی کے اعتبار سے ختم الحکام بھی بہر حال قریب بارہ روں گا۔ زبیرہ و عدا

محمد مشرت علی خان فانی

حیدر آباد دکن۔ محلہ قلعہ جی۔ مکان نمبر ۲ مورخہ ۲۹ فروری ۱۳۳۲



( ۳۱ )

بنام خادمہ مختار احمد

عزیزم سید

وہ دست معذور بعدہ ایک پرسٹ کارڈ دہلی پہنچے۔ مگر مجھے ایک خط پرسوں اور ایک کارڈ کل ملا۔ وجہ یہ ہوئی کہ میں حیدر آباد میں تھا۔ مگر کہ نہ تعین کیا تھا وہاں مل جل کر گیا آٹھ روز کا لیجنسٹریٹ میں تمام کرنا پڑا پرسوں دس بجے دہلی حیدر آباد بنا چاہتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے کسی خط کا جواب نہیں دیا ممکن ہے کہ آپ تک نہ پہنچا ہو اور اس لئے آپ صبح فرماتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ میں نے ضرور جواب دیا ممکن ہے کسی ایک خط کا جواب نہ دیا ہو اور وہ شاید اس خط کا جواب آپ کے جواب میں صاف ہے تو جسے سبھا سنا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ خط مجھے اتنی دیر میں ملا کہ جواب دینا سنا۔ پہنچا تھا وہ خواست نہیں کہ میں مجھے ذرا نا مل نہیں میں درویش کروں گا مگر یہ بنا نا چاہتا ہوں (اگر آپ یقین فرمانا مناسب سمجھیں) کہ کام میں طرح نہیں ہوا کہ جو خط یہ آتا رہا ہے وہ ہر شخص کے حالات سے متعلق نہیں ہیں۔ زیادہ دعا۔

عشرت علی خان نالی

حیدر آباد۔ طے پٹی مکان نمبر ۲۵۵ بریل سٹریٹ

نوٹ۔ چونکہ اسی ہذا وجہ بہار کی خدمت میں حاضر ہر سے سے وجہ علوفہ معذور ہوں اس لئے دو چار روز تک درخواست پیش نہ کر سکیں گا۔

نالی

( ۴ )

بنام حکیم مختار احمد

عزیزم طلوعہ

معدومہ معلوم ہو کہ مہاراجہ پرسٹ کارڈ پہنچا۔ حالات معلوم ہوتے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم میری بات نہ ملو گے اس لئے کہ تم یہاں کے حالات کا اندازہ نہیں کر سکتے ماحم جزا۔ بیرون میں ہے کہ تمہارا قصد معلوم کرنے کے بعد فوراً کہیں متنبہ کروں اس لئے بالآخر اس سے کہ تم ماریا۔ انور متنبہ یہ مشورہ بنا چاہتا ہوں کہ حیدر آباد کا قصد بلا تاخیر فرمادو۔ اس مشورہ کا موجب کہی نہ بانی کہوں گا۔ فی الحال اسی قدر کافی ہے۔ اگر تم نے اس مشورہ پر عمل نہ کیا تو نقصان مال کے علاوہ سمحت پریشان ہو گے۔

میرا فقر بہت بڑا نہیں ہے۔ دیکھو کہ کب ہوتا ہے اور کہاں۔ یا غائب ہوتا ہے یا نہیں۔ عزیز عشرت علی خان کا حال کا حال معلوم کر کے سخت پریشانی ہے اس سے کہ کچھ نہیں کر سکتا۔ خدا رحم کرے اور کیا کہوں۔ زیادہ دعا۔

عشرت علی خان

حیدر آباد۔ طے پٹی مکان نمبر ۲۵۵ بریل سٹریٹ

کمی تسلیم

ایک حکایت ہے مرے ہاؤس میں زنجیر نہیں

آپ کی ملاقات کا حال معلوم ہو کر افسوس ہوا۔ امید ہے کہ اب کچھ عافیت ہو گا۔ خدا آپ کو زندہ اور تندرست رکھے۔ لوگ مفتحات زمانہ میں سے جی بہت جی چاہتا ہے کہ انادوہ پہنچیں اور آپ سے مل کر جتنا وقت گویا سکون گزاریں۔ میرے گھر میں آپ کو سلام کہتی ہیں اور لڑکے قدم ہر کسی عرض کرتے ہیں۔ زیادہ نیاز۔

پہلے خود لکھ رکھا ہے طبیعت ٹھیک نہ تھی مٹا کر لکھا۔ شکست علی خاں قاتی حیدر آباد مدوہہ ۱۰ تمبھارہ

بنیاد عکرمختار احمد

عزیزم مختار احمد سلمۃ اللہ تعالیٰ

عبد القادر صاحب کے ہاتھ جو تم نے خط بھیجا تھا پھر بچا۔ میرے گھر میں اب ایسی کوئی شکایت نہیں ہے تاہم تہذیب بھیجی ہوئی ادویہ اور نسخہ جات اور پرشس حال کا شکریہ۔ تم نے اپنے مقلق کچھ نہ لکھا کاب کیا کیفیت ہے؟ کام کیسا چلتا ہے عام حالات کیا ہیں۔ تم لکھتے ہو کہ تمہیں یہاں نہ آنے کا افسوس ہے۔ افسوس کسی طرح صبح نہیں میں تو کہتا ہوں کہ اچھا ہوا تم

جستہ سے پہنچ گئے۔ مشکل ہے کہ تم اس کو باور کرو۔ مگر یہ میری حقیقت ہی رہے گی۔  
 بہت عرصہ سے میں خود بدایوں آئے کا قصد کر رہا ہوں۔ دیکھتے مشیت الہی کیا فیصلہ کرے۔ میری مدت ملازمت  
 اب ختم ہے ہی دن بعد ختم ہے۔ معلوم نہیں یہاں سے دایں پر کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ بظاہر خود بدایوں میں نہ کوئی صورت  
 نظر نہیں آتی۔ حالہ کہ میں ہی چاہتا ہوں کہ: وہاں کے آخری لمحات وہیں گزر جائیں تو بہتر ہے۔ زیادہ دعا۔  
 شرکت علی خان قاتی

حیدر آباد (دکن) طے پتی ۲۰۰۴ بروز ۲۴ جنوری ۱۹۲۵ء  
 (۷۷)

نام حکیم مختار احمد

عزیز مسکونہ

تمہارا خط ۲۹ اگست ۱۹۲۴ء بمقامی پہنچا۔ باعث مسرت ہوا۔ میں بفضلہ تعالیٰ تندرست ہوں۔ البتہ کچھ کمزور  
 ریڑھ میں نثر کام سے ایک روز پہلے کچھ سہولت پر طبیعت نامساعد تھی۔ اپنی ضروریات کوئی خاص چیز بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی  
 تاہم بہت بہت شکریہ۔  
 - عشرت علی خاں نے استغفار یہ یاسنا "اس نفا" کا مفہوم شروع طلب ہے۔ کیا وہ استغفار پس لیلیا گیا یا "نفا"  
 بجاتے "ہے" کہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر فرمادی ہے  
 اس وقت میری حالت اس قابل نہیں کہ عرفانیات بھی سکھ سکوں تاہم ممکن ہوا تو چکر آئندہ ماہ رمضان المبارک میں  
 مدینہ صاحب جنت جاؤں جا رہے ہیں ان کو ایک خط تمہارا رسالے دے دے گا۔  
 فیروز قادر اور ہمالیہ قدر دونوں بے کار ہیں اور فیروز قدر عرصہ سے مریض رہتے ہیں۔ میں خود بھی بے کار ہوں۔ کلکتہ  
 شروع کر دینے کی خبر قسط ہے۔ ہاں اگر ممکن ہوا تو ارادہ مرد ہے۔  
 جدو کام کو صرف ریڑھ میں سن سکتے ہوا اور لوٹ بھی کر سکتے ہوں۔ فیروز قدر کی طبیعت درست ہوتی تو کھیر بھیجے  
 گودہ مجھ میں۔ سب سلام کہتے ہیں۔ زیادہ دعا۔  
 قاتی: حیدر آباد (دکن) طے پتی ۲۰۰۴ بروز یکم ستمبر ۱۹۲۵ء

# آرزو لکھنوی

بنام محمد علی اثر رامپوری

(۱)

جناب والا! سلام مسنون الاسلام قبول ہو۔ آپ کی فزول دیکھی۔ لطف بھی اٹھایا۔ ادھب مزدوت ترمیم بھی کی اور فرٹ بھی لکھ دیئے۔ کوشش کیجئے کہ عید سے عید اصلاح کی مزدوت باقی نہ رہے۔ میں اب پابراب ہوں بہتر برس میں فانی دنیا میں گزرد چکا اور کب تک رہ سکوں گا۔ دماغ و دل کمزور۔ آئے دن کا بیمار۔ کام اتنے کمات دن میں جو وقت کام کے لئے نکل سکتا ہے وہ کافی نہیں ہو سکتا۔ مقامی شاگردوں کا اصلاح جو پائیس پچاس سے کم نہیں۔ باہر کے خطوط کے جمادات۔ استغاثات کے مل۔ اپنی فزوری کے فرائض کیا کیا کروں۔ جہاں تک ممکن ہو آپ کا کام عید سے عید دیکھ کر واپس کر مل گا اگر کبھی دیر ہو جائے تو اسے تساہل نہ سمجھئے گا۔

۱۲۵ھ - ۱۲۵ - سی - جی - ایک سوڈ - خضر پور کلکتہ - ناچیز آرزو

(۲)

بنام محمد علی خاں اثر رامپوری

نیشنل اسٹوڈنٹس فورم فورم - تارو پور ڈوڈ - بیبی - شفیقتی جمعی اسلام مسنون قبول ہو۔ کرنا مرعوب مرست دانتان ہوا۔ میں کس طرح کلکتہ سے لکھنؤ اور پھر لکھنؤ سے بکری پہنچا۔ یہ ایک دفتر پریشان ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ کیا مقام ہے۔ نئے لوگ ہیں۔ خیالات بھی مختلف ہیں۔ فرض کہ دنیا جی ہے۔ کام کی زیادتی۔ بیک وقت تین کچھوں کے گیت بنانا ہیں۔ دعوت ناموں کی کثرت۔ مجھے نہ فرصت نہ طبیعت درست۔ ادائے مصیبت یہ ہے کہ ہفتہ عشرہ میں کوئی مبارک مات ایسی آجاتی ہے کہ گھڑی دو گھڑی آنکھ لگ جاتی ہے۔ ورنہ ساری رات ہالک اداس حالت میں کہ بلیک آؤٹ کی وجہ سے نہ کام کر سکتے ہیں۔ نہ بے فکری میں مات کاٹے کھتی ہے۔ پھر اس روز کی بجائے کا جو اتر قلب دو مان پر پڑتا ہے وہ اذہر تر آنکھوں کو بے فکری دیتا ہے، اذہر بعض کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ ہر حال خدا کا شکر کہ اس کا جتنا اثر ہوتا ہے اتنا نہیں ہے کہ مرٹ کر کچھ داغی کام کر ہی لیتا ہوں۔ انتخاب کے لئے دواؤں جیسے کی مرست نہیں ہے۔ میں اس کا کوئی انتظام کروں گا۔ ادھب سوالات کے سلسلہ دو جواب دوں گا۔ مگر کچھ عرصہ مزید لگے گا۔ جو فرمیں رکھی ہوئی ہیں انہیں تو مرست رہنے ہی دینے کے جو کام آپ نے میرے سر ڈالا ہے۔ اس کے لئے کافی دست کی مرست ہے۔ جس کا یہاں

نقصان ہے۔ اگر کوئی خاص مقام کسی خاص ضرورت سے کیا گیا ہو تو اسے بھی دیکھ لے گا۔

رسالہ نگار جمہوری دہرادی ۱۹۴۱ء میں نے انتخاب میرا انتخاب ہے نہ حالات میرے لکھے ہوئے ہیں۔ مجھ سے ہر دیکھان کا انتخاب طلب کیا گیا۔ اس سے اس سے بہت کچھ کم کر کے جو بچا لے کر چھاپ دیا۔ اور اس طرح کہ یہ بھی نہیں آتا کہ کس ویران کا انتخاب کیا گیا۔ یہ حد یہ ہے کہ خاص ا۔ دو ملک گام گیل کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد تنقید ہے۔ ۱۹۴۲ء میں نکلا ہے۔ چار نقادوں کے بعد یہ ہیں، جسے دیکھ کر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چاروں ایسی انجی کے میر ہیں، جن میں سب کا نقطہ نظر کچھ لوگوں کو ٹھاننا اور کچھ کو بڑھاانا ہے جس کے لئے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے نہ کسی توجیہ کی۔ پس یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن ایسے قطعی فیصلہ کا اعلان ہے۔ جسے بے چون و چرا تسلیم کر لینا ہر شخص کا فرض ہے۔

خرمیں نیاز صاحب نے بی بی کرنا طرز، وادی کی ادائیگی دکھانے کے بعد جو فیصلے کئے ہیں وہ بھی یہی شان رکھتے ہیں۔ اس سے مان ہی ہو۔

میر سے متعلق انہوں نے جو کلمہ شائیاں کی ہیں، بہت ہی پر محنت ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اہل فہم میر سے دھوکے میں نہیں آئیں گے، مگر عوام مزید آئندہ متنازعہ نہ بنائیں گے۔ لہذا جو کچھ کہا ہے اس کا مقہوم تو کلام کے محاسن کو ظاہر کرنا ہے۔ اور اندر یہ بیان محاسن کو مدائیم بناتا ہے۔ یہ شان قرار اپنی جگہ بلند پایہ رکھتی ہے۔ مگر یہ شعار کتنی دلچسپ ہے۔ حسرت موہانی اور فراق گورکھ پوری ہندوستان کے سب سے بہترین فرائیگوں اور فانی بدایونی ان سے ذرا کم۔ مگر اور سب سے بالاتر ہیں۔ یہ سے حاصل اس ساری جدوجہد کا۔ فانی مرحوم نے میرا پہلا دیوان دیکھتے ہی اپنے چہچہے چنپائے دیوان کو کاٹ کر پھینک دیا۔ وہ میر سے دوست تھے۔ پس وقت میں نے ان سے مطہور دیوان طلب کیا ہے تو مرحوم نے ہی کہا تھا حوا دیں نے لکھا ہے۔ کہا کہوں، فرست نہیں دے دیکھنا یا نہ صاحب کہاں تک ہیں۔ اگر ان کے ذریعہ تحریر کے پردے چاک، چاک کر ڈالے جائیں تو دنیا ان کے دھوکے میں کبھی نہ آسکے۔ کوشش کروں گا کہ جلد سے جلد فرست سالات کی خانہ پری کر کے روانہ کروں۔ انصاری صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔

خیر طلب آرزو

۲۱ اپریل ۱۹۴۲ء

(۳)

بنام محمد علی خاں اثر

۲۰۔ جمشید پور محل۔ جمنڈی بازار، بمبئی

محبتی اثر صاحب اسلام سنون۔ آپ کا ڈاڈا کتاب حکیم حیدر بیگ، صاحب کی معرفت و مولیٰ مہر کو دی صورت حاصل ہوئی اس لئے کہ اس انقباض سے تمام حساب و اعداد کی طرف سے پریشان خاطر کر دیا تھا۔ اس اس وقت بہت بیمار ہوں ملک تو خون کا دباؤ، مزید برآں بادی ہوا سیر خونی ہو گئی۔

میں نے جیلنگر کا نام مانع بے نظیر ہی ہوتا تو بہتر تھا۔ بہر حال خوب کتاب ہے اور آپ نے بڑی جانکاری کے

خیر طلب آمدو

۱۱۰

(۲)

پرنسز پالیس۔ - امپور اسیٹ۔ - آرزو نواز اسلم۔ میں غربت سے ہوں۔ فلاسے امید ہے کہ آپ بھی بہرہ  
وجہ غربت سے ہوں گے۔ میں ہزائس کے چرنے بھائی صاحب کے یہاں مقیم ہوں۔ میرا قیام بحیثیت استاد کے ہے اس  
لئے تنخواہ کا مسئلہ قابل بحث نہ رہا۔ اور نیز اس وجہ سے بھی کہ میرا تعلق دہلی سے ہے۔ مگر میرا ذکر اکثر آتا ہے۔  
خالصاء و دغاس طور پر ہند کی جا رہی ہے۔ اب تک جتنے اشعار مشہور ہوئے سب اسی مقید اردو کے ہیں۔ عید شے کی  
غرض سے غرض صاحب تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی یہی فراموش کی کہ آپ وہی اپنی شہد بھاشا اٹھاتے۔  
اسی اثنا میں نظام اردو پر نظر پڑی۔ پھر ایک گھنٹہ کامل سوا کتاب دیکھنے کے وہ کسی طرف متوجہ نہ ہوئے ادید کہہ  
کہ کتاب ہاتھ سے دیکھی کہ یہ نئی چیز اردو پہلی چیز ہے، یہاں پر شعرا اشعار کی تعداد نہیں۔ صرف غزل کو حرکت دینے والے  
شعربند کئے جاتے ہیں۔ میں نے بھی گویائی کا انداز اسے بدل دیا ہے۔ حال میں ایک مشاعرہ ہونے والا ہے جس کی طرح  
یہ ہے۔ دامن ملک۔ با۔ ہے عروس بہار کا۔۔۔ طرح تو لائق نفرت تھی۔ مگر جانتا ہوں کہ ہزائس کا حکم میرا لب  
میں نافذ ہوگا۔ اس لئے کچھ شعر کہہ لئے ہیں۔ دو ایک شعر دوسری طرف لکھوں گا۔ شاید آقا صاحب سلمہ نظام اردو کی کچھ  
کاپیاں لائیں تو الا یاد ہاتھ وقت کچھ مدد بھی صاحب کے واسطے لے جائیے گا۔ اور کچھ اپنے پاس رکھ لیجئے گا کہ شاید  
کسی کو آپ بھینا مزدوری سمجھیں۔ مثلاً کہتی صاحب دہلیوں یا اور کوئی بھول کو دعا۔  
آرزو

بچنے کو ہے چراغِ شبِ انتظار کا  
 بلی کی چھاؤں سی بدتر آن اُدھر گئی  
 مجھ کو اسی زمیں پر شاہِ ہے چرخِ  
 رادِ طلب میں دوطرفہ انتظارِ کبرے غفلت  
 دھان کا اک شائے ہوئے کو کپار نا  
 منگامِ مسیح بچہ گئی یہ کہتے کہتے شمع  
 اب ٹھکر کر ہی ٹھکر کر چن چل چل ٹھک  
 بری میں اُرتو رہ جاتی کہ نود نود

چہو اُتتا ماتا ہے ایہ در کا  
 جھپکی پلک کہ ختمِ سنا سو کم ہمار کا  
 چاہو یہاں نشانِ سمجھو روزِ ادا کا  
 اس پیر میں بھیجے گا چراغِ انتظار کا  
 ادھ کا پ کر زمین سے وہ تھا فدا کا  
 ہم بھی پسے جو دت گیا انتظار کا  
 چل اُتو کہ ختم ہے سو کم ہمار کا  
 ہے جوشِ اس غزل میں بھی فصلِ ہمار کا

حجرت کی میعاد موت والی بحث ختم ہو گئی ہے، کسی، فرصت کے وقت صحت کر کے روانہ کر دیں گا۔ بعض حالات آنا مسئلہ سے معلوم ہوں گے۔

(۵)

جام جناب شفا کو الینک بھریاں

مہربان میں جناب شفا صاحب - سلام مسنون - میں بھی سنت بیمار ہوں - خون کا دباؤ بڑھ گیا ہے - میرے لئے دیا کیجئے اور جناب عمرتی سے بھی بعد سلام مسنون کے یہی استدعا ہے مگر جواب دینا تو شرعاً اخلاقاً دونوں طرح واجب تھا شعر زیر بحث میں نہ مفہم اچھا ہے نہ اوپر کے مصرع کا بیان بھی درست ہے - دوسرا مصرع یہ ظاہر کرتا ہے کہ عاشق بعد عشق بھگتا رہا ہے کہ اس سے تو وہی حالت اچھی تھی جب عشق نہ ہوا تھا بلکہ ایسی اچھی حالت تھی جس کی بنا سے لطف ادا ہے اور موجودہ حالت سے نفرت ظاہر ہو رہی ہے - اگر اچھا مصرع ملتا تو یہ سب برائیاں دور ہو جاتیں - مصرع آمد و روانی میں یکائے خود اچھا ہے - اب مصرع اولیٰ کو لیتے - کوئی محفل تھی نہ اپنی - کہنے کے بعد کوئی محفل ہی نہ تھا ————— کل سے انکار کے بعد اس کے جزو کا ذکر بھی بے سود ہے - جب کل نہ تھا تو اس کا وہ بلاد بھی نہ تھا اب حسن کا ہر نام تکلیف دہ ثابت ہوا ہے یعنی اب دل کی محفل ہے اور اس میں کوئی ایسا بھی موجود ہے جس کے نہ ہونے کو بہتر سمجھا جا رہا ہے - فرض کہ ذات معشوق و نفس عشق دونوں ہی لائق نفرت ہیں 'جب طرح کی شاعری ہے —————

کوئی محفل تھی نہ اپنی کوئی محفل میں نہ تھا

وہ بھی کیا دن تھے کسی کا عشق جب لی نہ تھا

دل کی محفل بھی بغیر ثبوت کے فرضی کا ہے -

جو کچھ آیا ہے اس سے قہر ملکاں ہے اور معشوق اس کی کمی ہے -

آندو

# محمود شیرانی

(۱)

ڈپر مشر قادی!

آپ کا فیاضیت نامہ ایک مہر سے جواب کا منتظر ہے۔ میں اس تاخیر کی آپ سے معافی مانگتا ہوں مجھ کو اپنی نئی ملازمت کے سلسلہ میں چند لکچر دینے تھے۔ چونکہ وقت کم اور کام زیادہ تھا اس لئے ان لکچروں کی تیاری میں ہر تن مشغول رہا۔ پنجاب میں اردو کے متعلق آپ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کے لئے آپ میرا شکریہ قبول کیجئے۔ عبدالحق صاحب کے مضمون نے تو مجھ کو سخت مایوس کیا ہے بلکہ میں اس کو بیدا سمجھتا ہوں۔

آپ کے اعتراضات ایک سنگ بجا اور درست ہیں۔ میں محبت میں تھا۔ بالخصوص پرنسپل عبدالقدیر سیف علی کی تائید کی بنا پر مجھ کو یہ کتاب قبل از وقت شائع کرنی پڑی ہے اور کئی مضمون پر اس میں اجتہادی یا دوسری قسم کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ ضروری تازہ مواد کے متعلق میں نے کتاب میں کافی اطلاع دے دی ہے۔ میں نے جس ذخیرہ پر زیادہ تر اعتماد کیا ہے وہ اکثر علمی ہے جو خود میرے پاس ہے یا دیگر احباب کے مجبوراً کتب سے علاوہ رکھنا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

بعض چیزیں اس قدر اہم اور کام کی ہیں کہ ان کے ساتھ اگر ان کی واقعیت کے ثبوت اور پتے بھی دے دیتے تو وہ ضروری تنقیدی باقی نہ رہتی جو اس وقت میں محسوس کر رہا ہوں۔

آپ کا یہ جراتور کا محتاج ہے۔ ہر مائی کر کے آپ مجھ کو اطلاع دیجئے کہ وہ کونسے غرضی مقامات میں جہاں میں نے اپنے حوالے نہیں کیے ہیں۔ مجھ کو یہ خیالی اردو مصنفین کے غلطوطات ہیں۔ دلچسپی ہے اگر ان کے متعلق آپ کو کئی مفصلی اطلاع بھجھ پائی گئی تو میں بے حد شکرا ادا ہوں گا۔ بالخصوص البیانات کے متعلق جو بیونیٹک نیز نالی میں آپ بتاتے ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ بہت جلد یورپ سے کامیاب واپس اپنے وطن تشریف لے آئیں گے اور روایات کی بہت میں حسب معمول مگر گرم و مستعد رہیں گے۔ والسلام!

محمود شیرانی - ۱۰ دسمبر ۱۹۲۹ء



( ۲ )

18 · FLEMING ROAD

LAHORE 7 6-33

بنام ڈاکٹر سید عبدالقادر صاحب

مافی کوثر سید

عمایت نامہ شکر یہ۔ آپ میری طرف سے ہدیہ بار کبار ذمہ لے کیجئے، آپ ایم۔ اے میں باقی رہے ہیں۔ نتیجہ آج ہی اخبارات میں شائع ہوا۔ ہے۔ آپ کو مجھ سے بہتر دیگر ذرائع سے اطلاع پہنچ گئی ہوگی۔ منہام شکر ہے۔ مجھ کو بھرپور خوشی ہوئی۔ آپ کے سیکرٹری صاحب اس روز کے بعد مجھ سے کبھی نہیں ملے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ مجھ سے سنا سنا رہے ہیں۔ اگر کبھی ملے ہوں اور موقع ملے آیا تو مذکورہ ضرور کروں گا۔ صوفی صاحب بھی کبھی نہیں ملے۔

چند فیصد بیع یہاں سے پانچ کو تیل دئے اور وہ آپ سے تھیں۔ میں نے حتی الامکان ان کے خیالات میں تبدیلی کی کوشش کی۔

ہزارہ آنا میرے لئے دشوار ہے بالی بچہ ہر کو میں چلے گئے۔ یہاں میں اور کام اور جیل ہیں۔ کھانا پکانا انہی کے مقصد میں ہے۔ مجھ سے تقریباً چھوڑ دینا چاہئے اور اگر یہی حالت رہی تو ممکن ہے کہ کھانے ہی سے دست بردار ہو جائوں۔ گمشدہ انتہاء ہر کی چڑھ ہی ہے۔ رات تمام رات جس تھا۔ ہوا کا نام نہ تھا۔ ٹپکے کے ساتھ بھی خینہ نہیں آتی تھی۔ میں نے ایسی گرم راتیں لاہور میں بہت کم گذاری ہیں۔

اب تو آپ سے ملاقات اکتوبر میں ہوگی۔ آپ کے والد ماجد کی خدمت میں میرا سلام نیاز۔ والسلام !

محمد شیرانی

( ۳ )

بنام ڈاکٹر سید عبدالقادر صاحب

سید صاحب !

آپ کے خط صبر سے جواب کے منتظر ہیں۔ اس میں میرے مسائل کے علاوہ آپ کی بوجھ بھاری تینوں نکل دین اور برآمدی بھی ضرور ہے۔ نکل دین سے میں نا آشنائے محض ہوں نہ اس کی لسانی خصوصیات سے واقف۔ حیران تھا کہ جواب کیلکول میں قیام دہلی کے زمانہ میں اوٹریٹ کالج یگزین آیا۔ اس میں آپ کا نتائج کمال دین کیلکول سے گذرا۔ لیکن ملاں میں اور امر میں مشغول تھا اور ہریانہ کے لئے بھی موجود نہ تھے۔ یہاں آئے پندرہ روز سے زیادہ ہو گئے مگر باوجود کوشش و خواہش ابھی تک جواب کی نوبت نہیں آئی۔ میری صحت دن بدن خراب ہو رہی ہے۔ سانس اور دل کی تکلیف بڑھ رہی ہے۔ چلنے پھرنے سے منع ہوں۔ آج کل تو یہاں سردی بھی غیر معمولی پڑ رہی ہے۔ اس سردی نے تو پنجاب کو بھی مات کر دیا۔

نکل دین کی زبان کو ہریانہ کی جغرافیائی اعتبار سے تو قیدیتاً غلط ہے۔ ہریانہ کا اطلاق ایک خاص خطہ پر ہوتا ہے۔ میرٹھ کو اس میں داخل کرنا درست نہیں۔ اس میں لسانی مطابقت اردو کی بنا پر ہے جس کی دونوں شاخیں ہیں۔ پھر بھی ان میں فرق موجود

سرائوی کی زبان زیادہ صاف اور سچی ہوتی ہے اس میں فارسی غالب ہے۔ برخلاف اس کے ہریانی نصیبت مدہ تھانی ہے۔ اس پر فارسی اثر کم ہے۔ آپ اس کو ورنیکلر ہندوستانی مان لیں تو کوئی ہرج نہیں یا دہلی کے مصاحفات کی قصباتی زبان کہہ دیں یا قصباتی اردو کہہ لیں۔ ہریانی کا لفظ میرا اپنا اختیار کر دے۔ سرکاری رپورٹ اس علاقہ کی زبان کو جٹو، جٹی، باگڑی، پانڈ، چمرا وغیرہ مانو سے یاد کرتی ہے۔ یہ نام غلامیوں کو پسند نہیں دیتے بلکہ بھیڑنے والے ہیں۔ اس لئے میں نے ہریانہ کی اصطلاح کو اختیار کر لیا۔ اس اصطلاح کا تمام دہلی کے گرد و نواح کی زبان پر اطلاق درست نہیں ہوگا۔ ایسی اردو کے نمونے اور علاقوں سے بھی پتہ چلے ہوں گے۔ مثلاً صوبہ اجمیر، آگرہ، الہ آباد وغیرہ۔

آپ کی کتاب کے متعلق مولانا عبدالحق نے اثبات میں جواب دیا تھا۔ اگر اب تک ان کے افسس نے آپ کو نہیں لکھا ہے تو معذرت فرمائی جائے۔

میری چیزوں کی اشاعت کے متعلق میں سوچ رہا ہوں۔ تنقید وغیرہ کو تو انجمن شریہ میں سال چھاپ دے۔ باقی چیزوں کا شاید بعد ہندو بست نہ ہو سکے۔

یہ خدا اللہ نے کیا بے پرکی آزمائی۔ میں اس بدھی کی حالت میں گجرات جا کر گیا کرتا۔ میرے لئے تو دلی بھی گجرات ہے۔ مولانا میراجو صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہہ دیجئے اس میں جلد بچے صاحب بھی شریک ہیں یعنی بابو صدیقی محمد خاں، ڈاکٹر بنارسی داس اور لالہ منشی رام کو میرا سلام کہنا۔ سرور الہی کے محمد احمد کے متعلق میری طرف سے سفارشی الفاظ کہہ دینا۔ والسلام! محمد شیرانی۔ ہندی باغ۔ ٹکاب راج پوتانہ۔ ۱۵ جنوری ۱۹۲۲ء

(۴)

پیر الہیہ عبداللہ صاحب

مانی ڈیر سید صاحب:

جے پور سے واپسی پر جہاں میں وہ کے علاج کے واسطے گیا تھا مجھے آپ کی قابل قدر تصنیف ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا تہذیبیہ جوہر سے کہاں میری نظر پڑی تھی۔ اس کے لئے آپ میرا دلی شکریہ قبول کیجئے۔ آپ کی تالیف کو جب کھولا سب سے پہلے وہ دق کھلا جس میں دارستہ کی تصنیفات کا ذکر تھا۔ یہاں صفات کائنات، یا عجائب و غرائب کا ذکر ہے۔ دوسرے صفحہ جنگ رنگارنگ کا ذکر ہے۔ میرے خیال میں یہی چیزیں یا ان سے ملتی جلتی میرے مجموعہ غلیات میں ہیں جو اب پنجاب یونیورسٹی کی ملک ہے۔ دونوں چیزیں دارستہ کی ہیں لیکن مجھ کو ان کے مطالعہ کا موقع نہیں ملا۔ میں نے جلدی میں انہیں بیاضوں میں داخل کر دیا تھا۔ اب اس کا نمبر ۱۲۵ ہے۔ میں نے اس کا نام معلوم نہیں کیا۔ نام نہ لگا دیں و محبت نہ لکھیں، رکھ لیا ہے۔ یہ تو اس تالیف کے واسطے اب تو صیفی جلد معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال یہ بیاض نثری نہیں پرشالی ہے۔ نسخہ نہایت پاک و صاف ہے اور اس کی تاریخ کتابت ۱۲۳۶ھ ہے۔ دوسری بیاض کا نمبر ۱۲۵ ہے۔ نسخہ پاکیزہ ہے اور شعرا کے نمونہ کلام پرشالی ہے۔ بعض مرقعوں پر دارستہ اعتراض بھی کرتا ہے اور اسی سے مجھے معلوم بھی ہوا کہ یہ بیاض دارستہ کی یادگار ہے۔ بہر حال آپ ان دونوں چیزوں کو بھیجئے۔

میں نوبر سے پیار ہوں۔ جنوری میں جب دہرے کے دورے سخت اور تقویراً روزانہ میرے لئے ہیں علاج کے واسطے جے پور

مبارک دہان سے ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ سترہ، تھارہ روز رہا اور ڈاکٹر کی اجازت سے فوری میں واپس آیا۔ جے پور میں اگرچہ دوسرے  
بدمیں بند ہو گئے تھے لیکن ڈاکٹر آئے سے چوتھے دن بعد ایسا سخت دورہ پڑا کہ خدا کی پناہ۔ دل پر اس کا جبراً اثر پڑا۔ جسم کے جوڑے  
میں تکلیف رہی۔ تین چار روز تک اس بدین پر لڑھٹاری رہا اور اب بھی ہے۔ اب تک میں خط لکھنے سے معذور تھا۔ لائق بڑی طرح کا پتلا  
تھا۔ گویا میں اگر طبیعت کبھی تو غیر روزگار نہ رہتا تو بہت قریب سمجھتا۔ جسم کی طاقت بالکل زائل ہو چکی ہے۔ اور دل ہر قسم کے صدموں کا شکار  
اور خود کشاں پڑ رہا ہے۔ دل میں کوئی تر تری ڈوبنے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ بخیر کرے۔ والسلام !  
محمد شہزادی۔ مہندی باغ۔ ٹونک راجپوتانہ۔ ۱۶ فروری ۱۹۲۲ء

( ۵ )

نام: اکثر سید سید صاحب

مافی ٹریڈ سید صاحب

میں آپ کو ایک تکلیف دے رہا ہوں اور بدو مجبوری لکھ رہا ہوں۔ میرے ہم وطن محمد شریف ہیں جنہیں پنجاب یونیورسٹی کے  
امتحان میں ۱۳ سال شریک ہونے کے گناہ ہیں۔ میں بھولا کوئی انگلش (ONLY ENGLISH) میں شریک ہونے لگے۔ یونیورسٹی نے  
ان کا رزلٹ شائع نہیں کیا، دیکھئے ٹرک ایڈ ۱۸/۵۳۳۱ کے ذریعے تیس۔ روپے ان سے طب کتے۔ شریف صاحب نے میرے  
مشورہ سے وہ روپے پیسج دے دیے۔ اس کی رسید نمبر ۲۵۵ یونیورسٹی سے ان کو مل گئی۔ اس کے بعد ایک اطلاعی کارڈ NO-EX  
A/15914/2 FFES آیا جس میں تحریر تھا اب تم نے اپنی خیریت کا حساب صاف کر دیا ہے۔ کنٹرولر صاحب کو اطلاع  
دے دی گئی ہے۔ تمہارا نتیجہ جلد شائع کر دیا جائے گا۔ ساتھ ہی کارڈ اطلاعی آیا کہ ROLL NO. 13361 میٹرک کے امتحان میں  
"غیر حاضر ہے۔" میرے ہمارے دوست علامہ محمد بن صاحب کے دستخط ہو رہے ہیں۔ یہ اطلاع غیر اطمینان بخش ہے۔ کیونکہ دہلی نمبر  
نہ کہ امتحان میں شریک ہوئے اور کاپی دے کر آیا ہے۔ یعنی ONLY ENGLISH کی۔ اب معلوم نہیں کہاں غلطی ہوئی ہے کہ  
ایک حاضر کو یونیورسٹی "غیر حاضر" قرار دے رہی ہے۔ محمد شریف بیچارے بہت پریشان ہیں۔ میرے پاس اس مسئلے میں کوئی حوالہ  
ہیں۔ محمد کو شرم آتی ہے اس لئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ مہربانی کر کے اس بارہ میں آپ ذرا دلچسپی لیجئے اور ان کے نتیجہ امتحان  
سے اطلاع دیجیئے۔ ممکن ہے کہ یونیورسٹی نے شریف صاحب کو پورے امتحان میں شریک نا ہونے سے غیر حاضر قرار دیا حالانکہ  
وہ صرف انگریزی کے امتحان میں تھے۔ یونیورسٹی نے تیس روپے مانگے تھے اس لئے انہوں نے میرے مشورہ سے تیس ہی پیسج دیے۔  
حالانکہ ONLY ENGLISH کی صرف بارہ روپے فیس ہے اور پانچ روپے لیٹ فیس کے اس حساب سے ساٹھ سے سترہ  
ان کو لینے چاہئیں۔ میں نے شریف صاحب سے کہا ہے کہ بقایا کے دفعہ کی درخواست کر دو۔

مہربانی کر کے ذرا تکلیف گوارا کر کے اس معاملے سے متعلق دریافت کیجئے اور مجھے جواب دے کر اپنا شکریہ ادا کر دینا۔  
آج پڑاوائے ڈاکٹر کا خط آیا ہے۔ اپنی تحریر ہے۔ اور ڈاکٹر کا لکھا حال ہے، دیارِ قدیم میں سے کہیں باقی ہے، واسطہ!

محمد شہزادی۔ مہندی باغ۔ ٹونک راجپوتانہ۔ ۱۶ فروری ۱۹۲۲ء

جہاں کے لئے ٹونک، راجپوتانہ، مہندی باغ، ٹونک کے واسطے کس خط و کتابت کی جائے گی۔

مہیش

( ۶ )

URGENT

نامہ ڈائریٹریٹ صاحب

مافی ڈیریتہ صاحب!

میں آپ کے مہربانی نامے اور توجہ اور تکلیف کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بچہ محمد شریف آپ کی اطلاع کے باوجود دیگر بچوں کے  
رہے ہیں۔ آپ کے بعد بھی دینور کٹی سے درحالیہ کی کمی مگر اس پر پختہ نہ ہو سکا۔ اب آپ کا کہنا تھا کہ انہیں بھیج دیا گیا ہے۔ اگر یہ قیود ہوا  
ماتھے تو زیادہ روپیہ اور لاؤ۔

محمد شریف صاحب کی درخواست آپ کی خدمت میں بھجوا رہا ہوں۔ اگر آپ خود یا بجائے صاحب کے ذریعے سے  
اپنے طور پر ان کی درخواست پر کام مناسب سے کیجئے تو بہت اچھا ہو۔ کیا علم کی بات ہے کہ ایک شخص کو جو امتحان میں شامل ہوا ہے بڑی  
غیر حاضر دکھایا گیا ہے۔ بجائی جو کچھ آپ سے ہر گز کیجئے۔ تشریف صاحب بہت پریشان ہیں۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ میری کتابوں کی فہرست نکال دی آپ کے ہاتھ میں آئی ہے۔ مہربانی کر کے آپ اس کی فہرست اسی  
طریقے سے تیار کیجئے جس طرح ریو اور عبدالمقتدر زخان نے کی ہے۔ اس بارہ میں میں بھی شاید کچھ مشورہ دینے کے لئے تیار ہوں۔  
آپ نے کالج کے حالات مفصل نہیں لکھے۔ ڈاکٹر صاحب کچھ نہیں لکھتے۔ اور ٹیل کالج میگزین اور عربک پریس سوسائٹی کا  
چندہ ذریعہ ہذا بھیج رہا میں مبلغ ۵۰ مہربانی کر کے آپ داخل کر دیجئے اور رسیدیں بھجوا دیجئے۔ شریف صاحب جدی میں ہیں اس لئے  
یہ نوٹ ختم کرتا ہوں۔ والسلام! ماموں بھائیوں کو سلام والہ دعا!

محمد شیرانی۔ ہندی بلخ۔ ٹونک راج پور ۲۵ دسمبر ۱۹۴۱ء

مہربانی کر کے آزاد کشمیر، یامیہ مجھے یا اور کہیں سے ذوق کا ایسا کلام بھیجئے جو اب تک تانے نہ ہوا ہو۔ والسلام!

میش

( ۷ )

نامہ ڈائریٹریٹ عبد اللہ صاحب

مافی ڈیریتہ صاحب!

اطاعت نامہ بھیجا۔ بجائی کیا کرتے ہو۔ وہ پانچ روپے میں نے اور ٹیل کالج میگزین اور عربک سوسائٹی کے چندہ کے واسطے  
بھیجے ہیں۔ آپ شریف صاحب کی امانت کیونکر کچھ بیٹھے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ اٹھا پورا نہیں چڑھا۔  
ریڈر شپ کی مابکبا قبول ہو۔ گریڈ میں کیا اضافہ ہوا یہ نہیں لکھا۔ شریف صاحب کے سلسلے میں آپ کا اور عبد اللہ صاحب  
کا تشکیب۔ صدیق صاحب کی تجویز تو بہت مناسب معلوم ہوتی ہے۔ خدا کرے راست آئے۔

یاں خوب یاد آیا آپ یہ پانچ روپے میری ملک سمجھ کر جس طرح میں عرض کروں کارفرما ہوں یعنی (۱) چندہ اور ٹیل کالج میگزین  
(۲) چندہ عربک پریس سوسائٹی۔ اگر کسی ہوتا ہے لکھ دیجئے۔ اگر ناتر ہو تو علی الاعساب جمع کر دیجئے۔ میں اس چندہ یا چندوں کے لئے  
بہت متفکر ہوں کیونکہ ان پر ایک افتاد پہلے چھلکی ہے۔ پچھلے جون یا مئی میں میرے اس چندہ کی طلب میں کارڈ آیا میں نے غور میں

۱- شش

# تاجور خبیب آبادی

(1-)

راہِ جبریں کنسن پشام

محترم وقت محترم، آفتاب اجال برصفت انہار بادامین ا  
تسلیم۔ آسمان کی لیم پر اسفل کا آنکھ گناہ میں داخل نہیں ہے۔ اس لیے جہاں رسالہ ذخیرہ، نظام المشائخ، نعل رے،  
مہر نس میگزین، وغیرہ جناب کاشی دریا باریوں سے سیراب خود ہونے میں، مگر سالہ خزانہ بس نے سب سے پہلے اور حاشا بچہ کی  
خدمت پر کمر باندھی اور سب سے زیادہ یقین اشارہ سال تک سائنس دانوں کے ساتھ علمی خدمت بجا لانا راہ ہوا کی عرض کرے کہ  
”اسے خانہ سرائد از کرم کچھ نوا دھو بھی  
” تو مصطفیٰ ہمدردی نہ ہوگا، ” فلما رخص من کاس الکرام فصدیب“

”مخزن کا دور جدید شروع ہوا ہے ملک کے اکثر اہل قلم اس کو پروان چڑھانے پر مستعد نظر آتے ہیں۔ ”مخزن کا حال ذریعہ ماضی کی سمجھوتہ اختیار کرنے کو ہے۔ جذباتی اس تنہا کلمہ (مخزن) کو لکھنا صدقہ التفات اپنی صحطرہ ذریعہ میں سے کچھ محنت فراہم تو کچھ ”مخزن“ کی باہر ہونا نہ کو چار چاند لگ جائیں گے۔ میں تو آج ہی سے اپنی کارواج یاں امید کو یہی ٹیٹا ہوں۔“

نیاز کمیش: اسان اللہ خان تاجور نجیب آبادی ایڈیٹر مخزن لاہور

مخزن آفس، جنوری ۱۹۱۸ء

(۲)

ماہنامہ صدیقی

کرمی! سلام سنون

خط مع غول صادر ہوا۔ آپ نے ہوا استحقاق و دوسروں کے مقابلہ میں مجھے انتخاب کیا اس کا ملٹی شکریہ۔

جب سے محضر میں آیا ہوں اس وقت سے اب تک بہت سے غائبانہ عنایت و فرائض نے مجھے خدمت باصلاح سونپنے کا اجر کام سپرد کیا ہے مگر اپنے آپ کو اس ذمہ داری کا اہل نہ پانچا کہ میں نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔ آپ کا خط جس قدر مسنجانیت و میلادارم صاحب و قاریہ سے پاس ہی بیٹھے تھے۔ انہوں نے بھی خط پڑھا اور مجھے باصرہ انکار سے روکا۔ اس لئے

لوہا بھینا کر تین دن اور سو سائیں کے چندہ کے واسطے جاری روپے بنام ڈاکٹر محمد اقبال بی آر ڈر کر دیں۔ پناہ چارہ منی آرڈر کے تین دن کے انتظار کے بعد میں نے گھر والوں سے دریافت کیا کہ ان چار روپیوں کی کوئی رسید بھی آئی یا نہیں۔ چند روز کے دیا کہ وہ روپے تو انہی دنوں میں واپس آگئے تھے اور غریب بھی ہو گئے۔ میں حیران ہو گیا۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں اور دریافت کیا کہ وہ بھی آرڈر کسوں والیں ہوا۔ در کسے بعد جواب آیا لیکن میرے اتھسار کا کوئی جواب نہ تھا۔ اب آپ کے دو ہا کو سن رہی ہوں اور نتیجہ یہ نکلا کہ آپ نے نزلتین صاحب کی امانت مان لیا۔ آپ مجھے ہوا سچی جوا۔ کیا بلکہ رسیدیں مان سے لے کر کھجائیے۔

میرے مجموعے کی فہرست علیحدہ رہنی چاہئے نہ میرا مجموعہ بیورو سٹی کے مجموعے میں نوکر شامل کرنا چاہئے بلکہ اس بستی کا نوکر بنی جائے۔ یہ فلائبر برین کا سب سے پہلا وعدہ تھا۔ میں اس بارہ میں فلائبر برین کو کھیل گا اور آپ فلائبر برین کو کبھی کئے فیصلے کے خلاف میری طرف سے احتجاج کریں۔

میری صحت بالکل کو بھلی ہے۔ معلوم نہیں کب تک مہمان رہوں۔ چلنے پھرنے سے معذور رہوں۔ بڑی کوشش اس میں قدم چل سکتا ہوں۔

ذرا تھک لے گا۔ سانس میں مجھے کچھ یاد نہیں۔ آپ میری اردو کی بیاضیں دیکھ سکتے ہیں ممکن ہے کہیں کچھ ملے۔ آپ مجھ کو ازاد میں نکالتے ہیں۔ نام کچھ مل جائے۔ والسلام!

محمد زبیر انانی، ہندی باغ، ٹوناب راجپوتانا ۳۱ جنوری ۱۹۵۵ء  
بڑے بیٹا محمد سعید میٹھے ہیں۔ برہنہ مراد شیخ عبداللہ زیر پرستار لڑے۔ ان کی خدمت میں میرا سلام عرض کرو  
ان کو بلجیو بھی مر قینہ کھڑا رہوں۔ ہوں بچے کی خدمت میں سلام۔ ان سے کہنا کہ اگر ٹوناب کے خرم بڑے میری زندگی  
میں تفریح میں آجاء۔ اس دعوت میں آپ بھی شریک ہیں۔ فقط!

میں

# تاجورنجیب آبادی

(۱)

راجہ کرنن پشاور

متر مکت فخر قوم! آفتاب انبال بر نصف افہار باد امین!  
تسلیم۔ آسمانی کویم پر سائل کا آنا کچھ گناہ میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے جہاں رسالہ ذخیرہ، نظام المسامح، نعرہ،  
ٹریس میگزین، وغیرہ جناب کی غمی، ریاباریوں سے سیراب خود ہونے ہیں، اگر رسالہ "فخرن" بس لے سب سے پہلے اور حلقہ کی  
خدمت بہکربانہ می اور سب سے زیادہ یعنی اشارہ سان تک عرفنا سہوں کے ساتھ علمی خدمت بجا لانا رکھنا ہوا گریہ عزت کر کے کہ  
"اسے خانہ بر انداز کر دیکھ تو ادھ بھی  
نور مصنف جمدی نہ ہر گاہ، "فلاض من کاس الکرام نصیب"

"فخرن" کا دور جدید شروع ہوا ہے ملک کے انزامل قلم اس کو برہان چڑھانے پر مستعد نظر آتے ہیں۔ "فخرن" کا  
حال زیر ماسی کی صورت اختیار کرنے کو ہے۔ جناب ہی اس شہر گورم و فخرن، کو بطور صدقہ انتفاع اپنی سحر طرز دیں ہیں  
کچھ مرحمت فرمائیں تو کچھ "فخرن" کی ہمارے فرائض کو چار چاند لگ جائیں گے۔ اس تو آج ہی سے اپنی کارواج پاس دامید، کو پیر کی ہے لاپولہ۔  
"ہاش واروئے شفا آید ہے"

نیاز کمیش: اصمان ان نعلان تاجورنجیب آبادی ایڈیٹر فخرن لاہور  
فخرن آفس، رجنوری ۱۹۱۷ء

(۲)

راجہ کرنن پشاور

مکرمی اسلام سٹون

خط مع فخرن صادر ہوا۔ آپ نے جہاں استحقاق دوسروں کے مقابلہ میں مجھے انتخاب کیا اس کا ملکی شکریہ۔  
جب سے فخرن میں آنا ہوں اس وقت سے اب تک بہت سے غائبانہ غنایت فرائض نے مجھے خدمت اصلاح  
سورنپنے کا اجر کام سپہو کرنا چاہا مگر اپنے آپ کو اس زبرداری کا اہل نہ پا کر میں نے شکریہ کے ساتھ انکار کر دیا۔ آپ کا خط وقت  
پہنچا نہ وقت میلارام صاحب و قاتیر سے پاس ہی بیٹھے تھے۔ انہوں نے بھی خط چڑھا اور مجھے باصرہ رانکا۔ سے روکا۔ اس نے



ہیں۔ اوجہ عدہ استحقاق کے آپ کی فرمائش کو قبول کرتا ہوں۔ یہ خط غزل کی رسید سمجھئے۔ اصلاح کسی آتہ مضمون میں لیا اور کہ  
جہاں تصانیف بھیجئے کی۔ روت نہ تھی۔ غرض کہ یہ معلوم ہوا کہ آپ کی طبیعت شاعری کے متناہی نہیں ہے۔ اس  
مضمون فقوہ کی پہنائی کی ضرورت ہے۔ پھر آپ ملک کے نیا دروں میں ممتاز و معروف ہو سکتے ہیں اصلاح میں اس کا  
ایک بات رکھتے کہ میں عید الفصحیت بھی ہوں اور کابل بھی۔ آپ کے تقاضے مجھ سے کوئی کام سے سکتے ہیں  
خیر طلب: تاج محمدی عمر۔ مخزن انیس لاکھ روپیہ ۱۰۰  
انوار: آپ کے انداز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اچھے مضمون نگار بھی بن سکتے ہیں۔ والسلام!

(۳)

بنام شاکر صدیقی

عنایت فرماتے ہیں! سلام مسنون  
میں حد سے زیادہ نارم ہوں کہ اب تک تعمیل حکم نہ کر سکا۔ آپ کی سرپرستی سے امید ہے کہ میری فطری کابلی۔  
ہوگی۔ اب میں انشاء اللہ جلد سے جلد نظمیں ارسال کروں گا، اطمینان رکھیں۔ والسلام!  
نیاز مند: تاج محمدی عمر۔ مخزن انیس لاکھ روپیہ ۱۰۰، راپر ۲۰۰

(۴)

بنام شاکر صدیقی

شاگرد صاحب!

سلام! ان کی نگاہوں کے اعجاز سے اس قسم کے الفاظ مست سمجھ جاتے ہیں۔ "بہر حال عاقل کا منظر  
میں ہے۔ پس ..... سے۔۔۔۔۔ بہت دور واقع ہوا ہے۔ فقرہ کی ترتیب بھی جوئی اور درست ہے  
مشکل ردیف و تانیہ بھی آپ در سال تک نہ استعمال کریں۔ فارسی بندشوں سے بھی اس وقت تک۔ استراذ کریر جب  
اور صفائی کلام میں پیدا نہ ہو کلام میں سادہ اور باخوار جذبات اور خوش رنگ الفاظ سے اثر پیدا ہوتا ہے۔ آئندہ سمجھ  
خط لکھا کریں۔ سیفی صاحب سوادری۔ بیڈن روڈ۔ کابل بلڈنگ لاہور۔ سیفی میرے شاگرد ہیں اور مجھ سے شاگردوں  
زور لگوا رہے ہیں۔

آپ کی مسیبت میں صبر کی تلقین ہے، کے سوا اور کیا ہے کہ میں شریک ہو سکتا ہوں۔ خدا سے تعالیٰ  
اور آپ کو صبر اور تم اللہ عطا فرمائے۔ آمین!

میں کابل انجور میں۔ اصلاح کا تقاضا سیفی صاحب کی کچھ دیکھیں۔ وہ میرے پاس رہتے ہیں تقاضا کر کے جواب لکھوا دیتے  
خیر طلب: تاج محمدی عمر

(۵)

بنام مبارک کرشن پرشار

سرکار عالی جاہ ہمارا جہاد را تقاب!

نیاز مند: بنام والا کے نام حضرت ہوش نگار امی کا تعارفی خط رسالی خدمت راجی ہے۔ میں اپنے کمزور  
بہاد کے پاس قیام ہوں۔ مختلف اصناف کی زبانی جناب کے خطات سنیہ حدیث متواتر کی حیثیت میں مجھ تک پہنچے

شکوہ محمد یار جنگ عبد اللہ مدناں بھول سے حیدر آباد گرام فم صنعت و حرفت ہوئے جو کہ محمد فوج تھے۔ اسلحہ نژادہ برادر کے ہاں بحیرت سیکر

شوقِ نیارت سے اپنے دل کو معذور پاتا ہوں۔ ہاریالی کی اجازت پاتوں تو شہرِ شوق سے اڑ کر حاضر ہوں۔ امیر الامرا اور اب نجیب علیہ السلام کی بقیۃ السیف اولاد میں سے ہوں یعنی شکستہ حالی میں بھی خود داری کا فضلِ داغ میں باقی ہے اس لئے امیر مرحوم کی نیائی میں ع  
خدا کے گھر جی نہ جائیں گے بے بلائے ہونے

عقیدت کیش: تاج محمد نجیب آبادی اور جڑ ہمایوں تو پر غیبِ مری۔ اس کا بچہ ہر  
بھگروا بھگوار جنگا بہادر خیرت آباد حیدر آباد کن ۳۱ جولائی ۱۹۲۵ء

(۶)

م تارکِ مرقی

کرمی شاکر صاحب!

دیرِ مقرریت۔ آپ کی غزلیں عنغریب انجمن اربابِ علمِ پنجاب کے جلسہ منعقدہ ۱۸ جنوری سے فارغ ہو کر بھجوں گا اس  
وقت یعنی صاحب کی معرفت یاد دہانی کرا دیجئے وہ مجھ سے کام زبردستی ہی لے لیتے ہیں۔ باقی آپ کا یہ کہنا کہ میں اب دوسرے  
کو دامن نہیں پکڑوں گا اس کا جواب یہ ہے کہ اب آپ کا دامن بندہ کے چنگل سے بس چھوٹنا غیر ممکن ہے۔ میں مجبوراً نہ چنگل  
ہوں مگر اب آپ کے لئے ناقابلِ برداشت نہیں بنوں گا۔

بھائی! کسی چٹھی میں اگر طور۔ سادہ جذبات، سادہ الفاظ اور شیریں پیرایہ میں لکھتے۔ ہر۔ میں آپ کی غزلیں انشاء اللہ تعالیٰ  
بہت جلد واپس کر دیں گا۔ تمہارے خطوط سے بہت شرمندہ ہوتا ہوں۔ وار۔ لام!  
تمہارا خادم: تاج محمد

(۷)

بہادر شاکر مرقی

شاکر!

خدا کا شکر ہے کہ تم سے سرخرو ہوتا ہوں۔ بھائی! ایک نظم یا غزل بھجوا دو۔ میں کامل اور تم قافیہ بیا! کیسے بنے گی؟ شعر سادہ  
عام فہم و سلیس زبان میں کہو۔ پہلے الفاظ کو قبضے میں لاؤ۔ تخیل تو اپنا ہے۔ ایسے الفاظ کو لاس خوش رنگ بنانا چاہئے۔ تخیل لاکھ  
اچھا ہو اگر الفاظ کا جامہ زخوش نگ نہیں یا پیرایہ بیانِ مرغوب نہیں تو تخیل کی فلک پائی یا مکمل بیکار ہے۔ تین اور سخیہ شعر سادہ  
زبان میں کہو۔ الفاظ پرست بن جاؤ۔ میں ایک پوری نظم کسی معجزہ کے حسبِ منشا لفظ دستیاب نہ ہونے کے سبب دو دو سال  
روکے رکھتا ہوں۔ کچھ کہا ہے

بندشِ الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں

شعر کہنا کام ہے آتشِ رقص کا

وار۔ لام!

خیر طبع: تاج محمد

۸ فروری ۱۹۲۵ء بوقت ۴ بجے شب۔ لاہور

## غزل (اصلاح)

وہ رنگھریں سے اگر تجھ سے ناز نہ ہو  
 لطف میں ڈوبا ہوا عشق کا انداز نہ ہو  
 حسرت و یاس و ناکہ نہیں جاگ اٹھیں  
 اس طرح تو ظم سدا کو کما آواز نہ ہو  
 بے پی پی مری پوچھو، دہرہ ہوا سب سے  
 ہشتیاں کھینچے شعرون میں لہجی پہلوانہ ہو  
 پرہیز میں ارے ہے نہاں عفت جیت  
 خدا اب کرم ان کا بھی باز نہ ہو  
 فرشتے کی ہیں بے ہر ناز، تہل لے سود  
 اس سے دل خستہ جو کچھیں جفا باز نہ ہو  
 میرے انکوں کا مدد ہے نوازش اب تو  
 بخت و بیدار یہ اپنے بچے کبوں ناز نہ ہو  
 کہا بھی شبن جہاں سوز کا ہے جذب کر عشق  
 دیدہ سراہ نہ ہو، گوشت بر آواز نہ ہو  
 ایک دم اہل گلستاں ہوں شہیدِ نغمہ  
 نبض نالہ سے جو محروم تر اساز نہ ہو  
 خورے سیلاب کی حسرت سے الٹی مجھ کو  
 وہ طے درو کہ منت کشیں اعجاز نہ ہو  
 رنگ ریزے بھی چمک اٹھتے ہیں لیکن شکر  
 وہ نہیں حُسن کہ جو مایہ مصداق ناز نہ ہو

## منابیات

تو نے اپنے کرم سے لے لے مولا  
 لطف آرام سے مجھے بخشا  
 چاند سورج کی ہے ضیا بخشی  
 زندہ رہنے کو ہے ہوا بخشی  
 ٹھنڈا پانی عطا کیا تو نے  
 درق کھلانے کو ہے دیا تو نے  
 جہن بخشا، عطا کی دنیا بھی  
 پوری کردی ہر اک قسمت خوا  
 اصلاح: دین کے ساتھ دی ہے دنیا بھی

اس پہ لیکن مری یہ ناشکری  
 شکر اس کا کیا نہ دلی سے کبھی  
 قدر نعمت کبھی نہ کی میں نے  
 سرشتی میں نہ کی کمی میں نے

لے مالغہ کی تین قسمیں ہیں۔ تبلیغ، غلو، افراط آخر کی دو قسم کو غیر طری کر دیتی ہیں۔ اپنے اس شعر میں بے پری کو غلو تک پہنچا دیا۔ (ذنا جبر)

سے عشق باز جفا باز یہ ترکیبیں چھپوری ہیں ان سے اجتناب کیجئے۔ (ذنا جبر)

سہ آپ تیسری اور نرم الفاظ کا انتخاب کیا کریں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آپ پہلے مضمون سے پہلے رکھتے ہیں اور پھر اس کے لیے براہ بیان اور الفاظ تلاش کرتے ہیں  
 ابتدا میں یہ طریقہ درست نہیں۔ کلام شگ اور بعض اوقات بے معنی ہو جاتا ہے۔ ابھی تو اچھے الفاظ تلاش کر کے آسمان مضمون باندھتے۔ (ذنا جبر)  
 لے عطا کا الف و بتا تھا۔ (ذنا جبر)

دل میں رکھنا نہ خوف کچھ تیرا      تیرے ہر دم رہا بھی میرا  
 عمر ساری ہی کی تباہ میں نے      کوئی چھوڑا نہیں گناہ میں نے  
 اصلاح: عمر و نصف گناہ کی میں نے      عاقبت بھی تباہ کی میں نے  
 تیری بخشش ہوتی فراست سے      کام لیست رہا ہوا میں اُسے  
 جو کھو کر یہ راز مجھ پہ کھلا      راز میرا ہر اک ہے تجھ پہ کھلا  
 یہ خرابی ہی سہ ہے مجھ کو  
 تیری بخشش پہ ناز ہے مجھ کو

تو غفور الرحیم ہے یا رب!      لطف تیرا عجم ہے یا رب!  
 بے ہماروں کا تو سہارا ہے      نا امیدوں کا تو ہی چارہ ہے  
 میرے عصیاں تمارے باہر      فضل تیرا ہے ان سے بڑھ چڑھو  
 دونوں عالم میں سب گناہوں      پھر بھی یا رب تیرا ہی بندہ ہوں

## طالع شمس

(۱) مغرب میں ہے اندھیرا      (۲) اتفاق ہے جو رکاوٹ کا یہ  
 مشرق میں ہے اُٹھالا      گنبد ہے نور کا یہ  
 وہ ماہ جا رہا ہے      بدھ آ رہا ہے  
 گدوں سجا رہا ہے      مرغ سے دو آ رہا ہے  
 نور عہ سے محفل تک      ہر ایک ہوگا شامل  
 انجم کی رونق مٹی دے کر مراد پائی      خورشید گامزن ہے کیسا عجب چین ہے  
 خود نے جھلکا دکھائی

۳۔ کہیں ہیں کیا سنہری      چاروں طرف جہاں میں پہنائے آسمان میں  
 عالم ہوا سنہری      ہر ایک جسم و جان میں  
 زور پستی جہاں کا      مہر جات نقصان ہو تو سر فروزاں  
 انجم نواز ظلمت کا نور کی ہے صورت      بیل کی پاک بازی نعموں کی دل دوازی  
 کروٹ فلک سے لے کر      صرف جہاں طرازی  
 زرتار دلی حصار

لے تباہ اور گد کے افس گر رہے تھے (ناجور) لے گندا، لفظ فیرتین اور بے وقار ہے زنا جو بے گناہ طلب ہو کہ کتنا برا اور غیر ترنم لفظ ہے  
 کیا کے ساتھ پیارا بدروزن، تمہارا، آتا ہے اور یہ صبح نہیں، پیارا، "کیا را" آنا چاہئے۔ اسی لئے کیا کی بجائے کیسا لگسا گیا۔ "ناجور"

(۸)

بنام صاحب مکتبہ

محرمی خدمت شاگرد صاحب! ادام نوالہ آمین!

سلام۔ ذوق! خط آیا۔ میں گرم جوشی سے آپ کی عزت افزائی کی قدر کرتا ہوں۔ اپنے دوستوں سے کئی دفعہ ذکر کیا ہے  
مجھے اپنا خادم بھیجیں اور ہمیشہ اپنا سچا پیر طلب۔ آپ کو میں کبھی نہیں بھول سکتا آپ بھولنے کی چیز نہیں ہیں۔ آپ کی عزت  
کرتا ہوں اور بیحد نادم ہوں کہ آپ کی خدمت کا احضار نہیں کر سکا کیونکہ کابل بہت دور ہے۔  
انجمن ارباب علم پنجاب کی مجلس ادبا کی عمری روپیہ ماہوار ہے۔ انجمن کا آرگن ہزار داستان اور مطبوعات  
کو خدمت ملتی ہیں۔

بچوں کے لئے آسان زبان میں ”علم کی قدر“ ایک نظم بھیجتے۔ زبان آسان ہر لفظ مشکل نہ ہوں۔ والسلام  
تاجور محرمی عنہ۔ ۲۶ مارچ ۱۹۲۶ء

(۹)

بنام صاحب مکتبہ

محرمی قلم صاحب! ادام نوالہ آمین!

سلام مسنون! والا نامے کا شکریہ۔ میں نے مکان تبدیل کیا ہے۔ منبر سے کہا ہے کہ آپ کی کتابیں اس بازار پر  
نکالو۔ انصار کے لئے جلد بکنا ہیں ارسال خدمت کروں گا۔ یہاں پنجاب ٹیکسٹ بک کی منظور شدہ کتابیں چلتی ہیں پنجاب  
میں شہرانی کے ریٹائر ہونے سے اردو ٹیکسٹ بک خالی ہوئی ہے اس کے لئے میں بھی مصاحی ہوں۔ یہاں اگرچہ ملکی وغیرہ ملکی کا سوال  
ہے لیکن قسمت آزمائی کے طور پر میں بھی لکھنا توں ماننا چاہتا ہوں۔  
یہ بھیذا اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ میری اردو ادب کی استعداد و اہلیت اور ادبی خدمات سے متعلق اپنی گزارشات  
عنایت فرمائیے۔ درخواست کے ساتھ طغوت کرنا چاہتا ہوں۔

یہاں بیس سال سے اردو ادب کی رہنمائی خدمت کر رہا ہے اور اس راہ میں بیس ہزار ذاتی سرمایہ کے علاوہ  
داغ، طاقت سب کچھ لٹ چکا ہوں۔ نو جوان ادباء و شعراء کا مذاق ادبی ملنے کرنے میں میرا سب سے زیادہ حصہ ہے اس وقت شعراء و ادباء کے عدد  
میں میری ہندوستانی گیر شہر کے شاگرد اخبار نویس انتقید نگاری افسانہ نگاری طنز و مارنویسی تصنیف و تالیف کے ذریعہ خدمت زبان کر رہے ہیں۔  
براہ کرم میرے متعلق اپنی رائے گرامی مجھ کو مطلع فرمائیے اور ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

خادم: تاجور ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(۱۰)

بنام مولوی محمد انصار صاحب کمال غازی آباد

"ADABI DUNYA"  
POST BOX No 147

-AJIORE 11-6-1931

محرمی اسلام آباد

والا نامہ صادر ہوا شکریہ حضرت رسالہ مرحوم میرے استاد تھے اور مجھ سے بہت انتہات سے پیش آتے تھے۔ ان  
کلام کو میں نے مدون کرنا چاہا تھا مگر ان کے بھائی نے شہر دکن آبادی نے ان کا کلام دوبارہ اسے پیش کیا میں مرحوم میرے

مراں انہوں نے مجھے بھی طلب فرمایا تھا۔ اس وقت ان کے پاس اپنے کلام کے دو مسدسے دو جملات ہیں موجود تھے۔ اس کے بعد میں ان سے رام پور میں ملا اور کچھ بھری ملاقات نہ ہو سکی۔ ان کا بہت راجا ام قاضی علی الدین صاحب مقیم ریاست رام پور دیوبند کے پاس ہے ان سے حاصل کیجئے۔ مرحوم کی بیوی جنہوں نے نکاح ثانی کر لیا ہے ان کا پتہ لے کر ان سے مرحوم کے کلام کا حال معلوم کیجئے ممکن ہے ان کے پاس کچھ خطوط کچھ کلام اور تصویر بہرہ۔

مولوی عبداللہ صاحب کمال بنامی اہم۔ اسے پروفیسر گورنمنٹ کالج لائل پور نے مرحوم کے حالات اور خطوط ان کے شاگردوں سے جمع کر کے مرتب کئے تھے ان سے بھی اعداد بھیجئے۔ جلدیادہ بیرطیں ان کا کلام اکثر شائع ہوا کرتا تھا۔ منشی خضر علی خان آنا دیر ملکی مالک رسالہ سبلوہ یار اندر کوٹ بیرط سے بھی قابل حاصل کیجئے۔ حضرت رسا کی تصویر، حالات اور نقب کلام اگر مجھے عنایت کریں تو رسالہ ادبی دنیا میں شائع کر کے حق شاگردی پر اگر سکوں۔ جگہ مراد آبادی ان کے شاگرد ہیں مگر اب اپنے آپ کو تاریخ کا شاگرد بناتے ہیں۔ منشی عبدالجید خاں سالک بل۔ اسے ایڈیٹر انقلاب بھی انہی کے شاگرد ہیں۔ حضور نبی مراد آبادی مرحوم طالت مرحوم، صاحب اللہ افسر بھٹائی بی۔ اسے پروفیسر انٹر میڈیٹ جوہلی گورنمنٹ کالج لکھنؤ بھی انہی کے شاگرد ہیں۔ بہت سے شاگرد حالی تاریخ مرحوم بھی ان سے واپس رہے اصلہ لیتے تھے۔

رام پور کے سرکاری اور غیر سرکاری عظیم الشان مشاعروں میں مرحوم کی موجودگی نے شوق قدوائی، تبر قدوائی اور رام پور کے سرکاری شاعر کا کبھی رنگ جبنے نہیں دیا۔ یوں بھی ان کا کلام اور اس پر ان کا اثر آخر میں پڑے گا اندازہ ہم سخن کو درہم برہم کر دیا کرتا تھا۔ مجھ سے مرحوم میر نثار علی شہرت دہلوی سابق ڈائریکٹر سرشتہ تعلیم کشمیر نے ایک بار (دو اس سے بے خبر تھے کہ میں ان کا شاگرد ہوں، نام پور کے عظیم الشان سرکاری شاعر کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :

”ریاست کی جانب سے ہندوستان کے تین مشہور شاعر کو دعوت دی گئی تھی، ثناء اہتمام کیا گیا تھا، اس مشاعرے میں میں بھی مدعو تھا آخر کے ایک شاگرد رسالے جو نزل پر مضمون شریع کی ہے تو ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے ڈانٹا سب چھوڑ دیا ہے۔ ہر شخص بے اعتدیا مانظر پر دوسرے رہا تھا ساری مجلس زیروہر ہو گئی۔ حتیٰ کہ رسا کے بعض معاصر جو ان سے کہہ رہے تھے وہ بھی انچل رہے تھے۔“

میر انجیل ہے کہ میں نے آپ کو اتنا سراخ ضرور دیا ہے کہ آپ مہر وہ حضرات سے مل سکے تو بہت ماسوا فرما کر ملیں گے۔

خاکسار: تاجور

رام پوری محمد انصار احسن صاحب وکیل فازی آباد

(۱۱)

THE "ADABI DUNYA"

POST BOX NO. 97

LAHORE 16-6-31

محترم جناب سلام سنون!

نشر صاحب کا یہ عندہ ان کے پاس کلام کاغذیں حصہ ہے بالکل غلط ہے۔ ان کے پاس تقریباً سب کلام ہے۔ مرحوم کا ایک صاحبزادہ تھیں اب کراچی میں ان سے پتہ لاسکے گا کہ کون سا کلام ان سے ہے۔ مراد حسرت بریلوی نے مرحوم کے معلق کچھ لکھا تھا جس پر، عدلی اور دارن مرحوم کے چھپنے والے بیانیہ میراٹے رسا کی بھی کہ رسا تاریخ کے شاگردوں میں سب سے بہتر ہیں۔ ہر جہ کے خطوط بھیجے پاس ہیں وہ میراٹے اور ان کا۔

تاجور

(۱۲)

نام ڈاکٹر زور

محترم ڈاکٹر صاحب قند!

سلام مسنون! آپ کے مضمون کا انتظار ہے۔ سالنامہ زیرِ تحریر ہے۔ روزانہ ڈاک میں آپ کے مضمون ہیں۔ دیکھئے، اردو زبان کی تاریخ (۲) گزشتہ شمارہ پیشی پر دینے کا جواب 'یہ روزِ تھیں گوارا فرمائیے گا۔' اور براہِ کرم جلد قوجہ فرمائی کی ضرورت ہے۔

ہاں ایک غور و استدعا ہے۔ میں نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اردو مرکز کامیٹ بھیج کر اہادہ ہے۔ امید ہے آپ سے کمیٹی کے متعلق استصواب رائے کیا جائے گا یا مولانا عبدالحق صاحب سے۔ ترقی کلمہ غیر سے درین فرمائیں گے۔ حدیاز!

خادم: تاجور ۲۵ جنوری ۱۹۳۶ء

(۱۳)

نام ڈاکٹر زور

محترم ڈاکٹر صاحب!

سلام مسنون۔ کریمانہ بددین کے لئے سیاسی گزارہوں۔ جبر کرنے والا صبر کی مشقت بھی لے رہا۔ کے تمام نظریے میرے مصائب نے باطل کر دیے۔ جبر، خالص جبر، جمادات اور زوی الارادہ میں وسعت ہے اس سے زیادہ نہیں۔ بہر حال سخت عافی الہی کچھ اور تماشے دکھانے کے لئے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

خادم: تاجور ۲۵ نومبر ۱۹۳۶ء

# یگانہ چنگیزی

(۱)

دین ضیا - حمد دیاپوری

مکرمی - تسلیم

نواز کشن نامہ صادر ہوا۔ ممنون توجہات فرمایا۔ قیمت ہے کہ ملک کے کچھ علم دوست احباب کم سے کم زبان ہی سے میری حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں اور میرے انداز سخن کو پسند فرماتے ہیں۔ مگر حقیقت امر یہ ہے کہ اس مذاق سخن کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے کافی وقت کی ضرورت ہے۔ اس انداز سخن کی نشوونما دفعۃً نہیں ہو سکتی بلکہ سونے تو میری وہ قد کی کہ سب ان اللہ - غلیظ گایاں، ناپاک ہجریں، آبروریزی کی فکریں، جھوٹی اور مجرمانہ افترا پر دازیاں میرے لئے جائز ہی نہیں بلکہ ذریعہ سمجھ لی گئیں۔ یہی نہیں بلکہ میری روزی پر حملہ کر کے مجھے پریشان روزگار بنا کر کلیہ شخصہ کیا گیا۔ تنگدستی کے انھوں مجھے اپنی عمر صحر کا سراپہ یعنی کتب خانہ تک کوڑیوں کے مول بیچ کر سر بھرا ہڈا پڑا۔ بال بچوں کو بے کر لکھنؤ سے نکل کھڑا ہوا اور اٹادہ میں زندگی کے دن گزار رہا ہوں۔ اب مولانا صوفی، عزیز، محشر، نائب، نامری، ناطق، قنبر، وزیر، کی دلی سرتوں کا کیا پرچہ ہے۔ واللہ ان ناقبت اندیش لکھنویوں نے اپنا نامہ اعمال کس قدر سیاہ کر دیا ہے۔ بربر و بجا کے بروگ ان لکھنویوں کے زیر اثر اعدان کے دام فریب میں مبتلا ہیں وہ میری طرف سے کیسی کیسی غلط فہمیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ کاشش میری سوانح عمری کا صحیح موقع اہل وطن کے سامنے پیش ہوتا۔ اگر میری سوانح عمری صحیح طور پر لکھی گئی تو اردو کی ادبی تاریخ پر میں نہیں کہہ سکتا کتنا بڑا ظلم ہو گا۔

ملک میں قد و دان تو میرے بھی ہیں مگر کسی کو یہ غور کرنے کی مہلت نہیں ہے کہ یا تس عظیم آبادی کے ایل و نہار کیونکر گزرتے ہیں اور یہ غریب کتنی تلخ و پُر آشوب اور کتنی ذلیل و مقیر زندگی بسر کر رہے ہیں۔

بندہ نوازیں اردو لٹریچر کے لئے اک خاص مشن رکھتا ہوں۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اپنے مشن اپنے پیغام کو اہل وطن تک پہنچا نہیں سکتا۔

زمانہ دراز سے دلی متناہ ہے کہ اک مامانہ رسالہ جاری کھل ادا اس کے ذریعے سے آزادانہ طور پر اپنا مشن ملک کے سامنے پیش کروں۔ مگر جسے روٹیوں کے بھی لا بے پڑ گئے ہوں، جو فکر معاش میں دوسروں کی



زادی اور ملائی کرنے پر مجبور ہو جائے اور پھر بھی ذیل سے ذیل جگہ بھی حاصل نہ کر سکے۔ وہ غریب اپنے ادبی مسکن میں کوئی ملک کا سبب ہو سکتا ہے۔

میر سے احباب و دشمن اس ملک میں اتنے موجود ہیں کہ اگر ایک ایک روپیہ ہمارا کراہی بار اٹھائیں تو اس میں بلا رسالہ نکال سکتا ہوں مگر ان فوسس جتے کہ کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوتی جو مجھ سے ادبی خدمت لینے کی فکر کرے۔ ہمارا وہ ہے کہ اس اسٹیم کو چراگ بار اپنے احباب۔ تقدیر ان کے سامنے پیش کروں۔ اگر ۱۹۲۵ء سے میں کوئی رسالہ جاری نہ کر کاؤنڈر نہ پھر میرے مستقبل کی تباہی مجھے رحمہ درگد بنا دے گی۔

ابوالعانی مرزا یا سس عظیم آبادی

۱۲ دسمبر ۱۹۲۵ء اردو محلہ آٹا وہ

(۲)

بنام دال شاہ جہان پوری

شیخو و غلمی حضرت دال اسلام مدکم  
آپ کا عطیہ فقہ رتلی پینا شکر یہ جہاں تک آپ کے کلام کا تعلق ہے میں نے خود سے پڑھا۔ نیاز فتح پوری۔  
عزیز لکھنؤ نے جو کچھ آپ کے متعلق لکھا ہے میں اسے پڑھنا نہیں چاہتا۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کیوں؟ میں آپ کی نسبت خود ذاتی رائے رکھتا ہوں۔ تقریباً بیس سال سے آپ کی خدمت میں نیاز حاصل ہے اگرچہ انقلاب دہلاؤ نے مجھے آپ سے بہت دور کر دیا ہے میں کہیں آپ کہیں بہت دنوں سے آپ کا دیدار بھی نہیں ہوا مگر آج سے پیر کے قبل جو رائے میں نے آپ کے متعلق قائم کی تھی اس میں اب تک کوئی تغیر نہیں ہوا آپ کے سنجیدہ کلام اور آپ کے معصومانہ کیرئیر کا جب بھی معترف تھا اور اب بھی ہوں۔

منشی امیر احمد صاحب بنائی کے سلسلہ میں میں آپ کو معتبر سمندر جانتا ہوں یہ صحیح ہے کہ آپ کے استاد بھائی حضرت ریاض خیر آبادی کو ملک میں علی العموم زیادہ مشہرت اور مقبولیت حاصل ہے مگر کلام کی خور فقط شوخی ہی نہیں ہے سنجیدگی اور متانت بھی جانے خود بڑی چیز ہے اور یہی آپ کی خصوصیت ہے مگر حضرت علامہ کچھ ایسی بات ہوئی ہے کہ شوخی اور چلبے ہن کے آگے سادگی و سنجیدگی و متانت کی گرم بازاری بر نہیں سکتی مثال کے طور پر آپ کی ایک غزل پیش کرتا ہوں۔

کہ چھا گئی میرے ظلمت کو بے اثری  
مرا نیاز ترا ششیرہ ستم نظری  
فضا میں گونج رہا تھا ترانہ سحر  
قصود دید کہیں یا کمال جلوہ گری  
نہ امتیاز اثر ہے نہ حس بے اثری  
ہوئی ہے راز محبت کی آج پردہ دری  
وہ انبساط عنادل وہ نغمہ سحر

یہ شرح غم ہے یہ غم نام لاہوری  
بنے گا قہر مہرت کسی زمانے میں  
اٹھا جو پردہ ظلمت تو دہشتیں تھی نسیم  
عجیب راز ہے ناکامی نکلاہ کبیم  
سمجھ رہا ہوں فقط ضائع عشق نالوں کو  
گداز دل کو نہ غلو اس شک ہونا تھا  
خیال و خواب ہوا رخصت ہمارے بعد

بناک اللہ۔ یہ ہے فتنہ دل جو ہم ایسے کافروں کو بھی فرق سودا گداز کئے بغیر نہ رہا۔ مگر فتنہ خانے میں اس فتنے  
نور سے گاہ

میرزا یگانہ چنگیزی مکھڑی سب راجہ راجہ

۱۳ ستمبر ۱۳۳۲ (لاہور دکن)

(۳)

شفیق و مخلص دیرینہ زاد معلم۔ سلام شوق۔

وہ نملئے تعلیم لاہور کے مئی نمبر میں آپ کی غزل کا ایک شعر دیکھ کر مجھے آپ کی خدمت میں نیاز نامہ لکھنے کا  
خیال پیدا ہوا تھا۔ مگر پھر بھول گیا۔ واضح رہے کہ رسالہ مذکور کا مئی نمبر ایک ماہ قبل پہنچ چکا تھا۔ غرض اتفاق سے  
نیک تعویذوں ہو گیا تو آپ پھر یاد آئے۔

خدا کے بعد بھروسہ ہے حضرت دل کا خدا خواستہ شک ایسے دوست پر گزرے  
کائنات میں عیب میں حسن میں عیب خیال ہی تو ہے جیسا بند سے بھر گزرے یگانہ  
ساری کائنات کی جان بھی دل تو ہے۔ دل کی تدریج منزلت شاید اس حد تک ان غفلتوں میں کسی نے بیان نہ کی ہوگی۔  
دل تو دل کی مدح اور تدریج میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔

حسن اتفاق سے میرا یہ شعر اس دل پر بھی صادق آتا ہے جو میرے پیلو میں ہے اور اس دل پر بھی جو مجھ  
سے ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔ خصوصاً محبت کے اعتبار سے کوئی شک نہیں کیا جاسکتا۔ غرض آدم بر سر مہتاب۔  
فضا میکش مباحش نگہ ساقی کی خود میکش ہیں گی تشنہ بادہ مری انگڑائیاں کب تک (دل)

اس میں شک نہیں شعر نہایت کیفیت انگیز ہے حضرت جوش ملیح آبادی نے جو نوٹ لکھا ہے۔ حق بجانب ہے۔ مگر  
ماں ایک لفظی بحث بھی قابل توجہ نظر آتی ہے چونکہ آپ میرے ساتھ کہنے والوں میں ہیں رانہ حال کے مادر زاد شاعروں  
میں نہیں ہیں اور میرے مخلصین میں ہیں لہذا اس خصوصاً محبت کی بنا پر جس طرح مجھے اپنی آزاد رائے ظاہر کرنے کا حق حاصل  
ہے اسی طرح آپ کو میری رائے سے اختلاف کا حق حاصل ہے۔ مجھے یہ پوچھنا ہے کہ فضا میکش مباحش جہاں آپ نے  
دیا ہے یہ آپ کی سوچی سمجھی ہوئی عبارت ہے یا جگر جوش جیسے اشخاص کے کلام سے متاثر ہو کر کہہ گئے ہیں۔ میں نے  
جگر جوش کے ذیل شعر پر ایک موقع پر اپنا خیال ظاہر کیا تھا آپ کے سامنے پیش کئے دیتا ہوں۔ اس سے آپ کہیں  
بہتر جواب نکال دیں کہ جگر مراد آبادی کے لئے جن الفاظ سے میں نے کام لیا ہے وہی آپ کے لئے کہیں گاہ

تاب کشن جمال میکش خیال میکش نگاہ میکش خبر وہ کہیں گے کیا کسی کی انہیں خود اپنی خبر نہیں ہے  
جوش گوئی اور خوش گھڑی اور بات ہے صاحب نہ ہونا ادب بات ہے الفاظ کی قطار اتنی لمبی اور معنویت کے اعتبار سے  
لامیانہ کس بہتے پر ایسے لوگ ارباب ادب میں شمار کئے جاسکتے ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ مست کس عمل پر آتا ہے اور  
میکش سے زوش میزداد کس عمل پر۔ مترادف الفاظ کے مختلف عمل ہوتے ہیں اس شعر میں جگر نے چاروں مگر مست کی بجائے  
میکش کہہ لکھنا کوئی جاہل بھی سنے تو ہنس پڑے۔ خواجہ آتش فرماتے ہیں۔

کے کدے میں نشہ کی میٹک دکھائی ہے مجھے  
ہے بے صبرت باطل۔ جگہ کا اک اور شعر ہے  
نیشہ مست دیاہ مست حسین مس دشمن مست  
آج پیچھے کا مزہ پی کر پیک جانے میں ہے

یہ ہے صرحت باطل۔ یہاں شیشہ، ادھ، میکش کہا جاتا تو کتنا لغو معلوم ہو گا۔ وہ شاعر ہی کیا جو الفاظ متضاد میں نزاکت اختیار نہ کر سکے۔ خون ادھ ہو دوڑوں ادھ میں ہم معنی ہیں تو کیا کوئی اردو بولنے والا (جاہل ہریا پڑھا لکھا) بلا لفظ ہر جگہ ہوں کی جگہ لہر کہہ دے گا۔ مثلاً فلاں شخص کئی خون کر چکا ہے تو اس جگہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ فلاں شخص کئی لہر کر چکا ہے؟ مثلاً اسید دل کا خون ہو گیا کیا کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اسید دل کا لہر ہو گیا۔ محمد و شراب میں مست رہتا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ محمد شراب میں میکش رہتا ہے۔

میرے پیارے دل بڑا مانتا۔ جس نے اپنی ذاتی رائے ظاہر کر دی ہے آپ کو بھی اپنی رائے پر نام لکھنا  
حاضر حاصل ہے لہ

۱۷ ارمی مشہ سلیو (دکن)

(۴)

عجمی و غلمی زاد، بظلم سلام شوقی۔

محبت نامہ مدخر x صا، ہوا کوئی دو چہینے ہوئے دو عنایت نامے پہنچے تھے مگر حجاب دینے سے محبت  
ہا کیونکہ مسلسل کئی ہفتہ تک نہتہ کھانسی بنا رہے پریشان رہا اور پھر الجھنوں میں پھنس گیا۔ آپ کے اس شعر  
نفا میکش، مباحث گہ ساقی کی خود میکش  
میں نے جو خیال ظاہر کیا تھا وہی میرے نزدیک صحیح ہے یعنی مست کی جگہ میکش اس مقام پر درست نہیں۔ آپ  
کا یہ فرمان کہ ”میں مستی کا طالب نہیں ہوں جو تیرے میکشی ہے بلکہ محمد میکشی مقصود ہے آپ مجھے شخص پیدا کرنا چاہتے ہیں  
کیوں کہ اس میں اور قباحیت پیدا ہو جاتی ہے نفا یا مباح یا نگاہ ساقی کو محمد میکشی سے کوئی نسبت واقعی نہیں ہے بلکہ  
ہم آپ کی ایک کیفیت محسوس کر کے نفا یا مباح یا نگاہ ساقی کو مست کہتے ہیں۔ ورنہ واقعیت کے لحاظ سے  
میکش نہ نفا میکش نہ نگاہ ساقی۔ آپ خود نہ فرمائیں مست کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے جو فی الواقع پئے ہوئے ہو  
اور اس پر بھی جو پئے مست ہو مگر میکش وہی ہے جو بیتا ہو۔

اے مباح ساتھ چلے گی مری بربادی دل  
کہ چڑ بار کو با نا تو یہاں ہو جانا

مولانا عبد السلام ندوی نے اگر آپ کے اس شعر پر اعتراض کیا ہے کہ اس مقام پر ہوتی جانا کہنا چاہئے تھا

سہ گزاریش :- بلکہ صاحب بھی میرے شخص دوست ہیں اور جناب جگانہ بھی قدیمی دلواؤ کم۔ میں نے عموماً کی تنقید پر بے فکر  
مصرعہ اولیٰ کی ترمیم کر دی ہے۔

مباحے خود نفا سرش و ساقی فرق مدہوشی  
میں گی تشنہ بادہ مری انگڑائیاں کب تک  
دل

کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ روزِ مرقہ تو ہے اور صبح بھی ہوتے جانا مگر ہونا بھی تو روزِ مرقہ ہی ہے فرق یہ ہے کہ ہوتے جانا میں کسی قدر زور زیادہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے مولانا کو شعر و سخن سے کوئی ربط نہیں ہے اگر اعداد و دعائیں کا مطالعہ کیا ہوتا تو ایسا سبب ظہر نہ فرماتے۔

وہ فرماتے ہیں کہ یہاں ہوتے جانا ہونا چاہئے تھا میں کہتا ہوں کہ ادھر جودینا بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی روزِ مرقہ ہے۔ وہ بھی صبح ہے یہ بھی صبح اور آپ نے جو کہا ہے وہ بھی صبح ہے میرے نزدیک اس میں زبان کا کوئی قسم نہیں ہے  
حاکسار میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی سب جڑواں  
۲۸ جولائی ۱۹۳۸ء سیلو دکن۔

(۵)

نعتیہ مراد آبادی

کرم فرمائے بندہ دامت اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

نوازش نامہ صادر ہوا۔ یہ مزود ہے کہ آپ کو میری خیریت دریافت کرنے کی فکر لگی رہتی ہے مگر میں اب کچھ ایسا بے پروا اندکابل ہو گیا ہوں کہ کبھی کوئی مخلص یاد بھی کرتا ہے تو جواب خط سے محروم رہتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ خط کا جواب نہ پا کر آپ کو کتنی تنہیف ہوتی ہوگی مگر میں کیا کروں مزاج کا رنگ کچھ ایسا بدل گیا ہے کہ بعض اوقات خود اپنے اوپر ہنسی آتی ہے۔ بات یہ ہے کہ اب میں کسی کو ایسا نہیں پاتا جسے اپنا حریف سمجھ سکوں۔ حریف کوئی نہ رہا تو میں بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔ دوستوں کی دوستی مجھے اب بھلا نہیں سکتی۔ البتہ حریفوں کی چوٹیں میرے دل کو گراتی رہتی تھیں مگر اب وہ باتیں خواب و خیال ہو گئیں۔

نہ جانے بہتے پھر گئے کہ حریف دشمن و دوست بڑھا تو دل ہے وہ ددیا کہ دار پار نہیں!  
زندگی کے تجربوں نے نگاہ میں رفتہ رفتہ اتنی وسعت پیدا کر دی کہ دوست دشمن یکجہ ہو گئے۔ اسی غزل کا مقطع ہے۔  
یگانہ میر وہی ہے جو پہلے مار چلے جو دشمن گئی ہے تو اب تاب انتظار نہیں  
مگر اب کوئی حریف نہیں رہا تو میں بھی وہ نہ رہا جو پہلے تھا۔

پشیمانہ کا تحفہ پہنچا، شکریہ۔ مگر رنگین ازار بند میرے کس کام کے؟  
خیر اندیش میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی  
۲۸ اگست ۱۹۳۸ء یادگیر (دکن)

(۶)

نعتیہ مراد آبادی

عزیزی و شفقتی زیاد لطفکم۔

بعد سلام و دعائے شوق و واضح ہو کہ عید کی مبارک باد پہنچی خدا آپ کو بھی مبارک کرے۔ میں بحمد اللہ اچھا ہوں۔ اُن مجھے اس امر کا اندازہ ہو چکا ہے کہ آپ کو مجھ سے اک تعلق خاطر اور میری صحت کا خیال رہتا ہے بعض دوستوں کا خیال ہے اور مجھے بھی کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کچھ دنوں اور مجھے زندہ رہنا ہے۔ واللہ اعلم۔  
اس سے پہلے آپ کا اک عنایت نامہ مورخہ ۷ اکتوبر ملا تھا جس میں اپنے اک برادر عزیز کی رحلت کا ذکر فرمایا تھا۔ خدا آپ کو اور مرحوم کے دیگر اعزاء کو صبر جمیل کرامت فرمائے۔

میر سے اک شوکارا نہ جانے جتنے پھر سیکے کدھر یہ دشمن و دوست - بڑھا تو دل ہے وہ دیدیا کہ دار پار نہیں آپ سے خاص اثر لیا ہے۔ اس سے آپ کی صحت مذاق کا پتہ چلتا ہے۔ تنگ و تار یک ماحول سے جب انسان نکل کر زندگی بے بیط میں پہنچتا ہے تو اس کی نگاہ میں دنیا اتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ دشمن کی دشمنی تو کیا نام نہاد دوستوں کی دوستی بھی نظر میں نہیں سکتی۔ اس وقت دریادلی کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ اس مفہوم کو ایسی ٹھیکہ اردو میں اب تک کسی نے بیان نہیں کیا۔ وہی مضمون سار و زمزمہ - دار پار - جیسے ہر کس و نا کس بولتا ہے یہاں الہامی نہ بان بن گیا ہے۔ اردو کے ٹھیکہ لفظ نا بھی بڑی وسعت بڑے امکانات ہیں جن سے اب تک کسی نے وہ کام نہیں لیا جو بیگانہ نے۔ کام لینا تو کجا اب تک ان امکانات کو کسی نے سمجھا ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غالب کی دیو زاد زبان ٹھیکہ اردو کے امکانات پر غور کرنے کا موقع ہی نہیں دیتی جو میتیں چل پڑا چل پڑا۔ مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ نے ان نکتہ کو سمجھ لیا، خدا آپ کو خوش رکھے۔

میرزا بیگانہ چنگیزی لکھنوی

۲۶ راکٹر بر ماہ ۱۹۲۱ء

(۷)

بنام مولوی رفیق احمد جالپوٹی

کرم فرمائے بندہ سلام علیکم

حاجت نامہ سرحد ۵ جولائی ۱۹۲۱ء اور ادھر سے لکھا ہوا ۸ جولائی کو مجھے ملا۔ یاد آؤدی کا شکریہ ادا کرتی پسند مداروں کے دورِ غریب میں من شروغین کے مارے میں مجھ سے مشدہ کرنا چاہتے ہیں جب کہ میں بوجہات چند در چند اس من سے بیگانہ اور کنارہ کش ہو چکا ہوں

حیرا آپ نے یاد دلایا تو اخلافاً جواب دینا ضروری ہے۔ ابن الادب کے مطبوعہ ادراک پر میں نے اپنی رائے لکھ دی ہے۔ دو معرعوں کے بارے میں مزید گفتار کی ضرورت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

(لکھنے فازی میں آج بے وضو و بے فساد) - (موج بوسے گل نہیں جفتش مغرب ہے)

یہ دونوں مصرعے بحرِ مضرِ مطوی موقوف سے (مقتعلن ناعلات مقتعلن ناعلات) خارج ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان مصرعوں میں (برادرِ مضر) کے واؤ کا اشباع کیونکہ بڑھنا ضروری ہے۔ بحر کے ارکان (مقتعلن ناعلات) نو یہ چاہتے ہیں کہ بے وضو کی تقطیع مقتعلن پر ہو، بے وضو (مقتعلن) مگر لفظ وضو چاہتا ہے کہ اس کی تقطیع ناعلات پر ہو، بے وضو (ناعلات) یعنی واؤ کا اشباع ضروری ہے۔ چونکہ مقتعلن پر تقطیع کرنے سے واؤ کا اشباع ممکن نہیں لہذا یہ مصرع بحرِ مضر سے خارج ہے۔

اسی طرح موج بوسے میں بڑے واؤ کا اشباع ضروری ہے مگر موج ب (مقتعلن) پر تقطیع کی جائے تو بڑا کا واسطہ ہوتا ہے۔ البتہ موج ب (ناعلات) پر ٹھیک آتا ہے۔ لہذا یہ مصرع بھی بحرِ مضر سے خارج ہے۔ یہ تو جواب تھا مگر کچھ اور بھی عرض کر دوں۔ فرض کیجئے موج بڑ کی جگہ موج غم ہوتا تو اس صددت میں موج غم کی تقطیع بردن (مقتعلن) بالکل ٹھیک ہوتی۔ آخر یہ کیوں کہ موج غم کی تقطیع مقتعلن پر ٹھیک ہو اور موج بڑ

کی نخطہ۔ ان دمجہ ہے کہ غم کی نیم حرف صبیح ہے اور بڑا کا واؤ ہے حرف علت۔ اس کے ساتھ اشباع کا جھگڑا ہے تبصرہ یہ نکلا کہ مویج بڑم کی تقطیع نا علان پر ہوگی مفتعلن پر نہیں ہو سکتی۔ اور مویج غم کی تقطیع مفتعلن پر ہوگی نا علان پر نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ بڑم بھی کلمہ دو حرفی ہے اور غم بھی۔ اچھایہ بھی حرفی کہ واؤ کا اشباع کی صورتوں میں مزدوری ہے اور کب غیر مزدوری۔ کلمہ دو حرفی اور کلمہ سہ حرفی کے آخر میں واؤ ہو تو اس کا اشباع مزدوری ہوگا کلمہ چار حرفی کے آخر میں واؤ ہو تو ایسے واؤ کا اشباع مزدوری نہیں ہے اختیار دیا ہے۔

کلمہ دو حرفی۔ بڑ۔ رُو۔ جو۔ خو۔ کو۔ سو۔ (جسم)۔ گفتگو میں بھی جو اور گو دو حرفی ہی مانے جاتے ہیں وغیرہ میں اشباع مزدوری ہے۔ جیسے بڑے کل۔ رُوئے دوست۔ خوئے بد۔ گفتگوئے بے معنی۔ جھجھکے بے حاصل۔ کلمہ سہ حرفی۔ نو۔ ٹو۔ ٹو۔ سبو۔ کدو۔ وغیرہ میں بھی اشباع مزدوری ہے۔ سبُوئے سبُوئے۔

کلمہ چار حرفی۔ آہو۔ بازو۔ جادو۔ زانو۔ پہلو وغیرہ میں اشباع ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی۔ جیسے پہلو دل (مفتعلن) پہلوئے دل (مستفعلن) بازو دل (مفتعلن) بازوئے دل (مستفعلن) (مفتعلن) یہاں تک تو واؤ کے اشباع (بصورتِ اضافت) کی بحث تھی۔ مگر اعل وصل اور واؤ عطف سے جب اس قسم کے الفاظ ملتے ہیں تو اس وقت بھی واؤ کے اشباع کے متعلق یہی قاعدہ عمل کرتا ہے۔ جس کی تفصیل بیان کرنے کی مجھے اس وقت فرصت نہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔

۲۰ جولائی ۱۹۳۵ء غدی منزل۔ حیدر گڑھ۔ حیدر آباد دکن۔ میرزا یگانہ چنگیزی لکھنؤی  
پروفیسر ضیاء احمد صاحب جلالی کو میرا سلام پہنچا دیجئے۔ کیا آپ سے ان کا کوئی رشتہ ہے؟

(۸)

یادِ مالک رام

میرے پیارے دوست خدا آپ کو خوش رکھے۔

اجانک آپ کا مکتوب پاک لاہور کی گزشتہ صبح میں یاد آگئیں۔ کس قدر مسرت ہوئی کہ آپ سے اتنی دور رہ کر بھی میں آپ سے قریب ہوں۔ یہی حاصل ہے میری شاعری کا۔ اس سے بڑھ کر کوئی صلہ نہیں۔ زمانہ میں آیات و بدائی پر آپ کا تبصرہ نظر سے گزرا تھا۔ غالباً سہ ماہ میں۔ ادسی زمانہ میں میں نے آپ کو غالباً جاندھر کے پتے سے خط بھی لکھا تھا۔ مگر آپ کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اب معلوم ہوا کہ آپ سہ ماہ سے اسکندریہ میں ہیں۔ اگر آپ زمانہ قریب میں ہندوستان آجائیں اور میں مبینہ دو مہینے میں کھنڈ پہنچ جاؤں تو ممکن ہے پھر ایک بار ملاقات ہو جائے۔ آج جو عرصہ سال ہے کہ میں عمرہ سال کو پہنچ کر خدمت سے سبکدوش ہو چکا ہوں۔ آمدنی کے ذرائع سب بند ہو گئے۔ اگر دو ارکا داس شعلہ نے میری خیر نہ لی ہو تو خدا جلنے میری نیل کا کیا حال ہوتا اور کتنی رسوائی ہوتی۔ حیدر آباد میں بعض بعض حکام سے مجھ سے بھی شناسائی ہے۔ مگر یہ لوگ بس تھوڑی بہت میری شاعری ہی کی تعریف کر دیا کرتے ہیں۔ کسی کو یہ توفیق نہ پہنچی کہ اس بات پر خود کہتا کہ یگانہ آفرینہ کیونکر ہیں۔ حالانکہ توجہ کرتے تو کوئی شکوئی و لطیف یاد و معاش کی صورت

پیدا ہو سکتی تھی۔ غیر خدا شے کو زندہ اور خوش رکھنے کے جنوری ۱۹۵۵ء سے وہی میرا کفیل ہے۔  
میرزا آغا جان کی طرف سے تسلیم قبول کیجئے۔ وہ تین چار سال سے میرے ہی پاس رکھی میں تھے اور اک جاڑ  
بھی لگتی تھی معمولی سی۔ تم چونکہ اب یہاں سے وہ گھر آگئے تھے، مہینے چلے گئے۔ وہاں سید ذوالفقار علی شاہ بخاری  
نے اون کو آل انڈیا ریڈیو کمیٹی میں انارڈنر مقرر کر دیا ہے۔ خیر غنیمت ہے۔ بخاری کی مہربانی ہے  
میری بات و جدائی، جدید، جس میں دور آخر کا کام بھی شریک ہے۔ زیر طبع ہے۔ پریس نے بہت دیر لگا دی  
ورنہ اب تم میں لکھنے پہنچ چکا ہوتا۔ خراب غالباً دو جینے کے اندر میں لکھنا روانہ ہو جاؤں گا۔ وہاں میرا تیار ہر گاہ  
میرزا یگانہ جینگیزی سلطان بہادر روڈ۔ لکھنؤ۔

آخری غزلی

وہی خود ہی، وہی ہوئی تو کیا، وہی غم کی فطرت بشری رہی،  
شب غم کی صبح ہوئی تو کیا، وہی غفلت حسری رہی  
تمہیں کیا بتائیں، فطر کے ساتھ جو حسرت فطری رہی  
نرسے سنگ در پہ جہین شوق، دھری رہی سو دھری رہی  
وہی بات آئی زبان پر، جو نظر پہ پڑھ کے کھری رہی  
دور دایس بھی زبان کو وہی فکیر پر وہ در رہی  
نرسے دم قدم کی بہار تھی، کہ طبیعت اپنی ہری رہی  
کہ بہار حسن کی شام کو بھی عجیب جلوہ گری رہی  
دل مضطرب میں جھی تو اک غلش شکستہ پری رہی  
نظر اٹھتے اٹھتے جھپک گئی، ہوس گناہ دھری رہی  
ارے اس حقیقت تلخ سے مجھے کیوں نہ بھری رہی  
وہی ایک ذات یگانہ، بس وہی ایک جلوہ گری رہی  
میرزا یگانہ جینگیزی لکھنؤ

ارے وہ! صبح ہوئی تو کیا، وہی آگ دل میں بھری رہی  
وہی ہستی وہی شائیں، تو کہاں کی عید کہاں کی دید  
یہ ہائے حسرت کہاں نہیں، مگر اپنے واسطے کچھ نہیں  
نگہ کر، کام سوال کہا ہے، حجاب کی بھی خبر نہیں  
نہ خداؤں کا نہ خدا کا ڈر، اسے عیب جانئے یا ہنر  
کوئی راز دروچھائے کیا، مگر یہ درد دل ہے بڑی بلا  
کوئی چشم شوق کے سانچے ہو تو سمجھتی ہے نئی نئی  
کوئی میری آنکھ سے دیکھتا، وہ زوال و دولت رنگ بود  
کوئی آرزو تھی چھپی ہوئی، کوئی اقتضا تھا دبایا ہوا  
وہ گناہگار ہمیں تو ہیں، کہ جہاں پاک کے سامنے  
عجب اتفاق، بھڑک اٹھی وہ نئے میں دمت کی دشمنی  
یہ وہ دل ہے جس میں سوائے حق کوئی دوسرا ہے نہیں  
۱۶ جولائی ۱۹۵۵ء (میدر آباد دکن)

(۹)

بنام مالک رام

شفیق و مخلص زاد ملوک - سلام شوق

آپ کا محبت نامہ مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۵۵ء بغداد (عراق) جس پر مہر بنی مہلی، ۲۷ دسمبر ۱۹۵۵ء لگی ہوئی ہے  
مجھے ۲۸ دسمبر کو ملا۔ خدا آپ کو خوش رکھے آپ نے ہمیشہ مجھے یاد رکھا۔ میں کیونکر آپ کو بھول سکتا ہوں۔ میں بحمد اللہ

سے تمہاری محبت۔

آٹھ کسی دوسرے کا گد نہیں۔

اچھا ہوں مگر اس سن میں (۶۹ یا ۶۸) جو شکائیں پیدا ہو جاتی ہیں وہ مجھ میں بھی پیدا ہو گئی ہیں۔ ناقذانی۔ کھانسی کی شدت اور حملاتِ سخت سے سخت تر ہوتے گئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ جب تک تابِ مقابلہ باقی ہے مقابلہ کرتا رہوں گا۔ خدا کا فکر ہے اپنے اصول اپنے مقام سے نہ ہٹا۔ ۲۵ دسمبر کو یکایک جوشِ طغیانی آئے وہاں سے۔ انہوں نے بھی داد دی کہ زمانہ کا مقابلہ کیا اور ڈٹ کے کیا۔ ہاں داد تو مل گئی۔ مگر اس سے نادی زندگی کی تمہیوں کا طالع تو ہوتا نہیں وہ تو پیسے ہی سے ممکی ہے اور پیسہ پیدا کرنے کی فکر کبھی ہوئی نہیں۔ پیسہ پیدا کرنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوئے۔ خیر جو ہمارا سہرا۔

I GAVE MY BEST TO THE MANKIND.

۵ جنوری ۱۹۵۷ء سلطان بہادر روڈ۔ کانپور۔ لکھنؤ میرزا یگانہ

میں ادسی مکان میں رہتا ہوں۔ جہاں آپ شام میں مجھ سے ملے تھے۔ خط و کتابت کا سلسلہ مزید قائم رکھئے گا۔ یگانہ

(QUOTATION) حسبِ حال

"INSPITE OF THE LIFE-LONG ADVERSITY HE (YAGANA) WAS A FREEMAN THROUGHOUT. BUT THE DIGNITY OF A FREE-MAN LIKE HIM WAS NOT NEEDED IN THE SOCIETY. THE PEOPLE ALWAYS EXPECTED OF HIM A SORT OF SERVILITY OR SUB-SERVIENCE WHICH IS UNWORTHY OF A GENIUS."

(یگانہ آرٹ)

بننے کی ہوس میں کوئی اتنا نہ بنے  
ہستی نہ بگڑ جائے تماشا نہ بنے  
گوہر نہ سہی قطرہ ناچیز نہ ہی (۱)  
انسان انسان ہے فرشتہ نہ بنے!  
کچھ کام کدہ کہ چارہ علم ہے یہی  
زخمِ دلِ ناکام کام مرہم ہے یہی  
اللہ سے تو لگائے بیٹھے کیا ہو؟ (۲)  
شیطان سے نہٹ لو کہ تمہم ہے یہی  
۵ جنوری ۱۹۵۷ء میرزا یگانہ چنگیزی

(۱۰)

سام ملک رام

میرے پیارے دوست خدا آپ کو خوش رکھے۔  
محبت نامہ مورخہ ۲۸ جنوری مجھے ۸ فروری کو مل گیا جس میں آپ کا اک عطیہ بھی ملفوف تھا بڑا اللہ۔  
ہاں آپ جیسے غفلت سے کچھ تعبید نہیں کہ میری سوانح عمری میری زندگی میں مرتب کر لیں اور مجھے دکھالیں  
مدنہ چائیں پچاس برس کے بعد کسی نے کدلی تو وہ عل اک مجرمہ غلط ہوگا۔ بلکہ عجیب نہیں میری آنکھ بند ہو جانے کے  
کچھ دنوں بعد ہی یاروں کو دل کی بھر اس نکالنے کا موقع مل جائے اور اتہام و افترا سے کام لیا جائے۔ آپ نے جو عفو



تہم کہے ہیں بشرطِ صحت و فرصت کچھ نہ کچھ لکھوں گا۔ مگر جیسا میں چاہتا ہوں۔ برگزینہ لکھ سکوں گا کیرنگہ پریشان حال  
 کبھی چھپانہ چھوڑے گی ادب تو صحت ہی روز بروز گرتی جا رہی ہے۔  
 بس چاہتا ہوں آپ کی آخری درائش پہلے پوری کر دوں یعنی گنجینہ (مجموعہ رباعیات و غزلیات) کی ایک  
 نقل (جو چھپے ہوئے نسخے سے بہت کچھ تازگی و صحت میں بہتر ہوگی) آپ کو بھیج دوں تاکہ آپ کسی وقت اس کی مطابقت  
 و اشاعت کا انتظام کر سکیں تو کر لیں۔ اس نقلی نسخہ میں بعض ایسی غزلیں اور رباعیاں بھی ہوں گی جو مطبوعہ نسخہ میں نہیں  
 ہیں۔ گنجینہ میں طباعت کی بعض اندیشناک غلطیاں رہ گئی ہیں اور بعض مقام پر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیشتر صاحب  
 نے اسرار پر اصلاح بھی دے دی ہے۔ اور بعض بعض اشعار اپنی خوش ذوقی جتانے کے لئے خارج بھی کر دیئے  
 ہیں۔ انشاء اللہ۔ مثلاً مبرا ایک شعر ہے۔

مکرم بدلی میں کیا کہوں کیوں لہریا ہے مباد اذیب سے کوئی فریب ناگہاں آئے

اس پر اصلاح دی ہے۔ یہ خون بدلی میں کیا کہوں کیوں لہریا ہے! داہ جی داہ۔ نہ یادہ کیا عرض کوں۔ خدا  
 آپ کو خوش رکھے۔ انگریزوں کے زمانے میں مجھ ایسے کو کسی نے نہ پوچھا تو زیادہ شکایت کی بات نہیں ہے مگر  
 افسوس ہے کہ موجودہ گرفتِ کسے ارکان کو بھی کوئی اتنی توجہ نہیں دلاتا کہ اک ادیب کو بھی زندہ رہنے کا حق ہے  
 اسے بھی ماویٰ عزت و ری کسے کے لئے کچھ چاہیئے۔ مگر اس نقار خانے میں کون سنتا ہے۔  
 ۱۰۔ فردوسیؒ خیر اندیش میرزا یگانہ چنگیزی

(۱۱)

بنام مالک رام

شفیق و غلامی: اولطفکم۔ سلام شوق۔

محبت نامہ مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۵۷ء صادر ہوا ادا اسکے ساتھ جو عطیہ تھا۔ کچھ دنوں کے لئے قیمت  
 ہے۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔

بھئی کیا کہوں کیسا لکھنا پڑا۔ ایسی پہل میں۔ ہوتا ہوں کہ تو بہ ہی تو بہ آمدنی کچھ نہیں اور گرانی بڑھتی جا رہی  
 ہے۔ نہ جانے کیا ہونے والا ہے۔ اپنے ذاتی حالات نے کچھ ایسا رنگ بدلا کہ جتنے ساتھی تھے۔ سب کے سب  
 ادھر ادھر ہو گئے۔ کوئی پاس نہیں۔ بھلا یہ کمزور ہاتھ پاؤں کب تک ساعۃ دیں گے۔ خیر کچھ نہ کچھ تو لکھوں ہی  
 گا۔ مگر ویسے کب بہت ملتی ہے۔ جن اشعار کی نسبت کچھ پوچھنا ہو ضرور پوچھ لیجئے۔ ممکن ہے تبادلہ خیال سے  
 کوئی نیا پہلو پیش نظر ہو جائے۔ گنجینہ میں اک رباعی درج ہے اس کے تیسرے اور چوتھے مصرعے کی اصلاح کر  
 لیجئے۔

بننے کی ہر س میں کوئی اتنا نہ بنے ہستی نہ بگڑ جائے تماشا نہ بنے

نظرت کا تقنا تو یہی ہے وامد انسان بنے آدمی، دیوتا نہ بنے

۷۔ جون ۱۹۵۷ء سلطان بہادر رود۔ منصور نگر لکھنؤ میرزا یگانہ

نام الگ نام

(۱۲)

شفیق و غلمی زاد مطلقم - سلام شوق -

بعد اسے اسکندریہ روانہ ہوتے وقت آپ نے ۸ اپریل ۱۹۵۱ء کو جو خط لکھا تھا، وہ اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس سے پہلے آپ نے جس خط میں میری سوانح عمری لکھنے کے بارے میں جو سوالات لکھ بھیجے تھے ادنیٰ کی طرف توجہ کا موقع ہی نہ ملا۔ اور اب کیا ملے گا۔

مختصر یہ کہ یہاں سے ۸ اپریل ۱۹۵۱ء کو روانہ ہو کر ساڑھے تین مہینے تک ہند میں بڑی رہیں۔ بڑی کوششوں کے بعد لکھنؤ سے NO OBJECTION CERTIFICATE ملا تو ممبئی سے پرست لے کر ۲۳ جولائی کو وہ کراچی پہنچ گئیں۔ اور اس کے بعد یہیں یہاں سے ۱۹ اگست ۱۹۵۱ء کو روانہ ہو کر ۲۸ اگست کو کراچی پہنچا۔ کیا عرض کروں وہاں کیوں گیا تھا۔ نقطہ لڑکوں اور لڑکی کو ایک بار دیکھ لینا مقصود تھا۔ دیکھ لیا الحمد للہ۔ وہ لوگ جس حال میں ہیں شکر ہے زندہ ہیں۔ یہی بہت ہے۔ مگر میں نے چھ سات مہینے تک جو رنج و تعب اٹھایا اور یہی سبھی محنت جو کچھ تھی وہ بھی برباد ہو گئی۔ اس کا کیا ذکر CERTIFICATE کی مدت گزر جانے کی وجہ سے یہ بلا نازل ہو گئی کہ اب پاکستان سے واپس جا نہیں سکتے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ کیا پاکستان میں موت کی گھنٹی لائی ہے۔ خیر انہیں ہائی کشنر کے دو شریف النفس ہندوؤں نے میرا حال دیکھ کر تہیہ کر لیا کہ آپ کو ہم لوگ ضرور ہندوستان پہنچا دیں گے۔ اور لکھنؤ کے بدخواہ یہ خوشیاں منا رہے تھے کہ اب کیا آئیں گے۔ اب یہیں مریں گے۔ دوستوں کو رنج تھا۔ مگر خدا نے ان کبختوں کا مسہ کالا کر دیا۔ انہیں ہائی کشنر کے پرست افسر نے تین گھنٹے کے اندر مجھے دہلی پہنچا دیا۔ جل جلالہ خیر میں ۱۹ اپریل کو لکھنؤ پہنچ گیا۔ اتفاق کی بات کہ ۲۶ اپریل کو لکھنؤ ٹیڈ سے ایک مشاعرہ نشر ہونے والا تھا۔ ریڈیو والوں نے مجھے بھی دعوت دی۔ میں گیا اور شریک مشاعرہ ہوا۔ جو لوگ چاہتے تھے۔ کہ میں پاکستان میں مروں، ادیبوں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ میرا صاحب پھر لکھنؤ آگئے۔ پہل ہی باغی پر مشاعرہ اڑ گیا۔ پھر رد مری اور تیسری۔ بعد ازاں غزل پڑھی مگر آواز قابل میں نہ تھی۔ اب بیٹھے میں طاقت کہاں!

الغرض میں اپنی منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ ۲۷ اپریل سے بیمار آنے لگا۔ ڈاکٹر کا علاج شروع کیا۔ بخار تو خیر ہمارا مگر کھانسی اور نفخ کا جو مرض ہے، جو سات مہینے تک پاکستان میں اور زندہ بچھڑا گیا۔ اس میں کوئی فائدہ محسوس نہیں ہوتا۔ سینہ نہایت کمزور، ٹانگوں میں معلوم ہوتا ہے، دم نہیں رہا۔ دیتین فرلانگ چلنا دشوار ہے میں اب تک اپنے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا کیا ہر نے عالاہے۔ بہر حال تنہا ہوں۔ آس پاس کوئی نہیں۔ مگر خوشی سے مرنے کے لئے تیار بیٹھا ہوں۔

بن پڑے تو کچھ خرچ کے لئے بھی بھیج دیجئے۔ اب تو میں دروازے سے باہر تھوڑی دودھ تک جا سکتا ہوں۔ زیادہ نہیں۔ لکھنؤ ریڈیو کے مشاعرے میں جو باغی پڑھی تھی یہ ہے۔

دنیا سے الگ بیٹھے ہو دامن بھاڑے  
بکھرائے ہوئے بال گر باں بھاڑے  
روٹھے تو سہی پھر بھی نہ بیچا چھوڑا  
گھر چھوڑ کے جا بیٹھے کہاں؟ پھوڑے  
پاکستان کیا ہے۔ پھوڑا تو ہے۔  
۱۹ مئی ۱۹۵۲ء (لکھنؤ)

کترین میرزا یگانہ لکھنؤ

(۱۳)

بنام ملک، رام

شفیق وزیر، سلام سرق

ایک جہینے سے زاید عرصہ گزرا میں نے ایک خط آپ کو اسکندریہ کے پتے سے بھیجا تھا۔ ہنوز کوئی جواب نہیں آیا۔ نہ معلوم کیا بات ہے۔ غالباً وہ خط آپ کو ملا نہیں۔

میرا مختصر حال یہ ہے کہ میں اپنے ریلوں کو دیکھنے کے لئے عارضی پرمٹ لے کر کراچی گیا تھا۔ مگر اتفاقی دقت میں وہاں ایسا پھنس گیا کہ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ یہ خیال کہ اب یہاں سے نکلنا قریباً محال ہے روح کو تعذیب کئے دیتا تھا۔ راتیں جب تک رہا تنفس اور کھانسی کی شدت بڑھتی گئی۔ چھ سات مہینے تک سخت غم اٹھا۔ خدا خدا کر کے دو کمر مغانوں نے نہایت ہمدردی اور استعداد کے ساتھ میری طرف توجہ کی اور آخر کار پرمٹ دیا کہ مجھے دہلی چھوڑا جاؤ۔ حق تعالیٰ نے اسے خیر دے۔ دہلی پہلے آدمیوں سے خالی نہیں ہے۔

یہاں میں ۱۵ اپریل کو پہنچا۔ کوئی ایک ہفتہ کے بعد دھوپ کھا کھا کے بیمار پڑا۔ پھر وہی تنفس اور کھانسی کی شدت برپا ہوئی۔ سینہ اب بہت کمزور ہو گیا ہے۔ تنفس کے مرض نے اب یہ صورت اختیار کی ہے کہ ٹانگوں کی حالت بہت کھینچی ہوئی ہے۔ ٹائڈ ہیسے سے علاج ہو رہا ہے گھر سے باہر تنطوی دوز تک جاتا ہوں۔ زیادہ دور تک جا نہیں سکتا۔ بعض روز تو میں بہت گھبراؤں کہ دیکھنے کیا ہوتا ہے۔ مگر خراب چار پانچ روز سے قدرے افاقہ ہے۔ گلاب ٹائل حالت پرانا منسل نکل آتا ہے۔ حیرت میں پاکستان سے نکل آیا اپنے گھر پہنچ گیا۔ یہ میری زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے ورنہ جو سنا تھا کہ اب وہیں مرے وہیں گراؤں۔ یاران لکھنؤ بھی بہت بغل میں بجا رہے تھے کہ اب وہیں پاکستان میں مرے گئے۔ مگر اللہ نے فضل کیا۔ میں اب یہاں بڑی غرضی صبر کرنے کے لئے تیار ہوں۔ خدا نے وہاں سے نکال کر شکر ہے۔ میری حالت جیسی کچھ آپ جانتے ہی ہیں۔ زیادہ نیاز۔ اپنی خیریت سے جلد مطلع فرمائیے۔

رباعی

دنیا سے الگ بیٹھے ہو دامن بھاڑے  
بکھرائے ہوئے بال گر باں بھاڑے  
روٹھے تو سہی پھر بھی نہ بیچا چھوڑا  
گھر چھوڑ کے جا بیٹھے کہاں؟ پھوڑے

۱۸ جون ۱۹۵۲ء منصور نگر، لکھنؤ (انڈیا) راقم میرزا یگانہ چنگیزی

(۱۴)

نام کتاب رام

شفیق وخلصی زاد لطفکم سلام شوق۔

آپ کا محبت نامہ مورخہ ۹ رزدی پیش نظر ہے۔ بھائی جان یہ تو اب فریب و قرب ناممکن ہے۔ کہ میں آپ سے یا آپ مجھ سے کسی وقت بھی ناراض ہو سکیں۔ ہمارا آپ کا رشتہ محبت اتنا مضبوط ہو چکا ہے اور ہم آپ اپنے اپنے جادہ پر اتنے مستقیم ہیں کہ کوئی امر ہمیں اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتا۔

آپ کے پچھلے خط کا جواب نہ دے سکا۔ اس کی وجہ یہی اتنی ہے کہ میں اب مسلسل زندگی و صحت کی کشمکش میں پڑا رہتا ہوں۔ اور غضب تو یہ ہے کہ تنہا ہوں۔ کوئی آس پاس نہیں۔ یعنی بڑی بچوں میں سے کوئی یہاں نہیں رہا۔ آپ کتنے حال سے کہہ رہے ہیں۔ ٹر میں کہا کروں۔ اب موقع نہیں۔ یا کہ اپنے حالات لکھنے بیٹھوں۔ یہ خیالی ہی کر کے دماغ میں طرح طرح کے خیالات آنے لگتے ہیں کہ کس دور کے حالات لکھوں۔ انکھن کے۔ جوانی کے۔ بڑھاپے کے۔ عظیم آباد کے۔ لکھنؤ کے۔ علی گڑھ کے۔ لاہور کے۔ حیدر آباد کے۔ عثمان آباد کے۔ لاہور کے۔ کیوٹ کے۔ سیلو کے۔ یاد گبر کے۔ پھر حیدر آباد کے۔ پھر لکھنؤ کے۔ پھر پاکستان کے دوران قیام میں جو حالات پیش آئے یا اب لکھنؤ میں جو حالات ہیں۔ اب تو جناب وہی جھوٹی سچی باتیں میری سوانح ہی میں لکھی جائیں گی جن کے نمونے خود اپنی زندگی میں بعض لوگوں کی زبانی سن چکا ہوں۔ مگر وہ حالات جن سے صبح طود پر دنیا مجھے پہچان سکتی کبھی سامنے نہ آسکیں گے۔ ان میرا جو کام ہے۔ وہ رہ جائے گا۔

اس پہل چلاؤ کے وقت میرے ہاتھوں بعض جہانوں کا بیڑج پڑھ لکھ گیا۔ عجیب و غریب ساغہ ہے۔ انکھن ہے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھ سکا ہوں اس سے آپ یا کوئی سجدہ مزاج انکار کر سکے۔ ان تحریروں کو دیکھ کر میرے ایک کرمضرا (جو مسلمان ہیں اور انگریزوں کے زمانے میں گورنمنٹ آف انڈیا سکریٹ کے ایک رکن تھے) لکھتے ہیں کہ "ان مضامین کو دیکھ کر انکھیں کھلی گئیں" اس سے ظاہر ہے کہ حق و صداقت کے ماننے والے دین میں نایاب نہیں ہیں ۲۲ دسمبر کو بمبئی میں تو یہ حال ہو گیا کہ جیسے اب وقت آ ہی گیا۔ اسی شب کو صاحب موصوف نے مجھے ایک آدمی کی حفاظت میں ٹرین پر بٹھا کر لکھنؤ روانہ کر دیا۔ یہاں آکر طبیعت کچھ سنبھل گئی۔ مگر پھر ادھر دوسرے دن ہوتے ضعف بڑھنے لگا۔ آج کچھ اچھا ہوں۔ مگر کب تک؟

۸ فروری ۱۹۵۳ء (سلطان آباد ریلوے۔ مندر۔ لکھنؤ (انڈیا) بیچانہ

(۱۵)

نام کتاب رام

شفیق وخلصی زاد لطفکم۔

آپ کا غایت نامہ مورخہ ۹ مئی ۱۹۵۳ء پیش نظر ہے۔ گنجینہ کا نسخہ جو میں نے از سر مرتب کیا ہے لاہور دار کاداسی شہلہ کے حوالے کر دیا۔ اب اپنے پاس رکھنے کا وقت نہیں۔ نہ اور کوئی تازہ فکر کا موقع ہے۔ آن قدر بے شکست و آں ساقی نہ ماند۔ ساغہ ناگوار پر میرے دوست احباب کو جو مدد پہنچا اور اہل و عیال کے لئے جو

میں نے کہہ دیا کہ ان کا رہ گیا۔ یہ تو ہونے والی بات تھی۔ مگر الحمد للہ میرے دل و دماغ پر کوئی بہ  
میں جاتا تھا کہ ان کا رہ گیا۔ FANATIES کے اُفتوں جان یا آبرو پر بن جانا کچھ بعید نہیں۔  
GREAT WORKS REQUIRE GREAT SACRIFICES.

یہ امر اظہارِ شمس ہے کہ یہ قوم عقل کے جوہر اور اخلاقی جوہر سے بہ بہرہ ہے۔  
سے نہیں دے سکتی۔ ایک تنہا کر سہیں اپنا زور دکھا سکتی ہے۔ مگر یہ بیسویں صدی ہے۔ اندم  
گذرنا۔ اب مذہبی عقیدت سے زندگی بن نہیں سکتی۔ دیرینہ گرامی دفع نہیں ہو سکتی میرے ایک  
دل کی بات کہہ دی۔ فرماتے ہیں۔

HOPE YOU HAVE GUARDED THE INCIDENT WITH  
THE CONTEMPT IT DESERVES.

الغرض مجھ سے دیرینہ بعض وعاد جو چالیس پینتالیس سال سے چلا آ رہا تھا اس کا  
گیا اس سائنس سے۔ اور یہی میری حق گوئی کی داو ہے NEGATIVE FORM میں۔ اس  
کہ میں نے جو کچھ کیا وہ حق تھا۔

۵ ارجون ۱۹۵۳ء - سلطان آباد روڈ، منصور نگر، لکھنؤ (انڈیا) - میرزا یگانہ لکھنؤ

مفتی عبد الغفار

(13)

TELEPHONE NOS.

THE VANISHING

CONSULTING ROOMS 1203

MURICATE, DELHI.

RESIDENCE 1235

[illegible]

نیازمند عبد الغفار

210

(۲)

نام: میرزا محمد صاحب صاحب دیوبند

کرمی تسلیم چند روز ہر گز ہوش بکرا می صاحب نے حیدر آباد سے آپ کے نکاح کی خبر  
خبر نالت میں مجھے یہ خبر آئی کہ یہ تیرے نام مولانا کا خط آیا تھا۔ اس تحریر میں کسی پہلے خط کا حوالہ ہے جو آپ نے مجھ  
لکھا (شاہد میر) اس غریب کے جواب میں جس نے حیدر آباد سے لکھا تھا) لیکن وہ پہلا خط مجھے وصول ہی نہیں ہوا۔

یہ فطرت کا یہ حبیب کی ہمت ہے۔

و اگر کچھ دل آزادی ہو سکتی تھی تو وہ نہیں ہوئی۔

میں نے صرف ذاتی شکایت کے بارے پر آپ کو لکھا تھا کہ اخبار میں ایسے مسئلے کو اس انداز میں چھاپا گیا ہے  
جس سے یقین رہے کہ میری طرف سے کبھی بھی کوئی ایسی حرکت نہ ہوگی جو آپ کے لئے وجہ شکایت ہو۔ آپ نے لکھا  
تو کہ اگر کوئی غلط پیدا کرے گی تو میں اسے وادہ کروں گا۔

موجودہ حالت میں ہم سب کو کسی نہ کسی وجہ سے راضی نہ رہے۔ بہر حال آپ کا پاپا غلط ہے۔ میری طرف  
نہیں ملے نہ کوئی دل آوری ہوئی اور نہ آپ اس کا علاوہ ضروری ہے  
امید ہے کہ آپ بغیر ممانعت ہوں گے۔

محمد عبدالغفار

علیحدہ کلمہ جنوری ۱۹۵۰ء

(۳)

جامعہ مولانا عبدالحمید صاحب دیوبند

میری۔ براہِ مہربانی آئے۔ سہ وقت کی وجہ سے جواب دوسرے صفحہ نظر کے تحت آئی ہے۔  
علم کی سقدہ کر دو امید ہے۔ آپ نے یہ نہیں لکھا۔ بہت سے امور آئے۔ مثلاً دے کے طلب ہیں۔  
آج کے اخبار کا شمار اس کے معنی کیا عرض کروں کہ بیشتر نے کتنا ستایا۔ کتنا تنقیدی جواب دیا تھا چھاپی کہ میں نے نہیں  
رہتے ہی نہیں تاہم اشماعت نہ کر دو۔ مگر وہ نہیں جانتے۔ نہ وہ ہے کہ انہوں نے آپ کو کوئی قصور نہیں  
میرے پاس دو تین صفحے آئے تھے۔ وہ اس قابل نہ تھے کہ کسی کی خدمت میں پیش کرتا۔ مجھے تو اس کتاب کی دوسری  
کواد شہید

اب جب بیشتر ہیں مانتے اور اسے تسلیم کر رہے ہیں تو بھگ مار کر اس پانچ کا پیار، ان سے منکر ہوں  
میں سے ایک آپ کے لئے تحفہ نامہ ہوگی۔ میں تو یہ بتا تھا کہ وہ کتاب دوبارہ چھاپی جاتی لیکن فی الوقت یہ انتظار ہی رہا  
بہر حال آپ جب اسے دیکھیں تو پتہ نہ کر دے بغیر میں یاد کریں۔ ورنہ یہ گناہ معاف کر دیں کہ میں نے اسے ان  
کے حوالے کیا۔ اور نجی دکان سے دھوکا کھایا کیونکہ یہ غلط تھا!  
امید ہے کہ آپ بخیر ممانعت ہوں گے۔

محمد عبدالغفار

علیحدہ ۱۸ اپریل ۱۹۵۰ء

(۴)

جامعہ عبدالستار صاحب دیوبند

میری۔ مزیت نامہ وصول ہوا۔ میں اس موقع کی تلاش میں تھا کہ کھنڈر آدھ کھنڈر آپ سے ان  
متعلق تفصیلی باتیں کروں لیکن اس وقت بھی ایسا نہ ہو سکا اور میری پیادگی ایسی بے عمل آئی کہ کام کی بہت سی باتیں  
ادھوری رہ گئیں بہر حال یہ زندگی جلد طاقات ہوگی۔ میں بہت جلد انتظار میر کیلپی کا بلکہ طلب کرنے والا ہوں۔ بلکہ  
ضروری یا بیلاز و غیرہ شہر ہو جائیں اور سارا دن کے بیٹ بھی مرتب کر دیا جائے۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر میں ہفتہ  
روز کے لئے اپنے علاج کی غرض سے کسی رنگ ہرم میں چلا جانا چاہتا ہوں۔ اس وقت تو یہ نسبت پہلے کے نامہ

سے ملکی اصل روگ اپنی جگہ باقی ہے اور اس عمر میں ایسے قہر کا کھڑا آسان بھی نہیں۔  
آپ کو یہ سن کر انوس ہو گا کہ ہمارے مولانا عبدالجبر صاحب نے اپنا استعفیٰ بھیج دیا ہے۔ اس کا اندیشہ تو مجھے  
بچے سے تھا لیکن میں یہ سمجھتا تھا کہ مولانا انجمن کے جلسے میں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کرنے کے بعد ایسا فیصلہ کریں  
تھے لیکن مولانا نے نہ تو جلسے میں کچھ فرمایا اور نہ اپنے استعفیٰ میں کوئی وضاحت فرمائی ہے۔ ہر حال میرا کام تو اتنا  
یہ ہے کہ ان کے استعفیٰ کو راکھیں کے سامنے پیش کر دوں۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔  
کبھی پچھلا دل آبادیں انجمن کی کوئی شرح تھی۔ اب اگر آپ کچھ تو حروف فرمائیں۔ تو پھر کچھ جان ڈالی جائے۔  
محمد عبدالغفار

علیگڑھ ۶ مئی ۱۹۵۱ء

(۵)

قاضی عبدالغفار صاحب

مکرمی۔ عنایت نامہ وصول ہوا۔ یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ آپ کو کتب خانے میں میرا پیغام نہیں ملا۔ علاوہ  
حمید آباد کے سرودی صاحب اور ادوینی صاحب و ان جا رہے تھے اور میں نے ان سے کہہ دیا تھا کہ وہ آپ کو  
اطلاع کر دیں کہ میرے نہ آنے کا کیا سبب ہوا۔

انوس ہے کہ آپ سے تفصیلی گفتگو کا کوئی موقع نہ مل سکا۔ لیکن ابتدائی مراسلت کے حوالے سے آپ نے بڑا کامیابی  
کی ہے کہ میں بعد میں خاموش ہو گیا اور مراسلت کا سلسلہ منقطع ہو گیا اس کی نسبت عرض یہ ہے کہ میں ایک سال مسلسل  
طیل رہا۔ اور ملاقات بھی ایسی تھی کہ امید زلیست باقی نہ رہی تھی۔ مراسلت کے منقطع ہونے کا صرف یہی سبب تھا۔  
اس دفعہ پٹنہ میں میں نے آپ کے اختلافات کو رفع کرنے کی جو خواہش کی۔ اس کی نسبت آپ کو کچھ نہیں  
کہتا۔ اس لئے کہ آپ پہلے ہی مجھے متنبہ کر چکے ہیں کہ آپ ان مسائل سے بے تعلق ہو چکے ہیں۔ ہر حال میری وہ گفتگو  
باری ہے اور مجھے امید ہے کہ کوئی خوشگوار نتیجہ حاصل ہو گا۔

جس دن آپ کا عنایت نامہ وصول ہوا سرود صاحب علی گڑھ میں موجود تھے اور میں نے آپ کی تحریر انہیں  
دکھا دی۔ انہیں نے فرمایا کہ وہ حسب ہدایت تصحیح کر چکے ہیں۔

مصطفیٰ اور انشا والے شمارے کے متعلق سرود صاحب نے کہا کہ وہ خود ایک نسخہ آپ کو بھیج چکے ہیں۔ یہ بھی  
ڈاکخانے ہی کی عنایت ہو گی۔ اب میں نے اپنے دفتر کو ہدایت کر دی ہے کہ ایک نسخہ پھر بذریعہ جٹری بھیج دیا جائے۔  
امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ میں ایک اپریش کے لئے عنقریب بمبئی جاؤں گا۔ انہوں نے  
۱۵ دن کے بعد واپس آؤں گا۔

محمد عبدالغفار

۹ نومبر ۱۹۵۱ء علیگڑھ

(۶)

ایم ایم عبدالعزیز احمد

انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ۔ محبتی۔ آپ کا مرفوزہ کا خط مجھے آج ملا جب میں رام پور سے ایک ماہ اور



نہ صرف کے بعد نہیں آیا۔ بعض موقوفہ داران کا جواب یہ تھا کہ انہوں نے بقیہ امداد پر بعد میں گفتگو ہوگی۔  
 کتابت کی تصویروں اور تصانیف کی ادوئیں اشاعتوں کے متعلق آپ کی تجویز بہت اچھی تھی لیکن میں نے  
 یہ کہ اس کی تکمیل نہ بہت وقت مرز ہوگا۔ اس کتاب کا حجم بھی بہت بڑھ جائے گا۔ لیکن یہ تجویز ہرگز ایسی نہیں ہے  
 کہ اسے کسی وجہ سے بھی نظر انداز کیا جاسکے۔ لہذا میں یہ سوچتا ہوں کہ غالب کی تصویروں کے متعلق اور تصانیف  
 کی ادوئیں اشاعتوں کے متعلق ہر ایک کو کیا ہائے امداد دینا چاہئے وہ تیسری جلد کی صورت اختیار کرے۔ ہر حال جب  
 آپ یہاں تشریف لائے آئیں گے تو اس بارے میں آپ سے تفصیلی گفتگو ہو سکے گی۔  
 آپ ان تمام طبعیات اور تصدیق کی فہرست مرتب کر کے لیتے ہیں جن کو حاصل کرنا ہے۔  
 ۱۲ فروری ۱۹۵۲ء  
 احتقر محمد الغفار

(۷)

بنام نصیر الدین ہاشمی

ملک گڑھ۔ مکرئی۔ آریا نے غالب کی تصانیف کی جو فہرست کتب خانہ آصفیہ سے مرتب کر کے بھیجی  
 تھی۔ اس میں "بولان غالب" مطبوعہ مطبعہ احمدی محرم ۱۳۷۰ھ ہمارے کام کی چیز ہے۔ اس کے متعلق  
 دیکھنا چاہئے کہ اس کا عراب کیا ہے۔

(۱) غالب کے خبر مطبوعہ خط کی نقل جو اس کتاب میں ہے، آپ حاصل کر سکتے ہیں یا نہیں (کر سیکے ہو)  
 تو حاصل کر کے عنایت فرمائیے۔

(۲) یہ کتاب کسی طرح ایک دو ہفتوں کے لئے ہمیں غائب یا آتا ہو سکتی ہے یا نہیں۔ کسی ذریعہ سے اس کی نقل  
 کی جائے۔ مناسبت یا فائس کی ضرورت ہو تو اس کا بھی انتظام کیا جائے۔

(۳) اس کے مرقع اور کسی ایسے صفحہ کا جس پر غالب کے قلم کی زیادہ اصلاح ہو دیکھنا چاہئے۔  
 آپ کر سکتے ہیں یا نہیں

اندر اہم کریم جو ب عنایت فرمائیے۔

۱۴ دسمبر ۱۹۵۲ء

محمد الغفار

جنرل سیکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) ملک گڑھ

(۸)

بنام مختار الدین احمد

ملک گڑھ۔ انجمن ترقی اردو (ہند) بھی۔ معاذ۔ فرمائیے۔ اپنی غیر معمولی مصروفیت کی وجہ سے آپ  
 کے کتبوبات کا جواب نہ دے سکا۔ اس لئے بھی جواب نہ دے سکا کہ تحریری کمیٹی کا جتنا پند گرام اس سال  
 کے لئے باقی تھا وہ بعض وجوہ سے ملتوی کر دیا گیا ہے اور اب کتابوں کی طباعت اپریل میں ہیٹ کے  
 کے بعد شروع ہوگی۔ چنانچہ سب کام کے ہوئے ہیں۔

"احوال غالب" کی دوسری جلد کے مسودات میرے پاس محفوظ ہیں اور مزید مضامین کا انتظام ہے۔

پندرہ روز بعد آپ کو مفصل ذیہ لکھوں گا۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ اور اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے۔

۸ فروری ۱۹۵۷ء محمد عبدالغفار جنرل سیکرٹری انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

(۹)

پندرہ روز بعد آپ کو مفصل ذیہ لکھوں گا۔

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

کرمی۔ آپ مجھے صاف فرمائیں کہ میں عاقلاً تالیف تحریک اور بعض دوسرے جھگڑوں میں اس قدر مصروف ہوں کہ آپ کے صیانت ناموں کا جواب دوسرے دن دلا۔ ۱۰۰۰ بلیں عاقلاً تحریر کے۔ عزاجات کی وجہ سے اس سال ہمارا عہدت بالکل درہم برہم ہو گیا اور صباغت کے چند کام۔ دیکھیے پڑے۔ اب شروع سال سے پھر کام شروع ہو گا۔ "ادکار غالب" کی طباعت تو جاری ہے لیکن تاضی عبدالغفار صاحب کے پاس جو پردہ گئے وہ اب تک واپس نہیں آئے۔ تقاضا کیا گیا لیکن جواب نہیں ملا۔

میں نے پریس سے پیچھے ہونے فرمے منگائے ہیں اور خیال یہ ہے کہ مقدمہ احتشام حسین صاحب سے لکھوایا جائے فرمے آجائیں تو ان کو لکھوں۔ مولانا آزاد۔ کچھ لکھو "بہت مشکل ہے۔ پھر بھی کوشش کروں گا۔ دفتر کو تاکید کروں ہے کہ وہ اردو ادب کے جو پرچے آپ کو نہ بھیجے گئے ہوں وہ فوراً بھیج دیئے جائیں۔ طباعت کے مسئلے کو نہ کہنے کا جو عہدہ ہیں۔ پھر آیا اس کے تحت بھی آزاد کتاب گھر سے طباعت شروع کرنے کے لئے نہیں کہا گیا ہے۔ کاندھلے روپیہ بھی نہ تھا جو ان کو دیا جاتا۔

تدویم تذکرہ کی جو صورت آپ کو رہے ہیں اس سے انجمن مزدور فائدہ اٹھائے گی۔ جو کچھ بات آئے لے کر آئیے۔ اس کی تصدیق کیجئے رکھئے۔ انجمن کا رجحان اس وقت تدویم فائز کی اشاعت کی طرف نہیں ہے۔ پھر بھی اچھی چیز تو کچھ ہوتی ہے۔ پشاور کی بڑے بڑے قریبی ہیں۔ خود و عاقلاً ہوں گے۔ امید ہے کہ اپنے کام میں دھبسی کے ساتھ عہدہ ہوں گے۔ اور بہت کامیاب واپس آئیں گے۔

محمد عبدالغفار

۲۰ فروری ۱۹۵۷ء

(محمد) جنرل سیکرٹری انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

(۱۰)

۱۰ دسمبر

ملک کی مشرقی کتب خانہ کے حالات سے قریب کچھ واقف تھا۔ اور عہدہ سے میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ کبھی موقع ملے تو وہ دیکھ لیں اور آپ کے اس فرائض سے مستفید ہونے کی کوشش کریں۔ لیکن کیا کیجئے کہ زندگی کامیاب بہت وسیع ہے اور زندگی کی الجھنوں کا اجماع کبھی آخری رانس تک ختم نہیں ہوتا میں اپنی خوش قسمت سمجھوں گا اگر کوئی موقع پر ایک دفعہ ان اسکول اور آپ کے جواہر خانہ کا دیدار کروں۔

ایک بات اور بھی مجھے کہنی ہے کہ آپ کو اخبارات اور رسائل کی فہرست میں میں نے دیکھا کہ مولانا ابوالکلام

آواز کے اجبار، پیغام اور رسالہ سان الصدق کی چند جلدیں آپ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ میں "اسناد و احکام" آزاد کا یا اڈیشن شمار کر رہا ہوں اور اس سلسلہ میں ان دونوں جرائد کے ناٹل دیکھنا چاہتا ہوں۔ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ آپ مجھے چند روز کے لئے یہ ناٹل بھیج سکیں ان کی حفاظت کے لئے ہر ممکنہ ضمانت دینے کے لئے میں اور انہیں نیا۔ یہ ناٹل خود مولانا آزاد کے پاس بھی نہیں ہیں اور میں غرض سے ان کی تلاش میں تھا۔ آپ کے جواب کا منتظر۔ ہمد کا

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

محمد عبدالغفار

طیکرٹ ۲۷ اپریل ۱۹۵۷ء

(۱۱)

بنام ڈاکٹر مختار الدین صاحب آزاد

انجمن ترقی اردو (ہند) جبر آباد کن

محبتی۔ میں نے آپ کے دو خطوط کا جواب نہیں دیا۔ خدا جانے آپ کس قدر خفا ہوں گے۔ میں اس عرصہ میں بہت مصروف ہو رہا اور بجار بھی۔ آخر کار ۳۰ اپریل کو علاج کی غرض سے حیدر آباد چلا آیا۔ ذرا کچھ سکون میرا آیا تو آپ کے خط کا جواب لکھتا ہوں۔ افکار غالب کا معاملہ بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ ہوائے اردو ادب میں تباہی مبداء و مد صاحب کے کسی مضمون کا جواب شائع ہوا جس کے متعلق قاضی صاحب کو یہ شکایت پیدا ہوئی کہ اُس جواب میں ان کی توہین کی گئی ہے۔ انہوں نے سرور صاحب سے معذرت کا مطالبہ کیا۔ سرور صاحب نے کہا کہ وہ اس مضمون کی تردید لکھیں۔ وہ تردید معذرت کے ساتھ اردو ادب میں شائع کی جائے گی۔ اس پر تاج صاحب رضامند نہیں۔ ان کا مطالبہ ہے کہ سرور صاحب خود معافی مانگیں۔ میں نے بھی ان کو لکھا اور عند خواہم لیکن انہوں نے رجسٹر نوٹس کے ذریعے سے مجھے متنبہ کر دیا کہ ان کا کوئی مضمون اردو ادب میں یا افکار غالب میں شائع نہ کیا جائے گا۔ افکار غالب میں درج کیا جانے والا مضمون قاضی صاحب کو تکلیف کے لئے بھیجا گیا تھا وہ بھی انہوں نے واپس نہیں کیا۔ غرض کہ بہت ہی خفا میں اور اس کشاکش میں افکار غالب کی طباعت رک گئی اور آج تک رچ ہوئی ہے۔ اب عاجز اگر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کے مضمون کا انتظار کئے بغیر افکار کی طباعت کو مکمل کر دیا جائے۔ سب فرسے تیار ہو جائیں تو آپ کو سجدوں اور کسی سے اُس پر مقدمہ بھی لکھاؤں۔ میں نے دفتر کو ہدایت کر دیا کہ اردو ادب کے جو دو نئے شمارے شائع ہو۔ مجھے دے، آپ کو صبح پتہ بھیج دے جائیں۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے صحت کے اعتبار سے میری خیر و عافیت بہت مشتبہ ہے۔ جوا

میں علیحدہ واپس جانے کا ارادہ ہے۔

احقر محمد عبدالغفار

۵ مئی ۱۹۵۷ء

(۱۲)

بنام وحید احمد صاحب فریدی رئیس شیخوپورہ (بالیوں)

مجی۔ اسلام علیکم۔ علیگڑھ میں آپ کا ایک مکتوب ملا تھا۔ میں اس وقت بیت بنا تھا۔ اسی حالت میں طالع کے لئے حیدر آباد چلا آیا۔ اور آخر جون تک یہاں قیام کا ارادہ ہے۔ میں نے دفتر کو لکھا ہے کہ آپ نے سودے کے متعلق اتر بری کیٹی سے جو فیصلہ کیا ہو اس سے آپ کو مطلع کر دیا جائے۔ سرور صاحب غائبانہ جلسہ میں بھی آئے نہ انہوں نے مجھے اس سودے کے متعلق کچھ لکھا۔ اگر میں بیار نہ ہوتا اور جلسہ میں شرکت کر سکتا تو خود اس سودے کو پڑھ کر اپنی رائے پیش کرتا۔ بہت ہی اچھا ہے کہ آپ نے اپنی غامضی میں تعصیف و تاویف کا شغل اختیار کیا۔ آپ کے لئے اس سے بہتر کوئی دوسرا شغل نہ ہوتا۔ امید ہے کہ آپ بخیر عافیت ہوں گے۔

احمد عبد الغفار

حیدر آباد ۱۳ مئی ۱۹۵۴ء

حضرت مولانا آزاد کے دستخطوں پر ایک خط میرے حیدر آباد لکھا (۱۳)

کرمی۔ بہت عرصہ کے بعد آپ کا جواب بھیجی سے آیا ہے اس کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ ہماری انجمن کا نیز مسلم یونیورسٹی کا بھی یہی تادمہ ہے کہ اگر کوئی بڑا ادارہ یا ریونیو سٹی کوئی مخطوط طلب کرتی ہے تو اس کو دیا جاتا ہے۔ آپ کے یہاں قواعد بہت سخت ہیں پھر بھی مجھے لو ان مضامین کی ضرورت ہے اس لئے جس شرط پر ممکن ہو گا۔ انہیں حاصل کروں گا۔ البتہ اب مجھے حلق ہے میں سے انجمن کے دفتر کو ہایت۔ کر دی ہے کہ آپ کو تیس روپیہ پیشگی بھیج دیجئے۔ آپ اذراہ کرم پیغام کے مضامین جلد سے جلد نقل فراد دیجئے۔ اسی طرح لسان الصدق کے مضامین کی بھی بہت ضرورت ہے۔ انار ابوالکلام آزاد کا دوسرا ڈیفنس صرف انہیں مضامین کے انتظار میں رکھا تھا ہے۔ آپ نے یہ تحریر نہیں فرمایا کہ آپ کب تک دیسنہ واپس جائیں گے۔

محمد عبد الغفار

۱۰ جولائی ۱۹۵۴ء

(۱۴)

حضرت مولانا آزاد کے دستخطوں پر ایک خط میرے حیدر آباد لکھا (۱۴)

کرمی۔ عنایت نامہ مزید ۳۱ راکست وصول ہوا۔ یاداً ترقیم ہے کہ صرف ان مضامین کو نقل کرائیے جو مولانا آزاد کے لکھے ہوئے ہیں۔ اذراہ کرم بہت جلد اس کام کو مکمل کرایئے۔ میں "انار ابوالکلام" پر نظر ثانی کر رہا ہوں اور جب تک یہ مضامین نہ آجائیں۔ اس کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ امید ہے کہ آپ بخیر عافیت ہوں گے۔

محمد عبد الغفار جنرل سیکرٹری انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ۔

علیگڑھ ۱۰ ستمبر ۱۹۵۴ء

(۱۵)

باب الدین دستوی صاحب

کرمی۔ ۲۰ اکتوبر کا عنایت نامہ مجھے وصول ہوا۔ میں اپنا ایک آٹا بیار ہما کہ انجمن کے جلسے طبری کرنے پڑے۔ اب کچھ افاتہ ہے لیکن ابھی اس قابل نہیں ہوں کہ شروع نومبر سے پہلے جلسے ہو سکیں۔ مہربان ہودی کی فلم "مرزا غالب کے متواتر کچھ پہلی دفعہ ایک فلمی رسالے سے یہ معلوم ہوا تھا کہ کوئی ایسا

علم بنایا ہوا ہے۔ آپ کو معلوم ہو کہ انجمن نے گزشتہ دو تین سال میں غالب کے متعلق بہت دیر سے سلسلے کی پہلی کتاب "احوال غالب" حال ہی میں شائع ہو چکی ہے۔ دوسری کتاب "انکار غالب" عجیب بات ہے کہ اس فلم کے متعلق کبھی کسی نے مرکزی انجمن سے مشورہ کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ سلسلہ ہارین ایسے موجود ہیں جنہوں نے غالب اور غالبیات کا مطالعہ کرنے میں اپنی عمر گزاری۔ یہ یعنی۔ مانک بام۔ ڈاکٹر مختار الدین آزاد اور علامہ کیفی وغیرہ۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان صاحبزادوں کے متعلق کوئی مشورہ کیا گیا یا نہیں۔ خود دہلی میں غالب کے خاندان سے قریبی تعلق رکھنے ہیں جو مفید مشورے دے سکتے تھے۔ انہیں ہیں ایک حمیدہ سلطان صاحبہ ہیں۔ جو غالب جن کے قریبی بزرگوں میں غالب اب بھی ایسے ایک دو افراد موجود ہیں جنہوں نے غالب کو میں غالب کی وہ تصویر بھی چھپی ہے جس صورت میں غالب فلم میں دکھائے جائیں گے۔ مجھے ہوئی۔ اس لئے کہ انجمن نے غالب کی جو تصاویر جمع کی ہیں ان سے یہ بالکل مختلف ہے۔ کے لئے کہاں سے یہ تصویر حاصل کی گئی ہے۔ بلاشبہ مہراب مودی نے جو ارادہ کیا ہے اور وہ دستی بہت ہی۔ نہ نیکی یہ ایک نازک کام تھا اور ملک میں سعادت حسن منٹو اور بیدی سے ملو و نظر رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ اگر خدائے عزت و جلہ میں کچھ غلط واقعات پیش کر دئے گئے اور اعتراض ہو گا۔ آپ اچھی سمجھتے ہو گئے کہ فلم کے متعلق دیکھ کچے ہیں کہ کتنے اعتراضات جو کی یہ خواہش تدریجی ہے کہ فلم میں غالب کی صحیح تصویر یاد کر دہار پیش کی جائے۔ غالب اسی اصحاب صاحبہ نے جو غالب سے قریبی تعلق رکھتی ہیں یہ خط مہراب مودی کو لکھا۔ بہتر یہ ہو تا کہ وہ کا حوالہ دیتیں۔ لیکن ہر حال میں کہ یہ اصحاب منور ہو گا کہ غالب کے متعلق فلم کی تیاری میں سے مشورہ نہیں کیا گیا جو غالب اور ان کے خاندان سے قریبی تعلق رکھتا ہو۔ میں نے بہرہ کو ایک تفصیلی خط لکھا ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ فلم کس حد تک تکمیل ہوئی ہے۔ اور جن اصحاب میں سے کسی سے مشورہ کیا گیا ہے یا نہیں۔ لیکن اگر ابھی وقت ہو تو آپ مہراب مودی صاحبہ وہ فلم کی کہانی اور مکالموں کے متعلق مسئلہ ہارین سے منور مشورہ کریں۔ مدد اگر فلم میں کما تو مجھے اندیشہ ہے کہ اس پر بہت سخت تنقید ہوگی۔ آپ نے ذاتی مفاد کے متعلق اپنے اس کی نسبت مجھے یقین ہے کہ حمیدہ سلطان صاحبہ کی تحریر کسی ایسی چیز سے آلودہ نہیں ہے فلمی رسائل یا اشتہاری مواد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ مہراب مودی کو یہ ضرور مشورہ پہلے وہ ایسے لوگوں سے بھی رجوع کریں جو غالب کی زندگی کے ہر پہلو پر گہرا مطالعہ کر چکے ہوں انجمن کے ذمے سے کر سکتے ہیں۔ میں انہیں بتا سکتا ہوں کہ کن کن لوگ اس کام میں مجھے

اب انکار غالب کے بدلے نقد غالب کے نام سے یہ کتاب شائع ہو گئی ہے۔

کہتے ہیں۔ اگر ان کی فطرت ہماری تازہ مشامت و احسان غالب ہوگی تو شاید وہ انہیں کو اس معاملہ میں نظر انداز کرتے۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

۲۲ اکتوبر ۱۹۵۷ء

محمد عبد الغفار

(۱۶)

امجدہ سلطان صاحب

محترمہ - چند روز قدر ہوئے آپ کا عنایت فامسا یا تھا۔ دو مہینے سے سخت بیمار ہوں اور اس قابل ہی نہیں رہا کہ دہلی آسکوں۔ میں جب دہلی گیا تھا تو آپ اس وقت تک واپس نہیں آئی تھیں۔ مجھے اب افاقہ ہے اور امید کرتا ہوں کہ فوراً ہی اصرار کرنے کے قابل ہو سکوں گا۔

اس مرحلے میں ہماری انجمن کے ایک ممبر شہاب الدین دسنوی صاحب نے مجھے آپ کے اس خط کے متعلق لکھا جو آپ نے فلم "مرزا غالب" کے متعلق شہاب مودی کو لکھا تھا۔ انہوں نے اس خط کی ایک نقل بھی مجھے بھیجی ہے۔ میں نے ان کو جو کچھ جواب دیا ہے اس کی ایک نقل آپ کو بھیجتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ شہاب مودی نے اس فلم کے متعلق دہلی میں یا دوسرے مقامات پر ایسے لوگوں سے کئی مشورہ کیا ہے یا نہیں جو غالب کے متعلق مشورہ دے سکتے ہیں۔ بہر حال اگر فلم میں واقعات صحیح نہ ہوں تو یہ امر بہت افسوس ناک ہوگا۔ اگر آپ کو کچھ مزید حقائق ہوں تو مجھے مطلع فرمائیے۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گی۔

محمد عبد الغفار

۲۷ اکتوبر ۱۹۵۷ء

(۱۷)

شہاب الدین دسنوی صاحب

کرمی - ابھی میں آپ کو یہ خط بھیجنے والا تھا کہ آپ کا دوسرا خط ملا۔ جس کے ساتھ مندرجہ اسٹیج کا ایک سائیکلا اسٹائل پر چرچی تھا۔ آج ہی میں نے ۲۹ اکتوبر کے FILM FARE میں صفحہ ۳۲ پر اس فلم کا کچھ حال پڑھا۔ آپ بھی اس کو دیکھئے۔ اس مضمون میں فلم کی ہمدی کہانی تو نہیں دی گئی ہے لیکن ایک دو باتیں مجھے عجیب معلوم ہوئیں۔ مشرق غالب معاشقہ میں (جس کی طوط غالب کے سوانح نگاروں نے بہت ہی دھندلے اشارے کئے ہیں) کو تو ال کی رقابت کا حال یقیناً غیر مستند ہے۔ اس کا کوئی ذکر غالب کی سوانح عمری میں کہیں نہیں آتا۔ بلکہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا۔ ان کے جیل خانے جلنے کے اسباب کچھ اور ہی تھے۔ اگر فلم کی کہانی میں اس قسم کے غلط واقعات ہوں گے تو مجھے اندیشہ ہے کہ ان پر اعتراضوں کی بھرمار ضرور ہوگی۔ بہر حال جب تک ہمدی کہانی میرے سامنے نہ ہو کوئی تنقید کر نہیں سکتا۔ غالباً تنقید و تبصرہ اب ہوگا بھی ہوگا۔ اس لئے کہ فلم تیار ہو چکا۔ پہلی تک حمیدہ سلطان صاحبہ کا تعلق ہے میں آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ وہ بہت طبع کام کرنے والی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ انہوں نے کسی ذاتی فرض یا تعصب کے تحت یہ خط نہیں لکھا ہوگا۔ ان کا مطلب آئے پر اگر مزید ہوتی تو میں آپ کو چر خط لکھوں گا۔

محمد عبد الغفار

۲۹ اکتوبر ۱۹۵۷ء

(۱۸)

نام شہاب الدین دستوری صاحب

نفری۔ میں نے آپ کے بعد کے خط کا جواب اس لئے نہیں دیا تھا کہ میں حمیدہ سلطان صاحبہ سے مزید تفصیلات حاصل کرنا تھا۔ اب مجھے زیادہ تفصیلات معلوم ہو گئی ہیں۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر مرزا غالب کے متعلق کوئی اطمینان بخش بیحدہ ہو تو وہ ہر اقربہ حاملہ بیت آگے بڑھے گا۔ اور وزیر اعظم اور مولانا آزاد کے ساتھ۔ لیکن کو میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ سہراب سووی صاحبہ نے اگر اس فلم کے متعلق جاننے والے نہ مابریں سے مشورہ کر لیا ہوتا تو یہ ثابت نہ آتی۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میرے خطوط کے حوالے سے ان سے بات کر لیں اور اس بات پر ان کو آمادہ کریں کہ وہ کچھ لوگوں کو یہ فلم دکھا کر ان کی رائے حاصل کر لیں۔ مشکل یہ ہے کہ داتا تریہ کی صاحبہ یا ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب جیسے لوگوں کا بیڑی آنا مشکل ہے لیکن ملک رام صاحب اور حمیدہ سلطان صاحبہ دونوں دہلی میں ہیں، ان سے ان کو آمادہ کروں گا کہ وہ ممبئی آکر فلم کو دیکھیں۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ غالب کے متعلق ملک رام صاحب کی معلومات بہت وسیع ہیں اور انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے علاوہ بریں اگر مرزا صاحب چاہیں گے تو انجمن کی طرف سے بھی ایک دو نمائندے بھیجے جاسکتے ہیں جن کی رائے اس معاملے میں قابلِ غور ہوگی۔ مجھے افسوس ہوگا اگر فلم کی تشہیر کے بعد اس کے خلاف اعتراضات شروع ہوں اور کوئی ایسی ٹینشن سرینا لگے گی۔ جو قسمیں فلم کی اس وقت تک شائع ہوتی ہیں اور جو دیکھ کر تو میں حمیدہ سلطان صاحبہ کی رائے سے متفق ہوں کہ اس فلم میں غالب کو چھ خاصہ جملے بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ میں نے دفتر سے آپ کو لکھ دیا تھا کہ اگر آپ کی انجمن کی جڑی قریب قریب انہیں تار بخور میں ہو یا معینہ السامانی کی تعلیمی کالفرنس دہلی ہو رہی ہے تو بہت ہی بہتر ہوگا کہ میں نے اس معاملے میں مولانا حفص الرحمن صاحب سے یہی مشورہ کیا ہے کہ وہ بھی اس خیال کو پسند کرتے ہیں۔ ان کے جواب کا مجھے انتظار ہے۔

ممبری صورت اب بہتر ہے اور یہ ارادہ ہے کہ ۱۶ یا ۱۵ نومبر کو انجمن کا مطلوبہ جلسہ کر لوں۔ اس کے بعد ہی مجھے حیدرآباد جانا ہے اور وہاں سے پھر آپ کے جلسے میں شرکت کرنے کے لئے دسمبر میں ممبئی آسکوں گا۔ امید ہے کہ آپ بخیر عافیت ہوں گے۔

محمد عبد الغفار

۶ نومبر ۱۹۵۷ء

(۱۹)

نام شہاب الدین دستوری صاحب

مکرمی۔ فلم ”مرزا غالب“ کا نقد دہلی میں بہت تیزی سے چل رہا ہے۔ وہ لوگ ایک عام جلسہ پر گونا گونا جاتے ہیں اور ہر قسم کی احتجاجی تحریکیں شروع کر دینا چاہتے ہیں میں نے آج جو خط حمیدہ سلطان صاحبہ کو لکھا ہے اس کی نقل آپ کو بھیجتا ہوں۔ میں یہی کوشش کر رہا ہوں کہ اس احتجاج میں جذباتی کیفیت زیادہ پیدا نہ ہو اور ضرورت ہو تو آپ SCRIPT کی ایک نقل مجھے فوراً بھجوا دیں۔ اور سہراب سووی کو کسی طرح آپ اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ فلم کے RELEASE کرنے سے پہلے انجمن کے چند نمائندوں کو دکھا دیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ

وہ اگر میرے متوسلے پر توجہ نہ کریں گے تو یقیناً پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔  
امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

محمد عبد الغفار

۱۱ نومبر ۱۹۵۷ء

(۲۰)

را۔ سید سلیمان صاحب

محترمہ - آپ کا مکتوب وصول ہوا۔ میں تو ابھی اتنا کمزور ہوں کہ دہی نہیں آسکتا لیکن میرے خیال میں ایک بات بار بار آ رہی ہے جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ آپ اہل صاحب اور دوسرے بھائیوں سے بھی مشورہ کریں وہ بات یہ ہے کہ ”مرزا غالب“ فلم کے متعلق ابھی تک ہمارے پاس کوئی ایسا مواد نہیں ہے جس کی بنا پر ہم کوئی ذمہ دارانہ اقدام کر سکیں۔ ایک دو فلمی رسالوں میں اس فلم کا بہت طے ہل اور مختصر ذکر ہم نے دیکھا ہے مگر اس کی بنا پر کوئی شری احتجاجی تحریک شروع کرنا کہیں تک مناسب ہوگا۔ یہ غور کرنے کی بات ہے اگر مرکزی انجمن یا اس کے سیکرٹری کی طرف سے کوئی آواز اٹھائی جائے تو اس آواز کو شوش اور ہر طرح مستند مواد پر مبنی ہونا چاہئے تاکہ جب ہم پبلیکیشن یا مکتب سے بات لیں تو ان کے سواات کا پوری طرح جواب دے سکیں۔ اس وقت تک ہم میں سے کسی نے فلم کا SCRIPT بھی نہیں دیکھا ہے اور نہ یادہ و منی سنائی باتوں پر ہم چل رہے ہیں۔ میں سننے آج ہی دسوی صاحب کو لکھا ہے کہ اس SCRIPT کی ایک نقل فوراً انجمن اور مہراب مودی صاحب سے کہیں کہ وہ فلم کو RELEASE کرنے میں جلد و نہ کریں۔ اس SCRIPT کے آنے کے بعد میں چند ممبرانہ کو اسے دکھاؤں گا۔ اور آپ بھی اسے دیکھیں اس وقت ہمارے سامنے ایسا مواد ہوگا جس پر ہم تنقید کر سکیں۔ شہ ہمارے متعلق مہراب مودی صاحب یا کسی شخص کو بھی پیدا نہ ہونا چاہئے کہ ہم عمن بدافاتی طور پر کسی شخصی غرض یا تعصب کی بنا پر احتجاجی تحریک شروع کر رہے ہیں۔ وہ صورت انجمن کے دہرے سنائی ہوئی۔ میری رائے یہ ہے اور آپ اس کو اپنی کمیشن کے سامنے بھی پیش کر دیں، کہ سب سے پہلے پوری معلومات حاصل کرنی چاہئے اور نہ تو ابھی کوئی پریس کانفرنس کی جائے یا اخبارات میں قراردادیں بھیجی جائیں یا شدت ہی اور مولانا کو متوجہ کیا جائے جس سے پہلے دسوی صاحب کو کھج چکا ہوں کہ وہ مہراب مودی صاحب کو اس بات پر آمادہ کر دے کہ وہ فلم کو RELEASE کرنے سے پہلے ہمیں یعنی آپ کو اور مرکزی انجمن کے چند نمائندوں کو دیکھنے کا موقع دیں بغیر موصوف کے جواب کا انتظار ہے۔

دہلی میں ملک رام صاحب کا پتہ حسب ذیل ہے :-

ملک رام صاحب ایم اے معرفت ڈاکٹر ایس۔ کے بھرو داس نمبر ۲ بارہ کھنمبر لڈو۔ نئی دہلی۔

نے بندت جواہر لال نہرو

لہ روڈانوالہ کلام آنا و

ملک رام صاحب ۵/۱۲ دیشی ایکسٹینشن ایریا قریب بان نئی دہلی۔



بنام حمیدہ سلطان صاحبہ

(۲۱)

مقررہ۔ آپ کا ۱۷ نومبر کا مکتوب مجھے وصول ہوا اس میں تو کوئی معافیت نہیں کہ آپ نے اس فہم متعلق پٹنت جی اور مراد صاحب کو قہر دلا دی ہے۔ میرے پاس دستوی صاحب کا خط آیا تھا۔ جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ سہیل مرادی صاحب SCRIPT کی نقل دینے کو تیار نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ اب غم تیلہ ہو چکا اس لئے اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی البتہ انہوں نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ RELEASE کئے گئے پچھلے یہ غم دستوی صاحب اور مسر صنفہ زبیر کو دکھا دیں گے تاکہ وہ اپنی رائے سے انجی کو مطلع کر دیں۔ اب میں دستوی صاحب کے دوسرے خط کا منتظر ہوں جس سے یہ معلوم ہو گا کہ انہوں نے غم کو دیکھ کر کیا رائے قائم کی۔ مشکل یہ ہے کہ ہمیں ابھی تک مراعاتاً اور قطعی طور پر یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ اگر غم کا کوئی پہلو قابل اعتراض ہو تو وہ کیا ہے کچھ بھی اس کا اندازہ ہو جائے تو میں انجن کی طرف سے اس معاملے کو اٹھائوں۔

دوسرے میں جنی تقاریب کا آپ نے ذکر کیا ہے اسی میں میری شرکت بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ اس نے کہ دوسرے مجھے حمید آباد اور بیٹی جانا ہے۔ بیٹی میں دو کانفرنس میں شرکت کا وعدہ کر چکا ہوں البتہ اگر بل سفر کے قابل ہو گیا تو انشاء اللہ آخر دسمبر میں دعایک۔ دن کے لئے مزدوری آؤں گا اور آپ کے طاقات ہمیں امید ہے کہ آپ بخیر و صحت ہوں گی۔

محمد عبدالغفار

علی گڑھ ۱۸ نومبر ۱۹۵۷ء

(۲۲)

بنام حمیدہ سلطان صاحبہ

مقررہ۔ آپ کا ۲۶ نومبر کا مکتوب مجھے وصول ہوا میں نے بھی رشید صاحب کو لکھا ہے۔ لیکن ابھی کوئی جواب نہیں آیا ہے۔ میں آخر دسمبر میں قرآن سکالریکشی انشاء اللہ ۲ دسمبر کو وہاں پہنچوں گا۔ ابھی تک دستوی صاحب کا کوئی جواب مجھے نہیں ملا ہے۔ جس وقت جواب ملے گا۔ میں آپ کو اطلاع کر دوں گا۔ امید ہے کہ سینٹر کے ذریعہ کوئی مفید نتیجہ برآمد ہو گا۔ الحمد للہ کہ میری صحت اب بہت بہتر ہے۔ ہندوستانی ٹائمس میں جو اشتہار غائب فلم کا چھاپا ہے اس کا ایک ترانہ بھیجتا ہوں۔ اس میں جو تصویر دکھائی گئی ہے وہ غالباً وہی ہے جس صورت میں مرزا غالب اس فلم میں پیش کئے جائیں گے۔ اگر میرا گمان صحیح ہے تو غالب کی صورت کا یہ تصویر بہت ہی غلط معلوم ہوتا ہے۔

محمد عبدالغفار

علی گڑھ ۲۷ نومبر ۱۹۵۷ء

(۲۳)

بنام شہاب الدین دستوی صاحب

مقررہ۔ کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ آئندہ ۹ دسمبر انجن کے فتویہ جلیسے کی تاریخ مقرر ہوئی ہے جس کا نوٹس آپ کو لیا گیا ہو گا۔ صند انجن کی مصروفیات کچھ ایسی تھیں کہ وہ نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کوئی وقت دے سکتے تھے۔ وہ دس دسمبر کو مصروف ہو جائیں گے۔ انوس ہے کہ آپ جو جلی کی مصروفیات

کی وجہ سے غالباً اس جلسے میں شرکت نہ کر سکیں گے۔ اور اس کا مجھے افسوس ہے کہ میں بھی شرکت نہ کر سکوں گا۔  
 اخبار الجمعیۃ کا ایک تراشہ آپ کو بھیجتا ہوں۔ معاملہ کیسکو صاحب تک پہنچ چکا ہے۔ اور دہلی کے  
 لوگوں کی کوششیں جاری ہیں مہراب مودی صاحب سے آپ کی اور سرز صغیرہ زیر کی ملاقات کے نتیجے کا مجھے  
 انتظار ہے۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

محمد مہد افشار

طیکڑہ ۲۰ دسمبر ۱۹۷۷ء

(۲۲)

محمد سلطان صاحب

محترمہ۔ ابھی بیٹی سے سرز صغیرہ زیر کا خط آیا ہے۔ جو کچھ انہوں نے فلم مرزا غالب کے

متعلق لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

• آپ کے چند خطوط جو آپ نے مہراب مودی کے فلم مرزا غالب کے سلسلے میں لکھے ہیں میری نظر  
 سے گزرے۔ دسویں صاحب۔ مذہبی صاحب اور دیگر ممبران انجمن ترقی اردو سے ان کی نسبت بات چیت ہونے  
 پر یہ سب پایا کہ ہم سب اس فلم کو دیکھیں گے۔ چنانچہ کل شام کو ہم سب فلم دیکھنے کے لئے گئے۔ ہم سب کا یہی  
 خیال ہے کہ مجموعی طور پر یہ فلم اچھے پائے کا ہے اور اس میں کوئی اس قسم کی بات نہیں ہے جیسی کہ دوسرے مرزا  
 صاحب کے اخلاق یا اردو زبان پر کسی قسم کا دھبہ آئے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کہ اس میں موزا غالب  
 کا کیریکٹر بہت اونچا دکھایا گیا ہے۔ اور اردو کی خدمت جو یہ فلم کرے گی اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں  
 ہے۔ باقی رہا سوال اس کا کہ یہ فلم مرزا غالب کی زندگی کے صحیح حالات پر روشنی ڈالتی تو اس میں کچھ فلمی نقطہ سے  
 رد و بدل کیا گیا ہے۔ اول تو اس فلم کا یہ مقصد بھی نہ تھا کہ مرزا غالب کی زندگی کا DOCUMENTARY فلم بنایا جائے  
 اس لئے فلم بنانے والوں کو اس کا فائنس ہے کہ وہ اس کہانی کو دلچسپ بنانے کے لئے پھیر بھار کریں .....  
 زبیر کا اور میرا یہ خیال ہے کہ ہم کو کسی بھی ایسے فلم کا غیر مقدم کرنا چاہئے جو کہ اردو زبان کو فروغ دینے اور عوام ملک  
 پہنچانے میں مدد ہو۔ ہم لوگوں نے اس فلم کو صرف ایک نظریہ سے دیکھا ہے اور وہ یہ کہ اردو زبان یا مرزا غالب  
 کے اخلاق کو اس سے نقصان تو نہیں پہنچتا اور اس سلسلے میں ہمیں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں ملتی اس لئے  
 سب احباب کا یہ خیال ہے کہ ہمیں اگر اس فلم کی حمایت نہیں تو مخالفت بھی نہیں کرنی چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ سب  
 آپ اسے دیکھیں گے تو اور بھی خوش ہوں گے ..... انجمن ترقی اردو کو اس کے خلاف قدم اٹھانا مناسب  
 نہ ہوگا ہم لوگ نہ صرف اس فلم کو نقصان پہنچائیں گے بلکہ آئندہ کوئی صاحب اس قسم کی فلم جس میں شہرہ ہستیاں ہوں  
 اور اردو کا چھوٹا سا ہوتا ہوا بننے سے گریز کریں گے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ یہ فلم عام فلموں کے معیار سے کہیں اونچی ہے  
 آپ ملتے ہیں کہ میں ہندوستانی فلموں پر بہت سخت تنقید کرتی ہوں اور اس معاملے میں آسان پسند واقع نہیں ہوں  
 امید ہے کہ آپ بھی جو قدم اٹھائیں گی نہایت سوچ سمجھ کر اور ہر پہلو کو مد نظر رکھ کر اپنا فیصلہ کریں گی۔  
 میں ایشیا فائنڈ ۲ دسمبر کو دہلی پہنچوں گا۔ اس وقت آپ سے مفصل باتیں ہوں گی۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۷۷ء محمد مہد افشار

(۲۵)

بنام حمیدہ سلطان صاحبہ

محترمہ۔ آپ کا عایت نامہ موصول ہوا۔ میری صحت کی حالت اس قدر خیر ہے  
 امدادوں اور وصولی پر اعتبار نہیں، آپ سے بہت سے مزدوری کاموں کے لئے دہلی آنا ہے لیکن جو  
 اس کو ملتوی کرنا پڑا۔ کاموں کا بوجھ ہے اور اپنی صحت پر بھروسہ نہیں۔ مجھے ۲۰ دسمبر کو سامانہ  
 کرنی ہے جو مولانا آزاد کی صدارت میں ہونے والی ہے۔ پھر وہاں سے اسی دن رات کو مجھے مکہ  
 اور یمن کی صوبائی تاریخ کا پہلا جلسہ یکم جنوری کو ہوگا۔ اس کی مجھے صدارت کرنی ہے اور قاف  
 رو۔ کہ کی اور اس کی صدارت کر بھی نہیں سکتا۔ دو تاریخ کی شام تک میں ملی گڈھ واپس آہاؤں  
 جائیں گا۔ اس لئے کہ اپنی تاریخ کی صبح کو مجھے بیٹی جانا ہے جہاں ۶ تاریخ کی صبح میرا بیٹنا  
 دو مہینے باہر رہوں گا۔ اس لئے کہ بیٹی سے حیدر آباد چلا جائیں گا۔ ۱۴ فروری کو وہاں  
 کی صدارت بھی مجھے کرنی ہے اس طرح آخر فروری تک ملی گڈھ واپسی ہوگی۔ اس سفر کے یہ  
 متعلق بھی بیٹی اور حیدر آباد میں ہی مشورہ کرنا ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ میں کس طرح اپنے  
 میں شرکت کا پابند کروں۔ یمنی۔ اسے یہ ہے کہ آپ اپنے سالانہ جلسے کی صدارت کے لئے  
 آپ کہیں نہیں ملی گڈھ سے انجمن کے کسی رکن کو اس کے لئے آمادہ کروں۔ ڈاکٹر عبدالعظیم  
 بہت سمجھدار ہیں۔

”علم مرزا غالب“ کے متعلق میرے پاس بیٹی سے جتنے خط لکھے ان میں یہ کیفیت  
 بیان مسمیٰ کے ایک بار اعلان نے جو مضمون لکھا ہے اس میں بہت سخت اعتراضات کیے  
 بھیجنا ہوں۔ خان صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ ایک دفعہ آپ سب اس فلم کو دیکھ لیں  
 بانی ہیں ان کو لوٹ کر میں۔ میں بھی اگر ۲۰ تاریخ سے ایک دو دن پہلے دہلی آیا تو اس فلم  
 کہ ہم کوئی آئیہ یا قازنی کاروائی نہیں کر سکتے سوائے اس طریقے کے جو آپ لوگوں نے اختیار  
 اور ٹیکسکو ہی سے کہنا مستطابہ گا۔ اور مجھے تو ایسی ٹیشن کا صرف یہی طریقہ مناسب معلوم ہوتا  
 آپ کا ساتھ دے جائیں لیکن انگریزی پریس سے کوئی تائید حاصل ہو اس کی مجھے امید نہ  
 میں اس فلم پر جو تعریف شائع ہوا ہے وہ تو آپ نے دیکھا ہی ہوگا۔

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ خان صاحب سے فرما دیجئے کہ میں  
 کا ارادہ کر رہا ہوں۔

محمد عبدالغفار

۱۵ دسمبر ۱۹۳۵ء

(۲۶)

بنام مولانا عرفان صاحب

قرول باغ۔ دہلی۔ محمد وحی و مکرہی۔ السلام علیکم۔ تار اور خط کا شکریہ، سردار

وہ ہر سوں پہاں سے روانہ ہو گئے۔ مفصل باتیں ہر سوں، شوکت صاحب نے بھی خط لکھا ہے۔ اور یہ امید ہے کہ کوئی بہتر صورت پیدا ہوگی۔ شوکت صاحب نے آپ سے مفصل حالات بیان کئے ہوں گے۔ آپ کی کوششوں اور ترجیحات مشفقانہ کا احسان سند ہوئی۔

شاید کہ جوئے رشتہ باز آید آب !

ابھی تو حال یہ ہے کہ ایک تنگے کی طرح دریا کی موجوں پر ہوا کے ٹھنڈے کھار اڑہوں اور ہر ساعت اس طرح گزرتی ہے کہ گویا آخری ساعت ہے ! بہت شکستہ خاطر ہوں۔ اتنا کہ نہ شوکت صاحب اعزاء کر سکے نہ میرا حال آپ کے قیل میں آ سکے گا۔ غائب اور ماضی میں بعد المشرقین ہے۔ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ بھی دنیا کا ایک بے ٹکڑا ہے ! ہر حال مٹا پاؤں تو مار ہی رہا ہوں، کہ آنوی بھی شرط نہ لگے ! اس سے مغر نہیں !

اخبار خلافت کی ادارت کا سوال، بہاں تک میرا فطن ہے۔ ایسا ہی ہے جیسا کہ مریم کی طرف اہل سائنس کا سفر اُمر لانا ! پہلا سوال ردی کا ہے ! اگر مجھے مرزا مل جائے اور میں کوئی آزادا جبار جاری بھی کروں تو یقین جائے کہ ہندوستان کے اس عہد میں کوئی ایماندار اخبار نویس دو وقت کی روٹی بغراغت نہیں کھا سکتا، روٹی کی ٹکڑیوں پر اخبار کے ذریعہ سے استحصال یا الجبر کیجئے یا قومی چند سے جمع کر کے سنبھال کیجئے، یا اطلالے و امجد علی شاہی اور صوبہ ملذذ کے اشتہادات شائع کیجئے ! مسلمانوں کی سیاست اب صرف یہ ہے کہ ہر مسلم لیڈر نے اپنے پیچھے میں چھید کر لیا ہے اور منتظر ہے کہ اللہ میاں چھپر بھار کر دیں گے ! لگنے میں ڈھولک ہے ماتہ میں تھوڑا سا ہے حلق بڑا ہے، نہ بان لمبی ہے، اور اگر مولوی سے تو معذہ قوی ہے ! ایک سے ایک بڑا مقتدر موجود ہے ! اپنا محل فریہ ہے کہ

پہچاننا نہیں ہوں ابھی راہبر کہیں !

ہر راہبر راہبر ہے ! غالب بے چارہ تو دو چار قدم ہر راہبر کے ساتھ چلتا تھا ہم اب ان تجربات سے بھی محنت لگائے ہیں۔ بہت سے راہبر اور بہت سے راہبر دیکھ لئے ! تو مولانا ! صحافت اور سیاست کا تو خیال بھی نہ کیجئے ! اس سے جاڑی کی دھچکیاں اور غائے غماری دھڑکیاں بدرجہا، انسب ددے ہیں ! نفس کی پردہ کشی تو ہے اگر ایمان کی نہیں !

اپنی ملعون مشغولیت "کا خاتمہ کر کے آئیں" اور جلد آئیں، اپنی بستی چل کر الگ بسائیں ! جہاں نہ "تعلیم ملت" ہو نہ "روزنامہ" ہوں نہ "اعانات" ہوں، نہ "لیڈر" ہو، نہ اس کی "ملعون" تحریک ہو ! مگر آپ کے ارادے کمزور ہوتے ہیں۔ کیا چپاٹی کے سب ارادے اتنے ہی کمزور ہو سکتے ہیں ؟ اس سے آپ کے اشارات پر خوش نہیں ہوتا، دقت آجائے اور آپ راہ قرار اختیار کریں، تو پھر میں ایک نئی دنیا میں آپ کا مسفر بنوں گا !

حکیم صاحب کی سیرت کا کام شروع کر دیا ہے، گو دشواریاں بہت زیادہ ہیں اور بد قسمتی سے کچھ لوگ مجھے اس کام کے لئے بلانا اپنے افراسن بھامد کے مزدور نہیں سمجھتے، اس لئے ہی اطراف سے کافی امداد ملتی چاہئے

وہ نہیں ملتی، تاہم دل کی یہ ہوس پوری کرتی ہے، ناچا کر دہشت گرد فیڈر نہیں سکا۔ اب مسیح الملک کا سوانح نگار بنا جاتا ہوں جو اس سے بڑی چیز ہے، معلوم نہیں مثبت یا منفی کیلئے! یہ کام مجھ سے ہونے تو سمجھنا گا کہ زندگی کی تمام ناکامیوں کا نعم البدل مل گیا۔ یہ تو فرمایئے کہ آپ کو سیرت کے سلسلے میں جو کچھ لکھنا ہے وہ کب لکھ کر مایہ ذہائیں گے۔ صحن تحریر ہی سے کام نہ چلے گا۔ آپ سے ذہانی باتیں ہونی چاہئیں، وہ کب؟ بیسی کے فائل کو کب تک کلیپ سے لگائیے گا۔ اب تو شوکت صاحب وہاں پہنچ گئے، آپ دہلی کی طرف دیکھئے! دس پانچ دن کے لئے مزہ آئے۔ اگر فساد بغیر زندگی ہے کف ہے تو ہم یہاں بھی آپ کی خاطر اس کا انتظام کر دیں گے۔ خدا حافظ

۱۳ جون

احقر عبد الغفار

(۲۷)

بنام مولانا عرفان صاحب

کرمی مولانا۔ اسلام علیکم۔ افغانستان کے متعلق مجھ سے ذکر کیا، وعدے کئے، بیسی جانے سے پہلے ملنے کا اقرار کیا اور پھر غائب ہو گئے! میں سمجھا شاید دس پانچ روز بعد کوئی خط آئے مگر بیسی پیر میں کاسیہ، دہلی اس قسم کی فحش حرکت، جسے خط و کتابت کہتے ہیں، حرام (یعنی کہ صحیح فروع سے ادا فرمائیے) نہیں تو مکروہ منکرہ ہے! چہاں سے فرصت ملے تو کوئی کسی کو دو حرف لکھے! بہر حال کچھ مولویت، (نہیں بلکہ مولانا نیت، یعنی مولویت درجہ اولیٰ) کچھ اشتغافاتی کیفیت چہاں کچھ ذاتی شامل، (تفصیل کی ضرورت نہیں!) فرض میں غریب کرم نامہ کا آگے تک منتظر ہی رہا!

خیر جانے دیجئے۔ اب مجھے جواب دیجئے کہ افغانستان کے متعلق میری خواہش آپ کو یاد چسپا نہیں! ادا آپ نے اس سمت میں کوئی عمل قدم اٹھایا نہیں؟ میں اب وطن سے جانے کے لئے اتنا ہی بے تاب ہوں، جس قدر بے قرار آپ ہمیشہ بیسی میں مقیم رہنے کے لئے ہیں! آج صبح اس باب میں مولانا شوکت علی صاحب سے باتیں کی تھیں۔ وہ اسیر دلاتے ہیں کہ کام کچھ مشکل نہیں، اگر کوشش کی جائے۔ اب آپ جو کچھ کر سکتے ہیں، کیجئے اور مجھے مفصل خط لکھیے۔ نیز اتنی تکلیف اور گوارا کیجئے کہ سردار گل محمد خاں سفر حج کے بعد جب بیسی پہنچیں۔ تو آپ بذریعہ تار مجھے مطلع کر دیں کہ وہ دہلی کب آتے ہیں۔ مجھ سے ان سے ذاتی تعلقات ہیں! اور اس معاملہ میں میں خود ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ معمول نہ جائیے گا!

میرا حال اگر آپ سنا چاہیں تو یہ ہے کہ مہما سے قول باغ میں میرا ہے۔ حکیم جیل خاں مسیح الملک مخفد کی سوانح عمری لکھنا چاہتے ہیں، جی میرا بھی چاہتا ہے، لیکن یہاں کے حالات ایسے ہیں کہ جیل خاں صاحب کے ساتھ کام کرنا بہت مشکل ہو گا۔ اس لئے اب تک اس معاملہ کو طے نہیں کیا۔ طبیعت کا لکے کے اسباب حل و عقد کی جو حالت ہے وہ اس قابل نہیں کہ کوئی بعد آدمی اپنی عزت نفس کو محفوظ رکھ کر کام کر سکے۔ بہر حال اگر ارادہ منیٰ طہ پر یہ سلسلہ شروع ہوا تو آپ سے بھی امداد کا طالب ہوں گا۔ لیکن بہر صورت یہ چیز افغانستان کے متعلق میرے ارادہ کو کمزور نہیں کر سکتی۔ شوکت صاحب نے اخبار غوث کے متعلق بھی اپنا خیال ظاہر کیا تھا لیکن میں نے اس سوال کا کچھ نہیں چنچا جس کی توہین زندگی میں گنجائش ہی

نہیں۔ پھر سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ آپ کی موجودگی میں میرا دفتر نہفت میں قیام، میرے لئے سخت خطرناک ہوگا۔  
آپ کا بڑا کرم ہوگا اگر آپ اس حقیقت کا اعتراف فرمائیں کہ یہ عرضیہ جواب کا بھی مستحق ہے! ہمیشہ زندہ باد!  
جہاڑی، لائے، لائے!

غیر طلب عبدالغفار

(۲۸)

بہار مولوی سید الطاف علی بریلوی

جی۔ مجلس مصنفین کے دفتر کے افتتاح کے موقع پر جوائنڈیس آپ نے پیش کیا اس  
میں مصنفین اور ادیبوں کی فہرست میں آپ نے ڈاکٹر صاحب کا نام شامل کر کے موجودہ علی گڑھ کی معایت میں چارپائے  
لگا دیئے۔ عنقریب "پیام" کا "سیڑھا" طالعہ فرائیے۔  
امید کہ آپ غیر دعائیت ہوں گے۔ مولوی طفیل احمد صاحب کی خدمت میں میرا سلام شوق عرض کر دیجئے۔  
امید ہے کہ سب میں آپ سے طاعات ہوں گی۔  
دو تہ روز نامہ پیام

محمد عبدالغفار

سلطان حمید رحمت

11

بہارِ علم و ادب، فیضانِ اسلام، اسلام آباد، پاکستان

۱۰۴

۱۔ علامہ عظیم دینہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ۵۵ جہیز بنی بنو منسل تھا۔ افسوس ہے کہ آپ نے اپنا ارادہ میرے فیاض نگاہ کو کیا  
ظاہر نہ کیا کیونکہ ہر مسئلہ اس کا سرسوم ہونا۔ سیر ایسے تھا۔

نہیں ہے، لیکن جب یہ سب کچھ ہوا تو دوسرے ہفتے، ۱۸۸۰ء کے دسمبر میں ایک ایسا نغمہ پڑا جس سے سب کے دل متحرک ہوئے۔ آپ نے اس نغمہ کے مصنفین کو محمد رفیع تھپتھپے اور جی نغمہ "غیر مطبوعہ" سے حیران ہوں۔ اس نغمہ میں سب سے پہلے یہ لکھا تھا کہ "یہ نغمہ جس وقت میں اور اس نے لکھا اور ادھر لکھا" اور اس کے بعد اس کے مصنفین کے نام لکھے گئے۔ اس نغمہ کے مصنفین کے نام لکھے گئے۔

اب اگر آپ کا مطلب یہی افسانوں اور مضامین سے جو بے علیحدہ کتابی صورت میں شائع نہ ہوئے ہیں تو بے شک آپ کی فہمائش کے مطابق نکلے گئے تو بتا رہا ہوں۔ میرے چند افسانے ایڈیٹر انظار نے "فسانہ جوش" کے نام سے نہایت خوب کاغذ پر اور بدترین کتابت کے ساتھ سلاسلہ میں شائع کئے تھے۔ پھر میرے برادر عزم و ادراجی طیب نے کم و بیش ایک درجن افسانے و مضامین میرے زیر نگرانی عمدہ کاغذ اور اعلیٰ کتابت کے ساتھ سلاسلہ میں شائع کئے۔ مگر وہ دونوں نمونے کیا اب ہم انہیں ایڈیٹر جو بیکے میں۔ میرے افسانوں اور مضامین کا شمار مندر سے بناؤ نہ کرتا ہے اس لئے مذکورہ کتابی صورت میں محض مشتق نمونہ از خود اسے جاسکتی ہیں! بہر حال اعلیٰ افسانوں اور مضامین کا مجموعہ شائع کرنا طلسم ہفت خواں قورچے کے برابر ہے، کیونکہ خدا کا شکر ہے کہ میں اپنے افسانوں اور مضامین کا معاد مضامین نہیں لیا بلکہ ان کی نقالی علم اپنے یاں نہیں رکھی، اور کہیں نہ لکھا جبکہ "نثر ساقش" کی فہمائش صدقاً پروا اور تحقیق میرا لاکھ عمل تھا، البتہ ایک نہرست سرب کنارہ جس میں افسانے یا مضامین کا عنوان و معاد اس رسالہ کے نام "تاریخ اشاعت" کے جس میں وہ شائع ہوتا ہے کر لیتا۔ لیکن میری بے پرواہی کی وادفد نثر کے اس طرح دی کہ وہ جلد نہرست افسانہ و مضامین

مفرغ آباد سے تیار میں اسباب کے انتقال مکان کی صورت میں اگرچہ کے سر سے سیٹنگ کی طرح غائب ہو گئی۔ اس سے بعد  
 دسے کر اپنے گھر میں کاسٹل سے شروع ہونا لازمی تھا۔ بہر حال جس طرح ایک باپ اپنی سزا اولاد کا منتقل ہوتا ہے  
 بروغیرہ باسکول ہے اسی طرح میں بھی اپنے غور و فکر علی کا قریب قریب بہت شاکستہ حافظہ میں محفوظ پاتا ہوں اور تباہی  
 ممکن ہے کہ قدرت نے اس سے دیا ہو کہ میں تحفظ آن کے نادر طریقے کی صحیح خفیہ خدمت جو مجھ کو دے تھوڑے  
 سے پہلے کاوش یہ ہوگی کہ ان رسائل کو جو ہم پہنچایا جائے جس میں میرے افسانے اور مضامین وقتاً فوقتاً شائع ہوتے۔ ان رسائل  
 فزون، فقدان، انظار، نقیب، ہمدان، نیرنگ خیال اور ساقی رملکہ اور ڈبوائے بھی کافی ہوں گے۔ خیال ہے کہ ان رسائل  
 سے مسلم دنیا پرستی لاثر ہوگی۔ اگر وہ لکھتے اور پڑھتے رہیں گے گا۔ دیکھو اور ضرور ہے مگر محال نہیں۔ اب فرمائیے کہ آپ  
 پہاڑ کو فرط نے کے لئے کمر بستہ ہونا چاہتے ہیں؟

دوسری سہل صورت یہ ہے کہ میں اپنے حافظہ سے اپنے مضامین و افسانوں کا انتخاب طے کروں اور اس میں جس قدر  
 مافی اور جلد تیار ہو سکیں ان کا مجموعہ فی الحال شائع کر دیا جائے۔ آپ کی اس رائے سے مجھے اتفاق ہے کہ افسانوں کی ایک جلد  
 اور مضامین و مقالات کی دوسری۔ ان کے لئے جو مقدمات آپ نے تجویز کئے ہیں وہ بھی مناسب ہیں۔ تجارتی نقطہ نظر سے  
 سہ اور آپ کے درمیان بہت آسانی کے ساتھ صرف چند منٹ کی گفتگو میں طے ہو جائے گا۔ مگر سب سے پہلی کاوش وہ ہے  
 کہ میں نے اوپر ذکر کیا۔ اب فرمائیے کہ جناب کی بہت بہت ہو گئی یا کچھ ارادہ تکمیل ہے۔

آخر میں چلتے چلاتے ایک اور اطلاع گوش گزار کروں۔ میں مسلم لیگ کونسل کا نفرس کی مجلس منعقد کی طرف سے کورٹ کی خبر  
 سننے نامزد کر دیا گیا ہوں اور دلدل میں پھنسا ہوں۔ آپ کے پاس بھی نہرست ممبران برائے نامزدگی پہنچ گئی ہوگی۔ اس وقت  
 زندگی اور ۱۲ فردی کے بعد رائے دہندگی کا زمانہ ہے۔ آپ کی ذاتی رائے کا مجھے اس قدر یقین ہے کہ میں اس کی بابت آپ  
 زانما لکھتا بھی نہیں، مگر اب آپ کی یاد آوری کے بعد اگرچہ کے دیگر ممبران، بلکہ بیرون اگرچہ کے بھی وہ ممبران جو آپ کے زیر اثر ہوں  
 کم از کم آپ کے احباب کی نہرست میں آئے ہوں، آپ کے ذریعہ سے اپنی امداد کے لئے چاہتا ہوں۔ آپ شاید کہیں کہ  
 تیسے فتنے نامزد ہونے پر روزے بھی گئے ہوں، مگر میں کہوں گا کہ سلف سے بیول ہی سرے بار ہوتی آتی ہے! ایک فریب کی کہ  
 دوسرے بیول کی پوری اور ادوار و اعانت حاصل کر لینے کا یقین ہونا چاہیے اور اس کے حصول کے لئے اور زیادہ طویل تحریر ضروری ہے۔  
 اب اپنے اور ارادہ اشاعت اور پوری اشاعت لہجہ اشاعت دونوں کا جواب آپ کے دتر ہے۔ خدا کے آپ محتاط ہوں تین خوش و خرم ہوں۔  
 والسلام! استرہ سلطان حیدر (رجوش) احمد نزل میریں۔ دود علی گڑھ۔ ۳۰ جنوری ۱۹۳۷ء

محبی! السلام علیکم!  
 میں کا مبینہ ایک ہفتہ ہوا کہ گذریا۔ آپ یہاں تشریف نہ لائے اور میں بھی "یوم صوفی" کی صدارت کے لئے اگرچہ نہ پہنچ سکا۔



اب بھٹے کس نصابی نازہ تیری تصنیف تحریر کی ہے۔ یہ وہی ہے جس کا نام "سسرال" میں نے دہلی کے اپنی قریبی  
میں نشر کیا تھا۔ اس میں ۱۲ ہجرت پھر کتے ہوئے افسانے ہیں۔ اپنی قریبی سارا ملازمت کے غیر معمولی مشاہدات کا مرقع افسانوں کے  
لباں میں رکھ دیا ہے۔ کوشش کی ہے کہ افسانوں کے جس قدر غور نے مغرب نے اب تک تبہ ہے وہ سب آجائیں بلکہ ایک  
افسانہ محض غلیظ برہنہ اس وقت تک اچھلتی جدت ہے۔ ضمانت میں احوال کی دہلی دار کا پیروں کے تہی پرہ اس میں فی صوف  
ہوئی ہیں پرہ ۲۵۸ صفحے ہیں۔ مئی کے تم پر یہ ایک سالہ کوشش شکر ہے کہ اختتام کر پہنچ گئی۔

اب فرما دیجئے کیا ارادہ ہے سب سے پہلے آپ کو کھڑے رہیں۔ واسلام و جواب اگر دہا ہے تو جلد دیکھو۔

احقر: سلطان جید رجوش۔ علی گڑھ، راجہ پیل ۱۹۷۲ء

مجھے آپ کے دولت خانہ کا پتہ یاد نہیں اس لئے دیرینہ سٹی کے پتہ سے بھیجا ہوں

(۳)

بنام طاہر نادونی صاحب اسلامیہ کالج پشاور

برادر مخلص و مقرر اسلام علیکم

گرامی نامہ اس وقت برصغیر ہوا جب میں نئی روز سے طیر پاک کے زیر اثر رہن بستر تھا۔ افسوس ہے کہ بیشتر سے اطلاع نہ ملنے  
پر مدیونہ سنا ہوا سنا گیا تھا کہ اس کی روناسی ہشک اطلاع ایک سنیہ اس کی بانی مختصر ہو گئی تھی لیکن ان کو ناشر کا نام و نشان معلوم نہ تھا آپ کے  
گرامی نامے نے اس پہیلی کی دوجو ظاہر کر دی۔

آپ کے اندازہ نشر کا ممنون ہوں اور سب سے زیادہ افسوس کا جو آپ نے اہمیت کریدہ کے متعلق سمجھائی ہے۔ حاقمی یہ نہایت  
بدناما ہو رہے۔ اگر میں بھی جی میں مولیٰ کامل ہوتا تو فائدہ بے ہودہ نہ ہوتا۔ بہ کیف خدا ہے پاک اس مہر کو معاف فرماتے  
"نقش و نقاش" یہاں نقد تنقیدیں نیز تک خیل ہا میں ارباب، نانا بدرا اسکل میں شاخ برشیں کہ مجھے نصف انگلیہ آپ نے بھیج  
ہے کلانی جی میں کیا ہے جوش کو سرخارا اور اپنے پسندیدہ مقامات کو ہا کر دیا۔ اس کے لئے مشکور و محنت لئے نو چنداں کو زحمت ملے تو  
کے سوا اور کیا کہوں۔

ایک شے نے کا خط مولیٰ عبد الماجد صاحب دیا بادی کا موصول ہوا۔ ایک کی ہیک کے مینا دل چر صوف پانچہ نگ کا اچھا خاصہ ہے۔ میں ان کو  
بعض جگہ پر نظر آگئے چند جگہ ان کی طبیعت منحصر بھی ہوئی مثلاً غور شے کی مروج شہنت یا اسلحہ کل کا مشورہ لایمید اندیشوں کی سکر بولی کھول مینا  
مجھے ان کے قلم سے اپنی تعریف کے بجائے اس پر ہر اہمیت میں اپنی پوری کامیابی کا یقین ہو گیا۔ بارہ فطرت سخی کے ایک دو  
جہے آخر سرچ کر دے۔ کیوں چھتا؟

صبا کی جھ فزیدی کی تعریف طاہر نادونی نہ کہ ستواہ کون کرے۔

اچھا صاحب! جزاک اللہ فی الدارین غیرا۔

آپ نے dawn میں ۲۹ مئی کے طرہ مسلم نے مری کوشش کی اطلاع چھلی ہوئی۔ کیا ۲۹ مئی کو اسے کلام ہے؟  
باقی افسانہ نشر وقت طاعت

احقر: سلطان جید۔ علی گڑھ، ۳۰ ستمبر ۱۹۷۲ء

# اختر شیرانی

( ۱ )

ہام صبح الشغل صاحب ملیسی (مان)

کرم فرمائیں تسلیم

یاد فرمائی کے لئے ممنون ہوں۔ میری نظروں کا محور مدد بھی ایک شائع نہیں ہوا ہے۔ شاید کہیں ہو۔ میرے پیغمبر کے متعلق

سچی رہا ہے۔

آپ کے مضمون کی اشاعت کے باب میں فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بعض مصالح کی بنا پر چند سے انتظار کرنا پڑے گا۔

بہر صورت دیگر آپ کی خواہش کے مطابق درست کر کے بھیج دیا گیا۔

انہوں سے کہہ دیجئے کہ آپ کی کوئی تصویر موجود نہیں۔ ورنہ شاید تعمیل فرمائش میں عذر نہ ہوتا۔

آخر میں آپ کے اُن محبت آمیز خیالات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ جو آپ نے میرے متعلق ظاہر فرمائے ہیں۔ اگرچہ

میں اُن کا اسی طرح مستحق نہیں ہوں

اپنے مفروضہ ہونے کے متعلق اس کے سوا کچھ نہیں لکھنا چاہتا کہ آپ کے محبت نامے کا فوری جواب اس کا کافی بھلا

ہے۔

السلام صداقت کیش اختر شیرانی ۳۷ - ۴ - ۶۱۹

( ۲ )

۱۲۱ حماز سکندر صاحب نڈیش

جان برادر دانا

میں نہیں خط لکھنے کی فکر میں تھا کہ تمہارا محبت نامہ پہنچا۔

ہاں مشکلات زندگی ہی نے شاہکار کی امداد پر مجبور کیا ہے۔ یہ تمہارا اخیل صبح ہے۔ یہ حالت کب تک ہے

گی؟ اس کا جواب کیا دوں؟ سو سو صحت صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ دنیا پر جب تک جنگ کی لعنت مسلط رہے گی۔ کوئی



ہاتے۔ مثلاً کب لکھی؟ کن حالات میں لکھی؟ اس وقت درجہ تحریر یک کو کسی شے علی وغیرہ تہاری کیا لاتے ہے؟  
 \* شاہکار نے پہلے سے زیادہ اپنے لب و لہجہ میں لطافت و پیما کی بائیں لکھ۔ والدہ  
 مکتبہ انتر ۴۰ - ۸ - ۲۲

(۴)

ماہ مجازہ سکندر قاتر (کندیان)

عزیزم سلمہ دعا

مکتبہ سے کسی خط کا نام و کمال جواب نہ دے سکا۔ کل اکتوبر نمبر کی طباعت و کتابت سے فرصت ملی اور آج جواب  
 دینے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم غالباً کسی خط کو اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ میں نے کب کہا کہ تہاری نظم شائع ہونے تو  
 لکھا تھا۔ کہ جیسے جیسے درست کرنا جاؤں گا۔ شائع ہوتی جاتی گی  
 جن کو مناسب خیال کروں گا ان کے متعلق اطلاع دوں گا۔

تہاری خواہش کے مطابق۔ مکتبہ سے درست فضل ملک صاحب کی نظم معصوم اندوین اکتوبر نمبر میں شائع ہو گئی ہے۔  
 دو تین شعر تیز و کور دیتے ہیں۔ تہاری کوئی نظم اس قدر نہیں جاسکتی تھی اس سے فوراً خبر کا انتظار کرو۔ اب اپنے مراسلات کا جو  
 میسر لےئے امتحانات کے مراسلات سے کم نہیں ہیں۔ بالترتیب جواب منور۔

(۱) شاہکار کے کل ۵ خریدار یعنی سیکر حساب میں بنے ہیں۔ جن میں سے ۱۵ نے ابھی چندہ ادا نہیں کیا ہے۔  
 (۲) گناہ درستور ہے۔ لیکن مالطی ماہ دینا ترہد ہے ہیں۔ گھر کے لوگوں کے یہاں آنے پر حرج اخراجات چار  
 گناہ بڑھ جاتی گئے۔

(۳) رومان کے سلسلے میں غداری کرنے والے (۱) میر میر شیر خیز محمد زاب مالک زیب النساء (۲) خلیل احمد بی بی  
 میر اجاں شاہ ڈیٹر تھے۔ جواب احسان میں طائفہ اور رمانہ ماسکان کا ڈیٹر ہے۔  
 (۴) یہ بتانا کہ اپنی نظموں میں کون سے زیادہ عزیز ہے۔ بہت مشکل ہے۔ لیکن اگر مجھے ایک بیک جواب دینے پر مجبور  
 کیا جائے۔ تو شاید میں ادیس سے آنے والے بتاؤں گا۔

(۵) اس کی شان نزول کیا ہے؟ صرف دو تاثرات جو ایک دوسرے سے آئے والے سے برسوں کے بعد مل کر کسی نثر میں  
 کے دینے ترتیب ہوتے ہیں۔ ادا آنے یا شعر بیک جھلک پڑتے ہیں یہ واضح رہے کہ جہاں بچپن گزرا ہو۔ اس مقام کی یاد تو ہر ایک  
 کے گوشہ دل میں چھپی رہتی ہے۔ لیکن جس شخص کو اس مقام سے جدا ہوئے ۱۵ سال گزرنے چکے ہوں۔ اس کی فنی جذبات اور  
 شدت احسان ناقابل بر ماست ہر جاتی ہے۔ میرا بھی ایسا ہی حال تھا۔

(۶) پندہ شعر اپنے قم سے یہ وعدہ پھر لیا ہو گا۔ فی الحال اردو کا نظم موجود نہیں ہے۔



ہر گاہ معات کر۔ میں مفلس مہی گدھا کا مشک ہے۔ کفیدہ نہیں اس لئے جب تک نہارے گوزارات کی کوئی صورت  
دہریہ تجزیہ قطعی بے کار ہے۔

مہاری دوسری تجویز کہ زمین نہیں تو اس کی تمام آصفیہ ہر سال لے لیا کر مل۔ اس میں مہارے گوزارہ کے لئے  
کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اگر گرتی ہو۔ تو مجھے بتاؤ!  
مستر عبد کدیم خالد کی غزل سامنے نہیں۔ ماز تم بھیجا مہول گئے۔ یا مسیکہ فاق کیساتھ چہرے لگے۔  
دوبارہ بیواؤ شاہکار سے بنتی نظر نہیں آتی۔ دوسرے رسالے کی مگر پھر انگیر ہے۔ مگر کدو کو —؟ کچھ سمجھ میں نہیں  
آتا۔ بہر کیف اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔

”اے ابررداں“ مہاری خواہش کے مطابق مکمل کر دی گا۔  
منظفہ صاحب کو بچہ بچو دیا تھا۔ مگر وہ خریدار بنے اور نہ ظلم جوائی۔ ملک فتح محمد صاحب سب انسپٹر  
کا چندہ ابھی تک نہیں ملا ہے۔ اپنے محقر حالات بھر کبھی فرصت میں لکھوں گا۔  
”بدلتی نس“ ذاتی نظم بھی مکمل نہیں ہے۔ اس کے مخاطب کا نام رچھ کر کیا کر دے ”غریب“ کی رسوائی ہوگی  
”بیجاری پرچم کرو۔“

”مہار خیاں بالکل درست ہے“ اور ڈاٹن اور راہکاسی کی قلمیں میری ہی ہیں۔ ستورہ کی نظم میری نہیں  
مگر اصلاح ایسی ہوتی ہے۔ کہ اس کے اصل اشعار بالکل ہی مٹ گئے۔ اور پردے پرچم ہی ہم باقی رہ گئے۔

مہارے خطوں کا جواب ختم ہوتا ہے۔  
اپنے متعلق صراحتے اس کے کیا لکھوں

سرخنیم و سوزش ماہر کسے ظاہر شد  
چوں چراغان سے شب ماہتا۔ بے جا سخن

والد عا  
مہار اختر شیری

(۶۱)

دارالکتاب عبد اللہ

برادر محترم زار محمد کو  
تسلیم مع المستحکم ہم لوگ کل ہی یہاں پہنچے ہیں۔ اور آج حضرت قبلہ والد ماجد کی زبانی علم ہوا کہ آپ  
کی محترم رفیقہ تسکیمات نے آپ سے ذاتی مفارقت اختیار کی۔

یہ کھانا حاصل ہے کہ اس جانکدہ اطلاع نے مجھے اور دوسرے متعلقین کو جن میں حضرت والد ماجد کا خاصہ کہہ سکتا۔ اذیت قلبی سے دوچار کیا علیٰ غصہ میں مجھے جسے بخوبی علم ہے کہ آپ کے دل میں اپنی عزیز فریضت کے لئے کمر کس تنہا شغلی اور کسی کچھ فرائضی مروجہ تھی۔ آپ حیران نہ ہوتے۔ میں نے آپ کے روزنامے کے چند اوراق پڑھے! میں آپ کے شریک زندگی کے باب میں ایسا ایسے صحیفہ محبت و حزن کا مطالعہ کیا ہے جو بہت کم افراد کے جذبات پیش، دلی تا کو پہنچتے۔ یوں میں ایک سے زیادہ مرتبہ ڈاگر مجھے غلط یاد نہیں! جو کہ کے تذکرے میں، عجب جیسے نفسی طالب کو آپ کے چشمِ بزرگ کے انداز، اور نگاہ و بیان کی روش میں، ایک ایسی داستانِ عشق و شغلی حیاں نظر آئی۔ کسی رومان کی تکی و سعت میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

ان حالات کی روشنی میں آپ بھی طرحِ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ مجھے اور والد ماجد کو اس ناچنے کی اطلاع پر صدمہ ہوا ہو گا۔ اور جب ہم لوگوں کے بچے داغِ دردہ کی یہ کیفیت ہے تو آپ کی اذیت قلبی اور صدمہ روحی کی شدت کا کواؤسوار نہیں۔

صبر کی تلقین اس دنیا کی پالی رسم ہے اور یہ خاکِ سارا مالِ رسم کا متب نہیں، البتہ متاخر در کہوں گا کہ مجھ گنہ گار آپ سے نیاب اور عالِ خیال انسانِ شہیت و صنعت ایردی کی حکمتوں سے زیادہ آشنا ہیں۔ لہذا اس پرچے غور اور اگر خدا سے برتر کے الطاف آپ کے قلب مضطرب اور جان بے قرار کو صبر و سکون کی دولت سے آشنا کر سکے کہ صلی کی ضرورت کو شش میسے، کم از کم کو شش مزدور نیچے! اور کسی کی خاطر نہیں صرف آپے کسں اور معصوم بچہ آپ کو اپنے نا قابلِ برداشت صدمے کو خاموشی کر دینے کی سعی ضرور کرنی چاہیے۔ و باللہ التوفیق!

والد ماجد کی حساس مگر خاموش طبیعت کے مجبور و سکوت کا حال آپ کو بخوبی معلوم ہے۔۔۔ انداز عریضیہ کو، جو انہی کی اطلاع اور حقیقتاً انہی کے حکم سے لکھا جا رہا ہے، ان کے خطا کا قائم مقام، قصور فرمائے۔

ہی ہمارے تمام گھر والوں کی طرف سے دلی اور مسکینی تعزیت قبول فرمائیے۔

خدا سے دعا ہے کہ انہی کے مناظر (جن کا پچھلے سال آپ کی عدم موجودگی میں میں نے خوب ہر ہے) آپ کے غمِ داندہ کو کم کرنے میں مفید حاصلیں۔

باسط صاحب (جو اس وقت یہاں تشریف فرما ہیں) بھی اس حادثہ کے سلسلے میں اپنی بے نہانی (اد آپ جگتے ہیں۔ صرت شدتِ اندوہ کی آئینہ دار ہوتی ہے) کا اعتراف پیش کرتے ہیں۔

والسلام  
صداقت کیش  
اختر شیرانی

( ۷ )

ن. ک. سید عبداللہ

بلور کرم و تسلیم  
نفریت نامہ لکھا تھا۔ والد مرحوم کے متعلق انقلاب میں مضمون بھی پڑھا تھا۔ وہ مضمون ایک صاحب کو بھیجنا پڑا۔  
اسکی نقل مطلوب ہے۔ بعض احباب کی تجویز ہے کہ سرائخ مری لکھی جاستے۔ اس لئے اس مضمون کی سخت ضرورت ہے۔ درجہ  
کھیجئے۔  
پر دار کے پہلے نمبر کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور بھیجنا ہے۔ مختصر یہی بہتر ہو کہ اس مضمون کو اضافہ کے ساتھ ملکر  
بیج بھیجئے۔ غرض فوری ترجیح فرمائیے۔

اسیہ ہے آپ مع متعلقین خیریت سے ہوں گے۔  
میں آپ کے مضمون اور مکتوب اب تک بہت متاثر ہوں۔

والسلام  
آپ کا اختر

( ۸ )

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ

ڈیر سید صاحب سلام شوق۔

آپ کا گرامی نامہ لاہور سے مستقل ہو کر یہاں پہنچا۔ نمونہ زچیت فرمایا۔ ہم لوگ تقریباً ڈیڑھ ماہ سے یہاں مقیم ہیں  
خداوند تبارک اور آپ کے لئے قطعی خلافت توفیق۔ یہاں کا درجہ نہایت حسین اور خوشگوار ہے۔ کل ایک ہفتہ کے بعد ہزاروں کسانوں  
کی دعاؤں سے بارش بند ہوئی ہے۔ اب کی اس درجہ نیا صباں اور نظرت کی غلط بخشیاں۔ بلکہ یہاں کے باشندوں کی زبان میں  
"بے محل بخشیاں" کمال حیرت کا باعث ہیں۔ یہ یقینی ہے کہ اگر اب کی یہ دریا بارش ملک کے کسی خطے کو "ہفت توجہ" بنائیں تو  
"زمیندار" میں اس خبر کا عنوان "طوفان لوح" سے کم طوفانی نہ ہوتا، بہر کیف بارش کی یہ عنایتیں فضل کے حق میں کتنی ہی صبر و  
اور تباہ کن کیوں نہ ہوں میرے حق میں محدود و مرز اور خوشگوار — مختصر یہ کہ انتہائی آرزو کے مطابق ہیں۔ رات کو اچھی خاصی  
سردی پڑتی ہے۔ کثرت و کیفیت کا اندازہ اس سے کر لیجئے۔ کو خرابیہ جذبات میں ملکا جھکا سا ظلم پیدا ہو جاتا ہے اور تصور  
میں غیر کسی جرأت حریفانہ کے "اک نہ اک حسین" دامن آتے آجاتا ہے۔ آپ کی زانوہ اور پارسا یا نہ لگا جہن مجھے اس  
فقرے پر ہم نظر آ رہی ہیں، مگر میں کیا کروں؟ موسم کا امتیاز میرے نزدیک "مرمت جذبات کا دوجہ" ہے، خواہ آپ کا  
قدس خیال، کچھ ہی غلطی دے! ہمارے پاس اس کے سا کوئی جواب نہیں کہ



و کس نیک نامی مارا گزر نہ دادند

گر تو نمی پسندی تغییر کنی قصداً !

مکس۔ ہے، آپ "تصدیق گناہ" کو زیادہ اہمیت نہ دے کر سیکر ساتھ کچھ رعایت فرمائیں، اگر میں انصاف کرانصاف  
کی بند سچ پر دلچسپا چاہتا ہوں۔ اور آپ کو بتاتا ہوں کہ گناہ کا تصور گناہ سے زیادہ مستحق طاعت ہوتا ہے۔ کیونکہ گناہ  
مصرعہ باری دینی شدہ ہے۔ اگر تصدیق گناہ کی علامت اور پھر دست تکرار۔ اس کی معصیت کو مثیلوں کا آپ اندازہ نہیں فرماتے  
ایچھے !

می ازم استعدان، گناہ بخورہ را !

"بہارستان" کا اجرا بھی کھٹائی میں پڑا ہے۔ زدہ کے اظہار کے لئے اک طویل فرصت درکار ہے۔ اس لئے  
اسے ملاقات پر، عمار کتا ہوں۔ خراجہ صاحب قبلہ کا، ساز بھی، دوسرے مضامین کے ساتھ مزید کی دوازہ میں "مخواب" ہے۔  
قبلہ والد ماجد تاج کل سکوکات کی تلاطم میں باہر گئے ہیں۔ آپ کا "سلام" اچھی تک میرے پاس محفوظ ہے  
مطہین۔ جیسے بگڑاں مایہ انت، جماعت تمام پہر بخادی جاتے گی۔

رہی صاحب کی لہری (یا لہری؟) ابھی تک کھٹائی میں پڑی ہے (تلاطم ملاحظہ ہو! آداب عرض کرنا،  
اور دینی صاحب، فاکار۔ وہی مرقی کی ایک نامک! (بنا تک بھی اپنی ہڈی میں اک معنوی تلاطم کا گواہ رکھتم  
ہے) کیا سمجھے آپ؟

سیاسیات کی شراب سے آپ کیوں محروم ہیں؟ کیا رہاں اخبارات نظر سے نہیں گزرتے؟  
امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

والسلام  
آپ کا اخستہ

(۹)

بنام احمجاز سکندر نازش

عزیزم سمد۔ برما !

دوروں خفا مینچے۔ نورجہاں جلد مکمل کردیگا۔

اپنی نظموں کی کتاب پر سردست مقدمہ نہیں لکھوں گا کیونکہ وہ بہت بڑھ جاتے گا۔ اور ادھ کا فذ جان سے  
زیادہ ہرجا ہے۔ دوسری شاعرت میں ہی تصور کے متعلق جواب کی راستے ہے کہ وہی ہوتی چاہیے۔ جو شاعری کے  
اعاز کے وقت کی ہو۔ یعنی سستہ کی۔ ہے ہاتھ سے استعار لکھ کر پھر سجھاؤں گا۔ اس وقت ہدف میں ہوں اور

غزلیات و غنیہ گھر پر ہیں۔  
 داستان حیات بھی آئینہ محبت میں نمودار گا۔ متنسیر ایک ایک لمحے کو معصوم کر رکھا ہے۔ شاہکار کے غریب  
 بن رہے ہیں۔ مگر مدست بیزاری خراج پورا جو رہا ہے۔ جو روئے آتے ہیں صفت ہر جانتے ہیں۔  
 والد کو فریب ایک سال کی تو سیت لی گئی ہے۔ لیکن گھر کے لوگ گڑی کی تعلیمات میں باہر گئے ہوتے ہیں۔ میں  
 ہڈی سے کھانا کھاتا ہوں۔ یہ فریب اور نہ بادہ بڑھ گیا ہے۔ خداری کو نے والے مسیہر میخواد جانیٹ، یڈیر خلیل احمد تھے  
 کو وہ دن کے جبر و غیہ چرا کر گئے تھے۔ اور چونکہ وہ مان کا دلکشین سینور کے نام کا تھا اس لئے فارنا میں ایک حد  
 پہلے بس تھا۔ یہ صبح ہے۔ کہ مقدمہ بازی کا نتیجہ مسیہر جن میں نکلتا۔ مگر مقدمہ بازی کے لئے پیری جیب اجازت نہیں دیتی  
 تھی۔ ۲۰ روپے پہنچ گئے تھے۔ شکر ہے۔  
 تمہاری نظیں سب نہیں۔ مگر جوں جوں شیک ہوتی جائیں گی۔ شائع ہوتی رہیں گی۔ فضل ملک صاحب کی ایک  
 نظم لڑیں شائع کروں گا۔ گراں کو امی مزید مشق کی ضرورت ہے مثلاً  
 فضل ہے۔ اب بھی جذبہ الفت سے جو فن ناک

دن سے خدائے ہے۔  
 چاہتے یہ کہ جب کوئی شاعر بھی طرح پختہ ہر جانتے۔ تب میدانِ انعامت میں آئے۔ اس میں مطلق ہے  
 ورنہ شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔

امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ والد دعا

آپ کا

اختر

(۱۰)

امام محمد زکریا رانا

غزلیں سلسلہ دیا  
 خط اور نظیں پہنچیں ایک نظم دوستی کے بعد گستاخ میں شائع ہو رہی ہے۔ جو لائی سے پرچہ جاری کوا دیا ہے۔ اس  
 پرچے کو میں نے ہی مرتب کیا ہے۔ سرمدی پر نام بھی دیا ہے۔  
 عاقبت کے لئے میری اجازت کی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن چونکہ مکان بہت ذلیل ہے۔ اس لئے موجودہ حالات  
 میں تمہارا آنا میری روحی اذیت اور ذہنی شرمندگی کا باعث ہو گا۔ ذرا حالات ٹھیک ہو جائیں۔ تو بلاؤں گا۔  
 مطلوبہ نظم کی نقل ارسال ہے۔ اس پر بھی کچھ اعانہ کروں گا۔ آج تو بہت خطوط لکھے ہیں، خطوط کا جواب دینے

بہت شہت۔ ہاں گلابِ فردت اور احتیاط نے صحت بنا دیا ہے۔  
 ردفِ صبح کے بجائے ہیں۔ مطلعِ ابرو کی نہیں طافانی سماں پیش کر رہا ہے۔ گنگوہہ گھاؤں کا جہم اور ہونٹوں

کا در ہے۔ بارشِ تندی اور تیزی سے ہر وہی ہے ۵

ماتی بیار بادہ کہ برتہ ہاتے کوہ

ابر ہیار ہچو پر زادی ۵

میں عینِ خاکہ رہا ہوں۔ تسکین نہ چیر یہ ہے کہ تہیں خط لکھا بھی برساتِ منافے سے کم نہیں۔

امید ہے مزاجِ تجسیم ہر گاہ۔ والدہ

تھارا  
 اختر  
 ( ۱۱ )

نامِ امجد: سکندر نازش

فریادِ گامی تندرہ دعا۔  
 خط پہنچا تھا۔ کمر پر ایک۔ جیسی کل آئی تھی برسات کے صبح بڑھ گئی۔ اور بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔  
 جی پوری طرح مدد نہیں ہوتی بہر حال اس کی وجہ سے خط نہ لکھ سکا۔  
 تمہاری حاضرت کے مطلبِ سلی اور جہاں کے در پر — نظم کو مکمل کر دی گا۔ سرِ دست، مصروفیت  
 بہت ہے

تمہاری کون سی نظم اس میں جاسے گی۔ صبح فیصلہ کر کے کاتب کے حوالے کر دوں گا۔ تمہارے دوست  
 کی نظم پھر لکھی۔ کچھ بیش پای سرِ نظیں اور غزلیں ذخیرے میں جمع ہیں۔ ان سے بھی دنہ روزہ بنتا ہے۔  
 شیراز مرحوم کا پورا نام "آغا میرزا تجلح خان رومی ایرانی" تھا۔ یہ میرزا بیجا خان کے چھوٹے بھائی اور میر  
 نہایت عزیز و دوست تھے۔ مینِ شباب میں خود کشی کر لی تھی۔ تمہیں ان کی "بند مقدری" پر کیوں رشک ہو؟ تمہارے  
 متعلق ایک نہیں دو شعر لکھوں گا — اب تو خوش ہو جاؤ؟

تمہارے یہ بال ٹھیک سمجھاؤ میری یہ دونوں غزلیں میری پریشانی ذہن و حالات کا نتیجہ ہیں۔ یہ وہی نہیں  
 اس زمانے کی عام غزلیں صورت پر ہیں۔ عام میرسن کا آئینہ ہیں۔ ان کا یہاں شاد کو درادست ۵

میرا ہر شعر ہے اختر مری زندہ نصیر

دیکھنے والے ہر لفظ میں دیکھا ہے مجھے

تیرہ نشر کئے گئے غازی فخری نے بھی لکھا ہے۔ اسی جواب نہیں دیا۔ مجھ کو کلام کی کتابت کل سے شروع ہو چکا  
اسیچہ تم سچ الخیر ہوں گے

تہار  
اختہ

(۱۲)

دنی سلطہ و نازش

سراج من سلطہ - دعا۔

تیس روپے کا دو سرائی آرٹوٹلا۔ صمیم قلب شکر گزار ہوں  
ایں کار از تو آید درواں چیں کند

ایک سو روپے کا کاغذ خرید لیا ہے۔ یہ کاغذ ۸۔ سر کتابوں کے لئے کافی ہو گا۔ کچھ اور روپے کا منتظر ہوں  
خیال یہ ہے کہ کم از کم پندرہ سو کتابیں ملیں ہوں تو آہستہ آہستہ فرخت ہوتی رہیں گی۔ دراصل بیڈیشن شائع کرنے میں کتابت کا  
خرچ بڑھ جاتے گا۔ تابش نے ۲۵ روپے کو کہا تھا مگر حضرت ایک ہفتے سے غائب ہیں۔ بہر حال اگر یہ روپیہ اور دو سو روپیہ  
دلا تو ایک ہزار کتابیں ہی شائع کدوی جاتیں گی۔

رہلے کے اجراء کے متعلق آپ جو صلاح و خیالات ظاہر کرتے ہیں۔ وہ آپ کے خلوص و محبت کا فرید ثبوت ہے۔  
گلاسٹن کے نزدیک کس طرح ابتدا کی جاتے۔ میرداماد و افلاک پریشانی اور بیرونی بچوں کے فکر نے نقل کر لکھا ہے۔ ۸ روپے  
کو ایک کا ایک مختصر سامان بھی لے لیا ہے۔ دو ماہ بعد دالدریٹا رہا جس کے اور بیرونی بچوں کو ساتھ رکھنا پڑے گا۔ اس لئے  
ان دو ماہ کے اندر معاش کی صورت نکلتی چاہیے۔ اس لئے دیراز بنا رکھا ہے۔ اسی لئے کچھ بیمار بھی کر رہا ہے۔ کزوری  
اور ہاتھ میں ریشہ ہے۔ اسی لئے یہ خط ٹھیک نہیں لکھا گیا ہے۔ آپ کے ذہن میں رسالے کے بارے میں جو اسکیم ہو اس کے  
متعلق اطلاع دیجئے۔

کتاب کا نام مضاربائے گان "یا صبح بہار" ہو گا۔ آخری فیصلہ مردق کی کتابت کے وقت کا

جہلے گا۔

خط بہ متوجہ صدر جہ بالا پتے پر لکھیے۔ نئے مکان کے جھڑنے سے ابھی ابھی طرح ماقف نہیں ہوں۔

امید ہے آپ سچ الخیر ہوں گے۔ والسلام

آپ کا

۱۸، فلمینگ روڈ، لاہور

اختہ

(۱۳)

بنام امیر المومنین علی

عزیز من تسلیم درجا۔

در پے پہنچو جنوں میں۔ نقاب منقریب کتب کے حوائے کی جارہی ہے کچھ اور وہ پے کا انتظار ہے جس کے لئے  
 آپ کی تاریخ مقرر کی گئی ہے۔ ۲۹ کو یارینہ پر درگاہ سے بھی جو روپے ملیں گے۔ اسی تہنیک  
 تک تم کچھ اور بھی اسکو تو ضرور بجا دو۔

نئے نئے زندگی میں ہے اور افسوس بھی کہ تمہاری نگہیں اب تک اصلاح کی منتظر کس میں پڑی ہیں۔ زیادہ حال  
 و نا۔ بچے وقت پر اصلاح کے جد شائع ہوتی ہیں گی کیونکہ کتب کی اشاعت کے بعد نیا رسالہ نکل آئے گا۔  
 کتاب کی اشاعت کا زیادہ نکلے یوں ہے کہ یہ میرے مستقبل کی بنیاد ثابت ہوگی۔ اس کے بعد کتاب پر کام  
 مکمل چلی جائے گی۔ اور سلسلے سے امداد ملے گی اور میں اپنا گزارہ کر سکوں گا۔ تالیش عزیز سے شاید تمہیں معلوم ہو کہ میرا  
 وزن بہت بڑھ گیا ہے۔ غرض عجیب زندگی ہے۔ میں کہیں ہوں اور بوری بچے کہیں۔ جس احباب  
 مکان اور بچوں کا کہہ۔ غرض عجیب زندگی ہے۔ ۱۸ فلیٹ روڈ میں اب نہیں رہتا۔ لیکن یہ پتہ اس لئے لکھا  
 کہ ڈاک بھجے لی جاتی ہے۔ تمہاری پتہ برخط و کتابت دینا۔

تمہاری محبت کے شکریے کے طور پر میں اپنی آخری تصویر کی آخری کاپی تمہیں بجا رہا ہوں۔  
 اس خط کو پاک کر دینا۔ والہما۔

تمہارا

اختر

(۱۴)

بنام امیر المومنین علی

عزیز من صلوات درجا۔

خط پہنچا۔ تمہارا جذبہ محبت و اخلاص بجا سہی، مگر میں نہیں چاہتا کہ تمہارے لئے دنیا تنگ ہو جائے اور  
 تمہاری قربانی کو دلی شکریہ کے ساتھ قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ چچ  
 کو کم کو دی الہی زندہ باشتی

مگر یہ کم صرف اسی حد تک کافی ہے جس حد تک مرزا غائب کے شاگرد اپنے استاد کے لئے روار کئے  
 یعنی اکثر امداد و اعانت!

میں تھیں ایک "فقیر" دیکھنے کی جیسے غالب کے شاگردوں نے اہر گورپال لعلہ اہزاب ملائی کی حیثیت میں دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ اور بس۔

"والدہ ریاضت" کا نام تم سے زیادہ عزیز نہیں۔ مگر خاص لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ زمانی سہی۔

۱۵۔ شعر بھوار ہا ہوں۔ حالات انشاء اللہ کل بچہ دس گا۔

دوڑ میں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ فتح محمد صاحب کا چندہ وصول ہو چکا ہے۔ جو دھری مسند صاحب کا پتہ اور محلہ ضلع ایک ہے۔ قرآن کا چندہ بھی وصول ہو چکا ہے۔

امید ہے تم مع الخیر ہو گے۔ والد دعا۔

تمہارا  
اخترہ  
(۱۵)

علاء دند نازش

عزیزم دعا۔  
خدا مل گیا ستارہ پریشانیوں کی بجز سے جواب جلد نہ دے سکا گھر کے افراد کچھ سندھ میں ہیں۔ کچھ جردھپور میں والدہ اور بڑا بچہ ٹرمک میں۔

یہیں تیم کا ارادہ ہے۔ مکان کی تلاش میں ہوں۔ پچہ نکالنے کا بھی ارادہ ہے۔ غرض آئندہ صورت حال سے مطلع کرتا رہوں گا۔ والدہ کچھ روپیہ بنگ میں ہے۔ اس کی وصولی کی کوشش کر رہی ہوں۔ حالات اب تک معاملہ جلتے گا دیکھ کر لیا ہے۔ مگر

"منور دلی دور راست"

جو کچھ بھجوانا چاہتے ہیں بچے کے پتے سے بھجوادو۔ والد دعا

نیرتنزلی بیرون سستی دروازہ۔ لاہور  
تمہارا  
اخترہ

(۱۶)

دراوند سندھ قریبی

اب کو نابالغ معلوم کر کے کسرت ہوگی کہ عداوتہ تاجور مدظلہ کے حلقہ امداد و تمہد کا ایک رکن میں بھی

ہوں۔ بد قسمتی سے اب تک خط و کتابت کے ذریعے آپ سے نیاز حاصل نہ ہو سکا۔ تاہم غائبانہ طرز میں آپ اپنے جذبات و محسوسات سے اسی قدر قریب دیکھا ہوں جس قدر دو بھائیوں کو ہونا چاہتے چنانچہ میں نے اسی صفت و نزاکت کو ملحوظ رکھتے ہوئے رسالہ "بہارستان" کے پہلے نمبر میں آپ کا ذکر بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو "بہارستان" کا شمارزدگی۔ ————— :

مولانا سے میں نے آپ کے باب میں کافی گفتگو کی ہے۔ اور یہ طے پایا ہے۔ آپ اپنا کلام نئے رسالہ میں چر میں مولانا کو دکھا کر ہے رسالہ "بہارستان" میں نمایاں طور پر شائع کرتا رہوں گا۔ "بہارستان" کا پہلا پرچہ شائع ہے۔ یہ بھی ابتدائی حالت میں ہے۔ ہر بات پر فرما کر جس قدر بھی ہر سکے توسیع اشاعت میں کوشش فرمائیے۔ تحلیف : ہر تو خود بھی فرما رہے ہیں۔ میں نے اس پرچہ پر جتنا حق میرا ہے۔ اسی قدر آپ کا بھی ہے۔ پرچہ کی رسید اور خط کے جواب سے جلد ممتاز فرمائے۔

والسلام

آپ کا — اختر شیرانی

ایڈیٹر رسالہ "بہارستان" فرنگی آباد

(۱۱۷)

بنامہ ڈاکٹر و معید قریبی

بادر محترم۔ سلام شوق۔

آپ کے سامہانے محبت پیہم پر پہنچتے رہے۔ مگر مصروفیات اور کچھ کامی کے اثرات کے باعث وہ دوسے سکاہ معائنہ کیجئے۔

آپ کی پراختیافتوں کا میں شکریہ ادا نہیں کر دوں گا۔ کیونکہ یہ آپ کی برادرانہ محبت اور دوسرے کام کا مدد ہے۔ تاہم جہاں ہو گا۔ اگر میں اپنے صمیمی جذبات مسترت کا اظہار کر دوں اور اپنے طور پر آپ کے کام کی فیاضانہ مراعات پر فخر !!

"بہارستان" کے قطع تعلق پر آپ نے جو نظمیں رسالہ فرمائی تھیں۔ وہ کافذات میں کہیں کھو گئی ہے۔ کم ایک نفل اور بھولیاتے۔ اور جلد بھولیاتے۔ میرا خیال ہے کہ "گفروش" کی اشاعت سے پہلے اسے "فرمان" یا کیف میں شائع کیا دوں۔ اور کچھ نہیں تو اپنی فقیرانہ خود غائی کا اشتہار ہی سہی !

گفروش کے بارے میں اس کے سوا کیا لکھوں ؟ ح (.....؟) اما غیر مجبوری بحث شائع ہو گی !! جو عام طور پر ہندوستان کے "خلاش" اہل قلم پر ہر بات ہوتی ہیں۔ مسیّر ساتھ بھی تھیں اور میں یا ہر

اور کرنا پڑا ہے کہ ایک سرمایہ دار کو نصف نصف ٹریک بنا لیا ہے۔ خیر! اب آپ یہ فرمائیے کہ تو صبیح اشاعت کے لئے آپ نے کیا سرچا؟ میں آپ سے کیا کچھ امید رکھ سکتا ہوں؟ آپ کی مہربانیوں سے اس قسم کا استفادہ آپ کی مہربانیوں سے ہو گا کافی کامرادت ہے۔ مگر میرے لئے یہ جانتا بہت ضروری ہے۔ یہ کچھ بھیجئے! پرچہ میری نہیں آپ کا ہے اور آپ کو اس کے لئے رہی کرنا چاہیئے۔ جواب کیا اپنے پرچے کیلئے چاہتے تھے؟

امید ہے تاج صحائف میں ہوں گے۔ والسلام

آپ کا  
اختر  
(۱۸)

شیرانی

ماہنامہ تسلیم  
خاہنہا نگلیں ملیں۔ یہی پہلی نظم جو بہارستان کے بند ہو جانے پر اپنے کلمی ملی۔ میں نے قوس قزح کے نام سے یہ نظم لکھی تھی۔ وہ بھی سے بند ہے۔ یہی طرح دوسری نظم "گفہ" بھی میرے پاس نہیں ہے۔

پرچہ کا نام بہارستان رکھنے کا ارادہ ہے۔ احباب اس نام کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ تو صبیح اشاعت میں بھی سے کوشش کیجئے۔ تو کام چلے گا۔ میں فی الحال ایک رعبہ میں ان محفلات کے نام اور پتے لکھ رہا ہوں۔ جن کے نام شروع سے پرچہ دی۔ پی جاتے گا۔ تقریباً آٹھ سو نام درج کر چکا ہوں۔ احباب ۲۵-۲۵ اور کم از کم ۱۰-۱۰ اپنے نام لکھ سکتے ہیں۔ آپ بھی تحریر فرما دیجیے کہ آپ کے لئے کتنے غریب لکھوں۔ اور فوراً ایسے احباب کو جن پر آپ کا خاص اثر ہو لکھ کر آدہ بھیجئے۔

امید ہے آپ صحائف میں ہوں گے۔ والسلام

آپ کا  
اختر  
(۱۹)

اللہ اعلم بحکم خیر آبادی۔

نبیہ محترم۔ اہل فرزند۔

گواہی نامہ بامردہ لکھ رہا۔ زیادہ مسرت میں بھی حاصل ہوتی کہ خط آپ کے مخصوص طرز میں تھا۔ اجازت ہو تو لکھ سکتا کہ دیا جاتے۔





# ڈاکٹر تاشیر

(۱)

برادر محترم تہر صاحب!

اسلام علیکم! محض ایک مختصر سی بات کرنی ہے۔ ایک استفادہ ہے آپ کے پاس شیپو سلطان کے متعلق بہت سا مواد ہے۔ یہاں انٹرایکس میں سلطان شہید کی ایک خود نوشت سوانح عمری ہے۔ اگر آپ کے پاس اس کی نقل نہ ہو تو میں یہاں سے نقل کروں۔ یہاں بہت سے لوگ اس کا چرچا کر رہے ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ کوئی نااہل سلطان شہید پر لکھ کر اہم مواد کو ضائع نہ کر دے۔ آپ کا کیا ارادہ ہے! خدا را لکھ ڈالئے! میں ترجمہ کر ڈالوں گا۔ ثواب کا کام ہے۔

یہاں کے مسلمان طلبہ یہ سنا کر بہت خوش ہوئے ہیں کہ آپ شیپو سلطان پر کام کر رہے ہیں۔ بن لوگوں سے آپ انہوں میں ملے تھے سب کلمہ پڑھتے ہیں لیکن کل ایک صاحب کہہ رہے تھے مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ "انقلاب" میں کچھ دنوں سے مشرک گارمی کی بجائے گاندھی جی چھپ رہا ہے۔ کیا یہ پُر معنی تبدیلی ہے یا نہیں؟ میں نے اس وقت رائٹس ٹال دیا لیکن چاہتا ہوں کہ آپ سے پوچھ کر مستند جواب دوں۔ یہاں آپ کی سرسٹر ایک خاص عقیدت اور محبت سے پڑھی جاتی ہے اور یہ سوال اس کا زندہ ثبوت ہے۔ امید ہے کہ قریب ترین خدمت میں لکھ سکے گا اور اس طرح مجھے نصف ملاقات کا حظ حاصل ہو جائے گا۔

بھائی مجھے قریب ملک بہت پسند نہیں آیا۔ لندن سے فروخت ہوتی ہے۔ ان کیمرج علمی کاموں کے لئے نرب ہے، مگر یہ فضا ہمارے ان بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہمارے ان سے ہی پران آئی ہے۔ میں آج کل ANGLO SAXON ROMANCES 13-14 CENTURY پر کام کر رہا ہوں۔ اسلامی ادب کا کس قدر اثر ہے! اور غضب یہ ہے کہ پرانے نقاد تو اس بات کو تسلیم کرتے تھے۔ مگر نئے "محقق" بالکل منکر ہیں۔ اور مانتے ہیں تو دے افکار میں! انشاء اللہ اس سلسلے میں کچھ مفید کام کر سکوں گا۔ انشاء اللہ۔ دعا کیجئے بھائی تم مستجاب ہو۔ بھائیوں کی طرح جو مگر جائے ادب ہو۔ جو کام تم نے کیا ہے قوم کبھی قدر نہ کرے گی۔ ابھی قریب تر ہونے کی وجہ سے صحیح اندازہ مشکل ہے۔ خدا اس عقلا بخشنے!

افسوس کہ میں جانتے ہوئے غائب کا وہ رسالہ نہ دے سکا۔ حکیم یوسف حسن کے پاس پہلے اس سے  
مے لیجئے اور میرے آنے تک امانت رکھیے۔ اگر سند درکار ہو تو میرے خط کو استعمال کیجئے  
اور کہئے کیا حال ہیں۔ یہاں تین دن سے برف پڑ رہی ہے۔ اور ہمارے حکام قوم کے مزدوروں WUNGBB  
MARCH کر کے پارلیمنٹ کے دروازے پر کھڑے داخلے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ اور مزدور وزیر اعظم ان سے  
اتفاق کرنے سے بھی انکاری ہے!۔ کل پارلیمنٹ میں غریب چوغیس مہیوں۔ ایک جبر قوتیہ کہہ کر چلا گیا۔

TO HELL WITH THIS HOUSE IT IS ALL A FARCE.

آپ کی دلچسپی کے لئے CUTTING TIMES بھیجتا ہوں۔ رائٹر کے تار میں تفصیل نہ ہوگی۔ اس  
معاہدہ میں سپیکر SPEAKER تانوا سچا تھا۔ لیکن واقعہ یہی تھا کہ بغیر کسی توفیق کے پولیس امتیاز سے کام لے  
رہی تھی!

مالک صاحب کو محبت بھرا سلام۔ والسلام

مخلص تاثیر

۲ مارچ ۱۹۳۷ء

(۲)

بنام قلم صاحب

PEMBROKE COLL CAMB.

برادر محترم! اسلام علیکم۔ آپ کے مکتوب گرامی کے پہنچنے سے چند دن پہلے میں منڈن برٹش میوزیم میں کچھ ملائین  
منظومات دیکھنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ انڈیا آفس میں سلطان شہید کے متعلقہ کاغذات کے متعلق تصدیق کے لئے  
گیا۔ (مجھے جہانگیر خاں صاحب نے اور مراد قصق حسین خالد صاحب کے ایک دوست نے بتایا تھا کہ خالد صاحب  
کے پاس "سوانح" کی نقل ہے) اور وہاں وہی بات نقل جس کا ذکر آپ نے اپنے خط میں کیا ہے۔ ان حضرات نے نقل  
شہید ہی پر اکتفا کیا!۔ میں جہاں میں منڈن چرماؤں گا۔ اگر آپ نقل شدہ منظومات کی تفصیل بتا دیں تو باقی کے متعلق  
جو کچھ ہو سکے گا کروں گا۔ فرامین وغیرہ کے متعلق!۔ آپ اطمینان رکھیں میں اسے اپنے کام سے کم اہم نہیں سمجھتا  
گا۔ اگر آپ کی یہ تمام تحقیقات تحریریں آجائے تو یہ ایک شاندار کارنامہ ہوگا۔ منڈن یونیورسٹی کا پروفیسر ڈیوس برو  
سے اپنے طلبہ کو سلطان پر کام کرنے کے لئے کہہ رہا ہے مگر کوئی برو سے کار نہیں آتا۔ مجھے ڈر ہے کہ کوئی تاہل اس  
کام کو بجا نہ دے۔ پھر انگریزی یونیورسٹی کی فضا میں سلطان شہید کے متعلق لکھا بھی کیا جاسکتا ہے! یہاں میرے  
ایک دوست ابن عربی کے فلسفہ کے متعلق کام کر رہے ہیں ان کا نگران پروفیسر نکلسن ان پر بہان بھی ہے مگر جہاں کہیں  
مسلمانوں کے احسانات کا ذکر آتا ہے طرح دے جاتا ہے اور بے قلعیتا کر نکلوادینا چاہتا ہے!

بجواز شد کہ میرا نگران سر آر تھر ۵ ایسے تعصبات سے نا آگاہ ہے۔ مستشرق جونہ ہوا۔ میرے

لحہ تلخ نیزہ ولایت سے واپس ہو گا اب کا یہ رسالہ مجھے مرحمت فرمایا۔ (مہتر)

ڈاکٹر جہانگیر خاں ڈاکٹر تعلیمات۔

نئی کئی مقامات ایسے ہیں جہاں مغرب کی ۱۲ انصافی اور مشرق کی عظمت کی بحث سے ۱۰۰ یہ سب کچھ طبع فاطمہ بنو کر تا ہوا ہے۔ ابھی تک تو یہی حال ہے۔ آگے جو خدا کی مرضی۔۔۔

میں لندن تیسری دفعہ گیا ہوں۔ مگر وہ پہلے تاثرات کم کم اب بھی موجود ہیں۔ شاید پہلا سابقہ فیہ معمولی مرد پر، خدا نواز ہوا ہے۔ میں اٹلی سوسائٹیز اور فرائس میں چند دن ٹھہرنا ہوا سیدھا لندن پہنچا تو گڈیری زبان کس نے کچھ اپنایت سی محسوس ہوئی مگر پہلے تجربات کچھ زیادہ خوشگوار نہ تھے۔ جن احباب کو دغیس سے تار دیا تھا وہ ان دنوں اٹلی میں تھے۔ چنانچہ میں سٹیوش سے اکیلا ان کے گھر پہنچا نودہ غائب تھے۔ اب اس عشر آباد شہر میں میں تنہا پھر رہا تھا۔ اور P.C.A.DILLY کے رات کے ہنگاموں میں لاہور کی گلیاں یاد آ رہی تھیں۔ لاہور سے بمبئی اور بمبئی سے دغیس اور برس اور لندن تک تو بھاگ بھاگ چلا آیا تھا۔ اب اس پہلی منزل پر پہنچ کر اس سفر کی قدامت اور وطن کی مبادی کا اصل مرتبہ، حاس ہوا۔ جب اسٹافورس میں ہوئی گرد گاہوں میں پرہی کھوتے گھر سے ڈیڑھ گھنٹے کے قریب "گھر" کی طرف واپس راستہ بھول گیا۔ آخر بعد مشکل دو بجے بستر میں گھسا تو رخ بستہ پایا۔ صبح سویرے کیمبرج آکر دے کر) روانہ ہوا سٹیوشن پر ایک دوا جاب موجود تھے۔ اور اب آگ کے پاس بیٹھا ہوا خط لکھ رہا ہوں۔ مجھے لندن کی یہ رات بڑے بھروسے سے بھولنے لگی۔ لیکن میں نے کیا ۱۰ بیات اسلند شروع کر یا ہے۔ بحالی! حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک۔ میرا دل یہاں اگا نہیں اس لئے جب کسی دین دست کو کچھ لکھنے بیٹھتا ہوں تو جی بھرتا ہے۔ اور قلم بے قابو ہو جاتا ہے۔ خدا نے کیا دہی بنایا کھ ڈالتا ہوں۔ ہاں لندن میں ایک نایاب چیز دستیاب ہوئی۔ سلطان سلیم اول ترک خیمہ المسلمین کا نام سی۔ ایران۔ بہت زوردار کلام ہے اور قدس سے پاک ہے۔ سلطان سلیم ہی کا کلام معلوم ہوتا ہے۔۔۔ رباعی

من شاخ درخت سایہ پروردنیم

من چمن حریفہ بادہ زردنیم

گر بر سر دشمنان زور بازو

مخبر نہ نیم چرخہ نیم دریم

دور حسن گر چہ یار ز یاد نظیر فریش

در ملک عشق یزنا شد بطیرما

سلطان محمد فاتح کے خط ابھی دیکھے۔ جہی کے نام اور جاتی کا جواب۔ نتیجہ تظنیہ پر مسلمان مسلمانین

کہ سب ملک باد اور ان کا جواب۔

فرض ایک سمندر ہے، لڑاں۔ کاش مجھے اور کام نہ ہوتا!۔۔۔ میں یہاں دو سال کے لئے توفیق

ہوں۔ آگے جو خدا کی مرضی! آپ کے پر معنی استعارے مجھے مضطرب سا کر دیا ہے۔ فرمائیے کیا ارشاد ہے! امید

ہے کہ آپ مجھے یاد فرماتے رہیں گے۔ میں آپ کی سعادت فیتوں سے بخوبی آگاہ ہوں اور جانتا ہوں کہ آپ کے لئے

تہ تاثیر مرحوم کے بیشتر مکاتیب اس ناسنے کے ہیں جب وہ یہ سلسلہ تعلیم انگلستان گئے ہوئے تھے۔ ان کی حیثیت یقیناً برکت کی ہے۔ البتہ بعض نبی اور ذاتی مطالب کی بناء نقطہ نگاہ دیئے گئے ہیں۔ (مدیر)

ذاتی ذرورت کس قدر مشکل ہے اور میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ وہ وقت جو قوم کے کام آتا ہے مجھ پر ضائع کیا جائے لیکن اگر آپ یہ بات مان میں کہ مجھ کو وہ فائدہ کہ آپ ایسے محترم بھائی کا محبت پر راضی کسی قدر روحانی راحت پہنچا سکتا ہے تو آپ یقیناً سمجھیں میں وہ بار یاد کر لیتا بہت زیادہ ناگوار نہ سمجھیں گے! — غلامی کی کدھر شرم سے نئے شادمانہ مہانہ سے ایک سرخانی اور فکری مدد تریکا حال ہے۔

میں دائمی دل و انداز نامہ چھاپا دیدم۔ صد بار نہ بنے تالی و اکروم و پیچیدم۔  
تبع کل ایسٹری چھپیں ہیں۔ ۱۸ اپریل کو کالج کھل جائے گا۔ اور ۹ جون تک عام کاروبار جاری رہے گا۔  
مجھ سے چھپنے کی تعلیمات ہیں ہوں گا اور برقرار میریزیم۔ اور لٹرن کا شور و غما۔ میں ان ایام میں کمپوزنگ ہی نہ کر سکتا لیکن باری نہ نہ رہی ایک نئی حالت پڑ رہی ہے۔ اس کے لیے میں بھی منتظر ہونا پڑے گا۔ اس کے فرین کی حالت بھی ہو سکتی ہے۔ لکھنؤ کے متعلق آپ کی نصیحتات نہایت مسکوت نہیں۔ ہمارے مشکل صاحب جو پنجاب ہی کے ہیں اور واپس آکر آباد اور انگریزی کے روزنامے جاری کرنے کے خواہاں ہیں اب اب کشائی نہ فرما سکیں گے کیونکہ میں کچھ دیر سے اخبارات سے دور ہوں اور وہ بہت زیادہ معاشرہ نہاتے ہیں۔ ہم نہ آپ کی طرف رجوع کرنا پڑا ہے۔ مدد شاید میں خود ہی کا نہ ہوتا۔ احباب کی طرف سے سلام نیاز۔ لندن میں ایک عزیز اقبال انور تشریفی اقتصادیات کر رہے ہیں۔ بڑے مفلس نوجوان اور ہونہار ہیں۔ پچھلے سال یونیورسٹی نے انہیں اپنے وظیفہ پر آسٹریلیا اور افریقہ بھیجا تھا۔ اب آسٹریلیا اور ساؤتھ آفرائیڈ گئے تھے اور امریکہ اور کینیڈا کے لئے وظیفہ حاصل کیا ہے۔ انہوں نے اپنی تحقیقات کا ایک مختصر باب بعنوان "FARMER & HIS DEBT" پریس میں بھیجا ہے۔ اس میں ہندوستان کے متعلق بھی لکھا ہے۔ اشاعت پر آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔ مفید معلومات پر مادی ہے۔ اور آج کل جب حکومت نیا قانون بنا رہی ہے یہ کتاب بہت کام آمد ہوگی۔ قریشی صاحب آپ کے اور برادرم صاحب کے نیاز مند ہیں۔ انہوں نے سلام کہا ہے مجھے دعاؤں میں شریک رکھیے۔ دلسلام مفلس تاثر

(۳)

بنام سالک صاحب

PEMBROKE COLLEGE.

برادرم سالک!

السلام علیکم۔ جاری صاحب کے خط اور برادر دار عمود نظامی کی اطاعت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے معاملہ صاف کر دیا ہے۔ فرائض۔ مجھے واقعی غلط سی محسوس ہوتی تھی۔ ایک بوجھ سا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن میں ان کے آگیزوں کا چرٹ پہنا متی کرنا ہے۔ اور شک کا علاج تو لقمان کے پاس بھی نہیں۔ یہاں ایک صاحب۔ .... میں دیکھا ہی تھا۔ کے سرعہ میں۔ بڑے فلیق۔ بڑے دعوت باز۔ بڑے میٹھے۔ مگر شکی۔ وہ جو میں نے مہر صاحب سے دیکھا تھا تو کتنا ہی جی کو سٹرن نہیں دکھا دیتا یا کیا۔ انہیں کا استفسار تھا۔ غالباً ان کے پاس پاکستان کی کوئی نہیں کی تھی۔ لہذا شک! — ..... غرض دلچسپی کا سامان ہو جاتا ہے مگر میں کام کے نیچے آتا

رہ گیا ہوں کہ ہم، جن بھائیوں سے میرا واسطہ ہو جائے تو ہر بائے - زیادہ طاقت بہت کم ہو رہا ہے۔ یہ صاحب زیادہ چٹھتے کر اب غنا کا فضل ہے! - میں نے ذکر اس لئے کیجئے کہ شاید دود کے ذریعہ اس نے معلوم ہوں۔ یہ صاحب کو لندن میں رہنے کے بعد اسے ملے تھے۔ مگر میں "سیانے" رنگ! آپ سیاسی رنگ میں فدا ہوئے تھے۔ - یا شاید مجھے غلط اندازہ ہو رہا ہو۔ یہ نہیں "فکر کی مسرت" معلوم دیتے ہوئے "واللہ اعلم بالصواب"۔

گولی کی آمد آج ہے۔ راستوں پر ہوا کے جھونکوں سے پیول ہفت کے گالوں کی مارنچ اور ہستے ہیں مگر شعر ہے کہ ایک نہیں آتا۔ اکثریت کار کی وجہ سے کچھ سرجتائی نہیں۔ نہ فطری شاعری نہ عملی وسیع، ستام ایسی حرکات کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ کہ الامان - از مدبر و مصلح کا ادب! - اگر ادب یہی ہے تو خواب کے پر نفع کرتا - یہ ادب کیا بعدوں میں لکھی جاسکتی ہے۔ غمناک اس دور سے فطرت ہو۔ سو طبعیں مسی کے بعد کچھ طبعوں کے گام۔ آپ لہجے - ہنر کے قریب کا اثر کیا ہوا؟ اخباری ریست کچھ کم ہوئی؟ ایک فزائیکس - ہنر تھی آپ کے دماغ میں کیا ہوا ہے؟ بعد از جلد کا۔ جیسے وہ نہ بچھے پہلی کو بائے گی ادب آپ بچھاتے رہیں گے۔

فہرست صاحب نے پڑھا تھا کہ کب تک کیمبرن دہرے کچھ کہنا تھے۔ مگر میرے جواب کے بعد "بہت بڑے" بچھنے پر بھی ہر وہ اسرار پڑا ہے۔ ان سے پڑھنے کی بات تھی۔ یہ بھی بچھنے کے یہاں کیمبرن میں گلزار کا بیڑا ایک مسودہ ہے۔  
۶ مئی - ۱۹۴۷ء

(۴)

لکھنؤ - ۱۹۴۷ء

## PEMBROKE COLLEGE

برادر محترم! السلام علیکم

یہ پچھلے ہفتے کچھ عجیب کیفیت میں گزر رہی ہیں۔ "ص" TERM کا اختتام ہوا اور لمبی چھٹیوں کی ابتدا۔ لہذا نگران صاحب! "ما قبل" ہدایات و نثرانی کے متعلق بہت فیاضی فرما رہے تھے۔ اور موسم قیامت ڈھانڈھ رہا تھا۔ اس پر MAY WEEK جون کا اور مہینہ اس نام سے پکارا جاتا ہے، کی ہنگامہ خیز مصروفیات BOATING RACES ہمارا کالج جیتا ہے۔ اس کے چیلنجی امتحان کے ختم ہونے پر "اندھیر" ("BLINDS" کا ترجمہ ہے چار ہے تھے۔ اس پر یہ آفت - الامان - چورچو PROCTOR ہرست رہتے ہیں گریس مسودہ! صاحب کے ناخ - آج ہمارا آخری تھا۔ . . . . .

دیہان صاحب سے ٹیلیفون پر ذرا نہیں باتیں ہو چکی ہیں۔ فقیر صوبہ یہاں سے جھٹکارا سوگ تو طاقات ہوگی۔ بتوں ان کے خوب "رولا گولا" ہوگا۔

میں نے PICTURE GUY میں ایک مصنفین کا رگڑا دیا۔ انہیں بھی پتہ چل گیا۔ اب ملے گا۔ اس مصنفین کی طبعیت اور عینی فائدہ ہوتے۔ نقد کے علاوہ بھی۔ ایک دو معتبر PRODUCERS نے غلط دیکھتے ہیں کہ P. DAWSON نے پڑھنے میں اسی موضوع پر دال کر دئے۔ لیکن یہ وسط

نئی بات ہے۔ اس آگ کا جواں بھی نہیں اب دماغ میں۔ اب یہ معنا ہے کہ ٹائمری بند ہو رہی ہے۔  
 اور محوِ برقیں میں ہم دم سخت ہونا پڑے گا۔ شعور و سب رفوچر ہو گئے ہیں۔ البتہ کچھ زبان میں رہی ہے  
 اب لب عام پھر ساقی نے واپس لے لیا مجھ سے نہ جانے کیا کہا میں نے نہ جانے کیا ہوا مجھ سے  
 مرا۔ تو۔ مجھے اور۔ وہ کافر ہے وہ کافر ہے۔ خوف تو بھی ہوا جاتا ہے میرے خدا مجھ سے  
 پہنچا پڑتا ہوں اب تک نیری آنکھوں سے گرگ تک یہ کہہ ڈالیں گی اک من میرے دل کا دوا مجھ سے  
 مجھے۔ علوم کے تاثیر سب کچھ۔ اتنا ہوں میں ارے اب پی بھی جا کیوں بن رہا ہے ہوا مجھ سے  
 ناگہاں انجی نہیں کر۔ جی میں لب اندر تے ہیں تو پھر اب منہ سے بھی کہہ دیں وہ سب کچھ بڑا مجھ سے

اسی طرح کچھ اور بھی ہیں۔ تغلیب سے خالی۔ ذاتی طے پر مجھے آپ سے اتفاق کی ہے کوئی  
 کی گرائی شاعری نے نہائی نہیں۔ لیکن آپ کے اشعار پڑھ کر ایک ایسا وجدانی کیفیت طاری ہوا کہ نظریات کی  
 سب بھول گئی۔ میرے خدا کو کیا ہوا۔ ... اللہ اللہ۔ میرا خدا کہاں گیا میرے خدا کو کہا ہوا۔  
 شعر ہے۔ ساری غزل ہو مر صبح ہے۔ افسوس کہ آپ نے شاعری سے کنارہ کر کے اپنے آپ پر بھی ظلم کر  
 اور وہ اب پر پڑی۔ ازانہ بعض جہانی نہیں ہوتا۔ روحانی ظلم زیادہ سنگین ہوتا ہے۔

انقلاب میں ادبی جہاد پڑھ لیتے (نئی لہر) پر مبارکباد۔ مگر یہ تندرستی اس سے زیادہ۔ کہیں زیادہ  
 چاہیے۔ اس کے لیے اداروں کا ایک ہی تو یہ چہرہ ہے اور خبروں کی تازگی پر نذر ہو۔ اب میدان ایک بند  
 ہے غیر ہوا کو کشش کیجئے۔ یہاں ہر نئی خدمت کے نئے حاضر ہوں۔ ضرورت ہو تو مغربی سیاسیات اور  
 پر۔ تھوڑا کچھ بھیجا کروں۔ وقت نکال ہی لوں گا۔ آج کل سیاسی مطلع فبارا کو دہتے۔ اور یہاں عجیب  
 شہم ہو رہی ہیں۔ سندوستان کیا یہاں کے اخبارات بھی بعض راز کی باتیں نہیں نکال رہے۔ مگر ایسی انجمنیں  
 جو محدود حلقوں میں کسب شدہ خبروں کا انکشاف کرتی رہتی ہیں۔

اردو داں اور انگریزی داں دونوں قسم کے حضرات کی دلچسپی کے لئے کچھ نہ کچھ لکھا جا سکتا ہے  
 یہ جب ہے کہ آپ کی ضرورت ہو۔ کیونکہ یہی بہ ہزار وقت فرمت پیدا کر سکتا گا۔

آج ٹیبرج پر مجب جوں ہے۔ پر سکون دریا۔ ہلکی سی کشتیاں۔ نازک سرو قد ملاح۔ شفات پانی  
 بدہم بنانے والے۔ پھروں سے دلی ہلکی پکدار شاخیں۔ دھوپ۔ ٹھنڈی ہوا۔ اور خاصوٹی اقسام  
 ہو گیا کہیں کہیں صورت آشنا نظر آتی ہیں تو حقیقت سے زیادہ انس کا اظہار کرنے کی ضرورت غرض  
 میں جن کے اختتام تک یہیں ہوں۔ پھر لندن! —

فرانسیسی آہستہ آہستہ چل رہی ہے۔ شاید آجائے۔ مگر آپ کو مجھ سے بیکنے میں کیا مصلحت  
 مجھے تو تعزیر کا نام دے رہی ہے۔ آگست میں مجھے جنوبی فرانس سے ایک کانفرنس کے سلسلے  
 پر لکچر دینے کی دعوت

لیکچرگریزی میں ہوں گے۔ مگر کچھ زبانوں و زبان من سے زیادہ قرب حاصل ہونا چاہیے۔ گو شعر امر ہی کہتے ہیں کہ  
”آکھ سے آکھ کہے دل سے ہوں دل کی تریں“ رائے وہ عرض تمنا جو زباں تک پہنچے

انجی ٹرم میں یہاں کی فاسفہ کی بزم میں A NEW DIVINE COMEDY کے عنوان سے  
سب وید نامہ پر PAPER پڑھ رہا ہوں۔ سنسکرت کو ڈاکٹر صاحب قبلہ در سو صفحے کا اردو  
کلام کا مجموعہ شائع کر رہے ہیں (ان کے اپنے خطوط سے معلوم ہوا ہے) اور RHODES LECTURE  
بھی ہیں۔ اور گلابیٹھ گنا ہے۔ خدا خیر کرے۔ امید ہے کہ ریشیہ پاس ہو چکا ہوگا۔ مزید اطلاع دیجئے۔ اور  
اگر اچھا ڈیڑھن حاصل کرے تو اسے گورنمنٹ کالج بھجوا دیجئے۔ اس نے نہیں کہ گورنمنٹ کالج بہتر ہے۔  
(گڑھے) اس لئے کہ میں اب اسلامیر کالج میں نہیں۔ میں ہوتا تو خود نگرانی کرتا۔ وہاں بخاری ہوگا۔

انتی زوانتی خوش قسمت آدمی ہے۔ لیکن خدا کرے کہ وہ شادی کی وجہ سے دوستی سے جاتا ہے  
مہر تن عو عبادت ہو جائے۔ مگر ستم تو یہ ہے کہ وہ ایسا کہنے میں حق بجانب ہوگا۔ جب پچھلے دوست بننے کی جگہ  
اہل ہر تو پھر فقط اسی کا ہو کر نہ رہنا، شرک نہیں تو ادھر کیا ہے میں اسی لئے شادی کے علاوہ رہا ہوں۔ صحیح شادی  
ذریعہ ہونے کی بجائے مقصد حیات ہی جاتی ہے اور ہونی چاہئے۔ اور جو شادی یہ نہیں ہوتی وہ صحیح شادی نہیں ہوتی!  
— جہیں بٹھے بٹھے ادیبوں کی اندو اجی زندگی عمر ناتا کا سیاب رہی ہے — مرزا غالب — بارتھن — ملحق — ریشیہ  
وہی ہوی کی مثالیں موجود ہیں۔ پوپ اور کیتس محروم ہی رہے۔ میر تقی کا یقیناً برا حال تھا ہوگا — بہر صورت  
بہر حال مضمن ہے اور تحقیق طلب ہے۔ (ورڈز ورڈر شادی کے بعد شاعری سے ہٹا رہا)۔ اب کے دو کی  
جائے تین خط ہیں۔ ایک ہر صاحب کے نام خط ہے اور ایک بخاری کے۔ PERSONAL ECONOMY

PLAN کے ماتحت — والسلام

۱۳ جون ۱۹۴۷ء

مخلص تاثیر

P.S.

کیا یہ ممکن ہو سکے گا۔ کہ مجھے انقلاب باقاعدہ ہر ہفتے بجری ڈاک میں ملتا رہے۔ لیکن BILL وایس آنے  
سے پہلے ادا نہیں ہو سکتا اور بے قاعدگی سے سخت مضطرب ہوں گا۔ دو مہینے سے ایک پر چربی دیکھنے میں  
نہیں آیا اس لئے ادا اس ہو کر لکھ رہا ہوں۔

(۵)

برادر محترم

برادر محترم! مہر صاحب!

اسلام علیکم — اس ٹرم میں بے حد مصروف رہا ہوں۔ بالخصوص نصف آخر میں۔ چاہتا تھا کہ سلطان التواریخ کے  
متعلق تحقیقات کر کے جواب لکھتا۔ مگر لندن جولائی سے پہلے جانا ناممکن نظر آتا ہے۔ لہذا ملاقات کے لئے حاضر ہوں۔

مخلص صاحب کا بڑا مایوسانہ عبدالرشید ارتقد



آپ لنگے مال آرہے ہیں! — بریں شریہ گرہاں نشانہ راستہ — لیکن کب! خدا کرے آپ چھپیں ہی نہیں  
 CONTINENT پر اکٹھے پھر سکیں۔ جب تک اگلے سال میرے کام کا محنت بہرہ صحت ختم ہو چکا ہوگا اور ہی نہیں  
 آپ کے ساتھ رہ سکوں گا۔ روم کی VATICAN LIBRARY میں عربی کی کتابیں موجود ہیں۔ اور ان  
 اور فرائض کے نگارہ خاندان قابل دید ہیں۔ یہی ہیں انجمن بنات خود زیارت کے قابل ہے۔ اور وہ کس! — صہبانی  
 نگارہ کے لئے اس ملک کا سفر ازہیں ضروری ہے۔ اور ترکی اور مصر کا بھی! — ان میں سے چند ایک ملک عربی  
 طور پر۔ یکہ چکاہوں اور دوبارہ دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔ انشاء اللہ کتب خانہ کی تکلیف بھی رافع ہو جائے گی  
 شاہ میں فرانسیسی میں آپ کا ترجمان ہی سکوں۔ اگر ابھی تو یہ حالت ہے کہ انگریزی کے انشاء غلط جہوں سے لکھے شریہ  
 کر رہے ہیں۔ فرانسیسی اور انگریزی کے ہیں۔ اور یہی حال کمال کا ہو رہا ہے۔

اور ان تعزیمات اندر کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ یہ مختلف کیلئے مدوں کی مطابقت ہے برطانوی  
 شریہ کے کہنے پر تالیف ہوئی ہے۔ یہاں KINGS COLLEGE میں اس کا ایک نسخہ ہے۔ میں نے اسے اپنے  
 نہیں۔ سلطان محمد اور جند اور ترک سلطانین کو ادب، نوازی کے متعلق میں نے ”بزم فروغ اند“ کے لئے مضمون  
 لکھ کر پیش کیا تھا۔ امید ہے آپ کی نظر سے گزر رہا ہوگا۔ کاش مجھے فرصت ہوتی۔ مگر میرے اپنے  
 بہت زیادہ پیل ٹیل ہے اور روز بروز ہر وقت زیادہ ہو رہی ہے بعض اوقات تو سر پکڑنے لگتا ہے اور طبیعت  
 انہیں پیدا ہونے لگتی ہے، اگر کام نہایت دلچسپ ہے تو بہت نہیں کرتا۔ انشاء اللہ بھرتی احسن سر انجام ہوگا۔

کرتے رہے۔ دارم

۵۱۲ جنرل سہیل

غزنی مکتب

آپ! لا ایزہ۔ شیراں! شکار! وقتند  
 غزنی! زہل چان! ہر روز! بار! او! پیر!  
 نو! یوں! ہزار! دلاں! را! خوں! مار! آمو! وقتند  
 درس! آں! عشرت! کہ! دوز! فعل! ہمار! آمو! وقتند

(۶)

بنام قمر سہیل

برادر محترم و مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بھائی سالانہ کا خط خود خیر ہے آیا۔ اس میں آپ کی مراجعت لاہور کی خبر کے ساتھ آنکھ کی شبابت  
 کی مراجعت کا بھی ذکر ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے صفا و ایمان میں رکھے۔ مگر یہ ایسی بات نہیں کہ اسے آپ سرزنہ  
 کریں دیں اور حسب دستور سابق کام میں بہت باتیں۔ اور مراجعت ہیں کہ آج کل خط ہر ملائے کہ ان آید کا  
 بن رہے ہیں۔ آپ کی حالت پر ان کا یہ فقرہ: ”وہ ہمدم و ہم نفس جو کام میں تفریح میں ہر قسم کے مشاغل میں شریک حال قائم  
 میخا ہے۔ اور میری زندگی نصیب ہو رہی ہے!“ انہیں ان آقاوند شریہ کی آنکھوں میں آنسو لے آیا۔ دیوان بھلاہ ہر قسم

لے میں عارضہ آشوب چشم کے سسٹے دو مہینے پہلے ہو گئے کہ آپس آیا تو ہر پہنچتے ہی عارضہ عود کر آیا۔ اس میں اسی کا ذکر ہے۔ شریہ  
 حکیم فیر محمد عروم کے علاج سے فائدہ پہنچا۔ چتر

آوی ہے۔ اس کی اور ہم سب کی دوائیں آپ کے شریک ملال ہیں۔ مگر ہم کہاں کے مستجاب تھے۔ یہاں تو زمین مطلب شکل نہیں۔ فصولِ نیاز۔ کامنٹریں ہیں۔  
 سلطان سلیم کے دیران کا ایک مہرورہ فہرہ امد حاصل کیا ہے۔ آپ کی نماز۔ مگر وہ بدوہر کہ پیش کر دیں گا۔ آپ یہاں آئیں گے تو۔ یا خود حاضر ہو کر۔۔۔ میں ڈاک کے ذریعے سے تلک ہونے کا بھی ڈر ہے اور پھر مٹل کیا آیا۔  
 میں نے پدم فروغ اردو اسلامیہ کالج کے لئے ایک مضمون لکھ کر بہرورہ اور محمد نظامی کو بھیجا تھا اور کہا تھا کہ آپ کو اور سلطنت صاحب کو مزید دکھائے۔ اس میں سلطان سلیم کے کلام پر تبصرہ تھا۔ سلطان محمد فاتح کی فارسی انشا کے نمونے تھے۔ جائی اور ترکی سلاطین کی خط و کتابت کا ذکر تھا۔ عام مضمون شاید فارسی ادبیات اور ترک صلاحین تھا۔ مگر اس پر غور۔ نے سارا معاملہ غت ردود کر دیا ہے۔ سلطنت صاحب کو فرست برتر اسے فیلسفون کر کے بلائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ سلطان محمد کے وہ خط آپ مزید پڑھیں جن میں فتح قسطنطنیہ اور اس کے بعد کی جنگوں کا ذکر ہے۔ میرے پاس نقل موجود نہیں۔

سلطان التواہج کے متعلق عزت کر چکا ہوں۔ اور ہر طرح غیرت ہے۔ والسلام  
 مخلص تا تیر

۲۸ ستمبر ۱۹۳۲ء

(۷)

نام سلطنت صاحب

میرے THESIS کا پھیلاؤ بے حد بڑھ گیا ہے۔ اس لئے اب دیر تک خطوط نہ لکھ سکوں گا۔ مگر متنی ہوں کہ آپ کا ہے گا ہے حالات سے مطلع کرتے ہیں۔ فرائض ہوگی۔  
 انقلاب کی باتامدگی کا شکریہ۔ مگر اب سلسلے کو منقطع کر دینے ناانکہ دوبارہ درخواست کر دوں۔ فرم کے تم بھنے پرفہرہ ہر شہر قریہ ہر قریہ پھرنے کا ارادہ ہے۔ اس لئے خواہ مخواہ  
 BILL مجھادیئے تاکہ BUDGET میں شامل کر لوں۔ اندر اپنی حیثیت کا جائزہ لے سکوں۔ ادائیگی تو واپسی پر ہی ہوگی۔

اند ہر طرح غیرت ہے۔ جواب کا طالب۔ والسلام  
 تا تیر

۲۸ ستمبر ۱۹۳۲ء

حسرت کو نہ ہم نیاز۔ اور شمیم صاحب کو بھی۔

(۸)

نام سلطنت صاحب

PENBROKE COLLEGE, CAMBRIDGE.

سلطنت صاحب!

السلام علیکم۔ انقلاب کے متعلقہ کفرانِ نعمت کی اہم وجہ تو اتحادی تھی۔ بیٹ بنا رہا تھا اندئے سال کے لئے نیک ارادے مرتب کر رہا تھا۔ کتبوں کی اژدری مد سے "LONDON MERCURY" "LIFE AND LETTER" اور "انقلاب" کا نام تھے ناول اور ڈرامے کاٹے۔ باتیات کے لئے

ترجمہ کی۔ مہرہ سے مائیاں اور وہاں کاتے اور ایک آدھ اور اشیاء جو غالباً طبوسات ہی میں شمار ہوں گی۔ سب سے پہلے اور قیصر کی تہہ و مقعر کی۔ مگر پٹ پینے تو کافی مدت سے ترک کر چکا ہوں۔ گو تم نہیں کھاتی۔ خیالی تھا کہ بکلاٹ چھانڈا، فغ اور سرگی۔ مگر ایک ریڈیو گرام اور ایک TOUR نے سب کچھ برابر کر دیا بلکہ مضامین مضاعف کر دیا۔ ہم اصل میں بیسٹ امانی کے اہل ہی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ مسلمان شرع و سود کے کم ہونے سے بھی کڑاں ہی رہیں گے۔ یہ مطلقاً حرام ہے۔ ہم حساب کتاب کے بیچ میں پھنسے اور گئے تاجن ڈاکٹر اور۔ اب اڑا۔ بلکہ تمام بڑو غائب۔

لیکن "انقلاب" کے خلاف میری سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ یہ بے حد خیال افروز واقع ہوا ہے۔ پڑھنے کا کیا ہے۔ ایک آنہ افکار ہی سے دھراں ہوتا ہے۔ اور ہر بھائی کے انداز سے سود و سود۔ مگر ستم یہ ہے کہ بڑے بڑے علماء شتم نہیں دینا۔ یہ سب سب بھڑا ہے۔ اور THEISIS دینے سب دھڑے رہ جاتے ہیں پکھنے جتنے کمالی سن بیٹے۔ پنجاب کونسل کی رومرو میں پڑھا کہ درپہ تعلیم نے کسی سوال کے جواب میں فرمایا کہ سرکار کی ترجمہ جنسی امراض کے پھیلنے کی طرف، ہمیں دلائی گئی۔ ابتدا کوئی دفاعی تدبیر یا قوانین اختیار کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اور بتایا کہ فقط ایک میڈیسیٹل لاپورٹ میں پچھلے سال تین ہزار سے زیادہ لوگ جنسی امراض کے علاج کے لئے آئے۔ یہ ایک ہسپتال کا حال ہے۔ گو یہ ہسپتال بہت بڑا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر سرکاری اور قومی شفاخانے بھی ہیں۔ ڈاکٹر احمد عظیم بھی ہیں۔ اور اشنہاری کارخانے بھی ہیں۔ اور بیشتر زمینیں اندہ ہی اندہ گھل کر رہ جاتے ہیں۔ یہ موزی راضی لبرسٹ پھیلتی ہے۔ اور نسل بہ نسل چلتی ہیں۔ مردانگو اور جوانی کڑاٹ کر رکھ دیتی ہیں۔

(ADVERTISEMENT IN DAILY PAPERS AND BILLS OF  
MAJOR GENERAL, SIR JOHN MEGAW) مگر۔  
DIRECTOR OF I.M.S. کی رپورٹ چھپ چکی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ان امراض کا زہر ہلا اثر پذیرہ فیصدی آبادی تک پہنچ چکا ہے۔ گویا ساتویں سے ایک آدمی زرد سموم ہے۔ اور اگر کم عمر اور زیادہ عمر اور مردوں میں اس کا اثر کم تصور کیا جائے۔ تو جواڑوں میں یہ تناسب بہت زیادہ ہوگا! انا دھڑوانا امیر راجعون۔ یہ حالات ایسے نہیں کہ ان سے چشم پوشی کی جاسکے۔ اور پھر پرق کے متعلق اسی رپورٹ میں لکھا ہے کہ "کثرت سے اور سرعت سے اور استقلال سے پھیل رہی ہے" اس پر میرا کا اندہ ہے جو ہر سال پانچ کروڑ سے دس کروڑ کو ہر تہا ہے اور امراض کو روکنے کی قوت کو کم کر دیتا ہے۔ مزید برآں فائدہ اوندھا کر دینے والا افلاس۔ جس کا اثر اب پنجاب بھی محسوس کرنے لگا ہے۔

میجر جنرل بہادر کی اس رپورٹ کا اردو میں ترجمہ ہونا چاہیے۔ اور اس کے خاص حصص پر مقالات سے نور دینا چاہیے۔ جس سرکار کی قوجہ اس طرف مبذول ہوگی۔ محض کونسل میں ایک آدھ سوال اور سرکاری رپورٹ کا کافی معلوم ہوتا ہے۔ حالات تو اس قدر خطرناک ہیں کہ کونسل کو اس پر ایک خاص مجلس منعقد کرنی چاہئے۔ مگر یہ نہ فرقہ وارانہ

معاملہ ہے نہ مجلسی مسئلہ ہے۔ اور پھر گندی سی بات ہے۔ دگ چہ میگزیناں شروع کر دیتے ہیں۔ اور سہی مذاق شروع ہو جاتا ہے۔ اور عاقبت یہ ہے کہ رات میں سے ایک سموم ہے۔ جواڑوں میں غالباً پانچ میں سے ایک، ہر پانچ میں سے ایک۔ اس فضا میں گناہگار اور بے گناہ ہر کوئی خطرے میں ہے۔ کیونکہ یہ چھوٹ کے امراض ہیں۔ بلکہ گناہگار لوگ تجربہ کار اور محتاط ہونے کی وجہ سے شاید زیادہ محفوظ ہوں۔

تپ دق۔ آتشک سوزناک۔ فاقہ! روم کو آگ لگ رہی ہے اور ہم بیٹھے مرلی بجارہے ہیں۔ اس ملک میں جنسی امراض کے متعلق نہایت تسلی بخش انتظام میں۔ لوگوں کو ہر ممکن طریقے سے تعلیم دی جاتی ہے۔ تصویریں، لیکچروں، مسعودوں اور کتابوں۔ سے اس سے بچنے کے ذرائع بتائے جاتے ہیں۔ اور ڈاکٹر تو کہتے ہیں کہ یہ جہالت کے امراض ہیں۔ گنہ گاری کے نہیں۔ کیونکہ اس سے معصوم بچے بھی شکار ہو جاتے ہیں۔ فاقہ مست مزدور دیکھاری سے تنگ آکر کارخانوں اور ٹہنوں کی طرف بھاگتے ہیں، اور راتوں سے دور اور غربت اور انفلاس کے مصائب میں گھرے ہوئے جا ملانہ طور پر کیا کچھ نہیں کر سکتے اور جب وہ بیات ہیں واپس آتے ہیں تو معصوم بیویاں اور گھر کے دوسرے لوگ سموم ہو جاتے ہیں۔ اور تپ دق تو ہماری ہوا میں ہے۔ پان کی پیک۔ گرد و غبار۔ عام لعاب انشائی جراثیم کو فائدہ بخشنے پھرتے ہیں۔

ان سب پر بیک وقت حملہ مشکل ہے۔ مگر جنسی امراض کا تہہ ادک نسبتاً آسان ہے۔ ان کے خلاف عام پرچار ہونا چاہئے۔ ڈاکٹر۔ معلم۔ جوائے نویس اور ایڈیٹر سب مل کر بلا تفریق مذہب و ملت کام کر سکتے ہیں۔ اور پھر ان سب پر علماء اور پنڈت و دیوانوں کا اخلاقی زور ہو تو کیا نہیں ہو سکتا۔ (یہاں حال یہ ہیں ایک جنسی امراض کے متعلق ایک فلم دکھائی گئی تھی)۔

اس مسئلہ پر مزید خاموشی بے معنی اور جواز ہے۔ یہ کہنا کہ یہ گناہ کی سزا ہے۔ غلط ہے کیونکہ بے گناہ بھی پھنس جاتے ہیں۔ بیویاں بچے و دست۔ چھوٹ کی وجہ سے۔ فرض تمام قوم کو خطا ہے۔ اور پھر سچ۔

ہر چاہئے سزا میں عقوبت کے واسطے

یہ کہنا کہ اس کا ذکر بے حیائی ہے ایک حد تک صحیح ہو گا مگر اب تو آب از مرگ زشت کا معاملہ ہے۔ یہ کہنا کہ باہر کی دنیا ہمارے خلاف کیا کہے گی بے معنی ہے کیونکہ یہ فاقعات سب کو معلوم ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں انگلستان سے زیادہ اس مرض کا زور ہے اور محض لوگوں کی باتوں سے ڈھکے قوم کو تباہی کی ناریں جلائے دینا قاتلانہ حماقت ہے۔

تدارک کی تدابیر کے متعلق ڈاکٹر حضرات کی رائے فہنی چاہئے۔

دیکھا آپ نے یہ تیسرا صفحہ ہے اور میں ہوں کہ بکے بار۔ ناہوں۔ یہ سب "انقلاب" کی کارستانی ہے، نہ پڑھنا نہ وزیر تعلیم و طب کے جواب و سوال سے آگاہی ہوتی۔ نہ اس طرح اپنا اور آپ کا وقت ضائع کرتا۔ اور بالخصوص جب یہ تمام گفتگو بے سود ہے۔ "اسعد لا تبریری" اور کاپی رائٹ کے متعلق بھی میں نے اسی طرح جوش میں آکر لکھ دیا

بعد میں سوچتا رہا کہ اس کا فائدہ کیا ہے۔ اسمبلی میں اس پر کون تو جبر دے گا۔ کہیں گے ہاؤسری کے لئے عمارت بنو نہیں۔ کچھ بھی نہیں کہیں گے۔ اسی طرح یہ جنسی امراض کا مسئلہ ہے۔ کہیں گے کیا غیر شرعیانہ بات ہے۔ اور بیکوٹ بن گئی تو کیا ہو گا۔ وہ یہ کہاں سے آئے گا؟ امراء کو اس کی ضرورت نہیں۔ وہ باخبر بھی ہیں اور ذلت خیز بھی رکھتے ہیں۔ غریب کو کون پوچھتا ہے۔ اور مرض ہے کہ بڑھ رہا ہے۔ مٹی مٹی اخبار اخبار اشتہاری کارخانے پھیل رہے ہیں اور نئی نسلوں کو بہاد کر رہے ہیں۔

اور پھر چناں کو دیکھئے ڈسٹرکٹ بھائے جاتے ہیں۔

ان پارٹیوں کا استیصال تو مدت لے گا۔ گزرا وہی اشتہار بازی کا تدارک نسبتاً آسان ہے۔ آپ مدت سے اس کے در پے ہیں۔ اور بہت کچھ کر چکے ہیں۔ لیکن چراغ تلے اندھیرا کچھ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ابھی ہم دوزخ پر حملہ ہوا ہے اور نیرنگ خیال ہر سال اس وبا کی ترویج کرنے کا تہیہ کر رہا ہے۔ میں یہ صحت حسن کو اس بے بردگی کے متعلق سختی سے قائل رہا ہوں۔ اول تو ہر قسم کے خطاب یعنی ہی نہیں سحر ہوتے ہیں۔ کسی زندہ شخص کو کسی اداوے کی طرف سے بھی کوئی نقب دینا میرے نزدیک غیر مستحسن ہے۔ لیکن کسی رسالے کا اپنے مضمون نگاروں کی "تشہیر" کرنا محض خیرینہ الحاح کرتی ہے۔

میں ہندوستان میں ہوتا تو اپنی حمایت اور مراقت کر لیتا۔ مگر اب بے دست و پا ہوں۔ لہذا اس پر دم توڑنا غرضش را۔ مجھے ابھی تک رازدار نہیں ملا۔ لہذا تفصیلات سے نا آگاہ ہوں۔

مہر محبتی کو پچھلے ہفتے ایک خط لکھا تھا۔ یہاں سب طرح خیریت ہے۔ کام ہو رہا ہے۔ برا بھلا۔ دعاؤں کا محتاج ہوں۔ عید مبارک! (یہاں چھ کوہلی تھی) عزیزاں رشید دروٹ کو سلام اور پیار۔ تازہ کلام سے گزرتا ہوں۔ رفتہ رفتہ دیکھا ہے کہ ہنوز ایک در سا غرض کے شانہ دارم

۸۔ جنسی مسائل

مخلص تاثیر

(۹)

بنام ملکت صاحب

THE UNION SOCIETY, CAMBRIDGE.

مجھ کو تنہا رہنے دو تم اپنے حال پر رہو۔ بننے دو  
خوش رہتا ہوں، اچھا ہوں میں، بلکہ بہتا ہوں، بہت سعد  
مجھ کو تنہا رہنے دو تم اپنے حال پر رہنے دو  
میرے دل کی آگ بجھا دی آہیں بھرنے والی  
میرا ٹھنڈک کھوٹا لی۔ بہ الفت کرنے والی  
مجھ کو تنہا رہنے دو تم اپنے حال پر رہنے دو  
مجھ کو مجھ سے چھین لیا ہے میرے اپنے پیاروں نے

نکولے ٹکڑے کر ڈالا ہے پر ہم جہی نکولادوں نے  
 مجھ کو تنہا رہنے دو تم اپنے حال پر رہنے دو  
 ڈھانچا یا ہے میرا حق من! زک نازک بدوں میں  
 چھوڑ دو مجھ کو۔ دم گھٹتا ہے میرا تم مجھ کو دل میں!  
 مجھ کو تنہا .....  
 تیرے کیا ہے تم نے مجھ کو الفت کے بت مانے میں  
 مریہا جاتا ہوں اب میں آپ اپنے افسانے میں  
 مجھ کو تنہا .....  
 پارٹرن سے گھیر لیا میں تم میں کھریا جاتا ہوں  
 اب میں اپنی آنکھوں سے بھی اوجھل ہوتا جاتا ہوں  
 مجھ کو تنہا .....  
 میری اک تصویر۔ خیالی۔ تم نے آپ بنالی ہے  
 مجھ سے تم کو پیار نہیں ہے اپنی صورت پیالی ہے  
 مجھ کو .....

تایثر

مارچ ۳۵ء

(۱۰)

نام سالک صاحب

4, ST. PETER'S TERRACE, CAMBRIDGE. برادر محترم!

اسلام علیکم۔ مدت کے بعد فرصت ملی۔ ایک مدد نظم اور ایک مدد خط لکھ رہا ہوں۔ نظم ادھر منتقل ہے اور خط لکھ رہا ہوں۔

کچھ زکام کی شکایت کچھ کام کی کثرت کچھ تعلقات کا پھیلاؤ۔ یہ ٹرم بہت بے سرو پارہی۔ اب وقت کا میزانیہ تیار ہوں (وقت = دولت)۔ لیکن مجھ سے پروگرام کے مطابق کام نہیں ہو سکتا۔ ٹوٹ کر آتی ہے کجعت جدھر آتی ہے۔ قسم کی طبیعت ہے۔

بھائی قہر آ رہے ہیں کیا؟ کب؟ میں ۱۹۳۶ء میں شاید اپریل میں آؤں (پہلی کو نہیں) جج کینٹ ہے۔ اور کچھ میروسیاحت کی۔ یا اپریل کے بعد۔ اور ۱۹۳۶ء میں۔ بال جبریل پڑھی کیا رائے ہے احباب کی؟ سب کو سلام اور پیار۔ والسلام  
 تاثیر مارچ ۱۹۳۵ء

(۱۱)

نام سالک صاحب

سالک بھائی۔ اسلام علیکم۔ آپ کا خط کیمبرج سے ہوتا ہوا BRIGHTON پہنچا۔ وہاں سے

میرے پیچھے پچھے نڈن آیا۔ اذرا ب میں جواب لکھ لائیں۔

خطہ لکھنے کے متعلق حضرت فیروز دی ہے۔ میں جواب طلب باتیں کم لکھتا ہوں۔ یاد آئی فرمست ہوئی اور فلم ووات سامنے موجود پائے تو کچھ لکھ ڈالا۔ اور وہ بھی وہی تباہی۔ کہنا کچھ چاہتا ہوں اور کچھ اور کہہ دیتا ہوں۔ پے بہ پے مصائب کے حالات سے دکھ ہوا۔ قیصر بھی بھائیوں کی طرح عزیز ہے اور اس جڑ پر مٹنی کوئی برائی اسی قداراب رنج ہوا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ مہاں کی شاق موبی کچھ اسی طرح کہ ہے۔ اپنوں ہی پر بس چلتا ہے، ان کا تسلیم کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔ اور پھر جنہیں انکی دینا پہ ایمان ہے۔ ہمیں یہاں کی آئی جانی مسیبتوں کے غلوں، وفغان کرنے کا کیا حق ہے۔ بھارا حیرت بھی مجھ پر گیا۔ انقلاب سے معلوم نہ تھا۔

میں نے ایک دوبار لکھا تھا کہ انقلاب کا سلسلہ بند کر دیجئے۔ ان کا شاید متعلق نہ ہو سکوں۔ اور یہ کہ آج کل بہت کم فرصت ہے۔ ہفتے کے اخبار گھنٹہ بھر سے کم وقت میں پڑھے جانے ہیں۔ مگر یادیں ہفتہ بھر نہیں جاتی لیکن جو راحت ہوتی ہے اس کا میں نے نوکر نہیں کیا۔ خبروں سے نہیں بلکہ مقالات اور افکار سے۔ مجھے دو بھائی گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔ ہر کے صغریٰ کے لئے۔ صاف کے چوچے۔ ایک گزر آگئی ایک نشتر زن۔ ایک باطل کا سر پھیلنے والا۔ ایک دکھتی مرنی رگ و بانے والا۔ خدا تمہارے دست و بازو و سلامت رکھے کہ تم احباب کے دست و بازو۔ معاون رکھنا میں کچھ **SAFETY TIME** ہو گیا ہوں اور یہ نئی تہذیب کے خلاف ہے۔ مگر میں ہوں۔ کیا کروں۔ چھ نے اہل مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند! — علامہ کی نئی کتاب سے مجھے مطالعہ پر کچھ بالواسطہ ہوتی۔ مگر دوبارہ پڑھنے سے سہ بار۔ پڑھنے سے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ اور کے امکانات غیر مناسبی طور پر وسیع ہو گئے ہیں اور کیا ہو سکتا تھا۔

خودی کی غلو توں میں مصطفائی

خودی کی جلوگوں میں کبریاں

زمین و آسمان و عرش و کرسی

خودی کی ند میں ہے ساری خدائی

اقبال نے فارسی میں بھی اس سے بہتر کیا کہا ہے - اور پھر عجب اودے اودے نیلے نیلے پہلے پہلے پیریں - اند  
 عجب بھول ہیں محرابیں یا برباں قطار اندر قطار - حقیقت کی اقبال و نیگور والی نظم میں "..... سکھیاں قطار اندر قطار  
 ہیں - حقیقت کی خوش قسمتی اس سے زیادہ کیا ہوگی - .....

افکار میں کون سے اشعار چھپے ہیں؟ آپ کو پسند آگئے تو لپٹتے ہی ہوں گے۔ اس داد کی منزایہ ہے کہ دو نظیں نقل کرتا ہوں۔ یہاں ایک ہندوستانی بزمِ نبی ہے (زیرِ مدارت مرعبد القادر۔ شہزاد سیکھڑی ہے،

سے ملک لال ہیں فقیر مرحوم کی اہلیہ کا انتقال - مرحومہ سالک صاحب کی قریبی عزیزہ تھیں -  
 رحمہ نظام مصطفیٰ -

دعاں پڑھی تھیں۔ ایک، غزلیہ اور ایک پیغامیہ ہے۔

۱۔ میخانہ افرنک

تسے ہر عام کا کیاں ہے مزلے ساتی  
تجھ پہ کیوں مست جھٹے جھے ہیں رنڈا، کہی  
وہی چنانہ خوشی وہی قہر وں کا شمار  
وہی آقا کی دھوکھی کی تجھ سے ہیں  
جاں بلب پیاس سے کوئی کوئی جیستی سے  
اب نئے رنگ کے میٹھوایاں آئیں گے  
اب بلانی ہے تو کچھ اور بلا سے ساتی  
وہ ترسہ پاس نیا نشہ ہے کیا اسے ساتی  
وہی انداز برانا ہے ترا اسے ساتی  
وہی بند ہے ہیں وہی انکے خدا اسے ساتی  
کیا یہی ہے ہے تری آب جلالے ساتی  
اب یہاں سے تو کواں اپنی اٹھلائے ساتی

(۲)

اب یہاں سے مدینیاں کا نہ دھانا ہوگا  
عہد سبطانی جبر کی ساعت، قریب  
تری پھٹ کی گلائی پہ جواب، جھوڑ  
یونہی رکھے مجھے وہ بائیلے کو اب ہوگا  
پھر سہارا آئی گئی جیب گریباں کی تیز  
کھیل جاتے گی نئی رنگ کی ہولی تاثیر  
غم احمد زہر اندیشہ، دردا ہوگا  
تو معزز جیسے کھابے وہ رسوا ہوگا  
وہی عہد و جہاں ترا آتے ہوگا  
جلنے لے پیرمناں مشر ترا کیا ہوگا  
قیس پھر دست کش دامی صورا ہوگا  
میکشہ مشوہ کہ جلدی یہ تماشا ہوگا

یہ اشعار شاعرت کے لئے نہیں۔ ہرگز نہیں۔ محض متر مہاسب اور آپ کے لئے ہیں۔ اور اصحاب کے لئے۔

یورپ کا مطلع بہت مکمل ہو رہا ہے۔ ان گریوں میں خدا خیر کرے۔ اگر اب کے یہ بلائی گئی تو سوا یاں عزیز ہیں  
گی۔ میں سوا ہیں آ رہا ہوں۔ جرنیہ کی تیاری اکتوبر میں مکمل ہوگی۔ انگلستان کی فوج میں۔ اسی طرح .. ..  
ہر ملک اس سال پوری طرح میں ہو جائے گا۔ مگر ہر ملک یہ چاہتا ہے کہ دوسرے کی تیاری سے پہلے پک پڑے۔ سکاٹلینڈ  
کی طرح۔ آپ کو یاد ہے سن ۱۹۱۳ء میں KIEL CANAL مکمل ہوئی تھی۔ لہذا LORD FISHER نے ۱۹۱۱ء  
میں جرمنی پر حملہ کرنا چاہتا تھا EDWARD KING اس کا حامی تھا۔ مگر وہ مر گیا اور جرمنی نے CANAL  
بننے ہی نہ کر دیا۔

آج کل یہاں JUBILEE کا چرچا ہے۔ ایک پرنٹنگ پبلشنگ شائع ہوا ہے "THE JUBILEE"

AND HOW" (BY T.A. JACKSON) ابتداً ملاحظہ ہو۔



Trade risks in the king business on may 6th we shall all have a holiday for most of us this will be without pay, but all of us will be (Officially) Expected to rejoice ! why ?

Because King George the Fifth has kept his job for twenty five years. To hold a job in a competitive market for a quarter of a century, is Now a days, no small feat. And although the post of a king can hardly be said to fall within the competitive category, there have been in the past years so many cases of kings deposed, dethroned and otherwise placed on the retired list that we can under stand why

شاہ ہندوستان میں ایسی باتیں گشتی قرار دینے کے قابل نہ ہوں گی یہاں بھی کوئی اتنی آزادی نہیں۔ تاؤنا سہی۔ مگر اتنا ہندوئیں کچھ کم نہیں۔

انکار میں ایک صاحب جہاں فرشتی کی تار کے بجائے کے منسحق لکھا تھا۔ یہ صاحب جہاں ہری ہیں۔ بڑے بات مسلمان ہیں۔ عورت کا ایک کارڈ ہندوئیں میں کھول رکھا ہے۔ ال کا میرہ وطرشاسی کے لئے کرایا تھا۔ علیگڑھ کے OLD BOY میں۔ چنانچہ ALGARH ASSOCIATION کے اہل پران کا ایجاد کردہ ممبر — KHER — MARINE — شاہزادی مرتضیٰ کو شادی کی تمغہ پر PRESENT کیا گیا ہے۔ جسے بعد تشکر قبول کیا گیا۔ آپ B.B.C. میں براڈ کاسٹ بھی کر چکے ہیں۔ ان کے عربی لباس میں فرٹا خیالات میں چھپتے رہتے ہیں۔ پلاؤ اچھا پکاتے ہیں۔

”ہندوستانی بزم“ پُر مٹھ چیز ہے۔ یہاں چائے اور شامزنی ہوتی ہے۔ سر شادی لال بھی ہوتے ہیں۔ غرض ہر طرح فلورط طلب ہوتا ہے۔ مرد عورتیں۔ ہندو مسلم۔ عیسائی۔ انگریز۔ پارسی۔ ہندی افراد کا چھچھ جیسے آئینہ جس کی تارین اصن ماتین ہر وقت سر ہندوئیں کی کچھ غلطی۔ شادی لال نے ٹوک دیا تو سر ہندوئیں نے ابل گئے صاحب میں یہ ہمیشہ آپ سے دہار ہوں۔ ہمیشہ — اس پر فرشتی قہقہہ ہوا۔ شادی لال غایا۔ اس مذاق کو کبھی ہی نہیں۔ سید ہی نہیں۔ شادیہ مصنوعا۔ کبھی ہی نہیں۔ اس بزم میں نے ایک دوبارہ بالہ بریل سے بھی کچھ سنا یا ہے۔ ۶۰ روپے کی ایک اور جگہ میں علامہ پر ایک خنجر بھی پڑھا تھا۔ اس میں تازہ ترین علامہ پر بھی تبصرہ تھا۔ ٹوک بالہ بریل کی سہارے بہت ترش اور حیران تھے۔

اور کیا لکھتا چلا جاؤ۔ مجھے اب برٹش میوزیم جانا ہے۔ اور پھر ایک دن میں دریاں ہیں۔ لکھنؤ اور ڈن۔ تینوں جا گیا۔ لندن کے فاصلوں کا اندازہ اس سے ہر سکا ہے کہ جسے پچیس میل سے زیادہ مسافت ہے

کرنی پہلی۔ ان تینوں کو جگتا نہ کئے۔ جہنگ سدا ہے۔ دو بڑا حال سود و بے کراہ میں پڑ جاتا ہے۔  
 ہر بجائی نہیں آ رہے پھر۔ مالوہ کے کامیاب مزدی تھا۔ اچھا۔ عزیزی سلام۔ رشتہ کدوت  
 کو یاد (دوت کیا کر رہے ہیں؟) خدا ان کو کامیاب کرے۔ نتیجہ کا منتظر رہیں گا۔

ہر بجائی کو سلام نیاز۔ امتیاز۔ بخاری اور حرمت کو سلام اور جو سامنے آ جائے۔ واسلام  
 ۱۴ مارچ ۱۹۷۵ء  
 غرض تاثیر

(۱۲)

سلاطین صاحب

برادرم! اسلام علیکم۔

خط لکھ کر لٹائے میں ڈالا تھا کہ آپ کے اور میاں امین الدین کے خطوط اکٹھے پہنچے۔ میاں امین الدین لفظ  
 پہنچ گئے ہیں اور یہاں عنقریب آنے والے ہیں۔ کچھ گھر بار کی باتیں ہو سکیں گی۔ آپ کا خط حسب خواہش فرحت بخش تھا۔  
 میں بخاری اور حرمت کو لکھ چکا ہوں۔ مجھے اب سوائے خوشگوار یادوں کے اور کچھ یاد نہیں۔ اور ان کے سوا اور  
 تھا بھی کیا؟ ہم نے ہمیشہ ایک دوسرے کی مسرت کے لئے کوشش کی ہے اور اللہ رستہ رہیں گے۔  
 زندگی رہی تو وہیں آکر کچھ مفید کام کرنے کی نیت ہے۔ کئی امکنگی ہیں اور ان سارے ہوائی قلعوں کی بنیادیں نہیں  
 چند احباب کے کاندھوں پر قائم ہیں۔ اگر یہ روشیں تو میں مانوں گا۔ اور مجھے تو روٹھے آتا ہی نہیں۔ ان کی  
 پرانی عادت ہے!۔

امتیاز صاحب کی شادی کی خبر سنی تھی۔ مگر یہ خسر کی وفات بہت بے وقت ہوئی۔ اس لیے کہ میاں امین  
 اب بنیرو خوبی لاہور میں سکونت پذیر ہو گئے ہوں گے۔ انہیں کچھ وقفہ بھیجوں؟ کیا بھیجوں؟  
 MARIE STOPES کی کتابیں تو وہاں بھی آسانی مل جاتی ہیں۔

شادی کے سلسلے میں مذاق ہی کیا جاسکتا ہے سو کر دیا ہے۔ تریاق بھی زہر کھارے۔ چشتی صاحب اب کیا کر رہے  
 ہیں؟ "دوسرے" گھر ہے ہی کیا؟ عراق میں تھے تو انگریز کی حکومت کا ستیا ناس کیا۔ امرت سرگئے قراچار کے  
 ساتھ احوال کو بھی زودیں لے آئے۔ زمیندار میں چند دن قیام فرمایا تو اس کی بنیادیں ہلا دیں۔ اور تریاق کے لئے تو قسم  
 قائل ثابت ہوئے۔ ساتھ ہی کانگریس کے لئے بھی!۔ ان کی یہاں بہت، نزہت ہے۔ بدست پر نہ بہت سراٹھا  
 رکھا ہے۔ تحقیقات کیجئے قبل کبھی یہیں قیام فرما تو نہیں رہے؟ مجھے تو یقین سا ہونے لگا ہے۔

حرمت صاحب تیلہ پر سودن کے لئے ان سے معذرت خواہ ہوں اور جو چکا ہوں۔ یہیں سے کسی نے لکھا  
 تھا۔ میں نے نقل کر دیا۔ گھٹا کر رہوں۔ انہی حرمت کی والدہ فوت ہو گئیں۔ بے چارہ بے خانان ہو گیا۔ خدا سے شکیں  
 قلب عطا فرمائے۔ بہت حساس آدمی واقع ہوا ہے!۔

کام اچھا ہو رہا ہے۔ پھل ٹرم اور اسی ٹرم کے مقطع میں ایک ممنون لکھ کر "بزم فروغ اردو" کے لئے  
 برغزدار محمد نظامی کو بھیج چکا ہوں۔ "تکون" کی ادب دہائی کے متعلق۔ چند نئی چیزیں ہیں۔ نظامی کو لکھ رہا ہوں کہ آپ

کروا کر کے لئے کھائے (میں نے یہ بھی گھسیٹ کر بھیج دیا ہے اور نکل کرنے والے خدا جانے کیا کر ڈاں اس سے لے لیتا تو بھی جائے استاد خالصت) آپ اسے فرق کر کے خود بھی کہہ دیجئے۔ موجودہ ٹرم ۹ جون کو ختم ہو گیا۔ چار مہینے کی چھٹیاز۔ برائے نام چھٹیاں ہیں۔ THESIS بہت وسیع ہے۔ صبح و شام کا کام ہے۔ دعاؤں کا ذکر ہوتا ہے۔۔۔ فرامیسی شروع کر رکھی ہے۔۔۔ لہجہ درست کرنے کے لئے کچھ وقت فرانس بھی جانا پڑے گا۔ شاید لگے یہاں سے فرانسیسی کا ایک دفعہ مل گیا تھا۔ میں نے کہا یہ بھی سہی۔ گو اب کثرت کار کی وجہ سے بچتا ہوں تو یوں نہ ہو۔ مگر وہاں ہے بڑی لذت۔۔۔ اور میرے THESIS میں مدد ہوگی۔۔۔ خدا داد و رشید کے نتیجے سے مجھے مزدور مطلع کیجئے۔ منتظر ہوں گا۔ یہاں سے دعائیں ہی دے سکتا ہوں۔ دینا دیتا ہوں۔

فارسی غزل تخلص کے باوجود اس وقت نہیں ملتی۔ اردو بھیج چکا ہوں۔ یہ پھر سہی۔

مرد صاحب کو LLOYD BANK کی معرفت خط لکھ تھا۔ بنک داروں نے لاپتہ "کہہ کر دیں

ماسلام  
خلص تاثیر

موتا۔ اب دوسرے چنے رکھتا ہوں۔

۸ مئی ۳۵ء

(۱۳)

بنام سائیک صاحب

45, PETER'S TERRACE CAMBRIDGE.

برادر کرم السلام علیکم۔ "انقلاب" لگا ہے گا ہے آثار ہوتا ہے لیکن پچھلے چند ماہ سے تو کچھ نامہ نامہ وطن سے نامہ برا کڑ کھلا۔۔۔ ندا آپ پر رحم کرے۔ اتنی ابتلاؤں ادویوں پے پہ پے۔ اور اس پر ہر روز کی مشقت۔ روزنامہ کا اتنا کام۔ بجائی دہر کی حالات سے بوجھ المضاعف ہو گیا ہو گا۔ اچھا اس کی مصیبت وہی خانے۔ تعذر تو اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ چند حالوں سے آپ اپنا تن من بھول کر اپنے طریقے سے اپنے لئے جو کچھ بھی کر سکتے ہیں کر رہے ہیں۔ اگر اس کی یہی جزا ہے تو اچھا۔ دم مارنے کی ہا نہیں۔

میں آج کل کام میں فرق ہوں۔ THESIS کے آخری ایام ہیں۔ اور پھر اتنی درد میٹھا دکھلاؤں علامہ اور کیا کر سکتا ہوں۔ اٹلی کے متعلق آپ کا رٹ پڑھا۔ تو خیال آیا کہ عموماً بہت لائق بنا سکتا ہوں۔ نازک لئے ایک مختصر سافٹ بھیج رہا ہوں۔ مناسب سمجھیں تو کہیں درج کر دیں۔ اس میں غیر معمولی معلومات ہیں اور غیر احتیادی ہے۔ رشید کا اسمان ہر جگہ ہر گاہ۔ تاکہ بھی نکل آئے ہیں۔ کیا ہوتا۔ رشید یا روف کو کہیں لکھ سکیں کہ تکلیف دینا نہیں چاہتا۔

میں شاید ۱۹۳۶ء کی ابتدا میں آؤں۔ دعاؤں کا طالب ہوں۔ THESIS کا میاب ہو جائے۔

شہیم۔ بخاری۔ امتیاز۔ حررت۔ عباس۔ حفیظ و دیگر جناب کو جو سامنے آجائیں سلام۔ امین

خلص تاثیر

صاحب روبرو صحت ہوں گے۔ والسلام ۲۶ جون ۳۵ء

(۱۴)

ملک صاحب

7, KERAN BOULEVERO, SRINAGAR. برادر محرم اسلام علیکم

اس کا لکھ میں ۷۰:۰:۰ کے ڈکیاں ہیں۔ باقاعدہ دفتریوں کی طرح صبح سے شام ہوئی شام سے چھپا پیر۔ دستور کار بنا ہوا ہے۔ آج کل استقامت ہیں۔ فدا فرست ہوئی ہے تو سر کھیلنے کی بجائے خامہ فرمائی کر رہی ہیں۔

مگر موسم اور منظر قیامت و رقیامت! — خزاں کے تابناک رنگ عجیب بہار پر ہیں۔ چاروں کے آتشیں پتے جھڑ رہے ہیں۔ اور سبز زمین تانبے کی جھیل بنی ہوئی ہے۔ پرسوں برنباری ہوئی۔ قتل از دقت! — آج سورج چمک رہا ہے۔ اور چاروں طرف برف سے ڈھنچے ہوئے پہاڑ جگمگا رہے ہیں۔ چل کے سیاہ مست و رختوں پر برف کی تہیں ڈل کے نیلگوں پانی کی طرح بہا رہی ہیں۔ جیسے زمین کا عکس آسمان پر پڑ رہا ہو۔ اور پیل پہاڑیوں پر سنہری روپہلی آنتابی جھکیاں آنکھ مچولی کھیل رہی ہیں۔ لفظاً! — ہمارا مکان تخت سلیمان کی گردیں ہے۔ سانس ڈل اور اُفق پر ہری بہت کا قلعہ ہے! — اے کاش آپ کو کس میں یا بہار میں آ سکتے۔ گرجوں میں تو محض تبیلی آب و ہوا ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں مکانت کافی ہے۔ بقدر ذوق نہ سہی۔

ہوا کی مستی کا عالم ہے کہ میرے چہرے پر بھی سرخی دوڑ رہی ہے۔ . . . .

آپ لوگ بہت بے ہمت ہیں۔ اخبار سننے کے لئے بند کیجئے۔ مگر صاحب ادا آپ دونوں یہاں آجائیے اور کشمیر نمبر نکال ڈالئے۔

عزیزم عظیم حسین نے حسرت صاحب کا بند و بست کرنے کا شملہ میں مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ کہتا ہے ایذا کر دیا ہے! — تو پھر حسرت کہاں ہے؟

.....

والسلام  
عنسن تاثیر

ہم سب کا محبت جہا سلام۔  
۲۱ نومبر ۱۹۴۱ء

# مولانا عبد السلام ندوی

(۱)

بنام فراموش سپید ہوا اس صاحب

مکرمی سلام علیہ

آپ فریب صاحب روم کا فائنٹ سا خوب لکھا، ایسا دور و انگیز سا خوب ہے جس کے اظہار کے لئے مجھ کو مناسب الفاظ نہیں ملتے، ایسا علم و آیت کرم لوگوں سے سب سے ایک چمک بزرگ کا سید بخدا گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو اور آپ کے تمام خاندان کو صحت و عافیت عطا فرمائے اور آپ کو فریب صاحب مرحوم کی سیجیہ نام مقام کرے۔ والسلام

عبد السلام اعظم گڑھ ۲۳ نومبر ۱۹۲۳ء

(۲)

بنام ڈاکٹر سید عبد اللہ

مکرمی سلام علیہ

آپ "تذکرۃ الشریعۃ" میں شانہ اول میں شائع ہوا اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے شعرائے فارسی اور علماء انہیں نے خزانہ سے ادب معنون اور "سرا" قبلا کے عرب فارسی شعرا کے غزلیں سے کھلنے پر کرم مطلع فرمایا ہے کہ یہ دونوں معنون کہاں شائع ہوئے ہیں۔ اور اگر آپ سے اس پر توجہ و مصلحت حاصل ہو، یہاں آپ سے محو حار فہم و علم نہیں ہے تاہم علمی اشتراک کی وجہ سے میں نے آپ کو یہ تکلیف دہ ہے۔ والسلام

عبد السلام ندوی دارالمنہجین اسلام گڑھ ۲۰ ستمبر ۱۹۲۵ء

(۳)

بنام ڈاکٹر سید عبد اللہ

مکرمی سلام علیہ

دارالمنہجین پر جو کتاب لکھی وہ انشاء اللہ و سیرت میں ختم ہو جائے گی۔ اس لئے آپ کے موعود و معنون کا شدت سے انتظار ہے۔ اگر آپ سے پاس میں لکھتے ہوں تو ان کے نام سے مطلع فرمائیے تاکہ اگر وہ میرے پاس نہ ہوں تو میں ان کو منکروں اور نظر ثانی میں ہی سے نہ دے دوں۔ والسلام

تھیں وہی کے لئے خواستگار معافی . والسلام  
عبد السلام ندوی دارالمصنفین اعظم کراچی - ۱۰ دسمبر ۱۹۳۵ء  
(۴)

۱۰ دسمبر ۱۹۳۵ء

گرامی . اسلام علیکم

اس کتاب کا نام مکمل اقبال تہرگا اور اس نام سے ظاہر ہے کہ میں نے ان کی زندگی شاعری فلسفہ سیاست و طہارت اور قیامت برہیز کے احاطہ  
کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ غرض ہی نہیں ہے کہ میں جس چیز کو مکمل سمجھ جاؤں وہ درحقیقت مکمل ہر اسی لئے اگر آپ اپنے علمات و خیالات سے مستفید  
ورائن کے قریب اور مزید مکمل کا ذریعہ ہوں گے اور یہی آپ کا خائن شکر گزار ہوں گا۔

عبد السلام ندوی دارالمصنفین اعظم کراچی - ۱۰ دسمبر ۱۹۳۵ء  
(۵)

۱۰ دسمبر ۱۹۳۵ء

گرامی . اسلام علیکم

ممنون . اقبال کے سیاسی خیالات پہنچا اس کا شکر قبول فرما چکا ہے اگر ڈیڑھ معاہدے نے پسند کیا تو معاہدے میں بھی شائع ہو جائے گا، اس  
وقت ایڈیٹر اور سب ایڈیٹروں سے فرمایا ہے۔

اگر موجودہ ممنون آپ نہ لکھ سکتے ہوں تو اس کے مترادفات اور بنیادی خیالات مختصر طور پر لکھ دیجئے اور ایک آدھ اقتدار سے جو آپ  
کے ذہنی ہیضہ خلا ہوں ان کی توضیح کر دیجئے، میں ان کی روشنی میں خود کلام اقبال سے بہت سے نتائج اخذ کروں گا میں نے اردو لوگوں کے معانی سے  
بھی اسی قسم کے اہم خیالات لے کر کلام اقبال سے ان کی مزید توضیح کی ہے محض اقبال صاحب ایم۔ اے اور اردو میں عبد اللہ صاحب قریشی کا فندیہ اگر آپ  
لے سکیں اور وہ بہت چیزوں کے دینے کے لئے تیار ہوں تو یہی اللہ سے خواہ کتابت کروں لیکن یہ آپ کہ بہت زیادہ زحمت دینا نہیں چاہتا آپ سانی  
کے ساتھ جو مدد ملے گی اس کا شکر یہ کے ساتھ قبول کروں گا۔

تفصیل جدید الحیات اسلامیہ کا اردو ترجمہ بھی میسر پا گیا نہیں ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ طبع ہوا ہے یا نہیں ؟

عبد السلام ندوی دارالمصنفین اعظم کراچی - ۱۰ دسمبر ۱۹۳۵ء  
(۶)

۱۰ دسمبر ۱۹۳۵ء

گرامی . اسلام علیکم

افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کو نہ محنت برداشت کرنی پڑی اور میں اس کے لئے معافی کا خواستگار بھی، اس لئے نہیں ہو سکتا کہ ممکن ہے  
کچھ اور بھی زحمت دینے کی ضرورت پڑے مدد عبد اللہ قریشی کے پاس جو ذخیرہ معلومات ہے اسکو بھی دیجئے یا مجھے ان کا پتہ دیکھ دیجئے تاکہ  
یہ خود ان کو لکھ ان میں ڈاکٹر صاحب کے متعلق ہر قسم کی طلب یا ہر تحریر مل کو پڑھتا ہوں اور بعض اوقات مجھے ان سے فائدہ پہنچتا ہے مجھے بید

نذیر پلازی ناچر می نہ کار ہے۔ آپ کو معلوم ہو تو مطلع فرمائیے۔

مکتبہ دوفیرہ اقبال کو سب ارشاد زیادہ ست خط لکھ دیا ہے۔ دیکھئے کیا جواب ملتا ہے؟ والسلام  
عبدالسلام ندوی دارالمصنفین، انظر گٹھ، ۲۰ جنوری ۱۹۴۶ء

(۷)

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ

مکتبہ اسلام علیکم

کرولی مارچ ۱۹۴۶ء قنایات بیجاپور کا شکریہ قبول فرمائیے۔ ادا شدہ رقموں کو معاف کیجئے کہ  
کرما سے تو ادا کر دو گستاخ

آپ کا مضمون "اقبال اور بیجاپور" مارچ ۱۹۴۶ء کے صفحہ ۱۱ میں دیا گیا اور کیا عجیب ہے کہ اقبال کی فارسی شاعری پر جو مضمون  
آپ نے لکھا، رعایت کرنے والے ہیں وہ بھی زینبہ صفحہ ۱۱ صاف ہو  
اس وقت کل اقبال کے سودہ پر نظر ثانی کر رہا ہوں اور نئی نئی معلومات کی ضرورت پڑتی ہے اس کے لئے آپ سے اجازت کی  
درخواست کرتا ہوں

ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں مراد پر جو عبارت کندہ ہے اس کی نقل نہ کار ہے۔ اگر آپ اپنے ایک سچے شاگرد کو اس پر متعین کر دیں تو یہ مشعل  
بہ سانی حل ہو جائے گی۔

(۲) ڈاکٹر صاحب کے فرزند جاوید کا سن اس وقت کیا ہے؟ تعلیم کہاں تک حاصل کی ہے؟ ذریعہ معاش کیا ہے؟ صلاحیت و قابلیت  
کلیاں حال ہے؟ وغیرہ وغیرہ

(۳) اقبال کو کس صاحب کی صاحبزادی منیر کی عمر اس وقت کیا ہے؟ تعلیم سر رہی ہے یا نہیں؟ شادی ہوئی ہے یا نہیں؟ برائی ہے تو کس سے؟ بڑ بڑ

(۴) ڈاکٹر صاحب کے بڑے صاحبزادے اقبال کا کیا شغل ہے؟ ڈاکٹر صاحب سے ان کے تعلقات کیوں قطع ہوئے؟ وغیرہ وغیرہ

اگر ان سوالات کے متعلق آپ معلومات دے سکیں یا دلا سکیں تو بہت شکر گزار رہوں گا۔ والسلام

عبدالسلام ندوی دارالمصنفین، شیل منزل، انظر گٹھ - ۱۸ جنوری ۱۹۴۶ء

(۸)

بنام ڈاکٹر سید عبداللہ

کرولی - اسلام علیکم

مضمون "اقبال کے عربی فارسی شاعر چمنچا" میں کا بہت بہت شکریہ لیکن در معلومات سے غروم رہا، بالخصوص ڈاکٹر صاحب کے  
روح مراد لکھتے اور اگر لکھیں۔ جو تو قبر کے کچھ حالات میں نے عبارت میں پڑھا تھا کہ حکومت افغانان پچاس ہزار کے صرف سے متبر  
بزانے والی ہے مگر معلوم نہیں کہ اس مسئلے میں کیا ہوا؟

ڈاکٹر اقبال نے میرے خط کا جواب نہیں دیا میں نے اور شیل کا لکھ کے پتر سے خط بھیجا تھا کہیں پتہ نہ دے رہے ہیں؟

مولوی عبداللہ قریشی جو نوٹ تیار کر رہے ہیں وہ بھی اب تک موصول نہیں ہوئے آپ کا جو مضمون معارف میں شائع ہوا ہے اس کی کاپی اور پروف میں نے خود دیکھے ہیں 'خود مسودہ' کی بہت کم غلطیاں تھیں 'مضمون' صحت کے ساتھ چھپے گا لیکن کئی چیزوں کی کمی تھی مضمون بہا ہے' ہر سہ مضمون کو تعجب اور شاد معارف میں نہ ہوں گا 'لیکن کیا اسکو دیکھ کر واپس ہی کرنا ہوگا؟ آپ کی ہر بات پر ان کا ادبی نتائج رہیں گا اور بار بار شکریہ ادا کر رہی گا والسلام  
عبدالسلام ندوی دارالصفین شمل منزل انظم گڑھ - ۱۹۴۶ء

(۹)

نام ڈاکٹر سید عبداللہ

کری۔ اسلام علیکم

میں سفر میں تھا اس لئے جواب دینا تاخیر ہوئی خواہ وہ جبر الرحید صاحب نے میرے سہراوات کا مفصل جواب بھیج دیا میں نے ان کا شکریہ بھی ادا کر دیا ہے اہل آپ کا بھی ادا کرتا ہوں۔

آپ کے مضمون 'محبوب شاعر' کا مسودہ محض ہے۔

ڈاکٹر اقبال پر جو مضامین انگلیزی میں لکھے گئے ہیں ان کے اردو ترجموں کی تلاش ہے۔ بعض میر سے پاس ہیں اور بعض نہیں ہیں اگر آپ کے پاس ہیں یا آپ ان کے لئے کاپی تیار کریں تو نہایت برگی۔ والسلام

عبدالسلام ندوی دارالصفین شمل منزل انظم گڑھ، ۲۰ مارچ ۱۹۴۶ء



# چراغ حسن حسرت

(۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادر کرم

اسلام علیکم۔ آپ کا خط مل چکا ہے۔ میں آپ کا خط آنے سے پہلے ہی ملے کر چکا تھا۔ کہ اخبار نکلنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ وزارت امور کشمیر سے بھی میں نے نامہ و پیام ترک کر دیا تھا۔ بلکہ گدانی صاحب سے ملاقات کر لی۔ تو ان سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ مجھے رہنمائی مل گئی ہے۔ اس لئے میرے لئے کوئی دوسری ملازمت قبول کرنا مقرباً ناممکن ہے۔ یہ سب کچھ میں نے اس مغرور مذہبی بنا پر کیا تھا۔ کہ ن۔م۔م۔ راشد اودا غالب شیر کی زبانی مجھے جو اطلاع ملے ہے۔ وہ بالکل سچ ہے۔ اور غالب شیر صاحب کو تو اسرار تھا کہ فرار کراچی چلے جائے۔ چنانچہ میں نے ٹیلیفون اٹھوایا۔ فائرساں ٹھکانے لکایا۔ بال بچے کو ایسٹ آباد پھرانے کا بندوبست کیا۔ سامان کا ایک حصہ ہے ایک عزیز کے آنے بھجوا دیا۔ اور اب چلنے کی تیاریاں کر رہی رہا تھا کہ دفعۃً اطلاع ملی کہ وہ پندرہ سو دفتری کارکنوں کے شکنجے میں آکر بارہ سو رہ گئے۔

تعجب ہے کہ اگر ریڈیو داؤں کے لئے مجھے چند سو روپے تنخواہ دینا نا ممکن تھا۔ تو غالب شیر کی زبانی یہ پیام کیوں بھجوا گیا کہ "چند سو منظور ہیں۔ فدا کراچی دانا سو جاؤ"۔ ظاہر ہے کہ ریڈیو کی ملازمت کوئی مستقل ملازمت نہیں۔ کسٹریکٹ کی نوکری ہے۔ جس کے لئے غالباً مہینہ بھر کا نوٹس دینا ہی مزید نہیں۔ سب سٹیشن ڈائریکٹر صاحب مناسب سمجھیں گے۔ ملازمت ختم کر دیں گے۔ پروگرام اسٹنڈنٹ بھی اپنے آپ کو میرا افسر سمجھیں گے۔ اور معمولی معمولی باتوں میں دخل دیں گے۔ اس کے علاوہ بارہ سو روپے لاہور میں تو معقول رقم ہے۔ لیکن کراچی میں میرا اپنا خرچ ہزار روپے کے قریب ہو گا۔ انکم ٹیکس دینے کرنے کے بعد سو سو سو روپے باقی رہ جائیں گے۔ جو میرے اہل و عیال کے مصارف کے لئے ناکافی ہیں۔ اس قصے میں سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ ریڈیو واسے وعدہ کے پھر گئے اس وعدہ شکنی نے ایسا افسردہ خاطر کر دیا ہے۔ کہ جی چاہتا ہے۔ کوئی ملازمت قبول ہی نہ کر لی۔ بلکہ لاہور چھوڑنے کے بعد در افتادہ گاؤں میں جا بیٹھوں۔

ذوالفقار صاحب سے پوچھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ پندرہ سو کے چودہ سو ہو جاتے۔ تو بڑی بات نہیں تھی۔  
 نیکی یہاں تو پورے تین سو دینے ... تفصیل میں آگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کو میرا کراچی آنا منع نہیں۔  
 تاریخ اسلام پیشوں کے بعد وراثت ہوگی۔ شہریت کی راضی آپ کو مل چکی ہوگی۔ تاریخ اسلام میں زیادہ سے  
 زیادہ اس سے دو سو مل جائیں گے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ پرائمری کی کتابیں ضرر مناجی اور دوری سے ۵۰ ہزار  
 روپے ادا تو آجائیں۔

بریلو کی عازت کے سلسلے میں آپ کو کوئی مزید اطلاع ملے۔ تو مجھے جلد خط لکھئے۔ تاکہ میں یکسو ہو سکے اپنے  
 لئے کوئی مشغلہ تجویز کر سکوں۔ کرنل مجید ملک صاحب۔ مجید پوری صاحب۔ اد۔ دوسرے احباب کی خدمت میں میر  
 سلام عرض کر دیجئے۔

یازند حسرت

لاہور ۹ اگست ۱۹۵۱ء

(۲)

عبدالمجید ملک

برادر محترم۔ اسلام علیکم

آپ کا خط ملا۔ آئی ذوالفقار صاحب کا خود بھی آیا ہے۔ معصوم وہی ہے۔ کہ ب۔ سو سے زیادہ ممکن نہیں۔  
 آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ کہ اس تنخواہ کے ساتھ کچھ الاؤنس بھی ہوگا۔ کیونکہ یہ کچی سرکاری عازت نہیں۔ سرٹیفکیٹ کی نوکری  
 ہے۔ جس کے ساتھ الاؤنس نہیں ہوتا۔ میرا عہدہ سٹاف آرٹسٹ کا ہوگا۔ گویا عہدہ کے لحاظ سے مجھ میں اور منہ جان  
 میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔ اس سے تو اچھا تھا۔ کہ مجید ملک صاحب نے جو عازت پیش کی تھی۔ اسے قبول کر لیتا۔ ہزار  
 روپے کے ساتھ سو سو روپے الاؤنس کے مل جاتے۔ کام تھوڑا کرنا ہوتا۔ کیونکہ ریڈیو کے لئے ہر روز پروگرام کرنا  
 روزانہ اخبار مرتب کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ بہر حال میں پانچ چھ دن میں یہاں کے چند نشیے نشتا کے کراچی کے مائیکرو  
 (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

سنا ہے۔ کرماتی کو بارہ چودہ سو کی مستقل سرکاری عازت مل رہی ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوا۔ کہ یہ عازت  
 سندھ گورنمنٹ کی ہوگی۔ یا پاکستان کی مرکزی حکومت کی۔ جیب نے بی۔ آفاق لاہور ٹیپے کراچی سے ٹیلیفون کیا  
 ہے۔ کہ سندھ گورنمنٹ انہیں ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز کا عہدہ دینے پر آمادہ ہے۔ تاہم وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتا  
 کہ سندھ گورنمنٹ میں جاب ہے ہاں۔ یا مجید ملک صاحب کے محلے میں۔ مجھے کراچی آئے اور ریڈیو کی عازت قبول کرنے  
 میں اس لئے بھی تامل ہے۔ کہ یہ صورت پیش آئی۔ تو لوگ کیا کہیں گے۔ میں تو نقصان ہر۔ سے زیادہ شائقِ مصائب  
 سے ڈرتا ہوں۔ اتنا ہنگامہ بھی کیا۔ اور پھر بھی پچھڑی ہی ہے۔ زیادہ تنخواہ مل جاتی۔ تو کم از کم لوگوں کے لئے تو نہ سننے  
 ہتے۔ بہر حال یہ بات اپنے نگر ہی رکھیے۔ اور کرماتی وغیرہ سے ذکر نہ کیجئے۔ میں انشاء اللہ پانچ چھ دن میں یہاں سے  
 چل پڑوں گا۔ اور چلنے سے پہلے آپ کو تار سے دوں گا۔ تاکہ آپ میرے لئے نگر ہوئی ہی میں کمرے کا انتظام کر دیں  
 لیکن یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں ریڈیو کی عازت منور قبول کروں گا اگر کوئی اہم صورت نکل آئی نہی۔ ورنہ مجید ریڈیو کی

طاہر مت قبول کرنی پڑے گی۔ اور اس بات کا بھی امکان ہے۔ کہ میں کچھ روز کراچی رہ کے واپس چلاؤں اور امجدی  
محنت مزدوری کر کے پیٹ پاؤں۔ کیونکہ سہ

بدست ایک تفتہ کروں غمیر بہ از دست پر سبز پیش امیر

کروانی صاحب۔ پ سے ملاقات ہوئی کہتے تھے۔ میں نے تمہارے لئے ہزار روپے مانا نہ کی طاہر مت جویر کی ہے نہیں  
امجد ہی میں رہنا ہوگا۔ کاغذات فنانس والوں کے پاس ہیں۔ امید ہے چند دنوں میں منظوری آجائے گی۔ لیکن محرم  
نہیں یہ فنانس والوں کا مرحلہ جہیز میں ملے ہوئے ہے یا برسوں میں۔

اکثر لوگ اخبار نکالنے کے لئے امرار کر رہے ہیں۔ پچاس ساٹھ ہزار روپے کا انتظام تو مزبور ہر جائے  
کا۔ کیونکہ روپیہ لگانے والوں میں زیادہ تر پبلشرز ہیں۔ جن کے پاس روپے کی کمی نہیں۔ ملاقات صاحب کا خان سے  
آگئے۔ منیف صاحب کراچی سے آج یکل واپس آجائیں گے۔ تھوڑی سی دیر دھوپ کی جائے۔ تو لاکھ روپے کا  
انتظام بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اشرف۔ نیاز۔ ضیف۔ مارف۔ حمید وغیرہ کے لئے لاکھ روپے فراہم کرنا کچھ بڑا مشکل  
نہیں۔ بااں میراجی اخبار پر نہیں جتا۔ سب احباب خیر ما حمید ملک صاحب۔ حمید لاہوری اور حفیظ پور شاہ پوری  
کو سلام کہہ دیجئے۔ ذوالفقار صاحب سے کہہ دیجئے کہ خط لکھا گیا۔ اذروا خصال امر کراچی آراہیں۔ باقی باتیں  
المشاہد ہوں گی۔

نیاز مند حسرت

لاہور ۱۰ اگست ۱۹۷۷ء

(۳)

بنام عبدالحمید سالک

مکرمی۔ السلام علیکم

آپ کو شکایت ہوگی۔ کہ میں نے خط نہیں لکھا۔ لیکن آپ ایسے بزرگوار چند سطریں لکھنے کی زحمت گوارا نہ کریں  
تو مجھ سے جس کی کوتاہ فہمی مسلم ہے۔ کیا شکایت ہو سکتی ہے؟

مجھے کراچی سخت نا پسند ہے۔ یہاں کی آب و ہوا بہت بری ہے۔ پھر میرے سپرد جو کام کیا گیا ہے۔ وہ بھی  
مجھے پسند نہیں۔ متعلقہ لوگوں کا انداز سخت غیر مہذب واد ہے۔ اب سوچتا ہوں۔ کہ کراچی کیوں آیا؟ اور یہ طاقت کی سیٹھا  
ہوتا۔ تو واپس کیوں نہ چلا گیا؟ میں نے زندگی میں بڑی بڑی طاقتیں کی ہیں۔ لیکن یہ طاقت ایسی بری ہے جس کی مجھے ضرور  
بھی اپنے آپ سے توقع نہیں تھی۔

گورنمنٹ صاحب سے ایک دو مرتبہ ملاقات ہوئی۔ کچھ لکھ کے دکھایا بھی۔ لیکن یہ نہ کھلا۔ کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟  
اصل میں جہاں تک وزارت امور کشمیر کا تعلق ہے۔ سارا معاملہ ہی غفلت بلکہ نظر آتا ہے۔ اور یہاں کا تقہ یہ ہے۔ کہ  
عجب لوگوں سے واسطہ پڑا ہے۔ ہر قسمی سے مجھے دبدار داری کے ڈھنگ نہیں آتے۔ اپنے کام سے سو کاٹھا  
ہوں اور مستعدی سے کام کرتا ہوں۔ لیکن یہاں دبدار داری مقدم ہے پھر جو لوگ اس معاملہ میں "سہمہ" کی  
حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ بھی "سہمہ" میں "سہمہ" کی کام سے رغبت نہیں۔ معاملہ کرنے اور اپنی مصلحتات بڑھانے

کو بڑی گھٹیا سی بات سمجھتے ہیں۔ بال بچہ اگیا۔ ایک کمرے میں جو نگار ہوٹل والے کمرے سے کچھ ہی بڑا ہے رہتا ہوں۔ ایک آدمی کا کھانا میس سے آتا ہے۔ باقی کا گھر میں پکنا ہے۔ ایک کمرے اور ایک آدمی کے کھانے کا خرچ ہونے میں ہر روز ہے۔ اس سے باقی اخراجات کا اندازہ کر لیجئے۔

انقلاب کے فائلوں کے لئے میں نے فقیر محمد کو کھاتھا۔ اس نے اگر نہ پہنچائے ہوں تو خود شید صاحب سے کہئے۔ کہ وہ "امروز کے دفتر میں فقیر محمد دفتری کو پوچھ میں۔ میں آج اسے پھر خط لکھتا ہوں۔ اپنے محمدی پر میں دعوں نے تاریخ اسلام کی راکٹوں اور آدمی یا نہیں؟ حاجی محمد یہاں ہے۔ اس سے جہاں گیا تو اس نے ٹال دیا۔ اگر آپ راکٹوں وصول کر چکے ہوں تو ان سے کہہ کے مجھے بھی بھجوائے۔ قومی کتب خانے والے نہ جانے کب راکٹوں ادا کریں گے۔ مجید لاہوری سے کبھی کبھار ملاقات ہو جاتی ہے۔ لیکن گوشہ گزینی ہی اچھی ہے کچھ دھن میں میلے مال ہو جائے گا۔ کہ زبان بریدہ دیکھنے نشست شتم کیم"۔ مجید سے آخر میرے وہ معاملات تو نہیں جو آپ کے ہیں۔

امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

نیاز مند محبت

۱۰ نومبر ۱۹۵۱ء

(۴)

ام محمد یارب اولیا

(۵۴)

مکرمی! اسلام علیکم

آپ کی مائے صبح ہے۔ جدول بفتح اول ہی درست ہے۔ تبدیل میں جدول کی بجائے جدول اور جدول کی بجائے جدول لکھا گیا ہے۔ میں مدت سے عارضہ قلب میں مبتلا ہوں اس لئے گھر سے بہت کم باہر نکلتا ہوں جو کچھ لکھتا ہوں اس میں کچھ میری غلطیاں ہوتی ہیں کچھ کتابت کی۔ کاپیاں ادھر پر دت خود نہیں پڑھتا۔ اس لئے اکثر غلطیاں ہوں گی توں رہتی ہیں۔

آپ نے اپنے اعتراض کو حجرات سے کیوں تعبیر کیا۔ میں شاعر ہوں نہ ادیب۔ معاش لاکو کی مدد یہ مانتہ نہ آیا تو اخبار نویسی کی جانب جھک پڑا۔ چنانچہ تیس تیس برس سے استخوان بندی کر رہا ہوں۔ علم و فضل کا دعوئے نہیں۔ دوسروں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ احساس نانے میں بھی کہ زندگی کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔ بہت کچھ سیکھ رہا ہوں۔

جواب دینے میں اس لئے تاخیر ہوئی کہ میں ہسپتال میں تھا۔

نیاز مند محبت

۵ مئی ۱۹۵۱ء

# اختر جو ناگدھی

(۱)

پیام ناک نام

مقام و قلم !  
 ادب، عزت و احترام! اچھی صحافت خلیہ کے نام آپ کا اگر اچھی نام مع مضمون مل گیا تھا۔ حضرت موصوف آپ کی تکلیف فرمائی کہ شکر، تاکہ یہ تھے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی آپ اپنی خدمت کے اوقات میں کبھی کبھی ملی وادبی نشاط میں شامل فرماتے رہیں گے۔  
 ابا جاباد معلوم نہ ہو کہ "مکالمات افلاطون" کے نام سے ایک مستقل کتاب انجمن نے ترجمہ کر کر شائع کر دی ہے جس میں فتاویٰ اور یوٹھن کی شائع ہے۔ اس صورت میں آپ کے مضمون رسالہ اردو میں شائع نہیں ہو سکے گا جس کا میں بے حد اندیشہ ہے۔ آپ نے خاتون تکلیف کو یاد کر کے اردو کے لئے یہ مضمون تحریر فرمایا۔ ہے اور ہر اعتبار سے بہتر ہے۔ ہے اور اگر یہ مضمون پہلے ہی ترجمہ ہو کر انجمن کی جانب سے شائع نہ ہو چکا ہوتا تو وہ اس قابل تھا کہ اسے رسالہ اردو میں خاص جگہ دی جائے۔۔۔

آپ کا مضمون آپ مجاہدین تر آپ کو واپس کیا جائے۔ امید ہے کہ مزاح گرامی بخیر ہوگا۔  
 آپ کو مخلص، قاضی، محمد میاں اختر جو ناگدھی نائب منبر انجمن کی رازداری  
 کراچی ۶ دسمبر ۱۹۴۹ء

(۲)

پیام ناک نام

شفیق محترم  
 ادب و تسلیمات، کرم نامہ روز ۱۱ دسمبر کو پانچویں مکالمات افلاطون کے ٹھ مقابلوں کا ترجمہ ڈاکٹر عابد حسین صاحب (جامعہ قادیان) نے کیا ہے جس کو انجمن نے مکالمات افلاطون کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ وہ آٹھ مقالے یہ ہیں، ۱) فلسفہ



( ۴ )

بسم اللہ

شفیق محترم! یاد فرمائی کا شکریہ۔ مطلوبہ کتاب میں روانہ کی گئی ہیں۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔ انجمن کی دیگر مطبوعات شاید کلاس سنگھ کے ہاں سے مل جائیں ورنہ آپ انجمن ترقی اردو علی گڑھ کو لکھیں۔ لیکن ہے وہاں سے مل جائیں۔ دلائل بیٹھ کر آپ لکھنا چاہیں تو میرے خیال میں آپ اردو کے معاصر ادیبوں پر الگ الگ مجموعی حیثیت سے لکھ سکتے ہیں۔ جدید اردو ادب یا گذشتہ سو سال کے اردو ادب پر آپ تحریر فرمائیں تو آپ کو اسے حافظہ سے بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ آپ کے قلم سے ایک سرسری جائزہ بھی بہت قابل قدر ہوگا۔ رسالہ اردو کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہو سکتا ہے۔ مولانا خیریت سے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ عربی فہرستیں اب تک نہیں ملیں۔ آپ نے غالباً عربی سیکھ لی ہوگی۔ مجھے ایک عربی ناول کی ضرورت ہے۔ اس کا نام حسب ذیل ہے: الشیخ سید عبید و اقا حبیص آخری از محمد میر ہاشم۔ براہ کرم اس کو تلاش کرنا کہ ضرور اس سال فرمائیں۔ بہت ممنون ہوں گا۔ پہلے یہ کتاب علی گڑھ میں نصاب عربی میں داخل تھی۔ خدمات لاٹف سے یاد فرمائیں۔

مخلص: قاضی احمد میاں آخر جز نمائندگی۔ کراچی ۲۲ فروری ۱۹۵۵ء

( ۵ )

بسم اللہ

عزیز محترم! اسلام علیکم مودت نامہ مورخہ ۷ فروری آج صبح کی ڈاک سے پہنچا جس کا شکریہ قبول فرمائیے مجھے افسوس ہے کہ میں غالباً نبر کی رسید نہیں دے سکا۔ یہ نبر مجھے ملا۔ اس کے دو روز بعد حبیص برٹیا دہلوی لے گئے اور چرچ محمد اکرام صاحب کے پاس پہنچا۔ ان کے پاس سے آیا تو ایک اور دوست اٹھائے گئے۔ خدا خدا کر کے چند روز ہیرے عاویس آیا ہے۔ انشا اللہ آئندہ اپریل نمبر میں اس پر تبصرہ کر دیا جائے گا۔ غالباً اب تک اردو کے اس مخنور اعظم پر جتنے خاص نمبر نکل چکے ہیں ان سب میں آپ کا مرتبہ نمبر سب سے بہتر نکلا ہے۔ حیات و کلام غالب پر یہ ایک مستقل کتاب کا حکم رکھتا ہے۔ مولانا نے بھی اسے بہت پسند فرمایا ہے۔

رسالہ اردو آپ کو بھیجا جاتا رہا ہے معلوم ہوتا ہے ڈاک والوں نے اٹا لیا۔ میں نے آج ہی دفتر کو ہدایت کر دی ہے کہ اس کے نمبروں میں آپ کو بذریعہ برٹری آپ کے ذاتی تپے پر بھیج دے جائیں۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔ اردو کے اپریل نمبر میں رسید مرحوم کی اناراضنا دید کا چوتھا باب یعنی اہل دہلی کتابی صورت میں شائع ہوگا اسی

نہیں صرف ایک مفصل مقالہ سرسید پر کل رہا ہے۔ یہی مقالہ ان کی تصنیف چند مجموعہ میں بھی نتائج ہو گا کتاب کا دوسرا ایڈیشن پریس میں جا چکا ہے۔

امید ہے کہ آپ غیرت سے ہوں گے۔ ملازمین صاحب کو میری طرف سے سلام عرض کریں۔ کئی دن برسے ان کا کرم نامہ ملا تھا جس کا جواب اب تک نہیں دے سکا۔ آج کل ملے کو کھول گا۔  
 مختصراً: اختر جرنل دہلی۔ انجمن ترقی اردو ہسپتال روڈ کراچی ۲۲ فروری ۱۹۵۰ء

(۶)

مکملی

اسلام علیکم۔ آپ کے مکتوب کو اسی مورخہ ۱۴ اپریل کے جواب میں لکھا تھا کہ اس وقت انجمن کے پاس ایک مجموعہ سے زائد مسودے طباعت کے لئے چلے ہوئے ہیں اور کوئی چھ سات کتابیں زیر طبع ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کی سرمد کتابیں تکلیف اور باحیات حال کی طبع آئی کا انتظام کرنا مشکل ہے۔ اگر ان کتابوں کا انجمن کی آئندہ مطبوعات کے سلسلہ میں رکھا جائے تو کم از کم تین سال تک تردید کی طبعیت کا انجام پانا مشکل ہے۔ اس وقت زیر طبع کتابوں کا پروگرام ۱۹۵۰ء تک بن چکا ہے۔ لہذا اگر پسند فرمائیں تو آپ کی سرمد کتابیں اس کے بعد رکھی جا سکتی ہیں یا پھر یہ کہ وہ آپ کو واپس کر دی جائیں۔  
 تذکرہ حالی کے متعلق مولوی صاحب تلمذ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں آپ کے کئی مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ لہذا آپ اپنے طور پر اس میں مناسب ترمیم اضافہ فرمادیں۔ اس کے بعد اس کی طبع و اشاعت کے مسئلہ پر غور کیا جائے گا۔

قاضی احمد میاں اختر نائب مہتمم انجمن ترقی اردو۔ ۱۸ اپریل ۱۹۵۰ء

(۷)

کتاب ام

شفیق کرم و محرم یاد کر رہا!

تسلیم۔ کرم نامہ ۳ اگست پہنچا۔ اس سے پیشتر آپ کا فائز نامہ پہنچا تھا جس کے جواب میں تاخیر کا سبب میری اور بچوں کی حواصت ہے۔ پندرہ روزہ ہو گئے کہ میں نے آپ کے اس خط کا جواب لکھا اور نہ معلوم کہاں رکھ دیا اور یہ خیال رہا کہ میں آپ کو جواب لکھ چکا ہوں لیکن بعد میں وہ جواب مل گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ڈاک میں نہیں ڈالا گیا۔ بہرحال تاخیر جواب کی عذر نہ رہی کے ساتھ اس بات کا بھی یقین طماننا جا ہوتا ہوں کہ میں نے آپ کے خط کا جواب دینے میں دانتہ تساہلی سے کام نہیں لیا۔  
 عذر ہوا کہ آپ کی مطلوبہ کتابیں ہمارے سوال الجھٹ کی طرف سے آپ کو مہر بھی گئی تھیں۔ لیکن تعجب ہے کہ وہ ایک آپ کو نہیں ملیں۔

رسالہ اردو باہت ملایا بھی آپ کو مہر کے پتہ سے گیا تھا وہ نہیں ملا۔ اس لئے اب اپریل اور جولائی کے دو سوچے چارے مال مست ہیں۔ آپ کا تبدیل شدہ پتہ دفتر بھی لکھوا دیا ہے۔



راہی صاحب جلد تبدیل آب و ہوائی غرض سے کوئٹہ قشربے لے گئے ہیں۔

آپ نے حمورابی کے قوانین پر کچھ لکھ ہو تو زور دیجئے۔ ہم جنوری اشہر سے رسالہ تاریخی جاری کر رہے ہیں اس بار یہ  
اور آئین و قانون پر مضامین شامل کئے جائیں گے۔

براہ کرم بعد اذ کے کتب فروشوں کی فہرستیں بھی کر منوں فرمائیں۔

ابتداء سے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

مخلص: ناضی احمد بیل اختر کراچی ۹ اگست ۱۹۵۷ء

(۸)

یام کاک رام

شفیق حکیم:

نہیں نیاز۔ کرم نامہ مورخہ ۱۱ جون ۱۹۵۷ء کا جواب ارسال خدمت کر چکا ہوں۔ ایجنٹ نے غلط اطلاع دی تھی کہ  
انہوں نے کتابیں پھر کے پتے پر بھیج دی ہیں۔ خود ہاک کتبہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کے تحریر فرمائے ہوئے کتابیں ہیں  
بھیجی گئیں کیونکہ آپ نے بعد میں ہدایت بخینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اب چونکہ آپ نے تحریر فرمایا ہے اس لئے میں نے کتبہ وائس سے  
بھیج دی ہے کہ وہ کتابیں آپ کو بعد اذ کے پہنچا دیں۔ افمن کی طرف سے چن اور کتابیں شائع ہو رہی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ داستان جہلیات از نصیر الدین عثمانی۔

۲۔ مقدمہ سائنس و تمدن از سارن (مرحوم سید ذریعہ نازی)۔

۳۔ نوادہ الافاضل (اردو و فارسی اخت) از سراج الدین علی خاں آرزو

۴۔ عربی، اردو لغت مرتبہ مولوی محمد رفیق

رسالہ اردو بابت جولائی آپ کو بھیجا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اپریل کا پرچہ بھی روانہ کیا گیا ہے۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔ آپ کا نام  
تقریب میں نوٹ کر دیا ہے۔

مورابی کے قوانین کے متعلق اگر تحریر فرمائیں تو رسالہ تاریخی کے لئے بیچ دیں جو یکم جنوری ۱۹۵۷ء سے شائع ہونے والا ہے  
میں نے ایک کتاب کے متعلق آپ کو لکھا تھا جو نہیں مل سکی۔ مجھے صرف اس کے مقدمہ کی ضرورت تھی جس میں مذکور  
عربی کے انصافی ادب کا جائزہ لیا۔ اگر آپ کو وہاں کوئی ایسی کتاب مل سکے جس میں عربی کے انصافی ادب کے متعلق معلومات  
درج ہوں تو ضرور ارسال فرمائیں۔ بعد اذ کے کتب فروشوں سے فہرستیں بھیجوانے کے متعلق پہلے عرض کر چکا ہوں۔

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ خدمات سے یاد فرمائیں۔

بولانا اس وقت کوئٹہ تبدیل آب و ہوا کے لئے قشربے لے گئے ہیں۔

مخلص: ناضی احمد بیل اختر۔ کراچی ۲۳ اگست ۱۹۵۷ء

( ۹ )

لہذا

## شفیق کرم

کرم نامہ روزنامہ اراک و متنباب ہرگز باعث مسرت ہوا۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ اس طویل عمر میں اپنی پریشانیوں اور مصروفیتوں کی وجہ سے نہیں کلمہ سکا جس کی وجہ سے آپ کو مجھ پر ناامنی کا شبہ ہو گیا۔ استغفر اللہ آپ ایسے کرم فداؤں سے بلاوجہ ناامنی ہونا میرے نزدیک کفر ہے۔ آپ اس قدر یاد فرماتے ہیں اور میں جواب تک نہیں کلمہ سکا۔ اس کے لئے بہت شرمندہ اور معزوب ہوں۔ براۓ خدا آپ اپنے دل سے یہ شبہ نکال دیجئے اور مجھے پہلے کی طرح اپنا ہی حوالہ اور غلطی نصرت فرمائیے۔

بہاؤ الدین تاریخ چھپ گیا ہے اور مغربیہ حاضر خدمت ہو گا۔ آپ کے مضمون حمزہ دلی کی شریعت کا انتظار ہے۔ نوادرا لعلات چھپ گئی ہے۔ اس کا مقدمہ چھپ گیا ہے وہ تیار ہو جائے تو آپ کو کلمہ جواؤں۔

دیوان سخن کے آخر میں محمد خلیل ناکی ہونگیزی کا کوئی قطعہ تاریخ موجود نہیں ہے۔ میں نے اسے بار بار دیکھا لیکن اس میں موجود نہیں ہے۔ سرخوش سخن میں بھی دیکھا۔ اس میں بھی نہیں۔ اگر آپ اس کا کوئی حوالہ دے سکیں تو میں تلاش کروں۔

میں بھروسہ جوہر نیریت سے ہوں امید کہ مزاج گلی بخیر و عافیت ہو گا۔ خدمات دائرہ سے یاد فرماتے رہیں۔

آپ کا مخلص، آخر جزا گزشتہ جمعی، کراچی، ۲۴ مارچ ۱۹۵۷ء

( ۱۰ )

لہذا

## شفیق محترم اسلام و دعوت

آخری نوادش نامہ روزنامہ اراک و متنباب سے چل کر یہاں ۱۲ کر ل گیا تھا۔ اردو کا فرض کی مصروفیتوں میں اس کا جواب نہیں کلمہ سکا۔ ۶ جون کو میرے عزیز دوست سید حسام الدین راشدی معروہ لندن کی سیاحت سے واپس آ گئے۔ ان کی زبانی آپ کا بیانیہ بہت اچھا۔ وہ آپ سے ۲ ہر جس قدر خوش ہوئے اس سے زیادہ آپ کے متعلق ان سے بہت کچھ سن کر مجھے زلی مست ہوئی۔ خدا کو سے کہی دن آپ سے مدد و دعا نصیب ہو۔ آپ ایسے محبت کرنے والے لوگ اب کہاں ملتے ہیں۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پاک و طبع لوگ افسوس کم کو میرے صحبت نہیں رہی

سوائے اس دعا کے اور کیا عرض کروں کہ:

زندہ ہاشمی و شاہان ہاشمی

ذریعہ غالب طبع بدوئل گیا۔ خوب چیز ہے۔ آپ نے اردو ادب میں ایک نئی طرح ڈالی ہے جو اس کی تاریخ میں یادگار رہے گی۔ افسوس ہے کہ مجھ نے اپنے بہترین اہل علم اور ان کا دماغی صلاحیتوں کو نہیں پہچانا اور نہ ان کی داد دی۔ بہر حال میں اپنی طرف سے آپ کو خواہ مخواہ تحسین پیش کرتا ہوں۔ قبول فرمائیے۔ ذرا فرصت ملے تو ایک آدھ تبصرہ بھی لکھوں گا۔ آپ کے قلم سے اردو ادب کی بڑی توقعات وابستہ ہیں۔ آپ کو کردار نگاری میں کافی ہدایت ہے۔ کیوں نہ آپ اردو کے مشہور ادیبوں پر ایک کتاب لکھ دیں۔

کہ انکم ایک سلسلہ مضامین کی توقع ہے جاننا ہوگی۔ محو آبی کی شریعت پر آپ نے اب تک کافی کھدایا ہے۔ اگر بھی دیں تو بڑا بڑا کام میں شائع کیا جائے۔

سالہ مارچ ۱۹۰۵ء میں چھپا۔ چٹرو پورٹ دوسروں نے دیکھے اس لئے کافی غلطیاں رہ گئیں۔ چھاپنے والے بھی بالکل نا تجربہ کار اور نئے تھے۔ اب انہیں نے اپنا پریش قلم کر دیا ہے۔ اس میں چھپا ہوا دوسرا نمبر بابت اپریل آپ کو بھیجا ہوں۔ رسالہ تاریخ مسالہ اس نمبر نے اب کو پہنچا یا تو دگا۔ دیوانی سخن سے آپ کا مطلوبہ قطعہ تاریخ نقل کرتا ہوں۔

جناب خواجہ خیر العین بہادر  
مطرز عاشقہ گفت دیوان  
زمین شمع اوجہ گرم  
بکھر تازہ دوا بکشم مادہ  
برگی بندہ ایضا کھکھاریں  
بہیں کھر ملاش بہر حال  
کر زندہ باز ازو نام سخن شد  
کہ مطبوعہ ملی ہر اہل فن شد  
نفاش شک پیون پریش  
کڑو متروک مغرب کیمن شد  
بیاضی صغر مسد شکس کیمن شد  
کرد و صفش زباں نقل دین شد

سیر اعد ازو تاریخ گفت

نہریں مقبول دیوانی سخن شد

پاکستان میں اس وقت جو پیسے چوٹی کے شمار کئے جاتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱، خرق لاہور ۲، ہالیوں لاہور ۳، مالگیر لاہور ۴، نیرنگ خیال لاہور ۵، ماہ نور کراچی ۶، خالان کراچی۔

انجمن کی جدید مطبوعات کی فہرست اور مالی خدمت ہے۔

اپنی خیریت سے کبھی کبھی مطلع فرماتے رہیں۔ تیر حسام الدین صاحب سلام عرض کرتے ہیں۔

مخلص: اختر جرنل گلدھی۔ کراچی ۱۳ جون ۱۹۰۵ء

( ۱۱ )

بنام مالک۔ بام

شفیق محرم!

سلام و رحمت۔ ۱۸ جون کے محبت نامہ کا جواب آج پورے ایک ماہ کے بعد دے رہا ہوں۔ اس تاخیر کی معذرت

قبل فرمائیے۔

عزیز صبر و اکثر ترمیمی حرم کی بیماریاں و سائر مشین کی کچھ تفصیل آپ کے کرم نامہ سے معلوم ہوئی جسے پڑھ کر بے حد افسوس اس پیارے بچے کی جوانمردی کا سخت صدمہ ہے۔

ذکر غالب ایک دوست چھٹنے کے لئے گئے ہیں۔ آجائے تو اس پر تبصرہ کھوں گا۔ جملہائی کا اردو اگست۔  
وسط ملک شائع ہوگا۔

غائب کے علاوہ کا مفصل تذکرہ اب تک نہیں دیکھا۔ اردو ادب اسے فرد کو عیوں گا۔ یہ بہت ضروری چیز ہے جس پر کسی نے توجہ نہیں کی۔

پرچہ آپ کو باقاعدہ ملتے رہیں گے۔ اپریل کا اردو نو دفتر سے اسی وقت بھیجا گیا تھا۔ میں نے عادت کر دی ہے کہ کڑواوا بھیجا جائے۔ محمدرابی والا مضمون تیار ہر ترمیم دیکھتے۔

یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ اگلے جاڑوں میں نشریعت لائیں گے۔ ملاقات کی مسرت قبل از وقت محسوس کر رہا ہوں۔  
راشدی صاحب انگلستان سے واپس آنے ہی اپنے گاہوں چلے گئے اور غائبناہ سٹاٹس تک واپس ہوں گے۔ یہ ہے عزیز دوست ممتاز حسن صاحب سکرٹری فائنل لندن ٹکٹے ہوئے ہیں۔ میں نے ان سے ملنی تھا ہے کہ وہ ضرور آپ سے ملاقات کریں۔ ان سے بھی اکثر آپ کا ذکر غیر آرا رہا ہے۔ وہ بھی اردو کے اچھے ادیب اور شاعر ہیں اور آپ ان سے مل کر بہت مغلطو ہوں گے۔  
آپ کی غیریت مزاج پتا ہوتا ہوں۔

آپ کا مفصل: اختر جو نگاہ طبعی کراچی ۸ جولائی ۱۹۵۱ء

(۱۲)

برکات دہم

شفیق محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ  
اس سے پیشتر آپ کے کرم نامہ کا جواب لکھ چکا ہوں۔ تعجب ہے کہ وہ آپ کو نہیں پہنچا۔ وہ خط یہاں سے ۲۵ جون کو بھیجا گیا تھا بذریعہ ایئر مین۔ اس سے پہلے ۱۳ جون کو ایک خط روانہ کیا تھا۔  
رسالہ اردو کے دونوں نمبر اپریل اور جولائی، آج کی ڈاک سے رجسٹری اور مالی خدمت میں۔ رسید سے مطلع فرمائیں۔  
آپ کی پریشانیوں کا حال پتہ کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ان پریشانیوں کو جلد دور کرے اور والدہ محترمہ کو صحت حاصل عطا فرمائے۔

آپ کی جدید تعلیم پتہ کر آپ کے گھر سے مطالعے اور بصیرت کا قائل ہو گیا۔ اس مضمون پر اب تک صرف دو نمبر پرکھ میں نے دیکھی ہیں۔ ایک بروری عبدالرحمن نگرامی مرحوم کی جو چندہ میں برس ہوئے تھیں اور میں اس سال کر گئے۔ ان کا مفصل مضمون اس میں عرویت کا درجہ غالباً ۱۹۲۱ء میں معارف (اعظم لکچر) کے تین نمبروں میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد آپ کی تحریر دیکھی۔ آپ میں گہری اور مخلصانہ تحریریں بہت کم نظر آتی ہیں۔ کتاب کے سرسری مطالعے کے بعد ایک دوست اسے پڑھنے کے لئے ڈاک کر لئے گئے۔ انہوں نے اپنے کسی دوسرے دوست کو دے دی اور وہ اب تک میرے پاس نہیں پہنچی۔ واپس آنے کے بعد اس پر کچھ لکھنے کا ارادہ ہے انشاء اللہ۔

ذکر غائب پر میں تبصرو کرنا چاہتا تھا کہ کاشی صاحب نے اس پر ایک مختصر تبصرہ کر ڈالا اور کئی تین ماہ ہرے مولانا نے ریڈیو میں اس پر تبصرہ کر دیا۔ یہ دونوں تبصرے بھی زیادہ تر توصیفی تھے۔ کتاب کے حاسن پر اعلیٰ لکھنے کی گنجائش ہے۔ میں اردو دو ماہ سے حلیل رہا۔ مہج العبد (Anisina poeLoris) کی شہادت میں دو سال سے مبتلا ہوں۔ دفتر کی مصروفیتیں بہت بڑھ

تمی ہیں۔ آہم کوشش کروں گا کہ اس پر پھل حاصل ہو۔

پیرید مسلمانین صاحب آپ کو بہت یاد کرتے اور سلام عرض کرتے ہیں۔ اپنی خیریت اور حالات سے مطلع فرمائیں گے۔  
آج کل کوثر شریف لے گئے ہیں۔

آپ کا: اختر - گرجی ۸ ستمبر ۱۹۵۱ء

(۱۳)

بنام مالک نام

بندہ فرزا!

تسبم و نیاز۔ آپ کے تین تین کرنا ہے پچھے اور مجھے ای میں سے ایک کا بھی جواب لکھنے کی تفریق نہ ہوئی تھی۔  
سیناپ کے جانے کے بعد میں تقریباً تین ماہ تک بسترِ علالت پر رہا۔ پتی URTICARIA نکار اور درد گروہ کے۔ پے درپے  
علیٰ ہوتے رہے۔ مزمن وجع صدر (ANGINA) نے بھی کافی پریشان کیا۔ (ادھر انجن کے حالات روز بروز بگڑنے لگے جس سے  
میری پریشانیاں میں کافی اضافہ ہو گیا۔ بہر حال خدا کا شکر ہے کہ ایک مدت کے بعد میری صحت عموماً گرا گئی اور انجن کے حالات بد  
کر ڈل لی۔ سہلہ کچھ کچھ اس کی مالی حالت درست ہو رہی ہے۔ تمام رسالے جاری ہیں۔

اس ناٹان میں ایک خط آپ کو دہلی کے پتے پہنچا دیا تھا اور مضمون کی کاپیاں بھی بھیجی تھیں جو واپس آگئیں۔ اس کے بعد  
کے م نہایت نامے ۲۱ اپریل ۱۹۵۱ء اور ۱۵ ستمبر کے یکے بعد دیگرے ملے۔ میں آپ سے سخت ناہم ہوں کہ آپ اس کا  
کے جوابات نہیں لکھ سکا۔ اس کو خواہ میری سستی اور کاہلی پر محمول کریں یا معافی پریشانیوں اور تنکرات پر، بہر حال خود کرم کی انجائی کا  
اور کوئی طریقہ مذکور خواہی کا میرے پاس نہیں۔ والدہ عزیزہ کرام اناس قبول۔ میری مسلسل خاموشی پر بھی آپ کا فیضانِ مہرِ سلامت جاری  
جاری رہا۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ آپ کی شرافت و نفس آپ کو اتمامِ لینے پر آمادہ نہیں کر سکی۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہوں کہ آپ  
کی اس مروت و داناہ سے ناجائز فائدہ اٹھایا جائے بلکہ میری بوجہ شش جو کی کہ حق الامکان۔ آپ کی نصف ملاقات سے منہ  
اور ستغید مجزا ہوں۔ آپ کی صحبت اور رعایت میرے حال پر فزائش کر دینے کی چیز نہیں۔

درد و سنانِ بامہمت یاد کروں مشکل است

دردِ ہر نغمے پہ پلستے خود شرمی انگشت

اگر اس نیازِ تار کے ذریعہ میں اپنی بچھلی خاموشی کی کچھ ملائی کہ نہ کا تو میرے لئے یقیناً اطمینانِ قلب کا باعث ہوگا۔

سب سے پہلے مجھے یہ بتائیے کہ صاحبزادے کا کیا حال ہے۔ آپ نے ۱۹ جوں کے مکتوب میں یہ مژدہ سنایا تھا کہ

مجھ پہ پہلے سے بہت بہتر ہے۔ وہاں ہے کہ اوندہ تھلاٹ سے صحت کو کامل طور پر لے۔

آپ یہاں دوبارہ تشریف نہ لائے، اس کا بہت افسوس رہا۔ دونوں میں ملاقات نصیب ہوئی مگر وہ بھی ادھر نہ

کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی۔ غیر یا زندہ محبت باقی۔

افسوس ہے کہ خود آبی اور غائب والے مفاہین کے دس دس منٹ نہیں ٹھکرا سکا جس کے متعلق آپ نے بہت

تقریر فرمایا تھا۔ آپ کے دونوں مضامین یہاں بہت اچھی سسر طرح لکھے۔ محرومانی کون تھا؟ اس کو جاننے کے لئے قاری کو سب سے پہلے کے مقدمہ میں نظر پڑے گا۔ لہذا یہ مضمون فوراً عنایتِ قلم کیلئے لکھا کہ فوریہ میں شائع ہو سکے۔

پیر صاحب الدین صاحب سے جب ملاقات ہوئی ہے کسی نہ کسی طرح آپ کا ذکر ضرور آتا ہے۔ خط لکھنے میں وہ بھی میری طرح، بلکہ ذہن سے پُر زیادہ ہی شست ہیں۔ آپ کا سلام ای کو براہ پہنچا تا رہتا ہوں۔ ان کو بھی آپ کے خطیلا برابر مل رہے ہیں۔ آج کل وہ کسی دوست کی حیت میں مشرق وسطیٰ (لبنان، سیریا وغیرہ) کے سفر پر آمادہ ہیں۔ ممکن ہے اس سلسلہ میں آئے جاتے سمجھی آپ کی طرف بھی آجائیں۔

میری نینوں بچپن اور ان کی والدہ نے آپ کی کتاب "عورت اور اسلامی تعلیم" بلاشبہ اب چرچہ خالی ہے اور اس سے کافی استفادہ کیا ہے۔ میں نے اسے اب تک سب سے بہتر اور اچھے اور اچھے سے دیکھا تھا لیکن اب مسلسل رکھ رہا ہوں اور تنقیدی نظر سے شاید اس پر ایک تبصرہ بھی آئندہ تاریخ و سیاست کے لئے لکھ سکوں۔

میں ایک نرسہ سے ایک کتاب کی تلاش میں ہوں۔ بہت سہمی کتاب ہے لیکن نہیں مل رہی ہے، الشیخ عبید و افاضہ میں آخری "از محمد و محمود ربک" ان کے امیر محمد محمود مرحوم، یہ ان کے افسانوں کا مجموعہ ہے جس کے مقدمہ میں انہوں نے عربی افسانہ کی مفصل تاریخ بیان کی ہے۔ غالباً یہ مقدمہ "فن القصص" کے نام سے علیحدہ بھی چھپ گیا ہے۔ دونوں کتابوں میں سے جو بھی مل جائے قیمت ہے۔

شہر مدینہ منورہ میں سیکل پاشا نے حضرت عمرؓ پر دو جلدوں میں ایک کتاب "سیرۃ الفاروق یا عمر الفاروقی" کے نام سے لکھی ہے۔ مجھے اس کی ضرورت ہے، اگر کسی کتب فروش کو تحریر فرمادیں تو وہ بیکار کے ذریعہ بھیج دے گا۔

مولوی صاحب قبلہ ایک ماہ سے کوئٹہ میں مقیم ہیں۔ پر صاحب سلام عرض کرتے ہیں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بلا تکلف تحریر فرمائیں۔ اپنی اور متعلقین کی ضرورتوں سے وقتاً فوقتاً مطلع فرماتے رہیں۔ گھر میں اور بچوں کو سلام و دعا۔

نیا نیکش، اختر - کراچی ۸ اکتوبر ۱۹۵۲ء

(۱۴)

د. ملک رام

شفیق دیکھی!

اسلام علیکم وعلیٰ آئندہ برکات۔ فوازش نامہ نمبر ۲۹ اکتوبر مل گیا تھا۔ چند روز ہوئے سیرۃ الفاروق کی دو جلدیں ملجی وصول ہوئیں۔ ان پریم نظر رکھنا ضرور کا شکریہ کس بابت ادا کروں

مجھ سے یہ بار بطف کیونکر اٹایا جائے گا؟

ہیکل کی کتاب بروقت پہنچی، آج میں نے اپنا مقالہ ختم کر کے (اردو انسائیکلو پیڈیا کے لئے) پروفیسر محمد شفیع صاحب کو لاہر بھیج دیا ہے۔ کتاب بہت خوب ہے اور محققانہ انداز میں لکھی گئی ہے اگرچہ زیادہ تر مادہ کے حوالے نہیں دئے گئے۔

آپ کا مضمون مسمو راہی پر ہر جملہ رسالہ تاریخ میں چھپ رہا ہے۔ دو ایک روز میں پورا چھپ جائے گا۔ باوجود مضمون خود  
ہوسنے کے بہت پسند ہے۔ پروف میں خود دیکھ رہا ہوں۔ اس سلسلہ کی اور کتابیں بھی بھیجتے رہیں۔ آئندہ اشاعت فردوسی میں نکلی  
اگر ضروری کہے وسط تک بھیج دیں تو وقت پر چھپ سکے گا۔ آپ کے مضمون کہہ نئے حسب دستور بھیجے جائیں گے۔  
سام الدین صاحب کو آپ کا پیغام پہنچا رہا تھا۔ غالباً انہوں نے آپ کو کھما ہوگا۔  
دور و ستاز را بہ ہمت یاد کردن مشکل است  
دور نہ ہر نکلے پائے خود نگر می انگندا

آپ کی کتاب پر مضبوطی ہوگا انشاء اللہ!  
خدا کے فضل سے اب میری طبیعت ہم ترین صحت ہے۔ صاحبزادے کی صحت اچھی ہوگی اور آپ مع اہل و عیال بخیر رہیں  
ہوں گے۔ میرے سب بچے جو اب آپ سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں آپ کو آداب عرض کرتے ہیں۔ میری طرف سے گزرتا  
اور بچوں کو دعا۔

آپ کا مخلص: اختر جزا کدھی۔ کراچی ۶ دسمبر ۱۹۵۲ء

(۱۵)

بنام امیر محمد رضا الدین احمد آرزو

شفیق و مکرمل

اسلام علیکم۔ میں رستہ کے ملی کارناموں پر ایک مفصل مضمون لکھ رہا ہوں اس سلسلے میں مجھے تصانیف احمدیہ جلد اول  
میں رستہ کے مختلف رسالے پر ان کے کچھ ہرے دیا چرن کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ان کو نقل کرنا کر بھیج سکیں تو بڑی فائز ہوگی۔  
نقل و کتابت کے مصارف پر بے ذمہ ہوں گے۔

امید ہے آپ بہرہ و جود غیریت سے ہوں گے۔

مخلص: اختر جنجن تنق اردو پاکستان اردو سوسائٹی کراچی ۱۷ جولائی ۱۹۵۳ء

(۱۶)

بنام ملک نام

میرزا صدیقی المحترم سلام اللہ تعالیٰ!

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چنیتہ آپ کے پے در پے تین کرم نامے ملے تھے جن کا جواب ارجمند کو لکھ چکا ہوں۔  
اس کے بعد آپ کا عنایت نامہ روز ۲۲ جولائی اور دوسرا عنایت نامہ ۱۱ اگست ۱۹۵۳ء میں اپنے خط کی رسید نہ پا کر تعجب ہوا کہ وہ خط آپ  
کیسے نہیں پہنچا۔ حالانکہ ایک مخلصہ غلطی میں بھائی ٹاک سے بھیجا تھا۔

میں بفضلہ تعالیٰ بیوفایت سے ہوں لیکن آپ جیسے کرم فرما سے کہیں ناماض ہونے لگا، اس کا کبھی خیال ہی نہ فرمایا۔  
کچھ تقریری مصروفیات اور کچھ تساہل اور کوتاہی جلد آپ کے خط کو جواب نہ دینے کی ذمہ دار ہے۔

ریڈیو پاکستان کراچی سے میں براہ عالم اسلام پر ایک تقریر نشر کرتا ہوں۔ اس کے لئے مجھے ٹل ایسٹ نیوز ایجنسی کے ہفتہ وار MENA کی ضرورت ہے۔ ان کا پتہ یہ ہے۔

43, MALIKA STREET CARO

اس کے منیجنگ ایڈیٹر ڈاکٹر حسن خلیفہ ہیں۔ اگر آپ رحمت فرما کر میرے نام پر یہ پتہ جاری کرادیں تو عنایت ہوگی۔ اس کی جو قیمت ہوگی وہ میں آپ کی ذمہ داریت ادا کروں گا۔

پیر حسام الدین راشدی صاحب ۱۹۷۱ء کے سچے گڈل پڑھ کر شریف رکھتے تھے۔ اب وہ دلوں سے واپس آگئے ہیں۔ میں نے ان کو توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنے خطوط کا جواب دیں۔ وہ خطوط کے معاملے میں نہ صرف سست بلکہ بہت بے پروا ہیں۔

امید ہے آپ مع اہل و عیال خیریت ہوں گے۔ بچے کی صحت اب بالکل اچھی ہوئی۔ جولائی کا رسالہ تاریخ تیار ہو رہا ہے۔ ایک آدھ ہفتہ میں روانہ ہوگا۔ اردو کے دو نمبر جولائی کے موقع پر جو ۱۵ تا ۱۹ اکتوبر پر ہی ہے، ایک ساتھ شائع ہوں گے۔ یہ مضمون کر کے انٹروس دیا کہ آپ کا رسالوں کا ذخیرہ فائر آتش ہو گیا۔ اردو کے کون سے پرچے آپ پاس نہیں رہے۔ وہ اگر آپ بنا دیں تو میں ان کی تلافی کی کوشش کروں۔

احقر: اختر۔ کراچی۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۷۳ء

(۱۷)

نائب رام

برادر عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ و بارک اللہ فیکم!

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ کیا بتاؤں کہ میں آپ سے کس قدر ناام ہوں۔ آپ کے پلے درپے نواز قس نامے ملتے رہے اور میں مجرم افکار کے سبب ان کا جواب نہ لکھ سکا۔ تقریباً ۱۰ ماہ قبل ایک خط کراچی سے لکھا تھا جس میں آپ کے پھیلنے والی نیتوں کا جواب لکھا۔ امید ہے کہ وہ غور ہو گیا ہوگا۔

میں نے انجن کی ملازمت ترک کر دی ہے اور یکم دسمبر سے بحیثیت صدر شعبہ تاریخ اسلام یہاں آگیا ہوں اگرچہ بال بچے کا پر سب کراچی میں ہیں۔ کچھ اہل و عیال میرے ساتھ ہیں نیا مکان، نیا مائٹ، نیا پانی اور خزانہ منعی کی تعمیل، گذشتہ دو ماہ انہی کی نذر ہو گئے اب کہیں باکرست نے کاموق ط ہے۔ پھر بھی یقین مانے کہ اب تک فراخ خاطر نصیب نہیں ہوا۔

زندگی نام ہے ہر سر کے جتنے جانے کا

آپ کی شکایت بسر و چشم۔ سوائے معذرت کے اور کیا عرض کر سکتا ہوں۔ اگر قبل افتد... الخ۔ بایں ہمدرد توفیق ہے جا

نہ ہوگی کہ آپ کی عنایات و توجہات اس طرح میرے شامی حال رہیں گی۔ زیادہ کیا عرض کروں۔

خواجہ خود روش بندہ پروردی داند

آپ کا مضمون کراچی ہوتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا۔ میں نے ایک خط کے ساتھ سید لاشی صاحب کو بھیج دیا ہے کہ وہ

فوری نمبر میں شائع کر دیں۔ نام کے متعلق اطمینان رکھئے۔



براہ کرم معری نیز انجینی (۳۳) شارع المذہب کاہرہ، مکتبہ کرمہ آنندہ ۱۰۰ NA کے تمام نمبروں پر  
میں محمد السبع اہل دہلیال نیزیت۔ یہ ہیں اور آپ کی صحت و وفایت کے لئے ہمیشہ دست بعاہ  
احقر: اختر۔ سندھ یونیورسٹی حیدرآباد (صفحہ ۹) فرد

(۱۸)

نہار الکرار

شفیق مہتمم: اسلام علیکم۔

افسوس ہے کہ زندہ ہوں لکھنا چاہتا ہے حال

کیا مختصر جواب یہ ہوتا کہ — مر گیا

انہما ہی عزین و طال کے ساتھ اطلاع دیتا ہوں کہ میری رفیقہ حیات نے داعی اہل کو لیک کہا اور مجھے  
کہ ہمیشہ کے لئے فارغ مفارقت دے گئیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون  
موجود نہ صرف ذہنی معاملات ہیں میری دست راستہ نقیب بلکہ میری داعی کا دشمنی میں بھی: ابشر یک  
مجھے اپنی برائی اور غارت و بیانی کا کچھ غم نہ تھا کہ میرے لئے ان کی ذات سراپہ صد حیات تھی لیکن اب مجھے میر  
کا احساس ہوا۔  
چار دن پہلے ان کا یادگار ہے جس کو سینے سے لگاتے ہوئے ہوں۔

دلی ریش اختر از کراچی ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء

(۳)

.. سید نذیر حسین محدث دہلوی (۱) بنام شاہ سلیمان بھلواروی  
 " نوازش نامہ حضرت شیخ الاسلام استاذنا العظام نائب رسول الثقلین مولانا دستاؤنا سید نذیر حسین  
 کالالت نمازق افاداتہ مصعوبہ و ذرا بی فیوضاتہ مبتوشہ کہ بنام فقیر لغت بہ خط جمعی مولوی طلعت حسین  
 صاحب مظلہ العالی پوز فالٹھہرا اھدن الی اصراط المستقیمہ "

هو المولى الهادى الى الصراط المستقيم  
 اے عزیز ازما سید و ان تبدد ما فی انفسکم اذ تحفونہ بحاسبکم ربہ اللہ اندیشہ کن و ہمہ اذ اشک کالافامہ  
 بخنودہ نفسانی مباحث و سرور مراقبہ خاد کر و فی اذکرکم فرو برد ویدہ دل در مشابہ و مجتہدین مباحثہ تاخیرہ انی کما  
 ناخیزہ بکشاف و نظاہ کن و سکہ طلب استقامت خود در بوتہ ناستقامت کما ضرب و الذین جاهدوا فینا  
 نبہ و باتش یحذرہم اللہ نفسہ بگذار و خالص کن، تا شاید ان ہر لہدینہم سبیلنا کردہ و در بازار  
 ان اللہ اشترى من المؤمنین و انفسہم و اموالہم بان لھم الجنۃ ادا از تہ باشد و بیان  
 بر رایہ توانی کہ بقا عت دین خالص اکالہ الدین الخالص حاصل کن شاہ رمزہ از اسرارہ و الخلیفون علی  
 خطیرہ جلیبہ پر و بکشایند و از اربع الزار فتمن شرح اللہ صدقہ الاسلام فہو علی ذر من سربہ شحات  
 بہ تو تابد تا از حنیض قل متاع الدنیا قلیل پائے ہمت پیروں نہی و براویج و الآخرۃ خیرہ و البقی مسودہ کنی  
 و مشیر اقبال ذلک فضل اللہ یؤتیہ من تشاء بشارت چیں وارساندہ اکالہ خافوا لا تخزوا و البشیر و  
 بالجنۃ التي کنتہم تو عد من و در سندان جنات التعمیم رضی اللہ عنہم نذر و دہر کلو اذ اشربوا ہنئ بالکنتہ  
 تعلمون، نبادہ و اسلام

محمد نذیر حسین

بنام مولانا حالی

(۲)

منسوب نوب سر منزل اللہ غاں

جناب محرم و مکرم - خطاب شمس العلماء مبارک! ہر چند کہ آپ کی ذات ان تکلفات سے مستغنی ہے اور

بد حرمت ایک کی شان میں بک شہ کم دبش نہیں کر سکتے۔ تاہم اس امر کی خوشی ہے کہ فہرست جعفر شمس حادری  
برکلی مئی ۱۰ ہدی ہو گئی۔ بلکہ بک غلطی کی اصلاح ہو گئی۔ قطع نظر ازیں ایک و فاشعار۔ ایسا نادر اور راز  
دی۔ رت قوم کا۔ مرض ہے کہ انہی گورنمنٹ اور اس کے احکام کو عزت اور ادب کی نگاہ سے دیکھنے کے لئے  
یہ لازم ہے کہ جو دراز جائز طور پر گورنمنٹ سے عطا ہر اس کو دیا اور ادب کی نظر سے دیکھیں۔  
اب میں بحیثیت ایک رہنہ خادم اور تدبیری معتمد کے مدق دان کے ساتھ محروم جناب کو مبارکباد  
رہ رہنہ ادب ختم کر رہا ہوں۔ سلام

باب کا ایک کترین خادم منزل اللہ

(۳)

مذہب نواب منزل اللہ خاں

مذہبی و کرمی۔ سلامت۔

نفس منزل۔ بحکم پو۔

السلام ملکیم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔ الانا سر پہنچا۔۔۔ عید مبارک ہو یا نہ ہو۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جو مدعو  
دلوں کے جواب کا محتاج ہے۔ میری حالت پوچھئے کہ مجھ پر ایسی ایسی عیدیں گزری ہیں کہ جو ہزاروں غم سے زیادہ  
تھیں۔ اب اس عید کا حال سنیں۔ میرے۔۔۔ یاد برو عائد چار ماہ علالت کے عید سے ایک روز قبل مجھ کو سہارا  
ہو گیا۔ نئی کو نماز عید سے بھی محروم رہا۔ اور سب سے بڑی حسرت اور سخت تکلیف وہ مایوسی ہے کہ اپنی اور  
کی ہزاروں آرزوں کا خون ہوا۔ یعنی میرے جانا موقوف ہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کی نہایت اہم مہنگ جو کہ  
نئی۔ ملتی۔ سول سرجن صاحب میرے معاملہ کے لئے تشریف لائے۔ اُن کا حکم ہے کہ ایک ہفتہ تک  
کروں۔ اور نہ کوئی دماغی کام۔ لیکن باوجود اس کے اس وقت جناب کی تحریر پڑھ کر دل میں ایک اور گھومنا  
دماغ میں پکڑ آبا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ

اب بتلائیے کہ میری عید مبارک ہوئی یا نا مبارک تر۔ اس سے زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں۔ نواب  
مرحوم کے اور ہر سے تعلقات۔ کچھ تو ان کے دل میں تھے جو زیر زمین دفن ہیں۔ کچھ میرے دل میں ہیں جو  
یراگندہ اوراق ہیں منتشر ہیں۔ غرضیکہ۔

بشت است بر جریۃ عالم دوام ما

اس معاملہ میں آپ کا مکمل ہم خیال ہوں اور خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ خدائے تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا  
بے زبان کی مدد کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ جزاک اللہ فی الدین خیر۔

آپ زمانہ جاہلیت کے جو کارنامہ سائق فرما رہے ہیں۔ وہ آئندہ زمانہ میں قومی لشکر پھر کے سنہری اوراق  
گے۔ چونکہ یہ سب باتیں میری آنکھوں کے سامنے گزری ہیں لہذا مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک تصویر میری نظر  
ہے جو منہ سے بھی بول رہی ہے۔ اگر ذرا اچھا ہوں اور تھوڑی سی خدمت اور مہلت ملے تو دل کھول کر باتیں  
خاکسار۔ خیر خواہ۔ منزل اللہ

بِ نَافِ مَزَلِ اللہ خالی (۴) بنام ذاب سید علی حسن  
گرمی نامہ راجوں برکشاد م  
مذہبی و مکرری و معتزلی سلامت۔

استلام علیکم درعتہ اللہ وبرکاتہ۔ جناب کے پیہ تبریک کو میں صوف اپنے حق میں سہلک ہی نہیں سمجھتا بلکہ  
موجب حقیقت و فخر سہاوت خیال کرتا ہوں۔ خدا کے تعالیٰ آپ کو یوں فرمائی دیرگاہ سلامت باکرامت رکھے۔ آمین۔  
آپ کی ناسازی مزاج کا خیال کر کے مجھے ہمیشہ تردد رہتا ہے۔ اور آپ کی فیرو عانیت کی دعا کرتا ہوں۔  
اگرچہ بظاہر سبب کوئی قریب نہیں۔ لیکن اگر کبھی لکھنؤ آنا ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ مزید شرف و حاصل کروں گا۔  
خطاب اور ماب ہم وزن بھی ہیں اور قرب انعامیت بھی یعنی لگا ہے بسلا سے برنجد و گاہے جہانے  
خلعت دہندہ تقریباً چاس سالہ عمل زندگی میں مجھے دو دن تجربے ہو چکے ہیں۔ خدا کے تعالیٰ طریق استغفار و صراط  
مستقیم پر قائم رکھے اور انجام بخیر کرے۔ آمین۔ وَاَجُودُ عَوَانًا مِّنَ الْمَعْدُودِ۔

فاکس ریفر خواہ۔ مزل اللہ

(۵)

نرب محمد مسیح اللہ

مذہبی و مکرری۔

تسلیم۔ اس وقت تلاش کرتے کرتے ایک رعایت نکلی ہے اور وہ یہ ہے۔ لا ولا یہ لصغیر ولا  
جھون ولا لکافر یعنی مسلم و مسلمہ۔ اگر دفتر مسلمہ ہے تو عیسائی مانڈیہ نہیں ہو سکتی ہے۔ اور جب ولیہ  
نہیں ہو سکتی تو اس کو استحقاق بھی نہیں ہے۔ لیکن ابھی میں اور تلاش میں ہوں۔ میں آپ کو ایک یہ مشورہ دیتا ہوں  
کہ آپ شرعی دل و دفتر کے ہیں۔ آپ اس کا نکاح کسی ایسے لڑکے سے کر دیجئے۔ اگر آپ ایسا کریں گی تو پھر تمام  
پریشانی رفع ہو جائے گی۔ اور ان کی اختیار کے روایت صاف ہے۔ ولی الصغر والصغیرہ ازینکھان۔  
وان بعد ترضیا۔ دوسرے متن پر روایتیں دیکھ لیجئے معد نشان کتاب۔

محمد مسیح اللہ

۱۳ فروری

(۶)

نرب محمد مسیح اللہ

مکرری و مذہبی۔

بلاہ عنایت اس قدر مجھ کو بتا دیجئے کہ مولوی ہدی علی صاحب لندن میں کب تک مقیم ہوں گے۔ اور اعلان  
کے نام تار یا خط کس پتہ سے پہنچتے ہیں۔ اسی سفر میں آپ سے نہ ملنے کا افسوس ہے۔

فاکس ریفر خواہ محمد مسیح اللہ

۲۶ جولائی

(۷)

نرب ابو محمد عبدالحق

بنام ذاب ملا جنگ بہادر  
استلام علیکم ماد جب کے بعد اتماس ہے کہ فقیر کی دائمی رغبت کی ایت عالیجناب ذاب مدار اللہام صاحب

آپ کے اخلاق کریمانہ سے مجھے کامل امید ہے کہ حضرت اس کا شفیعی عنایت فرمادیں گے۔  
 بہت حمد مل جائے گا۔ حضرت کے ذرا اشارہ سے یہ مشکل کام سرانجام پاسکتا ہے۔ حق سبحانہ حضرت کی اس  
 بابرکات کو سلامت رکھے۔ آپ اہل علم و اہل کمال کے مربی و مقدمہ دان ہیں۔ والسلام مع الابرار امین  
 خاکسار ابو محمد عبد الحق حنفی علیہ السلام

2199 8.6.29

( ۸ )

بنام میر محبوب علیخان نظام دہلی

معارف۔ سوانحِ آپ کی رائے کے دوسرے وسیع عالمی تائید حیات مقبول گردینا۔ بامعرب 6/1/19

بحر من ————— علی ————— میرساند

مردی فصل حق خیر آبادی ہندوستان کے مشہور اور نامور عالم تھے بلکہ ان کے علم و کمال کا شہرہ عرب و عجم  
تھا۔ ان کے مرزا مولوی عبدالحق صاحب جن کو سرکار انگریزی سے شمس العلماء کا خطاب اور تہذیبیہ ہے، حیدر آباد آئے ہوئے  
ہیں وہ بھی بڑے عالم اور صاحب تصانیف ہیں، ایسے نامور و عالی خاندان اور مشہور لوگوں کے ساتھ، اس سرکار کے  
سلوک جو مانگتا تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو شرق سے لے کر غرب تک حضرت پیر و مرشد کا منوں اور دعاگو مانا  
ہے اور ایسے بالکمال و کون کے لئے اب سوئے اس دروازہ کے دوسرا نہیں ہے، ثواب محسن الملک بہادر، اب  
عماد الدولہ بہادر و نواب فتح نواز جنگ بہادر و نواب انتصار جنگ بہادر ان سب لوگوں نے بالاتفاق خانہ زاد سے  
ان کے فضائل و کمالات کی تصدیق اور ان کی سفارش کی ہے اور اس سرکار کی شان و فیاضیوں سے ایسے بالکمال و کون  
کی اعانت ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے لہذا خانہ زاد کے نزدیک دوسروں پر یہ ماحول رکھنا ان کے واسطے جتن جات تھو  
کر دینا مناسب ہے تاکہ وہ آناؤی کے ساتھ جہاں چاہیں رہیں اور اپنی تصانیف اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھیں  
عرفی خانہ زاد آسمان جاہ بہار و عزم و جلال مطابق ۱۲ ستمبر ۱۲۸۵ھ

(9)

بنام میر محسب علیخان نظام کد

مناسب ہے۔ دوسرے روپیہ مولوی دلیل الدین مرحوم کی بیبہ کے نام و فیض کے طور حیات تک جاری کیا جاوے

یا محبوب ۱۲/۱۲/۴۷ مطابق یکم ستمبر ۱۸۸۷ء

بعضی ————— اقدس و اعلیٰ ————— میرساند

مولوی دلیل الدین محبوبہ دار اورنگ آباد کی وفات کی اطلاع خانہ زاد کر چکا ہے اور نکاح مقیم ہوا ہے۔

اس مولا نے ہندوؤں کو دربار بادشاہ سے مامور لکھنؤ، منروہی، بونہیاں کے صدر کاسب نے اس وجہ سے روک رکھی تھی کہ وہ حیدر آباد سے برہنہ پہلے گئے تھے۔ اس رکاوٹ کی اطلاع پہنچنے پر دربار بادشاہ کو دی تو انہوں نے حکم جاری کیا کہ کوئی نہ جہاں کہیں بھی لکھنؤ جاری رکھی جائے۔ اسی کی قتل یا اس کا سنی دینے نے عمار جنگ معتمد قاسم سے لاکھا ہے۔ (اصل محفوظہ ذریعہ خیر و خلیص کاظمی)

یہ نہیں کر سکتیں اور ابھی ڈیڑھ برس تعلیم کے باقی ہیں اس لئے اگر سرکار منظور فرمادیں تو تہذیب کا خراج اس حدت کا جو باقی ہے سرکار عالی کی طرف سے دیا جاوے اور انکی بیوہ کو دوسروں پر یہ مالانہ وظیفہ تاحیات عطا کیا جاوے کہ مدارالہبام مرحوم کے وقت میں بھی بنظر پرورش بعض لوگوں کے ساتھ ایسی رعایت کی گئی ہے۔ چنانچہ بیوہ نجی اور حبشیدہ بیوہ معتمدہ کے ساتھ اسی قسم کی رعایت مدارالہبام مرحوم نے کی تھی فقط صلہ

عرفی - خانہ زاد قدیم آسمان جاوہ

۲۵ ربیعہ ۱۳۰۲ھ

بنام منشی محمد الدین فرق

(۱۰)

سید شریک حسن شریک فی

برادر مسلم علیکم والہم وعلیٰ

برخوردار فرد چشم فیروز الدین نے اصلاح کے لئے میری ہدایت کے موافق نظم یا نثر صاف کر کے کیوں نہیں بھیجے؟ میں نے توغیس میں بھی رعایت کر دی۔ برخوردار کی طبیعت موزوں ہے۔ اور ترقی پر آمادہ۔ غالباً نظم سے بھی اچھی مشابہ ہوگی۔ وہ چند روز میں خود اپنے کو تمام مشہور اساتذہ سے ہر طرح بہتر سمجھنے لگیں گے۔ کیونکہ "مجدد" کے فیض میں رہی کرشمہ ہے۔ البتہ استقلال اور محنت درکار ہے۔

مضمون لطیف جو ان کے طریقت میں شائع فرمائیے۔ اس کے بعد شاعری اور وحدت الوجود پر تیسرا نمبر ملے گا سید احمد حسن شریک (مجدد) سے ترقی شریک فی

۱۳ جون ۱۹۱۲ء

بنام منشی محمد الدین فرق

(۱۱)

نور محمد علی آزاد

برادر کرم!

کارڈ محمد خدوہ اور ذوری کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کی ہمت مردانہ کی داد دیتا ہوں۔ مجھے پیسے ہی آپ کی حق پسندی - حق گوئی - ایثار اور سچے قومی چرخ سے ایسی ہی امید تھی۔ جب تک ہم مل کر ترقی حاصل موجود نہ ہو کہ قومی اغراض و مقاصد پر ذاتی اغراض بے تکلف قربان کر دیا کریں۔ ہم کسی طرح قومی خدمت کے کمال نہیں کر سکتے۔ اخبار اور رسالے ملک کو انہی باتوں کے تیار کرنے کے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور جب ایڈیٹر ان اخبارات خود ہی اتنے تنگ نظر ہوں کہ ہر بات کے ہر پہلو میں ذاتی فائدہ ڈھونڈتے ہیں تو وہ قوم اور ملک کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

ابن - باب نامہ تحریر کی فکر ہے۔ سر آسمان جاوہ مرحوم حیدر آباد کے وزیر اعظم یا دیوان تھے۔ انہوں نے ایک سرورہ اعلیٰ حضرت پر مجبور کیا اور انصاف جاوہ کی خدمت میں پیش کیا کہ دلیل الدین متوفی ملازم سرکار کی وفات پر اس کے متنبی کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں رہا۔ دوسروں نے وظیفہ مرحوم کو دے دیا جاتے۔ اعلیٰ حضرت نے یہ معروضہ منظور فرمایا۔ وہ دستخط کی جگہ "یا معرب" لکھا کرتے تھے۔ ایک برسے فرماؤ اور اس کے ذریعہ ان کے انحراف کے علاوہ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مدت آصفیہ کے کارفرما اپنے ملازمین کے حقوق کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔ اصل نور جناب ملک کاظمی کے ذخیرہ میں محفوظ ہے۔ اس سلسلے کی بقید تحریکات آگے آتی ہیں۔ (تہر)

لے آپ منشی محمد الدین فرق کے چھوٹے بھائی ہیں۔ برسے ذہن - خرد کاہ - خود ساز - جہانیاں - باغ گشت -

(محمد عبداللہ قریشی)

ہیں ایسے ہی زبردست ایڈیٹروں کی فرست ہے جو ہمارے رخ پر نہ چلیں بلکہ طوفان سے مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں  
مرد میدان بن کر سامنے آ جانے پر تیار رہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ کا قابلِ فخر وجود ... ملک میں موجود ہے  
ملک کی ڈاک سے میں نے دلی لاہور۔ پیسہ اخبار آمد وکیل امرتسر میں بھی تحریک کی ہے۔ بھگے ان سوز ایڈیٹر  
سے پوری سید ہے کہ وہ ایک روزانہ اخبار کی موت پر قوم کو قربان نہ کر دیں گے۔  
۱۸ فروری ۱۹۱۶ء فقیر اعظم علی آہ اور رسالہ پیام امید اگر۔

(۱۲)

کتوب رضا بلگرامی

بناب صغیر تسلیم مزاج شریف۔ بندگی حضرت بندگی۔ آپ کی دعا سے۔ اس جلد مہلہ کو یوں معنی پہنا تاہم  
کہ آپ قوس و عنیدہ اور اس تسلیم کا اور مزاج شریف کا جواب میں گئے نہیں۔ لہذا بمصداق:  
از من بن سلام و ہم از من بن پیام رنج دلی مہاد پیام و سلام را  
خود ہی سلام کہا اور خود ہی جواب بھی دے دیا۔ خود ہی مزاج پوچھا خود ہی دعا کہہ لی۔ آج دوپہر کا وقت، دھوپ کی شدت  
گرمی کا ترقہ، دن کا زور شور، بیٹھے بیٹھے جی گھبرا رہا تھا، صغیر دیکھنے لگا۔ اس کتاب کا کیا کہنا۔ اگرچہ کلیتہاً تائید و تکریم  
کے واقعہ کا انقباض بہت دشوار ہے تاہم آپ نے خوب ہی قواعد مضبوط فرمائے۔ مگر سادہ ہی اس کے ایک ہیئت  
یتغیر بہ کر دیا ہے کہ اپنی اور لکھنؤ کو ایک ہی لاشی سے نانکا ہے۔  
اوسی طرح بیکر طیش میر تقی کو بھی مستند ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ خود آپ اختلافات دہلی اور لکھنؤ کے قائل ہونے میں  
دیکھتے صفحہ ۱۲۵ رشحات صغیر۔ درحالیکہ اختلاف مابین دہلی و لکھنؤ مسلم ٹھہرا تو متقدمین لکھنؤ کہ جو دہلی والوں کی تائید  
و تکریم پر مجبور سا کرنا کہ ٹھہرا۔ مگر کیا کیجئے جب اشی ... آپ کو اور جناب تدد کو مرزا غالب صاحب کی محبت نے  
ایسا مجبور کر رکھا ہے جیسا قوم نصیری کی کہ حب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے۔ حالانکہ میرا بھی اعتقاد ہے کہ مرزا غالب  
صاحب فارسی میں اکثر اہل ہند سے بہتر ہیں مگر اردو میں تو ایک مبتدی لکھنؤ کے مقابل نہیں۔  
کا و کا و سخت جانی آئے تہائی نہ پوچھ

ما حطر و انصاف طلب ہے۔ اگر نقص اس کتاب میں ہے تو یہی ہے۔ مجھ کو بھی آپ کے اور جناب تدد کی طرف سے اعلیٰ  
ہے۔ جب نہیں کہ مرزا صاحب مرحوم کا ریخ بلگرام میں بھی کسی نہ کسی پر ایہ سے داخل کر دئے جائیں۔ میری اس رائے  
ناتقص سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں مرزا غالب صاحب کا غیر معتقد ہوں۔ مگر مقابلہ لکھنؤ، دلی والوں کو میں ضرور ناقص  
سمجھتا ہوں۔ اس میں کوئی ہوں۔

دوسرے یہ کہ اسیر کی نسبت جو آپ نے اپنا اعتقاد بہت کچھ ظاہر کیا ہے۔ میاں بکر صاحب سے کچھ اچھے

حاشیہ از سید مرتضیٰ حسین بلگرامی:

- ۱۔ جناب سید غلام حسنین تدد بلگرامی اور جناب سید فرید احمد بلگرامی صغیر دونوں کو حضرت غالب سے غرضت تلمذ حاصل تھا۔
- ۲۔ رشحات صغیر۔ جناب صغیر بلگرامی کا تذکرہ تائید پر وہ محرکۃ الاما معتقد ہیں جو وہ بار طبع ہوا اور مقبول عام ہوا۔

یعنی میں نہیں دیکھتے؟ بڑے غضب کی بات ہے کہ تاریخ طبقہ رسوم میں مسلم ٹاٹ کہلائی۔ اور آتش جو طرد عاشقانہ میں فروختے سر نہ ناسخ کے شریک مشاعرہ لکھے جائیں، اداس ہوا آپ اعتقاد لائیں۔

آرزو معنی عنہ

۱۸ مئی ۱۹۱۵ء

بنام ذاب سید علی حسن خان

(۱۳)

کتاب ذاب صدر الدین حسین

معنی و کرنی ذاب صاحب عنایت فرمائے مستندال سلامت!

بعد ابلان مراسم سلام نیاز متنازع واضح والی عالی باد۔ الحمد للہ کہ تادم تحریر بفضل رب تدبیر یہاں خبریت ہے اور خبر ومانیت ہر دم نیک مطلوب!

دیگر اتماس یہ کہ بوجہ تفکرات دنیاوی چند روز سے بندہ سخت پریشانی کے عالم میں ہے۔ اپنا وقت نہایت بد مزگی و بے لطفی سے گزر رہا ہے اور اس پر خشک سالی اور مخلوق کی پریشانی دیکھ کر ہوش و حواس ٹھکھکنے نہیں۔ لیکن ہزار ہزار شکر اس کریم کار ساز کا کہ شہر یونا سے یکایک یہ مزدہ جان بخش گوش زد ہوا کہ اعلیٰ حضرت سرکار نظام خلد اللہ ملکہ نے آپ کو طلب فرماتے اور ایک منسوب جلیلہ عنایت کرنے کا قصد کیا ہے اور یہ خبر معتبر ذیلیع سے ملی ہے۔ بلکہ الحمد للہ کہ چیرکہ خاطر می خواست آخر آمدن پس پردہ تقدیر پذیر۔ واللہ ثم باللہ اس نوید بالافرا کو سن کر اس قدر خوشی حاصل ہوئی کہ گویا بھی کو منصب ملا ہے۔

اس لئے کہ آپ کے راحقین اور وابستگان سے اور آپ کے فرزند خان سید فخر الدین اور سحر الدین سلمہ بھی ہیں اور نجاتیات جہاد و سیاحتی راڈ گا کیواڑ یہاں کس پیرسی کا عالم ہے۔ لیکن ہے کہ کسی وقت ان کے لئے بھی کوئی جگہ نکل آئے اور سرکار نظام کی مرحمت ضرور سے مدتوں کے پھیرے ہوئے اور نیک خوران تعلیم برکت آپ کے تادم مینت لزوم کے پھر یکجا جمع ہو جائیں تو کچھ عجب نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ خوشی مبارک کرے۔ اور اس سے زیادہ آپ کو مراتب و درجات عالیہ پہنچائے۔ ای دعا از من و از جلد جہاں آمین باد۔

مرسلہ خاکسار غیر طلب میر صدر الدین حسین از پردہ

۸ راکت ۱۹۱۵ء

بنام سید محمد نور شہید پھلی مشہر

(۱۴)

کتاب تیر شکرہ آبادی

مرایہ نازش تیرہ روز میر بر خند و رسید الجلیل الشہید سلمہ اللہ القدیر۔

بعد از سلمہ شالقتہ واد میہ مشکاثرہ لائقہ واضح خاطر سعادت آن عزیز ہو۔ الحمد للہ والمنہ کہ میری دعاؤں کا اثر ظہر ہوا اور حضرت تقدس تعالیٰ شانہ نے شردہ ولادت با سعادت فرزند ارجمند بخانہ کن عزیز سعادت پیوند و طالع مند سنایا۔ سال گذشتہ میں فوت صبیہ سے جو گرد طال عارض چہرہ سال ہوئی تھی وہ اس آبیاری رحمت و فضل ایزدی سے زائل و بظرت ہو گئی۔ قطعہ تاریخ ولادت من قریب انشا اللہ پہنچے گا۔ ان دونوں باوجود الام و مقام پیری و تکلیف حضور دی دربارہ و حضور ولی نعمی ادا اللہ اقبالہ العالی جس قدر وقت ملا ہے آپ کی تعمیل فرمائش میں صرف ہوتا ہے

لے سید محمد پھلی التعلیم بہ مشہور خلف اکبر حضرت شہید کی موت اشارہ ہے



بغیر غرض، با حزن و غم کتب خانہ سرکاری میں داخل ہو گئی ہیں۔ اب ان میں سے کسی داستان کی نقل حاصل کرنا دشوار ہے۔ علامہ طبریزی ہر بار عرصہ آپ کی یاس واری خاطر سے پھر کہہ کر ایک کاتب کو تعین کے لئے دے دیا ہے وہ لکھ کر آجائے تو یہی دہلی لائق دید و سیر نظر ہے۔ شیفی مالہ، دھرم رام جوہر کی تحریر سے تہار، فرخ آباد کے مشاعرے میں شریک ہونا اور بے سلاہ و زلی پڑھ کر مشہرت و عزت حاصل کرنا معلوم کر کے شکر یہ باری تعالیٰ دیکھا۔ اشاد اللہ تم میری اللہ ہو۔ ہر مہر کو لکھی ہیں مریخ روز بار آور رہے۔ لیکن ابھی سے نہ زائد شتی ابتدائی ہے ایسی جرات یعنی بے اصلاحی کلام کا صحیح شعر نے نالی دہا۔ مسن میں دھنا آئیدہ سے قابل اعتبار ہے۔ اگرچہ آپ کی خدا داد ذہانت و علمی قابلیت سے اطمینان ہے۔ تم نے اب تک۔ دہلی ہیں بھیجی دو چار شعر جن کی خاص کر زیادہ شہرت و مقبولیت ہوتی جو ہر نے لکھے ہیں تمہارا یہ شعر خاص میرے رنگ کا ہے۔ میرے مانے سے بڑی گری مزاج یا۔ میں جادہ صحرای کی بغلی اسے دست و خشت دیکھنا

ماشاء اللہ چشم بدور میرے خیال میں اتنا بند شعر کوئی مبتدی یا اس عروا لاہر گزہر نہیں کہہ سکتا۔ ذاک فضل اللہ یونیس دینا۔ طرح، رافضی پر مطوعہ غزل نامہ بھیجتا ہوں والدعا۔ یہاں تک لکھنا چکا تھا کہ آپ کے ماموں صاحب قیاد میرے قریبی عنایت فرما اور محسن زادے ہیں تشریف لائے اور آپ کا دوستی خط دیا۔ جس کے پڑھنے سے بے حد ہوا و بر تک تمہارا ذکر۔ اور تفصیل سے حالات دیانت ہوئے۔ میں تم کو اس خط میں اور ہمیشہ کمی آپ اور کہیں تم ضمیر فاطمہ صاحبہ سے غلبہ کرتا ہوں تم سمجھتے ہو گے۔ بیشتر گزہر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا لفظ تعظی۔ حیاں سیادت و قابلیت لکھتا ہوں و اوقنائے محسن محبت یا شفقت استادانہ سے جو بمنزلہ رافت پدرانہ ہے مختلف ہر حرفت کر کے تم ہی لکھنا جاتا ہوں۔ ایلان کی محبت تم نے ماشاء اللہ نہایت قابلیت سے لکھی ہے اور یہ بالکل معجز ہے کہ فارسی گوئی اور اردو والوں کے قواعد میں اتفان نہیں ہے۔ لکھنا۔ اُٹھان کی تقضیہ کرنے میں آپ کی احتیاط مناسب اور میرے قواعد و اصول کے موافق ہے مگر اردو میں غزل شعرانے کہا ہے تو اسے ناجائز نہ سمجھو۔ اس محبت کو چھپوانے کی ضرورت اور شاہ مدار کی ریڈیاں ماننے کی کیا حاجت ہے۔ مگر جناب حافظ صاحب ندر (تمہارے ماموں صاحب) بغیر رعایت پہنچ گئے۔ ابو محمد بدستیم رساں ہے۔

۱۸ رذی الحجۃ الموحام ۱۳۹۵ھ

سید اعمال منیر اندام پور

مکتوب الید سید افتخار عالم صاحب

(۱۵)

مکتوب مری خدا بخش خاں

مردم زاد مطلق۔ بعد واد سلام اس کہ۔ آپ کا عنایت نامہ آیا۔ کتابوں کے لئے دیدہ براہ ہوں۔ آپ کو جو تفصیلیں درکار ہوں گی نسبت بنی بی ساہ جیلہ صاحبہ کے میں لکھ دوں گا۔ انہوں نے ملی گڑھ کی طرح میں بھی غزل لکھی ہے کاتب آجائے تو میں ان کو بھیج دوں گا۔ یہاں سب غیرت ہے۔ خبر ہے کہ گورنر جنرل کتاب خانہ ملاحظہ کرنے کو آتا، جنرل تشریف لائیں گے۔ دیکھئے اس ملاحظہ کا کیا نتیجہ ہوتا ہے زیادہ نیاز

۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء

خدا بخش معنی مند

(پٹنہ)

ب. الف سید علی صاحب

(۱۶)

مکتوب ابو سید عبد العلی لکھنوی

فرچشم و سرور دل ناز و اہم مولوی سید عبد العلی سلمہ

بعد ملتے ترقی عمر و اقبال کے واضح ہو کہ تم نے ہنسودہ کے خطوں سے سانحہ ہوش ربا روح فرسا انتقال بردارم  
و باعث تاب و توانم مولوی سید ابو القاسم صاحب کا معلوم کیا ہوگا۔ میں ادم جب ہنسودہ گئے ہیں تو وہ اچھے تھے  
و کمزور میں اچھا چھوڑ کر آیا ایک نامہ آیا کہ وہ بستر مرگ پر ہیں دوسرا آیا کہ انتقال ہو گیا۔ میں ادسیدن گیا مگر تجہیز و تکفین میں  
شریک نہیں ہو سکا۔ انا طلبہ و انا ایبہ راجعون۔ زہر و عہد کو ساتھ لے گیا تھا اور میں چھوڑ آیا۔ پھر ارادہ جانے کا ہے  
تاکہ غدر کھل کر اس کے خانہ عاری کا انتظام کیں کہ بغیر کسی پریشانی کے جاری رہ سکتا ہے۔ دینا ناگزیر ہے مگر اونکی موت  
میرے لئے اپنی موت سے بدتر ہے۔ تمہاری ہوش سے پہلے کا واقعہ ہے کہ میرے اور اون کے درمیان میں اس قدر  
گہرے تعلقات تھے کہ ہم دونوں ایک جان و دو قالب تھے، وہ تعلقات اب باقی نہ تھے مگر انکو مجھ پر عبور نہ تھا وہ  
مجھ اوی پر اعتماد کی تھا ادم و دونوں یہ سمجھتے تھے کہ دنیا میں اون کا مجھ سے زیادہ اور میرا اون سے زیادہ کوئی مدد  
اور تدبیر دان نہیں ہے اس قدر نرنی کا خاتمہ ہوا۔ ذالک تقدیر العزیز العظیم۔ تم صبر کرو۔ دنیا میں اس طرح کی بہتیں  
انسان کو پیش آتی رہتی ہیں مگر مردانہ و ارادوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ فقط مارسلہ کو دعا۔

عبد العلی

کتاب جو تمہارے بھیجی تھی پریشانی کی وجہ سے رسید نہیں لکھ سکا۔

مکتوب الیہ ریاض خیر آبادی مرحوم

(۱۷)

کتب سید عباس حسنی فصاحت لکھنوی مرحوم

مکرمی جناب سید ریاض احمد صاحب ریاض دام لطفہ

بعد یہ تسلیم۔ واضح خاطر شریف ہو کہ میں کہہ اللہ زندہ تو ہوں۔ مگر مبتلا ہے اس راضی چند۔ چند و افکار بڑی  
ہفتہ بھر میری طبیعت اعتدال پر نہیں رہتی۔ بقولے کہ ایک پیری و صد عیب۔ آپ کی صحت و عافیت کا مدد گاہ ہر دن  
سے خواستگار ہوں۔ درحقیقت میری اور آپ کی ملاقات کو ایک عرصہ دیدہ ہوا۔ ہمارے اور آپ کے جاننے والے  
اور شناسا اب کہاں؟ سب راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ کا محبت نامہ یعنی کارڈ مو۔ فر ۸ اگست مجھ کو ملا۔ اور پہلا  
کارڈ جو آپ لکھتے ہیں وہ مجھ کو نہیں پہونچا۔ جب سے اب تک مجھ کو شدید امراض تھے۔ آپ کی تعمیل ارشاد نہ کر سکا۔  
بہند اب میرے دل و دماغ میں اتنی قوت نہیں کرنی کہ ایک غزل بھی کہہ سکوں۔ میرا کہنا تو بہت کم ہو گیا ہے۔ گاہے ٹپے  
بوجہ امرا صاحب کچھ کہہ دیتا ہوں۔ ہاں یہ عیواری اصلاح کلام تلاذہ لکھنؤ اور بیرونجات کا اتفاق ہوتا ہے نہایت  
جبر کر کے طبیعت پر بنانا ہوں یا کہ مذکر کرتا ہوں مگر حضرات تلاذہ نہیں مانتے۔ میں نے تو جناب و سیم صاحب سے  
جیدما بادکن سے آنے کے بعد عذر کر دیا تھا کہ مجھے معاف کیجئے۔ میں مہوار طرح لکھیں میں غزل دینے سے قاصر  
ہوں۔ ہاں سال بھر میں دو چار دفعہ فعلی گا۔ انہوں نے واقعی میرے عذر کو پسند کیا اور دونوں طرحیں دکن کے مشاعرے  
کی جگہ سے اسی بنا پر لی تھیں کہ ان میں آپ کی غزلیں موجود ہیں نکر کرنے کی تکلیف نہ ہوگی۔ چنانچہ ایک طرح انہوں نے

تجربوں میں شائع کی اور وہ غزلیں طبع بھی ہوئیں۔ اور دوسری طرح نہ معلوم کس مصلحت سے شائع نہ کی اور نہ میں اپنی غزل بھی دیتا۔ مختصر میں آپ سے اور جناب دسٹیم سے مذکر کتابوں میں کچھ کہ سمجھ کر ہو لہذا آپ کے امرار کے بموجب کل ذرا مزاج بھال ہوا تو یہ چند شعر کلم برعاشہ کہہ کر ارسال خدمت میں۔ عزیز ایچھے صاحب شہرت سلمہ آگاہی باہر میں اور سید صاحب سے جھینڈ ہو گئے کہ ملاقات نہیں ہوئی۔ نہ معلوم کہاں ہیں۔ فقط... نیاز۔ جناب دسٹیم صاحب کو سلام شوق۔ ان کو بھی یہ تحریر دکھا دیجئے گا۔ تصنیع نہ سمجھے گا، نہ مبالغہ شاعری، یہ کہنے کو بہت جی چاہتا ہے، دیکھئے کب ملاقات ہوتی ہے، راقم الاثم۔

سید عباس حسن فصاحت عملی مند

غزل

سوئے سے چونک کر یہ کہاں نب کو لینے  
مارا نہیں غم و الم روزگار نے  
دھوپا ناتواں مرے دل کو غضب کیا  
ہمسر جو گل ہوا ترے پہرے سے باغ میں  
ترت بہ میری اور گلوں کو بڑا دیا  
اٹھے کے اضطراب کو اظہار کر دیا  
روئے کو تھے یہ زخم بدن اپنے محل پر  
ہائے گلوں کو بلانے پینا کے مرغ سوخ  
جھانکے نہ ان کو روزن دیوار سے قیب  
سیاب و برق و موع نے جب کی برابری  
مڑھل کے ساتھ لشکر غم نے چٹھائی کی  
موسمی نبی کا حفظ کیا جل سدا  
آئے وہ نزع میں تو اشارے سے یہ کہا  
واغظ کے گرد کیوں ہے تماشائوں کی میٹر  
گلشن میں مروہر حفاظت کھر سے غل  
ہم جلتے لائے عاشقوں کے دل اندل کے روز  
دھکا انصیریات میں آتے ہوئے نہیں  
آرازا بک نے بھی فصاحت نہ دی میں

نالہ کیا کسی نہ کسی بے قرار نے  
لی جان میری حسرت و پیدار دے  
دکھلا کے منہ بلائے شب انتظار نے  
دستے دکھائے موع نسیم بہار نے  
انسوس اُن کو خندہ بے اختیار نے  
شق ہو کے سو جگہ سے چلتے مزار نے  
لیکن ہنس دیا ترے اوچھے سے وار نے  
کاٹوں کو مہز کر دیا نعل بہار نے  
اُڑ کر کیا ہے بند ہمارے خبار نے  
دے دی شکست میرے دل بقرار نے  
بڑھ کر نشان مرہ و بناہ دار نے  
دشمن کے گھر میں بھیج کے پردہ گار نے  
کیا کیا ہوائے دامن برہسار نے  
میرا کیا بہ حال ترے انتظار نے  
کیا لی خبر کسی نہ کسی بادہ خوار نے  
گل کی نسیم اڑا لی نسیم بہار نے  
کیا آگ سے بنا دیئے پردہ گار نے  
انسوس جھللا کے چسپان مزار نے  
قرون پہ دو قون کی گئے جب پکار نے

تحریر تاریخ  
۱۱ ستمبر ۱۹۱۱ء

ب سید عباس حسن نفاست لکھنؤ

(۱۸۱)

مکتوب امیر سید محمد علی عثمانی

مصدقہ محبت و محبت جناب کو تسمیٰ صاحب زادہ محبت۔

بعد سلام شرقی انصہام واضح خاطر الفت تاثر ہر کہ میں مجھ اللہ زندہ تو ہوں مگر مبتلا کے انکسار و دوات دوسری حد  
منعت پہلہ سال و امراض ... نہایت خفیف و نازاں ہو گیا ہوں۔ شاید لذت حیات میرا اب کم باقی ہے۔ خیر میرا حال شکر  
الہی لازم و واجب ہے۔ اب میرا دل دماغ شعر کہنے کے قابل نہ رہا۔ طبیعت پر جبر کے کبھی کبھی کچھ کہتا ہوں۔ مگر صاحب  
کے ماسم محبت تفریاد سے بوجہ تہذیب دعوت مجبور ہوں۔ کئی سال سے ہر جمہ ان کے امرا کے سالانہ اس ایک مشاعرے  
میں ضرور جاتا ہوں اور غزل بھی کہتا ہوں۔ چنانچہ اب کے بھی علاوہ خط کے خود جناب جگر صاحب بھی برائے مدہ ہفتہ بھر  
ہوا کہ میرے پاس اور قاری یقوب علی صاحب نصرت کے پاس آئے تھے۔ بشرط صحت و حیات انشاء اللہ ضرور جاؤنگا  
مع .... صاحب سدا اور ایک پرستے کے۔ غزل حتی الامکان کہوں گا۔ آپ بھی ضرور آئیے۔ عرصے سے آپ سے ملاقات  
نہیں ہوئی ہے اور آپ کا کلام نہیں سنا ہے۔ بلکہ آپ جگر صاحب کو لکھنے کہ جناب فانی صاحب کو بھی خط لکھ کر طالبین  
بہتر ہوگا۔ یعنی ہے کہ آپ کے کہنے سے جگر صاحب فانی صاحب کو بھی ضرور ملائیں۔ مشاعرہ بیت اچھا ہوتا ہے۔ جگر  
صاحب بہت اہتمام کرتے ہیں۔ بہانوں کی راحت مازی اور خاطر داری کا۔ اور شہرہوں سے بھی شعرا آتے ہیں اور کرایہ  
آمدورفت ریل سب کو بہ امرار دہ دیتے ہیں جن کو بلاتے ہیں۔ اور کھانا وغیرہ بھی موافق اپنی استطاعت مہیا کرتے ہیں  
کھلاتے ہیں۔ جگر صاحب کو آپ فانی صاحب کے جانے کو ضرور میرا خط پہنچے ہی لکھیں اور دھروانی صاحب کو ترغیب دلائیں  
مشاعرے میں جانے کی۔ میری دلی خواہش یہ ہے کہ فانی صاحب اس مشاعرے میں ضرور ہوں۔

حسب الطلب آپ کے غزل بھیجتا ہوں۔ میری چالیس برس کی کہی ہوئی ہے۔ اور دیوان میرا ان شاء اللہ مطبع منشی  
نور لکھنؤ میں چھپے گا۔ باقی حالت دیوان چھپنے کی ہیں آپ سے برکت طاقات بسواں میں کہوں گا۔ میری جانب سے جناب فانی صاحب  
اور ریاض صاحب کو بہت بہت سلام شوق کہئے گا۔ فقط  
باقی غیرت اور آپ کی صحت نیک مطلب۔

۵ رحمتی ۱۳۲۷ھ

راقم آثم سید عباس حسن نفاست معنی منہ

مکتوب امیر نواب وقار الملک

(۱۹)

ب سید امیر علی رشتی

THE LAMBDENS, BEENHAM NR READING.

مخدوم کرم ناد محمدکم۔

بعد تسلیم و نیاز کے انعام یہ ہے کہ آپ کا والا صحیفہ مدد ۲۸ رگمت مجھے ..... میں موصول ہوا  
اور اس باعث سے جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرمائیے۔ مجھے از مدد خوشی ہوئی اور میں خدا کا شکر بجالایا۔ کہ آپ کے صاحبزادے  
سلمہ اللہ تعالیٰ کو خداوند جل شانہ نے صحت معاف فرمائی۔ دعا کرتا ہوں کہ باری تعالیٰ ان کو بزدلی تمام قوت عطا کرے اور  
ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

جناب دالانے جو میموریل گورنمنٹ آف انڈیا میں بھیجی ہے کہ امپیریل گورنمنٹ سے کالج کی کچھ امانت ہر اگر

ان میں سے ایک سے کچھ حد تک ہوا تمام فراموشی گئے ہیں اس میں کما حقہ کوشش کروں گا۔  
محمد علی انگار اور میٹل کالج ایسوسی ایشن کا لندن میں قائم وہنا از حد ضروری ہے۔ اس کی نسبت میں عنقریب  
اعلم جناب والا کے ایک یادداشت آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔ مجھے تو اس قدر ہجوم کام کا ہے کہ عرض نہیں کر  
سکتا تاہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہفتہ میں ضرور یادداشت مغلوبہ ارسال کروں گا۔

اس ایسوسی ایشن سے جو فائدہ مسلمان طلباء کو پہنچتا ہے اس کو کمال و تمام جناب ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب سے  
آپ کو معلوم ہو گا۔ ہر چند سال گزشتہ میں بوجہ آمد ایک دوست کے بعض طلباء سرکشی شروع کر دیتے تھے۔ تاہم ہر صاحب  
کے سب اب سعادت مند میں ادب و ادبیت سے گریز نہیں کرتے، جو عنقریب آنے والے ہیں اور اکثر جوئے  
موتے ہیں خوشحال معلوم ہوتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ فوجی اور دوسرے کچھ کچھ کا انتظام کیا جائے۔ اس کی نسبت میں  
مراہ دل اور سر نہ ہو و مار لیس اور دیگر احباب کو لکھتا ہوں۔ ان لکچروں سے فوجیوں کو نہایت فائدہ پہنچے گا کہ  
ہے اور میں پھر انشاء اللہ تعالیٰ اخلاق احمدی پر ایک لکچر عنقریب دینے والا ہوں۔

مسئد کی نسبت بڑا ٹکس آغا خان صاحب سے اور اچھا ہے بالکل اتفاق ہے اور امید تو ہے کہ خدا کے  
دوست سے تیسرے نمبر کا PATRONAGE اس امر میں عطا ہو۔ مگر اس امر کو محض محرومانہ سمجھتے۔ کیونکہ اس کا  
سے فائدہ متصور نہیں ہے۔ بانی التسلیم

اخلاص کیش امیر علی رضوی عفی عنہ

۱۲ اکتوبر ۱۹۱۰ء

مکرم ہو، یہ ہے کہ اس سال بھی دعوت مجھے بہت دیر سے ملی۔ جو ڈیشل کیشن کے سامنے جو مقدمات پیش  
ہونے والے ہیں اس کا پورسٹ LIST مقرر ہو گیا۔ اب میں اس کو چھوڑ کر چلا جانا دشوار سمجھتا ہوں۔ اس واسطے  
جناب سرور عزیز مرزا صاحب کی خدمت میں لکھتا ہوں کہ اگر آئندہ سال میری صدارت چاہتے ہوں تو مجھے وہ جلال  
میں ضرور خبر دیں تاکہ میں لاڈ چاندلر سے اس کے لئے انتظام اول سے کروں۔ اب پھر ان کو اس باب میں فراموشی  
مکتوب جسٹس امیر علی رضوی

(۲۰)

To Mr. SYED KHURSHED ALLY,  
KHURSHED COTTAGE,  
HYDERABAD-DECCAN.  
(DECCAN) INDIA.

THE LAMBDENS  
BEENHAM,  
No. READING.

حنایت فرمائے من۔

سلام و نیاز قبول ہو۔ آپ کا احوال نامہ مورخہ ۲۲ مئی موصول ہو کر باعث مسرت  
خاطر ہوا۔ میں بخوشی تمام اپنا فوٹو آپ کی خدمت میں ارسال کرتا۔ مگر اس سے میرے پاس کوئی موجود نہیں، مگر آپ  
باسانی تمام ایک کاپی JOHNSTON AND HOFFINAM, PHOTOGRAPHERS CALCUTTA  
19th CHOWRANGI ROAD کے یہاں سے منگوا سکتے ہیں۔ شاید جو فوٹو جی کے پاس میں لیا گیا تھا وہ آپ کو زیادہ

منتقد خاطر ہوگا۔

میرے تصنیفات کا نام میں تفصیل دلا دیکھتا ہوں۔

1. ARTISTICAL EXAMINATION OF THE LIFE AND TEACHINGS OF MOHAMMAMED.

جس کا ترجمہ لکھنؤ میں چھاپا ہے تنقید الکلام فی احوال شاریع الاسلام۔

2. PERSONAL LAW OF THE MOHAMMEDANS, شرع محمدی
3. LAW LECTURES. شرع محمدی
4. MOHAMMEDAN LAW, VOLS. 1 AND 2.

5. STUDENTS HAND BOOK MOHAMMEDAN LAWS.

6. HISTORY OF THE SARACENS.

تاریخ اسلام

7. THE SPIRIT OF ISLAM.

جوہر اسلام

8. THE LAW AND EVIDENCE APPLICANTS

IN BRITISH INDIA. (AMIR ALI & WOODFORE)

9. COMMENTARY ON THE BENGAL TENANCY ACT

(AMIR ALI & FINUCANCE.)

10. ISLAM.

میں اس وقت چند کتابوں کی تصنیف میں مشغول ہوں اور ایسا قلیل انفرست ہوں کہ جس کا بیان نہیں درند

آپ نے جو مضامین مجھ سے طلب کیا ہے۔ وہ ضرور میں بھیج دیتا مگر آپ کو دو تین مضمون سے میرے جو۔

NINETEENTH CENTURY میں چھپے ہیں فائدہ مل سکتا ہے۔

- (1) THE STATES OF WOMEN IN ISLAM MAY 1893.

- (2) THE INFREANCE OF WOMEN IN ISLAM.

اور تپہ آپ کو HISTORY OF THE SARACENS یہی ملے گا۔

یہاں ایک اخبار ہے WOMEN AND PROGRESS اس کو کبھی کبھی دیکھ سکتے ہیں۔ باقی دستاویز

ایر علی رضوی معنی عنہ

۳۱ جون ۱۹۰۱ء

(۲۱)

سید علی گلزاری

مکرمی و محمدی۔ سواران علاقہ بہت خان در ضلع الگندل نزد ایں جانب پروند و کار خود را بدستی انجام داند

لہ مودنا خورشید علی نے یہ شعر میرے ذخیرے کے لئے منبت فرمایا ہے اور میرے یہاں محفوظ ہے۔ (نقلین کاظمی)

لہذا اگر سولائی مذکورہ پنج نوازندہ تحصیل باغات کہ علاقہ دیرانی است متعین نموده شوند بسیار مفید خواہد شد

۱۹ محرم سنہ ۱۳۰۰ (مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء)

سید علی نے

مکتوب امیدتہ الملک علی

(۲۲) ۴

مکتوب سید علی بگرامی

جناب محذومی

معلوم نہیں ڈاکٹر سعید النظر خاں صاحب کی جگہ پر آپ نے کیا انتظام فرمایا ہے کیا آپ میرے حسن کارناموں پر کچھ دیکھ کر اپنی خدمات کا کچھ کو دیں۔ میری دل سے میں قلعہ منڈن میں دقت مٹانے کے لیے ہوں۔ اور شاید اگر وہ کوئی نئی خدمت اپنے لائق سمجھتے تو فرمادے۔ انشاء اللہ تا کہ میں خدمت حاصل ہوگی۔ والسلام

نیا زمند سید علی بگرامی

۲۰ دسمبر ۱۹۱۹ء

مکتوب امیدتہ محمد الدین فزائی

(۲۳)

مکتوب سید میر حسن

محذوم و محرم و عنایت فرمائے حال بندہ بعافیت باشد

پس از سلام سنون عرض خدمت والا یہ ہے کہ جناب کا فرمان عالیشان باعث افتخار خاکسار ہوا۔ اندوہ ہے کہ مجھے علامہ زماں فروزہ ایں جناب مولانا مولوی عبدالحکیم صاحب کے حالات سے آگاہی نہیں ہے جیسی کہ آپ کو ہے۔ واقعی زمانہ کے انقلاب سے وہ حالات ایسی تاریکی میں ہیں کہ ان کو روشنی میں لانے کے لیے صاف ان کا ہم پہنچنا بہت دشوار ہے۔

”ماثر اکرام“ کے حصہ اول صفحہ ۲۰ پر حضرت کا مختصر سا تذکرہ ہے۔ مگر جس شرح و بسط سے آپ لکھ

رہے ہیں اور چاہتے ہیں وہ اس میں بھی نہیں ہے۔

سکھوں کے زمانہ میں سیالکوٹ لوٹا گیا۔ شہر میں لگ لگائی گئی۔ اکثر کتب خانے جل گئے۔ زندگانی

اولاد آوارہ ہو گئی۔ اب جو لوگ ان کی اولاد سے ہیں علم سے بے بہرہ ہیں۔ چند باتیں اگر کسی کو بطور نقل و نقل یاد

بھی ہوں تو عمل و ثوق نہیں۔ امید ہے آپ مجھے معاف رکھیں گے۔ فقط زیادہ سلام

نیا زمند کہن میر حسن

۲۹ مارچ ۱۹۱۹ء

۱۔ ڈاکٹر سید علی بگرامی مترجم تمدن ہند و تمدن عرب و فرس۔ حیدرآباد میں معتد تعمیرات عامہ (سیکرٹری پبلک و کس ڈیپارٹمنٹ

و فرس) کی حیثیت سے مدقل رہ چکے ہیں۔ ان کی یہ چٹھی غالباً یہاں کے سیکرٹری کے نام ہے جو سنہ ۱۳۰۰ء کی لکھی ہوئی ہے۔

ان دنوں حیدرآباد میں عام طور پر سرکاری کارروائی و فارسی میں رائج تھے۔

۲۔ علیہ ڈاکٹر مفتاح الدین احمد

۳۔ شاہ جہانی عہد کے مشہور فاضل ملا عبدالحکیم سیالکوٹی۔ فوق صاحب نے ان کے سوانح لکھے تھے۔ غالباً ڈراہمی احوال کے

سلسلے میں مولانا سید میر حسن کو بھی لکھا تھا جس کا یہ جواب ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ

(۲۴)

مکتوب الیہ منشی محمد الدین نقی

مردم و کرم بندہ جناب منشی محمد الدین صاحب رزق

پس از سلام مسنون عرض خدمت والا یہ ہے کہ جناب کا گزالی نامہ جو میرے افتخار کا باعث ہے ظاہر نہایت نادم اور شرمسار ہوں کہ جواب بہت دیر میں عرض کر سکا ہوں۔

آپ نہایت نیک اور مفید کام کر رہے ہیں۔ دوسرے نظروں میں گریبا مودع گذر نہ کر رہے ہیں۔ اور مردودہ کمالیہ کے سرور کی گرامی اور شہرت کے تاق سے زینت دے رہے ہیں۔ خدا آپ کو ہر اے فیروزے اس شہر کے شاعر میں ایک شاعر منشی بھی نام بھی تھے جو کثیر الامل تھے۔ اور وہ فارسی میں شعر کہا کرتے تھے۔ میں بچہ تھا۔ وہ جوان تھے لیکن بہ سبب قرب و جوار اور ہم علم ہونے کے میں انہیں جانتا تھا۔ شاید مئی ۱۹۱۰ء میں وہ فوت ہو گئے ان کا ایک شعر اس وقت یاد ہے۔

کسی کے ترک و تازی ہمارے ٹوڑے ہیں کسی کے شال و شانے ہمارے پڑے ہیں

ایک مجلس کرپوں کے بارے میں بھی انہوں نے لکھا تھا جس کا نام کرپے نام تھا۔ یہ مسرعات کی پوچھ تو ہوتے ہیں مزید کرپے مجلس کے آفریں نام تھا۔ اس سے زیادہ مجھے آگاہی نہیں۔

میری طفولیت کے زمانہ میں یہاں دو دس گاہیں تھیں۔ ایک مسجد کبوتران والی میں جس میں مولوی غلام غنی صاحب جو نہایت پارسا، فاضل، مابرو، فرشتہ سیرت و صمدت بزرگ تھے۔ دس دیا کرتے تھے۔ ایسے بزرگانہ اخلاق کا آدمی میں نے نہیں دیکھا۔

دوسرے چوک بازار کی مسجد میں مولوی شیر محمد صاحب جو مولوی غلام مرتضیٰ صاحب سے عمر میں بڑے تھے دس فرمایا کرتے تھے۔ مولوی عبدالکلیم صاحب مرحوم و مغفود کی اولاد سے میانہ پورہ میں مولوی غلام مصطفیٰ صاحب تھے۔ مگر ان کے یہاں دس تدریس کا کام نہ تھا۔ مولوی محمد عالم صاحب تھے جو پہلے سرکاری مدرسہ میں ملازم تھے پھر نوکری چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ ان کی فارسی دانی کی بہت شہرت تھی۔ بعد بازار چھاؤنی میں مولوی فضل احمد امام جامع مسجد تھے۔ صمدت پاکیزہ سیرت پسند یہ رکھتے تھے۔ ایک اندی کے پار شہر کے جنوب کی طرف موضع پورہ بنکاس ایک قاری صاحب تھے جو قرآن شریف، علم قرأت اور تجوید کے موافق پڑھاتے تھے۔ نہایت پرہیزگار اور بے تکلف آدمی تھے۔ انہوں نے یہ سب دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

مرحوم آقا صاحب کے حالات طفولیت و صغر سنی ان کے والد اجداد ان کے برادر معظم اور وہ خود بھی جانتے ہیں۔ وہ خود بتا سکتے ہیں۔ رہا خود یہ برعکس نہند نام رنگی کا فرد کا مصداق وہ اس قابل نہیں کہ اس کا کچھ مال لکھا جائے۔ امید کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ فقط

آپ کا ادنیٰ نیاز مند کہیں میر حسن  
(سیاکوٹ)

یکم مارچ ۱۹۲۳ء



مکتوب مولوی عبدالرزاق کاجوہری

(۲۵)

مکتوب امیر فتنی محمد الدین درویشی

فلک منزل شاہ جہان آباد (بہار)

برادر محترم حق! سلام علیکم

یاد فرمائی کہ دلی شکریہ: ۴۴ جنوری ۱۹۲۹ء کا خط سامنے ہے۔ لیکن مدیم انفرمٹی کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ صحت فرمائیے گا۔ ملا کا شکر ہے کہ زندہ ہوں اور باوجود عشرہ کے قلم چل رہا ہے۔ ۱۹۱۶ء تکایت، ۱۹۲۶ء اس مدت میں حسبِ عزم سرکار عالیہ مرحومہ فرمانروائے مجہد پال میں نے تاریخ اسلام کے پانچ ہزار سے لے کر ۱۰ ہزار تک تاریخ عرب تا خلافت فاروق اعظم۔ عہد جاہلیت کی دو جلدیں دیتے کے عمل سے کم ہو گئیں جس کا اتہائی صدر ہے اور دوبارہ لکھنا غیر ممکن ہے۔ اب ریاست اس کو طبع نہیں کرے گی۔ روپیہ کا انتظام ہو گیا تو خود شائع کروں گا۔ اگر اندک بعد نظر ثانی زیر طبع ہے۔ تقریباً تین سو صفحات کا اضافہ ہو کر سات سو صفحات پر کتاب ختم ہوئی ہے۔ اب کتاب مکمل ہو گئی ہے اور صدائے مسلمانین بڑھ گئے ہیں۔ انشاء اللہ اس ششماہی میں شائع ہوگی۔ یہ جو خط من فی الحال اعلیٰ حضرت ذاب صاحب مجہد پال کی سوانح عمری لکھ رہا ہوں۔ ان ولادت تا وفات ۲۶ سال کے واقعات لکھ چکا ہوں۔ اور ایک جلد باقی ریاست مجہد پال کی تاریخ مکمل ہو گئی ہے۔ یہ سرکاری پریس میں طبع ہوگی۔ سب تک آپ زندہ ہیں ادبی خدمات انجام دیجئے اور آئندہ نسلوں کے لئے کارنامے چھوڑ جائے۔ صحت کا وہ ختم ہو چکا ہے۔ اس کا جارج تعلیم یافتہ طبقہ کے سپرد فرمائیے کبھی کبھی خیریت سے اطلاع دیا کیجئے۔

(مولوی، عبدالرزاق (کاجوہری) مصنف البراکہ و نظام الملک طوسی)

۲۴ مئی ۱۹۲۹ء

مکتوب مولوی عبدالرزاق

(۲۶)

مکتوب امیر مولوی محمد الدین درویشی

میرے اور مولانا شبلی کے تعلقات کا نفوس کے پہلے جلسہ منعقدہ ۱۹۲۵ء لکھنؤ سے شروع ہوئے تھے۔ ہمیں ندۃ العلماء کے قیام پر مولانا محمد علی جو ناظم اہل حق تھے وہ میرے بھی اُستاد تھے۔ اور انہیں کی وجہ سے مجھے ندوہ میں شرکت مل کرنے کا موقع ملا۔ میں نے "یاد ایام" میں اپنے ان تعلقات کو تفصیل سے لکھا ہے لیکن اس بیان پر زمانہ شباب کی رنگین محبتوں کو نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کا بے انتہا احترام تھا کہ ان واقعات کو نہ لکھا جائے وہ میرا مسودہ دیکھ چکے تھے اور چھاپنے کے لئے بھی لے گئے تھے لیکن نہیں معلوم کیا سبب ہوا کہ مسودہ واپس کر دیا اور اس حصہ کے حلیہ کر دینے پر زور دیا۔ کوئی شک نہیں کہ مولانا شبلی رنگین مزاج تھے اور رنگین محبتوں کے شائق تھے کہ یہ مذاق شاہراہ طبیعت کا باعث ہوا ہو۔

وہ عادیہ گزندہ پا کے بعد بھی لکھنؤ میں ایک عقد کرنا چاہتے تھے اور ایک مہذب انداز شائستہ بیگم بھی انتخاب ہو چکی تھی مجھ سے جب مشورہ ہوا تو میں نے کہا تینوں کا اقبال گر چکا ہے۔ لکھنؤ کی بیگم کے نکاح کے آفت میں پڑا ہوا جو یہ عقد سے پہلے یہ بھی ایک شرط تھی کہ جس سے عقد ہو وہ سخن سنج اور خوش مذاق اور شاعر بھی ہو اور حسن صورت اور حسن سیرت بھی ضروری ہے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ ایسی عورت آپ کو پسند نہ کرے گی۔ چنانچہ دوسرے ہفتہ میں جب طاقات ہوئی تو مولانا نے کہا کہ میں نے خود کو کے تہادی رائے سے اتفاق کر لیا ہے مگر معلوم ہوتا ہے

کر یہ خیالی عرصہ تک ان کے دل سے نہیں نکلا تھا۔

۳۰ جولائی ۱۹۷۷ء

عبدالرزاق

مکتوبہ برائے جعفر شاہ بھلاری

(۲۷)

سید سلیمان بھلاری

قرہ چشم من سلیم اللہ تعالیٰ

از فقیر محمد سلیمان قادری چشتی جزیرہ سلام و دعا سے پذیرا نمایانہ امانت  
لقد طعننا كما طعنتم سنيناً بهذا البيت طراً اجمعيناً

اے عزیز! ۱۹۹۹ء ہجری سے یہ درود دلائل الخیرات شروع کیا اور اول اجابت اس کو مجھے حضرت  
استاذ العلماء اکرام قدس سرہ فرمایا شیخ عبدالحی الانصاری رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمائی اور میری کتاب دلائل الخیرات پر احاطہ  
مکمل دی اور بہت خوش ہو کر فرمایا۔ ماشاء اللہ تم پڑھتے ہو۔ پھر سن ۱۴۲۰ھ اور سن ۱۴۲۱ھ میں حرمین شریفین زاد صا  
وفا و شرفائیں شیخ الدفائی فی الحرم النبوی حضرت شیخنا سید محمد رضوان اور سید محمد امین رضوان اور دیگر محدثین ترمین سے  
اصل ہوئی اور حضرت شیخ شیوخ العالم حاجی اماد اللہ صاحب مدرسہ نے خاص کر اس کی اعانت عطا فرمائی۔ یہ اجابت  
محض باطنی تھی۔ اور سید امین و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی اجابت گویا بحضور ظاہری تھی لانتھاکانت جلاء الموضنة البویہ  
کافی حضرت لیدیہ وصیلت دستت علیہ۔ اللہ تعالیٰ وسیلہ تبارک علیہ۔

ابتداءً زمانہ میں میری بھی یہی حالت تھی جو آج تمہاری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں علمی زمین و آسمان  
بیکسیریت منتشر تھے، صرف و نحو کو کافیہ و شرح مائیں منعصر سمجھتے تھے پس ہر نحوی و صرفی قاعدہ کو قاعدہ کلیہ سمجھتے تھے نہ  
سیبویہ و ذوات کے اختلافات سے آگہی تھی، اور نہ نحاة کو نہ و جبر کے مسالک متعارف تھے خبر آیات قرآنیہ میں بھی  
تعمان پیدا ہوتا تھا۔

آیہ پاک ”هَذَانِ لَسَاحِرُونَ“ میں متعجب ہوتا تھا کہ تشریح کا الف بحالت نصب کیونکر قائم ہے۔۔۔  
مگر جب کتب تفاسیر کی طرف رجوع کیا تو یہ کھٹک جاتی رہی بالخصوص کتاب اتقان جلال الدین سیوطیؒ کو ایسے  
شہادت کے دفعیہ میں بہت زیادہ مفید پایا۔۔۔ پھر اعراب القرآن علامہ عکبری کا خوب مطالعہ کیا، تمام تراکیب اس  
سے حل ہو جاتی ہیں۔۔۔ اور اب وقت وائے غویہ مثل الکتاب سیبویہ۔۔۔ اور مفصل زعفرانی اور اس کی ترویج  
اور اقتراح اور اشتباہ نظر سید علی و مفتی العیوب مع الشروح وغیرا سب چھپرک شائع و ذائع ہیں، ان کو دیکھنے کے  
بعد اپنی سب غویہ قابلیت ہوا ہو جاتی ہے۔۔۔ مگر افسوس تم ایسی جگہ ہو جہاں کتب خانہ نہیں اور تم کو چندان کتب  
ہیں کاشوق بھی نہیں ولعل اللہ عذرت بعد ذلك اصل۔

اب اپنے شہادت کے تجربہ کی طرف متوجہ ہو۔

ذاکرونک: یہ درود شریف جس میں یہ لفظ ہے، یہ امام ابو طالبؑ کی قوت القلوب میں بھی ہے، اس  
میں بحدوث ذوق ہے۔۔۔ بلکہ دلائل الخیرات کے عرصہ نسخ میں باثبات ذوق ہے سیبویہ کے



العذاب الخیر من ہے من ساء التثنی بر من ساء و من ساء التثنی فہم ساء و جبال راسیۃ  
دراسیات و رواں و ا۔ صیۃ بالاعت متعددہ۔ درست انعام فی الحرب۔ و من سوف  
بین القوام اخلصت۔ و کذا فی العاکس و الصراح و فہی الادب و الطرح۔ اب اس تفصیل  
کے بعد لزوم و تعدی کا ثبوت کچھ نہیں رہتا خوب عذر کرو۔

سیمان

مکتوب ایہ مکین کاظم

(۲۸)

ب۔ محمد علی۔ دودوی

کرمی تسلیم۔

حضرت آپ نے میری اپیزکوشٹوں کی داد دی مرے دل کو مسرور کیا اس کا سراپہ کو وہاں سے سے جہاں کی کا  
احسان ضائع نہیں ہوتا کتاب کی طرف سے میں بڑا نعمت ہوں۔ پر رسالہ دود پر س سے لکھا پڑا ہے دود مرے کاپیاں لکھی  
گیں تیسری بار بھی میں قرضے کے صفے غائب۔ معنایں ضبط۔ معنی کچھ کے کچھ ہو کر رہ گئے۔ اور یہی کلیو بکڑ کر بیٹھ گیا میرے  
عنایت فرماؤ اکثر سید فابہ صین ایم اے۔ بی ایچ ڈی۔ جامعہ علیہ میں دوبارہ چھوڑا ہے میں۔ دیکھئے کب تک تیار ہو۔  
تا تو میں میری من بخدا میر سم۔

جناب نے مری بہت بڑھائی آپ کی جگہ مرے دل میں ہے اگر ذہن کیجی اور جھکائی کی ہیں آئی انہی میگا نہ اگر  
وفا کند خورش منست۔ آپ کا و مانگو ہوں اور اسکی وجہ سے دل چاہتا ہے کہ سہمہ و پاؤں خور ساد کھڑا تھی۔ دلول۔ میں سن۔  
چارکن ہیں چھوٹی چھوٹی لکھی ہیں۔ ایک ان میں کی تیسری طبع میں ہے۔ ایک اب ملتی نہیں لیکن کبھی ایسا نہ ہو کہ کتاب کسی کر دے  
کر اس مطبع واسے سے شکایت نہ ہوتی۔ ایک صاحب علیہ مایہ نے پہلی صفحہ عمدہ گرائی دوسری طبع میں صرف یہ نہیں کہ  
کاغذ بواؤر دیا ہو لکھائی سستے داموں والی کردی ہو بلکہ اصلا میں بھی دے دیں اسہو کتاب نہیں ہو کہ قتل عمدہ و من اس پر  
اکتسا نہیں بلکہ میرا دیا چہ جو جھگڑ کو بہت عزیز تھا معرض تخفیف میں آگیا۔ بہ کیوں یہ اس نے کہ کاغذ کا ترکہ بیٹھا تھا اور گر  
دیا چہ بھی رکھا جاتا تو وہ چار دستے کاغذ دیکھ چکا ہوتا۔

فی الحال ایک کتاب جو بنانا ہے پر لکھنے کا سامان کر لائیں۔ دیکھئے کب پورا ہو آپ کے مشورے پر کاغذ بند  
ہونے کا ارادہ مصمم رکھتا ہوں میرا دل خود ہی چاہتا ہے اور مزدت بھی ثابت ہے۔ اب خط نمونہ کرتا ہوں۔ تعریف  
کس کو بری لگتی ہے اوچھاپن کس میں نہیں کتاب کے کثیر نقائص میری نظر میں ہیں۔ لیکن اسے دت تو خوش کہ دت کا  
خوش کری۔

محمد علی مفتی عنہ (دودوی و دوحہ) الحال مقیم لاہور

۱۳ مئی ۱۳۲۵

ب۔ پردھری محمد علی کی کتاب "ملاح کار" پڑھ کر میں نے ایک خط انہیں لکھا تھا چونکہ جنسیات پر پہلی اردو کتاب یہی تھی۔ اس لئے میں نے  
اس کی بہت داد دی تھی اور واقعہ یہ ہے کہ یہ کتاب ایسی ہی ہے۔ اس خط کا یہ جواب چودھری صاحب نے دیا تھا۔ جو میرے آثار  
(تخلیص کاظمی)

مکتبہ زکریا عبد الباری زرنگی محل

(۲۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم - عائد مصلیٰ و مسلما۔

مکتبہ الیہ شاہ حسین میاں محلہ

برادر م حسین میاں صاحب دام عہدہ

اسلام منیر۔ دائر اس کے کی جس تحریر کا آپ نے تذکرہ فرمایا تھا جس اخبار میں وہ شائع ہوئی ہے اگر وہ اخبار دور  
بروز بھیج دیجئے اور ذرا اخبار نہ ہوتا۔ رخ اور نام اخبار سے اصلاح دیجئے۔ ضرورت ہے انشاء اللہ بعد عصر حاضر کی کاغذ  
فقیر محمد عبد الباری عطا اللہ منہ

(۳۰)

مکتبہ مولانا عبد اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - عائد مصلیٰ و مسلما۔

(زرنگی محل، لکھنؤ)

برادر م دام عہدہ اسلام علیکم

اللہ کے فضل سے سب غیرت ہے۔ خدا سے امید ہے کہ آپ مع انھیں ہوں گے۔ عزیزم مابد سے نا ادا  
خوب پڑھ رہے ہیں۔ یا نچ چہ وہ میں تم کریں گے اس وقت آپ کو یہ خط بعض اس ضرورت سے لکھ رہا ہوں کہ مجھے  
احساس تھا کہ آپ کو آج کل خلافت کمیٹی کے مسافروں میں زحمت ہوگی بعض ضرورتوں سے میں نے کوشش کی کہ کچھ لوگ  
ادا و کردین اور کام پٹنے گراموں سے کہ اس درجہ لوگ اس نام سے بدلتے ہو گئے ہیں کہ کسی طرح کامیابی نہ ہوئی۔  
مجھے خیال ہے کہ آپ کو رحمت ہوگی اسی لئے میری رائے ہے کہ آپ خدام کعبہ کا روپیہ وصول کر لیں اور اس  
سے کام چلائیں۔ میرے نزدیک جس قدر مجلسین مسلمانوں کی ہیں ان کی روح دھال آپ ہی ہیں، خلافت کمیٹی اور خدام کعبہ  
وہ آپ ہی سے مہارت ہے یہ میں نے جو آپ کے نام روپیہ منتقل کر دیا تھا اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ضرورت کے تحت  
آپ وصول کر کے کام چلائیں لہذا میری تسلی رائے ہے کہ آپ اس وقت اس روپیہ کو وصول کر لیں، اگر اس طرح مرے  
میں تاہل ہو تو بعد قرض سہی جب موقع ہو گا ادا ہو جائے گا۔ اور سب غیرت ہے۔ نقطہ  
جمال میاں سلیم کہتے ہیں۔

۸ اپریل ۱۳۵۲ء

محمد عبد الباری

(۳۱)

مکتبہ جلیل انکیرری

مکتبہ الیہ حسرت نواز

لکھنؤ۔

میں وطن گیا تھا۔ واپس آیا تو آپ کا کارڈ پایا۔ اردو سے معلیٰ کا اشتہار دیدہ آصفی کے ایک پرچے میں جیب میں  
ہے دو مرتبہ اور چپے گا۔ ۶ راجہ الاقلی کے پرچے میں یہ لکھا گیا ہے کہ "وہ شخص روک دیا جائے" کی جگہ اُس شخص نے  
دیا جائے۔ بھی کثرت سے مستعمل ہو رہا ہے۔ گو یہ قاعدے کے خلاف ہو مگر روزمرہ کو کیا کیجئے۔ روک دیا جائے مضامین  
سے یہ خط زمانہ ترک حوالات کا ہے، اور حضرت مولانا شاہ سلیمان پھولوی کے صاحبزادے مولانا شاہ حسین میاں کو لکھا گیا تھا  
تمام لوگ اُس وقت اجمیر شریف میں تھے اس خط پر کوئی تاریخ درج نہیں ہے۔

مہول سب سے۔ میری رائے میں اس استعمال کو مضامین کے ساتھ مخصوص سمجھنا چاہئے اور دیا جائے جو لازم ہے۔ مثلاً اس بات کو سن لیا جائے۔ خط کو دیکھ لیا جائے وغیرہ۔ اب رہا اس کی سند دینا کلام ستہ سے۔ یہ دشواری سے خالی نہیں مگر میں تلاش کر دی گا۔ اور انشاء اللہ آپ کو بھیجوں گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کو روکا گیا یا ردی کو کھایا گیا کہنا غلط ہے اس سے مجھے اتفاق ہے۔ اس لئے کہ مانی کے ساتھ اچھا نہیں معلوم ہوتا اور نہ البسا گیا ہے۔ پھر بھی یہ مسئلہ غلط ہے۔ یا میں مثال تلاش کرنے کے بعد لکھوں گا۔ والسلام۔

جلیل حسن جلیل کان اللہ

مکتوب ایہ نواب میر علی حسن خان

(۳۲)

بہندہ حسن

مکرمی نواب صاحب تسلیم۔

آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ حیدر آباد سے میں کیونکر جدا ہوا۔ بہ جواب اس کے عرض پر دانا ہوں کہ حضور عالی نے کسی الزام میں مجھے جہا نہیں کیا۔ مگر چونکہ گورنمنٹ دہلی کی جیل گئی تو نواب بہدی علی اور مشتاق حسین اور میں سب بلا کسی الزام کے ایک کے بعد ایک جدا کر دیئے گئے۔ اور خود نواب سر آستان جاہ بہادر وزیر حیدر آباد کی ... جہ حضور عالی کے بہندہ بھی تھے استعفا دے دیا اور اس امر کی تصدیق خود حضور پرورد اور نواب سر آستان جاہ بہادر سے ہو سکتی ہے۔ اور جس تحریر کے ذریعے سے میں دہلی سے جدا ہوا ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فرماتے تو سرکار عالیہ کے لحاظ کے لئے وہ تحریر میں آپ کے پاس بھیج دوں۔

یہ بھی فرمائیے کہ اس معاملہ میں کیلئے ہوا۔ مجھے اس لئے کوئی مذہ نہیں ہے کہ سرکار عالیہ اولاً مجھے صرف بطور پرائیویٹ سیکرٹری کے رکھ کر مجھ سے کام لیں۔ تاکہ سرکار عالیہ کو بھی معلوم ہو جائے کہ میں سرکار کے لئے مفید ہوں گا۔ یا نہ ہوں گا۔ وامتسلیم

۹ جنوری ۱۸۹۷ء

نیاز مند بہندی حسن از دی الی حیدر آباد دکن

مکتوب ایہ بہادر گشن پرشاد

(۳۳)

پیش بلگرامی

سرکار والا۔

مولانا تاج محمد دہلی تشریف لارہے ہیں جہاں کے لئے میں تڑپتا ہوں۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ مولانا تاج محمد اس آستانہ پر حاضر نہ ہوں جو دکن میں اہل علم کا آخری سہارا ہے۔ مولانا تاج محمد دیوبند کے فاضل اور پنجاب یونیورسٹی کے فاضلین میں ہیں انشاء پر دانا ہونے کی حیثیت سے اور مشہور شاہ عروجی کے لحاظ سے ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ پھر علوم شرقیہ کے فاضل اور عربی ادب کے متبحر عالم ہونے کی حیثیت سے ان کے جوان دماغ پر مجھے رشک آتا ہے۔ ان کی علمی خوش ذوقی کی عادیں کیا دوں، لاہور کا پچھ پچھ دے رہے ہیں اور ہندوستان کا گوشہ گوشہ مولانا تاج محمد کے علمی خدمات سے واقف۔ پھر مولانا تاج محمد صرف تاج محمد ہی نہیں ہیں۔ بلکہ الملک بھی ہیں۔ ہمایوں پنجاب کا غریب و مسترد رسالہ انہیں کے سامنے میں سرسبز ہوتا ہے۔ سرکار کو مورد تائید قرآن سے واقف نہ ہوں گے مگر ان کو شاعر و انشا پر دانا ہونے کی حیثیت

سے ضرور جانے ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ سرکار ان سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔ امیر الامراء نواب محمد اور  
کے خاندان سے ان کا خوش قسمتی سے تعلق ہے۔ میں ان سے بہت مل رہا ہوں اور ان پر رشک اس لئے رہا  
ہوں کہ یہ سرکار کی بارگاہ میں ہوں گے۔ جہاں میں بھی حاضر ہاؤں تاکہ آہ یاد ایام !  
مولانا جہور (جو سرکار کا بیارادہ بن ہے) کے ایک بڑے کالج کے پرنسپل ہیں اور ارادہ کر رہے ہیں  
کہ اپنی علی پیر میں معر میں جا کر بھائیں۔ زیادہ عداوت۔

غلام دیرینہ ہوش نگار (راہبہ امینیت)

۲۲ برلانی سکتہ

مکتوب الیہ سید مسعود حسن رضوی ادب

(۳۴)

مکتوب پندت کشن پرشاد کول

بعدہ فائدہ تسلیم۔

داماد علی شاہ کے خطوط براہوں نے اپنی بیگم کو لکھے تھے، انہیں کے پریس میں ایک ضمیمہ بد میں  
شائع ہوئے تھے۔ یہ خطوط اور یہ جلد سنسٹا ہوں کہ اب نایاب یا کیا ہے۔ اس کی ایک جلد ایک صاحب نے  
لاہور میں کو خذ کی ہے۔ خیال آتا ہے کہ آپ کو داماد علی شاہ اور ان کے زمانے کے حالات سے دلچسپی ہے اور  
ایسا ہے اور یہ میر آپ کے کام یا دلچسپی کی ہر تو کسی روز بہ نور سے دلیلی پر لاہور میں تشریف لائے اور وہ  
بیچنے میں اس دقت میں گاہ۔ البتہ ہوں گے دوسرے روز میرا ارادہ دو تین ہفتے کے لئے باہر جانے کا ہے۔ اس بار  
مزاج بخیر ہو گا۔

احقر کشن پرشاد کول۔ گنگا پرشاد در دلاہور میں۔ لکھنؤ۔

۲۲ ما۔ ۵

(۳۵)

مہربانم۔

بہت دنوں کے بعد آپ کا نام پہنچا۔ قبل اذیکہ میں آپ کا شکریہ ادا کر دیا اور مرزا نذیر بیگ صاحب کا شکریہ  
ادا کرنا ہوں کہ ان کی وجہ سے آپ نے مجھے یاد کیا۔

یہ بھی کیا مہربانیں اللہ نہیں ہے شاد کہ کسی بھونے والے نے کیا یاد مجھے

انشاء اللہ تعالیٰ میں ہر موقع ضرور مرزا کے تذکرہ کے لئے خیال رکھوں گا۔ اور یہ میرا کہنا غلط نہ ہو گا۔  
کہ اب تک میں ان کو وقتاً فوقتاً پانچ دیتا رہا۔

میں آپ سے ایک چھوٹی سی چیز چاہتا ہوں وہ کیا؟ آپ کے اسمبلی کا مجموعہ جو میں نے منا ہے کہ علامہ  
طبع ہوا ہے۔ میں ایک کیا دینا اس بات کو مانتی ہے کہ ہندوستان میں اعلیٰ درجہ کے اسپیکر دور رہ گئے ہیں  
ہمارے ہندوستان کے گلیڈسٹون یعنی آپ۔ اور دوسرے مولوی خیر احمد صاحب۔ آپ کے طوطی تقریر کے مقابل

لے یہ مکتوب یقیناً نواب حسن الملک کے نام ہے۔ میرزا نذیر بیگ ان کے عزیز ہیں تھے۔ مکتوب مہاراجہ کشن پرشاد شاد کا  
انہیں نے نواب مرحوم کو ہندوستان کا گلیڈسٹون قرار دیا۔

وہ سروں کے زبان لال ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سحر بیانی آپس جوں پر ختم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کے اسپیچوں سے گویائی کا سبق حاصل کروں۔ اے وقت تر خوشی کہ دنت ما خوش کر دے۔ فقط

کشی پر شاد دل ستاد معنی من

۳۰ مارچ ۱۹۰۶ء

مکتوب الیہ سید انصار عالم

(۳۶)

ر۔ عبدی، ندوی الاقتصادی

یار سے جناب۔

میں نے نہایت خوشی کے ساتھ مقدمہ حیات النذیر دیکھا لیکن اس سے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کتاب شائع ہوگی یا نہیں۔ میں نے احتیاطاً علی گڑھ لکھا تھا لیکن وہاں سے صرف اس قدر معلوم ہوا کہ کتاب کم ڈیو میں نہیں آئی اب براہ راست آپ کو لکھنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔ اگر آپ نے کتاب باختلاف کاغذ چھپوائی ہو تو ایک جلد قسم اول بغافت پیک کر کے دی پنی عنایت فرمائیے نہایت ممنون ہوں گا۔ تیل اس کے کہ میں آپ کے قلم کے سائے میں آپ کے انادات سے فائدہ اٹھاؤں میں آپ کی شریفانہ پیش قدمی کے لحاظ سے آپ کو یقین دہانا چاہتا ہوں کہ میری پھرین خدمت اس آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کا نیا بندہ

ایم ہمدی حسن تحصیل ہندیا ضلع الہ آباد

۲۷ مارچ ۱۹۱۳ء

مکتوب الیہ احسن مارہروی

(۳۷)

نزیب سبجہرت پوری

مکرم بندہ۔ تسلیم۔

خط ساری کے جواب میں اس وجہ سے دیر ہو گئی کہ میرے مرض نے ترقی کر کے خطرناک صورت پیدا کر دی تھی میں مہذدور اور تیمار دار ہریشاں تھے۔ پڑھوں زخم کا اپریشن ہر جانے سے مرض میں افادہ اور طبیعت رو بہ اصلاح ہے۔ تازی نے کے واسطے ابراہیم حسین تپاں کو لکھا ہے اس لئے کہ جس مبلغ میں دیا گیا ہے انہیں کے ذریعے سے دیا گیا ہے کیا عجب ہے کہ وہ براہ راست آپ کے پاس بھیج دیں۔ تاریخ ائے وفات استاد مرحوم حسب تحریر دعاء کی جاتی ہیں طبیعت صاف ہو جانے پر مرثیے کی بھی فکر کی جائے گی زیادہ والسلام آپ کا ہوا خواہ

شبیر حسین نسیم از ہجرت پور

۲۴ جولائی ۱۹۰۵ء

مکتوب الیہ منشی محمد الدین فرق

(۳۸)

مکرم میر شاعر علی شہرت دلہری

مکرم بندہ۔ اسلام علیکم۔

آپ کا خط مجھے سید حفیظ الدین صاحب سب بچ نکودر نے برائے تعمیل دیا تھا۔ میں سید محمد لطیف صاحب کے حالات اس مہینے کے آخر تک دوں گا۔ آپ مطمئن رہیں میں بچ صاحب کے پردادا کے پاس رہا۔ بھیران کے دادا کے پاس۔ بھیران کے والد کے پاس۔ اب ان کے پاس ہوں۔ میران کا تعلق یگانوں کے مطابق ہے۔ میرا خیال ہے محمد فطیم صاحب کے حالات اد بھی دوں۔ آپ کا دوست

میر شاعر علی شہرت از نکودہ ضلع جالندھر بر مکان بچ صاحب

۲۵ مارچ ۱۹۲۷ء

لکھنؤ میں نے اس خط کو کشی پر شاد دل کے نام سے منسوب کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ خط ہمارا جو کشی پر شاد دل کا ہے مگر مضمون تاریخی لاہور و تاریخ پنجاب و تاریخ آلو



مکتوب خوشی عمر ناظر

(۳۹)

مکتوب الیہ منشی محمد الدین قزو

مکرمی منشی صاحب اسلام علیکم۔  
وہی آفتل از حکمہ گزری کشمیر (سری نگر)  
آپ کشمیر تشریف لائے ہوئے ہیں اور اپنے وطن علاقہ نہگیر میں مقیم ہیں۔ اسی وجہ سے آپ مری نگر بھی فرمادے  
آئیں گے۔ جب تشریف لائیں تو مجھ سے مزد ملیں۔ مجھے آپ کی ملاقات سے کمال خوشی ہوگی۔  
۲۳ جولائی ۱۹۱۱ء  
خوشی عمر ناظر گزری کشمیر

مکتوب غلام احمد مہجور کا شیری

(۴۰)

مکتوب منشی محمد الدین قزو

مخدومی دکرئی۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔  
میرے پاس شیخ نور الدین دلی کی سوانح عمری موسوی "نور الدین نامہ" قلمی موجود ہے جو ۱۲۴۲ھ کی تصدیق  
ہے۔ اس میں ۱۲۶۷۷۷-۱۲۶۷۷۷ آیات ہیں۔ اس کتاب کی زیادہ خوبی یہ ہے کہ مصنف نے شیخ صاحب کے اس کثیر المادہ  
کلام کا ترجمہ بھی کیا ہے اور اس کی شرح بھی لکھی ہے۔ اور فی الحقیقت شرح کے بغیر شیخ کے عارفانہ اور حکیمانہ کلام  
کو سمجھنے کی آج کل کسی کو اہلیت بھی نہیں ہے۔ شیخ کے شلوک (اشعار) فارسی رسم الخط میں ہیں۔ اور ترجمہ فارسی سلا  
میں ہے۔ مضافاً مصنف نے تین سو سے زیادہ آیات میں لفظ عارفہ کے حالات زندگی بھی لکھے ہیں۔ اور یہ معنون بیان  
خود ایک جھڑی کی کتاب ہے۔

تاریخ ادبیات کشمیر کے حصہ اول میں ۱۷۰ حصہ دوم میں ۱۲۰ حصہ سوم میں ۳۶۔ کل ۱۹۳ شعرائے  
حالات اور ان کا کلام کم و بیش فراہم ہوا ہے۔ ان سب میں ۲۱ شاعر کشمیری پنڈت ہیں۔  
بیماری ہیضہ کی شکایت کشمیر میں بدستور ترقی پر ہے۔ خداوند کریم اپنا فضل کرے۔  
۲۹ مئی ۱۹۲۵ء  
غلام احمد مہجور چٹواری جوالا پور بڈگام کشمیر

مکتوب مہجور کا شیری

(۴۱)

مکتوب الیہ منشی محمد الدین قزو

مخدومی جناب قزو صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔  
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ شاید آپ کو یاد ہو یا نہ ہو۔ ۷ اپریل ۱۹۲۸ء کے کشمیری اخبار میں چہرہ تریب  
کے پوسٹ میں کی شکایت چھپی تھی کہ چونکہ وہ اسی قصبہ کا باشندہ ہے اس لئے ڈاک وقت پر نہیں پہنچا۔ بلکہ کئی  
لوگوں کو عدم رسمی خطوط کی شکایت ہے۔ افران ڈاک نے اس پر توجہ کی۔ لیکن پوسٹ میں بہ سرف "قاضی الحاجات"  
بجای گیا بلکہ اسی حید سے وہ انفرادی شکایتوں کی تحقیقات سے بھی بچ جاتا رہا۔

اب شامت اعمال سے میری ڈاک بھی اسی ڈاک خانہ کی معزیت آتی ہے اور مجھے بھی اس سے وہی شکایت  
ہی جو اور لوگوں کو ہے۔ اخبارات کا نوشتہ دشمن ہے ایک دو پیسے لے کر اخبار کسی نہ کسی کو دے دیتا ہے۔ میں نے بھی  
شکایت کی۔ لیکن اس شیطان سیرت کو ایسے گریبا دیں کہ ان کے مقابلہ میں مجھ کو نہ سنتا ہے فغان مہجور۔ اور حضرت شکایت  
سے متوجہ ثابت ہوئیں اور ادھر جو تیراں نے مارا اور بے نشانہ رہ پھر بھی ایسا نشانہ پر بیٹھا کہ مرزے بے خبر تڑپ اٹھا۔

بظاہر زندہ تھا تو فنگ کچھ پاس قاتل کے اٹھی پھر جو دل پر تھک کر مارا تو کیا ملا۔ یعنی اس غیث نے ایک گنام رجپڑی اس معصومی کی عکسہ پولیس میں بھیج دی کہ

”مجھ کو علاقہ انگریزی کے ایڈیٹر ان اخبار صرما فوق صاحب کے ساتھ خط کتابت کرتا رہتا ہے۔ اور حکومت کشمیر کے خلاف اس کو سالہ بہم پہنچا کر حکومت کے خلاف نفرت پھیلا رہا ہے۔ فوق صاحب اخبار کشمیری کے مالک و ایڈیٹر ہیں اور یہی وہ اخبار ہے جو حکومت کے خلاف ہمیشہ نکتہ چینی کرتا رہتا ہے اور اس ملک میں کثرت سے آتا ہے۔“

خط و کتابت کے ثبوت میں اس نے میرے لڑکے محمد امین کا ایک خط جو ڈاک خانہ چارٹرڈ کے ذریعے میرے نام سری گمر سے آیا تھا اس گنام عرضی کے ساتھ پیش کیا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ ”جناب فوق صاحب دو دفعہ مکمل پر آئے تھے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ کسی وقت سری گمر ضرور آئیں۔“

پولیس نے یہ گنام عرضی سی۔ آئی۔ ڈی میں بھیج دی۔ سی۔ آئی۔ ڈی نے مثل مرتب کر کے گمر کشمیر کے پاس ارسال کر دی۔ وہاں سے وزیر بارہ مولا اور وہاں سے تحصیل دار کے پاس آئی۔ تحصیل دار نے خفیہ طور پر علاقہ کے گمر دار اور قانو نگمر۔ ذیلدار اور نبر وار صدر سیار کے بیان قلم بند فرمائے۔ سب نے کہا کہ حکومت کے خلاف مضامین بھیجنے کا جہانم لگایا گیا ہے وہ غلط ہے۔ مجھ تو ہمیشہ ہمارے ساتھ حکومت کے حق میں باتیں کرتا رہتا ہے۔ یہ معنی کسی کی شرارت ہے۔ البتہ اخبار وہ ضرور منگواتا ہے اور اخبار منگوانا یا کسی ایڈیٹر اخبار سے ملاقات کرنا کوئی جرم نہیں ہے تحصیلدار نے ان بیانات کے بعد میرے حق میں زبردست زٹ لکھا۔ لیکن کسی نے کچھ نہیں سنا۔ آخر مجھے مظفر آباد بدل دیا گیا۔ وزیر صاحب نے کہا ہے کہ میں خود موقع پر جا کر رپورٹ لکھوں گا۔ میں نے درخواست دی ہے کہ میری حاضری میں با منابطہ تحقیقات فرمائی جائے۔ اگر الزام صمیم ثابت ہو تو سخت سے سخت سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ اب معلوم نہیں وزیر صاحب بارہ مولا کب میری پھیلائی ہوئی مفروضہ بغاوت کی تحقیقات فرمائیں گے۔ ادھک اس بارہ وہ خانہ اور میگزین کا لحاظ فرمائیں گے جو مجھ ناچیز نے حکومت کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے فراہم کر رکھا ہے۔ کیا تعجب ہے کہ اس پوسٹ میں کے خلاف لوگ اپنے نام لکھ کر شکایتیں کریں اور کوئی شنوائی نہ ہو مگر وہ ایک گنام اور جھوٹی رجپڑی بھیج دے تو اس پر ایک ناکردہ گناہ کو ملک بدر کر دیا جائے۔

میں سرودست رخصت پر سری گمر میں ہوں۔

غلام احمد مجبور ملکی کدال (سری گمر)

۳۱ مارچ ۱۹۲۹ء

مکتوب ایڈیشن مولا علی فوق

(۲۲)

نوب مجبور کشمیری

(یارکلاں کشمیر)

کری حضرت فوق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

اسلام علیکم۔ میرا اور آپ کا تعلق بے لوث اور مخلصانہ ہے۔ اس زندگی میں کبھی منقطع نہ ہو گا۔ اس کا یقین ثبوت یہ ہے کہ میرا عزیز فرزند مجھ سے زیادہ اس سلسلہ مودت کی قدر و قیمت سمجھتا ہے

آپ نے اس کے سفر پنجاب اور فیماں لاہور کے طویل ایام میں جو مہم دروانہ و مشفقانہ سلوک جیسے اس عزیز  
سابقہ کی ہے اور یہاں پیرانہ سالی میری توقعات سے زیادہ ہو تکالیف اس کی آسائش کے لئے برواستہ کی ہیں  
اس کے لئے عزیز مذکورہ کا بااثر مالی ندمتور ہی ہے مگر اس سے زیادہ میں خود شکر گزار ہوں اور اس امر کے لئے اور  
کاشمیر بجاتا ہوں کہ دوسرا نہ تعلقات پیدا کرنے کے سلسلہ میں میری نگاہ انتخاب نے کوئی غلطی نہیں کی تھی جس  
کو میں نے اپنے ایام خورد سالی جنفلی میں اپنا رفق تصدیق کیا تھا وہ ایک صدی کی تہائی گزارنے پر بھی حقیقی رفق و رفیق  
و بدستور ثابت ہوا ہے۔

۱۹ مارچ ۱۹۳۲ء

مکتوب مولانا بشیر احمد لکھنؤ

(۲۳)

بعد سلام مسنون مطالب فرماید۔ بندہ بجز اللہ تعالیٰ بخیریت ہے۔ مزہ عافیت آپ کا باعث مسرت ہوا  
رکائی کا مدد سے اندوہ میں داخل کرنا فقیر کے نزدیک مناسب نہیں ہے۔ آپ ہرگز نہ بھیجیں۔ مقدمہ کی بابت میں دعا کرتا ہوں  
۲۹ رند القعدہ سلمہ فقط والسلام بندہ رشید احمد مغلنی

مکتوب امیر شاہ سلیمان بھٹارہ

(۲۴)

مکتوب مولوی اشیر الدین البشیر آبادہ

جناب۔ واجب خدمت و معظّم بدہ سلامت

آپ کے گرامی نامہ اور ہمدردی کا مدق دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس بات کا افسوس کہ تشریف ادارہ  
میں کسی قدر زیر ہوئی۔ میں پھر کئی سال سے مختلف آزمائشوں میں مبتلا ہوں۔ گھر میں کا انتقال ہوا اور ایک کے بعد  
اور دوسری کے بعد تیسری جان بیاہی رکھوں کا حالت دروزہ میں انتقال ہوا۔ بڑا لڑکا بشیر احمد جو پریس کا کام کرتا  
تھا اس کو قصوف کا شون ہوا خدا معظم کہ کوئی عمل خراب ہو یا مالوسیوں اور نا کامیوں کا اثر ہوا۔ یا بہتند کی مرض  
کا مددہ، فرض کہ اس کا دمان خراب ہوا، جو ہر وقت ایک روحی صدمہ ہے۔ پریس کا مال خراب ہونے کی وجہ سے  
مالی مشکلات ہیں اب مجھوٹے لڑکے نے جس سے بہت سی امیدیں وابستہ تھیں اس حالت میں انتقال کیا۔ بہر حال  
خدا کی مصلحتیں خود وہ بہتر جانتا ہے۔ اس کا شکر ہے کہ متواتر مصعات میں اس نے مجھے غیر معمولی نوین صبر و  
فرمان، اس کی مرضی پر صابر و شاکر ہوں، دعا فرمائیے کہ خدا سبحوں کے گناہوں کی مغفرت کرے، امدت سے نادر  
نہیں مہا جس کی تمنا ہے۔ والسلام

۱۰ جولائی ۱۹۳۲ء

مکتوب مولانا عبدالباری آسی لکھنؤ

(۲۵)

محمد بشیر الدین (آبادہ)

مکتوب الیہا زادہ بیگم

سالی کے نام ایک خط

نیک اطوار زاہدہ بیگم تم ہمیشہ رہو خوش و خرم

سہ علیہ طاقتور احمد۔ محفوظ نقش لاٹیری۔ مکتوب اب کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

میش مارے زمانے کے ہوں نصیب  
دوست ہوں سب خوشی سے بالمال  
تم نے دو خط لکھے وہ دونوں آئے  
آنے کی پہلے خط میں تھی جبر سدا  
دل کو اس سے تدار رہتا تھا  
آنکھوں میں روشنی زالی تھی  
دوسرے خط سے یہ ہوا معلوم  
ابھی وہی گئے ہیں غاں صاحب  
خیر و کیا ہے کچھ دوز میں سہی  
خیریت خط سے ہو گئی معلوم  
پہلے بیمار تھیں تنہا ہی بہن  
ہلکا ہلکا بخار رہتا تھا  
اس مرض کا کیا جو لگ کے علاج  
ہو گئی تھیں شکایتیں کا خور  
اب کے اوار کا سنو قصہ  
دو بجے دن کو میں گیا خاکس  
تھی حارث بھی ادھر چہل قدمی  
میں نے پوچھا حال کیا ہے  
آج پھر کیوں تھیں غبار آیا  
تو وہ بولیں کہ بات اتنی ہے  
بس اسی وقت سے یہ حال ہوا  
بعد اس کے جو درد و بڑھا  
رات بھر سوخت بے تزاری تھی  
رات میں کوئی بن نہ آئی بات  
خوب جس وقت دن نکل آیا  
الغرض پھر دوا پلائی انہیں  
کچھ نہ کھایا رہیں وہ دن بھر مٹا

غم تہا کے کبھی نہ آئے قریب  
اور دُشمن سدا رہیں پامال  
ساقہ اپنے خوشی کے دفتر لائے  
اُس سے دل میں تھلاک خوشی کا اثر  
رات دن انتظار رہتا تھا  
جیسے ہر جانب اک دوا کی تھی  
کو تھی بے کار آنے کی سب دھوم  
پھر نہ آئیں گے چند روز ہم اب  
ہے وہی ٹھیک جو ہوں کن خوشی  
ادھر ہر بات جو گئی معہ جوم  
اُس کا سب مانا تم پہ ہے بکھن  
اور دل بے قرار رہتا تھا  
تو دوستی پہ اگر انتقام لایا  
اور رہنے لگی تھیں وہ سرود  
اچھا خامسا تھا حال سب اُن کا  
پھر جب آیا تو پایا اُن کو داس  
ڈاٹھا دواؤں میں نہایت درد  
سچ بتاؤ یہ حال کیسا ہے  
سبب اس کا کہو ہوا ہے کیا  
ہم نہاتے تھے ٹھنڈے پانی سے  
نہیں معلوم کیسے وبال ہوا  
اور بہت تیز پھر بخار چڑھا  
کرب تمام تھا آہ و زاری تھی  
یوں ہی گری غرض وہ ساری رات  
ڈاکٹر سے میں پھر دوا لایا  
کل نہ لیکن ذرا بھی آئی انہیں  
اور پڑی ہی رہیں بس اٹھ سے لٹ

اور دُعا اُن کو ہر شس آیا  
پیا اُس دقت دودھ تھوڑا سا  
اور کم ہو گیا بخسار کا غم  
اور جو بگڑا تھا حال وہ سدھل  
سوئیں پھر دودھ سے فدا کر کے  
سوئیں خواتے خوب لے لے کر  
اور کسی بات کا نہ متا کھٹکا  
اور یہ مژدہ سنا دیا مجھ کو  
جیسے پانی بہت برستا ہے  
کہیں سچ بچ نہ مینہ برستا ہو  
ہے اُسی پر رضائی اور بستر  
سرگرائی ہو سرگرائی میں  
دیکھتا کیا ہوں نکلے ہیں تارے  
کیا بتاؤں کہ آکے کیا دیکھا  
گر چہ بارش کے تھے نہ کچھ آثار  
پھر اٹھایا لحاف اور بستر  
سمجھوں گا آج سے ولی اُن کو  
اور پھر نیند اچٹ گئی میری  
نیند آئی مگر نہ ذرہ بھر  
صبح تک اپنے وقت کو کاٹوں  
لکھوں جب جیکو بکوش تو ہو  
دیکھتا تھا کتاب بے کے قلم  
کہ نظر آیا آپ کا نام  
اور نہایت شباب لکھا ہے  
بند آنکھیں تھیں اور حال خراب  
کچھ طبیعت جو سو گئی منزل  
چار بجتے ہی خط تمام کیا

رات کو کچھ بخسار ہلکا یا  
چونکہ دودن سے کچھ نہ کھایا تھا  
شندت درد بھی ہوئی کچھ کم  
رفتہ رفتہ بخسار پھر اترا  
ہوئیں اچھی غذا کر کے  
دو بجے رات تک وہ بستر پر  
چین سے میں بھی خوب سوتا تھا  
سوئے سوئے جنگا دیا مجھ کو  
کہا اس وقت خواب دیکھا ہے  
ممن میں ہا کے تم فدا نہ بکھو  
چار پائی پڑی ہے جو باہر  
بھیک جائیں نہ سب وہ پانی میں  
آسمان پر نظر جو کی بارے  
پھر بھی میں ممن میں چلا آیا  
نخی نخی سی پڑ رہی تھی پھوار  
اک پنگ لا بھیا یا پھر اندر  
نہ کہوں گا اب آدمی اُن کو  
سرگئیں اُس کے بعد وہ یونہی  
کر دہیں برہیں گر چہ بستر پر  
جی میں آیا کتاب ہی لکھوں  
بے کے بیٹھا کتاب لکھنے کو  
ایک بھی حرف نہ کر سکا نہ رقم  
تھے بیٹھا تھا میں یونہی خامہ  
سوچا اس کا جواب لکھنا ہے  
یونہی لکھنے لگا میں اس کا جواب  
یوں تو لکھنے کو کچھ نہ تھا ضروری  
بیٹھے بیٹھے یہ میں نے کام کیا

تم ہنسو گی کہ خط یہ کیا تھا خط حویلی آدمی رات کو لکھا  
 ہنسنے کی بات کچھ نہیں نہ ہنسو میں کہوں تم سے ایک بات سنو  
 ہوتے ہیں شاعر اور شری یکساں ہیں عجب طرح کے عجب نسل  
 ہوتے ہیں سب کے سب یہ دیکھنے ایسے ہی میں سب ان کے افسانے  
 اور اس کے سوا لکھوں اب کیا مرنے باقی ہے ذکر چکل کا  
 خط لکھا تھا بنام خاں صاحب ایک ہفتہ جسے ہوا ہے اب  
 اس کا اب تک نہیں جواب آیا ہیں معلوم اس کا باعث کیا  
 تھے جو اس وقت واجب التعمام اس میں لکھے تھے وہ ضروری کام  
 ایک تکلیف تم کو دیتا ہوں کام تھوڑا سا تم سے دیتا ہوں  
 پورے انسان کی جگہ بھیج دو جس طرح بھی ہوا دیکھیں ہو

اس سے گزرا وہ ہے مجھ کو کیا

کیا ہے ایک دوست سے دوا اُسی

(۲۶)

ترتیب عبدالباری اُسی

مکرم و محترم - اسلام علیکم -

مزاج شریف - آپ کا ۲۲ فروری ۱۳۲۹ء کا لکھا ہوا عنایت نامہ جواب نے نگار کے توسط سے مجھے  
 بھیجا تھا۔ پرسوں ملا۔ اس لئے کہ درمیان میں مرانا نیا نہ صاحب سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ میں وہاں پہنچا تو انہوں نے  
 عنایت و راکر والا نامہ دیا۔ جواب میں مضمون ثنویات مصحفی پر نظر ڈالنے اور نقد کا شکریہ امد مصنفہ کا جواب جو  
 کچھ معلوم ہے وہ عرض ہے۔ (۱) شاہ مبارک آباد کی ثنوی میری نگاہ سے نہیں گزری مدد میں ذکر کرنا آپ نے اس کو  
 ملاحظہ کیا ہے تو اب شوق ہوا کہ دیکھوں (۲) مولوی سید احمد صاحب کا نقادان سخن نے ذکر کیا ہے۔ اور غالباً یہ ذکر  
 شعرا ہند میں بھی ہے۔ ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں۔ نہ اپنے مضمون میں اس کا ذکر کی ضرورت سمجھی بہر حال تلاش  
 میں کامیابی ہوئی تو مطلع کر دوں گا۔ (۳) مولوی غاٹہ کا تعلق سلیمان شکرہ سے تھا اور میں نے بھی یہی لکھا تھا۔ نہ معلوم  
 کیوں تحریر ہوئی۔ (۴) مولوی غاٹے کی ثنوی میں ۵۲ شعریں نگار میں ایک شعر درج ہونے سے رہ گیا۔ یہ جو تھا شعر ہے  
 ہے کسی کے ہاتھ میں اک بادیا لکھی کی خاطر کوئی لائی دیگیا۔ (۵) یہ ثنوی نسخہ نہ وہ سے ماخوذ ہے میرے نسخے  
 میں نہیں۔ (۶) دیوان پنجم کہیں میری نگاہ سے مراد گزرا ہے مگر غالباً اس میں ثنویاں نہیں تھیں۔ مگر چونکہ عام طور سے  
 ہر جگہ دوادیں کی ترتیب جلی ہوئی ہے اس لئے مجھے اس تحقیق پر وثوق نہیں (۷) میرے پاس اور کوئی ثنوی نہیں ہے  
 البتہ مولانا عبدالحق صاحب نے ایک مرتبہ اپنے ایک عنایت نامے میں مجھے لکھا تھا کہ (میرے پاس بھی ان کی بہت  
 سی ثنویاں ہیں) آپ میرے حوالے سے یا از خود مولانا کا اس پتہ سے خط تحریر فرما کر دریافت فرما سکتے ہیں۔ ڈاکٹر مولانا

۱۰ بدائع صاحب سیکرٹری انجمن ترقی ہند ۲۴- ایئر مارڈنگ نئی دہلی۔ یہیں سے دوسری شذیوں مرخ نائے دیو کا پتہ چل سکے گا۔ (۸) میرے دیوان دوم میں علاوہ مودی خانہ ادب شذیوں موجود ہیں۔ آپ مقابلہ کی جو پزیرشہ برتجوز فرمایں۔ (۹) میرے پاس ایک اور دیوان معقنی قلی ہے جو لکھنؤ کا لکھا ہوا ہے اور ۶۲ سال کی عمر کا ہے۔ لیکن ناتمام ہے اس لئے نہیں معلوم ہوا کہ کونسا دیوان ہے اتنا معلوم ہے کہ معقنی کی سنگلاخ زمینوں کی تمام زمیں اسی میں ہیں۔ امید ہے کہ نزاع خیریت ہوگا۔ جو خدمات میرے قابل ہیں اُسے منور بجالوں گا۔

۱۱۔ ۱۹۳۹ء زکھشور کبڈیو۔ لکھنؤ  
عبدالباری آسی

مکتوب الیہ شاہ سلیمان مصلواری

(۴۷) ۵

مکتوب مولانا آزاد سہانی

مقدم و مکرم حضرت تبارہ جناب شاہ سلیمان صاحب مدظلہم العالی۔

سلام مسنون۔ شاید حضرت۔ کہ معلوم ہو کہ آج کل ایک نئی تجویز طبقہ علمائے گشت نگار ہی ہے اور اس کی کس کا پختہ عزم ان میں نظر آ رہا ہے۔ یہ شیخ الاسلام فی الہند کی تجویز ہے، اس کی قریب العہد تاریخ یہ ہے کہ فرنگی حمل کے جملہ علماء میں بصورت تجویز پیش ہوئی، وہاں کثرت آراء اس کی تائید میں تھی۔ لیکن بعض مصلحتوں کی بنا پر واپس لے لی گئی اس کے متصل ہی کچھ دن بعد علماء دیوبند کی جماعت کی طرف سے، جناب وزیر ہند کی خدمت میں بصورت مطالبہ پیش کی گئی۔ اس کے بعد جماعت علماء میں فرداً فرداً حصول تائید کے لئے وہ پیش کی جا رہی ہے اور جس قدر تائیدیں حاصل ہوتی جاتی ہیں بعض اخباروں میں شائع ہوتی جاتی ہیں۔ انجمن علماء ہند کی قریب پر بھی وہ جماعت علماء میں پیش کی گئی اور تائیدوں کا ایک بڑا حصہ حاصل کیا گیا۔

حضرت تبارہ ایک مشہور عالم، اور صاحب الرائے و مقدس مقتدائے قوم ہیں ضرورت ہے کہ اس اہم مسئلہ میں حضرت تبارہ کی بھی رائے زریں و بیانات کی طلبہ اور اس سے نفع اٹھانے کی کوشش کی جائے۔

اس حقیر استفسار کے جواب یا صواب کا انتظار ہے، امید ہے کہ خدمت اقدس سے عرومی نہ ہوگی۔ اور جلد سے جلد رائے اقدس سے اطلاع حاصل ہوگی۔

خادم آزاد سہانی جاسو اہمہ کا پور۔

مکتوب الیہ منشی محمد الدین فوق

(۴۸)

مکتوب پنڈت شبیر زائن شمیم

ذیر فوق۔ تسلیم

آپ کی نظم میں نے بڑے شوق سے پڑھی۔ آپ کی کوئی نظم مردہ کثیر کا ذکر کئے بغیر مکمل نہیں سمجھی جاسکتی۔ یہی حال میری طبیعت کا ہے۔ ڈاکٹر مرعج بہادر سپرو کو الہ آباد میں آپ کے اخبار کی خریداری کے لئے لکھ رہا ہوں۔ وہ ملنے کے دن ششم میں۔ شاید عنقریب وہ لاہور میں اپنی صاحبزادی کو ملنے آئیں گے۔ ان کا تعارف آپ سے کراؤں گا۔ آپ مل کر غلط ہوں گے۔ کسی دن تشریف تو لائیے۔ (رائے بہادر پنڈت) شبیر زائن شمیم آئیڈیو کیٹ ۹ مارچ ۱۹۳۹ء

۵۔ یہ خط اس زمانے کا ہے جب ہندوستان میں شیخ الاسلام فی الہند کا منصب دفتہ کرنے کی تحریک علماء نے چلائی تھی۔

مکتوب الیہ منشی محمد الدین فرق

(۴۹)

نمبر ۱۰۰۰۰ شمیم

ذیر فرق - تسلیم

آپ کا خط ۵ ستمبر کا مجھے یہاں ملا۔ افسوس آپ کوہ مری میں رہے اور بیمار ہو کر واپس چلے گئے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ اب آپ کشمیر نہ آ سکیں گے۔

میں آج کل راج ترنگنی کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ آپ مجھے مدد دیں تاکہ راج ترنگنی کے بعد اسلامی حکومت کے حالات پڑھ سکوں۔ انگریزی تاریخوں میں تو کشمیر کا کہیں مفصل حال نہیں ملتا۔ شاید کوئی اسلامی تاریخ ہو جس سے مسلمان بادشاہوں کے حالات معلوم ہو سکیں۔ تاریخ حسن اگر مل سکے تو وہ مفید ثابت ہوگی۔ کیا فرشتہ میں سلاطین کشمیر کا حال درج ہے؟ میرا ہمتاؤں میں بھی شاید ہو۔ آپ کی مصنفہ تاریخ کا وہ حصہ جو اسلامی حکومت کے متعلق ہے بہت مفصل ہے۔ مگر وہ یہاں میرے پاس نہیں۔ وہ تو لاہور آکر پڑھ لوں گا۔

وقت اچھا کٹ رہا ہے۔ شکر ہے۔ اگر یہاں آنے کا ارادہ ہو تو میں اپنے پاس آپ کے رہنے کا انتظام کر سکتا ہوں۔ (تاریخ ندارد)

مکتوب الیہ منشی محمد الدین فرق

(۵۰)

نمبر ۱۰۰۰۰ شمیم

ذیر فرق - تسلیم

کشمیر میں جو بگلہ بنوا رہا ہوں دو سال ہوئے ہنوز قابلِ رائٹس نہیں ہوا۔ ٹیکہ دار اور جہتم مہارت تساہل کر رہے ہیں۔ خیر و بد یہ بایر۔ یہ تو معمولی بات ہے۔ میں نے اور کئی باتوں میں دیکھا ہے کہ ہمارے وطنی بھائی جن کی نلاح و تنقی کے تردد و غم میں ہم لوگ دبے ہوئے جاتے ہیں ہمیں اپنا نہیں سمجھتے۔

بہر حال اب کی سرحدوں میں تیار ہو جائے گا۔ افشاں اللہ میں اور آپ سالِ آئندہ اس میں قیام کریں گے۔ کشمیری کھانے کھائیں گے۔ تاریخ کا شغل متفقہ کریں گے۔ ایک کروہ آپ کے لئے علیحدہ مخصوص کر دوں گا۔

میں کسوتی میں بیٹھ کر ہندو فلاسفی کا مطالعہ کرتا رہا۔ معلومات بہت وسیع ہوئے۔ ہندو مسلمانوں کے تنازعات اخبار میں آپ پڑھتے ہوں گے۔ کوئی ستارہ ایسا عمل کر رہا ہے جس نے دماغوں میں فتور پیدا کر دیا ہے۔ سنسکرت بجا فساد ہو گیا۔ آرتی ہوئی فساد ہو گیا۔ نماز کی اذان ملی فساد ہو گیا۔ عزم کا علم چند فٹ اونچا ہو گیا۔ رستے میں پیل کے درخت نے فساد پیدا کر دیا۔ غرض کسی دیوتا کی سوائی نکلے تو فساد۔ رستہ میں کوئی مسجد آ جائے اور باہر ساتھ ہو تو فساد۔ دراصل طبیعتیں بھری ہوئی ہیں۔ یہاں ڈھنڈٹی ہیں۔ آج کل کسی فلاسفر کی ضرورت ہے جو دلوں کی حالتوں کا موازنہ کر سکے۔ اور اسباب دیانت کرے۔ مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے ہندو اور مسلمان جڑ سے بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفاں کئے ہوئے

کا مصداق ہیں۔ مطلق یہ ہے کہ ہندوؤں کے دھرم اور مسلمانوں کے دین کے محافظ و کفیل غنڈے لوگ ہیں۔ اور وہ غر ملک کہلا رہے ہیں۔ مذہب بنام ہو رہا ہے۔ اور یہی لوگ ہیں جو مذہب کے پیچھے ٹھٹھے پھرتے ہیں۔



مجھے مذہب گیا۔ آج نہیں توکل۔ بہ آثار ہندوستان کے لئے اچھے نہیں ہیں۔ دیکھئے گاندھی جی کا برت ان کی  
سوت کا باعث ہوتا ہے یا معاملہ رُوبہ اصلاح ہوتا ہے۔ ”ہم اٹنے بات آٹنی یا راکٹا“ کا معاملہ ہو رہا ہے  
۲۵ ستمبر ۱۹۳۳ء  
شید زائن شمیم۔ (کوہ کسولی)

مکتوب میرزا ثاقب لکھنوی

(۵۱)

مکتوب الیہ طاہر فاروقی

ذوالمناقب دامت معالیکم

پروفیسر اسلامیہ کالج نہپور

بعد تحیات، زاکیات آنکہ۔ مادہ کریمہ باعث امتنان ہوا۔ میراں ہوں کہ جناب کے اس محبت آمیز مکتوب کا  
کا کا: باب لکھوں اور کس صورت سے آپ کے دل پر نور کو اپنی سقیم حالت کا آئینہ دار بناؤں۔ میں اپنی خرابی صحت  
کے باعث تقریباً بارہ سال سے مشاعروں کی شرکت یک قلم ترک کر چکا ہوں اس قابل نہیں ہوں کہ بزم مشاعرہ میں شرکت  
بھر جاگ سکوں یا دو چار گھنٹے بیٹھ سکوں۔ زبان کے از کار رفتہ ہو جانے سے شعر کہنے پر بھی قادر نہیں رہا۔ غزل  
سرا کی طاقبت بھی یکے میں باقی نہیں رہی۔ ستر برس کا بوڑھا ہو گیا ہوں۔ دانت بھی ٹوٹ گئے ہیں، بینائی میں بھی ذہن  
سیدھا ہو گیا ہے۔

سوائے رحمت رب کچھ نہیں ہے بہت کچھ تھکرا ب کچھ نہیں ہے

مزید بیاں موسم میرے لئے سخت اذیت دہ ہوا کرتا ہے بالخصوص دسمبر اور جنوری کے مہینوں میں تو ہرگز  
خانہ کی سنی گھر کی چادر دیواری کے اندر بھی پانچ بجے شام سے صبح کے ۹ بجے تک خواب گاہ سے باہر قدم نکالنا میرے  
لئے سخت مصیبت کا باعث ہوتا ہے فوراً تحریک فوازل میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ اس صورت میں جو اجمالاً عرض کیا  
گیا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں کہ اشتغال امر بکا لائن اور کن الفاظ میں اپنی معذوری اور عجز کی کانٹھیا کرکوں۔ مگر اگر لفظ  
بامراجہ کا زمانہ ہوتا تو میں ضرور سر آکھوں سے جناب کا ارشاد بجا آتا۔ میں صبح عرض کرتا ہوں کہ ماہ دسمبر اور ماہ جنوری  
میں میں قطعاً سفر کے قابل نہیں ہوتا اور نہ شب کے اوقات میں گھر سے باہر نکل سکتا ہوں۔ آپ کے اخلاق کریمہ  
امید و اتق ہے کہ اس عذر معقول کو قبول فرما کر جناب مجھ کو شکر گزاری کا موقع دیں گے اس سے زائد بجز شوقِ تدبیر  
اور اظہارِ نیاز کیا عرض کروں۔ والسلام

نیاز کیش میرزا ثاقب

۹ ماہ نومبر ۱۹۳۳ء۔ لکھنؤ کڑے حیدر حسین خاں

مکتوب میرزا ثاقب لکھنوی

(۵۲)

مکتوب الیہ طاہر فاروقی

ذوالمجد والکرم دامت معالیکم۔ عید مبارک

بعد تحیات زاکیات آنکہ صبیحہ گرامی باعث امتنان ہوا۔ ماہ جنوری میں میرا شریک مشاعرہ ہونا بالیقین محال  
ہے۔ مگر آخر ماہ جنوری یا ابتدائے ماہ مارچ میں اگر موقع ملا تو بلا طلب حاضر خدمت ہونے کی کوشش کروں گا اور  
اپنی یادہ گئی سے آپ کی اور آپ کے احباب خاص کی سامعہ خواہی کر دوں گا۔ یہ صحبت مختصر اس مشاعرے سے جس  
کے لئے آپ مجھے ماہ جنوری میں بلانا چاہتے ہیں کہیں زیادہ اچھی ہوگی۔ یقین ہے کہ مزاج مبارک ہمہ قرب صحت

دعائیت ہوگا۔ والسلام مع الاکرام

۲۵ نومبر ۱۳۸۶ھ - لکھنؤ کلاہ حیدر حسین

(۵۳)

نور محمد موانی

نیاز کش میرزا ثاقب

مکتوب الیہ ولی شاہجہا پوری

مجھے غلطی مگر نبی جناب ولی زاد لطفہ سلام وانا انکسر

میں زندہ ہوں اور طالب خیریت۔ دیکھئے مراد کاٹے۔ بندہ ہر روز یوسفستان میں نام ایک کتاب پر لیس میں دی جا چکی ہے اس میں جہاں اور بیت ہے وہاں اردو کے آدم حضرت شاہ ولی مرحوم سے ملے کر آتش تک مشاعرہ شہرام کا صرف وہ کلام جمع کیا گیا ہے جس میں خدائے سخن حضرت تیر کے سوز و گداز کا مرتبہ نظر آتا ہو۔ آپ بھی دس شعر فرماتے فرمائیں۔ معیار انتخاب یہ ہے۔

نیر آئی بہار گلشن گل سے بھر ہے لیکن ہر گوشہ چین میں خالی ہے جائے بلبل  
نائب آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی اب کسی بات پر نہیں آتی

اس کے علاوہ اپنی ایک مطبوعہ یا غیر مطبوعہ غزل مگر ایسی کہ آپ کی شاعرانہ زندگی کا لاکھ نامہ ہو عنایت فرمائیں۔ غیر مطبوعہ کلام کو ترجیح ہوگی۔ جواب ایک ہفتہ کے اندر آ جانا چاہئے ورنہ اہل متنا کی آرزو اور بخود ناشاد کی حسرت کا خون جناب

کی گردن پر ہوگا۔ والسلام مع الاکرام

۲ اگست ۱۳۸۶ھ - لکھنؤ

سید محمد احمد بنور موانی بنو سید محمد آصف صاحب

مکتوب الیہ میاں محمد صادق مسلم ٹاؤن لاہور

(۵۴)

رب آزاد انصاری

مخدومی وکری۔ اسلام علیکم۔

آپ کی دہلی سے روانگی کے بعد میں بھی میدرا باور دانہ ہو گیا تھا۔ اس وقت سے حیدر آباد میں مقیم ہوں۔ مگر سخت پریشان ہوں میرے چھوٹے بھائی سخت بیمار ہیں، رات دن ان کی تیل داری اور تلاش چارہ و یارہ مگر سے سر کھانے کی بھی فرصت نہیں، دعا کا طالب ہوں۔ دعا فرمائیے کہ خدارم فرمائے۔ معارف جمیل کی ایک جلد جو اس وقت دہلی میں میرے پاس تھی میں نے جناب کی خدمت میں پیش کر دی تھی۔ یہ یقیناً اس وقت تک بخوبی ملاحظہ و معالہ سے گزر چکی ہوگی۔ متوقع ہوں کہ اس کی نسبت سے مجھ کو اپنی رائے مانی سے مطلع فرمائیے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ براہ ادب نوازی معارف جمیل کی کچھ جلدیں اپنے ادب و دوست حلقہ احباب میں فروخت کر کے میری مدد فرمائیے۔

تیسری گزارش یہ ہے کہ لاہور میں کسی ادبی فرم سے معارف جمیل کی یکمشت فروخت یا بتدریج فروختی کا معاملہ طے کر دیکھے گا تو میں بہت احسان ہوں گا۔ اگرچہ یہ میری مذکورہ بالا گزارشیں کچھ نامداسی گزارشیں ہیں مگر آپ کی ادب دوستی سے امید ہے کہ آپ اس معاملے میں میری مدد و اعانت سے دریغ نہ فرمائیں گے۔ امید کہ مزاج والا بنو ہوگا۔ اور

متعلقین بھی بعافیت ہوں گے۔ سب کو دعا و سلام۔

۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء نیاز مند آزاد انصاری - احسان منزل ڈاکٹار منبر پیٹ - موضع دانستہ پورہ

مکتوب الہدیٰ میں عمر صادق

(۵۵)

کاتب آزاد انصاری

مکرمی و محترمی - السلام علیکم۔

معاف فرمائیے گا۔ خواب تو انشائیں نامہ ذرا دیر میں دے رہا ہوں۔ کیونکہ اس عرصے میں یہ طبیعت بھی راجہ ہو گئی تھی اور اک مدت تک اب بھی خراب ہے۔

جناب کی علالت طبع کا حال معلوم ہو کر سخت رنج ہوا، اول تر بفضلہ آپ اب تک شعیاب ہو چکے ہیں گئے۔ خدا کرے ایسا ہی ہوا ہو، اگر خدا غواستہ ہنوز تکلیف باقی ہو تو علاج ایگزیمیا کی بابت میں اپنا تجربہ میں لانا ہوتا ہوں۔ اس مرض میں سب سے بہتر تو انجکشن ہے، اس انجکشن کا مجھے نام یاد نہیں رہا، اس کو ہر ڈاکٹر جانتا ہے، فلسفے سے مجھے، انشاء اللہ آپ بہت جلد شعیاب ہو جائیں گے۔ انجکشن کے بعد میرا ایک بہترین تجربہ نسخہ ہے جس کا حال خدمت عالی کر رہا ہوں۔

ان سب دواؤں کو خوب چینٹ کے اچھی طرح ملا لینا چاہیے۔

اکتھال ایوینا - ایک ڈرام  
ڈنک انسٹ - ۲ ڈرام  
ویسلین - ایک انسٹ

۱۔ حساب - جتنا چاہیے بنائیے اور دن میں دو مرتبہ اعضا کو فارلنگ مابین سے خوب دھوئے لے بعد استعمال کیجئے۔ انشاء اللہ پاکی چھ ہی دن میں ایگزیمیا گرو کی طرح اڑ جائے گا۔ گریہ موذی مرض بار بار عود کرتا ہے، اچھے موافقہ یرمعی اس دوا کا استعمال روزانہ ایک مرتبہ ماہ ڈیڑھ ماہ تک جاری رکھتے اور ڈیڑھ ماہ بعد کڑوا تیل کی مسحات دن پر روزانہ ایک مرتبہ مالش کرتے رہیے۔ انشاء اللہ پھر ورنہ نہیں کرے گا۔ آخر میں دہلے کہ خدا کرے اس آپ کا سہارہ دست ہوں اور میرے مسئلہ تسخیر کی مزدت نہ پڑے۔

خداوند عالم جب آپ کو شفا عنایت فرمائے تو میری گزشتہ معروضات کا خیال رکھیے۔ والسلام بخون۔

۵ نومبر ۱۹۳۹ء نیاز مند آزاد انصاری - احسان منزل ڈاکٹار منبر پیٹ موضع دانستہ پورہ

مکتوب الہدیٰ شیخ محمد اسماعیل پانی پتہ

(۵۶)

مکتوب مولوی عنایت اللہ دہلوی

مکرمی شیخ صاحب تسلیم!

کالیڈاس کی جائے پیدائش کے متعلق مضمون ترجمہ کر کے آپ کو بھیج رہا ہوں۔ دیر اس وجہ سے ہوئی کہ مجھے اس مضمون سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس لئے ترجمہ کرنے پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی تھی۔ مگر آپ کے بار بار اصرار سے ترجمہ میرے لئے ہوئے شیکسپیر کے ڈراموں کے تراجم اگر آپ مجھے ہر کتبہ میں شائع کرنا چاہتے ہوں تو میری طرف سے یہ بڑی خوشی سے اجازت ہے۔ میں نے شاہد احمد کو بھی لکھا تھا وہ کہتے ہیں کہ جب شیخ صاحب

مجموعہ شائع کریں گے تو ساقی میں میرے جتنے تراجم شائع ہوئے ہیں وہ ان کی بھی اجازت آپ کو دے دیں گے۔  
اس سلسلہ میں میں نے ٹیکمپٹر کا جو ڈراما "طوفان" ترجمہ کیا ہے۔ اس کی اصل کاپی آپ کو بھیج رہا ہوں۔ یہ بہت  
ٹائیٹا، رشکتہ لکھا ہوا ہے۔ آپ اسے صاف کر کے رہنمائے تعلیم کو اشاعت کے لئے بھیج دیں جسے آپ پہلے بھی میرے  
درد و دوا سے بھیج چکے ہیں۔ مگر وہاں بھیجنے سے پہلے صاف شدہ مسودہ مجھے دیکھنے کو ضرور بھیج دیں۔  
جب آپ سارے ڈرامے مجموعی طور پر شائع کریں گے تو اس کی تمہید میں لکھ دوں گا۔ حضرت خواجہ سجاد حسینی صاحب  
(فرزند مولانا عالی) کی خدمت میں میرا بہت بہت سلام پہنچا دیں۔

خاکسار محمد عنایت اللہ

مضمون "کالیڈاس کی جائے پیدائش" ترجمہ مولوی عنایت اللہ دہلوی جس کا ذکر مولانا نے اپنے خط کے شروع  
میں کیا ہے۔ ذیل میں ناظرین کو ام کی از دیاد معلومات کے لئے درج کیا جاتا ہے۔ یہ مضمون اب تک کہیں چھپا نہیں۔ مولانا  
مرواح کی علمی یادگار کے طور پر میں اسے پہلی مرتبہ بیک کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔  
ٹیکمپٹر کے ڈرامے "طوفان" کے متعلق مولانا عنایت اللہ نے جو ہدایت مجھے لکھی تھی اس کی تفصیل میں میں نے  
مسودہ کو صاف کر کے مولانا عنایت اللہ کے پاس ڈیرہ دون بھیج دیا تھا۔ اور انہوں نے دیکھ کر واپس بھی کر دیا تھا۔ لیکن  
میں اسے اشاعت کے لئے رسالہ رہنمائے تعلیم کو لاہور نہ بھیج سکا۔ یہاں تک کہ ستمبر ۱۹۴۷ء کی قیامت خیز آندھ آئی اور  
میرے تمام مسودات اور کتابوں کے ساتھ "طوفان" کو بھی اڑا کر لے گئی۔ اور اس طرح یہ قیمتی ترجمہ برباد ہو گیا۔  
خاکسار محمد اسماعیل پانی پتی

سنسکرت کے شاعر کالیڈاس کا مقام ولادت

گزشتہ صدی (یعنی انیسویں صدی) نے سائنس و فنون کی دنیا میں بڑی بڑی برکتیاں دیکھیں۔ گزشتہ صدی ایسے  
اچھے واقعات اور اکتشافات سے بھرپور ہے۔ جنہوں نے دنیا کے مسائل میں بڑا انقلاب پیدا کیا۔ اور اس صدی میں  
مغرب میں سنسکرت کے علم و ادب کی بڑی زبردست اشاعت ہوئی۔ اور بڑے بڑے اکتشافات اس فہم میں ہوئے۔  
لیکن اس اکتشاف کی اصل بنیادیں ہندوستان میں ملتی ہیں۔ کیونکہ یہی ملک سنسکرت طرز و فنون کا گہوارہ اور وطن  
ہے۔ سنسکرت کے علم ادب کا مطالعہ جو رفتہ رفتہ معدوم ہوتا جاتا تھا۔ اس میں انگریزوں کے زمانے میں پھر برہمن  
بڑگئی۔ تاریخی اور ادبی دلچسپی نے علمائے یورپ کو سنسکرت جیسے عجیب مضمون کی طرف متوجہ کر دیا اور مشرق میں  
ایک نئے سکول کی بنیاد پڑ گئی اس طرح ہمدے جس قدر معروف شاعر تھے وہ اعتماد کی ٹھٹھی میں پڑ کر پہلے سے بھی زیادہ  
صاف اور چمکتے ہوئے نظر آنے لگے۔ اور روشنی کا ایک مینار ان کے گرد دکھائی دینے لگا۔

ان شاعروں میں سے ایک مشہور شاعر کالیڈاس ہے جس کے مولد کی نسبت ہم یہاں بحث کرتے ہیں اس  
میں شبہ نہیں کہ کالیڈاس نے اپنی تعریفیں اپنے ہی اہل وطن سے بہت کچھ سنی ہیں۔ مگر اس زمانہ میں ہندوستان میں کالیڈاس  
کی تصانیف کے ساتھ دلچسپی کم ہونے لگی ہے۔ مگر جو بھی کالیڈاس ہم میں سے غائب ہونے لگا تو مغرب کے عالموں نے

اس شاعر کی سادگی، اس کی حمایت، اس زور سے کہ جس کا وہ واقعی متفق تھا۔ مغرب کے نقادوں نے اس کا اعتراف  
کے ذمہ لگا دیا۔ کادل نے اسے ”ہندوستان کا دوجن“ لکھا۔ اور شاعر گیلے کا لیداس کی مشہور تفسیر  
شکستہ کی تعریف میں کہتا ہے۔

”اسات وزمین درون آبند می نام میں شامل ہو جائیں تو پھر اسے شکستہ میں تیرا نام ہوں گا اور  
و کچھ کہنا تھا، وہ ختم ہو گیا۔“

مزدیم نور نے کالیداس کو ”ہندوستان کا شیکسپیر“ لکھا۔ لیکن آج کل کے نقاد اس سے بھی آگے  
جاتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ اگر ”شیکسپیر“ کی قوت میں بڑھا چڑھا ہے، یعنی انسانی خصائص کے میان اس پر طوفان  
ہے۔ کہ لیداس ترکیب کلام میں اور اس فن میں کہ انسانیت کی خصوصیات کیا ہونی چاہئیں بڑھا ہوا ہے۔ بشیل پر ان  
انسان کے خصائص کو بیان کر رہا ہے اور کالیداس کا مقصد کمال کو پہنچنا ہے۔ شیکسپیر کی شاعری اس پر بالائی  
ذہنی زندگی سے آگے نہیں بڑھی۔ لیکن کالیداس کے شاعرانہ خیالات زیادہ ہندی ملک پر وار کرتے ہیں۔ یعنی  
روحانی ماحول میں پیدا دیتے ہیں۔ اس وطن کا لیداس دنیا کے شاعروں میں سب سے بڑھ جاتا ہے۔

جب زمانہ حال کے بہترین نقادوں نے کالیداس کی اتنی تعریفیں کی ہیں اور اس کو اتنا سراہا ہے، تو پھر  
مستحق ہے کہ ہم یہ یاد کر لیں کہ دنیا کے کس زمانہ میں شاعری کا یہ چمکتا ہوا ستارہ ہندوستان کے آسمان  
اور ملک کا وہ کون سا حصہ ہے جو اس کی جائے ولادت تھا۔

اس اس فرض ہے کہ ہم اس شاعر کی پوری قدر کریں اس زمانہ کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ چونکہ وہ  
ملک میں رہتا تھا اور یہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں ہم کالیداس کے مولد یا جنم بوم کی نسبت سے تعجب  
کالیداس کے مولد کا تحقیق کرنا انسان بات نہیں ہے۔ شاعر نے خود اپنے کلام میں اپنا تذکرہ نہیں کیا۔  
کی طبیعت شرمیلی تھی۔ دیگر شعرا کی طرح اس نے فخر کے ساتھ اپنا شجرہ نسب ماسعین کے سانسے پیش نہیں کیا۔  
کے ناروں کی طرح وہ چمکتا رہا۔ مگر خود اپنا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس کی تعریف کو بطور کرم لکھنا آسان نہیں۔  
کس حصہ کا باشندہ تھا۔ یا یہ کہ وہ کہاں پیدا ہوا تھا اور کہاں اس نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ گزارا؟ کالیداس  
ہندوستان کا قومی شاعر تھا۔ وہ ہمیشہ ہندوستانی قوم کی نشان و شوکت کے گیت گاتا رہا۔ وہ ہندوستان کا  
باشندوں کا سب سے زیادہ عزیز شاعر ہے۔ ہندوستان کی تہذیب کا اس نے نہایت عمدہ نقشہ ہمارے  
کھینچا ہے۔ طبیعت کے اعتبار سے وہ اعلیٰ راز خور ہندوستانی تھا۔ اس کی حب الوطنی تنگ و محدود نہ تھی۔  
سب الوطنی میں عالمگیر انسانی ہمدردی کا جوش موجود تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کالیداس نے اپنے مولد کی بحث کر کے  
یہ شکل اس طرح رنج ہو سکتی ہے کہ ہم کالیداس کے کلام کا نہایت استقلال کے ساتھ اور کثرت سے مطالعہ کر لیں  
اس تدریج میں جس کو ہم اس کی پیدائش کا زمانہ معلوم ہے۔ نہ پیدائش کا مقام۔ نہ صرف یہ بلکہ ہم اس کے  
بھی آشنا نہیں جو یہ شاعر اعظم ہمارے لئے لایا تھا۔

کالیڈاس کی جائے ولادت کے متعلق جو ہمارے مفروضات میں اُن پر بحث کرنے سے پیشتر یہ مناسب معلوم ہوا ہے کہ اس سوال کے متعلق جو مختلف نظریے رائج ہیں انہیں بیان کر دیا جائے اس کے معانی ہندوستانی روایات میں بہت اختلاف ہے۔ کسی نے دھارا کو۔ کسی نے مالوہ دیس میں اچن کو کالیڈاس نامولد بتایا ہے۔ لیکن احاراً اچن کو کالیڈاس کی جائے ولادت قرار دینا ایسا ہی ناقابل اعتبار ہے جیسا کہ ۷۵۷ھ تک مسیح کو اس کا سال ولادت نہانا تو قسماً کوئی ۱۰۱۰ء بلا واسطہ ہدایت خورد نہ ہر اسے صبح نہیں مانا جاسکتا۔ روایات میں سرطان کے پہلے نصفے فاسد فی نسبت مشہور ہیں لیکن اس شاعر کے اعلیٰ درجہ کے اخلاقی مقصد سے اس کے اعلیٰ اخلاقی مقصد پر جب غور کیا جائے تو کسی اس سبب سے متاثر نہ ہوگا۔ بلکہ صراحتاً ہم ایم ہر بر شادشاہ متروک سے کہہ سکتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ۔ تو فی منزل کے۔ رانہ کی ذمہ داریوں کی نگاہ میں

اس نثر میں کہ کالیڈاس اپن سے بہت واقفیت ظاہر کرتا ہے اور یہی دلیل اس کا اچن سے متصل ۷۵۷ھ اس کا ہے۔ لیکن اس سے بہت نامت نہیں ہونا کہ عین شاعر کا وطن اور مولد بھی ہو۔ مگر یہ سادہ سادگی نے مالوہ کو کالیڈاس کا مولد ہونے کی تائید کی ہے اور اس تائید کی مبادیوں سے دو باتوں پر غور ہے۔ ایک یہ کہ مالوہ کے علاقہ ماعر تحصیل سے لکھنا ہے۔ خاص کر ایک اسکند کے مندر کا ذکر جو مالوہ دیس میں۔ ساید کے قریب ہے کہوں کہ جو بادل ادنا کی طرف ٹھہرا ہوا تھا اس کے ٹھہر جانے کی جگہ اس مندر کو قرار دیا ہے۔ دوسری بات جو مبادیوں کی ہے وہ وہاں کی عورتوں کی شوخ اور مانوس نگاہیں ہیں ان دو باتوں سے سادہ سادگی صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کالیڈاس ملک مالوہ میں واسطہ پور میں پیدا ہوا تھا۔

لیکن اس کا بغیر اس مسئلے کیوں نہ اسکا مندر اول اسکند ایک دوسری شکل شیو کی ہے۔ اور یہ دیوتا کالیڈاس کے لئے ایک خاص اہمیت رکھتا تھا۔ اور وہ اس کے نہایت عقیدت مند پرستاروں میں سے تھا۔ کالیڈاس یہ نہ کر سکتا تھا کہ مندر پر سے اسکند کو بغیر تعلیم دینے آگے بڑھے۔ کیونکہ اسکند شیو کی ایک دوسری شکل تھا اور کالیڈاس اس کی پرستش کرتا تھا۔

اسکا دیکھنا جو مالوہ دیس کے ساتھ مخصوص نہ تھی کہ کالیڈاس کو اسکند سے واقفیت ہوتی۔ ہمیں علم ہے کہ اسکند کی پرنا کشمیر میں بھی ہوتی تھی جو ممکن ہے کہ کالیڈاس کا وطن ہو۔ اور اس بات کی توقع نہ ہو سکتی تھی کہ وہ اپنے اس عزیز دیوتا کی طرف سے تغافل کرے جبکہ وہ وطن سے دور مالوہ دیس میں تھا۔

اب رہا واسطہ پور کی عورتوں کی شوخ چٹھی سے مانوس ہونا تو اگر کسی ہی معنی لئے جاسکتے ہوں۔ فیخرہ درد اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ واسطہ پور کے شہر میں کالیڈاس مدت تک رہا تھا۔ اس لئے وہاں کی عورتیں اس سے مانوس ہو گئی تھیں اور اس سے بے تکلفی کے ساتھ بات چیت کر سکتی تھیں۔ محض اس بات سے کہ اس کا وطن قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اگر اس بنا پر کہ ملک کے اس حصہ کے حالات کالیڈاس نے تفصیل سے بیان کئے ہیں اس لئے وہ اس کا مولد تھا

نور اس صورت میں ملک کا کوئی حصہ مثلاً اجڑیہ، مستحضر، دندھیا دیس، مدراس، برار، بہار اور بنگال جن کے حالات کم و بیش تفصیل سے کالمیداس نے اپنی تعنیفات میں تحریر کئے ہیں۔ یہ سب اُس کا مولد اور وطن ہو سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ: رانی کے ایک مسمون نگار نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا کالمیداس بنگالی نہ تھے؟ کالمیداس کی نسبت یہ غلط نہیں اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ کالمیداس نے جیسی میں اپنا سالِ اشد کے چھینے سے شروع کیا ہے اس نامہ نگار نے یقین کر لیا ہے کہ بنگال کی تقویم اسی اہ اشد سے کچھ زمانہ پہلے شروع ہوا کرتی تھی لیکن اس کی وجہ کہ کالمیداس نے اپنا نامک میگو دنا کیونکر اشد چھینے کی پہلی تاریخ سے شروع کیا۔ ملی نامہ نے بخوبی بیان کر دی ہیں جوڑ چاہئے ہیں کہ کالمیداس انہی تاریخوں میں اور زیادہ صحت سے کام لیتا۔ وہ اس خیال سے اپنا اطمینان کر لیتے ہیں کہ کالمیداس نے کم سے کم گیارہ دن بادل کے گزرنے کے ہیں کہ وہ ہمالیہ تک یعنی رام گری کی پہاڑیوں سے بالکل شمال میں پہنچ جائے چنانچہ جب بادل کشا کی پوری سے اشد کی گیارہویں کو طاقات کرتا ہے تراشد کی اکاوشی سے کرٹیک کی اکاوشی تک پہلے چار چھینے ہو جاتے ہیں اور یہی زمانہ ہے جس میں یکشانے دعا مانگی ہے کہ اُس کی پوری خوش رہے اور شوہر کی عدم موجودگی کا خیال نہ کرے۔ علاوہ اس کے نامہ نگار یہ بات بھول گیا کہ دیتر بھار جیٹھ کے چھینے سے شروع ہوتا ہے نہ کہ اشد کے چھینے سے

جوڑ بگ بنگال کہ کالمیداس کا مولد جانتے ہیں وہ گرم جوشی سے کام لے کر یہ لکھتے ہیں کہ کالمیداس بنگال سے ہے کہیں کا باشندہ نہ تھا۔ کیونکہ اُس نے اہلی کے درخت کا مال کھا ہے جو بنگال کا درخت ہے۔ اس خیال کی بنا پر ایک سفیری کو کشمیری نہیں کہہ سکتے اگر اُس نے اپنی تصانیف میں کہیں ملک کا ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ ملک کشمیر کی پیداوار نہیں ہے اور اسی طرح ایک بنگالی بنگالی نہیں رہ سکتا اگر اُس نے اپنی تصانیف میں کہیں زعفران کا ذکر کر دیا ہے۔ جو خاص کر مرث کشمیر کی پیداوار ہے۔ سچ یہ ہے کہ جو نقد سے قلیل وجہ کالمیداس بنگال کا باشندہ ہونے کی پیش کر سکتا ہے وہ اس سے زیادہ نہیں کہ وہ بنگال میں گیا تھا۔ چاول جو خصوصیت کے ساتھ بنگال میں پیدا ہوتا ہے۔ اُس کا ذکر کالمیداس نے کیا ہے کیونکہ وہ خدا ایک ایسے ملک میں پیدا ہوا تھا جو علاوہ بنگال کے چاول پیدا کرنے والا ملک تھا۔ علاوہ اس کے بنگال کے پنڈتوں میں یہ روایت چلی آتی ہے کہ جب کالمیداس بنگال میں آیا ہے تو سرکستی اُس کے استقبال کے لئے گئی تھی۔ اس بات سے تائید نہیں ہوتی کہ کالمیداس کا مولد بنگال تھا۔

مکتوب المیہ سید حسن بنوری آیت

(۵۷)

مکتوب مولوی نور الحسن زید

سر با لطف و کرم زاد و لطفہ۔

تسلیم۔ غایت نامہ صادر ہوا۔ آپ کی ہمدردی کا شکریہ زبانِ قلم سے ادا نہیں ہو سکتا۔

مجھ کو آپ کی رائے سے بالکل اتفاق ہے۔ صرف یہ انتظار ہے کہ ابھی تک صرف ب و پ دو حرف لکھے ہیں۔ تین چار حرف اور مرتب ہو جائیں تو لغت کے اجزا نصف صفحات پر چھپوا کر ہندوستانی کے اہل علم کی خدمت میں روانہ کر دوں جو علاوہ زبانِ مان ہونے کے لغت کا مذاق رکھتے ہوں۔ اور اُن کی ایسی لینے کے بعد لغت میں جہاں

کہیں ضرورت ہو زمین کر کے شائع کروں۔

میں نے لغت کی تکمیل کی دھن میں پیشہ وکات ترک کر کے قیام وطن اختیار کیا ہے۔

اگر آپ ارشاد فرمائیں تو لغت کا مسودہ بغرض ملاحظہ ارسال خدمت کیا جائے۔

جناب سے یہ بھی استدعا ہے کہ ان حضرات کے اسمائے گرامی سے مطلع فرمائیں۔ جو لغت میں اضافہ فرمائیں۔ تاکہ ان سے خط و کتابت کی جائے۔

میں آپ کی دلی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ لغت کے کام کو ملک اور زبان کا کام سمجھ کے امانت سے دریغ نہیں فرمائیں گے۔

خاکسار و فاضل

۲ مارچ ۱۹۱۹ء کا کوئی ضلع کھڑ

(۵۸)

مولوی نور الحسن نیر

مکتوب الیہ سید محمد حسن رضوی ادیب

مراپا لطف و کرم زاد لطف

تسلیم۔ میرا اذہ ہے کہ نور اللغات کا ایک ضمیمہ شائع کروں جس میں امور ذیل ہوں۔

۱۔ فروگزاشتیں جو نور اللغات میں لکھنے سے رہ گئی ہیں۔ ان کی تصحیح کی جائے۔

۲۔ وہ الفاظ و مرکبات جو شاہی زبانوں میں مستعمل تھے ادب اب جن کی کہیں شرح نہیں ملتی ان کی توضیح کی جائے۔

۳۔ مترادفات الفاظ کا فرق دکھایا جائے۔

۴۔ جن ارباب علم کے کلام سے نشرو نظم میں پہلے استعمال دکھایا گیا ہے ان کے مختصر حالات لکھ دئے جائیں۔

۵۔ انگریزی الفاظ جو اردو میں مستعمل ہو گئے ہیں ان کے ترجمہ انگریزی میں لکھے جائیں۔

چونکہ آپ کی عنایت میرے حال پر بہت زیادہ رہی ہے اور یہ ایک فوجی اور زبان کی خدمت ہے لہذا

آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ براہ کرم ہر ایک مضمون مندرجہ بالا پر قلمی اضافہ کیجئے۔ میں بندہ نوازی ہوگی۔

۶ جنوری ۱۹۲۱ء نیازمند نور الحسن نیر۔ نور اللغات کا کوئی

(۵۹)

مولوی نور الحسن نیر

مکتوب الیہ سید محمد حسن رضوی ادیب

مراپا لطف و کرم زاد لطف

تسلیم۔ آپ کا عنایت نامہ آیا۔ دل نہایت خوش ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ مجھے ہر قسم کی امداد سے نکتے ہیں۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ براہ عنایت مجھے وہ فروگزاشتیں تحریر فرمائیں جو نور اللغات میں رہ گئی ہیں اور الفاظ و مرکبات جن میں

اکثر ہوتے ہیں، ان کی خدمت مع معافی کے دیں۔ امید ہے کہ جناب ضرور اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

خاکسار و فاضل

۲۱ جنوری ۱۹۲۱ء

دفتر نور اللغات کا کوئی



(۶۰)

کاؤنٹنٹا عبد اللہ بن داؤد بن محمد

محمد بن داؤد بن محمد بن داؤد

آپ کے خط کی تعمیل کیجئے کہ چونکہ یہاں تک کہ بیمار ہو گیا اور سخت بیمار اور درود سرحد نہ کام میں مبتلا رہا۔  
بہت پریشان اور سخت طاقت نہ آئی اور بھی کبھی درود سرحد نہ کیا تھا کہ عید اضحیٰ کی تعطیل بن اُس کا کام سر انجام ہوئے  
کہ اگر تعطل تمام ہو اسی کی خبر ہو گئی اور اب بھی بے کار ہوں۔

جواب کے منشاء میں تقاضا ہے اور فقہ میں پروردگار تو فیض موجود ہے جس کا غلام یہ ہے کہ اُمید اور چہرہ کھلا دیکھا دے  
اس نے اپنے خیر و برکت کے لئے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ ایسی قدیم غلطیوں کا کیا علاج کیا جائے۔ کون سا  
ہے دانی یہی اور پھر وہ بھی زبانی میری۔ فقہ اور مفسرین کا کردہ ہمزبان ہے مگر صحابہ اور تابعین زیادہ واقف تھے انہوں  
نے دلیل سمجھا ہے کہ تاجرب حذرات نے ان کا کام بھی نہیں سمجھا۔ بہر حال اَلْحَقُّ اَحَقُّ بِاَنَّ تَبْحَثَ میں اس نے  
اللہ پر اور میرے نزدیک۔ جنہی سے پورا پروردگار واجب ہے۔ اور قرآن نے بھی جواب واجب کیا ہے نہ زبان  
مرد ہے بلکہ اس سے خدا۔ یہ رائے

ذرا بچے طانت آئے تو عمل مفسرین آپ کی خدمت میں بھیجوں والسلام

۱۱ اگست ۱۹۱۵ء

محمد العین

مکتوب امیر ڈاکٹر غلام۔ دہلی

(۶۱)

۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳

ایک چند (بہار) کی نسبت لکھا ہے کہ نادر شاہ قدس سرہی مسجد میں دلی والوں کے قتل کا حکم دے رہا ہے اور لالہ صاحب اس کے لشکر کے مغلوں سے فارسی حامیوں کی تحقیق قتل عام میں کرتے پھرتے تھے۔

یورپ میں علماء کی قدر اس لئے ہے کہ بدلت کی قدر دانی سے ان کی زندگی فارغ ابالی سے بسر ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے یہاں علمی تجربہ کا سمجھا جاتا ہے۔ رعایا کی زبان اور گرسٹ کی اور۔ اہل مال کو روٹیوں کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا۔ یہ بحث بڑی ہے۔ و زمرہ کی خط و کتابت کے بس کی نہیں۔ اس پر ملحقہ مضمون لکھنے کا ارادہ ہے۔

سلا کے عام کی داء وہ نواس قدر ہو رہی ہے کہ اس کی تعریف سنتے سنتے میں تنگ آگیا مگر خرچ کی بڑبڑ سے تکلیف نہ۔ مسلمانوں میں زبان کی خبریوں سے بیگانگی ہے۔ اہل ہندو اور۔ سے خباہت کہ مسلمانوں کی زبان ہے۔ بہر حال مجھ سے جس قدر ہو سکتا ہے، رو۔ کی بستی کر رہا ہوں۔ یہ ملامت عام جو ملوہ چہرے کا اس میں حضرت۔ مامن کا کلام دیکھئے گا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ رسالہ کی روانگی میں کچھ نہ کچھ غفلت جو جاتی ہے۔ سبب یہ کہ زیادہ تنہائی کی وجہ سے میں سارے کام دیکھ نہیں سکتا۔

باز مندا مری علی

۲۴ فروری

مکتوب امیر ڈاکٹر زور

(۶۳)

باب ۱۰ ہادی رستا

روح تنقید مصنفہ سعید علی الدین صاحب المتخلص بہ زور میں نے اکثر مقامات سے دیکھی ہے یہ کتاب من اشد شریں ہے۔ خوب لکھی ہے۔ اور اکثر شعرائے یورپ و اہل بائیس کے افواہ اس میں بڑے طبع سے جمع کئے ہیں اور اہل ہندو اور فارسی کے اشعار بطور شواہد کے نقل کئے۔ جن سے کتاب کی دلچسپی بہت بڑھ جاتی ہے۔ اگرچہ جو زبان ان مطالب کے ادراک کے لئے استعمال کی گئی ہے وہ زبان مال کی وہ زبان ہے جو عبارت روانی کے لئے زور سے سمجھی جاتی ہے۔ بہر طور کہ کشش زور ان مصنف کی قابل ستائش ہے۔ فقط

بقلم ہادی

۲۰۔ اور سنہ ۱۳۲۵ ف

مکتوب امیر میر حسن ضلع

(۶۴)

باب ۱۰ امیر ہادی رستا

مکرم بندہ دام فیوضکم۔  
تسلیم۔ آپ کا مرحمت نامہ نگار گریبان رسول ہوا۔ میں آپ کی اس درد سوری عاجز اس قد بے مضار کے لئے فرمائی گئی ہے، دل سے ممنون ہوں۔ واقعی آپ کے الطاف سے ایسی اچھی ہی امید تھی۔ خدا کرے وہ کتاب جلد درست ہو جائے اور مجھ کو پہنچے تاکہ مزید شکر گزاری کا موقع ہے۔ اس قسم کی اور کتابیں باطمینان تسلیم مثلاً شیخ محمد شامی و دیگر قدیم خاتانی جو محقق کی تصنیف ہے، با زینک الی بگی کا کوئی نسخہ یا پھر جدیدی کالات رعدیہ کار مالہ۔ یہ سب کتاب روح تنقید میں سرار داکے یہاں بھیج کر استدعا کی تھی کہ اپنی رائے مرحمت فرمائیں اس کے جواب میں یہ تحریر۔  
انہوں نے ارسال فرمائی تھی۔

یا علم ارشاد طبعی کا کوئی رسالہ دستیاب ہو تو مرحمت فرمائیے گا۔ زیادہ اس وقت کوئی حال قابل گزارش نہ تھا۔ مذکورہ  
مکالمے کا باب بالفعل بند کیا۔ بارزندہ انشاء اللہ وصحت باقی۔ زیادہ شوق فقط

حررہ لادی بقلہ

مکتب الہد مرادیں جنگ آباد

(۶۵)

مکتب سید بے نظر شاہ واری

بملاحظہ عالی جناب فواہ امین جنگ امین الدولہ امین الملک والسلطنتہ وامت برکاتہ

چین سیکرٹری دربار ابد قرار دولت آصفیہ حفظہا اللہ عن شر الزائب۔

اسلام علیکم وعلیٰ اہلکم۔ کانچہ کے واقعات جان خواش یعنی مسلمانوں کا ایک منظم گروہ کے اہلکاروں سے  
بیہوشی سے قصد قتل کیا جانا اور انکی مستورات کی بھارتیاں اور ناک کان لٹھ پاؤں کاٹ کر ہلاک کیا جانا اور ان کے معصوم  
بچوں کا ان کے سامنے ٹانگیں چکر چھینک دیا جانا ان پر پانی اور باز کا سب سامان بند کر دیا جانا تو آپ نے صرف اخبار  
میں پڑھا ہو گا۔ باوجود گرفتاری کی فوج اور مسلح پولیس کی موجودگی کے حکام وقت کا کسی مسلمان کی فریاد پر کان نہ دیا  
اور کم سے کم پانچ اور چھ ہزار کے درمیان نفوس کا پامال ہو جانا واقعات کو ہلاکی ہیئت سے زیادہ درد انگیز تھا۔  
مسلمان یہاں موجود نہیں وہ اس ہرنک منظر کا جو چار پانچ روز برابر قائم رہا پورا تصدیق نہیں کر سکتے۔ فرضی امن نامہ اور  
کیا ہے مگر برط و دیہاتوں میں جہاں مسلمان معدودے چند آباد ہیں یہی خطر ہو رہا ہے۔

ان سب کا اصلی سبب مسلمانوں کا منظم نہ ہونا اور ایک مرکز پر نہ جمع ہونا ہے۔ جس کا سبب علماء کا اعتقاد  
آرا اور شیعت مآبی اور اپنی دنیا طلبی کے لئے الگ الگ ٹکڑیوں کا قائم رکھنا ہے۔ وہ گئے عام فقرا با تشناہ  
خواس انہیں اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے اور نذر دینا اور مدرسوں کے یہاں چندے وصول کرنے سے  
..... اس لئے ہمیں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو قوم کا امن حیث القوم دلدادہ جو اس کو شیعوں کی زیر  
انتظام سے کچھ واسطہ نہ ہو اور باوجود قابلیت تمام ایسی وجاہت خارجی بھی رکھتا ہو جو گرفتاری کے اگلے بند  
مخلی دائرے و گورنر وغیرہ کی نگاہ میں با وقعت ہو اور ہر موقع پر گرفتاری اور زیر محالوں کو گاہ بگاہ جواب  
دے سکے۔

ہمارے کالج اور یونیورسٹی سے اس وقت تک کم سے کم پچیس ہزار ایسے تعلیم یافتہ نکل چکے ہیں جو ہر  
موقع و محل کے مصالح کو بخوبی سمجھ کر قوم کا نظام اپنی اپنی جگہ پر ملحقہ دار ایک ہی اصول پر قائم کر سکتے ہیں اور ان  
کے لئے مزدوری ہے کہ اس کا محرک اور عامل خود صدر دارالعلوم یعنی وائس چانسلر ہر جو ساری جماعت کو ایک نقطہ  
پر جمع کر کے اس تنظیم کا رکن بنا دے اور مخالفوں کے ہندو راج کے منصوبوں کو خاک میں ملا دے اور خوش قسمتی سے  
اس وقت ایسا ہی وائس چانسلر یہاں موجود ہے جو دولت آصفیہ کا بھی نمک خوار قدیم اور خادم خاص ہے۔ اس  
بات پر خدا شاہد ہے کہ کوئی با تشدد تمبیہ اکہ بجز میرے نفس کے یا آپ کی نگاہوں کے جو اس تحریک کو بڑھ رہی ہیں

لے مرادیں جنگ معتمد نظام کے پرائیویٹ سیکرٹری اور بعد میں دندہ ملازمت وغیرہ تھے۔

کوئی محرم نہیں اور میں جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ غاصتاً و جبراً اللہ خدا کو گواہ کہ لکھ رہا ہوں کہ ہمارے قلوب قائم کرے  
ہو رہے ہیں۔ لہذا اللہ ہمارے آقائے ولی نعمت کی خدمت میں یہ ہماری درخواست پہنچا دیجئے کہ بفرمان و آئینہ  
الحکمر والعدلۃ، نعمت نبوت پر نعمت حکومت مقدم رکھی گئی ہے اس کے بغیر سعی کامیاب مشکل سے ہوتی ہے۔  
یہ امر عید ساراج ہے کہ مسٹر سید اس مسعود یونیورسٹی سے پندرہ سو ماہوار الاؤنس لینے میں بغیر اس کے ترک کے قوم  
پر چھدا اثر نہیں پڑ سکتا اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس اپنے بیت المال اسلامی سے کوئی عید پرورش یا خوشنوی  
لگا کر انکے دو ہزار روپیہ منصب مقرر کر دیں اور وہ بہ اطمینان قلب اس رقم سے اپنا سفر خرچ و دیگر مصارف پورا کرتے  
رہیں۔ اور تمام کالج کے اولڈ بائزر اور عید اکابر قوم سے مل کر ایک مستحکم تنظیم قومی قائم رکھیں تاکہ آئندہ آفات سے  
بچنے کا سہارا ہوا۔ مسلمان تباہی سے بچیں۔ فقط والسلام

سید بے نظیر شاہ

۳۰ مئی ۱۹۳۰ء علیگڑھ

مکتوب الید سر اس مسعود (نواب مسعود جنگ پھار)

(۶۶)

نواب سید بے نظیر شاہ دارقی

مذہب و مطاع مخلصان۔ اسلام میم و رحمتہ اللہ وبرکاتہ  
عرسے سے میں طیل ہوں۔ اختلاف آب و ہوا کا بفضلہ اب اثر رائل ہو رہا ہے۔ درجیاتیاں صبح کو اود  
در شام کو کھاتا ہوں۔ امور مذہبی سے اطلاع پر اطلاع آرہی ہے کہ آپ فدا یہاں آیتے ورنہ آپ کا وظیفہ بند  
و خلیفے کے بند اور نہ بند ہونے کی تو کوئی بات نہیں۔ کیا یوں وہ بلاتے اور میں وہاں نہ جاتا۔ دینے شریف کا بہر  
چندے قصد تھا اور بشرط صحت اب بھی ہے۔ کیونکہ صحت تمام عبادات پر مقدم ہے۔ جب میرا ضعف اس  
سفر کا مانع ہو رہا ہے تو اور سفر دور و دور کیا ہو سکے۔ بہر حال میں مخلص دماغ ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ رہوں گا۔  
مندی پر وہ فیصلہ رتی کا خط آیا ہے فتویٰ الکلام جو ادن سے عاریتاً کریں نے انجناب کی خدمت مبارک میں پیش  
کی تھی وہ ان کو واپس شاید نہیں ملی۔

میں نے مسودہ غزوات آپ کی کتاب کی صحت کے لئے مولوی عظمت اللہ خان صاحب مددگار کو خود سے دیا تھا  
کہ اس کتاب مذکور کو ملاکر میرے پاس بھیج دیجئے گا۔ مگر جب تعطیل کلان میں نیچے وہاں گئے تو معلوم ہوا کہ جناب مولوی محمد الین  
صاحب کے پاس اصل اور مسودہ دونوں ہیں۔ وہ دور سے سے واپس نہیں آئے تھے کہ نیچے میری عبادت کو یہی چلے آئے۔  
اور پھر کالج آگئے۔ وہ مسودہ بھی ہندیہ بک پوسٹ رجسٹرڈ مجھے ارسال فرمائیے۔ کہ بفضلہ تعالیٰ بقیہ روغنیں پوری کر کے  
دیران مرتب کر دوں۔ عید احباب کو سلام مسنون۔

سید بے نظیر شاہ

۵ مارچ ۱۹۳۳ء

مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

نہ محمد الیاس برنی سابق برو فیہ معاشیات و رجسٹر ارجسٹر عثمانیہ جنہوں نے قادیانی مذہب پر بھی مددگار بن کر شائع کی ہیں۔  
اللہ غفرلہ مرحوم محمد نظامت تعلیمات کے مددگار اور جدید طرز کی ادو شاعری کے بانیوں میں سے ہے۔

مکتوب شفق ماروی

(۶۷)

مکتوب الیہ کیفی ہر بار کی

ز دل نزدیک از نظر دور - محو کرم قوائے شفق ہیور -  
اسلام منکم ورحمۃ اللہ - پرتاب گدھ کے مشاء سے میں تشریف لانے کی تقریب اور عزیزی و شرفی  
ملاقات سے جناب کا نشانہ میں معلوم ہوا - امید ہے گا ہے ماہیے دو کلمہ خیریت سے مطلع فرمایا کریں -  
آپ نے رہا میں کے پارٹنگ ڈانسے مجھ سے پر جو مقدمہ لکھا تھا وہ ساتھ اس کے طبع ہوگا - جب کہ بیات  
زیر طبع ہیں - حواہت نہار سے موقع میں ملنا کہ دو ان طبع ہوسین جارحینے کے بعد ممکن ہے خداوند کرم کوئی راہ سال  
رہ - اس کا حد میں خدا رس لائے تو آپ ہی کو کاونا ہوگا -

علی گڑھ میں آپ کیوں میں ہرک تک دہاں قیام رہے گا - میں تو علی گڑھ آتا اگر کی کوئی موقع البتہ اکتاہٹ  
مستدر کہ ذرا دہاں کی تعلیمی و ادبی صورت حال کو دیکھتا لیکن کل امر مرہوں بہ وقت تھا - میں یہاں نقطہ دو بائین دن ہوں  
کم سے کم ایک جیسے کے لئے ضلع کیا عار یا ہوں - نیاز نامہ کا جواب وہیں منابت ہو -

سیرۃ الاسلامیہ کا تصبیہ لایہ نظر تحفہ - بیع الاقل از سال ہے - اگر دہاں مزدورت دیکھیں تو اور کاماں  
ہیں شہر بیچ دہاں - جہاں جا رہا ہوں نہیں - یادہ تعداد میں نسخہ پڑھے ہوئے ہیں - مرتب حاضرہ شہری تو جب آپ کی  
حق - آپ کی سنجی با نہیں یہ بھی معلوم نہیں اس کی کہ پیاں زیادہ یہیں بڑی ہوئی ہیں - لکھئے تو اس کی بھی ایک - کار اور  
انتہا بات نسائیت - شہر میں آئندہ بھیجوں - پہلے - معلوم ہوئے کہ آپ کا قیام دہاں کب تک رہے گا ؟

۸ حوالی ۱۹۳۹ء محسن کبہ الہ آباد زیادہ نیاز شفق ماروی

نشان - باب آئینہ پرین تک یہ ہے حسن مرتضیٰ شفق - حاجی پور - رفیع گنج - ضلع گیا -

(۶۸)

مارو ڈاکٹر فیاض الدین

مکتوب الیہ ماروی

محذوم کرم -

چند خطہ کتاب کے نین باب آپ کی خدمت میں بھیج چکا ہوں - جواب نہیں آیا - یہ بھی نہیں معلوم کہ کتاب  
اسے تیر کر دی گئے ، نہیں اور کب تک امید ہے اور ترجمہ کے بعد آبا آب - یا کا نہ  
کے دہر کی ہا دے آپ کے جواب کا انتظار ہے - کافر نس اس کتاب کو اپنے خرچ سے طبع کرانے کے لئے  
اور ترجمہ کرانے کے لئے بار ہے -

۹ مئی ۱۹۳۹ء

نیاز مند فیاض الدین احمد

(۶۹)

مکتوب ڈاکٹر فیاض الدین

مکتوب الیہ ماروی

جناب میں -

خط پہنچا - اس میں کچھ شک نہیں کہ بحث بہت کرم ہے اور اب مناسب ہے کہ اس کا تصفیہ ہو جائے اور  
دوسری بحث متعلقہ دینیات جس پر ایک مضمون آپ کے پاس پہنچ بھی گیا ہے چھڑی جائے - یہ مسئلہ اس وقت بہت  
لے یہ عبادتیں پڑھی جا سکیں

مزدوری ہے امداد گر نفعۃ العلماء کے ابلاس سے پہلے چند مضامین اس پر نکل جائیں تو بہت منفعت کی امید ہے۔  
 غالباً میں بھی اس سال نفعہ میں شریک ہوں مگر یہ امر قطعی فیصلہ شدہ نہیں ہے۔

یہ مسئلہ کیونکر فیصلہ پر یقیناً خود کے قابل بات ہے چونکہ میں نے تمام مضامین کو اچھی طرح سے نہیں پڑھا  
 اور نفعہ سے زیادہ میری نظر سے بھی نہیں گزرے نیز اس وجہ سے بھی کہ مجھ کو اپنی دیامات سے واقفیت بہت  
 کم ہے میں فیصلہ کرنے کی قابلیت اپنے آپ میں نہیں پاتا۔

مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک مضمون ایڈیٹوریل لکھئے اور اس بحث کا فیصلہ کیجئے۔ اسی اخبار میں  
 ایک دوسرا مضمون علم ہیئت پر لکھ دوں گا۔ اور ایک سرسری نظر دس یا بیس سطروں میں ان مضامین پر بھی کروں گا۔ ایڈیٹوریل  
 اور برامضمون ایک ہی پرچے میں شائع ہو جائے۔ تو آئندہ کے لئے بحث بالکل بدبو نہ لگتی ہے۔  
 بڑی وقت جو کہ مضمون کی نسبت مجھے اٹھانی پڑتی ہے بہتے کریں کثیر مضمون نفعہ لکھے ہوئے تھوڑے رہتا  
 ہوں۔ کئی ایک مضمون اس قسم کے لکھے ہوئے میرے پاس پڑے ہیں۔

مجھے خود افوس ہے کہ میں العشیر کی اشاعت کے لئے کچھ کوشش نہ کر سکا۔ اب میں چند دوں گا کہ خطوط

لکھنا ہرل کہ وہ خود پرچہ خریدیں اور اپنے دوستوں کو بھیج دیں۔

منار الدین

مکتوب ایہ منشی محمد الدین فوری

(۷۰)

ابراہیم اکبر شاہ خان

مخدومی محترمی - سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کے ارشاد و ہدایت کے مطابق میں نے خلاصۃ التواریخ مصنفہ سبحان رائے کے لئے مرزا آباد اور شاہ  
 دونوں مقامات کے خطوط لکھے۔ مسئلہ سے غفر حسن صاحب نے تو کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ خدا بہننے ان کے پاس  
 خط بھی پہنچا یا نہیں۔ مراد آباد سے نیز اعظم دیرہ کے جوابات آئے۔ وہ اس کتاب کے مراد آباد جیلے باہر آباد  
 میں موجود ہونے سے انکار کرنے ہیں۔ براہ کرم اس کتاب کے طے کا صحیح پتہ معلوم ہو تو بتائیں۔ آپ کی اس تکلیف  
 فرمائی کا بے حد ممنون ہوں گا۔

مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

۷ اگست ۱۹۲۵ء

مکتوب ایہ سید الطاف علی

(۷۱)

نور محمد اکبر شاہ خاں

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلیٰ

مخدومی سیدی محترمی - سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل شام آپ کی کتاب حیات حافظ رحمت خاں معہ اشتہارات پہنچی۔ چھوٹے پرچے تقسیم اور پوسٹر  
 مناسب جواتح پرچوں کا تاہوں۔ کتاب کے پڑھ لینے کے بعد ریو لکھوں گا۔ اور مدینہ میں بھجواؤں گا۔ مطمئن رہیں۔  
 میں آپ کو اس حسن علی کے لئے مبارک باد دیتا ہوں۔ تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوا کہ کسی جگہ آپ نے میرے

نسی، مغزوں کا حوالہ دیا ہے۔ تاریخ ... کے نام سے عہد طالب علمی میں ایک نہایت ذلیل معصوم اور  
جو آپ کی کتاب میں نام دیکھ کر باؤ آتا۔ آپ نے ایسی چیز کا حوالہ دے کر ناحق اپنی کتاب کے مرتبہ کو گھٹا۔  
تکتاب کی رسید کے طے پر بھیج رہا ہوں۔ برادر محمد عبد المجید خان صاحب فراب سے اب تک ملاقات نہیں ہوئی  
مفضل عرفیہ بعد میں بھیج سکوں گا۔ والسلام معہ الاکرام

۴ مئی ۱۹۳۲ء

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

مکتوب ایدہ غلام رسول صاحب

(۷۲)

عزیز اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصدقاً

ممدومی محترمی الاسلام علیکم درعتہ اللہ وبرکاتہ۔

آج صبح کی ٹرین سے عزیزم محمد اربح حال ہیجڑ گئے ہیں۔ شام کو واپس آئیں گے۔ صبح کی ڈاک میرے پاس  
پہنچی۔ مہری فیروز جو دگی میں وہ میرے نام کے خطوط مہری اجازت کے موافق کھول بیٹھے ہیں۔ اور ہر حالت میں اکثر  
خطوط کے جوابات وہی لکھتے ہیں۔ میں عموماً کتب بینی کی بیماری میں مبتلا رہتا ہوں۔ اُن کی فیروز جو دگی میں اُن کے نام کے  
خطوط میں کھول لیتا ہوں اور مجھے اس کی اجازت ہے۔ چنانچہ میں نے آج آپ کا خط جو اربح خاں کے نام تھا پڑھا  
اور معلوم ہوا کہ آپ بڑے سیار العلماء کے دیوبند کا تقاضا کیا گیا تھا۔

آپ نے اپنے اس دور افتادہ خادم کی نسبت جو الفاظ لکھے ہیں وہ آپ کی سچی محبت کے مطابق  
ہوئے ہیں جن سے آپ کی شرافت و ولہیت کی نہایت تیز اور بے حد خوش گوار خوشبو آتی ہے۔ میرے دل سے آپ  
کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری ہے۔ اس سے زیادہ تکلف و تصنع کی راہ سے جواباً اظہارِ محبت کی ضرورت محسوس نہیں  
میں۔ یہ شمس الدینوں کہ میں نے اب تک آپ کی شائع فرمودہ حیاتِ غالب کو مطالعہ کئے بغیر کیا۔ مگر کیا  
اس عرغیہ کو ملاحظہ فرماتے ہی ایک جلد میرے نام بذریعہ دیوبند پکٹ بھجوا دیجئے۔ میں کتاب کا دیوبند وصول کرنے کے  
لئے ہمدرد انتظار ہوں۔ مجھ کو بحیثیت ایک اردو خواں طالب علم کے غالب کے ساتھ خصوصی تعلق ہے لیکن آپ کا  
ایک تحریر پڑھنے اور اس سے مستفیض ہونے کا شوق سب سے زیادہ ہے اور اس لئے میں اس کو شوق و ذوق اور توجہ  
کے ساتھ مطالعہ کروں گا۔ اور اس کتاب کے متعلق اپنے جذبات و خیالات انشاء اللہ تعالیٰ ایسے راست راست جس  
کو بے کم و کاست کہا جاسکے لکھ کر ضرور آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔

اخبار کا ایڈیٹر عامل اور قارئین اخبار اُس کے معمولی یا بول کہتے کہ ایڈیٹر سیاسی سپر او اس کے نامی اُس  
کے مرید ہوتے ہیں۔ میں "انقلاب" کے مدیری مقالات کو لازماً بغور پڑھتا ہوں اور اس سیاسی افرا تفری اور  
مطرب رنگ کے عالم میں کہ سب بولائے ہوئے نظر آتے ہیں آپ کے نسبتاً مسکون و وقار کو بخوبی محسوس کر رہا ہوں اور

۱. بات سے واقف ہوں کہ میدانِ جنگ میں مستقل مزاج سپہ سالار ہی کچھ کام کر سکتا ہے۔  
اس وقت آپ کی بے ریا محبت نے مجھ سے یہ عریضہ کھرایا ہے ورنہ آپ کا خط نہ بڑا ب طلب تھا نہ میرے نام  
مرا خط میں اظہارِ طوالت بھی محبت ہی کی وجہ سے ہوئی ورنہ ایک کارڈ کی دو سطروں میں بھی یہ تمام مطالب ادا ہو سکتے تھے  
اب آپ کو میرے لئے دعا کرنے میں تامل نہ ہونا چاہئے۔ خدائے تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین و اسلام مع الاکرام  
۲۷ جنوری ۱۹۴۷ء  
آپ کا نیاز مند بھائی اکبر شاہ نجیب آباد (پروٹی)  
اربابِ خاں اگر آپ کا خط پڑھیں گے۔

مکتوب الیہ سید الطاف علی بریلوی

(۷۳)

آپ مولانا سید طفیل احمد مشکوڑی

ڈیرہ سید صاحب اسلام علیکم  
اس وقت آپ کا انگریزی مفلٹ پہنچا ہے۔ اُسے جگہ جگہ سے پڑھا ہے اور کل سے ایک طرف سے  
پڑھوں گا۔ اس قدر زیادہ خوشی ہوئی ہے بیان سے باہر ہے۔ آپ کو اس بات کا اندازہ نہیں کہ میں اور نظامی صاحب  
آپ کے بارے میں کس قدر پریشان رہا کرتے تھے اس لئے کہ ہم بنیاد مضبوط نہ سمجھتے تھے اور طرح طرح کے خیالات  
دل میں گرا کر تھے۔ آپ کے اس رسالے نے آپ کا مسکہ بھی مثل ”داعد کے مسد کے“ حل کر دیا۔ اب کمال امید  
ہے کہ آپ کا فرنس کے علمی، تعلیمی، دفتری ہر قسم کے کام پر عادی ہو جائیں گے۔ ہر سال خدا کا شکر ہے کہ آپ کی طرف  
سے اطمینان ہو گیا۔ حیرت یہ ہے کہ اس قدر تنگ وقت میں اس قدر کثیر معلومات فراہم کر کے اُسے انگریزی زبان  
میں کیسے مرتب کر دیا۔

میں اب مستقل طور پر مرعین ہو گیا ہوں اب میری طرف سے آپ تردد نہ کریں۔ جو ہوتا ہے وہ ہو رہے گا میں  
اگرچہ صاحبِ فراش ہوں مگر اب پڑے رہنے کو عوس نہیں کرتا اور اسے مستقل حالت سمجھ لیا ہے اس لئے کوئی تردد  
نہیں ہے۔ جب وقت آجائے گا تو اچھا ہر ماؤں گا۔ و اسلام

طفیل احمد

(۷۴)

آپ مولانا ظہیر احمد وحشی شاہجہانپوری

مرشدی قبلہ۔ سلام ادب  
میں لاہور پہنچا، مگر ابھی تعلیم کا کوئی بندوبست نہیں ہوا۔ میں نے ایک عریضہ مکان سے روانہ کیا تھا پہنچ  
تو گیا ہو گا۔ اب میں اس عریضے کے ذریعے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ حنفی لاہور تشریف لائیں گے اور کب تک؟  
یا نہیں؟

میرے لئے یہ کچھ کم فز کی بات نہ ہوگی کہ آپ مجھے میرے خط عریضہ کا جواب دیں۔

سہ۔ یہ خط کوئی تین سال پہلے کا ہے۔ جس زمانے میں مشرکت علی ڈپٹی تھے انہیں کی کوٹھی سے یہ خط لکھا گیا تھا۔ یہ خط اس وقت کا ہے جب  
مولانا وحشی، وحشی نہ ہوئے تھے ادا اپنے قلم سے مشہور نہ ہوئے تھے۔



۴ روزی گذشته

مکتوب الہ شاہ حسین میاں

(62)

کتابت سے مولانا جبر الہامہ دہلوی

دست کے بعد خط ملا۔ شکندہ دہاوری فرمایا: حیا کا کہ اللہ، اب بھی پوچھا تو مہربانی کی تجھے صلح و اتفاق کی دانی ہے۔  
 آج صبح میرے مٹھے پر آج کے سال کے پھر بے کویا صدائے برخواست اور جھڑی سے بھیجے بانٹھا۔ دست بستہ دیا۔  
 میں شائع ہوا تھا۔ کاشش توجہ ہو چکی ہو تو اب ہم صلی و اہتمام کی کام ہو چکا تھا۔ پھر بھی دعوہ نہ نہیں، اور ہمارے  
 نے اراضی سے۔ جب میرے اندہ کی تھی تو میں۔ رفتہ رفتہ بار بار چاہیے۔

باقی رہا یہ اور کہ شرائط قابلِ اندرز لائقِ رشک ہیں کہ ہو سکتی ہیں اس کو مطہرہ کا پانی پڑھ کر آپ خود غور کر سکتے ہیں۔  
 صمدی نامہ ص ۱۰۰ ملاحظہ فرمائیے۔ جسے ۱۰۰ زبانیں زمزم بنایا گیا تھا۔ آپ غور کریں۔

مولا قلیب ایڑا، نفس بیتہ اس معاملے میں ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ اللہ اعلم  
آب کے پاس جو جدید و قوی ذریعہ مصاحبت کا ہے اس کو سنو رکھیں۔ باذنا راصلی سے گزرنے جونا چاہئے۔ مگر گزرنے  
والے بجائے یا ان کو قطعہ و لامل سے ماحضہ مصاحبت مستعد کرا بیٹے۔ بے مابطہ ربانی۔ انفرادی فقرے بہت ہو چکے  
ہمارے معنی میں مطبوعہ و نقل و طبع کا ہے اور ان کی جی اسی قسم کی تحریروں کو آتی جاتے۔  
تک قلوب دل رہو ہر ناموں کی۔ نے مینا نے سب دقتی قوی۔ سلسل عمل اور انہماک و وسوس کے ساتھ کا۔  
آپ نے دالے ناپید۔ اللہ ہم پر رحم کرے۔ مجھے خط اس پر پڑھیں۔ مائتے گا۔ مدرسہ شمس العلوم معرفت منشی مشعل  
علیہ بن ملاحی۔

حضرت المجلسی رحمہ اللہ نے مدظلہ کی خدمت میں سلام مسنون و طلب دعا،

جہاں صاحبہ سلجھا، وہ عیوں کو دعا۔

برادرِ مکرم جنابِ سادہ مسعود صاحب پہنچ گئے ہوں تو صلہ م کہہ دیجئے یا وہ خطا لکھیں گے۔

آپ نے شاہراہ امتداد میں تو درمیان میں ایک عرصہ مضنون عام شائع کر چکا ہوں کہ سب

۱۔ عطا اس واقعے کے بعد کا ہے۔ یہ خبر پورٹ ریج ہوئی اور عجبت طلبہ نے کانگریس کا ساتھ دیا تو علماء کی بہت بڑی تعداد اس سے الگ ہو گئی، جس میں مولانا محمد علی شوکت علی، مولانا حسرت موہانی، مولانا طغر علی بھی تھے، مولانا عبدالکامب، مولانا قطب میاں، مولانا سبط الدین، مولانا سید عطاء بنعلی درنگی علی بھی تھے۔ وہ ان سب نے مل کر سارے ملک کے طلبہ کو سوسم کیا۔ اور توحیدیت نظام علماء کے نام سے کانپور میں نمائندہ جلسہ کیا۔

مسلم جمعیتیں و جماعتیں ملاوی مائیں۔ خدا آپ کے ذریعے سے اس کام کو مکمل کر دے! اہل جمعیتہ دہلی کی نیت بخیر نہیں شاید آپ درست کریں۔ فقط۔

(۷۶)

رونی سید ممتاز علی

کرم: محترم تسلیم۔

افسوس سائیت نامہ کا حراب اس قدر دہریں دے رہا ہوں۔ پہلا یا زمانہ شاید میں نے اپنے اٹھ سے نہیں لکھا تھا۔ میں دہریں نے خود لکھنا چاہا۔ مجھے دماغی مار مہ ہے جسے ڈاکٹر SCLEROSIS OF ARTERIES یعنی صحت ترائیں کہتے ہیں اس سے ایسے عوارض لاحق ہوتے ہیں جن کی وجہ سے معالجین کو بہت خطرہ ہے کہ شاید دلچ لے یا سکے ہو۔ دو سال سے ہر قسم کا گرفت اور ہر قسم کی ذراں منوع ہے۔ لہذا میں سے بھی مشر اور بعض دیگر تجزیہ سہ ہیں۔ اس پر میرے اتنا ہوا ہے کہ میں نے بہت ترقی نہیں کی۔ اس پر میری مرضت و غناذ کا کام اور کسی امر نامہ رنگا مار ترجمہ نامہ رکھنا مستح ہے۔ بنی کسی دودھ کو لکھتا ہوں تو صرف جیرب کا تین چار سطور کا کارڈ۔ میں نے یہ دیکھ کر کہ آپ نے تہذیب کی طرف اس قدر توجہ فرمائی، اس کے شکر یہ میں یہ دینیہ اپنے تم سے لکھنا مناسب جانا۔

آپ کے سفروں کو چند بہنوں کے سوا عموماً سب خواتین نے ناپسند کیا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض اغرض ضرورت سے زماوہ تیرنے۔ اور بھی تیرتے ہیں اس کے متعلق اور بھی پچھنے والی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے بہایت نیک بینی اور ہمدردی سے صبر کیا تھا۔ اگر چند فقرے تیراؤ۔ ہواقی نما نہ ہوتے تو اچھا ہوتا۔ اگر آپ کسی اور تحریر سے اس کی تلافی کریں تو آپ کی ہمدردی مشتبہ مشور ہونے سے محفوظ ہو جائے۔ میں خود آپ کو تحریر کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا تھا۔ مگر مانع میں اتنی بہت نہیں۔ اور ایسا غیر معمولی توجہ صرف کرنے سے کیا۔ نو BLOOD PRESSURE ٹیڈ مانے کا بہت خطرہ ہے۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا اس کا حاصل بہ ہرگز نہ کہ مستورات کا اجاریں وادیا بے نامہ نہیں۔ دودھ جو تحریریں اخبار میں شائع ہوتی ہیں ان سے یہ پتہ نہیں لگتا کہ یہ کس شہر اور کس خاندان کے متعلق ہے۔ موم ایسی شکایات۔ مستورات قرون اولیٰ میں علماء دین کے روبرو کرتیں اور قطع کی ڈگری حاصل کرتی تھیں۔

میں بھی کچھ لکھنا چاہتا تھا مگر میرے دماغ پر بار بڑھتا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ چھاپی مدلول کی کچھ مرد کریں اور وہ یہ ہے کہ کسی ائمہ کے مذاہب سے عورتوں کے حقوق کی حفاظت ہواقی کے مذاہب کو جمع کیا جائے قطع کے مسئلہ کو اسادہت کی مدد سے زیادہ وسیع کیا جائے اور عورتوں کے متعلق ان مسائل کو جمع کیا جائے جن میں سختی مذہب ان کی ہوری حفاظت نہیں کرتا۔ وغیرہ کے مسائل سے مدد لے کر ایک قانون کا مجموعہ تیار کر کے گردش سے اس کرنا چاہئے۔ مجھ سے اپنی موجودہ حالت میں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ لکھنا تو کجا میں پڑھ بھی نہ سکوں گا۔ کوئی صاحب دل اس کام کو نہیں۔ مکتب دینیہ سے کس کس مسئلہ کو کہاں کہاں سے مدد ملے گی۔ میں بتا دوں گا۔

میں نے اتنا خط بہت مشکل سے لکھا ہے۔ میرے دل میں کوئی خیال آتا ہے تو وہ لوگوں کو ظاہر کر دیتا ہوں۔ وہ

لکھ کر مجھے سنا دیتے ہیں جسے میں بہت ہی بے غری سے سنتا ہوں

خواب والا۔ حضور کا حضور صاف گرا دیا گیا ہے جس کی ایک نقل محفوظ ہے۔ جن فقرات میں ترمیم کی گئی ہے وہ محض معمر کی ہے البتہ ایک فقرہ جو امانہ کیا گیا ہے اس کی طرف میں خاصی طور سے حضور کی قورمہ دلاتا ہوں وہ فقرہ ہے "اور میری رائے میں یہ تصدیق بحالات موجودہ فورسٹ اور مسلمان دونوں کے لئے تسلی بخش ہے"۔ غالباً اس فقرہ سے معمر کا اصلی مفہوم ادا ہوتا ہے اور جو حالات اس وقت تک اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ اس کے اعتبار سے حقیقت حال بھی یہ ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ سے ضرور صدائے اختلاف بلند کی تھی مگر ۱۹۔ اکتوبر کو مسلمانان کلکتہ کا بزرگیم نشان جلسہ زیر صدارت پرنس غلام محمد صاحب کے ہوا ہے اسی سہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانان کلکتہ بھی اس فیصلہ سے ناراض نہیں ہیں۔ ان تمام باتوں کے لحاظ سے جو فقرہ حضور کے حضور میں امانہ کیا گیا ہے اس سے نہ صرف حضور کی ذاتی رائے بلکہ مسلمانوں کے اصل و حقیقی خیال کا اظہار ہوتا ہے اور میری ناچیز رائے میں وزیر میرے معزز دست جناب مروی نقل جیسی صاحب کے خیال میں اس فقرہ کا اضافہ ہونا مناسب ہے۔

امید ہے کہ حضور حضور پر دستخط کر کے واپس فرمادیں گے اتنا وقت نہ تھا کہ میں اس کی ایک نقل حضور کے لئے کراپتا۔ میرے قابل دوست جناب صبغت اللہ صاحب چند منٹ میں ایک نقل حضور کے لئے تیار کر دیں گے میں نے عامل کو ہدایت کر دی ہے کہ دو بجے دن کے ٹرین سے مزدور واپس آجائے کیونکہ اس کی واپسی پر حضور کی نقل "زمیندار" و "سہد" و "دیکل" و "مسادات" و "علیٰ علیہ النسی ٹریٹ کو بھیجی جائے گی۔" "المشیر" و "نیر اعظم" کی کاپیاں تیار ہیں۔ مگر حضور چھپنا اس وقت تک شروع نہ ہوگا جب تک حضور اجازت نہ مرحمت فرمائیں گے۔

کل کے ولغیہ میں جن پانچویں صاحب کا نام مجھے یاد نہ رہا تھا وہ ذیل میں درج ہے اگر حضور مناسب سمجھیں تو امر و بر کے جلسہ کا ایک اعلان ان کے پاس بھی بھیجیں۔

۵۔ جناب حاجی محمد اسماعیل صاحب۔ سوداگر بازار چوک مراد آباد

۲۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء

خاکسار رضا علی

مکتوب الیہ سید الطاف علی ریڑی

مجی و عزیز ی۔ جن کے "مصنف" میں جو ریویو "کمال نامہ" پر نکلا ہے وہ میں نے پڑھا اور بے ساختہ میرے حسن کا یہ شعر یاد آیا۔

ترا نگ فیرت سے اوڑتا نہیں تجھے کیا پری زاد جوڑتا نہیں

ماتے ہندوستان کی ادبی اور علمی ناداری!۔ تحیث ہندوستانی کی مکھی ہوئی کتاب (مراد آباد سے دہلی ٹیک سوسل اور لکھنؤ سے پورے دو سوسل ہے) اور اس پر تبصرہ کریں۔ حیدر آباد دکن کے ایک اخبار کے نائب مدیر۔ اگر "مصنف" کے بجائے "سلطنت" میں تبصرہ چھپتا تو میں خود حیران ہو کر دریافت کرتا کہ شعر مراد ہند سے کہو؟ حیدر آباد اخبار جناب

۷۔ غالب یہ شعر مہاجر صاحب محمد آباد کے نام ہے۔ اس میں فقرہ ظاہر مسجد چھلی بازار کا پندر کے بارے میں مصالحت کا ذکر ہے۔

والے اعداد زبان کی جو خدمت کر رہے ہیں اس سے انکار کرنے والا کافر۔ مگر یاد رہے کہ شعر نہ ہر کہچہ اور بدرفت لہری دانہ نہ ہر کہ آئینہ ساز و مکندری دانہ (ماخذا)

سید الطہر حسین رضوی صحافت نگاری کا غائباً کافی تجربہ رکھتے ہیں لیکن بنیاد پر معلوم ہوتا ہے کہ کیا تو ہندوستان (یورپی) کے رہنے والے نہیں ہیں باوجود اسے حیدر آباد میں مقیم ہیں، چند باتیں رسپبل مذکرہ لکھتا ہوں ان کے طلبہ پر ریپورٹ کے نسخہ کا نمبر بھی درج ہے۔

۱۔ یہ 'اعمال نامہ' ہے۔ فرشتوں کے نہیں بلکہ ایک انسان کے قلم سے لکھا ہوا۔ نام سے لکھا ہوا کے بجائے قلم کا لکھا ہوا چاہیے۔ صفحہ ۱۴۵۔ دوسری سطر۔

۲۔ "بک جتی معلومت کی فز مندہ ہوتی ہے اور۔ بتا کے گلے ہیں۔ اس موضوع پر بتا کے بجائے "آپ جیتی" لکھنا چاہئے تھا۔ بتا کے معنی ہیں دکھ، درد، مصیبت، ناگہانی آفت۔ سووی عالی کا معروضہ ہے عدا کی حسدیں۔ معروضہ۔ بتا نام کام آنے والا۔ صفحہ ۴۵ سطر ۵۔

۳۔ خود ساختہ (SELF MADE)۔ انگریزی الفاظ کے معنی ہیں۔ ذاتی جدوجہد سے ترقی کرنے والا جس نے خود ترقی کی ہو۔ خود ساختہ میں تعریف کا پہلو ہے مثلاً خود ساختہ میڈر نام بنا دینا۔ ساختن ذرا بے ڈھب مصد ہے۔ میں نے کتاب میں PROPAGANDA کا ترجمہ رائے سازی کیا ہے۔ دیکھو تبصرہ کا صفحہ ۱۴۵ سطر ۱۶۔

۴۔ "سید صاحب نے اس گناہ کبیرہ سے نہ صرف اجتناب کیا ہے بلکہ اکثر جگہ نہایت معقول اٹلانے کئے ہیں۔" سرسری نظر سے پڑھنے والے نہایت معقول افسانوں کا تعلق شاید گناہ کبیرہ سے سمجھیں گے۔ ریپورنگار کا مقصد یہ نہیں معلوم ہوتا۔ ان کا مقصد غالباً یہ ہے کہ مصنف کے غیر مزدوری، انگریزی الفاظ کے ترک کرنے کی تبادیز میں معقول اضافہ کیا ہے اگر ریپورنگار کا مطلب میں نے صحیح سمجھا ہے تو ان کے الفاظ سے تبلیغ معنی نہیں ہوتے۔ صفحہ ۴۶ سطر سترو اور اٹھارہ۔

۵۔ "عشق کی پارینہ داستانیں جو باسکی فرمودہ کہانیوں کے انداز میں مان کی گئی ہیں" دوائے بے دلیل اسی کہ کہتے ہیں باتو اعمالی نامے سے کچھ جملے نقل کئے ہوتے یا داستانوں کا مختصر خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کیا ہوتا معزنی ریپورنگاری کے فنی اصولوں میں سے ایک اصول ہے کہ ریپورٹ لکھنے والا اپنی عادت یا جودت طبع کی تائید میں کتاب کے جملے یا فقرے نقل کرے۔ صفحہ ۴۷ سطر ۸۔

۶۔ "بڑا پتھر تھا صرف چوم کر چھڑ دیا" یہ فقرہ میرا نہیں ہے بلکہ ریپورنگار کی تعریف ہے۔ کب کا فقرہ یہ ہے۔ "جباری پتھر جو دیکھا چوم کر چھڑ دیا" اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ریپورنگار اہل زبان نہیں ہیں بلکہ اردو کا کتابی علم رکھتے ہیں۔ اہل زبان ہوتے تو انہیں شہر مثل سے مزود واقفیت ہوتی صفحہ ۴۷ سطر ۱۰۔

۷۔ "کتاب میں متعدد جگہ غیر مزدوری طوالت سے کام لیا گیا ہے اور اکثر باتیں بہت ہی بڑھا چڑھا کر لکھی گئی ہیں۔" طوالت کے سلسلہ میں کسی ایک مضمون کا بھی حوالہ نہیں ہے نہ کسی ایسی بات کا، اشارتاً یا کثرتاً مذکرہ ہے جو بڑھا چڑھا کر بیان

کی گئی ہو۔ کیا غیر خداوند متعبد اسی کا نام ہے؟ صفحہ ۴۷، اسطر ۲۳ و ۲۴

۸۔ ”اس باب کی افادہ حیثیت سے انکار نہیں بلکہ سید صاحب کے اعمال نامہ سے اس کا کوئی جملہ نہیں ملتا۔“  
 کاغذ میں سوانح حیات سے ہے نہ کہ اظہر حسین صاحب کے واقعات زندگی سے۔ جن مضامین یا مسائل سے مجھے  
 دلچسپی رہی ہے وہ کتاب میں درج ہیں یہ شکایت کیسی؟ ملاحظہ یہ ہے کہ بارہوی باب کی افادہ حیثیت کا تبصرہ نویس کا اثر  
 ہے۔ انہی بے بوجہ ہرے کی ایک ہی موٹی کاش دیو رنگارنگیو۔ پ کے نامور حضرات کے خود نوشت سوانح حیات سے  
 واقف رہنے صفحہ ۱۴۸ اسطر ۲۲ و ۲۳۔

۹۔ ”شبلی جیسے جید عالم کے لئے بدذوقی کا لفظ کاغذوں کو کچھ بھلا نہیں ملتا۔“ ادبی تنقید کے سلسلہ میں مذکور  
 کا لفظ نہ زیادہ ہے نہ ثقیل۔ نہ غریب ہے نہ عامیانہ۔ یہ ایک ادبی لفظ ہے جس کے معنی فن تنقید نے معین کر دیئے  
 ہیں۔ انوس ہے کہ اس لفظ کے اصطلاحی معنی اور مفہوم سے دیو رنگارنگیو ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔ اُن کا یہی مرض تھا  
 کہ سوری شبلی کی عظمت اور بامحیت کے بارے میں جو رائے میں نے ظاہر کی ہے اور جس معنویت کے ساتھ موازنہ  
 انیس و دہر پر اپنی تنقید کو پیش کیا ہے اُس کا بھی ذکر کر دیتے۔ صفحہ ۱۴۸ اسطر گیارہ اور بارہ۔

۱۰۔ ”ہر سکتا ہے کہ علامہ شبلی نے انیس و دہر کے موازنہ میں انصاف سے اسی طرح کلام نہ لیا جو جس طرح خود  
 سید صاحب نے لے سکے۔“ میں نے جو رائے ظاہر کی ہے اُس کے وجود بالقرع اعمال نامہ میں درج کر دیئے ہیں۔ لیکن  
 اظہر حسین صاحب نے انصاف سے کام نہ لینے کا جواز امام محمد پر لگایا ہے اس کی تائید میں انہوں نے ایک جملہ بھی نہیں  
 لکھا صفحہ ۱۴۸ اسطر ۱۲ و ۱۳۔ مجھے یہ شکایت نہیں ہے کہ اظہر حسین صاحب نے میرے ساتھ قصداً نا انصافی کی ہے۔  
 انہوں نے اپنی پوری قوت کے مطابق آزادانہ تنقید کی ہے لیکن حالت یہ معلوم ہوتی ہے کہ مصرعہ سخن شناس نہ دہرا خطا  
 اینجاست۔ اگر کتاب کا دوسرا حصہ میں نے دیو کے لئے آپ کے پاس بھیجا تو اس کی شرط یہ ہوگی کہ دیو پوشاد و جنگام  
 یا ہرٹ بلیر (کاسے پانی کے وار الحکومت) کے کسی صاحب سے نہ لکھایا جائے۔

میں نکتہ چینی اور تنقید کی دل سے تدکر تاہوں بشرطیکہ نکتہ چینی اور نقاد اس کام کے اہل ہوں۔

۹ رجلائی سنگھ رضا لاہور - مراد آباد

دعا گو رضا علی

مکتوب الیہ سید مسعود حسن رضوی باب

(۷۹)

مکتوب منشی زبیر رائے نگر مکنسی

کرمی تسلیم۔

بجواب نواز ش نامہ گزارش ہے کہ اردو زبان کی ترقی کے لئے جناب کا خیال نہایت مبارک ہے۔ مکنسی اس کے  
 لئے ایک موزوں مقام ہے اور یہاں اردو زبان و ادب کی خدمت کے لئے بہتر لوگ مل سکتے ہیں۔ البتہ اس کے متعلق  
 ایک وسیع پیمانے پر کوئی انجمن قائم کی جائے جس کے اصول مستحکم بنیاد پر قائم کئے جائیں اور جس کی مالی حالت غیر معمولی طور  
 پر قابل اطمینان ہو تو کامیابی میں شک کی بہت کم گنجائش ہے۔ جناب کی کوشش سے اگر کوئی ایسی انجمن قائم ہو سکے تو یہ اعلیٰ  
 کی ایک بے پایاں خدمت ہوگی۔ سرمایہ مقتدر اصحاب خزانہم کر سکتے ہیں۔

سرانے کا مسئلہ حل ہو جانے پر اتحادِ عمل کا بھی ایک شارِ عملہ باقی رہے گا۔ میرے خیال میں اس مشکل کا حل آسان نہیں ہے۔ اس لئے کہ اردو کی طوائف الملوک نے اب جڑ پکڑ لی ہے اور ہر شخص اپنے کو اردو زبان کا بہترین استاد سمجھتا ہے۔ اس حالت میں ایک مرکزی انجمن کے تحت میں مختلف لوگوں کا کام کرنا ذرا دقت طلب معلوم ہوتا ہے بہتر ہو کہ اردو زبان کی مجرہ انجمن قائم کرنے سے پہلے ایک مجلسِ شوریٰ منعقد کر کے اہم امور کا تعصیف کر لیا جائے میں اس کوشش میں حتی الامکان حصہ لینے کو حاضر ہوں۔

نیاز مند فریت رائے نظر

۲۳ فروری ۱۹۲۳ء

مکتوب ایہا صغریٰ ہمایوں مرزا صاحب

(۸۰)

مکتوب عبداللہ یوسف علی

کرمہ جناب بہن صاحبہ۔

آداب آپ کا عنایت نامہ ملا متی دورِ فیر النساء موصول ہوئے۔ مشکوٰۃ ہول کہ آپ نے یاد فرمایا۔ ماشاء اللہ حضرت خلیفۃ کی ملاقات کا کیا عمدہ اور دلچسپ بیان آپ نے لکھا ہے جزاکم اللہ بالخير۔ مجھ کو اور معصومہ بیگم کو سخت افسوس رہا کہ جس زمانہ میں آپ لندن آئیں ہمارا مکان تیار نہ تھا۔ یہاں اس سال کیا اچھا نظارہ ہے۔ باغ کی سبزی پرندوں کی خوش آواز۔ موسم بہار کی باد صبا۔ ایسے ہی موقعوں پر پنہانوں کا لطف آتا ہے۔ نواب اور بیگم صاحبہ سادانہ بھی یہاں تشریف لائی تھیں۔ النساء کے لئے معین کا جوارِ شاد ہے اس کے لئے کچھ مہلت چاہتا ہوں۔ میری کتاب تاریخِ ہند (THE MAKING OF INDIA) غفریب تیار ہو جائے گی۔ رشید اور معصومہ بیگم آپ کو سلام کہتے ہیں۔ یسین صاحب ابھی یہاں ہی پستور دانی کشتہ کے دفتر میں کام کرتے ہیں۔ حیدر آباد کی حالت پر خدا رحم کرے یہی بندہ کی دعا ہے۔ والسلام  
۲۳ جون ۱۹۲۵ء۔ "مارش" ۱۲۔ گریجی پارک اینگ لندن۔ پٹ ۵۔ خاکسار۔ عبداللہ یوسف علی

مکتوب الیہ نواب سید شمس الحسن

(۸۱)

نواب بہادر یار جنگ بہادر

نواب صاحب کرم و محترم!

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!۔ یقین ہے کہ آپ لکھنؤ واپس آگئے ہوں گے۔ اپنی ایک درخواست کو دہرانا چاہتا ہوں جو میری میں آپ سے کی تھی۔ کہ لکھنؤ کے مسلم اخبارات کو چاہے وہ اردو انگریزی میں نکلتے ہوں یا ہندی میں حیدر آباد اور مسلمانان حیدر آباد کی خدمت پر آمادہ کر دیجئے۔ یقین ہے کہ میری یہ گزارش نظر انداز نہ ہوئی ہوگی آج شاکر عبداللہ صاحب ناظم ندوۃ العلماء کو بھی اس طرف متوجہ کیا ہے اور بعجلت ممکنہ جناب کی توجہ فرمائی کے نتائج کا منتظر ہوں۔

نواب امیر حسن خاں صاحب بہادر کی خدمت میں میری طرف سے سلام عقیدت و محبت پہنچا دیجئے فقط

آپ کا مخلص

محمد بہادر خاں

۳۱ جولائی ۱۹۲۸ء۔ حیدر آباد کن

مکتوب نواب بہادر باجنگ

(۸۲)

مکتوب الیہ مولانا شاہ حسین بھلوی زین

حضرت مخدوم و محترم وامت الطائفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ - مزاج اندکس - ایک مریضہ اس سے قبل فترے کی رسید کے طرہ پر روانہ ہو چکی ہوں۔ آج یہی مرتبہ فرصت ملی اور شانِ اُردو کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ اس مزودی اداہم موضوع پر جس تعلق اور دقت نظر سے بحث کی ہے وہ ہر طرح قابلِ تحسین ہے۔ چار پانچ نسخے روانہ فرمائیے۔ حضرت جلالت اللہ غلام اللہ مدہ کی یادگار میں مزود پیش کر دوں گا۔

مذاہب کا قضاہ زیادہ تشریش ناک نہیں ہے۔ بعض اصحاب نے بعض رنگان دین کے ایام ولادت کے لئے میلاد کا لفظ استعمال کیا اور بعض علماء نے اس پر اعتراض کیا۔ اور بات طول پکڑ گئی۔ منصوری سے آیا تو دیکھا کہ سب مزودی کام چھوڑ کر اسی کے پیچھے پڑے ہیں۔ خود در بیان میں آنے سے قبل چاہتا تھا کہ آپ جیسے بزرگوں سے استفادہ کروں اور صحیح معلومات کے ساتھ معاملہ میں دخل دوں اسی لئے زحمت دی تھی۔ الحمد للہ اب حالات مستدل ہیں اور فتنہ فرو ہو چکا ہے۔

۳۰ مرحلہ

دعا کا طالب محمد بہادر خاں نافر

مکتوب الیہ سید الطاف علی بریلوی

(۸۳)

مکتوب نواب بہادر باجنگ بہادر

کرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

صدارت منظمی کی تبدیلی سے متعلق آپ کا اشد شمالی ہند کے حضرات کا خیال صحیح ہے۔ میں آپ کی مبارک باد کو دل سے قبول کرتا ہوں۔ اور سرگزار ہوں۔

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے معاملے میں مجھے نواب صاحب محنت شکایت ہے۔ انہوں نے گزشتہ چار مہینے سے میرے دو تین خطوط کا کوئی جواب نہیں دیا۔ صدارت مجلس استقبالیہ کے قبول کرنے میں نہ مجھے پہلے ہند تھا نہ اب ہونا۔ میں تو صرف مصلحتاً یہ چاہتا تھا کہ اگر نواب صاحب حکومت کا تعاون چاہتے ہیں تو میری بجائے کسی اور کو صدر منتخب کر لیا جائے۔ مجھے ڈاکٹر سرمنیا الدین احمد صاحب کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ آئندہ اجلاس حیدرآباد میں نہ ہوگا۔ اس کے بعد بھی میں نے نواب صاحب کو ایک تفصیلی خط لکھا اور متا صفت ہوں کہ خدا صحت لکھ۔ لیکن اس کا بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں جب عزم کرتا ہوں تو میرے عزائم میں کوئی چیز خارج نہیں ہوا کرتی۔ ہرگز جس وقت میں نے آپ کے کہنے پر کانفرنس کو حیدرآباد آنے کی دعوت دی اُس وقت بھی یہاں کے حالات میری رات کے لئے موافق نہیں تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی ایک گفتگو میں جو نواب کمال یار جنگ بہادر کے سیانوں میں ہوئی تھی نواب صاحب اور ڈاکٹر حلیم صاحب موجود تھے۔ اگر نواب صاحب کو عقلمندوں ہی سے کام لینا تھا تو انہوں نے مجھ ویرانے کی دعوت قبول کیوں کی۔ چاہے سرکرہ ساتھ دیتے یا نہ دیتے حکومت ان کی ہوتی یا کسی اور کی، دعوت میری

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن صاحب شروانی۔

تھی۔ اجلاس کو کامیاب بنانے کی ذمہ داری مجھ پر تھی اور آپ کے نزدیک میں جواب دہ تھا۔ مجھ سے اس بے توجہی اور  
استفسار کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ بجز اس کے کہ آپ صرف حکومت کا تعاون چاہتے ہیں مسلمانوں کا یا میرا نہیں۔  
اس لئے میں نے اب اپنے آپ کو اس سے بالکل بے تعلق کر لیا ہے۔ آپ ذاب صاحب سے عرض کر دیجئے  
کہ وہ اب کسی اور کو اس کام کے لئے منتخب فرمائیں۔ آپ نے میری دعوت کو اپنے اعراض سے ذیل کیا اور میں اب  
اس میں کوئی حصہ نہیں لے سکتا۔ اس خط کے فارم پر صرف اس لئے لکھ رہا ہوں کہ وہ بے کار پڑے تھے اور آپ کے  
سوا کسی اور کو ان پر خط نہیں لکھ سکتا تھا۔

آپ ضرور تشریف لائیں اور کانفرنس کے دوسرے ارکان اور صدر اعظم بہاد اور حکومت کے تعاون سے  
جلسہ کا انتظام فرمائیں۔ والسلام

مجلس استقبالیہ آل انڈیا مسلم ریجویشنل کانفرنس حیدرآباد، دکن، محترم العباد محمد بہادر جنگ

مکتوب الیہ مولوی ضیاء احمد بدایونی

(۸۴۷)

آپ سید منیر الدین احمد عرش رحمانی

محترم قوم۔ بعد دعائے دوام دولت و اقبال انعام آ رہا ہوں کہ میں بواسطہ شیخ امیر افضہ تسلیم و تسلیم  
دہلی مومن خاں صاحب کا غلام ہوں۔ مجھ کو مرحوم کے کلام و بیان کے ساتھ متفق ہے۔ تقریباً بیس سال کی تفتیش  
کے بعد میں بذریعہ حضرت فراق دہلی ان کے مزار تک پہنچا اور میں بالکل آگاہ و متحکم ان کا مزاج و نواہوں اور لوح و مر  
بھی لگا دیا جائے مگر یکایک میں چند حادثوں میں مبتلا ہو گیا اور میری حالت بگڑ گئی۔ تصویر مومن کے متعلق مجھ سے حسرت  
مردانی نے کہا تھا کہ رامپور کے کتب خانے میں ہے میں وہاں گیا اور آج تک سلسلہ جنبانی کر رہا ہوں۔ مگر تصویر کا پتہ  
نہیں چلتا۔ آج یکایک میرے ایک کرم فرمانے رسالہ اردو حیدرآباد دکن دکھلایا اس میں مومن خاں صاحب کی  
تصویر دیکھی مجھ کو گویہ دولت لا زوال مل گئی۔ میں ایک عرصہ سے حیات مومن لکھنے والا ہوں۔ بڑی مدد ہو گئی۔ مزید برآں  
کلام مومن پر ریویو میں نے جناب کے قلم سے دیکھا۔ بارگ اللہ حق یہ ہے کہ یہ مومن خاں صاحب کی ایک روح  
کی برکت ہے کہ آپ صاحب قلم عالم وجود میں آیا اور آج حیات کی دل شکن نصیبیائی کی تردید ہی نہیں کی بلکہ ملک  
پر مومن کا سکھ دوبارہ بٹھا دیا۔ خداوند عالم آپ کو اس کی جزا دے۔ حق یہ ہے کہ اب میں حیات مومن لکھ کر کیا  
کروں گا۔ البتہ آپ کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں اور بس۔ بہر حال اگر یہ کام آپ کریں تو بارگ اللہ ورنہ مجھ کو  
اجازت دیں۔ اس کے علاوہ چونکہ آپ صاحب بصیرت ہیں میں چاہتا ہوں کہ دیوان اپنا ریویو کے لئے بھیج دوں  
کہ آپ سامعیت، صمن مان و صمن شناس میری محنت کی داد ہی نہ دے بلکہ رسالہ "ادع" کے ذریعے یہ ظاہر کر  
دے کہ مومن کا ایک گنام خادم صوبہ بہار میں موجود ہے۔ آنجناب میری اس تکلیف دہی کو معاف فرمائیں گے میرے  
— اور میں تارک شر و صمن ہو چکا ہوں۔ کس کو تکلیف دوں۔ اس کے علاوہ ایک اور تکلیف دینا ہوں  
وہ یہ کہ جناب مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی۔ اے دہلی۔ جو سبب اشاعت تصویر مومن ہیں یہاں تشریف  
رکھتے ہیں۔ اور ان کا نشان کیا ہے تاکہ میں ان سے خط مکتبات کر دوں یا ہوں۔ آہ مومن۔ میں خود خدا کے گھر سے اک



... و مند دل لایا ہوں۔ مجھے خود عشق نے جلا کر خاک کر دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم کیا کہتے تھے۔

کوئی میرے دل سے پوچھے تو اسے تیرا کیم کشش کو

معنی تو کل پر بغیر نشان صبح یہ عریضہ ارسال کرتا ہوں، خدا اس کو آغوش تک پہنچائے اور رسید سے شاد کام کرے۔  
۱۱ نومبر ۱۳۲۸ء - شہر گیا۔ ضلع گیا۔  
خاک کا عرش

مکتوب الیہ مہر صاحب

(۸۵)

مکتوب مرزا محمد شکاری

خدا دینی و سماجی زادا اعلیٰ کلم، تسلیم۔

عنایت نامہ مردہ ۲۹ جون موصول ہوا اور اس کے دو تین دن بعد کتاب "غالب" معصفہ جناب لاہور سے پہنچی۔ آپ کی عنایت کا نہایت شکر گزار ہوں۔ کتاب کو جستہ جستہ دیکھا۔ فی الحقیقت آپ نے کمال عنایت و کوشش اور سرق ریزی سے یہ سب مواد ہم پہنچایا اور ان کو ایک نہایت دلچسپ صحت میں ایک بیاگرافی کی حیثیت سے پیش کیا۔ خدا آپ کو اس کی جزائے خیر دے۔

حضرت اخروستائی بہت بری چیز ہے مگر تناہکے بغیر نہیں رہ سکتا کہ "ادبی خطوط غالب" (مطبوعہ ۱۹۲۹ء) مولانا غلام سار نے وہ کام کیا جو ہر آگ کے ساتھ کرتی ہے یعنی ان لوگوں کے دلوں میں جن میں غالب پر ریسرچ کرے گا وہ گویا دبا دبا ہوا تھا۔ اس کو بہت زور سے بجا دیا۔ میں خود چاہتا تھا (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۔ ادبی خطوط غالب مطبوعہ لغات) پریس ۱۳۲۹ء کہ یہ کام جو آپ نے اب کیا ہے میں کسی نہ کسی طرح انجام دوں۔ مگر اپنی صحت سے مجبور ہو گیا۔ اس کا سہرا آپ کے سر رہا، خدا مبارک کرے! واقعی آپ نے ایسی دلچسپ اور پُرآز معلومات کتاب لکھی ہے کہ اس کے سبب سے زبان اردو کا مرتبہ بڑھ گیا۔ آپ نے خط میں جو "ایک نوگزاشت" کا ذکر کیا ہے اس کو میں نے ڈھونڈ نکالا۔ غالباً یہ غلطی اس وجہ سے ہوئی کہ جو دیباچہ جو حری عبد الغفور سرود نے "عود ہندی" کے واسطے لکھا تھا اور اس میں جو تاریخ اس کی طباعت کے مہر غالب سے انہوں نے نکالی ہے اسی سے میں نے سبب طباعت بھی یہی سن خیال کیا۔ آپ نے تحقیق چار پانچ برس ۱۳۲۸ء کے بعد اس کی اشاعت نکالی ہے مگر میں تک میں دیکھ سکا کوئی کسی طباعت آپ نے بالیقین تجویز نہیں فرمایا۔

آپ نے جو خاندانی عاقبت ڈپٹی مرزا عباس بیگ مرحوم کے تفصیل وار لکھے ان میں سے بعض فقرہ کو بھی نہیں معلوم تھے۔ آپ کی تحقیق کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ ڈپٹی عباس بیگ کے باپ اور دادا کا نام محمد کو نہیں معلوم تھا۔ یہ اب معلوم ہوا۔ مگر غالباً آپ کو نہیں معلوم کہ ڈپٹی صاحب موصوف نے اپنے ایک بھتیجے کو جن کا نام فیاض بیگ تھا متبہنی کیا تھا، غالباً اس وجہ سے کہ جو علاقہ ان کا ضلع سینا پور (اوڑھ) میں ہے۔ اس کے وہ حادث وراثت وراثتیں قرار پائیں۔ ان کا انتقال غالباً ڈپٹی صاحب کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ ڈپٹی صاحب کی ایک بیٹی بھی تھیں جن کی شادی انہوں نے اپنے دوسرے بھتیجے مرزا محمد بیگ سے کی تھی مگر اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی البتہ مرزا خدا داد بیگ (برادر مرزا محمد بیگ) کی بہت سی اولادیں اب بھی ہیں امدان میں سے اکثر میرزا آباد میں ہیں۔

سخن دہلوی کے متعلق جو معلومات آپ دریافت کرنا چاہتے ہیں انہوں میں سے کوئی واقف نہیں البتہ ایک مختلف البطن بھائی سخن دہلوی کے یہاں ہیں۔ میں اُن سے یہ قیام امور غامض کر مکاتیب سخن کے متعلق دریافت کر دوں گا اور جو کچھ وہ کہیں گے، آپ کو مطلع کر دوں گا۔ اگر اُن سے خدا خواستہ پہ نہ چلا تو پھر انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ سخن دہلوی کے دوڑ کے اور متعدد دیکھاں تھیں۔ ان میں سے اب کوئی بھی نہیں ہے۔ صرف اللہ کا نام باقی ہے۔ بتائیے کس سے پوچھا جائے۔ سخن دہلوی جن کا نام خواجہ غفر الدین حسین تھا ان کی ایک مختلف البطن بہن زاب علی حسن خاں مرحوم کو باہی ہوئی تھیں اور انہی بہن کے سگے بھائی اب لکھنؤ میں ہیں۔ انہی سے پوچھوں گا۔

خواجہ صاحب مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اُن کی شکل و مشابہت اوصاف و خصائص سب مجھ کو خوب یاد ہیں۔ ایک لطیفہ ان کا سن لیجئے۔ خواجہ صاحب جوانی اور بڑھاپے میں آ رہے اور پٹنہ میں رہتے تھے۔ ۱۸۸۵ء میں میں والد مرحوم کے ساتھ آ رہ گیا۔ خواجہ صاحب وہیں تھے اور صغیر بلگرامی جن کا تذکرہ "عکس خضر" ہے وہ بھی زندہ تھے اور والد سے ملنے آئے تھے۔ خواجہ صاحب سے اُن سے چشمک تھی۔ صغیر بلگرامی تھے۔ خواجہ صاحب اُن کو بہت بنایا کرتے تھے۔ ایک دن صغیر نے کہا کہ میں اپنے والد کے ساتھ جہنم میں دلی گیا تھا۔ غالب زندہ تھے میرے والد اُن کے واسطے بہت سے آم بطور تحفہ لے گئے تھے۔ جن کی زیادہ تعداد غالب کو بھیجی گئی اور کچھ اور دوستوں کو بھی بانی گئی۔ غالب کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو انہوں نے ایک رباعی آمروں کے شکر میں لکھ بھیجی۔ اس کا ایک مصرع مجھے یاد رہ گیا ہے۔ طر کھانا نہ انہیں کہ یہ پر اسے ہیں آم۔ خواجہ صاحب نے جب یہ قصہ سنا تو صغیر سے کہا کہ کیرں جھوٹ بکتے ہو غالب سے تم سے کیا تعلق؟ اپنی بڑائی ثابت کرنے کے واسطے یہ قصہ گھڑ لیا ہے۔ اس پر صغیر بہت شرمندہ ہوئے۔ جس پر چہ میں آپ "نوادر" پر ریویو لکھیں وہ مجھ کو فز و عنایت فرمائیے گا۔

نیاز مند محمد مسکری

۵ جولائی ۱۹۳۹ء

مکتوب الیہ سید الطاف علی بریلوی

(۸۶)

مکتوب مولوی اکرام خاں ندوی

محترمی جناب سید صاحب زادہ لطیفہ اسلام علیکم۔

گرامی مورخ ۲۱ ستمبر ۱۹۳۸ء دن میں کئی بار پڑھا، دل بے حد متاثر ہوا، اور مختلف خیالات کا ایک طوفان اٹھتا رہا مگر اپنی کمزوری و ناتوانی کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ علی گڑھ میں جو ٹھہر ٹھہر کر طوفان برپا رہتے ہیں، میں اُن سے بخوبی واقف ہوں مجھے ہمیشہ اس ہجرت ہرتی ہے کہ علی گڑھ ہمیشہ اپنوں ہی کو نشانہ بناتا ہے۔ ایسے اپنے کو جو در حقیقت اس کے سچے دل سے خیر خواہ ہیں اور جن کے دلوں میں علی گڑھ کے لئے لگن ہے، ازب و جہت پر ہے۔ کہ یہ سب کچھ بغیر کسی وجہ و سبب کے کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب شروع میں کوئی شخص جوش خدمت اور ولولہ

نہ خواجہ غفر الدین حسین سخن صاحب "سروش سخن" وغیرہ

لے معنی اہل علم و ادب علی حسن خاں ابن زاب صدیق حسن مرحوم۔

نہ مرزا محمد مسکری مرحوم کی ایک تصنیف

نے اہل گدھ آتا ہے، تو چند روز بعد اس کو یاقوت و مشک سے دل ہو کر سب چیزوں سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ کوئی حوصلہ و دلدل اس کے دل میں باقی نہیں رہتا۔ ایسے بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا ہے۔ مولوی سبط مہار اور صاحب دشتی مرحوم کا ایک شعر ہے۔

ہمیں یاد آئے تیرے وہ فریب درباری کسی نواسیر الفت کو جو کامیاب دیکھا  
شاعر کہتا ہے کہ کسی "نواسیر" نے پھنسنے مرے کو دیکھ کر ہمیں یاد آجاتا ہے کہ جب ہم نواسیر تھے تو ہماری بھی  
آؤ بھگت تھی، مگر نھام مایوسی اور دل شکستگی، اسی مضمون کو ایک فارسی شاعر نے بھی خوب کہا ہے۔  
چرونی بیہم کسے از کوئے تو دل سادومی آید فریبہ اور تو دل خوردہ بودم یاد می آید

غرض یہ چیزیں دہاں کی روایات میں داخل ہیں۔ آپ پہلے شخص نہیں ہیں جس کے ساتھ یہ بے مہری و بے گالی کا سلوک کیا گیا۔ اس لئے صبر کرنا چاہئے اور ابھی کوئی مزید قدم نہیں اٹھانا چاہئے۔ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ کارکنانِ برکت خود انتظام میں مصروف ہیں۔ جو انقلاب ہوا یہ آنکھیں کھرنے کے لئے کافی نہیں، اور ہم اس سے کوئی عبرت۔ بعیرت حاصل نہ کر سکے اس لئے میرا خیال ہے کہ تقدیر پس پر وہ ہمارے لئے کسی اور عبرت انگیز کھیل کی تباہی میں مصروف ہے۔ لذت سیر اگر چشم تنالے گی ایک بار اور بھی دنیا ابھی پٹالے گی

آپ مایوس نہ ہوں، یہی وقت بہت و امتحان کا ہے انشاء اللہ مستقبل اچھا ہو گا۔ البتہ اپنے مفاد کی فکر سے غافل نہ رہنا چاہئے۔ پناغہ اسی سلسلے میں ایک مزدوری کام یہ ہے کہ آپ پریس سے حسن تدبیر سے اپنا روپیہ نکال کر آؤ اور وہ بے شککے ہوا جائے۔ جب پریس بک رہا تھا تو اسی وقت میری یہ رائے تھی کہ معاملہ کر لینا چاہئے۔ مگر زرخ بڑھ جانے کی وجہ سے آپ کے حصہ داروں کو نفع کی مزید توقعات پیدا ہو گئی تھیں۔

پریس کے معاملہ میں ایک بنیادی مصیبت یہ ہے کہ اس کے عمل میں مختلف قسم کے کام کرنے والے بہت سے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، جو اکثر حریف، خود غرض، بے مروت، ناقابل اعتماد و غیر ذمہ دار ہوتے ہیں۔ غریب لک یا منجر ہر شخص سے کس طرح پیٹے اور کس طرح خوش رکھے۔ بہر حال یہ ایک مزدوری کام کرنے کا ہے آپ نے "مصنف" بند کرنے کی جو مصلحت لکھی ہے، وہ میرے بھی ذہن نشین ہو گئی۔ ہمیشہ وقت کے تقاضہ اور حالات کے معائنہ کام کرنا چاہئے۔ بے شبہ حالات ناسازگار ہیں۔ اور مستقبل دھندلا۔ ملک میں گزشتہ سال جو انقلاب ہوا وہ اچھی فہم نہیں ہو گیا بلکہ جاری ہے اور یکے بعد دیگرے بہت سے واقعات پیش آرہے ہیں۔ یعنی ہم ابھی تک انقلابی دورے گزر رہے ہیں اس لئے کسی دلدل میں قدم نہیں بھسنانا چاہئے۔ معلوم نہیں مستقبل قریب میں کیا واقعات پیش آئیں۔ لیکن اسی کے ساتھ مجھے یقین ہے کہ سال دو سال میں انشاء اللہ حالات سمجھ جائیں گے اور جوشور اور جنوں رونما میں ہے یہ باقی نہیں رہے گا۔ آپ نے بعض بڑے لوگوں کے ساتھ اپنی ناخوشگوار گستاخ کا جو حال لکھا ہے، وہ دوبارہ بھی قاتل قوت نہیں، میں ان لوگوں کی ذہنیت پر واز فکر اور گڑبگڑی سیاست سے بھری واقعت ہوں۔ ان کے سامنے زندگی کا باقی ترقی کا کوئی خاص مقصد و نصب العین نہیں ہے۔ ماحول کارنگ دیکھ کر مرنے کا مرضی طرح اپنا رخ بدلتے رہتے ہیں

ان پر کبھی اعتماد نہ کرنا چاہئے۔ انہوں نے کمزوری کی وجہ سے میں زیادہ نہیں لکھ سکتا، مگر تنا تو لکھ ہی دوں کہ بد نصیبی سے مسلمانوں میں طبقاتی امتیاز بہت زیادہ موجود ہے۔ اونچے طبقے والے ہم لوگوں کو عزت و احترام کی نعرے نہیں دیکھتے، خواہ ہم ان کے لئے اپنے کو ہلاک کر دیں اور توی خدمت میں اپنے کو خستہ و تباہ کر کے اپنا مستقبل بگاڑ دیں۔ یہ لوگ جب جھپکتے ہیں اپنے ہی طبقے کی طرف جھپکتے ہیں اور جب ان کا کام نکل جاتا ہے تو ہم لوگوں کو حرف نط کی طرح درمیان سے مٹا دیتے ہیں، اس لئے احتیاط کرنا چاہئے اور کبھی یہ توقع نہ رکھنا چاہئے کہ وہ کسی مصیبت کے وقت ہماری دستگیری کریں گے لہذا ہمیں مرث اپنے طبقہ میں مخلصین کی تلاش کرنا چاہئے۔ میں بھر چند جانے بوجھے آزمودہ لوگوں کے اس طبقے کے کسی فرد پر اعتماد نہیں کرتا، کسی پر ہمیشہ سے میرا عمل ہے۔ آپ کے اس فقرہ سے میرا دل نہایت متاثر ہوا کہ روزانہ شام ہوتی ہے تو گھر سے نکل کر سوچتا ہوں کہ کہاں جاؤں الخ ایک انسان کے لئے یہ حالت کس قدر یاکس کن ہے۔

اعجاز میاں کے لئے آپ پریشان نہ ہوں، اول تو وہ خود بہت سوشل نہ ہیں۔ اس کے علاوہ جب آندھی آتی ہے تو بڑے بڑے تناؤ و رشتوں کو گزاتی ہے دلوں جو انقلاب ہوگا وہ بڑے بڑے انتظامی و کلیدی صیغوں میں ہوگا، اس لئے پریشانی کی کوئی بات نہیں۔

ایک فقرہ آپ نے یہ لکھا ہے۔ ”میں خوش ہوں گا اگر میں تخفیف الخ ابھی اس خوشی کی تیاری نہ کیجئے، بلکہ نہایت مضبوطی سے قدم ..... میرا خیال ہے اور خدا جانے کیوں کہ عنقریب ان لوگوں کو ایسی مشکلات میں مبتلا ہونا پڑے گا، جس کا حل کرنا ان کے لئے دشوار ہوگا۔ اور وہ اپنے کاموں میں اس طرح پھنس جائیں گے کہ دوسروں کے معاملات کی طرف آنکھ بھی نہ اٹھا سکیں گے۔“

آپ نے خود دیکھا ہوگا کہ جب سے آپ آئے ہیں یہاں کیسے کیسے انقلاب ہوئے، کس کس کا عروج، پھر روال ہوا۔ محمد بن بن کے کھیل ایسے لاکھوں بگڑ گئے ہیں، یہ چند روز کا نشانہ ہے، ہمت نہ اڑیئے۔ انہوں نے کس اپنی بیماری کی۔ جر سے اس وقت کچھ نہیں کر سکتا۔ اخبار کے متعلق جیسا کہ آپ نے لکھا ہے بے شک لکھنے میں احتیاط کیجئے۔ سرکاری اور غیر سرکاری حریف اپنے اپنے مقصد کے لئے آج کل کوئی گزائی رکھتے ہیں۔ ۲۴ ستمبر کا لکھا ہوا۔ مولوی حاجی ابراہیم صاحب کا ایک خط کوٹھی لے آیا تھا۔ جس میں میری حالات کا حال دریافت کیا تھا اور بھی لکھا تھا کہ آپ کی رخصت نواب صاحب نے منظور کر کے بھیج دی۔ غالباً دفتر ہی میں بھیجی ہوگی۔ میرا مرض ابھی باقی ہے ۳۰ ستمبر تک پوری صحت کی کوئی امید نہیں نہ یہ مناسب ہے کہ مرض موجد ہوتے ہوئے لکھنے چھوڑ دوں اس لئے میں اموند فردا میں ایک اور درخواست عید تک چھٹی کے لئے بھیجوں گا۔ ابھی میرا حق ہے اس لئے مہربانی کر کے غلط نہ کرا دیجئے گا۔ اب مجھ بھی نہیں اور زیادہ لکھا بھی نہیں جاتا۔

۲۴ ستمبر کو مولوی حاجی ابراہیم صاحب سے ملاقات ہوئی وہ کسی کیٹی میں یہاں آئے تھے اس سے فارغ ہو کر میرے دیکھنے کو بھی آگئے۔

مکرمی جب یہ خط لکھنے کا ارادہ کیا تو یہ خیال تھا کہ ایک صفحہ لکھوں گا، مگر چار تک پہنچ گیا، اور پھر بھی دل میں بہت کچھ رہ گیا۔ آپ اس وقت پوری بہت اور ہر ممکن تدبیر سے کام لیں، انشاء اللہ نتیجہ اچھا ہو گا۔  
۲۶ ستمبر ۱۹۱۵ء - مکمل  
محمد اکرام

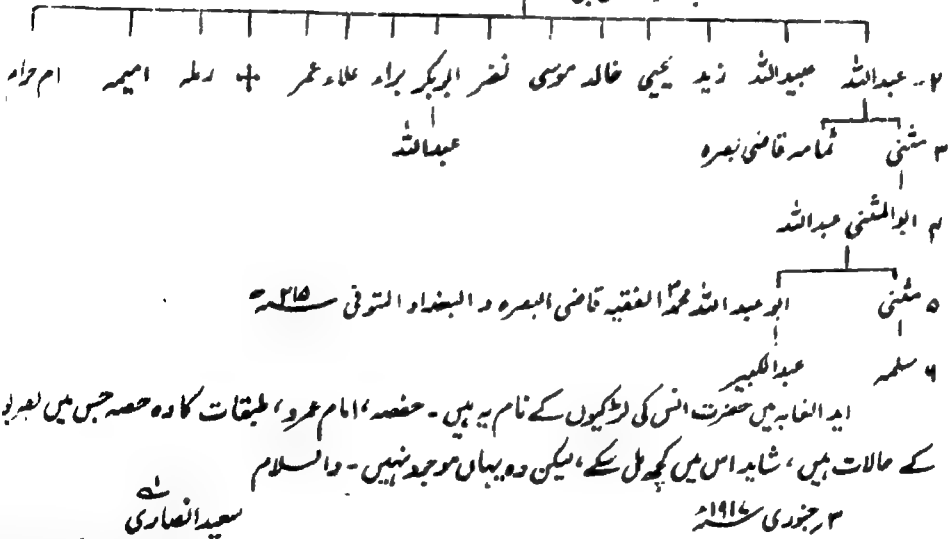
مکتوب الیہ سید مبارک علی شاہ جیلانی

(۸۷)

مکتوب سعید انصاری

جناب من بنسینم  
میشہ معلوم نہیں، انصار عموماً زراعت پیشہ تھے حضرت انس کے پاس بھی زمین ہوگی۔ اس کی تصریح ہے کہ دعارہ کی برکت سے ان کے برابر انصار میں ایک شخص بھی متولذ تھا، واقعات بھی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ وہ نہایت شان و شوکت سے رہتے تھے۔ بعدہ سے باہر طغ میں ایک محل بنوایا تھا، اوداس میں بود و باش رکھتے تھے خزانہ کے کپڑے پہنتے اور دسترخوان وسیح رکھتے، وغیرہ وغیرہ۔  
اولاد کی تفصیل مشکل ہے۔ خاص ان کے ۸۰ بیٹے اور ۲ بیٹیاں تھیں، وفات کے وقت تک بہت سے دن ہو چکے تھے، تاہم سوا سو کا پورا کنبہ تھا۔ زبیرہ الابرار میں جو ذبیہ الدین کی تصنیف ہے اودیکم پود کے کتب خانہ میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ حسب ذیل نامہ تحریر ہے۔

۱۔ ابو حمزہ انس بن مالک الانصاری المتوفی ۲۹۳ھ



مکتوب الیہ نواب سید شمس الحسن

(۸۸)

مکتوب مولانا محمود علی ندوی

جناب مکرم! سلام مستنون!!!  
کل اچانک نواب صاحب مرحوم و مغفور کی وفات کا تاثر ملا۔ جس نے ہم لوگوں کو جبین کر دیا۔ اگر یہ صاف

لے مصنف سیر العبادین

نہ ہوتے تو ہم دونوں مکھنڈ حاضر ہر کر آپ حضرات کے ساتھ شریک فہم ہوتے۔ نواب صاحب مرحوم کے تعلقات کی نوعیت اب غلطانی ہو گئی تھی۔ اس لئے ہم لوگوں کے تمام گھر پر اس اندوہناک حادثہ کا اثر ہے۔ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے۔ اپنے زمانہ کی خدیادگار تھے۔ اب مولانا شروانی صاحب اور دو ایک اسی قسم کے اور بزرگ باقی رہ گئے ہیں یہ لوگ اب اپنا دور ختم کر رہے ہیں اس مقدس مہینہ میں وفات نے نواب صاحب مرحوم کی مذہبی و مقدس زندگی کی تکمیل کر دی۔ اللہ کے مقبرہ بندے سے تھے اس لئے ان کی وفات بھی اسی ماہ میں ہوئی اللہ مغفرت کرے۔ یہ اتفاق ملاحظہ فرمائیے۔ علامہ شبلی مرحوم کے آفرقت تک قائم رہے۔ پرموں ۱۸ فروری کو مولانا مرحوم کی برسی کی تعطیل تھی۔ اور ۱۹ کی صبح نواب صاحب کی خبر وفات سے دل و دماغ معطل کر دیا۔ دنیا میں ساتھ رہا اور دنیا سے روانگی بھی اسی شان سے ہوئی۔ اس مرتبہ مکھنڈ میں آخری زیارت نہ کر لی ہوتی تو ادب بھی زائد ملتا ہوتا۔ اس وقت تو یہ خیال ہوا تھا کہ اب خدا نے صحت دے دی لیکن بعد کو معلوم ہوتا ہے کہ بیماری نے دوسری شکل اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت کرے آمین۔ تمام مہربان خاندان کی خدمت میں میری دلی تعزیت پہنچا دیجئے۔ انشاء اللہ عید کے بعد حاضر ہرنگا

۱۳ اسلام مسجد علی ندوی

۴۴ رمضان

مکتوب اید نواب سید علی حسن

(۸۹)

ب مولانا مسجد علی ندوی

جناب محترم زاد محبہم!

سلام مسنون! حیدر آباد سے اجراء و لکھنؤ پر مبارکباد قبول فرمائیے۔ گو ۳۰۰ کی رقم ابید کے خلاف ہوئی لیکن خدا کا شکر ہے کہ کم از کم ہم لوگوں کے جدید تعلق کے ساتھ ایک ایسی جگہ سے امداد ملی تو جہاں کے لئے ابتدائی تیام ندوہ سے برابر کوشش ہوتی رہی اب پیر کھنے کی گنجائش ہو گئی۔ اس میں اضافہ انشاء اللہ آسانی سے ہو سکے گا۔ کیونکہ حیدر آباد میں ابتدائی زمینیں بہت سخت ہوتی ہیں۔ کل جناب مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ حضور نے ۳۰۰ روپیہ ماہوار کی رقم منظور کی ہے۔

اس کے قبل ایک عربیہ روانہ کر چکا ہوں غالباً جناب کو مل گیا ہوگا۔ نقدہ ارتداد کی کیفیت اگر جناب مہدم و دکیل میں روزانہ پڑھتے ہوں گے۔ تو میں نے اگلے خط میں جو گزارش کی ہے اس کی پوری تصدیق ہوتی ہوگی لوگ ان بلیغین راغبین سے بدظن ہو رہے ہیں اور غالباً بہت جلد یہ لوگ شریہ کے ساتھ واپس آئے جائیں گے! اس دلت انشاء اللہ ندوہ کا یہ طرز عمل زیادہ پسندیدہ رہے گا۔

اب ضرورت یہ ہے کہ تعمیرات کے لئے روپیہ کی لکڑی جائے۔ حیدر آباد سے کچھ نقدہ لئے کا مجھ کو افسوس ہوا۔ میں نے ایک خط صہبہاں لکھا ہے۔ اگر وہاں کچھ اُمید ہوئی تو انشاء اللہ ایک حملہ فرما لیا جائے۔ رنگون بھی انشاء اللہ آج یا کل تک خطوط لکھوں گا۔ ندوہ میں ایک مرض بہت قدیم ہے کہ یہاں کے لوگ اپنے ذاتی ریسرچ و فائزہ کے لئے ندوہ کے ذمہ دار اراکان و معاونین میں سخت اختلاف پیدا کر دیتے ہیں اور ایسی حالت پیدا کر دیتے ہیں جو کچھ دنوں کے بعد ناقابل علاج ہر ماتی ہے اس لئے اس کو پیش نظر رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ ۱۳ اسلام خاک مسجد علی ندوی۔

مکتوب مرزا مسعود علی ندوی

(۹۰)

مکتوب الہ نواب سید علی حسین ندوی

جناب محترم و معظم زادہ مجرم، و علیکم السلام

مرزا زائدہ ملا: حالات معلوم ہوئے۔ کل جناب سید صاحب کے پاس خط آیا تھا! مجھے پہلے ہی سے خیال تھا کہ اس طرف سے رکاوٹ ہوگی۔ لیکن اس پر حلق خیال نہ فرمائیے۔ کام جس طرح ہو رہا ہے اس کا راز باہر رہنا چاہیے۔ انوکھ ہے کہ گاؤں اب تک نہیں ملے۔ جس وقت گاؤں مل جائیں فوراً چھت کا کام شروع کر دیا جائے اور وقت تک مرست کا کام ہوتا رہے۔ یہ کام بھی قریبیت زائدہ ہے، چونکہ ہیرا خان صاحب اب آپ کو مل گئے ہیں اس لئے یقیناً وغیرہ کے معاملہ میں ان سے مشورہ مزدور لے لیا جائیگا کرے تاکہ کوئی تعمیری غلطی نہ ہو۔ چونکہ شروانی صاحب قشر لیت لائے والے ہیں اس واسطے اس وقت تک جناب مثنی صاحب کی دلچسپی اور زائدہ رہے گی۔ بہر حال اب یہ کسی ترمیم کو منظور نہیں کر سکتا۔ میں نے ان کے لئے اپنا کافی وقت ضائع کیا اور اگر کوئی مداخلت ہوئی تو صاف اپنا استغناء پیش کر دوں گا۔ اگر مثنی صاحب نے مجھے خط لکھا تو میں ان کو معقول جواب دوں گا۔

خدا کرے اس مرتبہ شروانی صاحب وغیرہ کی تشریف آوری ندودہ کے لئے مفید ثابت ہو۔ گوجر کو قوت بہت کم ہے۔ جناب سید صاحب انشاء اللہ ہر تک مزدور لکھنؤ پہنچ جائیں گے۔ ۶ تاریخ کو اتفاقی ایک اشدہ مزدور ملا پیش آگیا جس کی وجہ سے جناب موصوف کو مجبوراً مٹھہر جانا پڑا حالانکہ جناب سید صاحب خود غلبت کر رہے تھے۔ چونکہ ایلید صاحبہ منظر دید میں تشریف رکھتی ہیں اس لئے اس وقت کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے، اور نہ یہاں کے کام میں کوئی خاص دشواری، شملوی صاحب نے لکھا تھا کہ میں نے وظائف کی کسر لکھنؤ ہی سے پوری کر دی ہے۔ جناب کے خط سے اصل و انتہ معلوم کر کے بہت زیادہ مسرت ہوئی۔ لکھنؤ میں چونکہ کام شروع کر دیا گیا ہے اس لئے اس کو مکمل کر دینا چاہیے۔ تمام حضرات کی خدمت میں سلام۔ واسلام

۴ اگست ۱۳۲۳ھ

شاہکار مسعود علی ندوی

مکتوب مرزا مسعود عالم ندوی

(۹۱)

برادر عزیز۔ سلام شوق

پرسوں آپ کا محبت نامہ ملا۔ جواب فوراً دیتا، مگر ان دنوں میری صحت اس درجہ خراب ہے کہ کسی کام کو بھی نہیں چاہتا۔ اسی لئے دور روز انتظار کرتا رہا، بات یہ ہے کہ نواب شروانی صاحب بالقابہ کی خدمت میں اور ایک دفع سے کوئی عریفہ گزارنے کا شرف حاصل نہیں ہوا، اب لکھا جائے، تو کیا اور کس قریب سے؟ مگر یہ انتظار کی مدت کب تک؟۔ میں آج، کتاب خانہ آستے ہی پہلا کام یہ کر رہا ہوں۔ اللہ آپ کو کامیاب کرے۔ آپ نے پٹنہ چھوڑا، یہ بڑا اچھا کام کیا، آپ اس کا نامہ دو تین برس کے بعد محسوس کریں گے، بہار کے بہت سے انجی کوٹا یہاں نہیں محسوس کرتے۔

مجھے سید الطاف علی صاحب کی عنایات کا شکریہ کہاں تک ادا کر سکتا ہوں؟ مصنف کا چوتھا نمبر قلمی ہے

بلند اہمیت اور اس نے اردو رسالوں کی صنعت میں اپنی خاص جگہ پیدا کر لی ہے۔ میں اسے اپنی سعادت خیال کر رہا ہوں گا، اگر اس کی کوئی خدمت کر سکا۔۔۔ مگر ہماری فائبریری کا حال آپ کو معلوم ہے، آج تک اسلامک کالج یہاں نہیں آ سکا۔ مالا مال تمام صاحب مجھ سے با۔ مادہ کرچکے ہیں۔ یہ قرآن مجید بھلا کرے، معاف، ترجمانِ اودھ گزری کے ادا کاروں کا، کہ ان کی نہایت ہے، ہم فریب بھی کچھ پڑھ لیتے ہیں۔

میں ان دنوں امام شافعیؒ کی کتاب الرحلۃ میں لگا ہوا ہوں۔ محب الدین خطیبؒ نے سنہ ۳۳۰ھ میں تابرہ سے طبع کیا تھا۔ مگر بیت غلط۔ اس کے دونوں کاروں نے حوالہ دیا ہے، مگر وہ بیرون ہند ہیں۔ ازراہ کرم آپ مولانا مبین صاحب مدظلہ سے دریافت فرمائیے۔ اس تیار مند کا سلام عرض کر کے اداسی کی طرف سے۔۔۔

(۱) آپ کے علم میں اس کا کوئی صحیح نسخہ موجود ہے؟

(۲) کیا یہ کتاب الرحلۃ یا رحلۃ الامام الشافعیؒ الی المدینۃ المنورۃ واقعی انہیں کی اعلیٰ لکائی ہوئی ہے؟

(۳) کتاب الرحلۃ اور عام تذکرہ نگاروں کے بیان میں تعارض ہوا تو کسے ترجیح دی جائے گی؟ اگر رحلۃ۔۔۔

GINNINE ہے۔ تب تو اسی کے بیان کو ترجیح ہوگی۔

نیز مسلم یونیورسٹی اور حبیب گنج میں بھی دریافت کیجئے، امید ہے ”علی خدمت“ آپ بخوشی انجام دیں گے۔ میں اسے اڈٹ کرنا چاہتا ہوں۔ اردو اور عربی دونوں میں۔ حواشی اور مقدمہ، میں تو بہت کم فرق ہوگا، باقی سفر نامے کا اردو ترجمہ کر دیا جائے گا۔ اردو ترجمہ حواشی و مقدمہ (در اردو) تو جلد طبع کرانے کا قصد ہے۔ البتہ عربی اڈیشن جب تک کوئی اچھا نسخہ نہ ملے، ملتوی رہے گا۔ اگر الطاف صاحب پسند کریں گے، تو یہ اردو اڈیشن ’مصنف‘ کے لئے سامان کر سکتا ہوں، البتہ ایک اس کے الگ طبع کرانے کا حق، ’مکتبہ اسلامی‘، لہر یا سرائے درجنگہ کے لئے محفوظ ہو۔ میں ان سے وعدہ کر چکا ہوں۔ وہ بھی دوست ہیں۔

ہاں، معاصر میں تبصرہ اور ’بھائی‘ وہ تو بہت آسان تھا۔ مگر اب آپ تو سب جانتے ہیں۔ تبصرہ کے انچارج فاضل صاحب ہیں۔ اور میرا آنا جانا ان کے ہاں نہیں۔ خود پہل کرنا مناسب نہیں۔ رہے عسکری صاحب اور اختراذینوی دالے معنون کے سلسلے میں الگ شرمندہ ہیں۔ انہوں نے مجھ سے ہمتہ وعدہ کیا، کہ بوابی معنون چھپ کر رہے گا۔ I WILL SEE IT PUBLISHED ”ان کے الفاظ تھے۔ مگر وہ نہ چھپوا سکے۔ آخر وہ ندیم میں چھپا۔ اب وہ صورتیں پر سکتی ہیں؟

اے آپ قاضی صاحب کو مصنف بھیجیں اور آپ کی تحریر کے مطابق وہ مصنف میرے پاس تبصرہ کے لئے بھیج دیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ خود تبصرہ کے قاضی صاحب کو بھیج دیں۔ وہ معاصر میں چھاپ دیں گے۔ یہ آسان ہوگا۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ اپنے ملکہ کے تاثرات سے مزید محفوظ کیجئے۔ والسلام

مسعود عالم ندوی مبنی منہ

۲۶ اگست ۱۹۷۸ء (پٹنہ)



مکتوب مولوی مسعود عالم صاحب ندوی

(۹۲)

مکتوب الیہ سید الطاف علی بریلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عوب مخلص - سلام و تحیات

ایک دور افتادہ مرین و بد حال یاد آوری کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ مسلسل محنت نے کمر تھڑی - اور بہت شدت سے کھل سے کچھ اناق ہے۔ دیکھئے کہ جان آزیں، اس تن خاکی میں بھی کچھ جان بخشے۔ مصنف کا چوتھا نمبر ملا تھا۔ شکریہ کب تک اور کس زبان سے ادا کرتا ہوں۔ بہر حال بلا کسی سہولت اور نفع کے کتہ ہوں، کہ رسالہ خوب ہے اور اچھے اردو رسالوں کی صف میں اچھا امانت ہے۔ اور مناسبت کے تنوع کے لحاظ سے تو شاید فرد ہے۔ اللہ نظر بد سے بچائے۔ کافذ کی ہوش - باگرافی میں زندگی قائم رہ جائے۔ تربیت آپ کی کرامات میں شمار ہوگا۔

امام شافعی کا سفر نامہ : مسودہ بہ ترتیب رکھا ہے، مقدمہ باقی ہے اور اس کے لئے کچھ مسامحہ صحت کا یہ عالم کہ کتاب غارت کا - فونڈ کام بھی مشکل ہی سے انجام پاتا ہے۔ حسب وعدہ سفر نامہ نذر مصنف ہی ملے گا، نہیں کہہ سکتا۔

امید کہ مزاج عالی بخیر ہو۔ پرمان حال کی خدمت میں بہت بہت سلام۔ محترمی مولانا اکرام اللہ خاں صاحب اہل مولا نا تنظیم احمد صاحبان کی یاد آوری کا دل شکر اور سلام شوق۔ والسلام

مسعود عالم ندوی

۱۹ ذی قعدہ ۱۳۶۲ (مہندرو، پٹنہ)

# مولوی عزیز مرزا

( ۱ )

مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی

مخدومی و مکرئی

یاد آوری کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ گو تعلقات ظاہری سے محروم ہو گئے تھے مگر آپ کے ساتھ روحانی تعلق ہے اور میں بھی چاہتا تھا کہ کسی طرح سلسلہ رسالت کی بنیاد پر سے گراں گھر لٹکے اس کی ابتدا آپ نے فرمادی حقیقت میں یہ صد سچے حال میں یہ سخت پہچان ہے کہ دنیا میں مجھے ہی آنکھ نظر آتے ہیں۔ بچوں کے متعلق بھی خدا نے میرے ساتھ بڑی غامضی کی ہے کہ سات بچے ہیں بن میں سے چار بالکل ہی غور و سال ہیں اپنے آپ کے رہ رہ ان کی فکر ہے لیکن بقیہ ضائع ہے۔ بر فرزند آدم ہرچہ آید مگر دریا سا جتنی بھی کوئی نہ کوئی بندہ بست ان کی پودتیں کا کسری ہے گا۔ بہر حال میں آپ کی کچی ہمدردی کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگر میں جید رہا ہوں آپ کی کوئی خدمت انجام دے سکوں تو اس کو باعثِ فخر سمجھوں گا۔ تقویٰ الکیلائے سے میں دور سے ہوں اور اب دو تین روز میں جید آباد میں جاؤں گا اس لیے کہ آپ میں جگہ تعلق نہیں ہے۔ جو غیر نیستی میں گئے فقط اسلام! خاکسار محمد عزیز مرزا از راستہ پھر یکم فروری ۱۹۰۶ء

( ۲ )

مولوی حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی

مخدومی و مکرئی

یاد و خدائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مبارکباد نے غنیمت کیا۔ جناب مولوی لطف احمد صاحب کا معاطہ پیش کاہ حضور پرنور میں ہمیشہ رہ چکا ہے اب سراسر اس کے کوئی چادر نہیں ہے کہ نہ خاموش بیٹھے رہیں اور نہ تھکا کا انتظار کریں۔ میں نے بادوبی کے لئے پھر لکھا ہے مگر کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا اگر تب اس کا نصفیہ ہوگا۔ دو تین سال ہو گئے ہیں نے کالی داس کے ایک ڈراما کا ترجمہ دار ہیں کیا تھا اب وہ چھپ کر تیار ہو گیا ہے غرض کہ ایک کام آپ کے واسطے کے لئے بھیجوں گا۔ امید ہے کہ آپ جو وہ چیز و غائیہ سے ہوں گے فقط اسلام! خاکسار محمد عزیز مرزا از جید آباد دکن۔ ۱۳ مئی ۱۹۰۶ء

سید فرزند احمد عقیقہ بلگرامی

بنام عبد الرحمان خان صاحب

(c)

بخدمت مکرمی عبدالرحمان خان صاحب مالک مطبع نظامی کو نید۔

مسلیم۔ آپ کا خط میاں نبی بخش نے لاکر دیا اور مجھے منون کیا۔ مبلغ پندرہ کا حساب بابت اجرت اہل  
مجھے پہنچا۔ اس وقت مبلغ پنج روپیہ موجود تھے دس دے گئے اور مبلغ دو روپیہ مستحق تھا حق صاحب باب مبلغ  
کے حساب کا آپ کے عطیہ کے ذمہ ہے وہ کسی مجرا کے مبلغ سات روپیہ ۲ روگیا آپ کو پہنچے اور مبلغ سات روپیہ  
۳ ارب : قی ہے۔ انشاء اللہ منہ تب یہ بخاتا ہوں۔ حاضر جمع رکھے۔

سید فرزند احمد مصطفیٰ

جود ۲۸، رقم ۱۸۸۱

بنام دربار کهنه رنگه صاحب

(f)

خدمت مرزا محبت مرزا حسن شاہ صاحب

نسلیم۔ آپ کا دوست کارڈ بطلب نگہ ستہ بزم آرا کے پہنچا۔ دو جلدیں اس کی بے جا تھیں اور تیرے ہاتھ میں قیمت کی صورت نہیں اگر ادھر کوئی صاحب غالب ہوں تو ٹھٹھٹھ حصول بھی دیں۔ میں روانہ کر دیا گیا۔ نگہ ستہ ہمیشہ نہیں بیٹتا ہے۔ یہ نگہ ستہ جب مشاعرہ اراکین ہوتا ہے تب چھپتا ہے۔ چنانچہ یہ تیسرا نگہ ستہ ہے جو دہلی میں بس کے عرصہ میں مشاعرہ ہوئے ہیں ان میں سے تیسرا مشاعرہ یہ تھا۔ اب اگر اتفاق ہوگا تو آپ کو بھی بھیجا جائے گا۔

۲۸ ستمبر ۱۸۸۱ء

نیا زمند سید۔ فرزند احمد صغیر لکڑی مالک صلیح نور انوار کانپور۔

۲۸ ستمبر ۱۹۸۱ء

(۳)

بنام سید جب علی شاہ صاحب مطبعہ دکنیہ پریس لاہور

بخدمت سید رجب علی شاہ صاحب مطبع موصولہ

تسایم - تذکرہ آب حیات مصنف مولانا محمد حسین صاحب آزاد پر دلیسر عربی گزشتہ کا ایک مہاجر جو آپ کے مدرسے میں مشغول ہیں چمپا ہے اور اس کی قیمت مبلغ ایک روپیہ اور محصول سٹامپ ٹیکس پر چمپا ہوا ہے مجھے اس تذکرہ کی بہت ضرورت ہے۔ اس لئے ایک روپیہ بخدیہ منی آڈر بھیجا ہے۔ آپ بہت جلد تذکرہ مذکور روانہ کیجئے اس شائع

مقام آمدن شاہ آباد پھاٹک مطیع نذالاند زند سیدہ فرزندہ صغیر بگڑی رسد۔  
اگر آپ کے مطیع میں نہ ہو تو مصنف سے لے کر بھیج دیجئے۔

سیدہ فرزندہ صغیر بگڑی

۲۸ ستمبر ۱۸۸۸ء

(۴)

نواب مرزا داغ بگڑی مرحوم (رام پور)

وصف تو شفیہ دوست دارم ترا

روئے تو ندیدہ دوست دارم ترا

چوں جاں نادرہ دوست دارم ترا

مردم بہر دیدہ دوست دارم ترا

والا مرزا بگڑی داغ جناب نواب مرزا خاں صاحب داغ راست العظم

صغیر بگڑی آکرہ متاعی بعد تسلیم کے عرض کرتا ہے میں قریب مدت سے آپ کا غائبانہ مداح اور مشتاق ہوں مگر  
عظیم آباد کی محبت میں اپنے شریک نہ ہونے کی ایسی حسرت ہے کہ کیا لکھوں۔ یہ اتفاق کہ مدتوں میرا مسکن عظیم آباد ہے  
اور آپ کے تشریف لانے کے وقت میں نہ رہوں۔ یہ عجیب اتفاق ہے۔ انیسویں عظیم آباد والوں نے آپ کی قدر نہ کی۔  
آپ ایسے تھے کہ آپ سے مستفیض اور مستفید ہوتے۔ آج میرے عزیز سید محمد ختم صاحب کا خط رام پور سے آیا اس  
میں آپ کے اخلاق و اشتقاق کی صفات اس قدر لکھی ہیں کہ مجھے اور بھی آپ کا اشتیاق ہوا اگر کیا کہوں کہ دوبرس سے آپ تلخ  
قلب و دوران سر کے مدد میں ایسا مبتلا ہوں کہ عظیم آباد جہاں میں ہر جیسے ضرور ہوتا تھا۔ دوبرس سے نہیں گیا۔ اتنے  
زمانے میں بہت سے احباب مر کھپ گئے۔ سید حامد حسین عرف میرن صاحب نگہت بہ تخلص کہ میرے بڑے دوست  
تھے۔ نرم محرم ۱۳۰۵ء کو راجہ ملک بقا بہ جناب شاہ بخش صاحب کہ منتخب زمانہ اور اپنی وضع میں یگانہ تھے ذی الحجہ  
۱۳۰۶ء کو مر گئے اور اسماعیل علی خاں نگہت شاہ و صغیر فرخ آبادی بھی چل بسے اور ان کے ساتھ بخشی انت رام  
بھی۔ انیسویں کس کس کا افسوس کہوں رہے ہے جو میں ان کا کیا تھا کا۔ میں ان لوگوں کی ماتم پر سی کو بھی جانہ سکا ایسا  
بمیر رہوں۔ ورنہ آپ کی طامات کو مزید عظیم آباد پہنچا۔ بہر کیف المکتوب نصف الملاقات۔ اگر کبھی کبھی یا و فرمائی ہوا  
کرے گی، یہ آپ کے اخلاق ذاتی سے بعید نہ ہوگا۔ میں ایک بے چارہ نا آشنائے بحر سن ہوں۔ اور نا بلند  
کو چہ فن، خالی فیض بخش نے ..... سے طبیعت میں ذوق سخن پیدا کر دیا ہے اور اس کے ساتھ تحقیق  
کا شوق دیا ہے، اپنی فکر و پچاس سے زیادہ اور ساڑھے کم ہے اس اوجیسی میں گزری جس شخص کا کلام دیکھنا استغلا  
کی نظر سے دیکھتا اس میں حسن و قبح جو کچھ نظر آید دل کے صغیر بہ طبع کیا، نہ کسی پر آج تک اعتراض کیا اور نہ میں نے  
اعتراض کا جواب دیا۔

میرا خاٹن کہ سات سو برس سے بگرام میں آیا یعنی شمس الدین الشمس کے وقت سے جس میں چھ سو  
برس سے علم و فن کا چہاں دین چار سو برس سے نامدوں کا مجمع رہا ہے اس بھٹی سی بستی میں اگر نگاہ تحقیق سے  
دیکھا جائے تو ہر علم و فن کے جاننے والے اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ تمام ہندوستان میں دہلی دیکھو چھوڑ کر کم  
کسی جگہ برسے ہوں گے۔ ان کے ..... نے بہت سا سادہ علم و فن مخصوص شعر و سخن کا جمع کر رکھا تھا۔

اس نصابِ بازاری کے وقت میں مجھ بیحدوں کے حقیقہ میں آیا۔ میں کہ اس معاملہ کے رکھنے کے قابل نہ تھا اور نہ اس کے بچنے کے لائق۔ مگر مفصل حقیقت نے بعد ازاں اس مصرعہ کے کہ

فدہ خدائے کس را بغلط

ایک شوق تحقیق میرے ..... داخل کر دیا تھا۔ اُس کے سبب سے اس مصالحوہ کو میں نے سب سے پہلے بڑے اپنے معرب کا سمجھا اور تاوانِ افتاد صرف کرنے لگا۔ اس سے جو کچھ فائدہ حاصل ہوا بہت سی تحریروں کے ذریعے سے اس کو شائع کیا۔ مگر بالفعل جو ایک تذکرہ موسوم بہ "جلوہ خضر" لکھا ہے اس میں اس مصالحوہ نے بہت کچھ مدد دی اور مدد دے رہا ہے۔ جلد اول (جلوہ خضر) زبانِ دہلی کے باب میں تمام اہلِ علم و ادب کا کھٹو کے بیان میں غیرتِ اختتام ہے اور جلد سوم متعلق بحثِ زبانِ اردو نے حالِ جو اگر نئی اصلاح سے جلوہ پذیر ہوئی ہے۔ اور جلد چارم میں تذکرہ شریائے تمام ہندوستان ضلع ضلع احمدیہ، شہر شہر، قریہ قریہ علیحدہ کر کے اور ان سب جملوں میں ..... یہ تذکرہ ایک کشمکش ہے مگر میں نے ابھی تک اس تذکرے کو شائع نہیں کیا ہے میں نذر کر جب سب جلدیں چھپ چکیں تو مینا کا دل کی نظر سے گزرے۔ اگر سب جلدیں نہ ہوں تو دہلی اور گھنٹوں کی جلد ساتھ ساتھ ملنا چاہئے۔ جب سلف ہے۔ یہی سبب ہے آپ لوگوں تک یہ تذکرہ نہیں پہنچا صرف اپنے ہوا ایک عزیزوں کو دیا گیا ہے۔ ..... بہت جلد تیار ہوتی ہے۔ تو میں دوڑوں علیحدہ دوڑانہ خدمت کرتا ہوں حط

حیث بہان سخن گر بسخندال ز سہ

اس سوسن جو آپ کی نظر سے نہ گذرے، بھول دی جو ہمیشہ بٹھیں، بھلا میں اپنی تحقیق پر قسم کھاتا ہوں کہ جو خالق مجھے خدا نے مطلق کیا ہے، اُس دوسے اس وقت جناب داغ دہلی میں ادب جناب امیر لکھنؤ میں اس پایہ کے ہیں جس پایہ کے میر دیرزا، ذوق، غالب، نصیر دوسن، اسحق و آفتاب، امیر دیراسی، رشک و برق، تجر و تیرہ ہو گئے ہیں، اس وقت اگر استاد مسلم الشیراز، مجتہد سخن دہلی میں پڑھا جائے تو داغ ہیں اور لکھنؤ میں امیر۔ ان کے سوا جو میں وہ شاعر ہیں۔ میں تو پہنچی کہ کہتا ہوں دوسروں کی تحقیق کا حال میں نہیں جانتا۔ ادب بعد میر دیرزا کے دہلی و لکھنؤ میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے کہ ایک ایک ..... خدا کے فضل سے میرے وقت میں بھی یہ دونوں صاحب موجود ہیں۔ اب آئندہ کی خلا جانے۔

میرا دیوان جو آپ تک نہیں پہنچا اور اس کی شکایت آپ نے عزیز عہدہ ششم سے کی میرے سزا بکھول پر گھر  
وہ کسی قابل بھی نہ ہو۔ اے اگلا کتاب و آواز کو فائدہ فرازی منظور ہے قریب بہتر میرے دو دیوان چھپے ہیں ایک صغیر و  
جس کو چھپے ہوئے قریب بیس برس کے ہوئے اور دوسرا صرف مشاعروں کی غزلوں کا دیوان موسوم بہ غزلانہ جو چار  
پانچ برس ہوئے کھنڈ کے زمانے میں چھپا ہے پہلا دیوان تو میرے پاس نہیں ہے مگر دوسرا دیوان سرکل خدمت  
ہے اور سزا اس کے اے دیوان جو میں اسی کی چند غزلیں لکھ کر بھیجتا ہوں۔ ان کے حسن و قبح سے مطلع کیا جاوے  
اے ایک شہسوار موسوم بہ "غزلانہ" فارسی میں جاتی ہے۔



ہوتا ہے۔ کیونکہ تمام دام کا حساب لکھا ہے گرایسے مقام پر تنگہ کا حساب لکھا ہے۔ اور روپیہ سے کم اس سے ہے کہ اگر روپیہ کو تنگہ کہتے ہوئے تو سی روپیہ میں ملا دیتے نہ کہ روپیہ کے بعد کا وہ جو روپیہ لکھا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ روپیہ سے کم ہے اور دام سے کہ ایک پیسہ کو کہتے ہیں زیادہ کہ نہیں۔ ابو الفضل نے آئین اکبری میں نقود کے اسماء میں سے یہ لفظ داخل نہیں کیا۔ اور نہ بھی حساب میں یہ لفظ دیکھا گیا۔ سوائے اس جگہ کے جو اوپر لکھی گئی۔ اور حضور نے بھی اس کا حاشیہ نہ چڑھایا۔ شاید یہ لفظ عام نہ ہو اور اس ملک کے معاملات میں نہ ہو اس لحاظ سے حاشیہ کی ضرورت نہ ہو سکتی۔ بہر حال مجھے اس وقت اس قدر ضرورت لگی تھی کہ اہل لکھنؤ کا "مہر معین" ایک فقہ ہے برسات سے چلا آتا ہے یعنی بہت دو نیم ہزار تنگہ راجگانے یا رائج گانے اور ایک دینار زر سرخ سلطانی یعنی شرفی اکروں اکبری اشرفی تو صلیغ معد (سات روپے) تھی جس کا حساب حضور نے آئین اکبری میں لکھ دیا ہے۔ مگر تنگہ کا حساب معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے حضور کو تکلیف دیتا ہوں کہ اندراہ ہند گانہ بہت جلد اس سے اطلاع دی جائے اور راجگانے یا رائج گانے کی بھی تحقیق سے مطلع کیا جائے۔ کہ کس لفظ کا استعمال درست اور مناسب ہوگا۔ اور لغت میں تنگہ کے معنی روپیہ پیسہ دونوں کے ہیں۔ غیبات اور برآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آئین اکبری میں دو جہ تنگہ کا روپیہ کے بعد اور پیسہ یعنی دام کے پہلے معلوم ہوتا ہے۔ اب حضور کی تحقیق پر یہ فیصلہ ہے۔

اور اسی فقرہ مہر کے لئے بہت دو نیم ہزار تنگہ راجگانے یا رائج گانے۔ ایک دینار زر سرخ سلطانی کے تطبیق بزرگان سلف نے صدی آخری ہجری میں نقود عام سے گریہ لکھا ہے۔ کہ ایک ہزار رو بہت و پاد روپیہ یا بہت و پچی روپیہ ہوتا ہے۔ اگر توجہ کر کے اس کا حساب بھی ٹھیک کر دیا جائے تو ہم مسلمانوں کی راہ سے واسطے جہاد لید ہو۔ اور حضور کو اس کا جواب ملے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جواب اس حریفہ کا بیٹنگ بھیجا جائے۔ حضور یہاں دیا جائے گا۔ نشان یہ ہے کہ امہ شاہ آباد میں بڑا بھائی مادیات بگرام نزدیک سید فرزند احمد صغیر بکری کو پہنچے۔

صغیر بکری

۲۲ جون ۱۸۸۸ء۔ رجب ۱۳۰۷ھ از آکرہ

# مولوی غلام حسنین کشتوری

(۱)

رد المحتار ج ۱۰

مکرم حضرت ملاذلاکارم زید مجدہ۔

بعد سلام و تحیت آج نامہ ملی مع پمفلٹ کے پیش چا شکریہ یاد آوری کے بعد ہزار افسوس کہ آپ کو فرصت اشغالی ریاست سے اس قدر کم ہے کہ ۵۵ رخصت میں بھی پیدا مسودہ نظر انداز سے نہ گزرا۔ دو بزرگ اپنے میں خاکہ نے تجویز کئے تھے ایک جناب مولوی ابراہیم صاحب بانی مدرسہ احمدیہ آمہ ان کی ملاقات اس قدر ہے کہ خط پر حنا ان سے دشوار ہے۔ دوم حضور جن کی کم فرصتی کا یہ حال ہے دس برسین ۱۰ اور حضرات علما پر سنی و شیعہ ان کے وہی نیلات اور وہی طرز جس کی پوائے سے باب چہارم حضور کو ناپسند ہوا۔ اب فرمائیے کہ میں کیا کروں۔ آج اس خط کے آنے سے میرا خیال جو دیررسی جواب خطوط میں تھا پختہ ہو گیا۔ ۲ دسمبر کو ۴ جزو انتصار الاسلام کے جو چھپ گئے تھے روانہ خدمت کیجئے آج کے خط میں بھی اس کی رسید نہ ملے اور تردد ہے کہ پہنچی یا نہیں۔ مجھے ہزار زبان سے شکریہ آپ کی اصلاح اور ہدایات کا کرنا ضرور ہے جن پر عمل درآمد کرنے سے میں بہت سی جملانیوں سے بچوں گا۔ البتہ اس کے لفظ مجھ سے بڑھے نہ گئے امید ہے کہ پورا پورا حضور تحریر و قرائتیں۔ میرے پاس ایک تاریخ الفضا صفحہ مطبوعہ الجواب قسطنطنیہ ۱۳۵۱ جو زبان فرنگی سے ترجمہ ہوئی ہے اس کے صفحہ (۱۳۵) میں حکیم میر حسن کی لائق میں درج ہے وکذالک یكون السی معیلة عند امور ذیلہ عند اخرین ملک العجم یتزوج الرجل منهم بنہ بلا نکاح و ذلک موافقہ عند ارباب۔ اور اپنی مذہبی تاریخ اور حدیث میں بھی مثلی تفسیر کیرونیہ کے اس کا ذکر ہے اور حدیث میں بھی۔ اسی وجہ سے مجھے شراہ منقولہ کی زیادہ ضرورت ہے۔ آپ کی رائے نہایت قوی ہے کہ اس مسئلے کا ذکر انتصار میں چنداں ضروری نہیں ہے مگر سبب ہم تحریم عورات نسبیہ کہ عقلی منافی سے بھی ثابت کرنا چاہیں۔ آخر پھر ہم کو کیا کرنا ضرور ہوگا۔ آج نہیں تو کس ہی مرحلہ پیش آئے گا البتہ شک گریز کریں گے۔ انگریزی عبارت کا حاشیہ پر ہونا بلکہ ساری کتاب کا ایک کالم انگریزی ایک اردو میں ہونا ضرور ہے۔ مگر مجھے تو یہ بھی امید نہیں کہ جس قدر چھپ رہی ہے اسی کا بار مصارف مجھ سے اٹھ سکے۔ اگر خریداری میں کمی کی ہاں اسلام ایک ہزار جلد کریں جب بھی میں سب کچھ کر دلی سے



## کریماں را دست نذر دم نیست خداوند این نعمت را کرم نیست

بار جزہ انتصار کے اور بھی قریب پہنچا دی گئی ہیں۔ ۳۱ دسمبر تک امید ہے کہ ملاحظہ حضور میں پہنچا دیں گا۔ ضروری اور بڑے بے گھر مسکن ڈاکٹروں نے خواہ کیمسٹ یا ملنے جیالوجی اور فزیولوجی ڈاؤن جی اور جی ایک تاسی و فیرو ویرو اب طے کر چکے اور اصلی دلائل کی خواہ ہماری شریعت کے خلاف ہو چناچہ یہ مسئلہ انسانی قریب کے رشتہ داروں سے نکالنے کے لئے جو اس کو طے کر دیا ہے ہماری شریعت پر اس تحقیق جدید سے بھی پورا کلمہ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ بھی اہم مسائل سے ہے جس کو ہم تحقیق متبع سے لکھنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹروں کا طے کرنا ہمارے واسطے کوئی دی آسانی نہیں ہے کیا اب سب سے ہم قطع کر دیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ حضور اُن دلائل کو جو ڈاکٹروں نے لکھی ہیں مجھے تحریر فرمائیں خواہ کوئی کتاب لکھے مرحمت فرماتا کہ یہ خود ہوں۔ قصداً اسلام کا موضوع بحث تو یہی ہے۔ مگر۔ اگرچہ تاسی سے مگر اسلام کے پرورش میں جو مجھے لکھنا ضرور ہے اگر میری کتاب میں غلطی رہی تو کیا آپ پر اس کا الزام منظر وحدت اسلام نہ ہوگا۔

۲۰ اکتوبر ۱۹۹۹ء

الہذب غلام حسنین

(۲)

بنام مولوی حبیب الرحمن خان

السید الکبیر والجر الخیر ادا م اللہ عیدہ۔

بعد تاویہ تسلیم رحمتہ آج انتصار نامہ بحراب عرفیہ خراجت کے آیا اور دی یوم جناب مولوی محمد براہیم صاحب ہتھم دہسید احمدیہ کہ کا خط مکتوب اصلاح بعض فروگزاشت کے جو مجھ سے مسئلہ حقوق والدین میں ہوئی ہیں جو باب ہزردہ انتصار نامہ کا ہے پہنچ کر میرے زخم آئے بلکہ کامریم سیاہ بن گیا۔ جرد حوال باب سکاں باخو ہزری و۔ فخران حضور کی خدمت میں نذرین اصلاح۔ مانہ کر چکا ہوں امید ہے کہ شرف ملاحظہ ہوا ہو۔ اب مجھے ضرورت ہے کہ چند امور ضروری کی گزارش کروں۔ میرے علم اور کمال کا مشہور جو کچھ ہو کر میں ہمیشہ محتاج مشہدات اور اصلاح کار ہوتا ہوں۔ اور کبھی اپنی کتاب پڑھنے ناز نہیں سے ان میں کا غر ضرور ہے کہ میں ان کا مطالعہ اپنے خیالات کی خواہش اصلاح کرتا ہوں (۲) انتصار الاسلام ایسی کتاب نہیں ہے کہ نہ میں خواہ کوئی اور بڑا متبحر عالم اسلامی اس کو لکھ سکے۔ لہذا مجھے واجب ہے کہ جو کچھ میں مکتوب اس کو اعلیٰ علم منظر اصلاح دیکھیں اور میری غلطی کو عرض ہمدردی اسلام سے۔ رفع کریں تب وہ کتاب مشہر کی جائے ورنہ بزرگ شہر ہو۔ چنانچہ جس قدر مسودہ طیار ہے اس سے اجزا پہلے ملاحظہ میں تو اب سید علی خاں صدر رئیس فائزہ جو کہ مجد انتہاء علوم اسلامی اور علوم جدیدہ سے بھی کسی قدر آگاہ ہیں پہنچایا اور ان کے پسند کے بعد اب جا بجا دیگر علماء نے خدمت میں بھی ردائے ذکر کیا ہوں۔ آپ کی اس سچے مطبوعہ مدو اندوۃ العلماء سے مجھے پوری امید ہوئی کہ آپ ضرور میرے مسودات کو ملاحظہ کریں گے۔ اور فروگزاشت پر مجھے متنبہ بھی کریں گے۔ چنانچہ آج وہ امید میری پوری ہوئی ضرور مجھے آپ سے تعارف ظاہری نہ تھا غریہ کام اسلام کا ہے اس میں ظاہری تعارف کی کچھ حاجت نہیں۔ علمائے اسلام پر شیعہ اور چاہے اہلسنت خلا سب کو توفیق دے۔ میری ناقص رائے میں کمتر ایسے بزرگوار ہوں گے جن کی مغربی اصول جدیدہ سے اطلاع بھی ہو۔ مجھ سے اکثر بحث ہو چکی ہے فرماتے ہیں کہ ہمارا علم کلام قدیم کا ہی ہے کل شبہات

کے رافع کرنے میں۔ ہزارا فرس اب کیا کہوں جس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اصول جدیدہ کس چڑیا کا نام ہے اور اپنے خیالی  
عم کلام سے سب کو رو بھی کر رہے ہیں۔ دوسرا نقصان یہ ہے کہ اگر کوئی عالم کسی شبہ کا جواب لکھے گا پھر اس کو دہی آسانی  
کے برابر سچا خیال کرے گا گوئی غصہ کھینچا ہی غلط جواب فرمائیے ان علما سے کیا امید ہم کر سکتی ہے۔ جن اصول پر  
لاکھوں فلاسفر کمیشیاں کر کے اور آئیں ہیں بحث فحش کر کے اُن کو قائم کر رہے ہیں اُن کو ایک دلم صدرِ خون کا رد کرنا کیا  
شاید سمجھ بھی نہ سکے گا۔ اسی نظر سے خاکسار کم مایہ اور بچہ دانا بحث آپ ایسے حضرات سے بیزار ہوں اور انکسارِ عزتِ ارشاد  
کر رہا ہے کہ میرے مسودات کو بنظرِ اصلاح ملاحظہ فرمائیے تب جا کر اُن کو شہر کر دوں اور میں سرگز مدہی اس کا نہ پہل گا۔  
کہ مجھے قابلیتِ اقتدار الاسلام کی تصنیف کی جلا امتداد کا برہنہ مل کے ہے۔ اختیارِ وسیع دہی یا نہ دہی آپ ایسے  
علما جن کو میرے نزدیک اصولِ قدیمہ اور جدیدہ سے استیناس ہے میرے اصلاح مفاسد پر ضرور توجہ فرمائیے اور  
نیز اور حضرات جن کو آپ قابل اس کے جانتے ہو اُن کی بھی اصلاح سے مجھے خرت قلبی دیکھے۔ میری غریب سے ۱۲  
نومبر کو ایک جلسہ علما اور اسکھنوں میں اسی فرض سے ہو گا۔ جو فرضِ نتہاد کی ہے۔ اُس کی رد واد سے آپ کو اطلاع  
دوں گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ تاریخِ یورپ سے جو سیوں کے انحالِ حجاب چہار دہمہ انصاف میں حدیثِ امام جعفر صادق  
سے درج کر چکا ہوں اُن کا ثبوت پورا دیا جائے ورنہ وہ معنوں خارج کر دیا جائے۔ نہ چشمِ مولوی کراست حسین صاحب  
بیرِ شریٹ لا سے بھی یہی درخواست کی ہے۔ مگر یہ ہے کہ آج ابک اسلام کی مجدد کا قہ میں ہونا چاہیے یا فردا کسی  
دشمنِ اسلام کا۔ والسلام مع الاکرام۔

غلام حسینی

۳۱ اکتوبر ۱۹۹۹ء بنارس

(۳)

- مولوی سید الرحمن خاں شریفی

جناب معین الاسلام والمسلمین ادام اللہ وجوہہ

بعد تہیتہ و سلام۔ آج میں نے جو بلند اور جبری شدہ روانہ کیا ہے اُس میں نیچر شکن جو نظائر و دہی ہیں اور اہل  
سے زیادہ فراہم ہو سکتے ہیں۔ مگر بڑی خرابی متکلمین قوم نے یہ ڈالی ہے کہ حرقِ عادتِ بادل معجز نما کے محال کہتے ہیں۔  
ایضا اگر کثرت سے حقائقِ عادات کا ظہور ہو۔ معجزے کی وقعت باقی نہ رہے۔ اسی وجہ سے میں نے عجائب و انفات  
کو داخل نہیں کیا ہے اور مضطربوں۔ اگرچہ میں نے تمدنی کی شرط کی ہے یعنی دعائے نبرت با دعرائے تصدیق ہی کر کے  
خارقِ عادت معجزہ ہے۔ اور بدولِ تمدنی کے معجزہ نہیں ہے اور یہ قیدِ معجزے کی تعریف میں اجماعی متکلمین اہل اسلام  
ہے۔ اگر یہ قید ملحوظ رہی تو شاید متکلمین کی مخالفت میری تقریر سے لازم نہ آئے اور روزانہ خوارقِ عادت بلا تعدی  
ہر نے سے فقط انہماقِ قدرت اور امتیازِ باری تعالیٰ شانہ کا ثابت رہے۔ آپ بھی پورا غور فرمائیں ایسا نہ ہو کہ آٹھ  
پڑے اور معجزہ ماننے سے جاتا رہے۔ مثلاً مباہلہ زمانہ موجودہ میں جس کی اجازت ہم کر اثباتِ حقیقتِ دینی تمدنی میں ہے  
وہ بھی تمدنی میں داخل ہو گا یا نہ۔ جناب مولوی حیدر علی صاحبِ معصفت شہنشاہِ سکلام نے دہلی میں ایک رسالہ چھپوایا  
تھا کہ مباہلہ اہل اسلام کو حرام ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نیچر شکن اور جس قدم ثابت کریں گے۔ خوارقِ عادت کی کثرت

مذہب ثابت ہوگی۔ - با محنت نفسانی کے، عاملین میں سرسبز ہی داخل ہے اور بخیر و جوب کفائی میں نے کچھ کہا تھا مرہ۔  
ثابت کرتے ہیں کہ ہمارا نفس بعد ارتداد بھی وہ اثر نہیں پیدا کر سکتا ہے جو بدایہ یا خست انبیاء و اہل بیت کرام کرے  
ہے۔ مگر بسند کسی پر وضع ہے جس کو یا خست نفسانی کچھ ہوتی ہے مام بد خاص لوگوں پر اس کا ثبوت ربانی ضرور  
ہے۔ آج میر میں خوشامد کی باتیں کرنا ہوں کہ نئے آپ کی یاقت فعلیہ پر پورا بھروسہ ہے ورنہ علمائے موجودین ہرود  
فرقہ جس سے مجھے کچھ بھی تعارف ہے ان سے مجھے اس قدر اتھار و اسام کی اصلاحات کی نہیں ہے۔ وہی فلسفہ بیان  
شرور سے صاحب کو میں غلط بحث و تباہوں بدل اور مضطرب کے سوا دیگر کچھ برہانی علوم بالکل ہم سے بھڑک گئے  
تمام حجت و دعوات علم نے مجھ سے سارے طبعی شفا کے اور متناظر اقلیدس سے پڑھی ہے۔ آپ کا وقت عزیز بہت  
ناتھ ہو گا مگر محمودی ہے کیا کروں سے

کس کو دھڑلے سے دل کے داغ پڑ گئے ہیں چل چل کے

طوان اور جملہ اسلام برادر یہ غفلت علمائے اسلام کی یا اللہ - والسلام

غلام حسنین

(۴۱)

بنام مولوی صاحب الرحمن خالص حب

ملاذ کرم ذوالحجہ الامم زہر محرمہ -

اور ہم ملکہ دقلبی لیکم۔ مسئلہ نکاح و نوزان نقد مجرکس میں تاریخ انصاف جس کو ادیب ادیب اسید  
عبداللہ آفندی صحری نے زبان فرنگ سے ترجمہ کیا اور مطبع الجواب قسطنطنیہ میں سن ۱۳۵۵ میں چھپی ہے برادر  
۱۳۵۵ تاریخ برصغیر فیلسوف - خان ناں احمد متزوج الرجل منہم بختہ بلا لیکر و ذلک موبقہ  
مومنان - اور ظاہر ہے کہ مراد ہم سے دبی جو حسن نزدشت پرست لوگ ہیں اب اور ڈارین میں بھی ضرور مل جائے گا  
آپ بھی تلاش کریں۔ بعض اہل اجل اجاب نے حیدر آباد سے لکھا تھا کہ اس کو معنی معنوں حدیث کو تاریخ سے ثابت  
کرنا اہل اسلام پر فرض ہے۔ - دوسرا اعتراض ان کا اقسام محبت پر تھا کہ محبت کے اقسام نوہ (جس پر بنائے متدل  
سبب سیوم باب ۱۳ کے ہے) بھی مثلاً ثابت کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ امر یہی ہے عقل معمولی بھی اس کو مانتی ہے۔ تاہم  
معلم اول اور مصلو نے اقسام اولیہ محبت کے تین قرار دیں۔ احد عاشقنا، اقراۃ و ثانیہا المبل للالاف، و الثانی  
محبة الاحسان۔ اب ہم ان انواع سے امانت بنا سکتے ہیں۔ چوں کہ صلاۃ تک سودہ حضور نے آج تک واپس  
نہیں فرمایا اگرچہ میں نے گزارش کی تھی کہ اب کاپی لکھنی شروع ہو چکی لہذا میں نے پہلا باب ارادی اور مطلق انسانی  
کا قرار دے کہ کاپی لکھوائی۔ آج سے انشاء اللہ چھپنا شروع ہو گا۔ میری رائے یہ تھی کہ اگر یہ کتاب مدارس اسلامیہ  
میں لڑکوں کو سبقاً سقا پڑھائی جائے یا کہ اسکول اور کالج کے طلباء کو بعد اسپیچ کے سنائی جاتی شاید آپ کا مطلوب بہت  
زیادہ تر کسی نیشنل شہود ہوتا۔ مثلاً ریاست بھوپال کے مدارس خواہ رام پور حیدر آباد وغیرہ۔ ایضاً اور جس قدر مدارس  
اہل اسلام کے جاری ہیں ان کے ہاتھ اور مدرسین کو اس کی ترویج پر آمادگی ضرور تھی۔ مگر یہ امر بدول اس کے کہ علمائے

فریقین آمادہ نہ ہوں دونوں فرستے مسلیں میں ہرگز نہ چلے گا۔ خدا بابر سے اتفاق باہمی کو جب مجھے آپ سے اور آپ کو مجھ سے شک ہے۔ اب فرمائیے اسلام کے اتفاق کی گردن پر ہماری پھری پل رہی ہے۔ دشمن پرونی کے حربے کی حاجت کہا ہے  
 علاوہ ہر اہل علمائے اسلام متقدمان و کس نظامی کا جب یہ عقیدہ ہے کہ ہماری یہی تحصیل زد و آمد ملنے اور شروع سلم تا قیامت ہم کو جمیع شہادت کے رد کرنے میں کافی ہیں چنانچہ مجھے ایک بڑے مجتہد صاحب لکھنوی نے ٹرے دعوے سے ارشاد فرمایا اور تقریر مولوی حافظ شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی مکتبہ رد و ادائۃ العلما علیہ السلام میں بھی ایسا ہی دینی ہے  
 پھر ہم کو عام سے زیادہ علمائے اعلام کے خیالات کا درست کرنا مقدم ہوگا۔ مجتہد صاحب کے جواب میں حارج مہمانی کا مسئلہ جو پہلے استعمالہ خرق و اتیم نے ناممکن کہا جاتا تھا اور اب سبب نہ ہونے ہوائے قابل تنفس کے بموجب تحقیق جدید اس کے جواب میں شریعت مفاد نسقی اور تجرید روشنی خود علامہ علی حواہ ساہووارہ اسلام لونی بکار آمد نہیں ہے۔ اتق المبین منہب اب ایماضات جی پڑھ لیٹے۔ ہر حال آپ کو خدا کے دزد ملے بھروسے پر اس نے انبا مبین اور زود بازو تجویز کی ہے امید ہے کہ میرے خیالات کو آپ جی محبت اسلامی سے جانچ کر زور و زنج انتصار الامداد اور رفع نقائص و افلاط بشری پر توجہ کریں یہ بھی منظور ہے کہ بنائے مباحث انتصار و لائل فی یہ ہے کہ صاحب کاملہ اصول تصنیف اور استقرار ناقص پر ہے نہ لیا ت پر۔ زیادہ والسلام

غلام حسین

۸ نومبر ۱۸۹۹ء بارکس

(۱۵)

نام سیدہ انتصار عالم

دامت الاعلاکم

بعد سلام خط آیا۔ اعجاز خروئی کے پانچ رسائلے میں سے۔ سالہ ادن کی شرح میں نے گامی اور ہر فرستے کے دو خواہ چار معنی محض اپنے فہم ناقص سے درج کئے۔ مگر اصل مسودہ نو کشور کو دیا کہ انہوں نے حاد سنہ دیا تھا طرے روشنی طبع تو برمن بلا شدی۔ حدت دے اس شرح کو بھی طبع سے روکا اور اب دیر محالوں کی ترین کو بھی۔ مگر رسالہ ادنیٰ اجر چھپا ہے اس کے حاشیے پر شاید کچھ میری شرح کا اقتباس ہو لہذا اگر آپ ذل کشور کے جاننے سے مسئلہ اُمٹائیں دفتر مطبع میں میرا مسودہ منورہ پایے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کی فرمائش کو پورا نہ کر سکا۔ امیر خسرو کے حالات جس قدر آپ کو ملیں گے خیر مگر مجھے آپ کی ذاتی معیت سے خوف ہے کہ کچھ لکھوں۔ اس علمی دستگاہ میں ابنتہ اس قدر کہتا ہوں کہ رعایت استہلال (جلت بازی) کے واسطے فقط چند علوم کی مصطلحات فراہم کر لینا شاکر کا فرستے ضرور نہیں کہ وہ ان علوم کو بھی جانتا ہو۔ میرے خیال میں امیر خسرو اور فیضی اور مصنف طاہر و جدید لوگ منشی مذہب تھے عالم نہ تھے۔ معاف کیجئے گا۔ مگر۔ میں نے امیر خسرو کی ایک کتاب سہمی بہ تحفۃ الہند بھی دیکھی ہے اس میں مسکرت اصول اور موسیقی ہند کا باب راگ مالا بھی ہے مگر کوئی حدت نہیں۔ فقط

غلام حسین

بہ راگت ۱۹۱۵ء گذر

# مولوی عبدالغفور شہباز

(۱)

نام سید افتخار عالم صاحب مدرسی

کری۔ تسلیم

۲۸۔ تبریک خط کا موجب آج۔ اسی مستحق کی داد چاہتا ہوں۔ خدا جانے اب آپ کہاں ہیں حیدر آباد میں یا کہیں دکن کش فریق زندہ گئے  
 تھری۔ گمان ہی جڑا ہے کہ اس ملک آپ دکن ہی میں ہیں۔ یہاں اس سے کہ ایک تو دکن کی سر زمین اتنا بڑا دامن گیر ہے دوسرے آپ نے مجھے تو  
 بطور دہن فرمایا ہے کہ جیسے۔ برطانوی امانت فرمائی گئی۔ انگریزی تاریخ آپ کی کیا۔ عامل کا بنی عوبے عودہ کا بنی مزید فرمائیت فرمائیں تاکہ پوری  
 حرج منصف ہوں مایہ تاریخ پر توجہ شک آپ کو انجام دنا چاہئے۔ تمدن کا کج بشری کیا چھپ گئی اگر چھپ گئی ہو مگر ایک کتاب حیات فرمائیں جس کا  
 نہیں آتی تو کیا ہوا ہے کچھ بیان تاکہ کوئی صاحب جس کے چاہت میں وہ کتاب برسیج دی۔ سبرالعامرین کہے ہی آپ کا تعلق ہم قابل ہے کے ہزار  
 دفعہ آپ لا مروتی ادب فرمائیں گے۔ استیانی تعلقات سے تفسیق دیا کا بھی ستیا ناس کھری ہے۔ میرے ایک خدمت منشی سید احمد صاحب دہلوی  
 کئی جہاں سے تشریف لے گئے ہیں آپ ان کی قابلیت سے مزور و افراط میں گئے ہیں قوانین ہندوستان کا نا کسر جان کہنا ہوں مصلحتاً فقرہ تو آپ  
 دکن سے مزور لکھا دمرت ہو تو کہیں کچھ دیکھ کا بھی بند بست کیجئے تاکہ اُن کی شہرت ہوا دکن کے مقاصد کے حصول میں موجب سہولت۔ میرے  
 خاص کر فرماہی۔ سروسٹ ای تدبر افتخار کا ہوں۔ ہر جاہ آئے پر عمل کن گا۔ والسلام  
 خاکسار سراپا نیاز محمد عبدالغفور شہباز  
 گلشن دہستان اورنگ آباد دکن ۲۸ نومبر ۱۹۰۷ء

(۲)

نام سید افتخار عالم صاحب مدرسی

کری۔ تسلیم

آپ کا خط آپ کی جانی کو دے گیا۔ انہی سے اُس کے جواب میں ایک مشورہ ہوئی کہ یہ افتخار کا کرنا دے۔ اپنے عالم کو یہ جاننے نہ  
 دلی۔ چھاگس کے دن چار دیکھی ہی اپنے عالم لا۔ آپ کے نام کے وزن سے انہی نے ایک یہ لطیفہ بھی اعتراض کیا کہ میان افتخار کو لکھ دو کہ  
 اکی استخارہ نہیں آیا جب آئے گا اجانتہ وہی گی۔ فرض یہ کہ ان سے مسجود ہوں۔ امید ہے اب آپ دکن کے جہاں دہلوی طرح صحیح ہو گئے ہوں  
 نے مرتب کیجئے فقیر  
 آپ کا نیاز سندسراپا نگہ کار عبدالغفور دہلی ۲۸ نومبر ۱۹۰۷ء

نام پیدافکر و عالم صاحب درجہ دی

بیان، مختصر اسلام علیہ

تعب بے تاب کر رہی تا واجب طلب ہی امرا۔ جو بھی غریبی نے باؤلا بنا رکھا ہے۔ گھر ہی ابھی نہیں سفر کر گئے تھے۔ وفاداری کی گنجائش  
کی کافی سزا گھر بیٹھے لی رہی ہے۔ سفر ہی سترے گھر کے لیے کیا عزت خدا کے لیے اس وفادار معائنہ نگار جس دست میں یہ کبھی حادثہ نہیں آتا  
کہ احباب بادروہ کی گرم باتوں سے بھی فائدہ اٹھا لیں گا۔ یہ سلام آپ ہی چکے ہیں۔ انہوں نے یہ شائع ہو جانے کی وجہ سے آپ کے احباب میں کچھ شکستہ  
یا شاید کچھ چکے ہوں۔ پھر کچھ خاص اس عنوان سے بلا تاؤ کچھ شک نہیں۔ تعینت ماسنٹ نیکر گئے ہیں کا سامانہ تو کیا۔ اگر بغیر اس حال نہیں ہو بھی تو یہ  
ہاں تو یقیناً نہیں ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے وعدہ بھی نہیں کیا تھا۔ پہلے بہت غصہ کیا۔ اب مجھے زبردستی کر لینے جاتے ہو۔ کچھ بھی کہنے میں چکے  
سنوائی۔ بہرہی تباہ کی تو تشریح کے حوالہ سے اصل بتائی مذاق ہی ڈالنا اور اب مجھے خوش فائدہ ہو گیا۔ آپ کو کو ماب کا۔ جس کا۔ ۔ ۔ ۔  
نہ سے وعدہ پیچھے ہم تو یہ حاق جھوٹ مانتا ہوں کہ خوشی سے مرزا جاتے اور اکتا۔ مہر۔ جگے آپ کی کتنی بھی سے یقین تھا کہ آپ نے جس  
وعدے کو کسی جگہ میں خیال کیا ہو گا۔ لیکن اب جب مجھے خواہ مخواہ وعدہ خلاف کا حساب دیتے تو یہ کہ میں تو یہ جس کی طرح سخن نہیں کہو سلطنت آپ سے  
بہ بھی نہیں رو سکتا۔ میرے دل سے یہ جوں کو زندہ اٹھاتا ہوا ہوا ہوا ہوا۔ خیال کھینچتا۔ امیر کی راہ سے جاتے گا اور وہ ہے نہیں۔ جس کی راہ سے اسے  
مسمم قاتل نہیں مہتی۔ جس سے چھوٹی روکی کو بھی ہوا یا ہے۔ وہی ساتھ جاسے گی آپ کو اگر غنا سو تو علی گڑھ میں ہی کہتے ہیں۔ میں شیف تاریخ روحانی  
سے بشر واقعہ اطلاع سے ملتا ہوں

ملک مسعود رحمان ۶۰۹۰۲

(۲)

م. پ. ق. عالم صاحب اردہوی

کوری-تسلیم

دو نوں خط پہنچے۔ پہلا جواب طلب نہ تھا اس سے جواب میں تاخیر مہرئی۔ دوسرے کا جواب فرما لکھ فوراً ہی میں پینئر عرض کیا جاتا ہے میں ہرگز نہیں چاہتا کہ دوبارہ دہلی کے مڑے مزید دوستوں کے متناہوں ساپ شوق سے تشریف لائے اسلئے وہی دو نوں جوڑوں کو کھل دیا ہے مگر اسے سے بہتر کم از کم دو دھارہ دہلی مجھے مطلع کیجئے تاکہ میں آپ کی راحت و آرام کا سامان پہلے سے کرکھوں۔ یہاں مکان ایک کمرے کے دل میں لے لیا ہے اس میں وسعت نو کافی ہے مگر دس سالوں جو ایک گھر کو کافی آرام کا قلید بنا سکے ابھی تک ہم نہیں پہنچا۔ آپ اور آپ کے عزیز آئیں تو کافی سہارا مان لکھ کر آئیں۔ مکان کا میرا دوسرا دوستاؤں کو ترہ روائگی میں مجھے یاد دہی کہ میری پیشینہ حاضرہ ہوں۔ مہاں آئیں گا تاہم جس جے میں شادمان سے زیادہ اچھا دوستاؤں ہوں آئیں اور دہلی پر لکھوں یہ اسلئے کریں۔ دستکام۔ خاک رسر اپا بنیاد ستہا ہزار

دہلی۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء



[illegible]

(6)

نام سید: نخا عالم صاحب داروری

کرو سید صاحب - قسیم

دوسری سعید احمد کا مضمون دیکھا گیا اور آپ کی تحریک نظر سے گزری۔ یہ خیال میرے دل میں جی و قدس سے تھا مگر ذواتِ زمانہ نے ظاہر  
میں سے کائنات موقوف نہ دیا۔ ایک زمانے میں میرے محذوم اکبر پر اکبر عینِ صاحب گرسے کبھی تھے۔ اس وقت بخیاں اس عنوان سے رہیں کہ: تو  
کران کے توسط سے حکام و ملاقام فرنگ سے تحریک کرانی جائے تاکہ وہ کورن کے عاشق و اثار قدیمہ کو رستہ نہ کرے اور یہ مروتانی  
سے ملے ہوئے مگر یہ خیال بھی دل کا ولی ہی نہیں بلکہ مولوی سعید احمد مگر کیا میرت خیال کے ترجمان نے اور فضیلتِ تقدیم و تمول نے حاصل کی۔ بالی  
تائید میں کی طرف آپ اشارہ کرتے ہیں یہی کہ کر سکتا ہوں جب کہ میں خیال میں تائید میں بعد خود مستقل ذکر کا کتاب جو میں نے نظیر کے حالات میں لکھی  
وہ بھی عربوں سے نہ چھپا سکا۔ مجبوراً اس کا حق تعریف مطلع دل کٹر کر دیتا ہوں۔ اگر اس کا حق تعریف میرے قبیلے میں ہوتا تو شاید آج میں اسے  
خانہ یادگار نظیر کی حوض سے کبھی یادگار نظیر کہہ کر دیتا۔ اب بھی اتنا کہ سکتا ہوں کہ اس کتاب کو بعد از اس حد تک ہندوستان سے صحت و تائید  
آپ جیسے احباب کو خود گرسے نہ رہتے ہیں جہاں سے آسانی سے بہت سے حالات کا نامہ ہم پہنچ سکتے ہیں تو یہی مولود و مولود علی میرت و  
فرمانہ و جہاں تک میرت سے ہے نظیر کی فارسی ہندو زندہ ہی میں نے جس قدر حالات زندہ کیے نظیر میں ان کی رعایت سے درج کیا ہے وہ صرف  
لیک حالات کا نتیجہ ہی ہے آپ یا دوسری سعید احمد سے کر سکتے ہیں اور کثرت سے دل چاہے حالات ہم پہنچا سکتے ہیں اگر خدا فرمائے وہ میرت  
ہاں تو وہ فراموش ہندو باقی میں مثلاً وہ محذوم البصر و پیش فراموشے میاں یا میاں نظیر کے اور زندہ و دستہ۔ دیوان فارسی و اردو نظیر کا  
ہندو دستہ اب نہیں ہوا۔ سنا کہ گویا دیوان کی کسی حالت کے چاہے۔ اس کو کسی تدبیر سے ہم پہنچا چاہئے۔ اگر مولوی سعید احمد صاحب  
اسی کام میں مصروف ہیں تو ان کو کچھ ہر حال میں ترجیح حاصل ہے۔ وہ کہ ہے اس کام کو ہزاروں ہر کام کے شاید ان کی کتاب دیکھنے کے بعد  
چراغ سے چراغ جلتے ہیں کے اصول پر ہیں جس کی اپنی روشنی طبع دکھاؤں۔ یادگار کے باب میں صرف قبر کا جو تراجم دینا اور ج مزار کندہ کر دینا  
کا نہیں ہے۔ اور نہ صرف عام زبان کا خدمت میں یہی مفید مطلب سمجھو جا سکتی ہے۔ سلام، انگریز ایسے احمد ہیں جو دینے کو ہر وقت تیار رہتے  
ہیں۔ صرف تحریک کی دیر ہوتی ہے۔ کیا اگر میں کوئی ایسا کلاٹر یا کثرت میں ہے جو اس میں یادگار نظیر کا پر کسی ڈنٹ مقرر کیا جائے سب سے  
پہلے مناسبت یہ ہے کہ باقاعدہ ایک کمیٹی یادگار نظیر قائم کی جائے۔ بعد ازاں وہ کہیں اپنے اپنے کام لکھ کر پیش کی۔ اعلیٰ حاکم شریک خدمت  
میں ملے جلتے اور اس کے تائید اور امانت چاہیے خیال اور میں ہم وعدہ کی کی خدمت کو مت ہر جب ایچے حال کی سر پرستی حاصل ہو جائے



تو کہہ کر آئے چلا جائے۔ جب کافی رقم جمع ہو چکے تو قیوں کی دوستی اور دوستوں کی تجدید عمل میں آئے پھر کھڑا بنایا جائے پھر اگر مسئلہ  
 حل نہ ہو تو تھیں مزار ایک ہال تمام نظیراں تعمیر کیا جائے تاکہ عاشقانِ نظیراں اور سربلایہ نظیر خلقت عید اور تیرہ ہائے کے موقعوں پر جس طرح پہلے  
 جمع ہوتے تھے اسی طرح پہلے جمع ہوتے تھے انھیں دیکھ کر تھے انھیں دیکھ کر تھے۔ رفتہ رفتہ نظیراں کے ساتھ نظیر کلب گھر بھی قائم ہو سکتا ہے۔  
 جس سے کوئی دروازوں بالائے مشرق کی لائبریری میں متعلق کر دی جائے گی ہے۔ اگرچہ یہ خیال سرورست بالکل شگفتہ جلی کا سا خیال ہے مگر بہت دیر لگ  
 کر بہت جلد تو کچھ شغل نہیں ہے۔ شگفتہ کر آسان نشو و نما دیا کہ ہر سال نشو و نما میں مالی تائید کی قدر کر سکتا ہوں اس کا فیصلہ کسی وقت  
 ہو سکتا ہے کہ رابطہ کمیٹی یا کارکنان کا کام ہو اور باقاعدہ چندے کی فروگردش میں آنے والیوں سرورست اجماعاً کہہ سکتا ہوں کہ انہی توفیق کے موافق  
 جو بڑے کے لئے الگ چندہ دوں گا۔ اور مزار کے لئے الگ۔ کھڑے کے لئے الگ۔ نظیراں کے لئے نظیر کلب گھر کھینچ لگ نظیر لائبریری  
 کے لئے الگ۔ لائبریری کے لئے بھی کچھ کتابیں بھی دے سکتا ہوں اور اندازہ چلتی ہوئی گاؤں کا حق تعینت بھی کیٹی یادگار نظیر کو ہر کر دے  
 سکتا ہوں۔ یہ سب باتیں میری تھی بعد دی اس معاملے میں کافی خیال کی جائے گی۔ والسلام

حاکم امرا پانیانہ محمد عبدالغفور شہباز اورنگ آباد دکن - ۱۹ جولائی ۱۹۰۹ء

(۸)

نامہ مولوی صاحب اورنگ آباد صاحب شرفانی

میری خدمت میں۔ دینک سلام و رحمت اللہ وبرکاتہ۔

ادھر کی عنایت سے آپ کے ہفتے چند لوگوں کا انعام سے الاملا صلا آپ جو میں نے آؤں۔ مگر ہر امر وقت پر موقوف ہے۔ یہی  
 ارادہ ہی کہ رہا تھا کہ لکھنے سے تیار آیا۔ جلد چلے آؤں۔ ایک ذرا بے چلن اور قدر تم سے فنا چاہتے ہیں۔ وہ کوئی اچھا عہدہ تیس عنایت کرنے والے  
 ہیں سے لگے راگر کوئی برسر آید۔ نہ شادی پر جہد کا ہی اتنا ہے است۔ میں معلوم نہ عہدہ کیا ہے اور وہ نواب صاحب کو ہی پر مگر اپنی  
 حاجت بندی کی دوسرے عہدہ چاہتا ہوں پر سون جہدات کہ نقد نہ ملے گی ہے لہذا کچھ دنوں کے لئے میری ساعزی معروض تفریق میں جا پڑی ہے  
 یا رہائی صحبت باقی میں ان پانچ دو دنوں کا بہت شکر گزار ہوں جو آپ سے زیادہ کرم عہد صاحب کے کتب خانہ سے کھوا کر بھیجے ہیں۔ اب میرا  
 دیر چار عہدہ اکمال مکمل ہو گیا۔ گردنواں ابھی تک نامکمل ہے۔ اخیر رہائی میری کتاب میں یہ ہے۔

میں ختم دفاع نے بدل کام دی ہوش دہل جاں را برنگارم و میں

ختم جہاں دوست گرامی داری میں ددو جہاں دوست نہیں را دہی

آپ اپنی کتاب کو دیکھ کر کچھ اندازہ بنا سکتے ہیں کہ میری کتاب کے کتنے درحق خالص کرے ہیں۔ کیا بات میں کرن کی سادگیاں ہے۔ کیا نہایت  
 اکمال کا نسخہ بھی ہے۔ یہ باخوش دیوان ہے یا انہیں چاندوں سے منتخب کیا۔ میں یہ حضرت سلطان سید الامام کا مرقعہ یا کوئی اور ایسی نظم بھی  
 جس سے اہل کے مقبرہ فنیہ کے جہد لکھے جانے لگاں جو۔ تو یہاں آپ کے یا کہ کوئی کوئی میں غرض تو میرے پاس ہی ہو جہد ہے۔ ترائی اسعدین  
 چھپ گئی ہے۔ ہر جگہ ملتی ہے۔ نہ پہر کا نسخہ میں نے نواب احمد سب خان کے کتب خانے میں دیکھا تھا۔ جہد عنایت نقل لے لی ہے  
 پوری کتب میرے پاس نہیں۔ شگفتہ نامے کی صورت میں دیکھی۔ جہد جہد تدریس و تالیف میں اشارہ کیے ہیں خضر خانی دول رانی (میں)  
 کو قطعہ بھی کہتے ہیں اندازہ شخص خاں کا شہرہ میری دیکھی تھی غرض سب سے زیادہ اشیائے تعلق نامے کا ہے۔ اگر آپ کے پاس ہر تہ مطلق فرما

ہر نئی کتاب، نئی چیز، نئی چیز پر سب آج اس طرح کے ساتھ روانہ ہوئے ہیں کہ میں جلد فیصلہ کر لے دوں شاید مجھے فرصت نہیں رہے گی... اگر کہیں ذکر ہی ہو گئی تو ترجمہ کے لئے شاید مجھ میں مشکل وقت نکال سکوں گا۔ مگر آپ کے شعروں نے بہت مزہ دیا وہ سبھی تو کہاں گئے انہماک، شک، پروردگار، ہذا و شاعر، اسی عرض کر رہی ہوں۔

بہتر از برج شرف بیت حبیب      فدا شدن بر دوزخ و عذت بی بی  
سر طرب، بزمے مکرر و عقل او      عقل آراء و حق انفرادی بی بی  
خاک و سلا یا نیاز سبب نیاز      وطن - مریض شہداء

# سید علی حسن خاں

(۱)

نام مرزا داود اعظمی آزاد

مخدوم الملک مرزا

غیر مسلم۔ پہلا پرچہ امداد جب مر سے پاس پہنچا تو نے اختیار دل چاہا کہ سب سے پہلے میں اس کا زیر مقدمہ کروا دوں  
اس کے متعلق کچھ مضمون سید نے وقت رجبی خلیفہ العزائم بعض مکروہات و ملامتوں کی وجہ سے بری یہ آرزو پوری نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ  
امداد میں طلب راستے گئے۔ ان مضمون شائع ہوا اور چند و نشان کے اطراف و جوانب سے خطوط پہنچنا شروع ہوئے اور ان کے اندر  
شائع ہوئے غریبوں سے ہیں ان وقت میں اسے اردو میں نام رکھا اور یہ بھی لیا کہ کل امر مرزا۔

نہ اکابر سے کہ خوش قسمتی سے اب مجھ کو اس موقع ملا کہ اپنی ویران زمین آرزو کو پورا کروں و اللہ ولی السوفین۔ اس  
اہل کی توجہ پانچواں غرضت نہایت آگے شش امداد کے اور خفاہہ غلطی کے ساتھ مجھے بڑھ کر کون متفقین اور متقدم الحیااں ہر سال سے  
میری ناچیز تالیفات اور خصوصاً المدینہ فی الاسلام کا سورہ جواب چھپ کر شائع ہو گئی ہے اور جس کی ایک جلد بطور ہدیہ بھجوا کر  
ہے آپ باہر مضامین شریف جس کو تقریباً دو برس کا عمر ہے جسے علامہ فاضل کے میں اس میں سے کتاب و سنت ہی کے ذریعے نام بھجوا  
دکھانے کی کوشش کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ کتاب و سنت کے عمل یا ترک عمل پر مسلمان کی ترقی و تزلزل اور زندگی و موت کا انحصار ہے  
یہ مقدمہ سید سچا سنگم یعنی ہے کہ مسلمانوں کی قومیت کا دار و مدار صرف اسلام پر ہے۔ مسلمان جب تک کتاب و سنت کو نہ دے  
زور نہ بخاتہ اخوت مجھ کر بلکہ ایک عمل، فاعل، تباہی اور بدستور حمل زندگی مجھ کر مضبوط نہ کر لیں گے نہ ان کی اخوت و رست ہو سکتی ہے نہ دنیا میں  
زور بھر کا مباحی ہو سکتی ہے۔ افسوس ہے کہ یورپ کی دورنگی و تہذیب اور عقل غریب آدمی ترقی نے مسلمانوں کو ایسا مسیحا بنا دیا ہے کہ  
من المسلمین دیکھ کر نہ صرف وہ اپنے قومی محمد و اعداؤں کے اشتباہ سے دور جا پڑے ہو بلکہ اپنی قومی خصوصیات اسلامی شعائر اور قانون  
و تالی کے حکیمانہ طریقہ عمل سے بے خبر ہو گئے بلکہ یورپین تہذیب اور تمدنی ترقی کی پاک و مکمل دیکھ کر ان کی آنکھیں ایسے چند حیا گشتیں کہ وہ  
خا بری ٹیم نام میں چھپ کر یورپین تہذیب اور ترقی کے ہاتھ میں گھسنا بن کر رو گئے۔

نہ صحت زد دنیا زدوں کی نصیب مظهر قوم فنی یہ کمانی بہر تندر کمال داری

کاش اس سے توجہ حاکم برہنہ مسلمان ہی نہ رہتے تو شاید ان کی چند روزہ زندگی کچھ سوز جاتی اور کچھ کام کے کرمی بن جاتے۔ غضب

دعویٰ را ہونے لگی۔ کہ یہ ہشتیناں رشہ و ہدایت کی لمبی کوئی ادا اسلامی شان کی جھلک سے جسے جسے بہت کم نظر آتی تھی۔ ان کی تمام تحریر و تصویر اور نقاش و انکسار میں سوائے قدسی اور فنی و برب کی داستانوں کی تزیین کے ذکر کے کتاب و سنت کا نام نہ لگتا۔ یہیں تک تھا کہ مرتبہ و کلام میں داخل ہے اس کا لازمی نتیجہ جو ہرنا چاہئے تھا وہ ہوا۔ عام مسلمان پبلک زمانہ کی قانون کو حوالہ دے رہا ہے، ہوتا ہے۔ یہ شخص قابل ادب و ادبی کتاب کچھ کہہ کر اپنے روزانہ اعمال زندگی میں اس سے بچتا ہوا ہونے لگا۔ ورنہ یہی معاملات میں اس سے کچھ فرقہ راز نگاہ۔

جو خاندان علوم مذہبی سے بالکل گورے تھے ان کے ذہنوں نے جب ایک کھل کر یہ کارخانہ دیکھا تو انہوں نے اسلام کو ایک بڑا پیشہ و زیادہ سے زیادہ ایک پیشہ و پیشہ جان کر اور سعادت مند کی کو ایک کدہ پر دیکھ کر اپنی کتابیں ..... ایسے علمی جمل و مضامین کے تاریک زمانہ میں اور ایسے پر آشوب و فتنہ میں بچہ راستی و کذب اخلاقی جرات و بدگامی، حق و باطل اور ترقی و تزلزل کے سبب میں تیز کرنا مشکل اور بہت مشکل ہو گیا ہے۔ زبانیں دراز اور دست عمل کوتاہ ہو گئے ہیں۔ خطا و محال نے قومی ترقی کے لہلہاتے ہرے بھرے کھیتوں کو مار کر بھاڑ و برباد کر دیا ہے، اللہ مال جیسے سراپا امام یگین کا قومی اخلاق پر اثر و رحمت بن کر رہا اور ہر محبت و قدرت کا ایک عظیم ترشہ نہیں تو کیا ہے۔ بارش کے ساتھ ہر اکا زوہ بجلی کو چمکاتے ماروں کی گنت ہو کر کوئی غیر متوقع امر نہیں ہے سنا زک مزاجی، کمزور طبیعتوں، مظلوم ناسمجھوں کو۔ عد کی آواز اور بجلی کا پاک کسو ہی ناگوار ہو گیا اس کی قدر و قیمت ایک ناکت زدہ شکستہ لب کسان کے دل سے پوچھا جاتے ہیں کہ جس کی کھیتی پڑی کھیت ہی نہ ہو اور راتوں کو وہ بار بار اپنی جھونپڑی کے دروازوں سے آسمان کی طرف حسرت و امید سے نظر ڈال رہا ہو کہ اتنے میں دفعہ آسمان کو کن رہا آسمان کے ایک جانب بجلی جھلکی تھوڑی دکھائی دے۔ یا ایک شہ جگہ آروند وصال سے پوچھا چاہتے نہ کہ ایک چرچہ سنس اور سراپا شناسی بھرے دل سے اٹھ اٹھا اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ کر دعا کرتا ہے۔

پہٹ جائے ہیں وہ بجلی کے در سے الٹی یہ گھٹا کچھ دن تو برے

خدا کرے کہ اسی بجلی کی طرح یہ عدد برق یعنی اللہ مال کا لب و لہجہ بھی بھائے ناخن نگار ہونے کے دم کے پچھڑے ہونے والوں کو آپس میں ملائے اور روحانی وصال کے حاصل ہونے کا فریاد ہو جائے۔ قوم کی سگھٹی سگھٹی یہی لہجہ اٹھ اور ہماری قومی عزت کا سو کم فصل بہار سے تبدیل ہو جائے۔

بہار رفتہ پھر آئی تری نماندہ کو چمن کو میں قدم نے ترے نہال کیا

وفا ذابک علی اللہ العزیز

اب اخیر میں اس مضمون کو اس اسناد پر ختم کرنا ہوتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اللہ مال کے اوراق میں اضافہ کیجئے اور ترشہ زبان آپ حیات کو سراپا کیجئے۔ ایک پرچہ آئے کے بعد دوسرے پرچہ کا ہفتہ بھر ویسا ہی انتظار رہتا ہے صبر کیا ایک روزہ دار کو دست افشاں کا۔ سلام مع الاکرام!

خاکسار علی حسن - ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۲ء

یہ حسین بگرمی

۵۵۰

۲۱ نومبر ۱۳۰۶ء  
مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۲۲ء

آپ کو درپیش یہ مسئلہ ہے کہ اسے دیکھتے ہیں  
آپ کو درپیش یہ مسئلہ ہے کہ اسے دیکھتے ہیں

لو بعض حالی  
 نیک رو بکار نہ آغا تہ میں مغفوت ہے۔ ملاحظہ سے معلوم ہو گا کہ انبات فرمائیے حکم کی تعمیل نہیں ہوئی اور ایک سبھی  
 کو نقل شدہ جو صاحب کی چوب کے نام کی نقلی مغفوت ہے۔ امید ہے کہ بروعد و ادائیغ فرمایا جائے اور کوئی کم نہ  
 میں صادر ہو۔

[illegible]

میرزا محمد رفیعی  
علی بن محمد رفیعی

۱۰۔ یہ بعض مروجہ مینہ جس میں جگر لای کی ہے۔ اس میں دھواں، مالک کے خط، یا سے سخت اور دھواں، بے دست سے۔ یہ پیش کی کوئی مٹھی نوک، یا اس کا ...  
دارالہد کے ملاحظہ میں، چنانچہ با حیدرستان، بر دارالہد، کی تعلیمی تحریک سے متعلق کیا گیا ہے۔ اس میں جگر، کلیں، مکہ کا، کریمت،  
روزہ منی کے انگریز، اور ان میں اور تیار ہوا کے انگریزی، اور ان کے کفر، کم کی تعلیمی اور حکومت سید، آبا، اور اسط میں مٹی، غرض، اور  
سے یہ دیکھ کر، قلمی۔

( ۱ )

ہمارا جہنمی پر شاہ

عالی جناب ہمارا جہنمی پر شاہ یعنی اسطفت بہادر زیت مہالیر برکت ایامر ولایا لیرا

عالی کے الطاف سے نے نہایت شرف و خوش وقت فرمایا۔ آج کلکات نہایت و محبت آموز سے جناب عالی۔  
بہ بندہ کو یاد دہا ہے۔ یہ محض جناب عالی کے دیرینہ ہفتات و عنایت کی دلیل ہیں ورنہ کہاں یہ پناہ اور کہاں یہ سعادت۔ لکھنا اس میں  
شک نہیں کہ جناب عالی کے ارشاد کا بندہ بھی ہم زبان سے کہہ کر دنیا میں فقط ایک ہی رویت ہے جو آدمی کو نزل مقسود تک پہنچا سکتا ہے  
اور وہ بتوں جناب ان دو جملوں میں مخزن ہے (TO BE GOOD AND TO DO GOOD) اگراس پر عمل ہو سکے تو کیا کہنا۔  
جناب عالی نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ حضرت خداوند نعمت نے فریب دیا۔ لعل تاکر کے حق میں کس قدر فیاضی فرمائی  
ہے۔ بندہ نے تو ڈرتے ڈرتے پاسر عالی کی سخاوت کی گئی مگر دمت فیض ظل الہی سے ہزار روپیہ کھرا د عنایت ہوئے۔ اسی طرح  
سے ایک مرتبہ کیا۔ بڑے عالم و فاضل شخص کی جو خدمت اہل و عیال فتنہ پر غارت کر رہے تھے اور سب کا دار و مدار اوی قلیل اہمات  
پر تھا جو جیسے فلس فلاح لوگ پہنچا کہتے تھے۔ بندہ نے انہیں روپیہ ماہوار اند خیرات و برات کی سخاوت کرنے کی جرأت کی تھی  
حضرت خداوند نعمت نے مراعہ فرمادہ سے پچاس روپیہ ماہوار مقرر فرمادی۔ اس قسم کے اور بھی واقعات گذر چکے ہیں۔ دراصل  
خداوند عالم و عالمیان نے ہمارے بادشاہ کے راج میں ۱۷۵۳ء کا اصول مخزنوں و کمپن فرمادہ ہے۔ خدا ان کو سلامت رکھا۔  
عمر طویل عزت و فخر سے۔ مجھے مدت سے واقفیت ہے کہ جناب عالی میں بھی دی بارہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ قرض مار رہے  
اور درجیں گے۔ مگر ضرور باخبر و اس کا جہا کر رہیں گے۔ زیادہ کیا عرض کیا جائے۔

آپ کا قدیم ہی خواہ: سید حسین بنگالی ہمارا الملک۔ جنوری ۱۹۱۶ء

( ۲ )

ہمارا جہنمی پر شاہ

عالی جناب ہمارا جہنمی پر شاہ یعنی اسطفت بہادر

جناب عالی کے عنایتی سورہ پیر کی رسد ملفوف ہے۔ زبید کے ساتھ جو خط بندہ کے نام آیا ہے اس میں نہایت مشکوریت  
اور احسان نامی جناب عالی کی درج ہے۔ اس سورہ پیر سے ایک مہینے کے عرصہ تک صوم و صیام کی جانب رخ جائیں گی۔  
یہاں کسی اور کے پاس ان کی پہلی مہینہ میں بے سورہ ہے۔ کوئی کچھ دینے والا نظر نہیں آتا۔ یہ ہم سب لوگوں سے دور  
چار چار روپیہ جمع کرنا بڑی دقت کا کام ہے جس کی نہ بندہ کو فرصت ہے اور نہ طاقت، خداوند عالم ان بیچاروں پر رحم کرے جو ہزار  
کی تعداد میں ناکتہ کر رہے ہیں اور ناقص سے مرہم ہیں۔ زیادہ کیا عرض کیا جائے۔

بندہ: سید حسین بنگالی ہمارا الملک۔ جنوری ۱۹۱۶ء

نوٹ: یہ رقم دی سرور میں ایک بنگالی کے دستوں فند کے لئے نواب ہمارا الملک نے جمع کر کے حیدر آباد سے  
روانہ کی تھی۔

( ۳ )

بنام ہمارا جبرائیل پرشاد

عالی جناب ہمارا بہ درمیں اسطاعت زیدت معالیہ و لوکت ایامہ ولیا لید !  
تبارک و تعالیٰ چنا رب عالی بیچہ نہایت مشکور ہوا۔ انشاء اللہ بعد استعمال کے عرض کروں گا جناب والا ہمیشہ اس غریب کس  
کو اپنا دلی دوست اور بھی خواہ سکتے ہیں اور نگہ ہمیشہ اپنے پروردگار پر رکھیں۔ لوگوں کو جو کچھ امید ہے اسی سے ہے۔ باقی ہوس۔  
بندہ درگاہ : سید حسین بکراچی - تاج محل ہریل بدیشی - ۳۱ صفر ۱۳۱۰

( ۴ )

بنام ہمارا جبرائیل پرشاد

عالی جناب ہمارا جبرائیل پرشاد ہمارا زیدت معالیہ و لوکت ایامہ ولیا لید !  
جناب والا کے مرحمت نامہ نے شرف کیا۔ غزل واقعی نہایت پر مغز ہے۔ خدا کے قطع کا شعریاں نیک ثابت ہو  
جتنے دل نرس کن ناکمل واقعات کا آپ نے ذکر فرمایا ہے ان پر میں مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ شکر کا مقام ہے کہ خدا کا فضل نہایت  
ہے اور نہ فقط مریدوں کو محبت کامل حاصل ہو گئی بلکہ خاندان والا میں لائق شکر اندری اعتقاد ہوا۔  
اعلحضرت خلد اللہ ملکہ کی مہربانی اور اس بالوالا شریف میمانے کی مختلف خبریں ملت سے شہر میں مگر اجماع یقینی طور پر ارادہ اللہ علی  
کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ جناب والا کی تحریر سے علوم ہر لمحہ کہیں ہی کا قصہ تم پر لکھا ہے۔ اگر ساری ممالک میں نہضت افروز ہوئی اور بندہ کو جو کم از کم درجہ ہو گا۔  
بندہ درگاہ : سید حسین بکراچی محمد الملک - ۲۳ جنوری ۱۳۱۰

( ۵ )

بنام ہمارا جبرائیل پرشاد

عالی جناب ہمارا جبرائیل پرشاد ہمارا زیدت معالیہ و لوکت ایامہ ولیا لیکم !  
جناب والا کے تدار اور اس کے دوسرے روز رحمت نامہ شکرین تھا۔ شرف و درود فرمایا۔ جس محبت و عنایت کے اظہار میں  
نے اس آفت رسیدہ کی تشفی فرمائی ہے وہ فی الواقع ایسے ہیں کہ ان سے خود بخود تسلی ہوتی ہے اور مسبوکل کو تقویت ملتی ہے۔  
میرے خند و بندہ ہر دم سے جناب والا کی خوب آواز تھے۔ یہاں سارا شہر اور کھانا کافر سے کڑے ملا وہ علی علی لیاقت کے شرف و انصاف کی  
ساری صفات اس شخص میں موجود تھیں فقط ایک نقص یہ تھا کہ ابتدا سے محبت کی حالت خراب تھی اور بعد اس کے خود بھی اصلاح کی طرف لپکتے ہوئے تھے۔  
جناب والا بدیشی کب تشریف لیا ہوں گے۔ شاید وہاں مکان کا بندہ بہت اس وقت تک نہیں ہوا۔ یہاں تو آج صبح سے لگاتار بدیش  
ہو رہی ہے۔ کل بھی کچھ بارش ہوئی اور چاند شنبہ کے روز بھی۔ آب و ہوا یہاں کی اچھل کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ گویا عین میں ہر سونک کی تھی  
مگر محبت نہیں کہ پھر زیادتی ہو جائے۔

خدا سے امید ہے کہ جناب والا مع تعقین مع انہی ہوں گے۔ زیادہ کیا عرض کر دوں۔ ایام شاد مافی ہما ہوا۔  
بندہ درگاہ : سید حسین بکراچی محمد الملک - ۳۱ جنوری ۱۳۱۰

( ۶ )

پیشکش پر شاد

عاجل جناب محلے انقباب ہمارا جو کشتن پر شاد بہادر زمین اسطنت زیدت معالیہ و بولکت ایام و لیلہ !  
جناب عالی کے رحمت نامہ کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں اور اس کے ساتھ متعدد تعینات کا عنایت و نام اس احسان و نوازش  
کو زیادہ تر بہت غور و مبالغہ بنا دیتی ہیں ۔  
اس بندہ ناچیز کی حالت ایسی غراب ہے کہ ابھی تک نشست و برعاست و شوار ہے ۔ کھنا پڑھنا بھی آسان نہیں ہے ۔  
دیکھئے کب آفت سے نجات ملتی ہے ۔ کھنا اس قدر شوار ہے کہ جناب والا کی عنایات کا خصوصاً نذیر محمد شیرینی اور تبا کو کا شکریہ ادا  
نہ کر سکا ۔ امید ہے کہ معاف فرمایا جائے گا ۔

اس مخلصین کے لئے کچھ غلطی ہو یا صاف پڑھا نہ جائے تو وہ بھی قابل معافی ہے ۔ بندہ مجبور ہے کیا کرے ۔ ایام شادمانی بکلام ۔  
بندہ درگاہ : محمد الملک ۔ ۱۵ فروری ۱۹۲۱ء

( ۷ )

پیشکش پر شاد

عاجل جناب محلے انقباب ہمارا جو کشتن پر شاد بہادر زمین اسطنت زیدت معالیہ و بولکت ایام و لیلہ !  
رحمت نامہ شکیں خاتون قطر تاریخ حوسی نے شرف و درو فرمایا ۔ شکریہ عنایات بے عنایت قبول ہو ۔ قطعاً تاریخ نہایت فصیح و بلیغ  
ہے ۔ جناب والا کو کہنے مشق ہیں ۔ جناب والا کے علم سے نظم نامہ جو کچھ حوالہ کا قدر تھا ہے وہ عمدہ ہوا ہے ۔  
بندہ کا حال بدستور ہے ۔ پاؤں میں سخت درد ہے ۔ کبھی کم ہو جاتا ہے کبھی زیادہ آگے کل زیادہ درد ہے ۔ کوئی علاج  
فائدہ مند نہیں ہوتا ۔

ایک مرتبہ کچھ تبا کو عنایت ہوا تھا اس کا شکریہ ادا کرنا فرو گذاشت ہو گیا تھا ۔ تب کو نہایت اچھا تھا ۔ یہاں اب خاص  
خوشگوار تبا کو نا پسید ہے ۔

سایہ جناب عالی کم مبارک

بندہ درگاہ : محمد الملک ۔ ۲۱ فروری ۱۹۲۱ء

( ۸ )

نام ہمارا کشتن پر شاد

عاجل جناب محلے انقباب ہمارا جو کشتن پر شاد بہادر زمین اسطنت زیدت معالیہ و بولکت ایام و لیلہ !  
عنایت نامہ شکیں خاتون نے شرف کیا اور کتاب کے دو صفحے بھی پہنچے ۔ کلمات لطیفات کا ترجمہ کس قدر عمدہ اور لاجواب ہے  
ممنون الملک اور بندہ حقیر جناب والا کے از حد ممنون و مشکور ہیں ۔  
بندہ درگاہ پاؤں کے درد سے اس قدر معذور ہے کہ کہیں جانا نہیں ہو سکتا ۔ بلا سخت اذیت و تکلیف کے اس وقت تک



کوئی دوا گندہ نہ ہوتی اور نہ ہوتی ہے اگرچہ ہر قسم کا علاج کیا کر کسی پر میٹھے ہوئے یا پلنگ پر بیٹھے کہتے وہ کتنا ہے مہینوں سے طہر خداوند شرف کو سلام کہنے کی یا نذر گزرا نہ کی بھی فربت نہیں آئی اور یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔ غیر رضی مولے الہم خداوند نے مولے بہر کے کیا جا رہے۔

کلمات طیبات جناب امیر علیہ السلام کثرت سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر جناب والا چند اور کلمات کو اس کتاب میں شامل کر کے دوبارہ طبع فرما دیں تو ملک پر بڑا احسان ہوگا۔ ایک صاحب نے حال میں چند کلمات طیبات کو اردو ادب انگریزی میں ترجمہ کر کے پھیرایا ہے۔ شاید اس خط سے گزرا ہوگا مگر اس کو جناب والا کے ترجمے سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ زیادہ کیا عرض کیا جائے بجز اس کہ — سایہ جناب عالی کو مبارک!

بندہ درگاہ: محمد الملک سید حسین بکرامی ۱۸ جولائی ۱۹۲۳ء

( ۹ )

بنام ہمارا جہ کشن پرشاد

عالم جناب محضہ اعقاب ہمارا جہ کشن پرشاد بہادری میں مسلمانیت زہدیت معالیہ و بلاکت ایام و ایلہ! عنایت نامہ سرور ۲۰ اپریل نے تو بہت بہت مرزا کیا۔ چونکہ عنایت نامہ انگریزی میں تحریر ہوا تھا میں نے بھی اس کو جوتا انگریزی میں لکھا ہے لہذا اب اس کے ساتھ پیش ہو رہا ہے۔ جناب والا کوئی دن اب نہیں گزرا کہ جناب کی یاد دل میں جاسے گزین نہ ہوتی ہو نہ سخت حسرت و افسوس ہوتا ہے کہ ایک مدت مدید سے جناب کی ملاقات سے شرف نہیں ہوا۔ پاؤں کے درد نے بندہ کو اس قدر مجبور کر رکھا ہے کہ خود حاضر نہیں ہو سکتا جناب والا خوب جانتے ہیں کہ جس قدر وسیع و عظیم تعلق میرے دل کو جناب والا کے ساتھ ہے وہ کسی اور کے ساتھ نہیں ہے۔ بندہ کی جیانی اس قدر ضعیف ہو گئی ہے، اگر اس عجز و عجز کے پڑھنے میں کوئی تعلیف ہو تو مجھے صاف فرما بیئر گئے۔ کیا عرض کیا جائے بجز دعا و نیاز!

بندہ درگاہ: محمد الملک سید حسین بکرامی

راک: لینڈ ڈر: سعید اکاؤ۔ حیدر آباد۔ دکن

نوٹ: یہ خط ۱۹۲۳ء میں لکھا ہے۔

سر آفتاب احمد

(1)

۱۰۰. رتقہ المکملہ : بہادر چور

بَابُ الْوَالِدِ !

[illegible]

نہ جواب عاوض ملکات (بعض ممالک کے ساتھ) خرید کر دیا کرتے تھے۔  
 لہذا وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ سب سیکھ لیا تھا کہ اس کا کوئی کھدکچہ نہیں تھا۔  
 چنانچہ میں نے یہ سب سیکھ لیا تھا کہ اس کا کوئی کھدکچہ نہیں تھا۔  
 اس کے بعد میں نے یہ سب سیکھ لیا تھا کہ اس کا کوئی کھدکچہ نہیں تھا۔

امید ہے کہ جناب کامرانج پیکر کا تین آج شام کو بریلی جا رہا ہوں کل شب کو پر سدا واپس ہوں گا انشاء اللہ۔ خدا حافظ!

آفتاب احمد۔ آفتاب منزل علی گڑھ ۲۲ جنوری ۱۹۱۸ء

( ۲ )

INDIA OFFICE  
WHITE HALLS - W.C.

بنام جناب مولوی محمود احمد صاحب حجابی

مائی ڈیر برلن محمود احمد صاحب!

تسلیم۔ میں پرسوں آپ کے عنایت نامہ کا جواب لکھ چکا ہوں۔ لیکن مجھ کو کانفرنس رسالہ کی دونوں جلیبیں اور سربراہان کی آفیز کی جلدیں وغیرہ ملیں۔ اس وقت یہ چیزیں بطور رسید کے تھیں، ہوں تاکہ اس ڈاک سے روانہ ہو سکے۔ اگر وہ آئیں تو رسالہ کانفرنس کے متعلق لکھوں گا۔

آپ نے مجھ کو جو سفید شمر دیا تھا وہ مجھ کو بہت مفید ہوا میں ہر روز رات کو اس کو استعمال کرتا ہوں اس قسم کا اور اگر آپ بھیج سکیں تو ممنون ہوں گا۔ مگر ہر اس نے شمس کو لکھ لیا کہ وہ آپ سے دریافت کر کے اس قسم کا شمر بھیجے گا۔ اس نے آپ سے دریافت کیا ہوگا۔ میری آنکھ کھل کر سب سے گرم ہوئی۔ میں نے گرم شمر مفید نہیں ہوتا۔ جہاں تک ہر شخص کے اثر کا ہو۔ والسلام

آفتاب احمد۔ ۳ مارچ ۱۹۱۵ء

( ۳ )

بنام شاہ سلیمان پھلواوی

جناب والا شاہ صاحب!

تسلیم۔ کل جس وقت میں ریل میں یہاں آ رہا تھا دل میں یہ خیال تھا کہ کیا اچھا ہوا اگر جناب سے یہاں حاصل ہو۔ میں نے دل کے لئے مشتاقی ہوئی۔ مگر امام صاحب فرماتے ہیں کہ کل شام کو پانچ بجے جناب یہاں تشریف لائے اور چاندنی ہوئی۔ جناب مولوی رحیم بخش صاحب ابھی دفتر سے واپس نہیں آئے۔ فقط!

خاکسار۔ بوقت آفتاب احمد۔ بائیں پور ۱۸ نومبر ۱۹۱۵ء

( ۴ )

مکمل!

تسلیم۔ عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون ہوا۔ میں خدا کے فضل سے اب بہت بہتر ہوں۔ آپ نے جس امر کی نسبت لکھی ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ آپ کی جو ایکم ہے وہ آپ درخواست، خط کی شکل میں، بنوائی جس کے نام لکھیں۔ اس میں آپ نے متعلق جو جانتا ہوں بخوشی لکھ دے گا۔ میرے خیال میں بنوائی جس کو جناب محسن الملوک بہادر کی لافٹ کے متعلق زیادہ دلچسپی ہوگی۔ وہ مرحوم نواب کے دل سے قراح ہیں۔ فقط!

خاکسار آفتاب احمد۔ آفتاب منزل علی گڑھ ۲۱ فروری ۱۹۱۶ء

( ۵ )

مکاتیب احمدیہ اعجازہ آفتاب احمد خان

مکرمی!

نسبیم۔ عنایت نامہ مع آپ کے رسالے کے دو پوچھوں کے پہنچا۔ دل شکریہ قبول فرمائیے۔  
 آپ کے خاندان کے متعلق اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ مولوی عنایت رسول صاحب مرحوم سر سید علیہ الرحمۃ کلاؤ ستاد  
 تھے آپ کے خاندان کا علم و فضل و ورور مشہور ہے۔ اور ان کی ہرگز کسی اعتراف یا ذکر کی محتاج نہیں۔ رہا آپ کا رسالہ اداس کی  
 نسبت رائے دینا مجھ سے زیادہ قابل اشخاص کا کام ہے۔ مجھ کو انکسار نہیں بلکہ عرض تحقیق سے۔ میں تو ایک مزدور ہوں اور اس  
 قسم کی عالمانہ بحث کی نسبت رائے دینے کے لئے جس قابلیت کی ضرورت ہے وہ مجھ کو حاصل نہیں ہے اس لئے عرض کر سکتا  
 ہوں کہ اس کے مضامین بہایت بہن آموز اور نچیلان میں عریک پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔

خاکسار آفتاب احمد۔ داس چا سکر آفس سلم پورہ بریلی گڑھ

۲۰ جون ۱۹۲۵ء

# حکیم حبیب الرحمن خاں

شفاد الملک حبیب الرحمن خاں اپنے زمانے کے بلند پایہ ادیب اور بالکالی شاعر تھے۔ آباد اجداد کا وطن پشتاور تھا۔ آپ کے والد نے درجہ تعلیم حاصل کی مولانا اثر علی خان نے ان کے ہم سفر بنے تھے۔ اس کے بعد دہلی گئے اور وہیں مقیم ہو گئے۔

حکیم حبیب الرحمن خاں نے لاہور میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ ان کا مقصد اختیار کیا۔ لکھنؤ، دہلی، آگرہ، کاندھلوی، خوب خوب سیر کی۔ وہیں وینیات اور طبع کے درس سے بہرہ ور ہوئے۔ بڑے بڑے شاعر ان میں شرکت کی۔ شہر بہت کم کہتے تھے مگر حبیب کہتے تھے تو ایسا کہتے تھے۔

نابہرستہ ترانے کے نہیں ہوئے کو  
کعبہ یا در غرض ہم نے کہیں دیکھ لیا  
جھک کر اس بہت کے تھے تو بہت  
ہم نے حسن ترایاں تو اس دیکھ لیا

نوابان نے ان کے سر پر طبی کی خدمت انجام دینے کے علاوہ ۱۹۰۹ء میں دہلی کے  
المشرق، انباران، ادارت میں جاری ہوا۔ ۱۹۲۲ء میں ماہنامہ جادو و جادو کی کیا ۱۹۳۳ء میں طبیہ  
حبیب سیکر کی بنیاد رکھی جس نے لکھنؤ میں طب کے فروغ دیا اور غریبوں کی طبی امداد میں بڑا کام کیا۔  
یہ کالج ان تک نام نہ نہ۔ اور کے علاوہ حیات، سفر، شاعر، معارف، اسٹاک، سب اور دہلی،  
دہلی، اس سب سے کچھ اس میں بیٹے، کچھ اپنی باتیں، دہلی، اس کی تاریخی عبارتیں، وغیرہ تصانیف ہیں۔  
کی یادگار ہیں۔ ۱۹۱۰ء میں مقامہ دہلی کے انتقال ہوئے۔

منشی محمد ابراہیم قزوینی ان کے بڑے اچھے تعلقات تھے جن کا نامزد ان  
نہیں سے ہو سکتا ہے۔ یہ دہلی کے صاحب نے قزوینی صاحب کے نام لکھے۔

محمد عبدالعزیز

( ۱ )

نامہ منشی محمد الدین فرق

کشف!

نسیم۔ میں مدت تک بیمار رہا۔ اس لئے باوجود خواہش کے بھی آپ کو کچھ نہ کہہ سکا۔ جس اس وقت آنجناب کو ایک —  
تھیں دینا چاہتا ہوں۔ کٹیری کے خریداروں میں کتنے لوگ منع و ممان میں بھی جملہ گئے اور بہت ممکن ہے کہ آپ کے ذاتی احباب  
بھی دماں موجود ہوں۔ بری خواہش ہے کہ طمان میں جو برتنوں پر بیٹھی کا روغن پھیرا جاتا ہے اس کا ایک ماہر ڈھاکہ میں مٹکواؤں۔ وہ شخص  
مہر رنگ و روغن کے کام سے واقف کار ہو۔ یعنی ہر رنگ کا خیر بنا سکتا ہو اور اس فن کے جزئیات سے واقف ہو کہ کدائی نہوت  
نہیں چکیر کر کھاروں کی بیاں کی نہیں ہے۔ کیا مجھ آپ کے تعلق سے امید کرنی چاہئے کہ آپ میری اس خواہش کو پورا کرنے میں  
مدد سے دینے نہ فرمائیں گے۔

اگر کوئی ماہر شخص بیان تک آسکے اور یہاں کچھ دن رہ سکے تو خیر چاند و رفت کے علاوہ مشاہیر و بذریعہ خط و کتابت ٹیک  
ہو سکتا ہے۔

حضرت خادم کمال ہیں۔ ڈاکٹر مصطفیٰ جو کشمیر میں بستہ انیس مرتبے ہاں ڈیٹی میسنری کسٹریں۔ آپ کا تذکرہ اکثر ہوتا رہتا ہے۔  
حکیم حبیب الرحمن۔ ڈھاکہ (بنگلہ) اپریل ۱۹۱۱ء

( ۲ )

نامہ منشی محمد الدین فرق

کشف!

نسیم۔ تین پہلے کٹیری سے دیا ہوا زبردستی میں کیا جانتا تھا کہ آپ معمولی سڑک کو اتنا طول لے کر دے گا۔ نہ بہت کچھ سہاورد سے دیتا۔  
انوس ہے کہ بہت سے پلوڑ پر ہیں۔ آپ کی ذبح منہل نہ کراؤ اور شریعت سے آپ کا اور خواب ڈھاکہ کہ جانا ایسا قوام ہوا  
کرانیر ہفتہ میں آپ سے مل ہی نہ سکا۔ سرگتھار حضرت ڈراما ڈاکا وائیڈیر رساڈ بنگالی میگزین کی راسے ہے کہ آپ کا سفر نامہ ترجمہ کر کے  
میگزین میں بالافضل چھاپا جائے ہم اور وہ لکھ کر ترجمہ کریں گے۔ آپ لکھیں روٹے۔ ہے و اگر سفر نامہ کا سلسلہ لیا ہو اور آپ کے ہاں جو ترجمہ دوم  
جرا ہے کہ نہ دیکھا ہو گا۔ قہری تجویز ہے کہ سفر نامہ ڈھاکہ بد میں کتابی صورت میں چھاپ دیا جائے ہم لوگ اس کے مضامین اور کتب کو تیار ہیں۔  
چینی کے برادر کے کٹریوں کے تعلق آپ کے مسعود کے سلسلہ میں ہی کا جو ذکر کیا۔ ہے اس میں آسا اور انسانہ کر دیکھنے کو اس صنعت  
کی بجا کا سہرا ڈھاکہ کے سہرا اور میں سے یہ صنعت اور کتبوں میں گئی ہے۔

انوس ہے کہ ہر جہاں کتاب کو کٹری کی برادر کا بلکہ کٹری قابل پذیر تعلیمات کہنا ہے یہ مافوق چاند دیکھ کر کہ ہے کہ مجھ فرمت ہی ہائی۔  
مشرقیات آپ کی تصنیف آثار کی کا لکھ۔ فیض طلب کرتے ہیں تصویر نام ایک ڈراما ان کا آئندہ میگزین کو ہی پاریش پڑے ڈھاکہ  
کے منتظر آپ نے جو تاریخی کما نین لکھی ہیں کہ اب ان کو مل چھپوایئے گا،

میں خدا کے فضل سے اچھا ہوں خدا کے سے آپ بھی اچھے ہوں اور ایک بار پھر ڈھاکہ میں آپ سے ملاقات ہو۔

آپ کا حبیب الرحمن از ڈھاکہ۔ ۲۴ مئی ۱۹۱۱ء

(۳)

بنام شمس محمد ابن یحییٰ فوق

مکرم!

تسلیم یاد اور کا شکریہ تو ان فرمائیے۔ کئی شکر پر دلی شکریہ۔ ہاں پنجاب بھر میں آپ میں جو بڑے دفاتر ہوں وہ اور کسی میں نہیں۔ بہتر ہے اپریل میں پتھر (کسٹمر) کے فوٹی جمع میں شریک ہو جائے۔ انصرام کا دفائیے اور پونچھ کے دور افتادہ بھائیوں کی ڈھاکر بندھائیے۔ اسد والہ اپنے بکس اس کے بعد جن کے وسط تک ڈھاکر ضرور پہنچ جائیے، وادی کشمیر کی فضا، مرغزار و گلزار، یہاں کہاں۔ لیکن بڑے آب و ہوا کے۔ سب سے جلی لعل نظارہ، سبز و زرد میں موجود پائیشہ گاہ اور جن میں چونکہ طرزیانی کو کم لپی نہیں رہتا ہے اس سے فصل عجیبہ خوشگوار ہو جاتی ہے۔

آپ گزشتہ سترہ مہینہ اگلی نہ دیکھ سکتے، اب کے پیری پور وارے ہے کہ میں آپ کو خطافات اور قابل ویدر۔ گوارہ کی سیر کرنا ہوں۔

طریقہ کیا آپ نے؟ کہ باہر آپ کا یہ رسالہ نظام میں نے دیکھا۔ اچھا نکلا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ادب و تاریخ نے سدا بھی اس میں بہت کچھ ہوتا ہے۔ فرشتہ پر آپ پر کچھ لکھ رہے ہیں بڑی محنت اور کاوش کا نتیجہ ہے۔ بس مجھ کو تو اسی قسم کے مضامین پسند ہیں۔ صاحب زمین مرافقہ تیرہ آئریٹریٹ سیکرٹری ذاب ڈھاکر سے مضمون لکھو! اللہ تعالیٰ ہر قسم کے لئے تو ممکن نہ ہوتا۔ ایک بڑے چور۔ اسے صاحب! مجھے فرصت ہے! شاید ہر۔ لیکن مضمون نویسی کے لئے داغی فرصت کی ضرورت ہے۔ اور وہ مجھے کہاں نصیب؟

آپ کا حبیب الرحمن از ڈھاکہ۔ ۳۰ اپریل ۱۹۱۵ء

(۴)

بنام شمس محمد ابن یحییٰ فوق

مکرمی! تسلیم۔ مزاج گرامی!

گرامی! نے سرفراز کیا اور ساتھ ہی بے حد خوش ہوا۔ اب یہ ہے کہ وعدہ عمل کی صورت بہت جلد اختیار کرے گا۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میں خود بھی مکروہات و دنیوی سے بہت پریشان رہا۔ اس لئے شرمندہ ہوں کہ مدت تک خط و کتابت نہ کر سکا۔

اب "مخزن شعرا" کی تلاش نہ کیجئے۔ مل گیا ہے۔ واللہ الحمد علی ذالک۔

ممکن ہے کہ اب کی گرمیوں میں یہ کیشمیر کا قدیم زادہ صورت علی اختیار کرے۔

بہت جلد کچھ تو ارسال فرمائیے کہ اپریل نمبر میں نتائج ہو سکے۔ جادو رسالہ انہیں چاروں میں حاضر خدمت ہوتا ہے۔

مختصر نویسی کو محاف فرمائیے کہ بے حد مدیم الغرضت ہوں اور ساتھ ہی در بدر میں اتفاقاً مبتلا! والسلام!

آپ کا حبیب الرحمن از ڈھاکہ۔ ۱۴ فروری ۱۹۱۵ء

( ۵ )

بازنشینی محمد الدین فوق

مکرمی محترم!

آپ کا پیام خان بہادر تک پہنچا دیا گیا۔ بلکہ انتظام ہر جائے گا۔ گھبراہٹ نہیں۔  
آپ کا مضمون احباب کو بہت پسند آیا۔ سب نے تعریف کی۔ جن کے ہرچہ کے لئے مضمون کا انتخاب ہے۔ اب کے  
آپ کی کشمیری برادری ہی جاتو میں جلوہ گر ہے۔ خود یاد پڑے۔ نیراجہ معظم، میرزا جعفر خواجہ احمادی، سید بیدار، سید ممتاز، حضرت فوق،  
یعنی آپ اور سب دوسرے کشمیری ہیں۔ اس کے بعد خدا علی خاں مولوی نائب اور پردہ میاں حبیب الرحمن یہ سارے پٹھان  
ہیں۔ معلوم نہیں کوئی شکوہ بھی ہے یا نہیں۔

آپ کا حبیب الرحمن - ۱۲ جون ۱۹۲۲ء

( ۶ )

بازنشینی محمد الدین فوق

مکرمی حضرت فوق! سلامت رہیں

تسلیم۔ مزاج گرامی۔ مشترک تحریر نے سرزد کیا۔ اس وقت راجا جادو آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ یہ عذریہ بھی نہیں مانگے  
طہریت میں اور طہریت کے لئے یہاں کا سرمایہ (علمی) بہت استعمال فرمایا ہے اور اب تک ذخیرہ میں ہے۔ اچھا آپ کو یاد دلاؤں۔  
آپ نے معقم کے طور کے اور ٹکی کا جو قصہ لکھا تھا (راخوڈا زاریخ ڈھاکہ) مہربانی تو کہ اس کو ایک بار اچھی طرح دیکھ جائے اور  
حک و ترسیم کے بعد بھیج دیجئے۔ آپ کی مصروفیت سے اس قدر بھی بہت ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ آپ دوستانہ برتاؤ سے گنہ گار  
ہم لوگوں سے محبت کرتے ہیں ورنہ مات کے تین بچہ کو کسی کو خط لکھتا ہے۔

صحت شراٹھ کی پابندی کی وجہ آپ خود جادو میں دیکھیے۔ نظر بندی کی خوب کمی۔ شہاب آرو اور لاہور (دیکھنا ہوا)۔

گل پھینکے۔ بچہ اوروں کی طرف بلکہ شریعی

اسے خانہ برائے چمن کچھ تو رادھر بھی

کامیاب آنار جھپو پڑے تاکہ اب کے جولاہند آؤں تو اس سے کام لے کر بھی بھر کر دیکھ سکوں۔ واسلام!

آپ کا حکیم حبیب الرحمن - (زاریخ ندانور) ۱۹۲۲ء

( ۷ )

بازنشینی محمد الدین فوق

بہادر م!

علامہ سیاحی کی سوانح عمری لکھ کر آپ ایک جراحہ ادا کر رہے ہیں۔ لیکن ملازمہ مدد کی بھی تعریف کافی نہیں ہے کہ

نہ خواجہ محمد اعظم نے خواجہ محمد مامل



ایسی کہ ان ہندوستان سے گزرتے ہوئے شام قلعہ طنبہ میں زیر دروس ہیں یا عملہ ہندو ہونے ان پر حواشی تحریر کئے ہیں۔ مگر اصل تہذیب  
یہ ہے کہ نہ صرف وہی کئی مسائل مندرجہ منفر دین اور پھر نہایت تکلفت بیان نہی۔ میرزا بہرہ رسی کے ساتھ ان کا جو باہر ہوا سب سے بھی فہم  
نقل ہوا ہے۔ نہ باقی کر کے شیخ پتلی کو کشف الکھوار اور علامہ آزاد و گلبرائی کی سب سے اہم حواشی و ضرور سامنے رکھتے۔ اقل الذکر کے  
علامہ کی تصنیف کا پتہ لگے گا اور ثانی الذکر سے مزید ذکر کا۔ آپ یٹن کر فحشہ کہیں گے کہ ہندوستان کے عربی و عالم ہیں  
جی کی بعض تصانیف علامہ ہندو کے زیر دروس ہیں۔ ایک علامہ مرموزت اور دوسرے علامہ شیخ احمد جیون استاد و سنگ تہذیب  
انہوں سے فرستتے نہیں دور اور بھی لکھتا۔

مآول میاں آپ کی تعلیمت و تالیف ایک لکھنے شکر گذار ہیں۔ والسلام

حبیب الرحمن، ڈھاکہ ۱۹۳۳ء

(۸)

بنام شفی محمد الدین فوق

مختصر تحریر  
علی پور پرچہ کشمیر جدید کے مجموعہ مکتوبوں سے مختصر مجموعہ کو "کشمیری" سے آپ کی تہذیبیت اور  
علیہ کی آپ سے مس طرح برپا داشت ہو گئی۔ یہ تو ایک قلمی نقصان تھا اور آپ کی تقریباً بیس سالہ اخباری خدمات آپ  
کی طبیعت ناہیہ نہ گئی تھیں۔ حضرت فوق! و حمید اراکی خدمات کشمیر شاید بہت ہیں مگر آپ نے سارے ہندوستان  
کو کشمیر کی طرف متوجہ کر کے کشمیر کی وہ خدمت کی ہے کہ جب تک کشمیر میں احسان انسان۔ چہ وہ اس کو فراموش نہیں  
کرتے۔ آپ نے اردو زبان میں کشمیر کے متعلق اتنا کثیر و بھرپور جمع کر دیا ہے کہ شاید کشمیر کی اس طرح ڈھونڈ ڈھونڈ کر  
نکلا ہے کہ خط کشمیری کی بات ہے لوگوں کی نظروں میں برافرازی اور کشمیری غم کشمیری کھلانے سے قرا کرتے تھے اور  
آج فوج کشمیری کھلتے ہیں۔ والسلام

پیارے زندہ خادم الما طبیب حکیم حبیب الرحمن خاں  
ڈھاکہ ۱۹۳۳ء

(۹)

بنام شفی محمد الدین فوق

مختصر تحریر  
تسلیم۔ جب خط کا جواب نہیں آیا تو میں سمجھا کہ آپ گرمی سے گھبرا کر کشمیر چلے گئے۔ لیکن ابھی معلوم ہوا کہ  
سبب راجع مزاج خواہ پتہ تھا۔ بھائی اب ہم آپ پر رخ سحر ہی ہیں۔ ہندوستان کی اور سطر ۲۲ سال ہے۔ اس حساب سے  
دو گنے سے زیادہ بڑا ہو یہ بڑا شکر ہے۔  
اب آپ اچھے ہیں یہ پڑھ کر خوش ہوا۔ اب جب تک زندہ رہیں اچھے رہیں۔ پنجاب نے کھنڈے تو بہت

پیدا کئے لیکن آپ کا رنگ سب سے بُدا ہے۔ مذاق اگے ہے، راستہ علیحدہ ہے۔ ہر دور، ہر پنجاب کے لئے تاج ہے تو کسی نے کیا کیا؟ کثیر کا سوال تو علیحدہ چیز ہے اور اس میں تو آپ مغز ہیں۔

یہاں تو محمود طوسی ہے۔ سرناظم جعفری ہے۔ یہ لوگ اردو کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں اس میں مسلمانوں کا بھی اثر ہے۔ سے نادانستہ اور یہی وجہ ہے کہ انہیں جوتا۔ خواب بہادر و سرسید اللہ خواب آئے اٹھا کر دیکھیں اردو کو جاننے والے مگر ان پر اردو دانوں کا کچھ نہ پکڑا تھا۔

اپنی تازہ تصنیف ضرور بھیج کر میرے پاس آپ کی ساری یادگاریں محفوظ ہیں۔

آپ کا جگمگ جیب، ادھار، تھوڑا ٹھکانہ، ۱۲ جون ۱۹۸۷ء

(۱۰)

مادہ منشی محمد الدین فوق

میرے مکرم فوق!

تسلیم نیا قبول ہوا میں۔ خدا کی بفضل سے اچھا ہوا۔ یہیں میں آپ کا عطیہ دے دیا گیا۔ آٹھویں دن انشاء اللہ بہادر آپ کی گود میں ہو گا۔ ان کو حکیم میر۔ لہ جنابانی کرنا ہوں۔ امید کا میاں ہے۔

کیا کوئی بات جواب طلب رہی؟ میرا آٹھ ستمبر تک ہو گا عرف لاہور تک، آگے کا قصد نہیں۔

یہ سات شروع ہو گئی ہے۔ ایک بار پھر آئیے اور پوری برسات میں آئیے۔ دوسرا سلام!

آپ کا: حبیب الرحمان۔ ٹھکانہ (بنگلہ)

(تاریخ نامور)

(۱۱)

مادہ منشی محمد الدین فوق

شفقی!

تسلیم آپ کا نام میں سنہ پنے فہمٹ اندر رکھ لیا۔ طیارہ فوج کے اندر ایک صاحب اسے گئے اور اس کو ستر۔ اب میرے ذہن میں ہے۔ بہادر کو کچھ بھیجے۔ میں اسی وقت جواب لکھوں گا۔

حیات دیکھا۔ بہت برا آیا۔ بیخ۔ ہے تقریبات کی رنگا رنگ کی دانمات کی اور فوق کی نام، ایک تابریہ ارتقا بھی نصیر پر دیکھیں۔ ۲۴ فوق۔ میں خود واقف تھا، اہل اتالی فوق کو اب دیکھا ہے اور طیارہ کے بعد اپنی بی بی کے فوق کو بھی دیکھا۔ آج اپنی جگہ قائم ہے قیامت باقی۔

کسی کتب فروش سے کہہ دیجئے کہ میرے نام ۲ جلد مشہور عالم سنتری مطبوعہ لاہور بھیج دے۔

آپ کا: حبیب الرحمان (تاریخ نامور)

(۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کسریٰ

ترجمہ - یاد فرمائی گاتھی یہ قبول کیجئے۔ اشرق باہ الشرق، مروجہ مذکر کیا کیا جوائے۔ اس کی ہفتہ اور صورت نہیں رہی۔  
پھر ماہمار کر دیا جاتا ہے اور ایسا ہے نہ اور دن ہزار۔ مگر وہ آپ کے احباب کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔  
بہت شوق تھا اور تیار رہی سب کچھ مٹی کا مگر سر جاؤں مگر شہید و یزدنی ہی عجیب چیز ہے۔ کچھ ایسے مبالغہ پیش آئے کہ  
آپ جیسے مبالغوں سے نیاز حاصل کرنے کا موقع ہی نصیب نہیں ہوا۔ خیر یا زندہ محبت باقی۔  
میں کئی دن سے ہیبت مگر کے رئیس کے علاج کو غرض سے بلایا گیا ہوں۔ مسلمانوں میں عام افسوگی ایسی طاری ہے  
کہ اس سے کوئی دوشکل سے شہتی ہو سکتا ہے۔ اسی لئے احسن منزل کی حالت سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ باوجود ثروت کے  
پست ہمتی اور دونوں خیال نہایت ہی دل شکن مناظر ہیں۔ والہ الام!

آپ کا صادق و حبیب الرحمان

ہیبت مگر کشتہ گنج نفع میں سنگہ (مشرقی بنگال) (تاریخ ندارد)

# وجاہت جھنجھانوی

(۱)

۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

برادرم۔ تسلیم

میں نے دو کارڈ مفتدی خالصتاً کے فیصلہ الملک کو دیکھ کر دیا تھا کہ اسی کے پاس رسالہ مسجد یا میرے پاس نہیں  
 بیجا اس صورت میں میری شکایت غلط تھی یا صحیح اس کا اندازہ آپ خود ہی کر لیجئے۔ میں کسی معاملہ کی وجہ سے ناخوش نہیں ہو سکتا بلکہ  
 آپ کے طرز عمل میں کچھ مغایرت پائی گئی تھی اس لئے اس کا اظہار کر دیا۔ تہذیب نسواں آئندہ ہفتے سے سامنے لیا جائے گا انجمن کا جلسہ ختم ہو گیا  
 اچھی رونق رہی۔ نظم کے لحاظ سے بالکل پسند کا تھا لیکن اچھے برے۔ پیادے صاحب کو دعا فقط وجاہت جھنجھانوی  
 ۱۰ جون ۱۹۰۰ء اپریل سنہ

(۲)

۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

برادرم۔ تسلیم

میں دو چار روز سے شب چہم میں مبتلا ہوں جبکہ وہ ہفتہ کو مطلع بھی نہیں کیا آج کچھ آرام بہ عورتی سی سیاہی ہرنگ مسجدی ہے۔  
 پہنچی ہوگی ہر رنگ مینجھنے کی وجہ یہ ہے کہ اتوار تھا اور میرے پاس ٹکٹ نہ تھے۔ میں بازار سے ٹکٹ مول لے آتا مگر آنکھوں کی وجہ سے مفقود  
 رہا۔ کسی آدمی کے ہاتھ میں لگنا تو ایک دن کی دیر ہو جاتی امید ہے آپ اس غلطی کو قبول فرمائیں گے۔ گشت کا وعدہ ملے محفل دیکھا ہوگا معلوم نہیں  
 منشی امیر احمد کی نشر میں کیا خصوصیت ہے مجھے تو کوئی بات معلوم نہیں ہوئی شبیر کے نام جو خط چھاپا ہے وہ اکثر جگہ سے اذیت دے گا وہ  
 غلط ہے مگر اس پر سنون کھانا ہٹانے تو لوگ ہڑا دیں گے۔ اردو فارسی۔ فقط

از قاضی خاں ۱۰ جون ۱۹۰۰ء

(۳)

نام احسن ادہری

باد مکرّم - تسلیم

آپ کا طاعت نذر اور ہر کی شام کو چمکے تھا۔ جواب میں اس وجہ سے توقف ہوا کہ زکام کی وجہ سے طبیعت غیر معمولی طبع ہو گئی تھی۔ خدا خدا کر کے آج کچھ آرام ہے۔ یہ کچھ سے کبھی نہیں ہو سکتا کہ معقولہ دیر بیچ کر کوئی رقم آپ سے وصول کروں۔ مگر یہ بغیر کر نہیں ارشاد کر بھی دیتا تو اس شرط نے ایسا کرنے سے باز رکھنا بہر حال نذر شائع کرو بیچنا اسلامی ڈسپنٹیشن پر حال میں ایک نظم لکھی ہے جو بھی کہیں نہیں چھپی ۴۴۔ ۵۴ م شریں اگر گناہ نش ہو تو وہ بیچ دی جائے۔

میں بقرہ گھر جا کر کر دی گا اور وہی سے سفر کا تہہ کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔ مشاعرہ کی خبر دینے، مگر طرح کا مصرت میرے پاس بھی کچھ بیچنے کا رشتہ آپ کی خدمت میں ضرور پہنچے جائیں گے مگر قیامت نہیں آپ دوپہر ذریعہ سنی آؤر مطیع ہی کے پتہ پر بھیجیں کیونکہ خاک کے رشتہ گھر پر رہنا نہیں ہوتا۔ منہ صوبہ چھینے ہری ہربانی ہوگی۔ کچھ کاڑھ کی ڈاک سے روانہ ہو گئے اور کچھ بھر۔ نقطہ  
از قاضی خانہ لاہور۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء

(۴)

نام احسن ادہری

ہادم - تسلیم

خانے کے متعلق گفتگو بے فائدہ ہے۔ میں ان قافیہ کے بورڈ کا اقرار پہلے ہی خطوں کر چکا تھا۔ مگر خوان کا امتحان مکروہ سمجھتا ہوں۔ اس کے لئے اطمینان کرانے کی ضرورت نہیں۔ یا تو کیا کچھ پر موقوف ہے۔

جواب میں دانا خیر ہوئی اس کی صفائی جاہت ہوں۔ ضمیمہ الملک کے لئے مضمون اتوار تک میرے سکول گا۔ آپ فائنا اگر وہ کئے تھے

از قاضی خانہ لاہور۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء

(۵)

نام احسن ادہری

باد مکرّم - تسلیم

واللہ کوئی کتاب نہیں سب درجہ ہو گئی۔ اگر ہوتی تو فوراً بھیج دیتا یا آپ بھیج کر سکتے تھے میرے پاس کتاب ہوا آپ کی خدمت میں نہ بھیجوں۔ البتہ کاڈ نہ کرنے کی ضرورت ہے انشاء اللہ کل بیچ دوں گا۔ کتابیں آئیں گی ضرور مگر کوئی وقت مقرر نہیں کیا جائے۔ تمہاری طرح پر غول ضرور روانہ فرمائیے۔ یہ نذر نذر کے لحاظ سے نہایت دلچسپ ہو گا۔ تہہ نے قول نہ بھیجی تو مجھے انوس ہی ہے گا۔ آپ تسلیم خول پسند فرمائی اس قدر دعائی کا شکر گزار ہوں۔ ابھی وطن کی روانگی کا کوئی ارادہ نہیں۔ سستاؤں کی تاریخیں جلد بھیجئے اس کا شمار اس میں ہری خوشی سے شائع کرے گا مگر جلد روز فرمائے۔ حالہام خطہ یادگار وراث کی کس مہدی کا بہت انوس ہے۔

از قاضی خانہ لاہور۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء

برادر محرم تسلیم

میر کا نالہ واقعہ ہر میں کوئی ہے کیونکہ میں یہیں پیدا ہوا تھا۔ میں نے سال بھر سے انگریزی شروع کر رکھی ہے۔ ایک سال کے بعد انشا باللہ خوب ملی لکھی گا۔ اس سو میں آپ اپنی تصانیف مرتب کر کے بھیجیے پھر خدا نے چاہا تو آپ کے وعدے پر عمل کیا جائے گا۔ انگریزی میں بھی فہم سے کی جاتی رہے گی۔ فیض الملک کے پٹے یا بدیدہ نہیں مصلحت حق کار پر جو جرتی کا منہ بھیجا جائے۔ وہ سب سے تیر سے پہلے میں ہو کر اچھا ہے۔ طرح خواب برقی بنے تو آپ نے کبھی کوئی غلطہ صریح درست کیا ہے۔ جانشین کا لطف آ رہا ہے۔ سنا ہے ولی میں بخود کے علاوہ دوا تاد میروں کے سر پر بھی رسوائی کا چہرہ رکھا گیا۔ خسار کم کرے۔ مارچ نہیں میں ایک شخص نے آپ کو بھی جانشین کے متعلق چوٹ کی ہے تاہم کا منہ رو بہوئی آقا تھا چاہنے کی سنت تاکید تھی۔ میں نے اس وجہ سے کچھ نہیں لکھا کہ شاید ولی کھڑا کا بھڑکا تازہ ہو جانے۔

از دہرہ - ۹ مارچ سنہ ۱۳۸۵

(۷)

بنام آستان مارہروی

برادر محرم تسلیم

فیض الملک کے تازہ نمبر نے آپ کی یاد تازہ کی۔ سرسبابت متحدہ کے حکمران تسلیم نے اردو مندی کا مسئلہ ناگوار نظر آئے پر چھڑا ہے۔ فیض الملک میں اس کے متعلق منہ رو بہوئی پڑا کر مجھے بہت اندر ہی ہوا۔ کیا سلم بگ سود ہی ہے۔ اس نے اس باب میں کچھ کرشمہ کی یا نہیں۔ ہمارے صوبے میں مسلمانوں کی اخباری قوت کمزور ہے آپ فیض الملک کا تذکرہ بلا پھر فہمیت گزرنے کے یا نیویٹ میگزین کے تمام مزید روانہ فرمائیں۔ بلکہ آگاہ اخبار بھی بھیج دیا جائے۔ آج دیگر کو لکھ دیا گا۔ فہم کے اصلاح حق میں آپ کی تصویر ہو گی۔ اس لئے فہم کے صریح پر غول مزور روانہ فرما دیتے مگر بلا سامنے اور ہم سے بھیجا دیا گیا۔ اکثر برنبر ہا ایک شائع ہو جانے کا۔ میری بیاری کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔

از دہرہ - ۱۰ مارچ سنہ ۱۳۸۵

(۸)

بنام آستان مارہروی

مکرمی و مسلمی - سلام صلیک

حالی خوارام پور راہروی سے آئے ہیں پچھائی عقدہ کے لئے مندرجہ سرایہ کا اخبار کرتے ہیں۔ چونکہ آپ ریاستی مسلمانوں کے حالات و مصالحت سے بڑی آگاہ ہیں اس لئے اس باب میں آپ سجدے قائم کر لیں گے وہ زیادہ صاحب دسترس ہوں گے۔ میرے خیال میں اگر آپ ارادہ کثیر کی خاطر اس کے لئے اپنے اخبار میں ایک سرایہ کا افتتاح کر دیں تو گلاب ہے کہ نہ صرف کثیر بلکہ عالم مسلمان بھی اس میں دلچسپ خاطر چند دیں گے۔ زمیندار آپ کو ہر قسم کی مدد دینے کے لئے آمادہ ہے۔

خاکسار و جاہت حسین اسٹنٹ پڈیر زیدار

دہرہ - یکم جولائی سنہ ۱۳۸۵

ملکیت و جاہت حسین صاحب دہانت مدد یعنی بھجوانی منظر مگر کے رہنے والے تھے۔ نہایت مالی داغ اور خود کار صاحب مگر تھے۔ پہلے اخبار

(۹)

بنام شعی محمد الدین زرق

کرمی و معنی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبار سیاست میں آپ کے والد ماجد کی رحلت امداد آپ کی علالت کا حال پڑھ کر سخت  
افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو دے پئے جلد رحلت میں جگہ دے امداد آپ کو توفیق صبر کے ساتھ صحت کامل ملے۔  
پیام عاشق کی جلد غارت ہے۔ کسی روز اپنے عشق صاحب کو بھیج کر مٹا لیجئے میری کزندی و بجز نجات چلنے پھرنے کی اجازت ہیں  
بتی انتشاء اللہ کبھی حاضر ہونگا۔ مداح مہم  
خاکسار و جاست حسین  
انوار گورانی، ۱۰ دسمبر ۱۹۲۳ء

۴۔ تہذیب نسوان میں تھے۔ پھر اپنا رسالہ اصلاح سخن جاری کیا۔ بعد میں ایک عدد نامہ آفتاب شائع کرنا شروع کیا۔ اخبار مینار میں برسوں لکھ چکے ہیں۔ ایک  
کتاب اعتقادات اہل ان کے بھی مصنف تھے۔ آپ کے کلام کا مجموعہ "مکاتیب و جاست" جس کا ۱۹۱۳ء تا ۱۹۱۵ء میں قلمبند ہو گیا۔ یہاں سے نکلتے گئے۔ بیمار ہو کر دہلی  
آئے۔ اللہ تعالیٰ تعالیٰ کیا۔ (محمد عبداللہ قزوینی)

# حکیم ناطق گلاؤٹھی

(۱)

نام حضرت آسمی مرحوم لکھنوی

برادر من السلام علیکم۔

(از جوناہیل روڈ ناگپور ٹی)

زندہ ہوں اور دعا کرتا ہوں۔ اچھا ہوا کہ مسخ اتفاق سے حاتم صاحب لاکھنوی لکھنؤ پہنچ گئے تھے۔ جناب مدوح سے آپ کو میری مسلسل پریشانیوں کی داستان معلوم ہوگئی ہوگی۔ واپسی پر مجھ سے اور ان سے کپتان صاحب کے کارڈوں میں لکھ روادری کی ملاقات ہوئی جس میں انہوں نے مختصراً بتایا کہ آپ میرے شاکی ہیں اور بلے حد شاکی کہ عرصے سے میں نے آپ کو خط نہیں لکھا اور کچھ بات نہیں کہی۔ وہ اس کے بعد ایک مرتبہ میری غیر موجودگی میں گھر آکر پہلے گئے اور میں ان تک نہیں پہنچ سکا۔ ناگپور کی گری معاذ اللہ ایک سو سترہ ڈگری کے خط پر نیچے اوپر پارہ پھیل رہا ہے۔ حاتم صاحب یمنی میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ بہت ہمت کی کہ جاؤں اور طوں اور آپ کے تفصیلی حالات پوچھوں مگر کچھ بڑھاپے نے اندکھ صحت نے مزاحمت کی۔ نتیجہ یہ ہے کہ اب تک ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ یہ لکھنؤ تو کیوں لکھنؤ کہ عدیم العرصت رہا اس لئے خط نہ لکھ سکا اس طرح تو آپ کو سہی ہو جائے گا کہ مجھے جھوٹا کہہ دیں کیونکہ عدیم العرصت کا سلسلہ مبینہ نہیں آسکتا البتہ اتنا مزور کہہ سکتا ہوں کہ مختصر خط لکھ دینے کا تو وہ موقع تھا ایکس میں یہ چاہتا تھا۔ کہ فرصت سے بیٹھوں اور اطمینان کے ساتھ سب کچھ لکھوں ایسا وقت نہ ملا۔ اور آج کل آج کل کرتے ہوئے اتنی دیر ہوگئی کہ میں آپ سے معذرت کرنے کے قابل بھی نہیں رہا۔ اب آپ خود ہی معاف کر دیں گے تو رعایت ہوگی۔ وعدہ قصور وار تو ہمیں ہی۔ بھائی خدا جانتا ہے کہ نہ مجھے نام و نمود کی تناب ہے اور نہ مشاغل میں شریک ہونے کا شوق اور شوق ہوتا ہی تو ایسی حالت میں کیا شرکت گوارا کرتا۔ جب کہ فرد بندی کی داغ بیل ہے۔ اور غلط شہر پہنچ گئے جاتے ہیں۔ میں جو چھتیس گھنٹے کا سفر اور وہ بھی ان لوگوں میں کہ کہے بے پردہ گیا تھا تو آپ کے اور عرض آپ کے لئے کیونکہ آپ نے بھی لکھا تھا اور میں انہیں نے بھی نصیحتیں دیا تھا کہ آپ مزور شریک ہوں گے۔ بڑی مایوسی ہوئی اور بہت پچھتایا۔ جب میں وہاں پہنچا تو وہاں آپ کو نہ پایا۔ قسمت نے دوسرا غلط چھ پر کیا کہ جب میں یہاں سے روانہ ہوا تو میری اطلاع کے بغیر مولوی عبدالحکیم شاہ نے جوناگپور میں تاقیہ بنی دلی کے جانشین اویسے پور میں بڑے پیر مانے جاتے ہیں نواب الزار اللہ علی صاحب مسمیٰ کے نام ایک تار پٹکار دیا۔



یہ صاحب دہلی بہ تشریف آئے اور اسٹیشن ہی سے پکڑا بندھ کر ایک گاڑی میں ڈالا اور مجھے اپنی کوٹھی پر لے گئے۔ حق تو یہ ہے کہ جناب مجدد نے بڑی خاطر عداوت کی مگر میرے خیال کے مطابق ان بزرگ نے ناحق مجھے شعرا کی قیام گاہ سے علیحدہ کر دیا کہ کسی سے مل کر تصدیق دیر اطمینان سے باتیں بھی نہ کر پایا کہ جب جاتا تھا نواب صاحب تشریف لے جاتے تھے اور انہیں ہر وقت فی، ثمن، لطف، ابریک، فاضل، ڈنڈا اور سپر کی فکر بھی نہ ہوتی تھی یعنی ہر وقت ہی تعلیم رہتا تھا کہ جلدی چلنا اور کھاؤ۔ حاصل یہ کہ یہی کھانا مجھے کھا گیا اور ملنے والوں سے بھی نہ مل سکا۔ نئی ماہ و رسم تو کسی سے کیا پیدا کرتا۔ معلوم ہوا کہ وصل مقبول بھی تشریف لائے جس، آپ کے لئے ان سے ڈھونڈ کر ملا۔ مگر وہ جیسے انسان ہیں آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی۔ اول تو انہوں نے پہچانا ہی نہیں اور جب زبردستی کی یاد دلائی تو ملے بڑی محبت سے مگر کوئی جتنے تھکانے کی بات نہ ہوئی بلکہ اس عداوت کا ایک برائی تجربہ ہوا کہ مجھے تھوڑے، سراج سے بھی ملنا پڑا اور مشاعرے میں سراج کے اس شعر پر

کچھ اور مانگتا مرے مشرب میں کفر ہے      لا اپنا ہاتھ دے مرے دست سوال میں

جو میں نے ٹوک کر داد دی تو مشاعرہ اٹھ گیا اور سراج الدولہ ملک الشعرا بھی گئے۔ حالانکہ شعری لغویت خود شعر سے ظاہر ہے۔ مگر مشاعروں میں ایسی باتیں کن و کیسا ہے۔ میں نے بھی اپنی غزل پڑھی لیکن اظہر۔ بیگانہ۔ عطا بایمانی۔ بزم بکریا اور چند دہلی والوں کے علاوہ کسی نے داد نہ دی۔ لکھنؤ کے شعراء تو اس وقت خسرواً خوش گنجی میں مشغول تھے۔ جس سے مجھے معلوم ہوا کہ سراج اور قدیر میں کس قدر ٹکرائی کا مادہ ہے۔ آپ کے ناشا گرد شاگرد و متبع بلا فصل تو قابل ذکر ہیں مگر مجھے ان باتوں کی کوئی پروا ہی نہیں کہ میں تو مشاعرے کے لئے گیا ہی نہیں تھا۔ اور زمین ایسی تھی کہ ہندوستان کا شاعر عظم بھی تقبیح سے بچ سکتا تھا۔ غالی بیانی کی کوئی کام کا شعر نہ نکال سکے اور بیگانہ صرف و شعر پڑھ کر معذاریات صالحات کے معافی مانگ کر منبر سے اتر آئے۔ باقی رہے جگر و جوش سوانہوں نے طرح میں راہ نکالی اور بے طرح سنائی۔ سافر کس گنتی میں ہیں۔ یہ بیمار بھی منبر پر آیا اور بے طرح گایا۔ میری غزل مشعرہ و زبیاں تفرک غزل اس کے ہوا بھینا ہوں۔ خدا ہلنے ان میں گیا کیا لکھا ہے۔ میں قرعہ جس وقت کاتب المودن بھی ہیں۔

۲ جون ۱۳۵۵ء

ناطق

A. H. NATIQUE

(۲)

بنام حضرت آسی مرحوم کھنوی

JUNA IAIL ROAD, NAGPUR CITY, C.P.

بہادر میں۔

اسلام علیکم۔ محبت نامہ ملا۔ جواب میں پورے ایک ہفتہ کی دیر ہو گئی۔ وجہ یہ ہے کہ آپ نے تحریر کیا ہے کہ کل کا بیٹنگ میں تیرے نام دعوت نامہ مشاعرہ نفاذ لکھا گیا ہے اور اس امید کے ساتھ کہ پہنچا ہے گا ایک دو روز میں پہنچے گا۔ یہ خط ہفتہ نہیں آیا اور میں اس خیال میں رہا کہ وہ آئے تو جواب بھی لکھوں اور آپ کو اطلاع بھی دے دوں گا۔ پورا ہفتہ گزر گیا وہ نہ آیا انصاف میں اس کے انتظار میں جواب کو مددگار پسند نہیں کرتا۔ آپ کا وعدہ انہماک بکریا قابل پذیرائی بھی ہے مگر مصیبت یہ آپ کی کہ میں اگر احباب فراموش نہیں تو خود فراموش ہوں۔ احباب اپنی مسرت و منتظر

میں ہی سہی مجھے خط نہیں لکھتے اور میں اس خیال میں رہ جاتا ہوں کہ جواب میرے ذمہ نہیں اُن کے ذمہ ہے مگر مجب زیادہ عرصہ گزر جاتا ہے تو پھر مجھے خیال نہیں رہتا اُن کی شکایت ہر جاتی ہے اور سفاکی مانگ پڑ جاتا ہے۔ میرے دوستوں کے لفظ واسے شعر سے آپ مطمئن ہو گئے۔ تو مجھے بھی اطمینان ہو گیا اور نہ غزل سے ٹھکانا پڑا۔ مینا میں میرا جو خط شائع ہو گیا وہ میری اطلاع کے بغیر چھپ گیا اگر مجھے معلوم ہو جاتا تو روک دیتا یا کم از کم کچھ رو۔ بدل ضرور کر دیتا ایک وصل بھی کیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اُس سے کئی اشخاص کو ناگوار ہی پیش آئے گی۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ خط میں نے جو چہ علت پیٹے پیٹے قمر سے لکھا یا تھا اور اُنہی سے پوسٹ کر دینے کو بھی کہہ دیا تھا یہ کس کو خبر تھی کہ وہ نقل رکھ میں گئے اور یہ کریں گے۔ شاکر فریب سمجھ کر میرے ایسا سے بھیجا گیا ہے اس لئے داخل کر دیا اور بعد میں جب میں نے انہیں لکھا تو سہی جواب بھی دیا۔ غیر رفت و گذشت اب تو چھپ گیا۔ میری غزل جو آپ نے مینا میں دیکھی اور پسند کی ہے مجھ کو کئی سنی نہیں کر کے پاس رکھی تھی۔ اُنہوں نے بھیج دی۔ یہ غزل آپ کے پاس بھی ضرور موجود ہے۔ لیکن آپ کو خیال نہیں رہا۔ امید ہے کہ آپ نے حسبِ تحریر کچھ نہ کچھ ضرور اب تک اس پرچہ کے لئے بھیج دیا ہو گا۔ مشاعرہ کا دعوت نامہ اگر آئے گا۔ تو آپ کی تحریر کے مطابق جواب دے دیا جائے گا۔ اطمینان رکھئے۔ کائنات کا بھی حال معلوم ہوا۔ آپ کیسے شوکت سے ناراض ہوں یہ کیسے نہ سمجھ میں کہ کائنات میں ایسا بھی ہوتا ہے اور پھر مجھ غریب کی کائنات کیا جس کا انہیں خیال ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مکھڑا آنے کے وقت سنترے ضرور لائے جائیں آپ کی ایسی اشتیاق آمیز تحریر آنے کے بعد ساتھ کا انتظار دیکھنے کی ہی ضرورت نہ تھی میں ابھی بھیج دیتا مگر بھائی سنترے اور اس موسم کے اٹھ جاتا ہے ناگہد واسے تو اتنے بھی نہیں لگاتے خدا جانے ان سنتروں کو پرہیز گارتوں کے لوگ کیوں نہ رکھاتے ہیں۔ میں نے آپ کا خط آنے پر اس خیال سے کہ دیکھوں کیا حالت ہے۔ دس بہترین سنترے مارکیٹ سے (منڈی) منگائے اور کئی دودھ سکنے کے بعد بھی کھول کر دیکھے تو وہی ترش۔ سب پھینک دیئے گئے بہر حال کچھ ضرور ہواں گا اور اچھے سنترے آپ کو اپیل میں بھیجے جائیں گے۔ مشاعرہ کی غزل کے جو پانچ شعرا آپ نے ارسال کئے ہیں بہت خوب ہیں۔ میں نے اخیر کے دو اشعار کو خصوصیت سے پسند کیا۔ بھلا آپ نے مطالعہ کیوں نہیں بھیجا۔ میری غزل بھی اس زمیں میں ہے مگر بس بہتے یا ادب ایک شعر بھی نہیں۔ پتہ لکھ کر پتہ اور دہرائیں۔ والسلام

ملحق

۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء

A.H. NATIQUE

(۱۳)

حضرت آسی مرحوم مکتوبی

JUNA JAIL &amp; NATIQUE ROAD, NAGPUR CITY, C.P.

مولوی صاحب۔

ابھی ابھی ڈاک نے آپ کا محبت نامہ لا کر دیا۔ اولیٰ تو لغات ہی دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کھول کر پڑھا تو اور خوش ہوا کہ اس میں آپ کے فرزند ارجمند کے تولد کا مشرورہ عافیت بھی موجود تھا خدا اُن کی اور اس کی ہمیشہ کی حمد و راز کرے اور آپ کو ان کی خوشیاں دکھائے۔ آپ کی خیریت و برصورت مزید ہے۔ میں مرہ حال بھی بظاہر بخیر و برکت

ہوں۔ لیکن مدد نہ جاتا نہیں اور اس کے اثر سے وہ سب عوارض بھی لاحق ہو گئے ہیں جنہیں لازم پیری کہا جاتا ہے۔  
 ابراہیم خاں صاحب کی جو آپ نے شکایت کی وہ میں ان تک پہنچا دوں گا۔ بات اصل یہ ہے کہ یہ صاحب جس کام سے  
 لئے لکھنؤ گئے تھے وہ نہایت معرفت کا تھا۔ کچھ تو اصل مدعا کی مشغولیت میں اور کچھ اہل لکھنؤ کی منیا فتروں میں  
 انہیں اتنی فرصت تو ضرور نہیں ملی کہ آپ کو بار بار تلاش کرتے مگر وہ کہتے تھے کہ روانگی کے روز ایک وقت دوسرے  
 آپ کے وہاں گئے تھے اور آپ کو موجود نہ پا کر بالوس ہوئے۔ ان کا غرض میرے ساتھ ایسا ہے کہ میں اس بیان پر  
 یقین کرتا ہوں۔ حیرت و گذشت۔ اب آپ کا خط اگلیا اور سب ہرا ہر گیا۔ یقیناً خربوزے وہاں سے یہاں تک  
 لاری کا مسافر نہیں لاسکتا چنانچہ وہ خود بھی جو میرے لئے لائے تھے ان میں سے صرف چار صحیح سالم پہنچ سکے۔  
 لیکن ریل میں کل ۲۴ گھنٹے کا معاملہ ہے ساسی سال کا کوری کے ایک دوست نے مجھے بھیجے تھے اور نصف سے  
 زیادہ اچھی حالت میں مل گئے تھے مگر میں نے یہ کیا تھا کہ چٹکی اطلاع آنے پر ٹون و بونی کے مادہ ذکر اطلاع کر دی تھی جو  
 نے اسٹیشن پر آنے سے ایک گھنٹہ کے اندر پارسل مجھے پہنچا دیا تھا۔ اور ٹیٹی بعد میں گئی۔ تاہم خربوزوں کا ذکر ایک  
 موسم کی بات تھی اور غلط میں کچھ لکھا تھا۔ ورنہ اس سے میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ آپ خربوزے بھیج دیں کیونکہ اس  
 خربوزوں کی طرف کوئی خاص رغبت نہیں میں تو صرف آم کا دلدادہ ہوں اور بد قسمتی سے یہ پھل ناگہد کیا پورے سال  
 محاکمہ متوسطہ میں خاطر خواہ نہیں ملتا۔ امسال آم یہاں پہل نہیں ہوا اور چونکہ لکھنؤ کی فصل کا سال بھی مجھے معلوم ہو چکا تھا  
 اس لئے آپ کو تکلیف نہیں دی ورنہ جس طرح گذشتہ بے تکلف آپ کو لکھ کر منگا لیا تھا۔ اب کے بھی منگا لیتا  
 سال زندگی ہے تو دوسری یا کجری جو کچھ آپ مرحمت فرمائیں گے کھاؤں گا۔ مگر اب میری زندگی ایسی نہیں جس  
 سے کم از کم مجھے اطمینان ہو۔ امسال ناگہد نکلا دھئی اور لکھنؤ کے آموں کی کمی کو اس کاٹنے سے پورا کر پاؤں گا کہ شاکر ناظم  
 نے آم بھیجے انعام بھیجے بہت بھیجے اور مسلسل فصل ممبر بھیجے۔ یہ شاکر شاکر کا پوری نہیں بلکہ ناظمی میں خواجہ  
 سے انہیں کوئی واسطہ نہیں تقریباً عرصہ دس سال سے میں انہیں مشدہ دے رہا ہوں۔ غضنفر حسین ان کا نام  
 ہے اور علوم عربیہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ چنانچہ عمراً باوجود ضلع شمالی اور لاٹ کے مدد سے میرے میں مدد سی کے فرائض  
 دے رہے ہیں اور وہیں سے رسالہ بھی بنام مصلحت عرصہ ڈیڑھ سال سے نکالتے ہیں جو میرے ادب آپ کے  
 منتظر نگاہ سے بھی برا نہیں ہو سکتا میں انہیں لکھ دوں گا۔ اور رسالہ انشاء اللہ آپ کے پاس آنے لگے گا۔ شرار  
 دیوان غالب کے متعلق انشاء اللہ منبر سے خط و کتابت کروں گا۔ مگر آپ کے وہاں سے اس خط کا جواب آجانے  
 کے بعد۔ کیا آپ خود ان سے اس کا سلسلہ چھیڑنا مناسب نہیں سمجھتے۔ بے شک اپنا آرگن ہونا بہت ضرور  
 ہے مگر اگر آپ پھر سے ایسا اقدام کریں تو پھر سے انتظام کے ساتھ کیجئے کہ ایک دم پابندی وقت پر چرکی ساری  
 غریبوں پر پانی پیر دیتی ہے۔ میں انشاء اللہ ہمدی کو کشتش کروں گا اطمینان رکھئے۔ اپنے رسالہ تکیہ کو تانیٹ کے لئے  
 آپ جتنے اشعار مجھ سے کھانا چاہتے ہیں میں بخوشی لکھ دوں گا۔ اور جہاں تک ممکن ہو گا جلدی تحویل کر دی جائے گی آپ  
 تمام انعام مجھے بھیج دیجئے۔ میں جیسا کہ اس معاملہ میں اظہار پورٹی اور احساسی مادہ ہوئی بھی ضرور آپ کی مدد کریں گے

اور اگر آپ چاہیں گے تو میں بھی ان دونوں حضرات کو کھدوں گا۔ آپ نے جو غالب کے کچھ کلام کی جگہ میں شریعہ کے چھپرائی ہے وہ اب تک نہیں ملی۔ بار بار میں نے کھانا اور آپ نے بیچنے کا وعدہ کیا مگر کبھی اب تک نہیں۔ آپ کی مباحثات کا مجموعہ شائع ہو کر ادب اردو میں ایک بیش بہا اضافہ ہوگا۔ میں آج کل کسبہ سالہ کو پنا کلام دیتا ہی نہیں تو آپ کی نظر سے کیونکر گزرتا۔ حسب طلب دو فراموشی اور سال کرتا ہوں۔ دیکھئے یہ وہی رنگ ہے نا جس کی آپ کو مجھ سے مزدورت ہے۔ اب آگے مجھے خود ایک لفظ کے متعلق تحقیق کی مزدورت پڑ گئی۔ بات یہ ہے کہ میں عرصہ ۲۵ سال سے وطن سے دور ہوں اور اس درمیان میں زبان نے جو جو پٹے کھائے اس سے تقریباً لا علم اس لئے کسی ایسی بات کے متعلق جو ایک اہل ادب کی زبان سے نکلے اور میرا علم اس کے طواف ہو نصیح کر دینا مزدوری معلوم ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے اہل وطن سے ہمیشہ تعین سال میں گزشتہ اور آئندہ کے ساتھ لفظ اصال سال مجموعہ اور پر سال یا پار سال سال گزشتہ کے لئے سنا ہے اور اب بعض رسالہ جات میں یہ لفظ سال آئندہ کے لئے بھی نظر آتا ہے۔ جیسے میں درست نہیں جانتا لیکن اس خط میں آپ نے بھی آموں کا وعدہ کرتے ہوئے لفظ پار سال سال آئندہ کے لئے استعمال کیا ہے۔ اس لئے تحریر کیے کہ موجودہ (شرفا کا) کیا استعمال ہے اور آپ کی تحقیق کیا ہے۔ والسلام۔ آپ کے بچوں کو مبارک

ناطق

# مولوی سید محمد حسین محوی

نوٹ: بریلوی محوی صاحب کھنڑی کے مضامین سے میں واقف تھا۔ رسالہ اردو میں کئی مضامین بریلوی  
رسالہ ساقی جاسمہ وغیرہ میں نکلیں شائع ہوتی تھیں۔ انہی مضامین کی بنا پر سلسلہ خط و کتابت جاری  
ہوا مگر اسے اب تک ملاقات نہیں ہوئی مگر خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہے۔

معنی نہ ہے مولانا سے مجھے کھنڑی میں مراسلت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا بلکہ مولانا  
کے دے ماس کی ملازمت کے زمانہ میں سلسلہ جاری ہوا ہے۔ مولانا کے بھی خطوط کا خاصہ ذخیرہ  
تھا مگر زیادہ خطوط طبع کر دئے گئے۔

(نصیر الدین ہاشمی)

( ۱ )

بنام نصیر الدین ہاشمی

مکرمی و محترمی!

سلام مسنون۔ نوازش نامہ پایہ محافت فرمائیے گا کہ جواب بہت دیر سے حوالہ قلم کر رہا ہوں۔ اول تو یہ کہ میں یہاں موجود  
نہ تھا مگر کم کر مکی طویل تعطیلات میں چند روز کے لئے باہر ایک پہاڑی مقام پر چلا گیا تھا۔ وہ سری بات یہ ہوئی کہ تیرہ صبح نہ تھا۔ اب میں  
آیا ہوں اور احباب کے کہہ ماسوں کے جواب لکھ رہا ہوں۔ بلا تعارف خط لکھنے میں کیا براہ ہے اور سہانی کی کیا ضرورت ہے۔  
ظاہری نہ سمجھو مگر معنوی تعارف اور ملاقات تو کافی ہے۔ میں جناب کے مضامین معارف اور دیگر بعض رسائل میں بہت شوق اور  
دلچسپی سے پڑھتا رہتا ہوں۔ آپ کے علمی اور تاریخی ذوق سے بے راگاہ ہوں۔ یہ ممکن ہے کہ آپ مجھ سے زیادہ واقف نہ ہوں۔  
بہر حال مجھے یہ جنابیت نامہ پا کر نہایت دلی مسرت ہوئی اور جناب کی اس بے تکلف یاد دہانی کا نہایت درجہ شکر گزار و مرہب کام ہوں۔  
نہتر اولیا کا مراد ترقی پائی جی ہے، میں خود رو باذن زیارت کی سعادت حاصل کر چکا ہوں۔ ان کی تاریخی حکمت اور دیگر جلال  
کے متعلق میرا خیال ہے کہ مولوی عبدالباقی صاحب صوفی ملکا پوری کی کتاب تذکرہ اولیاء دکن وغیرہ میں مفصل ملے گی۔ یہ کتاب

اس کتاب کو میں اول ہی دیکھ چکا تھا کوئی مدد نہیں ملی۔

حیدر آباد ہی میں بھی ہے۔ آسانی مل سکتی ہے اور فلکا نظر سے گزری ہوگی اور حکام میرے لائق ہوں سے خدا نواز رہے۔  
یہاں سے بدشوارسی ایک مالدار مالہ بشری جاری کیا گیا ہے جو فلکا نظر سے گزرا ہوگا۔ بھجوا لو گیا ہے یہ رسالہ میری  
اور میرے چند خاص اصحاب کی بے پایاں کوششوں سے مل رہا ہے۔ مدد اس میں اور دشمنوں کے علاوہ طباعت و کتابت  
بہت گراں ہے اور یہ کام کرنے والے بہت بدعاطف اور وعدہ خلاف ہیں، ان مشکلات کی وجہ سے پچھلے ٹیک وقت پر نہیں  
نکل سکتا۔ تاہم کوششیں جاری ہیں اور کامیابی کی امید ہے۔ یہاں کے حالات اور زمانہ کی ضروریات کے لحاظ سے مذہبی مضامین  
بھی رکھے جاتے ہیں اور علمی و ادبی بھی۔ میں بھی اس کا ایک خادم ہوں۔ نہایت شکر گزار ہوں گا اگر جناب اسے بھی اپنے شحات قلم  
سے سیراب فرماتے رہیں۔ والسلام

آپ کا محمد حسین محوی۔ دھاس ۷ جولائی ۱۹۲۳ء

### مختصر حالات نہترولی

ان کا پورا نام بابا مہر الدین برست طبل عالم ہے۔ دار الخلافہ روم آتینبول کے رہنے والے تھے۔ مشہور ہے کہ سرزمین  
وکی میں جب انہوں نے قدم رکھا ہے تو رات سو پاگنی نشین اولیاء الہی کے ہوا آئے۔ ان کا مزاج جنوبی ہند کے مشہور شہر تھانہ میں  
واقع اور عام و خاص کی زیارت گاہ ہے۔ انہی کے پائیں نواب والا جاہ اول محمد علی صاحب وصیت مدفن میں۔ ان کی کرامات  
بے حد مشہور ہیں۔ پندرہ ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ میں انتقال کیا۔

دیہ حالات کتاب بہار اعظم جاہی سے ماخوذ ہیں جو ۱۳۲۲ھ میں تالیف ہوئی ہے۔  
مصنف کا نام غلام عبدالقادر اور شخص ناظر ہے۔ خطاب قادر عظیم خان بہادر۔ کتاب  
ہندو طبع نہیں ہوئی ہے،

( ۲ )

بام نصیر الدین دہلوی

ملکوی و محترمی!

سلام سنوں۔ معاف فرمائیے گا کہ آپ کے نوازش نامے کے جواب میں پھر بہت دیر ہوگئی اور اب پھر آپ نے  
وہی رستے قائم کی ہوگی جو پہلے کیچکے ہیں۔ مگر میں اپنی مصروفیتوں اور کثرت کار کی وجہ سے مجبور رہا۔ اب انشاء اللہ ایسا نہ ہو گا کہ آپ  
یا کسی اور صاحب کے کرم نامہ کا جواب عطا نہ کر سکا جائے۔ آپ نے جن مددیں اباب علم کی کوتاہ طعیریں کا شکوہ کیا ہے بجا ہے۔  
مگر میں ان میں شامل نہیں۔ نہ اتنا بڑا آدمی اور نہ میرا یہ وطن ہے، البتہ اب وہاں اشرا علی ہے جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تاہم میں  
حتیک انجی اثر پذیر نہیں ہوا ہوں۔ آپ کے مضامین پڑھ کر اس وجہ سے بہت زیادہ مسرت ہوتی ہے کہ یہ چیزیں میرے خاص  
ذوق کی ہیں اور آپ نے ان کی جانب جو توجہ فرمائی ہے وہ تمام حامیان اور کے تشکیلات کی مستحق ہے۔ آپ بہت مفید کام کر رہے ہیں

اور آپ کے ہر صبر سے کاوش خاص کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کا شوق اور دلچسپی قابلِ مبالغہ اور لائقِ قدر ہے۔ خالی علم و فضل سے کیا ہوتا ہے۔ ملک میں ہزاروں لاکھوں عالم فاضل موجود ہوں گے مگر کون اور کسوج ہو سکتا ہے۔ اصل چیز شوق اور دلچسپی ہی ہے۔ ہنر اولیاء کے انتقال کی نسبت میں نے جس کتاب کا حوالہ دیا ہے وہ بہت مختصر ہے اور سرکاری طور پر تالیف ہوئی ہے۔ صاحبِ اہمیت رکھتی اور کوئی کتاب پیش نظر نہیں ورنہ مزید تحقیق سے کام لیتا اور آپ کی خدمت میں مزید تفصیل و تحقیق پیش کرتا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ نثر اعلیٰ قدیم میں سے ہیں۔ ممکن ہے کہ جو نظم آپ کو ملی ہے اس کی نہ ہر جگہ کسی اور کی حمد و ثناء پر مشتمل نظر نہیں آئے کچھ عرض نہیں کیا جاسکتا۔ آئندہ آپ کچھ اور لکھیں تو میں بھی ناچیز خیال ظاہر کر سکوں گا۔

تعب ہے کہ بشری ہنوز نظرِ عالی سے نہیں گذرا۔ جیسا گیا تھا شاید ٹاک میں تلف ہوا۔ ناغہ فرما کر دوبارہ روانہ ہے خدا کرے کہ آپ پسند فرمائیں اور کچھ اس پر بھی نظرِ نوازش مبذول رکھیں۔ تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ میری نسبت آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے نثرِ نوازش فرمایا ہے۔ میں بیکار گزار ہوں۔ وحدہ ضحکوں کا مزید شکریہ قبول فرمائیے۔

یہ معلوم کر کے بہت زیادہ مسرت ہوئی کہ آپ کے خاندانی تعلقات مددِ اس کے نامور مشاہیر سے ہیں۔ ان صاحبِ ہمت سے میں کبھی کسی قدر واقف ہو چکا ہوں اور مزید واقفیت کی کوشش میں ہوں۔ رائے چٹھہ میں ہمارا دفتر ہے۔ باخ دیوان صاحب کے بعض علماء سے شرفِ نیاز بھی حاصل ہے۔ کیا آپ ادھر بھی نہیں آتے۔ آئیں تو اچھا ہے۔ الحمد للہ کہ میں بخیریت ہوں اور آپ کے لئے دعا ساتھِ خیریت کا خواہاں۔ والسلام!

آپ کا: محوی۔ دہلی ۱۹ اگست ۱۹۲۱ء  
۲۱ کاپیت خاں اسٹریٹ، مونڈ روڈ

(۳)

بنامِ نسیب الدین دہلوی

مکرمی و شفقتی!

سلام مسنون۔ حضرت امجدِ سعید آبادی زادِ کر کے کلام پر آپ نے جو تبصرہ فرمایا ہے اور ازراہِ نوازش اس کا ایک نچر مجھے بھی عنایت کیا ہے وہ پہنچا اور اس کا بہت سا حصہ نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھ ڈالا۔ تحقیق یہ ہے کہ آپ نے مولانا نے مرسو کے کلام پر بہت اچھا تبصرہ کیا ہے اور ان کے کلام کے محاسن کو بہت خوبی سے اُجاگر کر کے دکھایا ہے۔ حضرت امجد کا کلام میں بہت زمانے سے بشوق و ذوق دیکھتا ہوں۔ جب سے یا بشیرؒ کوں دیو "زندہ تھا۔ ممکن ندی کی طہیلنی کے بعد مرسو کی جہنمیں چھپیں وہ بہت دگداز اور اثر انداز تھیں۔ مخزنِ قلم میں بھی پڑھتا رہا ہوں اور معارف میں بھی دیکھتا ہوں اور مرسو کی دوئیں کتابیں ریاضِ امجد، ہر دو حصہ، تذراۃ الجہنم میرے پاس موجود ہیں۔ حضرت امجد سے افسوس ہے کہ ہنوز ملاقات نہیں ہوئی لیکن میں ان کا دیرینہ قایمانِ عداوت ہوں اور جب سے مدد اس آیا ہوں اپنے ایک عزیزِ مددگار سے دوست سے کٹر مولانا کا ذکر کیا اور اوصاف سناتا رہتا ہوں۔ اس نے اور زیادہ مشتاقِ طاقت بنادیا ہے۔ خیر زندگی ہے تو کبھی یہ شرف بھی حاصل ہو رہے گا بروقت ہر ذریعہ اسلام نیا بھی پہنچا دیجئے۔

آپ نے بہت تفصیل سے اور جامع تبصرہ لکھا ہے۔ پڑھ کر بہت خوش ہوا اور آپ کے اس علمی تحفہ کا ثناء

شکر گزار ہوں۔

حال میں میری ایک ناچیز کتاب کے دو جلدیں پہلی جامعہ طبریہ سے شائع ہونے لگی ہیں۔ پہلی کتاب نہیں۔ بچوں کے لئے ایک اخلاقی تعلیمی کتاب ہے۔ البتہ اس کے لئے کافی کاوشیں کرنا پڑی ہیں۔ میں یہی جہد پیش کرتا ہوں قبول کیجئے۔ دلت ہے آپ نے خط نہیں لکھا۔ میرے گزشتہ خط کا جواب بھی ہوتا ہے کہ آپ کے لئے ہے۔ شاید علمی مشاغل نے موقع نہیں دیا۔ بغیر امید ہے کہ آپ بخیر رہتے ہوں گے اور اس ناچیز پر تھوڑی دیر سے اطلاع دیں گے کہ مکرمہ ہے۔ والسلام !  
آپ کا: محمدی ۳۱ اگست ۱۹۳۷ء

(۴)

بسم فیض الدین دہلوی

مکرمی و مشفق!

سلام سنو۔ دونوں نوازش نامے پائے۔ سعادتِ عظمیٰ کہ جواب میں بہت دیر ہو گئی اور کئی بات جو طلبِ قلمی تھی نہیں۔ دیر میں خط لکھنے کا سبب میری پریشانیوں میں۔ دو تین ماہ سے یہاں کی آب و ہوا اتنا اب سے اچھا اور گھر میں اب ایک ایک بار یاد رہو چکے ہیں اور ایک بھتیجے دو تین ماہ سے غریب ہیں۔ حرارت رہتی ہے۔ او کی وجہ سے بہت فکر رہتی ہے خدا جلہ شمت دے۔ ان سب سے بڑھ کر ایک سخت حادثہ یہ گذرا کہ گزشتہ ماہ اکتوبر کی ۲۰ تاریخ کو جناب والد محترم مرحوم نے انتقال فرمایا۔ گزشتہ سال بچوں کے ساتھ یہاں تشریف لے آئی تھیں۔ یہاں کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ ضعیفی اور کبر سن کی پھر مسلسل علامات اس سال کا سلسلہ آخر وقت تک رہا اور یہی ٹھیک ثابت ہوا۔ مجبوراً اگست و ستمبر گزشتہ میں یہاں نے اپنے چھوٹے بھائی اصغر حسین سلمہ کے پاس بھوپال بھیج دیا۔ دو تین مہینے وہاں علاج رہا۔ صحت نہ ہوئی۔ اکدم خبر آئی کہ وفات پائی۔ اس حادثے نے بہت دنوں دلی و دماغ کو بیکار رکھا۔ اڈہ مرحوم کو رحمتِ نقیب کرے اور نگاہِ ہمد کو رحمت فرمائے۔ عجیب جتنی خاتون تھیں ان کی محبتیں اور شفقتیں یاد آ کر دل کو برداشت دیتی ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ جناب مولانا امجد کی نسبت آپ نے خط اور اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے بجا ہے۔ مجھے مصروف کی شاعری سے نہایت محسوس ہے اور ان کا کلام شوق سے پڑھتا ہوں۔

تاریخی کہانیوں کی نسبت آپ نے جو کچھ لکھا ہے آپ کی محبت و نوازش ہے جو میرے حال پر مبذول رہتی ہے۔ نہایت شکر گزار ہوں۔

مدرسہ محمدیہ والوں سے میرے تحفیات بہت اچھے ہیں۔ کبھی کبھی جاتا ہوں۔ جناب قاضی صاحب سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ دیر سے حال پر نوازش فرماتے ہیں۔ تیسرا چوتلہ روز ہے کہ عمرینی مولوی محمد صادق صاحب سلمہ آقا قاضی صاحب کے مشینو زادہ صاحب تین لڑکے ہیں۔ گھڑا رسدات، یادگار سلف، قصیدہ بابت سجاد کی مختصر شرح و ترجمہ سے لکھے ہیں اور اپنے بھائی کا ایک خط جو حمید آباد میں رہتے ہیں مولانا مفتی مرحوم کے ماہاد ہیں۔ مولوی عزیز الدین نام ہے۔ یہ نہایت نوجوان صالح ہیں، مدراس آئے تھے قریب ملے تھے۔ آپ تو نرفد جانتے ہوں گے۔



اسن انقصص کے متعلق صادق صاحب سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ بہت مختصر کتاب ہے۔ میں حاضر کروں گا۔  
 بہر حال شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس کا پتہ دیا۔ حاصل ہو گئی تو اس سے بھی استفادہ کروں گا۔  
 آپ کے پہلے خط سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ نصیب دشمن آپ کچھ ناگہانی فکر میں اور پریشانیاں میں گھرے ہوئے  
 ہیں۔ اللہ آپ کو جلد ان سے نجات دے۔ اہل علم و ادب کے لئے یہ فکریں ٹہنی بلا ہیں، سو باری رخصت ہیں مگر دنیا میں ان سے  
 نجات کہاں۔ اہل ہمت و استقلال اس قسم کے موانع پر بھی غصہ مت کئے ہی جاتے ہیں۔ زندگی کے چند روزہ اوقات کرمیت  
 بگھتے ہیں۔ میری دلی دعا ہے کہ خدا سے تیرے جلد آپ کو ان سے چھٹکارا دے اور ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھے، آئندہ مجھے  
 امید ہے کہ آپ ہمت سے کام لے کر پورا مقابلہ کریں گے اور ان سب پر غالب آئیں گے۔ اس کا کوئی اثر آپ کے  
 علمی و ادبی اشغال پر نہ پڑے گا۔

دوسرے کرم نامے کا جواب ملاحظہ ہو۔ شاعر علی کی نثر شاید مداس میں کی نہیں مگر مشہور لوگ یہ ہیں:-

۱، نواب محمد نوزد خاں گھر نچم افضل و امیر اشعرا و شاعر صاحب کے بڑے بھائی،

۲، نواب الفیہ الدین صاحب بنجور و فیر اشعرا۔

۳، نواب مولانا محمد حسین خاں صاحب ایقان سراج العلماء و خسر نواب صاحب ارکات، گویا موسیٰ۔

۴، مولانا نور صاحب و حکیم سید شاہ صبیحہ اللہ رحمہ

۵، مولوی محمد عباس مدرس مدرسہ اعظم۔

۶، جناب عبدالقادر صاحب اختر و برادر شاعر صاحب

اور لوگ نوجوان ہیں مگر وہ اہلی و احمذہ ہیں۔  
 بجز یہاں کہ آپ بہادر راست ان لوگوں کو خط لکھ کر کلام طلب کریں۔ میرا واسطہ ٹھیک نہیں۔ یہاں لوگ شعرا اگر ہوں  
 تو ان لوگوں سے پتہ چلے گا۔

یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ اپنے ذاتی مکان میں منتقل ہو گئے۔ مبارک ہو خدا سزا دے۔

الحمد للہ ہم سب خیرین و امام سے ہیں۔ آپ بھی مع انجیر ہوں گے۔

ان ایک بات یاد آئی کہ مداس کے علاوہ امیر و دنیاوی تہذیب و تمدن میں بھی شلو ہیں اور مشائخہ ہوتے ہیں۔ وہ ایک میں شرکت کلمی تعلق ہوا۔

ایک ذکر بھی کرتا چاہتا ہوں اور دلائل کے لئے کلام بھی ہو سکے تو لکھائیے۔ وہ لوگ اردو کے یاہو غیر خواہ مخواہ مذکور معلوم ہوتے۔ آگے خدا جلنے و سلام!

دعا کا طالب: محمد حسین حموی۔ مداس ۳ دسمبر ۱۹۳۲ء

( ۵ )

بنام نصیر الدین دہلوی

جناب شفقت و مہربانی

سلام سنو۔ جو صے کے بعد کرم فرمایا۔ یا دروہائی کا شکریہ قبول کیجئے۔ میں بھی مدت سے خدا کو ملا۔ کچھ ایسے کہ بات میں

بتلا دیا کہ اس کی تفصیل بیکار اور تکلیف دہ ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میرا بچہ پھر بخیر و عافیت بحال ہو گیا تھا۔  
بہت مگر قحی۔ اللہ نے فضل فرمایا اور اب بالکل تندرست ہے۔ الحمد للہ۔

آپ شاید مجھ سے زیادہ مدراس کی حالت سے واقف ہوں گے۔ یہاں کام کرنا بہت دشوار بات ہے۔ میں کہہ چکا  
تھا ہوں۔ آپ نے میری ناچیز خیانت پر جو صلاخانی کی ہے اس نے میرے دل پر بہت اثر کیا اور بہت محنتوں و مشکرتا رہا اللہ  
وہی ہے جو آپ نے ظاہر کیا۔ لیکن نہ کوئی کمزور اور نہ کرنے دیا۔ جس تو بہت زیادہ ناامید ہوئی۔ اگرچہ محنت نہیں اتنا اللہ مالک ہے۔  
آپ نے ہندوستانی کا ڈی اے آباد میں جانے اور ایک متاثرہ سنانے کا ارادہ اپنے کرم تاسے میں ظاہر فرمایا تھا، جہاں ہوا کہ  
نہیں۔ مگر گیسوں قرواں کے فصل حالات سے اطلاع دے کہ محنتوں کیجئے اور متعلقہ چھاپا ہو تو ایک نسخہ حمایت فرمائیے۔

نہایت درجہ دل مست ہے کہ ایک ویریزہ آرزو بر آئی۔ مصحف اور کوثر جاری ہوئے۔ میں تو مدراس میں ناکام رہا۔  
خدا ای دو فوں کو جاری رکھے اور سب ترقی دے، آمین! میں بھی کچھ نہ کچھ خدمت کرتا رہتا ہوں مگر مکرول اور پیشانی خیروں  
کی وجہ سے دلی قنات کے کوافق کسی کام کا موقع نہیں ملتا۔ جو کچھ ہو جائے غنیمت ہے، یہی سمجھ کر مصحف اور کوثر کے لئے  
کچھ نہ کچھ لکھ دیتا ہوں۔

دو فوں علی تحفے اکثر بات اجداد ویریزہ نبوی کا رسالہ پہنچے۔ اس فوادش کا بھی محنتوں ہوں۔ بہت مسرت ہے کہ آپ برابر  
زبان اور علم کی خدمت کئے رہتے ہیں۔ مبارک ہے یہ زندگی اور مبارک ہیں یہ ہرستیاں۔

مولانا امجد کی خدمت میں جو یہ سلام سنوئی پیش ہے۔

آپ کے بچوں کو بہت بہت دعا میں۔ کبھی ادھر لکھئے۔ آئندہ خط آپ کے مغربی کے تھے پھر دعا کرتا رہوں گا۔ والسلام  
بندہ محبت: محمد حسین محوی۔ مدراس یکم فروری ۱۹۳۶ء

(۶)

نام نصیر الدین دانشی

مکرمی و شفقی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ مدقوں کے بعد فوادش نام پرایا شکر گزار و مرہون کرم ہوں۔ اس سے پہلے مجھے جناب کا کوئی  
محبت نامہ نہیں ملا۔ وند ضرور جواب حاضر خدمت کتنا۔ کچھ اپنی مصروفیتوں اور پیشانیوں کی وجہ سے خود ہی نہ لکھ سکا۔  
الحمد للہ میں متعلقین خیریت اور آرام سے ہوں لیکن اس قدر مصروف کہ خدا کی پناہ۔ میرے مضامین جو آپ مصحف وغیرہ  
میں ملاحظہ فرماتے ہیں وہ بھی سکھائی خاطر کا نتیجہ نہیں۔ تاہم اڈیٹر صاحبان کے اصرار سے مجبور ہو کر کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔  
آپ کے علمی کارناموں کا حال کچھ بہت ہی خوش ہوا۔ رسالے میں بھی دیکھتا رہتا ہوں اور سرور ہوتا ہوں۔ خدا آپ کو  
محفوظ رکھے۔ آپ اردو کی بہت عمدہ ادبی و علمی خدمت کو رہے ہیں۔ یہ کتنا ہی پچھنے کے بعد بر قیمت یا ہدیہ جس طرح مناسب  
ہو ضرور بھیجے گا۔ میں بھی کچھ کرتا رہتا ہوں۔ ایک تو دیوانہ وادی ادب کی عزت کیا ہے جو ایک دو ماہ کے اندر شائع ہوگا۔ چھپ چکا  
ہے جلد ہندی چھپ رہی ہے۔ مدراس یونیورسٹی شائع کر رہی ہے اور یہاں کے ایف۔ ایس۔ بی۔ اے۔ کے کورس میں لے لیا گیا ہے۔

دوسری کتاب واقعات اعلیٰ کا ترجمہ چھپ رہا ہے اور کئی کتابیں تیار ہیں مگر جلد چھپنے اور شائع ہونے کی امید نہیں۔ ان کا بھی ایسی آپ تذکرہ نہ کریں جب تک شائع نہ ہو جائیں۔ پہلی خدمت تو یونیورسٹی کے ذریعے جاری ہے۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ اس صوبے میں اردو کی عملی خدمت کی شدید ضرورت ہے۔ نہ یہاں کے مسلمان کرتے ہیں اور نہ سنہ دینیے ہیں۔ آپ فرخوب، وقف بریں گے۔ بہر حال جو کچھ مجھ سے ممکن ہے اوپر کچھ میں آتا ہے انفرادی خدمت سے کر رہا ہوں۔ ایک رسالہ بنگور سنہ کوثر اور ایک یونگ پیٹ سے شعرو شاعر کا نالا نہ جاری کر رہا ہے۔ ایک روپیہ سالانہ قیمت اور مجرم کم ہے کہ اسلاف سے ہر خلیفہ آدمی بھی خرید اور پڑھ سکے۔ جگہ جگہ اردو کی انجمنیں قائم کر رہی ہیں۔ خواہ اس وقت برائے نام ہی ہوں۔ آپ کی کیا رائے ہے۔ کاش کوئی ہاتھ بٹانے والا ہوتا۔ ایک بڑا پریس قائم کر لیا ہے۔ تانی پریس نام ہے۔ بڑی شیشی ہے جو برقی طاقت سے چلتی ہے۔ کام عمدہ اور نفیس و ارزاں ہوتا ہے۔ ہندوستان سے بہترین کاغذ اور نقاش بلا رہے ہیں۔

دو فولیہ بچوں کو تعلیم کے لئے جامعہ تعلیم و ملی کو روانہ کر رہا ہوں۔ کل یا پریسوں چلے جائیں گے اور سب نیریت ہے۔

نہایت کھتے رہتے۔ والسلام!

دعا کا جواب۔ آپ کا محوی۔ جنرل پریس روڈ مدراس ۳ اگست ۱۹۳۶ء

( ۷ )

بناام نصیر الدین ڈاشمی

محوی و مشغفی!

سلام مسنون۔ محبت نامہ اور کارڈ پایا۔ اپنی مصروفیت اور پریشانیوں کی وجہ سے جواب میں دیر ہو گئی۔ معذرت خواہ ہوں۔ میری نسبت از ما و اخلص محبت جو اذکار آپ نے تحریر کئے ہیں ان کا شکریہ قبول فرمائیے۔ خدا آپ کو خدمتِ ادب کی اس سے زیادہ توفیق دے۔ آمین!

نورائین محمد عثمانی کے نام سے آپ نے جو جدید کتاب چھاپی ہے اس کا اشتیاق ہے اور قبل از حصول شکریہ۔ نوکں میں اردو ہمارے دفتر کے کتب خانہ میں آگئی ہے۔ اب اس کی ضرورت نہ رہی۔ رسالہ ہندوستانی بھی ہمارے یہاں دفتر میں آنا ہے۔ اس میں جو آپ کے مضامین چھپے ہیں اگر وہ بھی سکیں تو بہتر کہ میرے پاس رہیں گے، ورنہ میں یہاں کی لائبریری کی لئے کر دیکھ لوں گا۔ آپ کی جو مرضی ہو۔

میری تصنیف یا تالیف سے ہنوز کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی ہے۔ جب شائع ہوگی میرے امکان میں ہوا تو ہدیہ پیش کروں گا۔

کتابیں کئی تیار ہیں مگر خدا ہی جائے کہ کب طباعت کی نوبت آتی ہے۔ یہاں مدراس میں تو جہاں تک مجھے علم ہے اردو کی کوئی انجمن نہیں۔ باہر جو ہیں ان کے حقہ حالات ملگو اگر روانہ کر سکوں گا۔

ترویج ہند کی بہت کوششیں ہیں اور باقاعدہ ہیں۔ مالی حالت بھی ابھی سے یکس ہو رہی ہے۔ باہر جگہوں سے ہنوز دفتر نہیں ہے۔ آئندہ دیکھا جائے گا۔ یہ مشکل زیادہ دلچسپ ہے۔ میرے خیال میں یہاں دولت مند تین مسلمان ہیں جو ہمیشہ اس قسم کے کام

مفید عام کلاموں میں حصہ لیتے ہیں۔

حقانی پوسٹ میں کتابت اور طباعت کا بہت عمدہ انتظام ہے۔ ایسی حداس کے کسی اور ایسی پوسٹ میں نہیں ہوتی آپ کو ضرور دسترس ہوگی۔ کیونکہ آپ اردو کے کچھ بھلا خواہ ہیں۔ صاحب ہم !  
آپ کا محمدی ۔۔۔ اس ۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

( ۸ )

سید البراد بن لاشمی

مکرمی و شفقتی

سلام سنو۔ محبت نامہ ملائے خواتین محمد حقانی اور مدو مطبوعہ مضامین مل گئے۔ اس علمی نئی بات اور محفول کا پیش از پیش شکریہ قبول کیجئے۔ ”وکن میں اردو“ انشاء اللہ اپنے دفتر کے کتب خانے میں منگوا لیا گا۔ بے شک قسیدہ اور زیادہ کا رآمد ہوگی ہوگی۔ مولوی عبدالحق صاحب ڈاکٹر کی دیکھ کے لئے، اربابہ رواں کو لہجہ پ جا رہے ہیں۔ خدا کا میاب فرمائے۔ آمین ! میرا سنیہ پیش تقریباً تیسرا ہے۔ غالباً پچاس سال کی عمر ہوگی۔ ۳۰ رمضان کو پیدا ہوا۔ ۱۰ دس برس پہلے پچھ سال مجھے ہیں۔ تصانیف کی کیا فہرست دوں۔ اکثر غیر مطبوعہ ہیں، شاید ہی نوبت طباعت آئے۔ بہر حال چند کئے، نام پیش ہیں :  
۱، از دواج الانبیاء پیغمبر ماحیر و مرجوہ پڑا، ۱۹۱۷ء میں چھپوائی اور تصنیف پر پیش قرار دیا۔ مطبوعہ انظار پریس کھنڈ۔  
۲، انسانی قربانیاں۔ (عربی کے افسانوں کا ترجمہ جن کا مجموعہ معنی یا بلشیرہ کے نام سے مصر میں چھپا تھا) دائرہ ۱، برہ کھنڈو نے شائع کیا۔ (ناایاب)

۳، روحی خاک۔ (ایک عربی سفر کا ناول کا ترجمہ) غالباً جامعہ قلیہ سے ملا ہے۔

۴، اسلامی تاریخی کتابیاں۔ ۲ حصہ مطبوعہ جامعہ قلیہ دہلی۔

غیر مطبوعہ : ۱، حارفات (اولیاد اللہ خزانہ کا تذکرہ)

۲، مکہ فور۔ (ایک عربی ناول کا ترجمہ)

۳، عورت کا دل۔ ایضاً

۴، دگدگاز افسانے۔ عربی کے چھ افسانوں کا ترجمہ جو مختلف رسائل باخصوص عالمگیر لاہور میں شائع ہوتے رہے

۵، ترجمہ وکس التاریخ الاسلامیہ۔ ۴ جلد۔

۶، تاریخ مریم علیہا السلام (حکیم بیگم صاحبہ بھوپال مرحومہ)

۷، ترجمہ طبقات نامری جامعہ قلیہ کی طراست کے زمانہ میں دہلی نے

۸، ترجمہ تاریخ شمس، سراج محفیف { شعبہ تصنیف و تالیف کی جانب سے ترجمہ کیا۔ ہنوز نہیں چھپا۔

انجمن ترقی اردو میں کئی سال تک اردو محفل کا مہکیا اور ردیف تک تیار کر کے دیا وہ شاید بیکار کر دی گیا، خیر نہیں۔ ادب علمی بہت سے مسودے ہیں مکمل و نامکمل جن کی طباعت جری معروضیہ اور بے زری کی وجہ سے ہنوز نہ ہو سکی

مدراس پرنسپل کی کہ میری انسٹی ٹیوٹ کے شعبہ اسلامی میں بہت سی کتابوں کو ایڈٹ کیا جی کا اظہار قبل از وقت ہے۔ ان سے دیوان بیدار شاہ پر گاہ ہے۔

مولانا ابوالفضل ندوی ایڈیٹر مہل انکم گڈھ کے رہنے والے ہیں اور مولانا عبدالرزاق سابق ایڈیٹر بستی ناضل دیوبند انفس کیمو مجور سے۔ اور نور خانی ہند کے اہل علم یہاں کوئی نہیں۔ یہ سب پریشان اور جانے کی فکر میں ہیں مقدمہ طبعی نہیں ہے۔ والسلام! آپ کا۔ محوی۔ مدراس ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

( ۹ )

بنام نصیر الدین دانش

مکرمی و شفقی

دیکھیں اسلام و مکتا شدہ برکات و محبت نامہ پایا۔ نہایت درجہ مست ہوئی کہ آپ خیریت سے ہیں لیکن خالی آنکھ کا معلوم کہ کسے افسوس ہوا۔ دنیا میں کون ایسا ہے جسے یہ فکریں دامگیر نہیں۔ تاہم بہت افسوس اس کا ہے کہ نو تعمیر مکان فروخت نہ پڑا۔ نہ اگر سے جلد آپ اس سے بہتر اور بنوا سکیں یا خریدیں۔

میں بھی ترنہ ہوں کہ اس سے خط نہیں لکھ سکا۔ یہاں بھی دی فکریں اور پریشانیوں لاشعری حال تھیں۔

مئی میں وطن چلا گیا تھا، کئی جگہ جاتا ہوا۔ جولائی میں واپس آنے کے بعد بھی مصروف تھیں رہیں۔

بے شک گوہ صاحب کی کتاب ناقص اور نامکمل ہے۔ مگر مجبوری ہے۔ یہ لوگ مشورہ کرتے اور نہ مانتے۔ مدراس میں ضرور پھر پراویجئے۔ اس کی اشاعت میں کون تاخیر ہے اور کچھ کتنا ہے۔ کہاں چھپوانا چاہتے ہیں۔ شاید ایک بار مجھ سے بھی آپ سے تخمینہ پوچھا تھا۔

”دکن میں اردو“ کا تمبر ادیشن مجھے نہیں ملا۔ شاید نہیں بھیجا گیا۔ دیوان بیدار شاہ لکھا۔ تقریباً ایک سال ہوا۔ لیکن جلد دینے اور سال ہے قبول فرمائیے اور نقائص سے اطلاع دے کہ ممکن کیجئے۔

مشرق ادب تو بہت پرانی کتاب ہو گئی جس میں پچیس سال پہلے اس کا پہلا ادیشن نکلا تھا۔ دوسرا حصہ بھی چھپ گیا ہے لیکن اتنا اچھا نہیں۔ جی ہاں اس میں میرے خطوط بھی ہیں بلکہ ترتیب و تالیف میں میرا اثر اچھا تھا۔ افسوس کہ حضرت صفدر کا احوال ہو گیا کوئی چھ سات سال ہوئے۔ میرے نہایت عزیز دوست اور لکھنؤ میں مقیم تھے۔

محمد تقی میری متعلقین خیریت اور آرام سے ہوں۔ میرا بچہ اردو میں لکھا کچھ ہے۔ والسلام!

آپ کا: محوی۔ مدراس یکم ستمبر ۱۹۳۶ء

# جنس محمد شاہدین ہمایوں

سرم مولانا عالی

(۱)

مخدومی خواجہ صاحب  
السلام علیکم! خطاب شمس السلام جناب کو مبارک ہو۔ خوشی کا مقام ہے کہ آخر گورنمنٹ نے آپ کی اعلیٰ  
بیارت۔ علمی قابلیت اور عملی خدمات کی بڑی قدر کی ہے۔ مجھ کو آپ کے خطاب ملنے کی خبر سے خصوصیت کے ساتھ  
مسرت حاصل ہوئی ہے اور میں آپ کو تہ دل سے مبارک باد دیتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔  
لاہور ۲۲ جولائی ۱۹۰۶ء  
نیاز محمد شاہدین

(۲)

بنام نواب محسن الملک

مخدومی وکرمی جناب نواب صاحب

آپ کو میں نے اپنے گزشتہ خط میں لکھا کہ ججی کے ساتھ متعلق میں آپ کو ملحدہ خط تحریر کروں گا۔ ہمارے یہاں چیف کورٹ  
میں پانچ جج مستقل ہیں۔ جن میں سے ایک ویسی جج ہے۔ یعنی مسٹر جسٹس پر توں چٹرجی MR. JUSTIC P. C.  
CHATTERJI جو کہ ایک ہنگال پلیٹنڈ ہیں۔ وہ سٹائٹ میں یہاں آکر بطور وکیل کے چیف کورٹ میں کام کرنے گئے۔  
اور چونکہ اس وقت کوئی پنجابی وکیل لائق نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے پیشہ وکالت میں عمدہ نام پیدا کیا اور آخر کار ۱۸۹۲ء  
میں وہ جج مقرر کئے گئے۔ وہ لائق جج ہیں اور سٹائٹ میں یعنی اور دہ برس میں وہ پنشن لیں گے۔ (جیکہ ان کی عمر  
۶۰ سال کی ہوگی) چونکہ چیف کورٹ کے مقدمات متاثرہ زیادہ ہیں اور وہ مستقل ججوں سے کام لویا نہیں ہو سکتا تھا۔  
اس لئے اکتوبر ۱۹۰۶ء میں گورنمنٹ نے چار اور جج بطور ایڈیشنل ججوں کے ایک سال کے لئے مقرر کئے تاکہ  
بقایا مقدمات کا فیصلہ کریں اکتوبر ۱۹۰۶ء تک وہ کام نہیں ہو سکا۔ پس گورنمنٹ نے منظور کیا ہے کہ یہ چار نامہ  
جج اپریل ۱۹۰۶ء تک رہیں۔ تعجب نہیں کہ اگر کام اس وقت تک ختم نہ ہوا تو یہ چاروں جج اگست ۱۹۰۶ء تک  
رہیں گے۔

ان چار مدنی ججوں میں سے ایک ویسی جج ہے جو کہ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں مقرر ہوا تھا۔ وہ جج بھی ہندو ہے۔

جس کا نام ہے مسٹر جسٹس لال چند Mr. JUSTIC LAL CHAND وہ بھی بیٹھ رہا تھا، سٹائمٹ سے وہ پیشہ وکالت کرتا تھا۔ اس لئے مجھ سے وہ قریباً ۱۰ سال میٹر ہے۔ گورنمنٹ نے میٹر ہونے کے لحاظ سے اس کا حق فائق سمجھ کر اس کو بیچ مقرر کیا۔ لیکن اصل وجہ یہ ہے کہ مستقل ہنگالی بیچ مسٹر جسٹس چٹرجی کا بہت بھاری افرہاں کے چیف بیچ پر ہے اور ان کی کوشش سے چیف بیچ نے لالہ دل چند کی زیادہ زور سے سفارش کی تھی اور اس لئے گورنمنٹ نے بلا سوچے سمجھے اس سفارش کی بنا پر ان کو بیچ مقرر کر دیا۔

اب ایک اور موقوفہ نکلا ہے جس کے متعلق ہمیں اپنے حقوق پیش کرنے چاہئیں۔ وہ یہ ہے کہ سنبھل چار عارضی ججوں کے ایک انگریز پیرسٹر بیچ مسٹر جسٹس چٹرجی سے جو کہ بیسی کا پیرسٹر ہے۔ اور جو رہا چیف کورٹ کا کچھ عرصہ تک بیچ رہ چکا ہے۔ وہ یہاں سے تبدیل ہو کر پھر رہا چیف کورٹ میں بیچ کے جانا ہے۔ چنانچہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ وہ جنوری ۱۹۰۵ء میں برہما میں جا کر پارک لے گا۔ اب مسٹر جسٹس چٹرجی کی جگہ ایک عارضی بیچ مقرر ہوگا۔ پس اس مقررہ آپ کو کوشش کرنا چاہئے کہ ایک مسلمان بیچ اس کی جگہ مقرر ہو۔ سب سے عمدہ تجویز یہ ہے کہ آپ بہت جلدی کریں کہ خود ہی کسی تاجر سے نقصان کا اندیشہ ہے کہ منقطع ذیل افسران کو پرائیویٹ خط لکھیں۔

ٹ کرٹیل ڈنکاپ سمٹھ صاحب پرائیویٹ سکریٹری حیدر وائسرائے۔

۱۔ مسٹر ایل رچرڈس میگی ممبر کوئٹل وائسرائے۔ Mr. EARL RICHARDS

۲۔ مسٹر رزے RISLEY سیکریٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ۔

۳۔ مسٹر ڈنزل اینڈرسن صاحب آئینہ لغٹنگ گورنمنٹ۔

ان میں سے ٹ۔ وکلا۔ مجھ کو بخوبی جانتے ہیں اور میرے حقوق سے واقف ہیں۔ اور بالخصوص ٹ۔ جہاں تک ان سے ہو سکا۔ میرے مدد کرنے میں دریغ نہ کریں گے۔

آپ ان سب افسران کو لکھ سکتے ہیں کہ پنجاب چیف کورٹ میں مسٹر جسٹس چٹرجی عارضی بیچ کی جگہ جلد نالی ہوگی اور چونکہ ہندوستان بھر میں کوئی مسلمان بیچ نہیں ہے۔ جیسا کہ ہمارے میر۔ بل میں ذکر کیا گیا تھا اور چونکہ وکلا فرمایا گیا تھا کہ گورنمنٹ ہمارے حقوق کو پر ا کرنے کی کوشش کرے گی و فیرو و فیرو اس لئے یہ عہدہ جو خالی رہنے والا ہے ایک مسلمان کو دیا جانا چاہئے۔ پنجاب چیف کورٹ کے BAR میں اس قسم کے مسلمان موجود ہیں۔ جو اس عہدہ کے ہر طرح سے فائق ہیں اور اس لئے گورنمنٹ کو یہ موقع ان کے حقوق کو پر ا کرنے کا نظر انداز نہ کرنا چاہئے۔ میں خود بھی یہاں کوشش کر رہا ہوں کہ میرے حقوق کا اس موقع پر خیال رکھا جائے۔ اور اگر آپ ان افسران بلا دست کے مدد بہت جلد خط و کتابت میرے حقوق کی تائید میں کوشش کریں تو تعجب نہیں ہمیں کامیابی ہو۔

بہر حال یہ پہلا موقع ہے کہ گورنمنٹ ہم کو عملی طور سے ایفائے وعدہ کا ثبوت دے سکتی ہے۔ بعض زبانیاں باتوں سے ہم خوش نہیں ہو سکتے، جہاں تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ گورنمنٹ تیار ہے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کرے۔ چونکہ یہ تقریر صرف عارضی طور سے ہوگا۔ اس لئے یہ اعتراض قابلِ وقعت نہیں کہ وہ دوسری بیچ پہلے سے

موجود ہیں۔ اس لئے تیسرے ویسی ہی کا ہونا انگریزوں کے حقوق پر برا اثر پیدا کرے گا۔

علامہ اس کے موجدہ دو ویسی ہی بند ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ایک مسلمان ہی مقرر نہ کیا جاوے۔ آپ نے جو تعزیت کا تار بجے بھیجا ہے اس کے لئے آپ کا تہ دل سے مشکوک ہوں۔ آپ کی بددعا نہ ہمدردی قابل تہ ہے اور اس سے میرے فکین دل کو بہت شکین ہوئی ہے۔

۲ نومبر ۱۹۰۶ء

محمد شاہ ہیں (دستخط اسد اللہ انگریزی دونوں میں لکھی)

(۳)

بلاشبہ محسن الملک

محمد ولی مکتبی جناب ذاب صاحب

آپ نے جو خط پرائیویٹ سیکرٹری حضرت دانشمندانے کے نام چیف کورٹ کی جی کے متعلق لکھا تھا اس کی نقل کسی ذمہ سے یہاں کے ایک ہندو اخبار انگریزی THE PUNJABEE کے پاس پہنچی ہے اور خط اخبار مذکور نے آج کے پرچے میں شائع کیا ہے اور اس پر ایک سخت نوٹ لکھا ہے جو کہ میں آپ کے لاکھ کے لئے بھیجتا ہوں (لاحظہ ہو صفحہ ۷۷)

میں یہ پرچہ دیکھ کر سخت حیران ہوا ہوں کہ آپ کے خط کی نقل کس طرح سے پنجابی اخبار کے ہاتھ لگی ہے یہ معاملہ نہایت اہم اور نازک ہے اور اس کے متعلق آپ کو بڑی تحقیقات کرنی چاہئے۔ یہاں تاہم میں بڑی شدت سے چل رہی ہے اور مسلمان اخبار پڑھ کر دم بخود ہیں، براہ مہربانی براہی ڈاک بندید رجسٹری اس کا جواب عنایت کریں۔ آپ نے اپنے خط میں ۲۰ نومبر میں لکھا تھا کہ پرائیویٹ سیکرٹری کا جواب آپ میرے لاکھ کے لئے بھیجتے ہیں۔ میں نے آپ کو ۲۲ نومبر کو جو خط لکھا تھا اس میں میں نے تحریر کیا تھا کہ وہ جواب ابھی تک میرے پاس نہیں پہنچا ہے اب تک انتظار میں ہوں۔ مگر وہ جواب مجھے نہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لغاتہ جس میں آپ نے وہ جواب لغاتہ کیا تھا کسی ایسے شخص کے ہاتھ لگ گیا جس نے مجھے مکمل سے پہنچنے نہیں دیا، یہ کیا راز ہے آپ مزید مفصل لکھیں کہ آیا وہ جواب آپہنے عذرہ لغاتہ میں بند کیا تھا۔ یا اسی خط کے ساتھ بھیجا تھا جو ۲۰ نومبر کو لکھا گیا تھا۔ اس خط کے الفاظ یہ ہیں کہ پرائیویٹ سیکرٹری کا جواب آپ کے لاکھ کے لئے بھیج دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے بھیجا گیا تھا۔ لیکن وہ اب تک مجھے نہیں ملا۔ یہ خط میں آپ کو بصیرت رجسٹری بھیجتا ہوں آپ بھی جواب رجسٹری شدہ لغاتہ میں بھیجیں اور آئندہ احتیاط رکھیں کہ جو عذرہ لغاتہ کا فنیڈ نقل خط ہو وہ بندید رجسٹری روکن کریں۔

شاہ ہیں

۲۲ نومبر ۱۹۰۶ء

۳۔ کیا آپ نے اس لغاتہ میں جس میں پرائیویٹ سیکرٹری کا جواب بھیجا تھا۔ اس خط کی نقل بھی میرے لاکھ کے لئے بھیجی تھی جو کہ پرائیویٹ سیکرٹری کو لکھا گیا تھا۔ اگر نقل بھیجی تھی تو اخبار پنجابی کو میرے نام کا لغاتہ مل گیا ہے اور اس میں سے وہ نقل لے کر اس نے شائع کر دی ہے۔

شاہ ہیں

لے علیہ ڈاکٹر مختار الدین احمد



بائبل بحسن الملک

(۴)

(تلاش)

مقدونی کرمی جناب زاب صاحب

آپ مارگری شدہ خط مجھے ابھی پہنچا ہے، اس خط سے معلوم ہوا کہ مجھے آپ کے خطوط نہیں پہنچے۔

(۱) خط مورخہ ۹ نومبر جس میں خط مورخہ پرائیویٹ سیکرٹری کی نقل میرے ملائند کے لئے لغت تھی۔

(۲) خط مورخہ ۲۰ نومبر جس میں جواب پرائیویٹ سیکرٹری کی نقل لغت تھی۔

خط مورخہ ۲۲ نومبر جس میں آپ نے دوبارہ پرائیویٹ سیکرٹری کے خط کی نقل بھیجی ہے مجھے پہنچ گیا ہے (۱)

میں یہ خط مورخہ ۲۳ نومبر کا ہے نہ کہ ۲۲ نومبر (علامہ انیس رچرڈس صاحب کے خط کی نقل آپ کے خط مورخہ ۲۳ نومبر کے ساتھ مجھے پہنچ گئی ہے۔

تغیب یہ ہے کہ باقی خطوط مجھے پہنچتے رہے ہیں صرف دو خطوط مورخہ ۹ نومبر و ۲۰ نومبر نہیں ملے اور انہیں

دو خطوں میں ضروری نقول لغت تھیں۔

آپ نے پنجابی کے فوٹ میں دیکھا ہو گا۔ کہ اس نے یہ نہیں لکھا ہے کہ آپ نے ایک ہی خط چار افسران کے

نام بھیجا ہے۔۔۔۔۔ یہ بات کہ ان ب افسران کے پاس آپ نے خطوط لکھے ہیں پنجابی کو صرف اس صورت سے

معلوم ہو سکتی ہے۔ اگر آپ نے خط مورخہ ۹ نومبر میں خط مورخہ پرائیویٹ سیکرٹری کی نقل بھیجتے وقت مجھے بھی لکھا

ہو کہ ان افسران کے نام اس مضمون کے خطوط روانہ کئے گئے ہیں۔ کیا آپ نے اس خط میں ایسا لکھا تھا۔ میں نے آپ کا

خط مورخہ ۶ نومبر پھر پڑھا ہے (جو میرے پاس موجود ہے) اس میں آپ نے لکھا تھا کہ میری تحریک کے مطابق آپ

ان سب افسران کو خطوط لکھیں گے پس خط مورخہ ۹ نومبر میں اس امر کے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن اگر آپ

نے اس خط میں دوبارہ مجھے یہ لکھا تھا تو اس میں شک نہیں رہتا کہ پنجابی کو اسی خط سے یہ اطلاع ملی ہے۔ اس امر

کے متعلق آپ مجھے برائے فاک اطلاع بخشیں کیونکہ میں پوسٹ ماسٹر جنرل کے پاس اس معاملہ کے متعلق جو کہ بہت

سنگین اداہم ہے ان واقعات کی بنا پر شکایت کرنا یا ہتھاموں تاکہ وہ اس کی نسبت انتظامیہ طور سے تحقیقات کریں

اخبار پنجابی نے پھر ایک بار اس مضمون پر دوبارہ ایک فوٹ لکھا ہے۔ اس پرچے کی ایک کاپی میں

آپ کو کل بھیجوں گا۔

کیا آپ کے دفتر میں کوئی ایسا شخص نہیں جو پنجابی کا ایسے خطوط کی نقل بھیج سکتا ہے۔

شاہین

۲۸ نومبر ۱۹۶۷ء

(۵)

نام منشی محمد الیں فوق

جناب سن!

آپ کا خط ملا۔ میں نے انرمل صاحبزادہ آفتاب احمد خان کی تحریر پر اپنے کشمیری مسلمان بھائیوں کے نام

لے عطیہ ڈاکٹر منشا الدین احمد لے انزیری سیکرٹری علی گڑھ کالج۔

کی نظر سے (مسلم ایجوکیشنل) کالغرض کا پریذیڈنٹ ہونا منظور کیا ہے اور میں حتیٰ امکان ان کی مدد کے نہایت خوش ہوں گا۔

(خان بہادر میاں) شاہین

(بی۔ لے۔ بیرسٹریٹ مارچ چیف کورٹ پنجاب)

۳ جون ۱۹۱۳ء

(۶)

پیشی محمد الدین قزاق

جناب میں

آپ کے دو خط پہنچے۔ پہلے خط کے ساتھ اخبار کشمیری کے چند پرچے جو آپ نے بھیجے تھے وہ میں نے ملاحظہ کئے ہیں اور یہاں  
کشمیر کے لئے میں اس اخبار کو آب حیات تصور کرتا ہوں۔ اگرچہ اور کشمیر کے حالات پر حکم مجھے افسوس ہوا۔ میں کشمیر پر چکر چاہا ہوں تاکہ  
مجھ سے ہر ممکنے کا ان معاملات میں ان کی مدد کرنے کی کوشش کروں گا۔

افسوس ہے کہ مہاراجہ صاحب نے سری نگر میں کالغرض (مسلم ایجوکیشنل کالغرض علی گڑھ) کے انعقاد کو مناسب سمجھا ہے  
اس کے متعلق میں صاحبزادہ صاحب (انتخاب احمد خان) سے خط و کتابت کر رہا ہوں اور مناسب کارروائی کر جائے گی۔ یہ اطلاع  
۴ ماہ اگست کو لاہور سے سری نگر روانہ ہونے کا ہے۔ اس تاریخ کے بعد اگر ضرورت پڑے تو آپ مجھے پوسٹاں سری نگر کی معرفت  
خط لکھ سکتے ہیں۔

(خان بہادر میاں) شاہین

(بی۔ لے۔ بیرسٹریٹ مارچ چیف کورٹ پنجاب)

۲۲ جولائی ۱۹۱۳ء

پاپا بچہ لاہور کے مشہور میاں محمد علی کے چشم و چراغ تھے۔ ۲۰ اپریل ۱۸۶۹ء کو پیدا ہوئے۔ بی۔ لے کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۸۸۵ء میں  
کستان روانہ ہوئے۔ ۱۸۹۰ء میں بیرسٹری کر کے واپس آئے۔ اور اپنے انگریزی کچھول اور اردو تقریریں سے اپنی طبیعت اور ہمت طبع کی دھاک بٹائی۔  
لاہور سے آنے کے تین سال بعد انہوں نے محکم ایجوکیشنل کالغرض میں مسلمانان پنجاب کی تعلیمی حالت پر ایک ریسرچ اور رپورٹ لکھ کر پیش کی۔ سر سید احمد صاحب اس  
رپورٹ کو اور محکم کی سنجیدگی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہیں نصف اکتوبر سال ۱۹۰۱ء کو محکم کالغرض کی صدرانہ پیش کی۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۱ء کی صبح ۲۶ سال تھی  
انہیں وہ دوبارہ کالغرض کے صدر منتخب ہوئے اور ان کا خطبہ صدرانہ فصاحت اور ذہینت و تہذیب کے لحاظ سے بہت پسند کیا گیا۔ یہاں تک  
کہ انہیں آئی اے ایم ایس ایم کے سالانہ امتحان کی دوسری نشست منقطعہ مارچ ۱۹۰۲ء کا صدر منتخب کیا۔

حکومت نے انہیں یکے بعد دیگرے اعزازات عطا کئے۔ پہلے وہ پنجاب یونیورسٹی کی مجلس استغاثہ کے رکن تھے۔ اب وہ پنجاب  
ایسوسی ایشن کے قوانین کے رکن نامزد کئے گئے۔ پھر عدالت عالیہ میں جج مقرر ہوئے۔ جہاں وہ عارضی طور پر چیف جج کے عہدہ علیل تک پہنچ گئے۔  
۱۹۱۵ء کو انتقال کیا۔ ہمارے امداد کے بہت دیے شاعر تھے۔ اقبال نے قطبہ تاریخ و تاتیں انہیں علامہ فقیر کے سے ایک اور نظم میں فرمایا ہے۔

اے بایں از نگہ گری سراپا سہ قی

گرچہ تھا ترقی خاک نزار و دردمند

کس قدر بجا دل اس ناخوش بیکس تھا

مرگ کی یکن مل مانا کو کچھ پیدا نہیں

مرگ کو کچھ میں غافل اختتام زندگی

ہے یرشام زندگی صبح و دہام زندگی

(محمد عبداللہ قریشی)

# حکیم فقیر محمد شتی نظامی

بنام محمد الہدیٰ فوق

(۱)

فقیر نواز اسلام علیکم - مزاج شریف -  
کثرت مشاغل - مریدوں کی الجھنیں بعض مرتبہ اپنے خاص منایت فرماؤں سے بھی مجھے محبوب بنا کے چھوڑتی  
ہیں۔ پچھلی مرتبہ جناب نے طلبی مضامین کے لئے یاد فرمایا۔ مگر کچھ اس قسم کا کوتاہ قلم ہوں کہ اعتدال تک کا خط نہ لکھ سکا  
آپ نے کتاب کیا منایت فرمائی۔ گو یا میرے سکوت غیر طبی کے چرآن پر ایک دیا سلامی کھینچی ہے۔ اچھا بلائے  
اور خوب بلائے۔ کبھی نہ کبھی تو اس ایک آنٹی کی کسر آخر نکلتے گی۔  
تاریخ ندارد۔ غالباً ۱۹۱۹ء کا ہے۔  
فقیر نظامی

(۲)

بنام زبدۃ الملک حکیم نور احمد نظامی

عزیز حکیم فراموش صاحب - اسلام علیکم  
بیاض نور الہدیٰ بیسی راموں۔ یہ تو میرے پاس بھی ہے۔ ایک پہلی بیاض نور الہدیٰ قادیان سے شائع ہوئی تھی  
جو میرے پاس موجود تھی۔ اس کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ میں یہ سمجھا تھا کہ شاید وہ بیاض میں نے تمہیں دے رکھی ہے۔ پرسوں  
جب آپ آئیں گے۔ تو زبان کہوں گا۔ کیونکہ آج میرا شام بجے شیخ نور الحق صاحب کے ہاں کا بلاوا ہے اور میرا شام  
وہاں چلا جاؤں گا۔

۱۰ جگہ اؤں منتظر لہذا دھن حکیم فقیر محمد صاحب جسے مذاق اہل ذہن دل جڑ گئے۔ طبیعت نہایت سلجھی ہوئی پائی تھی، پرسوں وہاں  
میں رہے۔ حکیم عبد الجلیل کے قابل شاگردوں میں سے تھے۔ ۱۰ ہجری حیات کرتے تھے اور وقت کے ممتاز ترین طبیبوں میں گنے جاتے  
تھے۔ یہی اکتوبر ۱۹۲۰ء میں وفات پائی اہم بیانی میں مدفون ہیں۔ ان کا مجلس ہر وقت گرم رہتی تھی۔ شاعر، اخبار نویس، علمی خان کے  
لوگ ان کی محبت سے بیت مستفیض ہوتے تھے۔ وہ خود اعجازی کے زبان دان، شاعر، ادیب، خوش نویس اور مصور تھے۔ مدظلہ  
بدی دق حکیم صاحب ہا کے شاگرد تھے۔  
(محمد مبارک قریظی)

حکیم فقیر محمد شتی بدین خطاب شفا مالک۔

کو رنگے دلوں میں سے ابھی تک کوئی نہیں آیا۔ اعدائے اہل بیت ہے۔ اہل انجیل کی طبیعت خراب  
ہوتی تو ان کے آنے کی امید تھی۔ والسلام

۸ فروری ۱۹۳۲ء

فقیر نظامی

(۳)

بیم زوجہ، الحکماء حکیم نواز احمد نعمانی

عزیز کرم حکیم نواز احمد صاحب! (سرینگر کھنیر۔ رام منشی باغ۔ کوٹلی کار صاحب بھاری)  
اسلام علیکم دو روزی خط ایک ہی ڈاک سے پیچھے۔ میاں صاحب نے تو اسی وقت جواب لکھوا دیا تھا میں  
وہ سڈ کے لئے پھر ڈاک کی کھنڈ ہم لوگ گھر گئے تھے۔ میاں صاحب نے واپسی کے وقت گھر ڈاک چھوڑ کے خوب  
لو کو سے لگائے۔ جب تک گئے تو مراد ہوئے۔ پھر رات کو ایسے گھوڑے بچ کے سوائے کہ سب کی خبر لائے طبیعت  
میں کمساہٹ اور شکاکت تھی۔ لیکن صبح کی پہلی تھپی اور ہوا خوری ضرور کی۔ اب اس وقت نائش میں تشریف لیگے ہیں  
اس جیسے کی ۱۵ رات۔ یخ تک بھیڑ بھٹ گئی۔ اب پنجاب کے اکاد کا لوگ نظر آتے ہیں۔ گھرگ میں بھی وہ جوڑم  
نہیں۔ اکثر برکی پندہ تاریخ تک ڈاک کی دہلی بند ہو جاتا ہے۔ الغرض رمانوی کا عالم ہے۔

کر باندھے ہوئے چلنے کو پاں سب بیاڑھی ہیں بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں  
اللہ کو منگوا تو اگلے جینے کے پہلے ہفتہ تک ہم بھی لاہور کی گھاگھسی آدیکھیں گے۔ کشمیر بلیک دیکھنے کی جگہ ہے۔  
یہاں کی زمیں میں وہ قوت نامیہ موجود ہے کہ سوکھی چیز بری ہو جاتی ہے۔  
ہر مومنہ جانے کہ ہ کشمیر وہ آید الخ

اس شعر کا مصداق ہے شک یہ خط بہت نکیر ہے۔ پیچھے گئے تو زانی تیار کر لی گے۔ خط میں اس داستان کو کہاں تک  
لکھا جائے۔

بھی کا علاج بالکل صحیح طریق پر ہوتا ہے۔ اذان کے بڑھانے کی مزدت نہیں۔ فنا تولید و مہر کی وہم و فہم  
سب تحلیل ہو جائے گا۔ اذینان سے کام کئے جائیے۔ عجلت کی مزدت نہیں۔ حالات اچھے ہیں۔ سب کی خدمت میں  
اوجب کہہ دیجئے گا۔ والسلام

۲۵ جولائی ۱۹۳۲ء

فقیر نظامی

(نوٹ) یہ خط اس زمانے کی یادگار ہے۔ جب صوبہ بہار کی سیاست ٹکڑی کے مل بھنگا صاحب بھاری کی رانی بار برکھم مسکے زیر علاج تھی جسے حکیم صاحب  
کے علاج سے ناکمہ تو تھا۔ مگر وہ لاہور کی گرمی برداشت نہ کر سکی۔ رانی نے حکیم صاحب کو مجبور کیا کہ وہ اس کے ساتھ کشمیر چلیں۔  
حکیم صاحب نے اکیلے جانا پسند نہ کیا۔ اپنے دوست میاں جمال الدین برادریاں احمد دین بے۔ ایل ایل بی اچھو کیٹ لاہور کو بھی ہمراہ لے لیا۔  
انہ اپنے مطلب کی نگرانی حکیم نواز احمد نعمانی کے سپرد کر دی۔

(نواز محمد احمد قریشی)

# بین خود دہلوی

( ۱ )

بنام سید دل محمد نقشا

مکرم بندہ  
سلام علیکم - آپ کا پرسٹ کارڈ ملا۔ میں عرصہ سے بیمار اور صاحب فرائض ہوں۔ میرے دو درباران چھب چکے ہیں اکہ۔ دہان میں مریٰ قصہ بر لکھی ہے اور قدر میں لکھی ہے۔ رانج عمری لکھی دوں ہے۔ میری سوانح عمری میں زیادہ ر شاعری ہے۔  
گھوڑے کی سہاری اور شکار کا شوق ہے۔ اگر آپ چاہیں تو دونوں دلیہ ان بندہ لکھ دوں۔ پتی بھیج دوں جن کی خدمت پانچ روپیہ ہے۔

بین خود دہلوی - حلی (ٹیلیا مل) ۲۶ فروری ۱۹۴۹ء

( ۲ )

بنام سید دل محمد نقشا

مکرمی!  
وعلیکم السلام - میری ۹۱ برس کی عمر ہے۔ حافظہ جواب دے چکا۔ جوشہ کے سبب سے اپنے قلم سے اس نام بھی نہیں لکھ سکتا، اب لکھتے ہیں دوا لکھی جواب دیکھتے ہیں نے دس کیا وہ برس کی عمر میں سب سے پہلا شعر یہ کہا تھا ہے  
دل سے نکل گیا کہ جگر سے نکل گیا  
تیر شکار و یار کہ عمر سے نکل گیا  
اس عمر میں یہ لکھی نہ سمجھ سکتا تھا کہ میں نے شعر کہا ہے جس کو سنا تھا اس سے کہتا تھا کہ مجھے شعر یاد آ گیا ہے  
امانت کی غزل اس زمین میں لکھی اسے۔ کبکہ کہ کہہ با تھا۔ پیاریوں سے پہلے میرا دماغ بہت صمیم تھا۔ مجھے پھر تخلص کا اثر کبہ ہو۔

دو دیوان میں نے چھپوائے ہیں۔ ایک شروع کا دیوان قلمی میرے پاس ہے۔ اس سے پہلے کا کلام ایک دیوان کے قریب تھا  
 اس کو ابندے عمر کا کلام سمجھ کر جلا دیا۔ میرے کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ قطع  
 زبان اسناد کی پیچود تو بہ مضمون مرتب کا  
 بیاں غالب کا ہوا اشعار کی پریشان پیدا کر  
 تمام عمر کسی قسم کا کوئی نشہ نہیں کیا اجماع حقیقہ دنیا ہوں۔ ایک رباعی عرض کرتا ہوں۔۔۔  
 بوڑھا ہوں مگر طبع جواں رکھتا ہوں      صورت چہ نہ جا جس بیاں رکھتا ہوں  
 ملتی ہے مجھے داد و نصاست بخور      میں تسلط دہلی کی زبان رکھتا ہوں  
 نیازمند، پیچود دہلوی۔ دلی (مطبوعہ)، ۳۰ اپریل ۱۹۵۱ء

# مولانا محمد عرفان

(۱)

بنام در صاحب

جناب محترم و صدیقی لاکرم غلام رسول خان صاحب تبرہ دامت فضیلتہم۔

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں اس سے قبل ایک وزیر لکھ چکا ہوں مگر خدا معلوم اس کا کیا حشر ہوا، آج وہ سر اعلیٰ لکھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ کم از کم فوراً جواب تو آپ لکھ دیں گے۔

مولانا محمد علی صاحب ایڈیٹر کلرٹ "ہمدرد" کے لئے آپ کی خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں، مجھے مستند وفد مولانا نے فرمایا کہ میں آپ کو خط لکھوں مگر بعض وجوہ کی بنا پر میں نے اسے مناسب نہیں سمجھا تھا۔ لیکن کل منام "ہمدرد" کی بہت ہی نازک حالت، بتا کر مجھ سے ٹیلیفون پر یہ فرمایا کہ "مہر" صاحب کو تار دے دو، وہ صرف ایک دن کے لئے دہلی تشریف لے آئیں، چند باتیں کرنے کے بعد پھر وہ "ہمدرد" تشریف لے جائیں اور جب معاملہ طے ہو جائے تو وطن ہو کر دہلی تشریف لے آئیں۔

ہم لوگوں کی ایک عرصہ سے یہ خواہش ہے کہ کسی طرح آپ کو دہلی میں بلایا جائے اور پھر ہمیں کوئی قیام کی صورت پیدا کی جائے، اگر "الجمیعت" کی حالت اس قابل ہوتی تو اب تک میں یہ کام کر چکا ہوتا کہ آپ کو دہلی تشریف لانے کی دعوت دیتا مگر "الجمیعت" غریب اگر اسی وقت کے ساتھ زندہ رہ سکے تو اسے بھی نفیست سمجھنا چاہئے، اس لئے کہ بغیر کسی سرمایہ اور بہترین ملہ ادارت کے جس طرح بھی اپنے وقت پر نکلتا رہے قیمت ہے۔ والوجود اعز من العدم وان کان وجہ الہیوتی۔

اب اللہ تعالیٰ نے ایک صورت پیدا کی ہے کہ آپ دہلی تشریف لاسکیں، مولانا محمد علی صاحب کے پاس کوئی شخص نہیں جو اخبار کی شان کو قائم رکھ سکے۔ وہ سخت پریشان ہیں، واقعی اگر آپ تشریف نہیں لائیں گے تو خجب نہیں کہ "ہمدرد" ختم ہو جائے۔

اگر آپ دہلی قیام فرماتا تو قریب مصلحت نہ خیال کریں تو میری مرث دو روز کے لئے تشریف لے آئیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ مولانا محمد علی صاحب کو یہ معلوم ہو جائے کہ اہل دہلی کے کہتے ہیں اللہ "ہمدرد" کی کیا شان ہونی چاہیے

صرف دو روز کے قیام کے بعد آپ چلے جائیے گا۔  
آمد و رفت کا کرایہ میرے ذمہ ہے۔ اگر آپ فرمائی تو بذریعہ کار کرایہ بھیج دیا جائے۔  
اگر آپ نے دہلی کا قیام منظور فرمایا تو جس طرح آپ چاہیں معاملہ طے ہو جائے گا یہ کیف آپ کی مرضی کے  
موافق تمام معاملات ہوں گے۔  
۳۱ مارچ ۱۹۲۵ء  
جواب کا طالب محمد عرفان

(۲)

نمبر صاحب

جناب محترم مولانا غلام رسول خاں صاحب دام عظیم  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرا خیال کراچی سے لاہور جانے کا تھا مگر رفقاء نے کار کرایہ مشورہ ہمارے  
اس وقت تمام ارکان کو پہلے دہلی چلنا چاہئے اور فوراً مشورہ کر کے پھر کہیں جانا چاہئے۔ دہلی میں اگر چھبیروں کی وجہ  
سے نقل و حرکت سے محذور رہا۔ ذرا حالت صبحی تھی کہ پانی پت ایک دن کے لئے چلا گیا۔ گرواں سونا ناظر ملین  
صاحب کی وجہ سے چار دن صوفت ہو گئے اور کام کرنے کی وجہ سے پھر تکلیف پڑی گئی۔ اب میں بحمد اللہ بالکل صحیح  
و مسلم ہوں۔ چھبیاں ابھی ہو رہی ہیں۔ اسی ہفتہ میں خدانے چاہا تو حاضر خدمت ہوتا ہوں، اگر آپ اس ہفتہ مکان جانے  
کا ارادہ نہ کریں تو میں لاہور نہیں ورنہ جب آپ واپس آجائیں اس وقت حاضر ہوں۔  
پیرا سنگل کے وہ یہاں سے چلنے کی کوشش کروں گا۔  
آپ گھر جہاں ہیں انشاء اللہ ستمبر کے پہلے ہفتہ میں آئیں گے۔ مالک صاحب سے سلام فرمائیے۔ مولانا  
عبد العظیم صاحب آپ کو اور مالک صاحب کو سلام فرماتے ہیں۔

محمد عرفان

(۳)

نمبر صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔  
صدیقی العزیز جناب محترم مولانا غلام رسول صاحب، مہر ایڈیٹر "انقلاب" دام عظیم  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حمید کے بعد انشاء اللہ ملاقات ہوگی۔ میں چند روز کے لئے پہاڑ پر  
جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ڈاکٹر علامہ اقبال کا کل ایک خط وصول ہوا ہے۔ حسب ارشاد ڈاکٹر صاحب جناب کو  
اطلاع دے رہا ہوں کہ ان کا پہلا پروگرام ضوئہ ہر چکا ہے۔ اب وہ ۱۰ فروری کو دہلی سے کانٹے دردی اٹالین جہاز  
پر سوار ہوں گے۔ اور ۲۲ فروری کی صبح کو بمبئی پہنچیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کے مکان پر بھی اطلاع دے دیجئے گا نیز  
اخبار میں اطلاع فرمادیں۔ مالک صاحب سلام فرمائیے۔ آپ کا قدیم نیاز مند محمد عرفان

میں نے خدمت کوئی تھی اس لئے کہ خاص حالات و تقاریر کے پیش نظر اس وقت رویندر لہر چھڑک دیا جائے گا۔ یہ سب کچھ ہی غور سے لکھیے۔



# اسلم جبراجپوری

(۱)

بنام پروفیسر محمد اسلم صاحب پٹنہ

مخدومی۔ السلام علیکم۔

ابھی کارڈ وصول ہوا..... لیکن ابھی تک پوجہ ناسازی طبع میں دیاں نہیں جاسکا۔ کیونکہ وہ دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ تعدادات علم دوبارہ اسی کاتب سے لکھوائی گئی۔ کل اس کی کل کاپیاں آگئیں۔ حبیب صاحب کو پارسى علوم کے ٹائٹل پرچ کا پتھر نہیں ملا۔ مہربانی فرما کر دو دنوں رسالوں کے ٹائٹل پرچ بنا کر بلڈ بھیج دیجئے۔ مجھے ایک عرصہ سے زکام، نزلہ اور بخار کی شکایت ہے۔ مولانا سوائی آج کل بانگی پڑے ہیں۔ کوئی کتاب نقل کر رہے ہیں۔ حکیم صاحب کے انتقال سے ہمارے کی موت و حیات کا سوال دو پیش ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ..... والسلام

جامعہ کے لئے کبھی کبھی مضمون بھیج دیا کریں تو بہتر ہو۔ فقط

۱۶ جنوری ۱۹۷۸ء

اسلم۔ جامعہ طیبہ۔ قزوین۔ دہلی

(۲)

بنام پروفیسر محمد اسلم صاحب پٹنہ

مخدومی۔ السلام علیکم۔

پارسى علوم کی کئی کاپیاں بطبع جامعہ میں جمادی گئی ہیں اور ان سب کا پروف ایک ساتھ خدمت میں بھیجا جا رہا ہے، دیکھ کر فوراً واپس بھیجئے تاکہ چھپائی ہو جائے۔

جو نکرہ تاریخ نجد کا شوق آپ سنا اپنے ایک خط میں ظاہر کیا تھا اور وہ تیار ہو گئی ہے اس لئے اس کی کاپی بذریعہ دی۔ پی کے مکتبہ بھیج رہا ہے۔ اسی کے ساتھ پروف بھیجنا مناسب معلوم ہوا۔ امید ہے کہ آپ کو وصول کر دیں گے۔ آپ کا کارڈ ملا تھا۔ ۲۴ پونڈ ٹیکہ ذکر! میں نے تو لکھا تھا کہ ۱۶ پونڈ کا کاغذ ۱۸ x ۲۲ کے لئے دیا ہے ہی ہوگا۔ جیسا کہ جامعہ کے لئے ۲۰ پونڈ کا اور ۲۴ ہی پاؤنڈ کا کاغذ خریدا ہوا ہے۔

مہربانی فرما کر یہ بھی لکھئے کہ کتاب کے ٹائٹل پر شائع کنندہ اور مقام اشاعت کیا درج کیا جائے جواب میں فرما ہر دو نہ سخت ہرچ ہوگا۔ امید ہے کہ بغیر تہ ہوں گے مذاکرہ صاحب سلام کا جواب دیتے ہیں۔ فقط۔ محمد اسلم جامعہ طیبہ قزوین دہلی

# مہدی بیگم

(۱)

نام سیدعل محمد رضا

جناب محترم!

آداب۔ آپ کا حمایت نامہ ملا خوشی ہوئی کہ آپ مکاتیب مہدی کے بارے میں میری احادیث پر کسی گوشش فرما رہے ہیں۔ افادات مہدی کی اشاعت جب میں نے کی تھی تو اس کی ملک اس کثرت سے ہوئی کہ شائع شدہ جلدیں اپنی جلد ختم ہوئیں کہ تعجب ہوا پھر اس کے بعد برسوں تک کے خطوط کا بکے سے میرے پاس آتے رہے۔ بعد کو میں نے خطوط کے جواب دینے نہ کئے۔ آخر کہاں تک ہو لیک کا جواب دینی نہ ہو کہ جب لاہور پریس کے کئی امتحان کے کورس میں داخل ہوئی جس کی اطلاع مجھے پروفیسر صاحب مینیٹر شفیع صاحب ہندوی نے لکھا کہ تہاں تک جلد لکھیں ہراس کی کافی اشاعت کراہے۔ اس وقت میں نے سید سلیمان صاحب ندوی کے ذریعہ اس کا انتظام کیا ورنہ میں نے عمدہ افادات کو کورس میں داخل کرنے کی کوئی غریب نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ مجھے یہ بھی خبر نہیں کہ اس کے کورس میں داخل ہونے کے اسباب کیا ہوئے۔

اب ہم صر سے مکاتیب کی شائع کرنے کے لئے پہلی اکثر اصحاب کے خطوط میرے پاس آتے رہے یہ اخیال تھا کہ افادات کی طرح اس کی بھی ملک ہوگی اس خیال سے میں نے اپنی اشاعت کافی کرائی لیکن اس کی سبب علمی مذاق کی ایسی سوانہاری ہو رہی ہے کہ اس میں ہر ایک کا اپنی جگہ ہر ایک میں اس پہاڑی ہوں کہ کم سے کم حق و کتاب میں چھپ چکی ہیں وہ کل باتیں جنہوں نے اس کے لئے اپنی پوری سعی سے کام لیا کہ میری اور دو فرمائیں اور اس کے حلقہ احباب میں بھی جو اصحاب ایسے ہوں جن کی گوشش اس میں کامیاب ہو سکے ان کے ذریعہ سے مل جائے۔ اس کے لئے میں آپ کی بہت ممنون ہوں گی۔ امید ہے اب فضلاء و اصحاب کی صحت و شہل گئی ہوگی اور آپ بھی اچھے ہوں گے۔

مہدی بیگم۔ مسنت پورہ ۱۸ اگست ۱۹۳۲ء

(۲)

نام سیدعل محمد رضا

جناب محترم!

آداب۔ آپ کی تحریر کے مطابق وہ خطوط کی نقل آپ کو بھیج رہی ہوں۔ لیکن آپ اپنے مضمون کے ساتھ ان میں دو خط بھیج

سے زیادہ رسالوں میں چھپوانے کا کیریکر میرا اور دانشور دانشوران کا بھی مجبورہ شائع کرانے کا ہے۔

موجودہ اپنے سے ایک ہر کریر اور وطن جانا گوارا نہیں کہتے تھے۔ ایسی ہی سخت مجبوریوں کی حالت میں تہا وطن جاتی تھی، ایک آدمہ جینے کے لئے تو ایسی حالت میں ہم لوگوں کی ٹاک کا سلسلہ دو نانہ جاری رہتا تھا یا جب میں ان کے پاس رہتی تھی اور ان کا دودھ کا نانہ ہوتا تھا تو دودھ سے بھی روزانہ چرپا سبیل کے ذریعہ دو طرفہ ڈاک کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور روزانہ خطوط کے سلسلہ کے ساتھ بھی ان کے خطوط ۴، ۶ صفحے تک نہیں ہوتے تھے اور کبھی کبھی ۸، ۱۰ صفحے کے ہوتے تھے۔

ان کی دائمی جدائی نے مجھے مد قریب قریب پاگل بنا دیا تھا۔ تندرستی اتنی خراب ہو گئی تھی کہ زندگی کی امید نہیں تھی بس روز بروز مرنے میرے عملی و معانی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باطل بیکار کر دیتا۔ جو کچھ کی تھی وہ تباہ کی وفات نے پوری کر دی۔ نہایت ہی محنت، فہم بردار اور جفاکش بچہ تھا۔ اپنے مقدور بھرم ۲ گھنٹے میرا غم مٹانے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔

میں تو اسی زمانے میں میں نے ان کی وفات کے بعد اس خیال سے کمر سے بعد خطوط بچوں کے خطوط میں جوائیں گے اس لئے میں نے ہر خط میں صفحے کے صفحے قلمزد کر کے ان پر سادے کاغذ چکارتے۔ کیریکر اس وقت مجھے ان کی اشاعت کا خیال ہی نہیں تھا۔ لیکن اب بڑی مشکل جملہ کے امرار سے اور دوسروں کے دوستوں کے امرار سے ان کے شائع کرنے کا ارادہ ہوا لیکن اس کا انتظام ہے کہ موجودہ مکتبہ کی کچھ جلدیں نکل جائیں تو اس کا سلسلہ شروع کدوں۔

اطلاعات جب میں نے شائع کی تھی تو پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر صاحب نے اپنے ان بی۔ اے کے کورس میں داخل کر لی۔ اس کے بعد مولوی فاضل اور منشی فاضل کے نصاب میں بھی داخل کر لی گئی لیکن نہ تو میں نے کوئی کتاب پروفیسر صاحب کو بھیجی نہ ان سے اس کی درخواست کی۔ نہیں معلوم کہاں سے انہوں نے کتاب دیکھی۔ جب یہ نصاب میں داخل ہو گئی تو پروفیسر صاحب نے مجھے لکھا کہ افادات فلاں فلاں کورس میں داخل کر دی گئی ہے لہذا جہاں تک جلد ممکن ہو آپ اس کی کافی اشاعت کرائیجے۔ اس وقت میرے پاس جتنی جلدیں بھی تھیں وہ قریب قریب ختم تھیں اس لئے میں نے سید سلیمان صاحب ایڈیٹر معارف کو اشاعت کی اجازت دے دی۔ اسی زمانے سے ان کے ہاں چھپ کر فروخت ہو رہی ہیں لیکن مکتبہ کے لئے کوئی مدتیں جتنے ہر پنجاب سے خط مرح چھپے ہوئے قوانین کے آیا تھا اور اس میں بہت سی شرائط ہیں۔ ۸ جلدیں مانگی ہیں تاکہ جن جن کے متعلق تھا بنانا ہے وہ لوگ دیکھیں اور سائے پاس کریں وغیرہ وغیرہ۔ غرض مجھے اس میں بڑی طوالت معلوم ہوتی ہے۔ کوئی دوسری مول ہے۔ میں نے ایک کتاب بھیج دی تھی۔ پھر وہاں سے اسی مضمون کا خط آیا لیکن میں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ فقط!

ہمدی بیگم جنگت نرائن رڈ ۵۷ یکشنبہ ۱۲ فروری ۱۹۳۳ء

# مشاہیر ادب

## محمد عبداللہ قریشی

**غالب** ۸ رجب ۱۲۱۲ھ یعنی ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء کو اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۵ فروری ۱۲۹۹ء کو دہلی میں وفات پائی گئے۔ ان کا نام اسید اللہ خاں عرف مرزا نوشہ تھا۔ نجم الدولہ وزیر الملک، نظام جنگ خطابات تھے۔ وہ نرک فضل سے تھے۔ ان کی شخصیت میں مغلوں کے تہذیب اور شکوہ کی روح سمائی ہوئی تھی۔ غالب کا زمانہ اغلاط و زوال کا زمانہ تھا۔ لیکن یہ اغلاط و زوال سیاسی، سماجی اور معاشی تھا، علمی اور ادبی لحاظ سے تو وہ زمانہ قبول حالی، عہد شاہجہانی کی یاد دلانا تھا۔ غالب کی ساری زندگی کشمکش میں گزری۔ زندگی نے انہیں ہر قدم پر آنکھیں دکھائیں لیکن یہ زخم خوردہ و دل شکستہ کبھی بھی زندگی کی دوڑ میں پیچھے نہ رہے وہ ہر حال میں زندگی بسر کرنا جانتے تھے۔ بچپن کی تہی زمانے کی ناسازگاری۔ پنشن اور جائداد کی ضیق، مسلسل بیماری، گھر پر نا اُسودگی، یہ تھے وہ تجربہ ہاتھ بن کی وجہ سے زندگی کا مسکراتا ہوا پھول کا شاخیں کرانے والے میں چھو گیا تھا اور ہر لحظہ ایک نئی کیمک ایک نئی تربت کے ساتھ اپنے وجود کا احساس دلانا رہتا تھا۔ ان حالات کے زیر سایہ غالب کی ذہنی نشو و نما ہوئی۔ ان کی شخصیت اس سیرے کے مانند ہو گئی جو کئی پہلو دکھتا ہو اور ہر پہلو اپنے اندر ایک نئی اور انوکھی دنیا رکھتا ہو۔ یہ دنیا اس کی شاعری میں بھی ملتی ہے اور خطوط میں بھی۔ اگرچہ ان کا نام شاعری کی وجہ سے سر بلند ہے لیکن ان کے خطوط بھی کسی طرح شاعری سے کم نہیں۔ ان میں ان کی فطری شگفتگی اور بذلہ سنجی بھی ہے۔ ان کا درد انسانیت، غم و رنج بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس زمانے کے سیاسی، سماجی اور معاشی ماحول کی جھلکیاں بھی مل جاتی ہیں ویسے یہ خط ان کی دوستانہ محبت، شفقت اور خلوص سے مملو ہیں۔ ان کا انداز سادگی اور بے تکلفی کا پہلو ملے ہوئے ہے۔

**سید نذیر حسین محدث دہلوی** شمس العلماء سید نذیر حسین عرف میاں صاحب محدث دہلوی قسطنطنیہ گڑھ صلیح مؤلف کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد کا نام سید جواد علی تھا۔ آپ کے بزرگ اور رنگ زیب کے عہدیں عمدہ ثقافت پر آمادہ تھے۔ ۱۲۳۵ھ میں جب سید احمد شہید بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی پشتم گئے تو آپ وہاں موجود تھے۔ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے کولہ حاصل کیا۔ پھر دہلی تشریف لائے اور مولوی عبدالغفار، مولانا شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد تیرہ برس مولانا شاہ محمد الحق کی خدمت میں رہ کر حدیث اور تفسیر پڑھی۔ چنانچہ ۱۲۵۵ھ میں انہوں نے آپ کو اجازت علوم حدیث دے کر زمانہ توقف کر دیا۔ آپ نے دہلی میں قرآنی و حدیث کا درس شروع کیا تو سینکڑوں شاگرد فیض یاب ہوئے۔ اگرچہ کثرت اشتغال اور جواب استفتاء سے آپ کو فرصت کم مل، پھر بھی میاں الحق، احمقہ الفتوحی، ثبوت الحق، تحقیق، علاج الہی، اتباع الہی، ابطال علی المولود وغیرہ چند رسالے آپ نے لکھے ایک سالہ

ہو توں کے زیور دہن کے بیان میں تحریر فرمایا۔ ۱۳۳۸ھ میں آپ حج کو تشریف لے گئے اور ۱۰ رجب ۱۳۳۸ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو سفرِ آخرت اختیار کیا۔ آپ کا مزار شہید پورہ (دہلی) کے قبرستان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

### سربید احمد خاں

سربید ۱۸۸۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک ممتاز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۳۸ء میں دہلی میں سرشتہ داری کے عہدے پر مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۸ء میں متعلق کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۸۷ء سے ۱۸۹۵ء تک

دہلی کے صدر امین رہے۔ اسی زمانے میں انہوں نے مشہور کتاب آثار العناوید لکھی۔ ان کی بہت سی کتابیں اور بھی ہیں۔ ۱۸۹۹ء میں انہوں نے ایک انجمن قائم کی جس کا نام ”برٹش انڈین ایسوسی ایشن“ تھا۔ اور سائنٹیفک سوسائٹی کا ایک ممبر اور رسالہ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے نام نکالا۔ ۱۸۹۹ء میں انگلستان گئے۔ واپس آکر اپنا مشہور رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا۔ اس رسالے نے بہت بڑے بڑے کام کئے۔ ہندی افادہ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ”ماری نئی نسل تہذیب الاخلاق کی پروردہ ہے۔“ سربید کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک نئی تحریک پیدا کی جس میں اور بہت سے لوگ بھی شامل ہوئے اور اس طرح انہوں نے اردو ادب کی پیش بامندمت کی۔ ۱۸۹۸ء میں یہ سرکاری ملازمت سے کنارتہ کش ہو گئے اور بقیہ عمر تعلیمی اور سیاسی مشاغل میں گزار دی۔ بالآخر ۱۸۹۹ء میں وفات پانگئے۔

### مولوی محمد حسین آزاد

محمد حسین مولوی باقر علی کے فرزند و ارجمند تھے۔ ابتدائی تعلیم ذوق کے سایہ عاطفت میں ہوئی۔ باقی تعلیم دہلی کالج سے حاصل کی۔ استاد ذوق کی محبت کی وجہ سے ان کی ملاقات بڑے بڑے شعرا سے ہوتی رہی جس نے ان کے ذوق

کو اور بھی جلادی۔ غدر کی صعوبتوں کی وجہ سے مارے مارے پھرتے رہے۔ مگر علم و ادب سے کنارہ کشی کبھی نہیں کی، بلکہ علمی و ادبی کاموں میں زندگی بھر پیش پیش رہے۔ ۱۸۹۲ء میں انجمن پنجاب قائم ہوئی۔ وہ اس کے بھی ممتاز ذمہ دار تھے۔ انجمن کے رسالہ کے ایڈیٹر بھی رہے۔ ان کو میر سلیس کا بے حد شوق تھا، لیکن ان کی سیر و سیاحت کی نوعیت بھی علمی و ادبی ہوا کرتی تھی۔ ۱۸۹۵ء میں حکومت ہند نے ایک مشن منسٹرل انیشیاتیہ کی سیاسی حالت کا جائزہ لینے کے لئے روانہ کیا، وہ بھی اس کے ایک رکن تھے۔ افتادہ نسل کا سفر کرنے کے لئے انہوں نے پشتو سیکھی۔ ۱۸۸۵ء میں وہ سیاحتِ ایران کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں انہوں نے بہت استفادہ کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے کئی طویل سفر کئے۔ ان کا سلسلہ تصانیف ۱۸۸۵ء میں شروع ہوا۔ تیس سال کے عرصہ میں انہوں نے لاتعداد کتابیں لکھیں جن میں سے مخدیانِ فارس، دربارِ اکبری اور آپ حیات کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ انہوں نے بچوں کے لئے جو تہذیبیں لکھیں وہ بھی بہت مقبول ہوئیں۔ وہ جدید اردو نظم کے اولین نمائندوں میں ہیں۔ ۱۸۹۱ء میں وفات پائی۔

### امیر مینائی

امیر احمد نام، امیر تخلص تھا۔ ایک بزرگ حضرت شاد مینا کی اولاد سے تھے ماس لئے امیر مینائی کہلاتے تھے۔ ۱۸۲۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی کریم احمد کی نگرانی میں حاصل کی جو شرافت نشی کے علاوہ جوہر ذاتی سے بھی بہرہ مند تھے۔

تنبیہ کی بعض منرین فرنگی محل میں طے ہوئیں۔ وہیں سے شروع شاعری کی ابتدا ہوئی، نثری مظہر علی امیر کی شاگردی اختیار کر کے اس فن میں مکمل حاصل کیا۔ اس کی بدولت واجد شاہ کے دربار میں پہنچے اور دو کتابیں ارشاد السلطان اور ہدایت السلطان تصنیف کیں جو اب نایاب ہیں۔ بلکہ ان کے مشاعرہ کی طرح غزلوں کا ایک مجموعہ بغیرت بہارستان بھی مرتب کیا تھا لیکن وہ طباعت و اشاعت سے پہلے ہی ہنگامہ غدر میں تلف ہو گیا۔ ۱۸۵۰ء میں دربارِ دوست علی خاں دہلی رام پورہ نے بلایا اور نہایت تعظیم و تکریم کی۔ بعد میں نواب کلب علی خاں نے ان کو اپنا استاد بنایا اور بعد ازاں دیوانی کا حاکم مقرر کیا۔ ۲۰ سال مام پور میں رہے۔ پھر نظام کے ایما سے قاضی نے انہیں حیدر آباد بلایا۔ مگر جلتے ہی بیمار ہو گئے اور ۱۴ اکتوبر ۱۸۵۰ء کو انتقال کیا۔ متقی پرہیزگار اور نیک نفس رنگ تھے۔ مراۃ الغیب (فتیہ دیوان)، صنم خانہ عشق (دیوان)، حماد خانم القہین، مینائے سخن وغیرہ نظم میں درخشاں نثریں

نامہ کے اسرار، زاد الامیر، شعر کا ایک تذکرہ، انتخاب یادگار، نثر میں یادگار ہیں۔ امیر اللغات کلمتی شروع کی تھی مگر الہی تقطیع کی دو جلدوں سے زیادہ دیکھ چکے تھے۔ خطوط کا مجموعہ مکتوبات میرمنائی کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

**داغ دہلوی** | نواب مرزا خاں داغ، نواب شمس الدین والی ریاست فیروز پور بھکر کے فرزند تھے۔ ۱۸۳۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کے انتقال کے بعد ان کی ماں نے مرزا محمد سلطان سے شادی کر لی۔ جس کی وجہ سے ان کی تعلیم و تربیت لاٹھ میں ہوئی۔ استاد ذوق کے شاگرد ہوئے۔ مرزا محمد سلطان کی وفات اور غدر کے ہنگامے کی وجہ سے دہلی چھوڑ کر ریاست رام پور میں نواب کلب علی خاں کے صاحب مقرر ہوئے۔ داغ نے ۲۴ سال نواب کی مساجد میں بڑے پیش ورام سے گزارے۔ اور نواب کی بھاری میں جی جی ابا۔ ۱۸۵۳ء میں نواب کی وفات کے بعد واپس دہلی آ گئے۔ ۱۸۵۳ء میں سر آسمان جاہ کی طبعی پر سید آباد آ گئے اور باقی عمر وہیں بسر کی۔ داغ کی ساسی زندگی بڑی فانی البالی اور پیش ورام سے بسر ہوئی۔ آخر بعارضہ فالج ۱۹۰۵ء میں انتقال فرمایا۔

**مولوی ذکا اللہ دہلوی** | شمس العلماء مولوی محمد ذکا اللہ ۱۲۸۲ھ میں بغام دہلی پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حافظ ثنا اللہ تھا۔ جو بادشاہ کے سب سے چھوٹے بیٹے مرزا کوچک سلطان کے نائب تھے۔ آپ نے تدبیر دہلی کالج سے فارغ التحصیل ہو کر مدت تک سررشتہ تعلیم میں مختلف حیثیتوں سے درس و تدریس کی خدمت انجام دی۔ ۱۳۱۸ھ میں اورینٹل کالج لاہور کی پروفیسری کے واسطے نامزد ہوئے مگر نئے جملہ سے کالج چلنے سے پہلے میونسپل کالج الدہا دہلی میں عربی و فارسی کے پروفیسر ہو گئے، جہاں سے ۲۶ برس کی ملازمت کے بعد ترقی پائی اور تقریباً چوبیس برس پیش سے بہرہ یاب ہو کر ۱۳۱۹ھ میں انتقال کیا۔ انیس اردو زبان کی خدمت کا خصوصیت کے ساتھ زیادہ موزعہ ملا۔ متفرق مضامین کے علاوہ مستقل تصانیف بہ قضا و کثیر یادگار چھوڑیں جیسات، جزانیہ، ادب، تاریخ، اخلاق، اقلیدس اور مساحت وغیرہ علوم و فنون پر اچھی کتابیں لکھیں۔ کم و بیش سوا سو کتابیں ان کے تصنیفی مشاغل کی شاہد ہیں۔ صرف تاریخ ہند و جلدوں میں ختم ہوتی ہے۔ سادگی سلاست، اردو مزہ اور محاورہ ان کی تصانیف کی نمایاں خصوصیات ہیں مگر ادبی حیثیت سے ان کا پایہ اتنا بلند نہیں جتنا اس دور کے دوسرے کلاسیک مصنفین کا ہے۔ ان کے فضل و کمال کے اعتراف کے لئے ان کی تصانیف کو ادبی میاں کی بجائے اہمیت اور افادہ کے اعتبار سے جانچنا چاہئے۔

**مولوی ندیر احمد** | مولوی ندیر احمد بمقام بڑ درغل بجنور ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی عبدالحق سے حاصل کی اور پھر دہلی کالج میں رہ کر اس فیلڈ کی تکمیل کی۔ زندگی کی ابتدا ایس جیس بھوپے کی ملازمت سے ہوئی اور اتنا میں افسر ہند و بہت کے جملہ سے پریشا ہوا آٹھ سو تک پہنچ گئے۔ ان کا ترجمہ مجموعہ تعزیرات ہند بہت مقبول ہوا۔ اس کے علاوہ ان کے اخلاقی اور معاشرتی ناول بھی بڑے مقبول ہوئے۔ مولانا کثیر التصنیف بھی تھے اور سرسبع التصنیف بھی۔ وہ بڑے سادہ مزاج اور ظریف الطبع انسان تھے۔ تحریر میں بھی بڑی شوخی ہے۔ ان کا انداز بیان صاف اور سادہ ہے، مگر محاورے کا استعمال باز ادا کرتے ہیں۔ وہ علی گڑھ کالج کے پڑھنے سرپرست اور معاون تھے۔ انیس ۱۸۹۰ء میں شمس العلماء کا خطاب اور ۱۳۱۸ھ میں یونیورسٹی آف انڈیا کی طرف سے بی ایل ڈی کی اعزازی ڈگری ملی۔ ۱۳۱۸ھ میں پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ اور نیٹل لرننگ کی ڈگری حاصل کی۔

اردو میں ادبی ناول نگار بھی کوٹا جملہ ہے۔ مرآۃ العروس، توبۃ النصوح، ابن الوقت، فناء بتلا وغیرہ بہت مقبول ہوئے۔ قانون کی کتابوں کے علاوہ ترجمے کئے۔ قرآن مجید کا بھی با محاورہ اردو ترجمہ کیا۔ وہ اعلیٰ درجے کے مقرر تھے، اور اس حیثیت سے بھی ان کو رتبہ بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ آخر فالج میں مبتلا ہو کر ۱۳۱۸ھ کو جمعہ کے روز دہلی میں انتقال فرمایا۔

مولوی سمیع اللہ خاں

دہلی کے علوی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۴۲ء میں پیدا ہوئے۔ مفتی صدر الدین آزادہ سے حصول کی انتہائی کتابیں پڑھیں۔ عالم ہونے کے علاوہ خوش نویس بھی تھے اور اس فن میں میر بیچو کش کے شاگرد تھے۔ ۱۸۰۱ء کی عمر میں تقسیم سے ناسخ ہونے کے بعد طلبہ کو درس دینا شروع کیا۔ کبھی کبھی شریعت بھی لکھتے تھے۔ تصنیف و تالیف کا مشوق ابتدائی سے تھا۔ غلیصہ پر عاشقہ لکھا جو چھپ چکا ہے۔ فلسفے کی اکثر کتابوں پر حاشے لکھے جن کے مسودے غدر میں برباد ہو گئے۔ فارسی کے مشہور قصہ ممتاز کا اردو ترجمہ بھی سب سے پہلے آپ ہی نے کیا تھا۔ قانون کا امتحان دے کر وکالت کی سند حاصل کی۔ ۱۸۵۰ء میں منصف مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۳ء میں صدر الصدور کے عہدے پر ممتاز ہو کر علی گڑھ، لکھنؤ آباد، مراد آباد اور فتح گڑھ میں رہے۔ علی گڑھ کالج کے قیام میں سرسید کا ہاتھ بٹایا۔ ۱۸۸۶ء میں عثمان ابو کیتل کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۸۸۰ء میں یورپ کا سفر کیا اور ایک مبیط سفر نامہ لکھا جس کا انگریزی ترجمہ کنہر جو الپا پر شائع کیا ہے۔ نومبر ۱۸۹۲ء میں ممبئی کے عہدے سے پشلی۔ ملازمت کے دوران میں ایک دفعہ مصر بھی بھیجے گئے، جہاں سے واپس آنے کے بعد سی ایم جی کا خطاب ملا۔ ۱۹۰۱ء میں سفر حج اختیار کیا۔ مکہ منظرہ کے قیام میں شیخ الاسلامی رولانا عبدالقی سے وصال الخیرات کی سند حاصل کی۔ بمبئی واپس آکر دلائل الخیرات کا صحیح نسخہ مع مفید حواشی کے چھپوایا۔ ۱۹۰۸ء پر اپریل ۱۹۰۸ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ کو علی گڑھ میں انتقال ہوا۔ لاش وصیت کے مطابق دہلی منجھانی لکھی جہاں دہلی دروازہ کے باہر آبائی قبرستان میں دفن کی گئی۔

احمد علی شوق قدوائی | احمد علی نام شوق تخلص تھا۔ ۱۸۵۲ء میں لکھنؤ کے قریب قصبہ جگپور میں پیدا ہوئے۔ اہل علم

ہاشم علی قیس خود شاعر تھے۔ مگر وہ کم سنی میں داغ تپتی دے گئے۔ اس لئے شوق لاپچن مصیبت میں گزرا۔ اعز کی قربانی سے عربی، فارسی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی اور فیض آباد میں تحصیلدار ہو گئے۔ لیکن جلد استعفیٰ دے کر ۱۸۸۲ء سے ۱۸۹۰ء تک اخبار آزاد نکالتے رہے۔ اس وقت شاعری اور مضمون نویسی کا شوق زور دل چڑھا۔ اس فن میں خضر علی انیسر کے شاگرد تھے۔ آپ کے مضامین نثر و نظم آدھریچ اور دوسرے مشہور جرائد میں بھی شائع ہوتے تھے۔ لکھنؤ سے بیروپال گئے اور یہاں ۲۵ سال ملازمت کی۔ آخری عمر میں ریاست رام پور سے تعلق ہو گیا تھا۔ ضعیف العمری کی وجہ سے اپنی بیٹی کے پاس اناؤ چلے گئے۔ ۲۶ اپریل ۱۹۲۵ء کو کوٹہ میں انتقال کیا۔

منشی احمد علی شوق نزل اور شاعری خوب کہتے تھے۔ چند ناکام بھی لکھے جن میں قائم دہرہ، بیکفرس و لوسی بہت مشہور ہیں۔ شاعری عالم خیال اور زائد شوق کی زبان خاص طور پر لطیف و شیریں ہے۔ دیوان شائع ہو چکا ہے اور نہایت اعلیٰ پایہ کا ہے۔

## نواب محسن الملک

محسن الملک نواب سید محمد علی خاں بہادر ۱۸۳۴ء میں بمقام اناؤ پیدا ہوئے۔ مولوی دریا سے فارغ ہو کر ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد میں دس روپے ماہوار پر کلرک مقرر ہوئے۔ رفتہ رفتہ ترقی کر کے ۱۸۶۱ء میں تحصیلدار مقرر ہوئے۔ اس اثنا میں انہوں نے دو کتابیں قانون مال اور قانون فوجداری لکھیں جو بہت مشہور ہوئیں۔ ۱۸۶۳ء میں ڈپٹی کلکٹری کا امتحان پاس کیا۔ اور مرزا پور کے ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوئے۔ ان کی شہرت اور قابلیت کی وجہ سے سرسالا جنگ اول نے ان کو حیدر آباد میں طلب کیا۔ اور ۱۸۷۴ء میں دلیات کے افسر علی مقرر ہوئے۔ انگلستان کا سفر بھی کیا۔ وہاں گلیڈسٹون سے ملاقات بھی ہوئی۔ ان کے مضامین تہذیب الاخلاق میں بھی شائع ہوتے رہے۔ یہ سربند کے رخصتیاں سے تھے۔ اور تحریر تقریر دونوں میں لوگ ان کا دلہا مانتے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں انتقال کیا۔

## نواب وقار الملک

وقار الملک (نواب مشتاق حسین) ۱۸۲۹ء میں امر دہ میں پیدا ہوئے۔ شروہ میں کسی اسکول میں پڑھاتے تھے۔ امر دہ میں کچھ سرکاری خدمات انجام دیں جس کی وجہ سے پہلے سرشتہ دار اور پھر منظم صدر الصدور ہو گئے۔ کافی عرصہ سرسید کے ساتھ کام کیا۔ سرکاری خدمتوں کی وجہ سے سرکار اصفیہ کی طرف سے وقار الدولہ، وقار الملک کا مہر و خطاب حاصل ہوا۔ ۱۸۹۱ء میں سرکاری ملازمت سے کنارہ کش ہو کر بقید عمر قومی کاموں اور علی گڑھ کالج کی اصلاح و ترقی میں صرف کی۔ آپ سائنٹیفک سوسائٹی - میر اور تہذیب الاخلاق کے متمم بھی رہے۔ انہیں سرگرمیوں میں زندگی بسر ہوئی۔ آخر ۱۹۱۷ء میں وفات پائی۔

## مولانا احمد حسن شوکت لمیر ٹھٹھی

سید احمد حسن نام۔ شوکت تخلص تھا۔ میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ جون ۱۸۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد پریس میں ملازمت کی پھر ملازمت چھوڑ کر مولانا عبدالحق سہارنپوری سے فارسی کی اور مولانا محمد تقی نانوتوی سے عربی کی تکمیل کی۔ شاعری و ادبی ہی سے تھے۔ عربی کے فاضل اور فارسی کے ماہر ہونے کی وجہ سے بڑا سانس مشرقیہ کھاتے تھے۔ ابتدا میں فیملی صاحب کی دکنشتری میں کام کیا۔ پھر کوٹہ اور کے ایڈیٹر ہو کر لاہور آ گئے یہاں سے اودھ اخبار لکھنؤ میں گئے۔ یہ عرصہ بعد میرٹھ سے اخبار تھنہ جاری کیا۔ ایک ماہوار رسالہ پرواز بھی نکالا۔ مخزن اور دوسرے رسالوں میں لکھنؤ، ادبی، علمی، تنقیدی اور تحقیقی مضامین لکھ کر شہرت حاصل کی۔ وفات ۱۹۲۷ء کو میرٹھ میں انتقال کیا۔

## جلال لکھنوی

حکیم سید منان علی جلال کے والد کا نام حکیم اصغر علی تھا۔ خاندانی پیشہ طبابت تھا۔ لیکن اصغر علی نے داستان گوئی میں نام پیدا کیا اور اداسی سلسلہ میں نواب یوسف علی خاں دانی رام پور کی خدمت میں پہنچے۔ جلال کی پیدائش ۱۲۵ھ (۱۸۳۲ء) میں بمقام لکھنؤ ہوئی۔ فارسی کی درسی کتابیں مکمل پڑھیں اور عربی میں بقدر مہارت دستہ برداری کی۔



اپنا آبائی پیشہ طبابت بھی نظر انداز نہیں کیا۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کے جنگوں نے جب لکھنؤ کی بیابانِ مہلک آٹھ دی اور شہر و شاعری کی فصل درہم برہم ہو گئی تو جلال نے لکھنؤ میں ایک دو خانہ کھول کر کسبِ معاش کے لئے اس سے کام لیا۔ نواب یوسف علی خاں کو خبر ہوئی تو انہوں نے رام پور بلا لیا۔ بیس سال تک وہاں سے قلعہ دہلی۔ نواب کلب علی خاں کی وفات کے بعد رئیس سنگھ وال کی جگہ پر وہاں چلے گئے، مگر آب و ہوا اس آبی لکھنؤ واپس جیلے آئے۔ جہاں ۲۰ اکتوبر ۱۹۰۹ء (۱۳۲۵ھ) کو انتقال کیا۔ مشہور تصانیف یہ ہیں:-

(۱) چار دیواریں اردو (اول)، شاہ شورش طبع ۱۳۰۲ھ (دوم)۔ کرشمہ گاہ سخن طبع ۱۳۰۲ھ (سوم) ہمنوں ہائے دلکش ۱۲۰۶ھ (چارم) نظم نگاریں ۱۳۲۰ھ (۲) مرایہ زبانی اردو (۳) افادۂ تاریخ (۴) تحفہ القواعد (۵) تیغ اللغات (۶) گلشنِ فیض (۷) دستورالقصہ (۸) مفید الشعراء وغیرہ۔

شاگردوں میں میرزا حسین یاس۔ آرزو لکھنوی۔ اصحاب شاہجہانپوری بہت مشہور ہیں۔

## مولانا شبلی نعمانیؒ

شبلی سنی ۱۸۵۷ء میں ضلعِ اعظم گڑھ کے ایک گھاؤں بدول میں پیدا ہوئے۔ چوتھے آپ مذہبی عقیدے کے پابند تھے اسی نسبت سے ان کے استاد مولانا فاروق چڑیا کوئی نے آپ کا نام نعمانی رکھ دیا۔ انہوں نے اپنے دور کے تمام بڑے بڑے علماء و فضلاء سے تعلیم حاصل کی جن میں مولانا فاروق چڑیا کوئی، مولانا فیض الحسنی اور محدث مولانا احمد علی کے نام خاص ہیں۔ ۱۹ سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ سفرِ حج کیا۔ حج سے واپسی کے بعد ۱۸۷۶ء سے ۱۸۸۲ء تک اعظم گڑھ کے اطراف میں رہے جہاں وکالت کا امتحان دیا، ملازمت بھی کی۔ تجارت اور زبنداری کا کام بھی کیا۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اپنے علمی و ادبی مشاغل کو برابر جاری رکھا۔ کافی عرصہ سرسید احمد خاں کی صحبت میں بھی رہے۔ علم و ادب کا شوق انہیں ہندوستان سے باہر بھی لے گیا۔ چنانچہ "الفاروق" نے سلسلے میں انہوں نے سرشام اور رُک کے کتب خانوں سے بھی استفادہ کیا۔ جنوری ۱۸۹۲ء میں ہندوستان کی برطانوی حکومت نے ان کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔ مدتوں علی گڑھ تحریک سے وابستہ رہے۔ بڑی حرکتِ آزادہ تصانیف لکھیں جن میں شعر الجم، المامون، الغزالی، موازنہ انیس، دہر علم الکلام اور سیرتِ انبی بڑی اہمیت کی مالک ہیں۔ اس کے علاوہ شاعری بھی کی۔ وہ خطوط نگاری میں بھی ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان کے خطوط اپنی رنگینی، خلوص اور اختصار کی وجہ سے بڑے اہم ہیں۔ سنگھ میں انتقال ہوا۔

## نواب میر صدر الدین حسین خاں

آپ بڑودہ کے رئیس ابن رئیس سنی المذہب، حقیقی المشرع یعنی سید تھے۔ ان کے بزرگوں میں سے سید محمد علی ہزرت سے دہلی میں وارد ہوئے اور اپنے علم و فضل کی وجہ سے شاہِ دہلی کے اہلِ حق اور وزیرِ نظام الملک بہادر آصف جاہ اول کے احاد مقرر ہوئے۔ دہلی سے سرکارِ نظام کے ہمراہ وکن تشریف لے گئے۔ گائیکوار بڑودہ میں لاکھوں روپے کی جاگیر ملی۔ ان کی چوتھی پشت میں نواب میر صدر الدین حسین خاں بن نواب وہید الدین حسین خاں ۲۹ محرم ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۷ء کو پیدا ہوئے۔ تین سال کی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ نے پرورش کر کے گھڑی میں اعلیٰ تعلیم دلائی جس میں بزرگ کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہو کر تصنیف و تالیف کا شغل اختیار کیا اور اسلامی تعلیمات پر بے شمار کتابیں لکھ کر سارے ہندوستان میں مفت تقسیم کیں۔ ان کتابوں میں سے اسلام کے عقائد، اسلام کی خوبیاں، گلدستہِ تغیر، داناتی کا سبق، گنجینہِ آذم، گلدستہِ فلاح اور اسلام کی صداقت وغیرہ جن کتابیں گجراتی، مرہٹی، انگریزی اور روسی، یافانی میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ ۱۹۰۱ء میں آپ نے کتب خانہ اسلام کے نام سے ایک لائبریری قائم کی جس میں ہر علم و فن کی اردو کتابیں جمع کیں۔ یہ اپنی قسم کا واحد کتب خانہ ہے جسے دیکھ کر اردو کی رتنا و ترقی اور وسعت کا پتہ چلتا ہے۔ شہر کے علاوہ

نظم بھی قادر تھے۔ ان کی سوانح عمری خجندیہ مراد اسلام کے نام سے ۱۳۲۹ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

مولوی عزیز مرزا بی ۱۱ سے یوپی کے باشندے تھے اور اپنے زمانے کے نہایت قابل اور مشہور شاعروں میں شمار کئے جاتے تھے۔ انہوں نے ۱۸۸۵ء میں علی گڑھ کالج سے بی اے پاس کر کے حیدرآباد میں ملازمت

## مولوی عزیز مرزا

تیار کی اور یہاں مختلف جگہوں پر رہنے کے بعد ترقی کر کے ہرم سیکرٹری کا عہدہ عہدہ حاصل کیا۔ وہ بڑے محنتی تھے۔ اپنے فرائض منصبی کی نواگی کے علاوہ تبادلات نکل جیسے تھے کہ تصنیف و تالیف کا شغل جاری رکھ لیں۔ انہوں نے غائب خجندیہ کا سفر نامہ انگلستان و ترکیہ، گلشن فرنگ کے نام سے کیا۔ شاہانِ ہندی کے مشہور وزیر خواجہ محمد الدین محمد جگہوں کے حالات زندگی سیرۃ المحمود کے نام سے لکھے گئے ہیں۔ ان کے مشہور ڈرامے "مردم دیدہ" کا ترجمہ کیا۔ جس کے فاضلہ مندر میں مسکرت ڈراما کی اصل اور نوینیت کے متعلق بہت سی مفید باتیں لکھیں۔ ان کو پرانے طے جمع کرنے کا بھی شوق تھا۔ مختلف رسائل و جرائد میں جو مضامین نکلتے تھے وہ "نبیالات عزیز" کے نام سے شائع ہو گئے ہیں۔ ۱۹۰۹ء میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری ہو گئے تھے۔ ان کا انتقال ۲۶ فروری ۱۹۱۲ء کو ہوا۔

سید علی محمد نام۔ شاد تخلص تھا۔ آپ کے والد سید عباس مرزا کا سلسلہ نسب اکیسویں پشت میں امام زین العابدین سے ملتا ہے۔ ۱۹۰۹ء محرم ۱۲۴۲ھ مطابق ۴ جنوری ۱۸۴۶ء کو چٹنہ میں پیدا ہوئے۔ عربی، فارسی اور اردو کی کتابیں قابل

## شاد عظیم آبادی

ساتھ سے تحصیل میں۔ پندرہ برس کی عمر میں شاعری شروع کی۔ شاد الفت حسین فریاد سے مشورہ سخن کیا۔ پھر ساری زندگی علم و ادب و زبان کی خدمت میں گزار دی۔ ہیرا وانیس کے تخلص اور قلم سے لاکھوں مشران کے قناجے نکلے ہیں۔ حکومت نے خان بہادر کا خطاب عطا کیا۔ نیز ایک سالانہ کا وظیفہ بھی ملا تھا۔ ۳۲ سال تک انڈیری میسریت رہے۔ ۸ جنوری ۱۹۲۴ء کو چٹنہ میں انتقال کیا۔ اعلیٰ پایہ کے ادیب، شاعر اور مصنف تھے۔ بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے کچھ چھپ چکی ہیں اور کچھ نہیں چھپیں۔ بعض مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں۔ تذکرۃ الاسلاف۔ تاریخ صوبہ بہار، مردم دیدہ، فکر و خیال، حیات فریاد، ملامت، مجاز، المام، کتبیات شلو، نوئے وطن، کلام شاد وغیرہ۔ ان کی سوانح عمری گلشن نبیات (۱۳۴۴ھ) کے تاریخی نام سے شائع ہو چکی ہے۔ مولوی عبدالملک آرومی نے اپنی کتاب "المات شاد" میں ان کے محاسن شعر و تنقیدی نظر ڈالی ہے۔ قطعات کا مجموعہ سروش ہستی کے نام سے حال ہی میں چٹنہ سے شائع ہوا ہے۔

اصل نام سید اکبر حسین رنجوی ہے۔ بتایہ ۱۹ نومبر ۱۸۴۶ء پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سرکاری سکولوں میں پائی۔ ۱۸۶۶ء میں نائب تحصیلدار کے عہدے پر مقرر ہوئے اور آہستہ آہستہ ترقی کر کے ۱۸۸۸ء میں بی بی کے عہدے پر پہنچ گئے۔

## اکبر الہ آبادی

الہ آباد یونیورسٹی کے فیلو بھی تھے۔ آخر کار راجستھان سے خان بہادر کا خطاب حاصل کر کے ملازمت سے کنارہ کش ہو گئے۔ بڑے ملحق اور اور منکر المزاج تھے۔ شوقی و فراغت ان کی سرشت میں شائے تھی۔ ان کے خطوط جو خواجہ حسن نظامی، عزیز لکھنوی، بخشی دیوان گم وغیرہ کے نام ہیں ان سے ان کی راست بازی اور صداقت شناسی کا پتہ چلتا ہے۔ شاعری کا بچپن سے شوق تھا۔ شروع میں اپنا کلام و حید کو دکھایا کرتے تھے جو آتش کے شاگرد تھے۔ ان کی شاعری تہذیب جدید کے خلاف ایک ٹوٹا جھجکا کا درجہ رکھتی ہے۔ ستمبر ۱۹۲۱ء میں انتقال فرمایا۔

شاد ۱۸۹۰ء میں بمقام لکھنؤ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں ہوئی پھر لکھنؤ میں حکومت اختیار کی وہی جا کر انہوں نے میاں ندیم حسین محدث دہلوی سے حدیث کی تعلیم کی تکمیل کی۔ وہی کے دولہاں قیام

## مولانا عبدالحلیم شرر

بی بی انہوں نے انگریزی تعلیم بھی حاصل کی ۱۸۸۰ء کے اواخر میں پھر لکھنؤ واپس چلے آئے۔ شرر کو لکھنؤ کے دولہاں قیام بھی ملے۔

کافوقی پیدا ہو گیا تھا۔ ۱۸۸۴ء تک اودھ اخبار کے ادارے میں شامل رہے۔ جنوری ۱۸۸۷ء میں انہوں نے اپنا مشہور ماہنامہ نکلا جاری کیا۔ جس میں انہوں نے ناول نویسی کا سلسلہ شروع کر دیا جو بہت مقبول ہوا۔ ان کی ناول نگاری پر مغربی ادب کا اثر بھی ہے۔ انہوں نے معاشرتی اور اصلاحی ناول بھی لکھے لیکن زیادہ تر انہیں تاریخی ناول نگاری کا شوق تھا۔ ان کے بعض تاریخی ناول اپنی فنی خوبوں کی وجہ سے بہت مقبول ہوئے۔ مثلاً فردوسہ ریں، ملک العزیزہ ورجا وغیرہ۔ دسمبر ۱۹۲۶ء میں انتقال ہوا۔

### سید محمود

مرید احمد خاں کے چھوٹے بیٹے تھے۔ ۲۲ مئی ۱۸۵۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ اپریل ۱۸۶۹ء میں ولایت بھیجے گئے۔ جہاں سے پیرسٹری پاس کر کے ۱۸۷۲ء میں واپس آئے۔ علی گڑھ کالج کے اصل قواعد اور مسلم یونیورسٹی کی مشہور اسکیم انہیں کے دماغ سے نکلی تھی۔ ۱۸۸۰ء میں سرسلاہ جنگ بھادرنے دو ہزار روپیہ بہادر مشاہرہ پر انہیں جہد آباد پایا۔ چند ماہ رہ کر وہاں سے چلے گئے اور صوبہ ہند میں رائے بریلی کے جج مقرر ہو گئے۔ اس کے بعد ہائی کورٹ الد آباد کی جج پر ممتاز ہوئے۔ یہ پہلے ہندوستانی تھے جو اس صوبہ میں ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے۔ انہوں نے اپنے زمانہ ججی میں وہ قانونی نکتے حل کئے جو نظار کی جان سمجھے جاتے ہیں۔ آخر ۱۸۹۳ء میں مستعفی ہو گئے اور پنشن پاکر کالج کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ آخری زمانہ میں سیتاپور میں پیرسٹری کرتے تھے۔ وہیں ۸ مئی ۱۹۰۱ء کو انتقال ہوا۔

### منیر شکوہ آبادی

سید اسماعیل حسین نام، منیر تخلص، والد کا نام سید احمد حسین شادا اور وطن شکوہ آباد ضلع میں پوری تھا۔ زیادہ تر مصنف لکھنؤ میں رہے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ پہلے تاج سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ پھر ان کی ہدایت کے تحت رشک سے مشورہ کرنے لگے۔ کلکتہ، مرشد آباد، الہ آباد، کانپور اور فرح آباد میں بھی رہے۔ مگر لکھنؤ کے عاشقوں میں تھے۔ یہاں کچھ عرصہ فقہ الدہ لکھنؤ اور نواب علی اصغر خاں اور نواب سید محمد علی کے مصاحب بھی رہے۔ حصار جگان دھولپور اور اللہ نگر بھی ان کو اپنے دربار میں طلب کیا مگر انہوں نے باندے کو ترجیح دی جہاں نواب علی بہادر دہلوی ریاست کے استاد مقرر ہو گئے۔ غدر کے بعد ایک ہندی نواب جہان کے قتل کی سازش میں ان پر مقدمہ قائم ہوا جس کی پاداش میں کالے پانی کی مرزا ہوئی۔ مگر ۱۸۶۰ء میں تیب سے رہائی مل گئی۔ نواب کلب علی خاں کے عہد میں رام پور میں قیام تھا کہ حکیم قضا بینچا اور ۱۸۸۱ء میں دہلی کی خاک میں آرام کیا۔ منتخب عالم و تنویر الاشعار اور نظم منیر تین دیوان یادگار چھوڑے۔ مخفی مزاج بہن بھی انہیں کی تصنیف ہے۔ بہت چمکے شاعر تھے اور مرثیہ بھی لکھتے تھے۔ مرثیے میں مرزا و تیر کے شاگرد تھے۔

### خان بہادر مولوی خدام بخش

شمالی بہار میں چھپرہ کے مقام پر ایک علمی خاندان آباد تھا، جس کے ایک فرد قاضی بہت اہمیت رکھتے تھے۔ مولوی عالمگیری مرتب کرنے میں اورنگ زیب کی مدد کی تھی۔ خان بہادر مولوی خدام بخش اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد درہمانی درجہ کے وکیل تھے مگر کتابوں کے دلاور۔ انہیں تین سو قلمی نسخے میراث میں ملے لیکن جب وہ فوت ہوئے تو یہ تعداد پندرہ سو تک پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے بستر مرگ پر بیٹے کو وصیت کی کہ وہ اس ذخیرے کو ترقی دے۔ بیٹے نے ساری عمر کتابیں جمع کیں۔ چنانچہ ۱۸۹۱ء میں ان کتابوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ ان کی قیمت کا اندازہ اٹھائی لاکھ روپیہ لگا گیا۔

مولوی خدام بخش ۲ اگست ۱۸۴۲ء کو پیدا ہوئے اور ۹۶ برس ایک دن کی عمر پاکر ۳ اگست ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے۔ انہوں نے کلکتہ میں تعلیم حاصل کر کے چٹنہ میں وکالت شروع کی۔ ۱۸۹۰ء سے ۱۸۹۹ء تک حیدر آباد ہائی کورٹ کے ججیت نب رہے۔ اسی بڑھاپے

عمر سے باہمی بور پٹنہ میں ایک عظیم الشان عمارت کتب خانہ کے لئے تعمیر کرائی۔ تقریباً ایک لاکھ روپے میں ایک انگریز سے اس کی جمع کی ہوئی۔  
نابھہ خیر میں اور اپنے تین ہزار قلمی نسخوں کے ساتھ ملاکر ۲۹ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو پبلک کے لئے وقف کر دیں۔ یہ اورینٹل پبلک لائبریری اپنے  
قلمی نوادہ کی وجہ سے مشرق کی بہترین لائبریریوں میں شمار ہوتی ہے۔

**مولانا سید میر حسن شاہ سیالکوٹی** [شمس العلماء مولانا حافظ سید میر حسن شاہ سیالکوٹی ۱۸ اپریل ۱۳۵۷ھ کو پیدا ہوئے اور ۲۴ مئی ۱۹۲۱ء کو اپنے پیدا کر کے چار سال کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ علامہ اقبال نے قرآن مجید  
لی اس آیت سے مادہ تاریخ نکالا مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً مِّنَ اللَّهِ وَبَلَغَ لِحَيَاتِهِ (۱۳۵۷ھ) ایسے شفیق، فاضل، عمن، خوش اخلاق اور سنی دوست  
زرنگ صدیقیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

مولانا سادی عمر ساچ مشی سکول اور اس کے بعد کالج میں پڑھاتے رہے۔ بڑے بڑے قابل اور ممتاز شاگرد پیدا کئے۔ اقبال نے  
بھی انہیں سے فیض حاصل کیا تھا۔ لاہور آنے سے قبل سالہا سال تک ان سے عربی، فارسی، علم و حکمت، ادبیات اور تصوف وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔  
اس کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے

مجھے اقبال میں سید کے گھر سے فیض پہنچا ہے

پلے جو اس کے دامن میں دی کچھ بن کسٹے میں

**مولانا عبدالحی** آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام سنی کے ذریعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد نغہ تانا میں  
بندہ سے غزنی آئے۔ پھر دہاں سے ہندوستان میں آکر آباد ہوئے۔ مولانا درمغان ۱۲۸۶ھ کو رائے پری میں  
پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا فتح الدین بن عبدالحی بڑے پایہ کے عالم اور عارف تھے۔ آپ نے سوجھ بوجھ فرنگی محل کے مشہور عالم مولانا محمد نعیم  
سے حاصل کئے۔ پھر بھوپال جا کر ریاضی کی تحصیل پیدا احمد دیوبندی سے کی۔ باقی کسرتاضی عبدالحی سے پوری کی جیکم عبدالحی سے جب اور ایک یعنی علم سے  
حدیث پڑھی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مشہور علمائے ہند سے ملنے کے لئے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ چنانچہ دیوبند میں مولانا رشید احمد گنگوہی  
سے دہلی میں مولانا تاج رحیم محدث دہلوی سے اور پانی پت میں شیخ عبد الرحمن سے ملے اور ان حضرات سے اجازت حدیث حاصل کی حضرت مولانا فضل الرحمن  
کچھ مہر آبادی سے سمیت ہوئے اور مولانا ضیاء الدین اور حضرت حاجی امداد اللہ سے اجازت سمیت حاصل کی۔ مدوۃ العلماء نے آپ کے علوم اور جذبہ خدمت کو  
دیکھتے ہوئے انہیں ناظم منتخب کیا۔ اور وہ آخر تک اس کی خدمت کرتے رہے۔ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۵۷ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۳۷ء کو مولانا کا انتقال ہوا۔  
رائے پری کے باہر آپ کا مزار ہے۔ جنتہ المشرق و مطلع النور المشرق، مدارف المعارف فی افوار العلوم و المعارف، نزہت الخواطر و تفتیح الاخبار۔  
وغیرہ عربی تصانیف کے علاوہ گل رعنا ان کی مشہور اور دو تصنیف ہے جو اردو شعراء کے حالات میں ہے۔ یادایام۔ طبیب الحاکمہ، ارمان اجاب  
اور تذکرۃ الابراء وغیرہ کتب بھی آپ نے اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

**جسٹس سید امیر علی** سید امیر علی تمام تجدید تعلیم کی پیداوار تھے۔ مگر انہوں نے بزرگوں کے لئے سناٹے معلومات  
اور ذاتی کدو کاوش سے یورپ میں اسلام کی بڑی خدمت کی۔ وہ یورپ میں تمام اسلامی  
کاموں اور تحریکوں کے دکن و کین سبھے جانتے تھے۔ ان کے مذہبی اور ذاتی خیالات سے گو ہم رانقت نہ کر سکیں، مگر اس میں کوئی شبہ نہیں  
کہ ان کے قلم کی وضاحتی سے اسلام کے متعلق یورپ کے بہت سے خیالات باطلہ کے بادل چھٹ گئے۔ ان کا دو کتابیں سرچشما اسلام

اور بحرِ آفت سارا اینس پیشہ یادگار رہیں گی۔ ان دونوں کتابوں کے ترجمے اکثر اسلامی زبانوں میں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ عربی میں بھی ہونے لگے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں ۹ء سنل کی عمر میں اس جوان نانی کو الوداع کہا۔ (یادِ رفتگان)

## سید علی بلگرامی

شخص اسماء ڈاکٹر سید علی بلگرامی نے مردم خیر خط کے رہنے والے اور مشہور علمی ناندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد زمین الدین ڈپٹی کلکٹر سے پیشے سے کر حیدر آباد میں ایک معزز عہدے پر تھے۔ سید علی ہندوستان میں عربی اور فارسی کی تعلیم ختم کرنے کے بعد سر سالار جنگ کے خوج پرائنگستان گئے جہاں ہندوستان سے بھی زیادہ شہرت حاصل کی۔ سنسکرت، فارسی، انگریزی، جرمنی، فرانسیسی، لاطینی اور عربی کے علاوہ بنگالی، سرائیکی، گجراتی، ہندی اور تنگلی زبانیں بھی خوب جانتے تھے۔ علی گڑھ کالج کے زبردست مربی تھے۔ تمدنِ عرب اور تمدنِ ہند ان کی بے حد مشہور کتابیں ہیں جو نظامِ دکن کے ایما سے لکھی گئی تھیں۔ تمدنِ عرب فرانسیسی ڈاکٹر سیو بیلیان کی مشہور کتاب کا ترجمہ ہے۔ ان کے علاوہ ڈاکٹری کی ایک کتاب کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ مگر یہ ترجمے کسی تصنیف سے کم ہیں۔ مولوی عباس کو اردو زبان پر عبور حاصل تھا سلاست اور روانی ان کے خاص جوہر ہیں۔ محاورات یا موقع ہوتے ہیں۔ اور اصطلاحات کا ترجمہ کرنے میں بھی کمال ہے۔

یہ فاضل اس سہ ماہی سن ۱۹۱۸ء کو عالمِ جاوانی کی طرہ، حلت کر گیا۔

## حکیم برہم

حکیم برہم گورکھ پور کے رہنے والے تھے۔ اپنے زمانے کے بالکمال ادیبوں، صحافیوں اور نقادوں میں ان کا شمار تھا۔ انیسویں صدی کے آخری عشرہ میں انہوں نے گورکھ پور سے ہفتہ وار اخبار مشرقی جاری کیا تھا، جو نہایت سنجیدہ، باوقار اور معتدب پرچہ تھا۔ زبان کے متعلق ان کی سوچ و توجہ اور بے لاگ ادبی تنقیدوں سے متاثر ہو کر مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے ایک دفعہ کہا تھا ع۔

سکھیا ہوا کوئی نہیں برہم سے زیادہ

وہ کتاب کرشن کنر کے مصنف بھی تھے جو ایک دلچسپ تاریخی ناول ہے۔

## سید عبدالغفور شہباز عظیم آبادی

ضلع پٹنہ میں ایک چھوٹی سی بستی سر میرا ہے۔ شہباز یہیں پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی کے علاوہ بی۔ اے تک انگریزی بھی پڑھی۔ کچھ دنوں کلکتہ کے اردو اخبار دار سلطنت کی ادارت کرنے کے بعد اخبار جریڈہ نمائش جاری کیا۔ ۱۸۸۵ء میں فاب عبداللطیف خاں وزیر پھوپالی کے پرسنل اسسٹنٹ مقرر ہوئے۔ پھر حیدر آباد پہنچے اور مولوی عزیز مرزا کی ماتحتی میں ترجمہ کی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد اورنگ آباد میں پروفیسر ہو گئے۔ علامہ جمال الدین افغانی سے استفادہ کیا اور ان کے خطبات و مضامین کا ایک مجموعہ مقالاتِ جمالیہ کے نام سے شائع کیا۔ شہباز ادبی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ان کے مضامین اور پانچ لکھنؤ اور ایلیٹ کی زینت ہوتے تھے۔ وہ انگریزی فقہوں کے ترجمہ پر بھی قادر تھے۔ انہوں نے کلیاتِ فقیر اکبر آبادی کو بڑے اہتمام سے مرتب کیا۔ اور فقیر کی سوانح عمری زندگانی بے نظیر کے نام سے شائع کی۔ فاب سید محمد آغا ڈاکٹر جنرل رحیم بخش بنگال و بہار کے طرفدار مضامین کا مجموعہ نیالاتِ آزاد کے نام سے شائع کیا اور ان کی سوانح عمری بھی لکھی۔ رباعیاتِ شہباز اور خیالاتِ شہباز وغیرہ کچھ اور کتابیں بھی ان کی یادگار ہیں۔

۲۰ نومبر ۱۹۱۸ء کو انتقال ہوا۔

**رسام پوری** منشی حیات بخش نام، رسام تخلص تھا۔ رام پور کے رہنے والے تھے۔ وہیں ان کی شاعری پہلی بھولی مرزا داغ کے ارشد تلامذہ میں تھی۔ زبان اور فن سے خوب راقف تھے۔ شمس العلماء مولانا خیر آبادی اور مولانا عبد الحمید خاں سالک کو فی شعر میں آپ کی شگروہ کا فخر حاصل ہے۔

**ریاض خیر آبادی** سید ریاض احمد نام۔ ریاض تخلص تھا۔ ان کے اجداد کمان شاہ (ایمان) سے ہندوستان آکر سیتا پور بارہ بنگلہ اور خیر آباد وغیرہ علاقوں میں آباد ہوئے۔ ریاض <sup>۱۲۵۵ھ</sup> ۱۸۷۳ء میں بقیام خیر آباد پیدا ہوئے لیکن ان کا بچپن گورکھ پور میں گزر رہا تھا ان کے والد سید طفیل احمد سرکاری ملازم تھے۔ ریاض بھی پولیس میں ملازم ہوئے لیکن جلد ترک کر کے ریاض الاخبار نکال لیا۔ اودھ پنچ کے ایڈیٹر منشی سجاد حسین اور اخبار طوطی ہند میرٹھ سے زبردست مرے ہوئے ریاض کے نظم نے اس سلسلے میں بڑی جولانیاں دکھائیں۔ ان سرکوں ہی کی بدولت ریاض کی انشاپر دہلی کی شہرت ہوئی۔ صلح کل، نند، عطرقتہ، گلکہ ریاض اور گلچیں وغیرہ پرچے بھی وقتاً فوقتاً نکالے۔ عقیل احمد جعفری نے مختلف مسامین جمع کر کے "نثر ریاض" کے نام سے شائع کئے ہیں حرم سرا، ناشاد اور نظارہ تین ناول بھی یادگار ہیں۔ شہر و شاعری کا شوق بھی سے تھا۔ پہلے اسیر کے شاگرد تھے، ان کے انتقال کے بعد اسیر مینائی کو کلام دکھانے لگے۔ غزل میں خاص رنگ کے مالک ہیں۔ شوخی اور غریبات ان کے دو محبوب موضوع ہیں۔ انہی دو محدودوں پر ان کی شاعری گردش کرتی ہے۔ ان کا دیوان ریاض رضا ان کے نام سے اودھ شاعر کا انتخاب میناؤ ریاض کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

۱۸ دیکھ اثنائی ۱۳۵۵ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۳۴ء کو انتقال ہوا۔

**مولانا گرامی** منشی غلام قادر نام، گرامی تخلص تھا۔ پنجاب کے مردم خیز ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ ۱۲۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اورینٹل کالج لاہور میں منشی فاضل اور قاضی فاضل کے امتحانات برے امتیاز سے پاس کئے۔ فارسی شاعری سے انہیں فطری لگاؤ تھا۔ کچھ عرصہ امرتسر کے ایک اسلامی مدرسہ میں اور پھر گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ میں معلم رہے۔ بعد ازاں پولیس میں سارجنٹ بھرتی ہو گئے۔ مگر دل برداشتہ جو کہ قسمت آزمائی کے لئے راجپوت پٹیاں اور جید آباد گئے۔ نصیب کی بلندی سے نظام دکن میر محبوب علی خاں کی جو ہر شناس نگاہ نے ان کو اپنے دربار کے فارسی شاعر کی حیثیت سے چن لیا۔ بہت عرصہ وہاں رہے۔ ۱۹۱۵ء سے اپنے وطن واپس آکر ہوشیار پور میں قیام کیا۔ اور سندھو لہجہ ان شاعروں نے آپ کی محبت سے فیض حاصل کیا جن میں ابوالاثر حفیظ جالندھری کا نام بہت روشن ہے۔ اقبال بھی اپنے فارسی کلام میں بوقتِ ضرورت ان سے مشورہ کیا کرتے تھے، اس کہہ مثنوی اور فارسی کے مسلم الثبوت شاعر نے ۲۶ مئی ۱۹۲۶ء کو اس دنیا سے فراق کو اوداع کیا۔ بے حد مہنسا واد متواضع بزرگ تھے۔ رباعیات کا مجموعہ اور مطبوعہ دیوان جو غریبات، احباب کے مرثی، قصائد اور ناقام غنویں پر مشتمل ہے۔ ان کی جو دستِ طبع کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے۔

**سید امداد امام اثر** شمس العلماء، نواب امداد امام اثر صاحب بہار کے ایک ممتاز اور مقتدر خاندان سے تھے۔ ۱۸۲۹ء کو پیدا ہوئے۔ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ موضع نیودہ ضلع پٹنہ میں گزارا۔ گیا مراد پور کو بھی آپ کے نام سے شہرت حاصل ہے۔

نوب صاحب کو ریاضی، معدنیات و حیوانات، مناظرہ، فلسفہ جدیدہ و قدیمہ میں خاصی دلچسپی تھی۔ اردو فارسی کے بھرپور عالم اور انگریزی پر خاص قدرت رکھتے تھے۔ آپ کی فنی اور عالمانہ تصانیف میں مراۃ العلماء، میار الحق، کتاب الاثمار اور کاشف الحقائق بہت مشہور ہیں۔ کتاب الاثمار سوڈن زبان میں ترجمہ ہو کر وہاں کے نصاب میں شامل رہی ہے۔ کاشف الحقائق معروف یہ عبارتیں سخن متعزز بانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ اس میں مصری، یونانی، لاطینی، جرمن، انگریزی، عربی، فارسی، اردو، چینی، جاپانی، سنسکرت اور جھاشکی شاعری پر عالمانہ بحث کی گئی ہے۔

آپ نہ صرف اردو فارسی کے بلند پایہ شاعر تھے بلکہ انگریزی میں بھی نقیب لکھتے تھے۔ شاہ شرف الدین بہاری مخدوم الملک کے حالات انگریزی میں لکھے ہیں۔ آپ کا اردو دیوان بھی شائع ہو چکا ہے

**علی حیدر نظم طباطبائی**  
علی حیدر نام، نظم تخلص نقد لیکن اکثر غزلوں میں نام ہی کو تخلص قرار دیا ہے۔ والد کا نام میر مصطفیٰ حسین طباطبائی تھا۔ ولادت ۱۲۶۷ھ یا ۱۲۶۸ھ میں گھنٹوں ہوئی ابتدائی تعلیم و تربیت وہیں پائی۔ طاعا ہر نوحی سے عربی فارسی علوم کی تکمیل کی۔ مینڈ و لال زار سے مشورہ سمی کرتے رہے۔ آخری ناچار اردو نواب وید علی شاہ نے انہیں شاہزادوں کا اہلیق مقرر کر کے تیار بیج بلا لیا۔ واجد علی شاہ کے انتقال کے بعد نظام کا محج حیدر آباد میں پر وقیر مقرر ہوئے اور تقریباً تیس سال اس خدمت پر فائز رہے بعد میں محنت کے صلہ میں حکومت نظام سے وظیفہ ملا اور ولی عہد بہادر کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے۔ اسی زمانہ میں نواب حیدر یار جنگ کا خطاب عطا ہوا۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام کے بعد ناظر ادبی کی حیثیت سے دارالترجمہ سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۳۳۰ھ کو انتقال ہوا۔ شاگردوں میں مولانا عبدالمعین شہر، انبال سہا، ہمارا جہر، کشن پرشاد زیادہ مشہور ہیں۔ کلام میں غزلوں کا دیوان ان کی زندگی میں مرتب ہو گیا تھا لیکن اشاعت ان کی وفات کے بعد ہوئی۔ نظم طباطبائی، شرح دیوان غالب، شرح دیوان امرالقیس، تشریح افلاک اور تاریخ یورپ بھی آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔

**مولوی عبدالرزاق کانپوری**  
آپ کے اجداد قرخ آباد کے رہنے والے تھے آپ کے والد بہ و فیر الہی بخش مخم و سال نے ۱۲۸۵ھ کے ہنگامہ کے بعد کانپور کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ مولوی صاحب، رمضان المبارک

بروز جمعہ ۱۲۹۱ھ (اکتوبر ۱۸۷۵ء) کو انبالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اکثر عزیز لاہور، سیالکوٹ اور انبالہ میں سکونت پذیر تھے۔ پانچ سال کی عمر میں بغام فتح پور ہوا (منزل آباد) آپ کی کتب نشینی اور بسم اللہ خانی ہوئی کال سنہ سال کے بعد عربی فارسی کی تعلیم ختم ہوئی اور آپ نے ملازمت کی ضرورت سے ٹل پاس کیا۔ کئی جگہ مدرس اور سررشتہ دار رہنے کے بعد ۱۳۱۵ھ میں بھوپال جا کر تحصیلدار ہو گئے یہیں ۱۳۱۶ھ میں آپ کو خنظم تاریخ اسلام مقرر کیا گیا۔ چنانچہ آخر عمر تک آپ اس عہدہ پر فائز رہے۔ فحشی رحمت اللہ رحمہ مالک نامی پریس کانپور کی بڑی جہتزی میں آپ نے تاریخ ایران، تاریخ آل عثمان اور تاریخ بھوپال پر مسلسل مضامین لکھے۔ اسی پریس سے آپ کی پہلی تصنیف ابراہیمہ شائع ہوئی۔ پھر اسی سلسلہ میں دزدانے اسلام کی دوسری جلد نظام الملک طوسی شائع ہوئی ان کے علاوہ آپ نے حب ذیل کتابیں تصنیف و تالیف کیں جن میں زیادہ تر غیر مطبوعہ ہیں۔ (۱) تاریخ آثار جلالی، (۲) تاریخ اسلام، (۳) عہد جاہلیت عرب، (۴) عہد رسالت، (۵) خلافت راشدہ، (۶) سفر نامہ حکیم ناصر خسرو طوسی لجنی، (۷) یاد ایام وغیرہ۔

مولوی صاحب باہل سادہ طبیعت، نہایت زندہ دل اور بے تکلف آدمی تھے۔ ان کی ذات اور گھر کے درو دیوار سے مصنف کی شان نظر آتی تھی۔ مولوی کا انتقال

**مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی** | عمر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی دس بیسک بورہ ۲۸ شعبان ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء کو پیدا ہوئے۔ فارسی و عربی کی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ عربی کی مشکل کتابیں صنفی

محمد طعن اللہ علی گڑھی کے درس میں پڑھیں۔ انگریزی تعلیم میٹرک تک اگر وہ اسکول میں پائی۔ پھر جوانی تک علم و فن اور دین و تقویٰ کے باکمالوں سے کسب فیض کیا۔ شیخ حسین بنی مقیم بھوپال سے سند حدیث حاصل کی۔ تاجی عبدالرحمن پانی پتی سے فیض پایا بیعت حضرت مولانا شاہ فضل رحمان صاحب گنج مراد آبادی سے کی۔ رسالہ حسن عہدہ اہلو میں ان کا پہلا مضمون بار پر چھپا جو بڑا پسند کیا گیا۔ اس کے بعد نثری انعام ملی۔ مولانا شبلی کی الماسوں پر ان کا تبصرہ پہلا تنقیدی کارنامہ ہے جو ۱۸۸۵ء میں شوقِ قدوائی کے اخبار آزاد میں چھپا تھا۔ علمائے سلف اور نابینا علماء ان کے دو بہترین رسالے ہیں۔ مخزن لاہور سے نکلا تو اس میں خسرو کی غزلیات پر ان کا مضمون چھپا۔ ۱۸۸۷ء میں الہندہ کے شریک اڈیٹر ہوئے نواخلاق پر ان کے مضامین نکلے۔ علی گڑھ کی مجلسوں میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حالات میں انصیبی لکھ کر پیش کی۔ شہر شاعری کا بھی ذوق تھا۔ حضرت قصص کرتے تھے۔ تیرہ برس حیدر آباد میں امور مذہبی کے صدر رہے۔ جیسا کہ اس کی عمر میں بتا رہے ۱۱ اگست ۱۸۹۷ء اس دنیا سے رگ دو کو خیر باد کہا۔

**سرخ عبدالقادر** | شیخ عبدالقادر ۱۸۹۷ء میں بمقام لدھیانہ پیدا ہوئے ۱۸۹۷ء میں بی اے کیا۔ ۱۸۹۵ء میں انگریزی اخبار پنجاب آڈیٹر اور تین سال بعد چیف ایڈیٹر مقرر ہوئے ۱۸۹۷ء

میں مخزن نکالا ۱۸۹۷ء میں پیرسٹری کے لئے لندن گئے۔ واپس آکر دلی میں پیرسٹری شروع کی۔ ۱۸۹۷ء میں لاہور چلے آئے۔ ۱۸۹۷ء میں فائل پور میں سرکاری وکیل ہوئے اور آٹھ سال تک یہ کام کرتے رہے۔ ۱۸۹۷ء میں لاہور ہائی کورٹ کے جج اور ۱۹۲۲ء میں پنجاب یونیورسٹی کونسل کے صدر بنے۔ ۱۹۲۵ء میں وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں ہندوستان کے نمائندہ ہو کر جنیوا گئے۔ ۱۹۲۷ء میں مسلم لیگ کے اجلاس ملی کی اور اس سے اگلے سال مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس مدراس کی صدارت کی۔ ۱۹۲۸ء میں پنجاب ایگزیکٹو کونسل کے ممبر بنے اور سرکارِ خطاب پایا۔ ۱۹۲۹ء میں پبلک سروس کمیشن کے رکن اور ۱۹۳۱ء میں لاہور ہائی کورٹ کے ایڈیشنل جج نامزد ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں انڈیا کونسل کے ممبر ہوئے اور پانچ سال تک لندن میں رہے۔ جہاں سے واپس آکر ۱۹۳۲ء میں ہاؤس پور ہائی کورٹ کے چیف جج ہو گئے۔ ۱۹۳۲ء میں واپس آکر لاہور میں مقیم ہوئے اور آخر میں ۹ فروری ۱۹۵۷ء کو ۸۵ برس کی عمر میں آسودہ خواب ہوئے۔ آپ نے وقت کے بڑے بڑے اعزاز حاصل کئے مگر دنیا انہیں مخزن کے ایڈیٹر اور اردو کے سرپرست کی حیثیت سے یاد رکھے گی۔ کیونکہ علمی اور ادبی حرم کا گے وینکے لئے اعزاز بیچ ہیں۔

**اقبال** | جانے کتنے سال زکس اپنی بے زوری پر روتی رہی پھر کہیں جا کر ۱۸۶۵ء میں بمقام سہیاگڑھ انتقال پیدا ہوئے۔ ایک کامیاب تعلیمی زندگی گزارنے کے بعد ۱۸۶۵ء میں مہر ض تعلیم انگلستان روانہ ہوئے۔ یہیں

انگلستان کے مشہور مستشرقین پروفیسر براؤن، نکلسن وغیرہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ جوئی سے انہوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی پھر انجمن خٹناں واپس آکر پیرسٹری کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۸۹۲ء میں ان کو نائٹ ڈینی سرکارِ مہر خطاب ملا۔ اقبال ایک وسیع المنظر شاعر ہیں۔ انہوں نے خطہ مشرق و مغرب دونوں کا عین مطالعہ کیا ہے۔ وہ فارسی ادب کے بھی عالم تھے۔ اقبال نے اردو شاعری کو ایک نئی ڈگر سے آشنا کیا۔ ان کی شاعری میں ایک آفاقی پیغام ہے۔ انہوں نے خود فکر کی نئی راہوں کی نشان دہی کی ہے۔ اقبال کا کتبہ نظر جاتی اور زندگی سے بھر پور ہے۔ ان کی تصانیف زبانِ روزِ عام اور مقبول خواص و عوام ہیں۔ ۲۱ اپریل ۱۹۳۵ء کو انتقال فرما



## شاہ سلیمان صاحب بھلاروی

پیدا ہوئے۔ مولانا شاہ سلیمان بھی ہیں کے رہنے والے تھے۔ شہر اشتر پور کی عمر کا ۲۰ سالہ (۱۹۳۵ء) کو فوت ہوئے۔ اس لحاظ سے غالباً ۱۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کے سلسلے میں ہندوستان کے تین بکالوں یعنی مولانا عبدالحی فرنگی محلی، مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولانا بید زید حسین محدث دہلوی سے فیض پایا۔ ادب بھی پڑھی اور اپنی زندگی کا آغاز حبیب کی حیثیت سے کیا۔ کھنڈ کی صحبت میں شریعت شروع کیے۔ تہذیب و اخلاق، حقوق، فارسی، اردو و قریب زبانوں میں شوق تھے۔ شوقِ عمری کے بعد درس و بحث تھے۔ دینی، انظر عالم، بدلتی ادیب، پڑا اثر، مدخل، موقع شناس، مقرر اور بڑے بڑے بزرگوں کے حلقہ سے فیضیاب ہوئی تھے۔ ناہیگ کاشورق اور عربی نظم و نثر کا اچھا مدق تھا۔ تصوف کا رتیب چیشہ غالب رہا۔ تادری بھی تھے اور شہنشی بھی۔ حاجی شاہ ادا اللہ صاحب کی سے بھی نسبت تھی۔ پرے پرچاس برس تک ہندوستان کا گوشہ گوشہ مل کے پر کیف و پر از خطبوں اور وعظوں سے سمور ہوا۔ جس جگہ میں وہ جوتے تھے ان کے سوا ہر آواز نہ پڑ جاتی تھی۔ مدعوہ و علمائے اہل علم و مہذون و کونینشل فائرس کے اجلاس ان کے وعظ کے بغیر بے مزہ اور چھیکے رہتے تھے۔ وہ مذہب کے معاملے میں اپنی دین و شرع کے لحاظ سے قدیم و جدید کے درمیان حلقہ اتصال تھے۔

## مولانا محمد علی جوہر

رہیں الاحرار مولانا محمد علی جوہر کا مرثیہ اور مجدد کے ایڈیٹر، امداد کے قادر الکلام شاعر، انگریزی امداد کے زبردست ادیب، انڈر صحافی، آتش بیان و مقرر، ماہر سیاست دان، ہندوستان کی کامل آزدادی کے منحص مل پر دار اور مسلمانوں کے محبوب ترین، ہما تھے۔ ۱۸۶۰ء میں رام پور میں پیدا ہوئے۔ محل گذر کالج سے بی اے کیا۔ انڈین سول سروس کی تعلیم کے لیے انگلستان گئے واپس آکر کچھ عرصہ رام پور اور بڑودہ میں ملازمت کی پھر نوکری سے استعفیٰ دیکر ۱۹۱۱ء کو کلکتہ سے کامریڈ جاری کیا۔ مگر جلد ہی اسے وہلی میں لے آئے۔ اس میں انگریزی انشاپر وادی کے وہ مدبر ہو کر کھائے کہ ایک جی ویز جیسا انگریز ادیب یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ "محمد علی نے فکر کی زبان، میکالے کا نظم، اور نیپولین کا دل پانی ہے" دراصل ان کا دماغ مغربی مگر دل شرقی تھا۔ طرابلس اور بنگال کی جنگوں میں مسلمانوں کی منظوری پر تڑپ اٹھے۔ ترکوں سے ہمدردی کی پاداش میں نظربند کر دیے گئے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد ہندوستان کی آزدادی کی تحریک میں کامرگس کا ساتھ دیا امداد علی جی کو خوب اچھا ملا پھر ہندوؤں کی تنگ نظری کی بنا پر کامرگس سے الگ ہو کر کامل آزدادی کا مطالعہ کیا اور، دل میز کا نفرین میں شریک ہو کر مشرق کی حمایت میں مغرب سے مغرب کے ہتھیاروں سے لڑے۔ ۱۹۳۶ء میں جوہری ۶۳ سالہ کو لندن میں انتقال ہوا۔ اور بیت المقدس میں دفن ہوئے۔ یوں کنا چاہیے کہ وہ ایک آفتاب تھے جو مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوا، ادب مشرق اور مغرب کے متحدہ مرکز بیت المقدس میں آرام فرما ہے۔

## مولانا شوکت علی

یہ رہیں الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے بڑے بھائی تھے گردن جیسے عالم تھے مدبر۔ رام پور کی ریاستی فضا میں کچھ کھڑی۔ محل گذر میں تعلیم حاصل کی۔ کولکٹ کے کھڑی اور پورے صاحب بن کر نکلے، رام پور سے۔ پھر نوکری پھر نوکری کا خان کے سیکرٹری کی حیثیت سے مسلم لیگ وائی وائی کے لیے چندہ بن کر رہے۔ جب پہلی جنگ عظیم کے بعد خدام کبہ اور خلافت کی تحریک شروع ہوئی تو محض اس خیال سے کہ کامرگس آزدادی کی حامی ہے اپنے بھائی کے ساتھ اس میں شریک ہو گئے۔ ان کا مذہبی و حبیب میں یہ لیے پھرتے رہے۔ مگر ہندوؤں کی تنگ نظری ان کے غلوں اور سچے ہندو کا ساتھ دے سکی۔ "وہ پاہی تھے۔ ان کا کام کرنے والے، نذر، پڑمل اور پڑامید، وہ کبھی کسی حال میں، امید نہیں ہوتے تھے۔ ان کی تقریر چند فقرہ کی ہوتی تھی۔ مگر وہ لوگوں میں روح



پچھ لیا ہے۔ ۲ جون ۱۹۲۶ء کو دہرگ نے ان کا پرانہ جات مل کر دیا۔

## زاہد محمد اسحاق خاں

آپ صاحبزادہ کے شہر میں زب سے پہلے خاندانی شیفہ کے صاحبزادے اور محمد علی علی گڑھ کے بیکڑ، تھے۔ آپ کا شعر سخن کا مذاق در شعیں تھا۔ اپنے حضرت ایشور کی کل تصنیفات بڑی تلاش،

جستجو سے فراہم کیں اور انہیں خاص اہتمام سے چھپوانے کا بندوبست فرمایا۔ ان میں سے چار شعندیاں، زمینہ، کندری، دہلی رانی، خضر خان، یعنی مجنوں اور لالی مہمان تو ان کی زندگی ہی میں ہی جمع ہو چکا اور دلچسپ قصات کے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ پریس سے شائع ہو چکی تھیں کچھ بعد میں طبع ہوئیں۔ زاہد صاحب نے شیفہ کا براہن بھی انہوں نے بڑی شان سے شائع کیا تھا۔ انتقال ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں ہوا۔ قبر دہلی میں ہے۔

## مہاراجہ سرکشن پرشاد

راجہ کشن پرشاد نام، مہاراجہ میں المصنعت ہمارے کے سی ہیں اکی خطاب ہمارا جہندہ والی کے پرتے، زندہ پرشاد کے واسے اور راجہ نوڈرل کی یادگار تھے۔ اصل وطن لاہور تھا۔ یہاں سے ان کا خاندان پہلے

دہلی اور پھر حیدرآباد پہنچا۔ ۱۳۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ عالیہ میں تعلیم پائی۔ عربی، فارسی اور انگریزی میں کافی مہارت حاصل کی۔ لٹری کے جانشین اور جاگیرتہ شیکاری سے سرفراز ہوئے۔ ۱۳۸۱ھ میں پیشکاری کے ساتھ معین المہاراجہ فوج بنائے گئے۔ ۱۳۱۹ھ میں دارالہندی سرفراز ہوئی۔ ۱۳۳۰ھ میں اس خدمت سے بیکدوش ہو کر ۱۳۴۵ھ میں پھر مہاراجہ علی گڑھ کے جلیل القدر عہدے پر سرفراز ہوئے۔

شاعری کا خاص مذاق تھا۔ داغ اور آصف کے شاگرد تھے۔ ایک زمانہ میں آئبر، جلیل، ظہیر دہلی اور سرتار وغیرہ آپ کے زمرہ صحابہ میں شامل تھے۔ بعد میں فانی بدایونی، ہوش، بیگم، تحوی، غبار، ثاقب، صغیر وغیرہ دربار میں رہے۔ آپ کا کلام صوفیانہ خیالات سے ملو ہے۔ کلام کے کئی نمونے مختلف ناموں سے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی ایک نعت کو بے شرف حاصل ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے پیچھے کتب خانہ فیض الاسلام کی ایک دیوار پر آویزاں ہے۔ جون ۱۹۳۰ء میں وفات پائی۔

## بیخود بدایونی

مولوی عبدالحی نام، بیخود شخص تھا۔ مولوی غلام سرمد صدیقی کے فرزند اور بدایوں ریوی کے رہنے والے تھے۔ بڑے خوش وضع، رنگین مزاج، اور ظریف طبع انسان تھے۔ فن شعری میں پہلے مولانا حالی کی شاگردی

اختیار کی۔ مگر طبیعت کو چمکھنڈل سے زیادہ منہ بست تھی۔ اس لیے بعد میں داغ کو استاد بنا لیا اور طبع کی طرف خوب رجحانیں لکھائیں۔ نومبر ۱۹۱۳ء میں انتقال ہوا۔ کلام کا مجموعہ حرات الخیال کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

## خواجہ عبد الرؤف عشرت لکھنوی

خواجہ عبد الرؤف نام، عشرت شخص، والد کا نام خواجہ عبد الشکور تھا۔ ۱۸۶۷ء میں پیدا ہوئے، قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم مولوی ابید علی تھوڑائی اور قطب الدین

احمد مالک مطبع نامی سے اور مولوی فتح محمد لکھنوی اور مولوی فرید حسین مراد آبادی سے پڑھی۔ اسی زمانے میں شاعری کا شوق ہوا۔ شیخ محمد جان شاہ پیر دتیر لے صدیقی البلاغت اور مدار قافیہ پڑھائے۔ متروکات سمجھائے۔ میر تقی میر کے قواعد و اصول فرسج نشین کرانے اور غزل گوئی کی احادیث دی۔ دیوان مرتب ہو چکا ہے مگر نظم سے زیادہ شکر تھے۔ بکھنڈ کے نامی و حال اور حمان عالم کی کامیابی ان کا خاص موضوع تھا۔ ان کی بکھنڈ کی زندہ تاریخ تھی۔ کئی کتابوں کے مصنف اور کئی شاگردوں کے استاد تھے اور غضب یہ کہ آخری وقت تک لکھتے رہے۔ جون ۱۹۳۰ء میں انتقال فرمایا۔ مذات کے وقت آسپس سے کم نہیں گئے۔ شاعری کا مکمل مسٹ، غنات اور کا مکمل مسٹ، مصنف نویسی، اصلاح زبان اور دور

زبان غنائی، بھولی، ترجمانی، ماس اور حمان اور غزیرہ چند کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔ مذکرہ اب بقا آپ کے صحابہ نظم و نثر کا مجموعہ ہے۔

آپ کو گورنر کے رہنے والے تھے۔ بھرتی تعلیم کے ساتھ انگریزی تعلیم حاصل کیے اور امتحان کی اور مرقن ایف سے ترقی کر کے تحصیل دہلی کے سب سے بڑے منجھے۔

## ایم مہدی حسن (انادی الاقتصادی)

گم ہونے والا کی اور جوانی کی موت نے ۱۲ دسمبر ۱۹۲۱ء کو ان کی ہر نماز زندگی کا بانہ کر دیا۔ وہ ایک سحر نگار ادیب اور ایک خاص طرز الشا کے موجد تھے غفلتوں سے محرومی کرتے تھے ان کی کتاب افادات ہدی بہت مشہور ہے وہ دار المصنفین کی مجلس انتظامی کے رکن بھی تھے۔ ادیب و دانشا کا ایسا ذوق سلیم رکھنے والے افراد مدفن میں پیدا ہونے ہیں۔ ان کے طرز و نشانیں کچھ لطیف خصوصیات ایسی ہوتی تھیں۔ کہ احساس ذوق ہی سے قلم کی تھکن تھیں۔ بیان نہیں کی جا سکتی۔ بعض اوقات بے راہ رو بھی جاتے تھے۔ سالانہ آگرہ کی ابتدائی اشاعتوں میں انہوں نے اپنے ادب لطیف کے جوئے نئے نئے کھتے ان میں بکھل کیسے ہیں مقیاس الثبات اور تمدن عیش جیسی عربی تراکیب بے جہاد استعمال کی ہیں۔ جین شخصیتوں کے حسن کا تجزیہ بھی بے باکی سے کیا ہے

### نسیم مجتبیٰ پوری

سید مجتبیٰ حسین نام نسیم تخلص تھا۔ ۱۰ سبھرت پور میں ۱۲۸۶ھ میں پیدا ہو کر ۱۳۰۹ھ میں انتقال کیا۔ غالب ریاست ہما کے محکمہ پولیس میں ملازم تھے شاعری میں داغ کی شاگردی اختیار کی۔ استاد کو اپنے اس شاگرد پر بڑا ناز تھا سید راہد کے اکثر صبر کروں میں خود بلا کر شریک کیا نسیم نے اکثر غزلیں محرکہ آثار اطرحوں میں لکھیں اور خوب سہرت حاصل کی۔ دہلی پنج اور محزون کے مضمون نگار بھی تھے۔ انہوں نے زیادہ غزلیں جو ان ہی میں استاد کو داغ معاشرت دے گئے۔ بڑے ذہین اور ہر نماز تھے۔ استاد کے قدم پر قدم رکھتے تھے۔ زبان نہایت صاف اور شینہ تھی۔ دلی میں چنگیاں لینے کے غلام سے ان کے اکثر اسرار داغ سے ملتے جلتے ہیں۔ آپ دہلی کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد فشتی حسین علی فرست شاہ نعیر مرحوم کے شاگرد تھے۔ شہرت نے اپنے اپنے والد سے شاعری میں اصلاح لی۔ بھر سکیم مولانا بخش نق کے شاگرد ہوئے احباب کوہ نور لاہور

### میر نثار علی شہرت

کے علاوہ اخبار جس پنجاب، پنجاب پنج اور خیر خواہ عالم دہلی وغیرہ کے بھی ایڈیٹر رہے۔ پور اور میرٹھ میں بھی ملازمت کی اور بہت وسعت ریاست جو کوٹھیر میں محکمہ تعلیم کے انسپکٹر تھے۔ ۱۰ جو جو میرٹھ سال ۱۲۸۵ھ سے نہیں رکھا۔ کئی سال لاہور میں مصروف نگاری کرتے رہے۔ ویسی ریاستوں کے حالات اور معاملات پر خاص فرمائی کا خاص تھکا۔ ۱۲۸۵ھ کے قریب لاہور میں فوت ہوئے میرٹھ کی کتاب کے علاوہ یہ شعر انہیں کے ہیں۔

بہشت ایک پائیں داغ ہے اس گل کے دیوان کا

جہنم ایک شہادہ ہے ہمارے داغ سوزاں کا

فماہر تے ہی پہنچا ایک منزل اس سے بھی آگے

پتہ کوئی بتا ہی : قاسم گریزاں کا

### چوہدری خوشی محمد ناظر

خوشی محمد نام۔ ناظر تخلص تھا۔ ۱۲۸۶ھ میں بریالیا ضلع گجرات، پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام چوہدری مولاداد خاں تھا۔ ناظر نے ابتدائی تعلیم گھر پر مولوی اڑا الدین صاحب آڑ سے، تازی تعلیم مدرسہ اور اعلیٰ تعلیم علی گڑھ کالج سے حاصل کی جہاں سے انہوں نے ۱۲۸۹ھ میں بی اے کی ڈگری لیکر کاشمیر میں ملازمت اختیار کی۔ بہت عرصہ کاشمیر میں رہا۔ ۱۲۹۰ھ کو یونیورسٹی کے صدر سے بکدوش ہو کر چک جھڑ (ضلع ٹائی پور) میں (جہاں برصورت کی خاصی بڑی زمین تھی) اقامت گزین ہو گئے۔ وہیں زندگی کے آخری ایام قومی، ادبی خدمات میں گزار کر ۱۲۹۲ھ کو انتقال فرمایا۔

چوہدری صاحب بچپن ہی سے شہرت رکھتے تھے اور مولانا حالی سے اصلاح لیتے تھے۔ مگر اچھی غزل لکھنے کا رنگ پختہ نہ ہونے پایا تھا اعلیٰ گڑھ کی ادبی فضا نے پھر لکھنا شروع کیا اور ایک رنگ چڑھایا کہ آخری دم تک اس کے پیدائی رہے۔ آپ کے کلام کا مجموعہ "نغمہ فردوس" کے

نام سے درجہ دہن میں شایع ہو چکا ہے۔ آپ کی شہرہ نظم جوگی "اردو کی کلاسیکی نظموں میں شمار ہوتی ہے۔

### عجوز کشمیری

کثیر کے شاعر انقلاب فنی خاتم احمد عجوز سرنگ کے پر زاد گان سے تھے۔ انہی نے پیری مریدی کا سلسلہ ترک کر کے عکبر بندوبست میں وزارت اختیار کر لی تھی۔ نہایت مدش خیال اور ذی علم تھے کشمیری زبان کے علاوہ فارسی اور اردو میں بھی بہت اچھے شعر کہتے تھے۔ ذوق سخن کے علاوہ کشمیری تاریخ سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں حیات جم "چھپ چکی ہے۔ ایک کتاب گزشتہ برصغیر متاثران کے حالات میں اور ایک پڑاویوں کے متعلق پڑاوی کے نام سے لکھی تھی لیکن ان سب سے خائن اور مفید کتاب جو آپ نے ترتیب دی وہ نغرائے کشمیر کا تذکرہ ہے جو دو تین صدوں میں ہے۔ یہ کتاب ابھی تک زیر طبع سے آراء سے نہیں ہوئی۔ آپ کے پاس قلمی کتابوں کا دور ذخیرہ تھا۔ انہی قدیم کتب اور تذکرہ شعرا کے سلسلہ میں علامہ اقبال ذاب حبیب الرحمن خان شرانی اور تاریخ کشمیر مشی محمد الدین نوق سے آپ کی خط و کتابت رہتی تھی۔ آپ نے اپنی پڑاوی کشمیری شاعری کے ذریعے کشمیر کو جدید تحریکات سے روشناس کیا اور ان میں بیداری کی روح پیدا کی۔ یقیناً ملک کے بعد یہ سارا خاموش ہو گیا۔

### شیخ الہند مولانا محمود الحسن

مولانا محمود الحسن کے والد مولانا ذوالفقار علی انکسٹر مدرس تھے اور اتنے جید عالم کہ انہوں نے حسانہ اور دیوان متنبی کی شریں اردو میں لکھی ہیں۔ مولانا محمود الحسن نے عربی ادب کی زیادہ تر تعلیم انہیں سے حاصل کی اور قرآن و حدیث لا فخر وغیرہ کا درس مولانا محمد قاسم نافوڑی سے لیا۔ مولانا نہایت سلیم الفطرت، ذہین، ادبی اور فہیم تھے۔ اس لیے شاہ ہی میں تمام علوم کی تکمیل کی۔ ان کے تجربہ عمل کی وجہ سے انہیں دارالعلوم دیوبند کا صدر مدرس منتخب کیا گیا جو خدمت وہ سالہا سال تک انجام دیتے رہے۔ شہرہ میں انہوں نے نو ترالانصار کی بنیاد دی اور اس کا پہلا اجلاس مراد آباد میں کیا جس میں ہندوستان کے تمام بڑے بڑے علماء و فضلاء جمع ہوئے۔ مولانا نے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کو علم دین سے اور طبقہ معاش کا ریاست حاضرہ سے واقف کرنے کے لیے نوجوانوں کو دعوت دی کہ وہ دیوبند آکر ان سے حدیث کی تعلیم حاصل کریں۔ ایک گریجواریٹ نے شاگردی کے پردے میں جاسوسی کے فرائض انجام دیئے جس کی بنا پر مولانا حکومت کے سامنے قرار دیئے گئے۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء میں جب مولانا جگہ کرنے بیت اللہ شریف گئے تو انگریزوں نے شریفینہ جگہ کے ذریعے انہیں گرفتار کر کے جزیرہ مالٹا میں قید کر دیا۔ جولائی ۱۹۲۰ء میں دہلی سے رہا ہو کر دہلی آئے گرا تھے میل تھے کہ ۱۹۲۱ء میں انتقال فرما گئے۔ اپنے مولانا رشید احمد گلگٹی کے رسالہ جمعہ کی نہایت فاضلہ شرح لکھی ہے۔

### علامہ راشد الخیر

ناہل زمینی میں مولانا خیر احمد کے صحیح ہاشم تھے۔ ان کی توجہ زیادہ تر علوم دینی کی تعلیم دینی اور ان کے معاش زندگی پر مرکوز رہی۔ چونکہ عبادت و دروگیز اور پڑنا شریعت تھی، اس لیے مصروفیت کے لقب سے مشہور تھے۔ کثیر التصانیف ہیں۔ بعض مشہور تصانیف کے نام یہ ہیں۔ مجمع زندگی، شام زندگی، نو طہ زندگی، عروس کر بلا، زہرہ مغرب، ہنہ کلال، فاطمہ کلال، وغیرہ رسالہ تمدن اور عصمت کے ایڈیٹر تھے۔ ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۶ء کو دہلی میں وفات پا گئے۔

### مولوی محمد بشیر الدین

خان بہادر مولوی محمد بشیر الدین میرٹھ کے مشہور خاندان کبرہ سے تھے۔ شبانہ ۱۲۹۴ء مطابق اپریل ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام حاجی قمر الدین تھا۔ فارسی تعلیم اپنے وطن میرٹھ میں حاصل کرنے کے بعد ۱۸۹۳ء میں آباد آئے اور دہلی کے غم الاخبار سے متعلق ہو کر ۱۸۹۶ء تک اس کی ادارت کے فرائض نہایت قابلیت سے انجام دیتے رہے۔ سرسید کی تعلیمی تحریک شروع ہوتی تو قتل اول مام ملانہ کی طرح اسے ضیاء سمجھتے ہوئے اس کی مخالفت کی لیکن آہستہ آہستہ اس کے مفید ہونے کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ ۱۸۹۹ء میں جب آباد سے اپنا اخبار "البشیر" جاری کیا تو قتل اول گڑھ تحریک کی حمایت میں سرسید

اور بنا شروع کر دیا یہ اخبار ہفت روزہ تھا اور ملازموں کے قطعی اور اقتصادی سالی پر نہایت سیر حاصل میش کو تھا۔ فرقہ اوراد مجھوں اور ذاتی منافع کے یہ اخبار ہمیشہ ایک سہاگر خدمت میں کسی بڑے سے بڑے اخبار سے پیچھے نہیں رہا۔ ۱۸۹۹ء میں مولانا نے سلمان پور کے یہ ایک اسلامیہ مانی مانی اور میں سماجی کیا اور ساری عمر اس کی تنہی کی فکریں گزار دی۔ وہ سلم ایجوکیشنل کانفرنس کے آئری سیکرٹری اور سلم ایجوکیشنل کونٹ کے ممبر بھی تھے اور تعلیمی خدمات کے محرکات میں حکومت نے خاں بہادر کا خطاب اور سرکار نظام سے سیر و برہ ماہوار کا وظیفہ تاحین حیات عطا کیا۔ ۱۹۵۰ء میں موت لگی مانی۔ ان کی شمع حیات پورے پانچ برس فیروزاں رہنے کے بعد ۱۲ جون ۱۹۵۰ء کو خاموش ہو گئی۔ وہ قدیم زمانہ کے شرفا کی ایک بڑی یادگار اور نہایت نیک نفس احمد دہا کا باز بزرگ تھے۔

## مولانا رشید احمد گنگوہی

مولانا رشید احمد سلسلہ گنگوہی کے بزرگوں اور دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں درجہ انتظام رکھتے تھے۔ وہ عالم باعمل، واقعہ راہِ طریقت اور صاحبِ سبب و تعلم تھے۔ ان کی ذات سے سہا، ہدایت اور علم و عرفان کے جو چشمے چھوٹے وہ اب تک پاک و ہند کو سیراب کر رہے ہیں۔ سید احمد رشید اور تاجا اعلیٰ شہید کی تحریک تبادلی کی یہ جد جب مجاہدین نے شہداء کی جنگ آزادی میں دوبارہ جمع ہو کر جان کی بانی لگائی تو تھانہ جہوں کے ملازمین جس جماعت کے حامی اور والدہ جابوئی، سپہ سالار مولانا محمد قاسم نانوتوی، مہینہ کے اختر مولانا محمد فیروز میرہ کے کنارہ عاطفہ صانع تھے۔ مولانا رشید اس میں قاضی شکر تھے۔ یہ وہ ہیں جن کی قیامِ دیوبند کے الزام میں قید کیا گیا مگر کافی ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے بعد میں چھوڑ دیا گیا۔ ۸ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء کو ان کی وفات ہوئی۔ ان کی عمر میں مولانا کا وصال ہوا ہدایت الشیعہ، زیۃ المناہک، الطائفہ رشیدیہ، براہین الغافلہ، سبیل الرشاد، میلاد شریف اور بعد از وفات ان کی تصانیف ہیں۔ شیخ السید مولانا محمود حسن نے آپ کے رسالہ تہذیب کی نہایت فاضلہ شرح لکھی ہے۔

## مولانا عبد الماجد بدایونی

خطیب الامت مولانا شاہ عبدالجبار بدایونی متحدہ ہندوستان کے ایک مشہور علمی خاں اور کے روشن چرخ تھے۔ وہ عالموں میں عالم، صوفیوں میں صوفی، شاعروں میں شاعر، قومی خدمتگاروں میں رہنا تھے ان کی ذات ہر حیثیت سے قابلِ فخر تھی۔ خدام کعبہ، طرابلس، لبنان، کانپور، خلافت، گانگوں تبلیغ، سلم کانفرنس اور وہ کمال میں جو ان کی خدمات سے گراں بہا ہیں۔ ان کے ہر وقت اور ہر نفس کام کی ایک دھن کی جی رہتی تھی جس کے پیچھے گھر کا آرام و کون، اہل عیال اور ملین مالی سب قربان تھے۔ کچھ دن ایسا ہوا کہ ان میں کفن و دفن کا سامان ہوتا ہے اور وہ مردہ قوم کی سیاحت کے لیے خانہ معزز ہیں۔ اس دور و دور میں ان کے پاس پناہ دہشکس العلوم بھی تھیں یہی چھوڑا اور ۱۴ دسمبر ۱۹۳۳ء کی رات کو ان کی زندگی کی منزل میں پوری سرگیاں ان کا انتقال کھنٹیں ہوا۔ ان کی وفات کے بعد وہ سرتاپا محبت تھے ان کی ہستی محبت کا آئینہ خانہ تھی۔ ان کی تحریریں جذبات اسلامی کی زبرجاست ہوتی تھیں۔ دس خلافت اور دس اہل بیت، اختلاف اسلام، رسالہ تفریف الخرافات، دلائل مستطاعہ تا بیخ خلافت وغیرہ چند رسالے اور کتابیں ان کی یادگار

## مولانا عبد الباقی فرنگی علی

فرنگی علی کے دارالعلوم و العمل نے مولانا غلام، فضل و کمال اہل معرفت اور زہد و دوح کے ایک سے ایک بڑھ کر نہ سنے پیدائے۔ مولانا عبد الباقی اس کی اتنی یادگار تھے۔ متاخرین میں مولانا عبد الباقی کے علمی ذات نمایاں ہوئی جو بزرگ اہلاد کی تعلیمات کی حامل تھی انہوں نے مولانا عبد الباقی کے شاگرد غلامین اقتضات سے کھنٹے میں تحصیل کی پھر چھانٹ گئے علمی زندگی، حکم شام کا سفر کیا، ملا آگینز اٹھایا، دین سے ہندوستان والیں اسے اللہ خدا کعبہ میں پر جوش شرکت کی پھر جس خلافت اور جمعیت العلماء جس میں حصہ لیا، ترک کراہت کے طرہ دینے، فرنگی علی میں درمہ نظام کے ہم سے ایک ہفتا عدہ مدسہ عزیز کی بنیاد رکھی جس سے متعدد اصحاب علم و علم پیدا ہوئے۔ ارشاد و ہدایت، دعوہ و نصیحت، درس و تدریس، تلاش و مطالعہ، تحریر و تالیف ان کے روزانہ مشاغل تھے۔ وہ دفعہ

حقیقی کسب و کسب کا حامی تھے اور ان کی علمی و علمی کوششیں زیادہ تر اسی کے متعلق صرف موزنی تھیں۔ انہوں نے اپنے ہمدرد کے قریب چھوٹی بڑی تعصبات اور مسائل کی فہرست: بزرگ چھوٹی کی جن میں سب سے زیادہ مفید اور کامیاب وہ ہیں۔ ان کی اردو تفسیر تھی جو نام نہاد رہی۔ نام محمد کی سیر کی کامیابی ان کے شہر علم حدیث میں بھی ایک دور رسا ہے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۱۵ء ۲۰۱۵ء کی درمیانی شب یہ چشم و خیال ہمیشہ کے لیے خشک ہو گیا۔ وہ کے وقت مولانا کا سن عاقلانہ ۵۵ برس کے قریب ہو گا۔ (۱۰۰ دو انگلیاں)

## مولانا آزاد سبجانی

مولانا کا اصل نام عبدالقادر اور وطن سکندر پور ضلع بلیا تھا۔ وہ فلسفہ انبیاء کے فاضل، وسیع النظر عالم سحر بیان خلیفہ اور شاعر تھے۔ چھپے پہلے ان کے نام کو شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب آسمانیوں نے ہندوستان میں فتنہ اُتار دیا اور مولانا شبلی نعمانی جیسے قوم پرور نے اس کے انداز کی طرف خاص توجہ کی۔ یہ وہی فتنہ جس کو ۱۹۲۳ء میں دوبارہ شیعہ کے نام سے سوامی شرودھانند نے اجمار اور جس کے باعث تحریک خلافت اور ترک ممالک کے زور (۱۹۲۱ء) کا فتنہ شدہ ہندو مسلم اتحاد کیا گیا۔ اس فتنہ کے امتیضال کے لیے مولانا آزاد سبجانی نے کانپور میں مدرسہ البیان کے لیے جتنی پیغامیں بھی لکھیں، تحریک خلافت، ترک ممالک اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر بھی مولانا نے آزادی وطن کے لیے سرگرم رہا۔ جب ملک میں اس اشکافات کے باعث مسلمانوں کی اکثریت نے مولانا اور ان کے اہل بیت میں فاضلین پڑھنے سے انکار کر دیا تو جگہ مولانا آزاد سبجانی سے دو سال امت و خطابت کے فاضل انعام دینے۔ مولانا کے خطبے عام طور پر عالمانہ اور محققانہ ہوتے تھے۔ مولانا میں مولانا نے "حکومت ربانیت" کے نام سے ایک روحانی اور اصلاحی تحریک شروع کی اور گو کہ پورے ایک ماہ اور رسالہ "روحانیت" نام سے نکالا جو ڈیڑھ سال بعد بند ہو گیا۔ مذہبیت کے باوجود مولانا روس کی کیمونسٹ سے بہت متاثر تھے۔ انتقال سے چند سال قبل روس بھی گئے تھے۔ مزاج میں نرم تھا۔ اس لیے حکم کو کوئی کام نہ کر سکے۔ پھر بھی ریاستی رنگ میں "آزادی" اور مالدار اور مولانا "دور رس" کے روحانیت اور مذہب پر بھی متعدد کتابیں لکھیں جو ناقدری کا نشانہ ہو گئیں۔ جولائی ۱۹۵۶ء میں ۷۵ برس کی عمر پر اس جہان فانی حاددائی کی طرف رحلت فرمائی۔

فیصلہ میں لکھا تھا خاک گور کھپور ہو جانا۔

## سیح الملک حکیم اہل خاں شیدا

سیح الملک حکیم اہل خاں دہلی کے نامور طبیب، خاندان شریفی کے شہر چیم، طب حکیم محمد و خان کے فرزند اور ملک کے ممتاز سیاسی رہنما تھے۔ ۱۹۱۵ء مطابق ۱۲ فروری ۱۸۹۴ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۸ برس کی عمر میں تمام علوم ہندو اور یعنی منطق، فلسفہ، ادب، طب، جلیات، حدیث اور تصنیفات حاصل کر لی۔ فن طب اپنے بھائی حکیم عبدالحمید خاں سے لیکھا۔ خاندان کے دوسرے بزرگوں سے بھی چند طبی کتابیں پڑھیں۔ زمانہ ریاست رام پور میں گزر ا جہاں ہر علم و فن کی ہزاروں کتابیں پڑھ ڈالیں۔ اپنے بھائی حکیم واصل خاں کے انتقال کے بعد دہلی کے گدی سنبھالی اور بڑی کوشش سے طبیبہ کاغذ دہلی قائم کیا۔ وطن کی آواز میں بھی بڑے بڑے حصہ لیا۔ ۱۹۵۸ء میں حکومت ہند نے حافظ الملک کا خطاب عطا کیا۔ جب ریاست کشمکش بہت بڑھی اور حکومت سے حکومتی تو خطبہ واپس کر دیا۔ اس ایثار اور قربانی پر قوم سیح الملک کا خطاب دیا۔ آپ شاعر بھی تھے اور شہدائے اقصیٰ کرتے تھے۔ کلام کا نمبر چھپ چکا ہے۔ طبیعت غیر اور اخلاق بلند تھے۔ ۱۹۶۶ء کو رام پور میں اس شخص اور بیگانہ رز گار رہتی کا انتقال ہو گیا۔

ماہِ دہلوی

ذوالہجہ ۱۲۸۶ھ میں بمقامِ دہلی پیدا ہوئے ذوالشہاب الدین احمد خاں  
 شائقِ آپ کے والد اور ذوالشہاب الدین خاں صاحبِ آپ کے چچا تھے قیدم کی تکمیل اپنے دادا ذوالشہاب الدین خاں  
 کی نگرانی میں کی۔ عربی، فارسی کے زبردست عالم تھے ہندی اور سنسکرت بھی اچھی خاصی جانتے تھے۔ عارفِ الملک حکیم اجل خاں سے  
 علمی پریمی اور اس میں خاصی استفادہ پایا۔ ذوالشہاب خاں واقع دہلی کے والد تھے اور انی شعر میں انہیں کی شاکردی بھی اختیار کی۔ غزل  
 لکھتے تھے۔ طبیعت نہایت نفاست پسند تھی۔ جسے وضع دار وجہ اور خوش پوش بزرگ تھے خوش اخلاقی اور شرفی تہذیب کا نمونہ نور  
 تھے۔ انہی عمر میں شکار کھیتے کھیتے بندوں سے پاؤں زخمی ہو گیا تھا۔ اس لیے کھٹا پا پاکی میں بیٹھ کر روزانہ سیر کر نکلتے تھے۔ ۵ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو  
 برصارت کے بعد انتقال کیا۔ غزلوں کے چھ دیوان یا دو کا مجموعہ ہے مگر ایک بھی زورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوا۔

شاعرِ نرائن کشمیر

پنجاب میں آئے ایک پیدائش اکتوبر ۱۸۵۹ء میں بمقامِ لاہور ہوئی۔ فارسی کی ابتدائی تعلیم جامعہ شاہ پور میں ہوئی۔ ان کے ہاں  
 مدرسہ جالہ حضرت پاس کر کے گزشتہ کالج لاہور میں دور رس نمک فرسٹ آرٹس میں پڑھا۔ اس کے بعد وکالت کا امتحان پاس کر کے  
 لاہور میں پرنسپل شروع کر دی۔ وہیں سے اخبارِ شمیم ہند جاری کیا جو ڈیڑھ برس بعد لوگوں کی بہ ندانی کا شکار ہو گیا۔ باقی ساری عمر لاہور میں گزار دی  
 جس میں معاملات میں خاص دلچسپی تھی۔ ۱۸۹۳ء میں کتابِ کشمیری پنڈت لکھی جو اصلاحِ رسوم کے متعلق تھی۔ شخصہ شمیم میں مختصر اصلاحی  
 بیان ہیں۔ بدھ اور اس کا مت (سوانح عمری اور مذہبی تعلیم کے متعلق) چاند (ایک دلچسپ ناول) ایم اسے بکے کیوں میری مٹی خواب کی  
 دلچسپی غیر معمولی ہر لحاظ پر حاصل ہوئی) پینڈنگ (قانونی) وغیرہ آپ کی چند تصنیفات ہیں۔

شیخ محمد الدین فوق

شاعری کی ابتدا ۱۸۶۸ء میں ہوئی یہ مولانا محمد حسین آزاد کے فیضانِ تعلیم کا نتیجہ تھی۔ مگر یہ شوقِ دیوانگی کی حد تک نہ پہنچا۔ فنِ شکر  
 بے ہون زیادہ رہا۔ تاریخی ذوق کی بنا پر پنجاب میٹروپولیٹن سوسائٹی کے صدر مقرر کئے گئے۔ قدیم مجلسِ آئین ساز کے رکن اور پنجاب یونیورسٹی کی  
 رکنیت کے سہرے تھے ہندوستان اور انگلستان کے گوشے گوشے کی سیاحت کی۔ آپ کے سفر نامے دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے۔  
 محمد الدین فوق تخلص۔ آبائی وطن کشمیر۔ والد کا نام منشی لدھا خاں ولادت فروری ۱۸۸۶ء میں بمقام  
 کوٹلی ہزارنامی ہوئی جو سیکولر کے نزدیک ایک گاؤں ہے۔ ۱۸۹۶ء میں محل کا امتحان دینے کے  
 بعد دہلی ورنٹی ہوئی درستی امتحان تھا ایسا کوٹ میں جا کر سپوار کا کام سیکھنا شروع کر دیا۔ پھر چند دن بموں میں ملازمت کرنے کے بعد ۱۸۹۷ء  
 لاہور آکر عیسہ اخبار کے دفتر میں ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۹۰۱ء میں اپنا ہفتہ وار اخبار پچھلا فلاو جاری کیا جو ۱۹۰۶ء میں بند ہو گیا،  
 کے بعد جو تھے ہی ماہنامہ کشمیری میگزین جاری کیا جو ۱۹۱۳ء میں ہفتہ وار اخبار کشمیری بن گیا۔ ۱۹۲۲ء تک کشمیر اور اہل کشمیر کی خدمت  
 ۱۹۱۸ء میں مددِ لطیفیت محالہ جو چار سال تک ۱۹۱۸ء میں رسالہ نظام جاری کیا گو وہ جلد بند ہو گیا۔

منشی محمد الدین فوق بیک وقت شاعر بھی تھے اور ادیب بھی۔ مورخ بھی تھے اور صحافی بھی۔ ان چاروں خصوصیتوں میں انہوں  
 تمام پہنچا۔ آپ کی چھٹی ڈی تصانیف کی تعداد تو کے قریب ہے جن میں تاریخِ حویلیت اسلام، تاریخ کشمیر، تاریخِ قوام کشمیر  
 تاریخِ ہندوستان، تاریخِ اقوامِ پونچھ، سوانح علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، تاریخِ شالامار باغ اور کلامِ فوق وغیرہ بہت مشہور ہیں  
 دیگر کایا سب سے بڑا مورخ ۱۹۲۵ء کو ہمیشہ کے لیے دنیا سے اٹھ گیا۔



## ڈاکٹر انصاری

مکتبہ خیر احمد انصاری کو نسب و وطن کے لحاظ سے ضلع خاڑی لہ کے قریب قصبہ یوسف پور کے ایک نہایت شریف خاندان سے تھے مگر ریاض و قرائی اور خدمت ملک و ملت کی بنا پر ان کا تعلق بد سے ہندوستان سے تھا۔ انہوں نے ایک شفیق صلاح کی حیثیت سے زندگی کا آغاز کیا اور اپنے فیض کرم لطف و محبت حسن اخلاق اور جذبہ خدمت خلق سے بے پناہ جذب و محنت و لگن کی چرخہ چلائی۔ ۱۹۱۲ء کی جنگ بھتان میں وہ مولانا محمد علی مرحوم کے زیر قیادت طبی وفد سے کرناٹک گئے۔ اس وقت ان کی عمر ۳۰، ۳۱ برس تھی۔ اس کے بعد ان کا اجتماع اسلامی کا دارالافتاء میں مسلم لیگ دہلی کے صدر کی حیثیت سے وہ یادگار خطبہ ہے جس میں سب سے پہلے خلافت اور مقامات مقدسہ کی نسبت مسلمانوں کے جذبات کا بے خوفی سے اظہار کیا گیا اور مذہبی کتابوں کے حوالہ سے مسلمانوں کے دعووں کے دلائل پیش کیے گئے تھے۔ اس کے بعد قرائی کا یہ جنون بڑھ گیا اور خلافت، کانگریس اور ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں میں انہوں نے اپنی کوششیں، اشتناؤں کو بیکار اور دندنوں کو دھنسنے میں لایا اور اپنی شرافت کے سب سے بدستور کے غیظ و غضب اور جفاکشی کو پوری مسانت اور سنجیدگی کے ساتھ برداشت کیا۔ آخر ۱۹۳۶ء کی رات کو ڈیرہ دہلی سے جاتے ہوئے راستے میں حکمت قلب بند ہو گئی اور سستی کا چراغ جل ہو گیا۔ چنانچہ امیٹی کی صبح کو اس دہلی سے جہاں ان کے میلوں رنگیں جہوں نکل چکے تھے ان کی بے روح لاش کا استقبال کیا۔

(یاد و فرنگ)

## میر غلام بھیک نیرنگ

سید غلام بھیک نام اور نیرنگ تخلص تھا۔ اپنے معدنی نایاب شخصیت تھے۔ وہ درالضلع انبار کے رہنے والے تھے۔ تعلیم لاہور میں حاصل کی جب گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتے تھے تو لاہور کی کوئی ادبی یا قومی تحریک ایسی نہ تھی جس میں آپ اپنی بریگیٹ طبیعت کے ساتھ موجود نہ ہوں۔ آپ بہت اچھے ادیب، شاعر اور نقاد تھے۔ غزل، نظم، مثنوی، تعزیر برشتہ پتادار تھے۔ لاہور کے قدیم مشاعروں میں اقبال کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ کلام نیرنگ اور بنارافق دو کتابیں آپ کی شاعری کی یادگار ہیں۔ آپ کا شمار پنجاب اسکول کے اس گروہ سے ہوتا ہے جو مولانا حالی کے بعد سرسید سے متاثر ہوا اور جس نے شاعری میں زندگی کے مسائل داخل کیے۔ اس گروہ میں اقبال، ناظم، ہمایوں، عباد اور نیرنگ خاص طور پر مشہور ہیں۔ مذہبی جذبہ سے بھی سرشار تھے شیعہ اور سکھوں کے دونوں میں قابل تہذیبی خدمات انجام دیں اور ہزاروں ان پڑھ مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا۔ تقسیم ہند کے بعد ہجرت کر کے لاہور چلے گئے جہاں ۱۹۵۰ء کی رات کو فوت ہو کر یہیں دفن ہوئے۔

## سرتیج بہادر سپرو

سرتیج بہادر سپرو کثیر الاموال تھے۔ ذات اور گوت کے لحاظ سے چند پشت اور جاکر اقبال اور وہ ایک ہی ہوتا ہے۔ ۱۸۶۶ء میں مذہب بھیک دوسرے سے جدا کر دیا۔ پیدائش مولوی ذریعہ احمد کے وطن بھنور میں ۱۸۶۶ء کے ملک بھنگ ہوئی۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۸۹۵ء میں لاہور آیا جاکر ڈاکٹر میں وکالت شروع کی جو اتنی چمکی کہ ۱۹۱۹ء میں وکٹوریہ ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اس وقت کے لحاظ سے اقتدار ایک ہندوستانی کے لیے معرکہ سے کم نہ تھا مگر اس عہد سے پادہ زیادہ دن تک زورہ کے بعض وجوہ کی بنا پر ڈیڑھ سال کے بعد اسے ترک کر کے پھر لاہور واپس گئے۔ وکالت شروع کر دی۔ ان کی قانونی قابلیت مکتبہ تھی۔ انہوں نے بہت زور دیا اور سب صحابہ لڑائی اور نیک کاموں میں صرف کر دیا۔ اور سب سے پایاں بہت تھی۔ خود نہایت شستہ اور پاکیزہ زبان بولتے تھے۔ شاعر کرد ورمواں کے یہاں شاعروں اور ادیبوں کا دار ہار لگتا تھا جس میں عمر ما اور دو الفاظ اور شاعر و شاعری پر گفتگو ہوتی تھی اور ان کی رائے سے سرجے ہو جو ہمیشہ قابل احترام سمجھ جاتی تھی۔ وہ ہندوستانی اکیڈمی لاہور کے متعلق سرپرست تھے۔ اور جنوری ۱۹۵۰ء کو ۸۲ سال کی عمر پر انتقال کیا۔

**آغا شاعر دہلوی** | آغا مظفر بیگ قزلباش نام، شاعر تخلص تھا۔ آپ کے مورثوں نے اعلیٰ نادر شاہ ورنانی کے ساتھ ہندوستان آئے اور دہلی میں آباد ہوئے۔ والد کا نام آغا عبد علی تھا۔ آغا شاعر دہلی میں ۱۸۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ عربی اور فارسی گھر میں پڑھے۔ فنی مشرقی زبان، احمد سید خاں طالب دہلوی کے شاگرد ہوئے۔ پچیس تیس برس کی عمر میں حیدر آباد کے قوماغ کی شاگردی اختیار کی۔ تین سال قزلباش نصیر الملک کی مصاحبت میں مرشد آباد گزارا۔ وہاں سے افسر اشعر کا خطاب ملا۔ جھانڈا وار ریاست میں دس سال درباری شاعر کی حیثیت سے رہے۔ یہاں سے رسالہ آفتاب بھی نکالا۔

زبان میں شیرینی، گلاوٹ اور سنانی تھی۔ پڑھتے تھے بھی خوب تھے کلام میں استادانہ رنگ تھا۔ بہت عرصہ لاہور میں رہے شاعروں میں شریک ہو کر ہمارے گجرات تھے۔ بشر بھی بہت اچھی لکھتے تھے۔ فنی، ہومر میں آپ کے مضامین نظم و نثر اکثر شائع ہوتے تھے معاشرت قدیم و طبع کی فنی۔ قرآن پاک کا منظوم اردو ترجمہ آپ کا بڑا کارنامہ ہے۔ غزلیات کا ایک مجموعہ تیر و شتر کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ عمر خیام کی رباعیوں کا منظوم ترجمہ نمکہ خیام کے نام سے کیا۔ خوارستان، آدینہ گوش آمل بے نظیر پر پودا اور دامن مریم بھی آپ کی چند مشہور کتابیں ہیں ۱۱ مارچ ۱۸۶۹ء کو دہلی میں ان کا سادہ ہستی خاموش ہو گیا۔

**نیرخو و دہلوی** | سید محمد الدین احمد نام، بخود تخلص، خاص دہلی کے رہنے والے تھے لیکن آپ کی ولادت ۳/ رمضان المبارک ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۸۶۲ء کو ریاست بھرت پور میں ہوئی۔ جہاں آپ کے اجداد ممتاز محمدوں پر خاڑ تھے۔ بخود کے والد شمس الدین احمد بھی شاعر تھے اور سالم تخلص کرتے تھے۔

بخود نے ابتدائی تعلیم دہلی میں حاصل کی۔ قرآن اور کتب متداولہ نم کرنے کے بعد فارسی و اردو کی مزید تفصیل مولانا حاتی سے کی۔ اسی زمانے میں انہیں شاعری کا شوق ہوا۔ مولانا حاتی کے مشورے سے ۱۸۹۱ء میں داغ کی شاگردی اختیار کی اور چھ ماہ تک حیدر آباد میں استاد کے پاس رہے پھر وطن واپس آکر چند سال کی مشق سے استاد کے رنگ کو ایسا اپنا پاگوان کا شمار شد تانہہ میں ہونے لگا۔ بخود فنون سپہ گری سے بھی واقف تھے اور سیر و شکار کے بھی دلدادہ معاشی پریشانیوں سے بچنے کے لئے انگریزوں کو اردو دسی پڑھاتے تھے آخری عمر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ بڑے طنسا، زندہ دل اور پابند وضع انسان تھے۔ مرج بیت افند سے مشرف ہو چکے تھے۔ دیوان غالب کی شرح بھی اور مجموعہ کلام بدگفتار بخود کے نام سے شائع کر لیا جو تقریباً سات ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ اکثر اشعار میں زبان کی خوبیاں موجود ہیں۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء کو انتقال ہوا۔

**نواب سر منزل اللہ خاں** | بھیک پور ضلع علی گڑھ کے مشہور شردانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ سرسید کی گود میں کھیل کر جوان ہوئے۔ عربی و فارسی کی اچھی تعلیم پائی۔ انگریزی بھی بقدر ضرورت جانتے تھے۔ فارسی کے شاعر تھے۔ مرزا بکر علی سے اصلاحیں لیں۔ فارسی کا پورا دیوان مرتب کیا۔ تقریر شگفتہ اور پر مذاق کرتے تھے۔ ان کی فیاضی کا یہ حال تھا کہ علی گڑھ کالج، ریکویشنل کانفرنس، مسلم یونیورسٹی، اسلامیہ اسکول، امامہ، الہ آباد یونیورسٹی، ہندو یونیورسٹی بنارس، دارالعلوم ندوۃ العلماء دارالاسلام دیوبند غرض کوئی علمی و ادبی ادارہ ایسا نہ تھا جو ان کے حشر فیض سے سیراب نہ ہوتا تھا۔ وہ ہر قوم اور ہر فرقہ کے نیک کاموں میں بلا تخصیص حصہ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ جمعیت العلماء اور کانگرس بھی ان کے خون گرم سے بہرہ یاب ہوئیں۔ اپنی دولتندی کے باوجود وہ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ سچ کہ باوجود عینہ منور کی زیادت سے بھی مشرف ہوئے۔ چوتھریس کی عمر میں دین خیا

دونوں کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو کر ۲۸ ستمبر ۱۹۳۸ء کو اس بڑی جبری دنیا سے رخصت ہوئے۔ (یادِ فغان)

**مرزا اذکر حسین قزلباش شائقِ لکھنوی** | ملا ہے۔ ان کے اجداد ترکِ وطن کر کے یہ سلسلہ تجارت اکبر آباد چلے آئے۔ والد کا

نام مرزا محمد حسینی تھا۔ اکبر آباد سی۔ ۱۸ جنوری ۱۸۶۹ء ۱۹ رمضان ۱۲۸۵ھ کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی فارسی عربی تعلیم گھر پر ہوئی۔ ۱۸۷۷ء میں سینٹ جانسن کالج گورہ میں پڑھے۔ پانچ سے نکل کر بیسے تجارت شروع کی پھر کلکتہ میں سفیر ایران کے پرنسٹن یونیورسٹی ہو گئے اور ۱۹۰۱ء میں ریاست محمد آباد میں بیسے کر مرہشی مقرر ہوئے اور اس طرح راجہ صاحب محمود آباد کے درباری شاعر قرار پائے۔

شاعری کی باقاعدہ ابتدا ۱۸۸۳ء کے قریب ہوئی۔ چھپن سال شاعری کی خدمت کی۔ اس طویل عرصہ میں یہ گوشش ہی کہ زبانِ تیر کی اور تخیلِ غالب کا۔ اہم دیوان چھپ چکا ہے ۱۹۱۹ء میں انتقال ہوا۔ ذاتی لحاظ سے بڑے خوش مزاج، با اخلاق، صاحبِ فطرت اور خاںِ سارِ طبیعت کے انسان تھے۔

**حکیم آزاد انصاری** | تاریخی نام نظیر حسین تھا مگر مشہور الحاف احمد کے نام سے تھے۔ ابو الاحسان کنیت اور آزاد تخلص تھا اگرچہ سہارنپور کے۔ بہنو واسے تھے مگر ۲۴ رجب ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء) کو ناکپوری میں پیدا ہوئے۔

بچپن ان کے والد محمد حسن اور سیرنی کے عہد سے پر فائز تھے۔ آزاد نباش انصاری تھے جن کا سلسلہ حضرت ابوبکر انصاری تک پہنچتا ہے۔ اٹھارہ انیس سال کی عمر تک مختلف درس گاہوں میں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی پھر مولانا حکیم نور الدین بہارنپوری ڈاکٹر احمد خاں صاحب لکھنوی اور حکیم معین الدین نالوتوی سے فنِ طب کی تکمیل کی ۱۸۹۹ء میں ڈیڑھ دن میں طب کھولا ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۹ء تک کانپور میں بھی مشغول رہا۔ ۱۹۱۱ء میں انبالہ چھاؤنی میں طب شروع کیا۔ آٹھ سال بعد ہاں سے ہٹے تو علی گڑھ، دہلی، حیدر آباد میں وقت گزارا۔ حیدر آباد میں عینک کی تجارت شروع کر دی۔ ۱۹۱۴ء میں انتقال ہوا۔ ۱۸۹۰ء میں شعر کہنے شروع کئے تو پہلے مولانا حبیب الرحمن صاحب بیدل سہارنپوری سے اور بعد میں مولانا خاں سے اصلاح لی۔ ان کا کلام پاکیزگی جذبات، لطافتِ زبانِ ندرت، بیان اور تسلسلِ خیالی کی وجہ سے انفرادیت کا حامل ہے۔ مگر مجھے کی صورت میں چھپ نہیں سکا۔

**لالہ سری رام ایم اے دہلوی** | لالہ سری رام دہلی کے ایک مشہور خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس کا سلسلہ راجہ ٹوڈر مل سے ملتا ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار رائے بہادر مدن گوپال ایم اے بیرسٹریٹ لاء اور

عم نامدار رائے بہادر بیرسٹریٹ لال آشوب ہیں۔ لالہ سری رام ۱۸۷۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی تعلیم پائی بارہ برس کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ لاہور آئے ۱۸۹۵ء میں بی اے اور ۱۸۹۶ء میں ایم اے اور منصفی کے امتحان پاس کر کے منصف مقرر ہوئے۔ اور چند سال لاہور، امرتسر اور دہلی میں اس کرسی کو زینت دیتے رہے۔ مگر دو مہرے مرض میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے ۱۹۰۷ء میں ملازمت ترک کر دی۔ اس کے بعد علمی مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ تذکرہ ہزار داستان یا مختارہ تجاوید آپ کی عظیم المثال تالیف ہے۔ جس کی چار ضخیم جلدیں چھپ چکی ہیں۔ پہلی ۱۳۲۵ھ میں شاخِ ہوتی تھی اور چوتھی ۱۹۳۳ء میں۔ گدا بھی ناتمام ہے۔ یہ ان شعرائے اردو کے حالات کا تذکرہ اور ان کے منتخب کلام کا مجموعہ ہے جس کے تخلصِ حرفِ شین تک پہنچتے ہیں۔ ان میں کامل، ناقص، اعلیٰ، ادنیٰ، کہہ، مشق، نوشق، عزت نشین اور ہنگامہ آ۔ اغرض ہر قسم اور صنف کے شاعر و متاع شامل ہیں۔ اس قدر سرمایہ فراہم کرنے میں مولف نے اپنی عمر صحت

۔ جس کا وطن اور فراخ دلی سے صرف کی ہے اس کی مثال اگر نایاب نہ ہو تو کیا بضرورت ہے؟<sup>۱۹۲۵</sup> میں لالہ سری رام کے انتقال کے بعد سربند ہو گیا۔

### جناب صہبزیہ فراق دہلوی

خواجہ میر درد کی یادگار اور مولانا محمد حسین آزاد کے شاگرد تھے۔ دہلی میں خواجہ میر درد کی بارہوی کے ایک گھر زندہ رہے ہیں۔ بقول شاہد احمد دیر ساقی "سرخ و سپید رنگ، سفید کھلوان، اسی، گول چہرہ، بھاری دہلی، انگلیتیا گنڈے پڑا ہوا فرغل، سر پر کبھی صاف کبھی ٹوپی، پاؤں میں سلیم شامی، ہاتھوں میں دھتہ تھا اور بہت اچھا ہوا ہی لکھتے۔ ان کی تحریر مہمت کی تحریک ہوتی تھی کہ پڑھنے میں نہ آتی تھی، "وہ غزن کے ابتدائی دور کے لکھنے والوں میں سے تھے۔ ب غزن زندہ ہو گیا تو انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا پھر ساقی کے لئے انہوں نے دو لالہ قلعہ کی جھلک، قسط وار لکھی، جرمی پیاری زبان لکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف شائع نہ ہو سکیں۔ سر عبد القادر کی فرمائش پر ایک ناول "دراور کھا"، لکھنا شروع کیا تھا مگر غزن زندہ ہوا تو ان کی صحت ہی ٹوٹ گئی۔ پھر وہ لوگوں کے اصرار پر اسے مکمل بھی کر لیا مگر اس کے چھپنے کی نوبت نہ آئی البتہ مولانا محمد حسین آزاد کی انعام تصنیف "دورِ رامہ اکبر" کی میں ان کے ہاتھوں میں آئی۔ آپ کی پیدائش ۱۱ اگست ۱۸۶۵ء کو اور انتقال ۱۲ فروری ۱۹۳۱ء کو ہوا۔ چند تصانیف کے نام یہ ہیں: سمندر و دہلی، آگ آری، دیدار، دلی کا اجڑا ہوا لالہ قلعہ، مضامین فراق، بیگم کی پھیر، چھاڑ، چار پانہ، دکن کی پری، سات طلا، قنوں کی کہانی وغیرہ۔

### مولانا ظفر الملک

مولانا ظفر الملک علمی کو کون نہیں جانتا، رسالہ انظر لکھنے کے قابل مدیر کی حیثیت سے ادبی دنیا میں کافی روشناس ہیں۔ ان کا نام اسحاق علی تھا۔ کاکوری کے رہنے والے تھے۔ انگریزی تعلیم نہایت اعلیٰ تھی۔ تصوف کی جانب میلان زیادہ تھا۔ نہایت عکس المزاج اور فتنہ نعلت انسان تھے، انہوں نے اردو زبان کی خدمت کیلئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی اور ہر وقت انہیں خیالات میں متفرق رہتے تھے۔ کئی دفعہ لاہور آئے۔ اکثر بزرگوں سے ان کے ذاتی تعلقات تھے۔ وہ پرجوش قومی اور نہرو، جتنا بھی تھے۔ لکھنؤ کی لکھنویوں میں ان کا کام سنا جاتا رہا ہے۔ غریب نظر میں شمشیرے نیام تھے۔ دو کتابیں ان کی "کار میں ہمارا" میں انہوں نے ملک کے خود غرض لیڈروں کا کچا چٹھیا بیان کیا ہے اور سینکڑوں کے کارنامے، میں سیاسی خود غرض بنائوں گے پورست کندہ حالات شائع کئے ہیں۔ اخبار "شمس پناہ" میں آپ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا ہے۔

### احسن مارہروی

سید علی احسن نام، احسن تخلص، مارہرہ (ضلع ایبٹ آباد) وطن والد کا نام حاجی سید مجتبیٰ تھا جو حسن تخلص کہتے تھے۔ ۹ نومبر ۱۸۷۶ء کو پیدا ہوئے۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا اور درسی تعلیم حاصل کی چودہ برس کی عمر میں شعر نے شمع دہک گئی۔ اس فی میں داغ کے شاگرد تھے۔ حیدر آباد دکن جا کر استاد کی صحبت میں بہت عرصہ رہے۔ اردو زبان کے ماہر اعلیٰ پایہ کے ادیب۔ قادر الکلام شاعر اور کامل الفاضل استاد تھے۔ ۱۸۹۵ء میں ایک ماہوار گلدستہ ریاض سخن کے نام سے جاری کیا۔ ۱۹۰۳ء میں لالہ سری رام ایم اے کی مشہور تالیف "مخاض جاوید جلد اول کی ترتیب کے سلسلے میں لاہور آئے۔ داغ کے انتقال کے بعد ان کی یاد میں رسالہ قصہ الملک بھی میں سے جاری کیا جو ۱۹۱۰ء تک شائع ہوتا رہا جو داغ کے نام سے استاد کی سوانح عمری تھی۔ ان کا غیر مطبوعہ کلام یادگار داغ کے نام سے طبع کر لیا گیا۔ ۱۹۲۳ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اردو فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور ۱۹۳۱ء تک کام کرتے رہے۔ آخری عمر میں ان کے داغ کے نام سے استاد کے خطوط کی جمع و ترتیب میں مشغول تھے کہ ۳۰ مارچ ۱۹۳۱ء

۱۹۴۰ء کو پٹنہ میں انتقال ہو گیا۔ احسن فی تنقید میں بلند مرتبہ رکھتے تھے وایوان وائی نہایت قابلیت سے مرتب کیا۔ اردو لشکر اور تھمہ احسن بھی ان کی عمدہ تصانیف ہیں مگر تاریخ نثر اردو کا پایہ بہت بلند ہے۔

**مولوی عنایت اللہ دہلوی** | مولوی عنایت اللہ علی گڑھ کالج کے دوسراؤل کے ممتاز تعلیم یافتہ تھے۔ علم و ادب کا خالق اپنے نامور باپ مولوی ذکا د اللہ دہلوی سے ورثہ میں پایا تھا۔ طالب علمی کے زمانے سے ان کے

یہ جوہر نمایاں تھے۔ سرسید کو جب کبھی ضرورت پڑتی تھی ان سے ترجمہ وغیرہ کا کام لیتے تھے۔ پروفیسر آرنلڈ کی کتاب پریچنگ آف اسلام کا ترجمہ ”دعوت اسلام“ اسی دور کی یادگار ہے۔ تعلیم سے فائدہ ہونے کے بعد ۱۸۹۲ء میں وہ کالج ڈسٹریکٹ میں مقرر ہوئے۔ کچھ دنوں ریاضی کا پروفیسری اور تہذیب الاخلاق کی ادارت کے فرائض بھی انجام دئے۔ ۱۹۰۱ء میں جونہر کی عدالت عظمیٰ میں مندرم اور ۱۹۱۵ء میں ریاست گوا کے شعبہ فنانس کے انڈسٹرکٹری مقرر ہوئے۔ مگر ترجمہ کا مشغلہ برابر جاری رہا اور اس میں ان کو اتنی شہرت حاصل ہو گئی کہ جب حیدرآباد میں دارالترجمہ قائم ہوا تو سرکار نظام نے ۱۹۲۰ء میں ان کو دارالترجمہ کا ناظم مقرر کیا۔ چودہ سال تک بڑی قابلیت کے ساتھ اس خدمت انجام دے کر ۱۹۳۳ء میں اس سے سبکدوشی حاصل کی اور ڈیرہ دہلی کی پرسکون فضا میں قیام کیا۔ وہیں ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو وفات پائی۔ وہ زبانوں کی کتابوں کو اس طرح اردو کے قالب میں ڈھالتے تھے کہ تصنیف کا گمان ہوتا تھا۔ ان کے چھوٹے بڑے تراجم کی نقد و پیمائش ساٹھ سے اچھری ہو گئی۔ ان کی سب سے اہم علمی خدمت انڈس کا تاریخی جغرافیہ ہے۔ وہ طبعاً شریف متواضع اور خاکسار تھے۔ ۳۰ برس کی عمر پائی۔ سیارہ عمر عروس ادب کی خدمت میں گزاری۔ شادی کا خیال ہی نہیں کیا۔

**علی نقی مصطفیٰ لکھنوی** | علی نقی نام، مصنفی تخلص، سادات زیدی سے تھے۔ اصلی وطن غفری تھا جہاں سے ان کے مورث اعلیٰ سید نور الدین شاہ انقش کے عہد میں دہلی آئے۔ مصنفی کے پردادا سید احسان علی نے فیض آباد میں

اختیار کی۔ نصیر الدین حیدر کے عہد میں ان کے بیٹے سید سلطان حسین لکھن پچھلے آئے۔ ان کے ساتھ ان کے دو بھائی سید حسین در سید فضل بھی تھے۔ امجد علی شاہ کے عہد میں سید حسین شاہزادہ مرزا سلیمان تھل کی انالیفی پر مقرر ہوئے اور سید فضل حسین جو مصنفی کے والد تھے شاہزادہ کے رفیق خاص قرار پائے۔

مصنفی ۱۲۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عربی فارسی کی تعلیم مولوی نجم الدین کا کردی اور شیخ حافظ علی بہر دی سے حاصل کی۔ ۱۳۰۱ء کے بعد انگریزی کی طرف متوجہ ہوئے اور کیننگ کا مجیٹ اسکول سے انٹرنش کا امتحان پاس کیا۔ ۱۳۰۹ء میں سرکاری ملازمت اختیار کی اور ۱۹۲۳ء تک مختلف عہدوں پر رہ کر پنشنیاب ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں انتقال کیا۔ مصنفی کی مشہور مثنوی ”تعلیم الحیات“ ہے۔ کلام کا ایک مجموعہ ”لفت جگر عرصہ نہا شائع ہوا تھا۔ دوسرا کھل مجموعہ حال ہی میں چھپا ہے۔

**منشی دیان تراش نجم** | ۲۲ مارچ ۱۳۸۲ء کو کانپور میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا منشی شیو سہائے وکیل تھے اور کانپور ڈسٹرکٹ اور ڈسٹرکٹ وائس چیمبر میں۔ والد منشی شیو پرشاد بھی وکیل تھے۔ دیان تراش نے اردو فارسی گھر پر پڑھی۔ ۱۹۰۳ء میں بی اے کی ڈگری

حاصل کی۔ ۱۹۰۸ء میں ان کا پہلا مضمون رسالہ ”غزن میں شائع ہوا۔ ۱۹۲۰ء میں رسالہ ”زمانہ کی وادارت“ سنبھالی۔ یہ رسالہ اسی سال بیڑ سے نکلا تھا۔ آپ دس کانپور لے آئے۔ ابتدائی سے انہوں نے اس ادبی پورے کو میراب کرنا شروع کیا۔ چالیس سال تک اس کی باری باری رہی جی جانی سے مصروف رہے اور اسے ہر اہم کتاب اور درخت بنا دیا۔ ملک کے بڑے بڑے ادیبوں نے اس پرچے کے لئے مضامین لکھے لی

بلند ادبی حیثیت قائم رکھنے میں امداد دی۔ اس نے کیفیت و کمیت دونوں اعتبار سے اردو زبان کی ایسی گراں قدر خدمت انجام دی ہے، بار احسان سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

منشی دیانراشن نگم نے زمانہ کے ساتھ ساتھ ۱۹۱۲ء میں ایک ہفتہ وار اخبار آزاد نکالا جو بڑا کامیاب ثابت ہوا۔ کئی سال کرناٹک کالج کانپور میں فارسی کے پروفیسر بھی رہے۔ آخر بری مجسٹریٹ بھی اور یونیورسٹی بورڈ کے ممبر بھی۔ رائے صاحب کا خطاب پایا۔ الہ آباد کورٹ کے ممبر اور منشی بھی تھے۔ غرض ان کی زندگی مختلف قسم کے فرائض کی انجام دہی میں صرف ہوئی۔ ۱۹۴۲ء میں سرگامی ہو گئے۔ علی گڑھ کالج نے قومی خدمت گزاردی کی سب سے پہلی جو جماعت پیدا کی تھی اس میں صاحبزادہ **آفتاب احمد خاں** آفتاب احمد خاں کا نام سرفہرست ہے۔ وہ سرسید کی پالیسی کے بہت بڑے متقدّم تھے۔

نیدہ تھا کہ مسلمان ایک طرف تو خدا کے آگے سر جھکائیں اور اپنے کو اس کا لاچار بندہ سمجھیں اور دوسری طرف خدا کی خلافت سے سرفراز ہو کر عالم اور کل قوائے عالم پر اپنے علم کے زور سے حکمرانی کریں۔ ۱۸۶۷ء میں علی گڑھ کالج میں داخل ہوئے۔ ۱۸۹۱ء میں بیرسٹری کی تعلیم کے لئے ولایت گئے۔ ۱۸۹۳ء میں علی گڑھ واپس آکر پریکٹس شروع کی۔ ہی کالج ادا ایجوکیشنل کانسفرس کی خدمت بھی کی۔ ۱۸۹۵ء میں انڈیا ہاؤس کے ممبر ہو کر انگریزوں کے گرد دلوں کی آب و ہوا کو ۱۸۹۷ء میں اس عہدے سے استعفیٰ دے کر پھر مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہو گئے اور یونیورسٹی میں طبی شعبہ قائم کیا۔ ۱۹۰۱ء میں ان پر فالج کا حملہ ہوا اور تین برس اسی امیدیہ میں خاموش زندگی بسر کی۔ آخر ۱۹۰۳ء میں (شعبان ۱۳۲۱ء) کو سر اعلیٰ ہما جس سے وہ جان بر نہ ہو سکے۔ مرحوم نے حدنثار بخوش خلقی اور متواضع تھے۔ انہوں نے ایجوکیشنل کانسفرس کو ٹی۔ اس کے خزانے روپوں سے بھر دیے۔ اس کی علیحدہ عمارت بنوائی۔ اس میں کتب خانہ قائم کیا۔ دعا ٹاف کیلئے ریاستی امداد دی۔ وہیں مقرر کرائیں اور ملت کی تعمیر میں اپنے اخلاص کا ثبوت دیا۔

**انور الحسن صاحب نیر** مولوی نور الحسن صاحب نیر بی اے ایل ایل بی حضرت محسن کاکہ مدی کے فرزند ارشد، انگریزی کے عالم اور عربی کے فاضل تھے۔ وہ سن در سن سن، سخن شناس اور سخن دان، علاوہ مدوۃ العلماء کے متاز و کن تھے۔ کچھ عرصہ دارالعلوم کے مہتمم بھی رہے۔ ان کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ مدوۃ العلماء کی بحالی و مدد کی مستند نفاذوں میں شمار ہوتی ہے۔ ان کا انتقال اکتوبر ۱۹۳۷ء مطابق جب ۵۵ سالہ میں ہوا۔

**سید الدین سلیم پانی پتی** سید وحید الدین نام، سلیم تخلص، پانی پت وطن، والد کا نام حاجی سید رفیع الدین تھا جو وہ گاہ حضرت بر علی شاہ قلندر کے مجاور اور سید غوث علی شاہ کے مرید تھے۔ ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ بعد میر علی حزیں سے فارسی پڑھی پھر ایک مقامی سکول سے مڈل پاس کیا اور اوڈیشہ کالج لاہور میں داخلہ کے عربی ادب اور تفسیر مولانا فیض الرحمن ی سے اور فقہ حدیث، منطق اور فلسفہ مفتی عبداللہ دکنی سے تحصیل کئے۔ یہاں سے نکل کر ایچری کالج بہاولپور میں اردو کے معلم مقرر ہوئے۔ ملازمت کے بعد مدرسہ عالیہ دہلی میں بیڈ مولوی ہو کر چلے گئے۔ ۱۸۹۷ء میں سرسید نے انہیں اپنا لٹریچر اسٹنٹ مقرر کیا۔ علی گڑھ ہی میں آپ نے ایک رسالہ معارف کے نام سے جاری کیا جو ۱۸۹۹ء میں بند ہو گیا۔ کچھ دنوں مولانا علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے رہے پھر لاہور آکر زمیندار میں کام کیا بعد میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں ادب اردو کے پروفیسر ہو کر چلے گئے جہاں آخر تک رہے۔

۲۰ جولائی ۱۹۳۲ء کو سرطان کے عارضے میں بنگام ملیح آباد انتقال کیا۔

مولانا دروزبان کے یہ نظیر فاضل، ذریعہ مست ادیب، ماحلی درجہ کے شاعر بے مثل نقاد اور بہت بڑے ماہر لسانیات تھے۔ نئے الفاظ ایجاد کرنے کی ان میں خاصی قابلیت تھی۔ وضع اصطلاحات ان کی نہایت بلند پایہ علمی کتاب ہے۔ انکار سلیمان کے کلام کا مجموعہ اور انادانت سلیم بعض مضامین کا مجموعہ چھپ چکا ہے۔ حضرت محمد بن العاص کی مسموہ سوانح عمری بھی انہوں نے شائع کی تھی۔

## نصیر حسین خیال

غلام سید نصیر حسین خیال صوبہ بہار کے ایک ممتاز و مقتدر خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ۱۸۷۹ء میں غلام آباد پٹنہ کے محلہ حاجی گنج میں پیدا ہوئے۔ عربی، فارسی اور انگریزی کی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ فرانسیسی بھی بقدر ضرورت سیکھی۔ شاہ عظیم آبادی کی شاگردی اختیار کر کے شعر کہنے شروع کئے۔ مگر جلد طبیعت نشر فوسی کی طرف مائل ہو گئی۔ پہلے رسالہ حسن حیدر آباد میں ڈراموں کے فہرشی نام سے لکھنا شروع کیا۔ پھر جب ۱۸۹۶ء میں علی سجاد نے عظیم آباد سے رسالہ ادیب جاری کیا تو اس میں مسلسل مضامین لکھنے لگے۔ پسند کئے گئے کہ آپ کی زبان بملانی اور انشاپردازی کی دھوم مچ گئی۔ آپ نے داستان اردو کے نام سے ایک بیحد کتاب لکھی جس کے چند اجزاء بعض رسائل میں شائع ہوئے اور اس کا ایک حصہ مغل اور اردو کے نام سے کتابی صورت میں چھپا۔ اس ساری کتاب کا خلاصہ آپ نے آل انڈیا اردو کانفرنس لکھنؤ کے جلسہ صدارت میں پیش کیا جو ۲۹ دسمبر ۱۹۱۶ء کو قیوہ باغ کی بارہ درمی میں منعقد ہوئی۔ یہ خطبہ بھی اوارہ اشاعت اردو حیدر آباد کے انتہام سے شائع ہو گیا ہے۔ شاہنامہ دروہی پر تنقیدی مضمون داستان عجم کے نام سے طبع ہوا ہے۔ آپ ایک خاص طرز تحریر کے مالک تھے۔ موضوع کی فطرت کے مطابق الفاظ استعمال کر کے مضمون میں حسن پیدا کر دینے تھے۔ عبارت میں سادگی کے باوجود بانگین ہوتا تھا۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۲ء کو فوت ہو کر حضرت شاہ کے پلوں میں دفن ہوئے۔

## مولانا حمید الدین فراہی

اعظم گڑھ سے دواپیش پٹنہ پھر بہار ایک گاؤں ہے۔ مولانا حمید الدین بن مولوی عبدالکریم ہیں ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اسی پھر بہار کو عربی شکل دے کر مولانا اپنے نام کے ساتھ قرائی لکھا کرتے تھے مولانا بلی کے ماموں زاد بھائی تھے۔ انہیں کے تمام بہن و بھائی مولانا فاروق حیدر یا کوٹی، مولانا عبدالحی فرنگی علی، مولانا فیض الحسن سہانپوری اور دیگر بالکمال بزرگوں سے فارسی اور عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ انگریزی بھی پڑھی اور ۱۸۹۶ء میں الہ آباد یونیورسٹی سے بی اے کی سند حاصل کی۔ ۱۸۹۶ء میں وہ مدرستہ الاسلام کراچی میں مدرس مقرر ہوئے اور ۱۹۰۶ء تک رہے یہیں ۱۹۰۶ء میں ان کا فارسی دیوان شائع ہوا۔ اس کے بعد وہ عربی کے مددگار پروفیسر کی حیثیت سے علی گڑھ چلے گئے۔ کچھ عرصہ الہ آباد یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر رہے۔ اس عرصہ میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا۔ چنانچہ اقسام القرآن کے علاوہ سورۃ ابی لہب، سورۃ قیامت اور سورۃ تحریم کی تفسیریں شائع کیں۔ ۱۹۱۶ء کے ادائل میں مولانا الہ آباد سے حیدر آباد پہنچے اور جامعہ عثمانیہ کا خاکہ بنانے میں مصروف ہوئے۔ یہاں تک کہ اگست ۱۹۱۶ء میں باقاعدہ اس کے افتتاح کی نوبت آئی لیکن مہینہ اس وقت جب جامعہ کا پہلی صورت قبول کر رہا تھا مولانا تاسا ذی طبع کی بنیاد استغدادے ایک ہزار روپیہ ماہوار کی جگہ چھوڑ کر وطن واپس چلے آئے اور سرائے میر کے مدرستہ اصلاح کی اعزازی خدمت کرتے ہوئے۔ ۱۱ نومبر ۱۹۳۲ء اور جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ وہ اس عہد کے ابن تیمیہ تھے۔ پورے تیس برس قرآن پاک کو سمجھتے اور سمجھاتے رہے۔ ان کی تصانیف زیادہ تر عربی میں ہیں۔

## میر جالب دہلوی

سید بشارت علی نام، جالب تخلص تھا۔ دہلی کے سادات نقوی سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۸۰ء میں بنگام ملیح آباد پیدا ہوئے۔ دوسوا دروہی کی عمر تھی کہ صاحب عالم میرزا افضل خلع میرزا احمد بخش ابوبکر میرزا نجف بخش ابوبکر شاہ ثانی ان

کے باپ کی شہرہ عالی دیکھ کر ان کو اپنے گھر سے گئے جہاں انہوں نے شاہزادہوں کی طرح تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اس کا اثر زبان و اخلاق پر بھی پڑا اور ذہانت پرستی کا ہایت گہرا نقش آپ کے دل پر بیٹھ گیا جو مرتے دم تک قائم رہا۔ مولانا حاکمی، مولوی اشرف علی خاندانی، معلم شاہی، مولانا محمد اسحاق مدرس فلسفہ و الہیات والا، علوم اور مولانا ندیر حسین محدث دہلوی سے عربی فارسی پڑھنے کے بعد نیشنل سائنس مشن کا کالج دہلی سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں شعر موزوں کہہ کے پہلے محرم ورج کو دکھائے پھر ان کے مشورہ سے داغ کی شاگردی اختیار کی۔ میرزا علی شہرت نے مضمون نگاری کا شوق دلایا جس پر شیخ الملک معلم اہل خاں نے اپنا اکل الانبار آپ کے سپرد کر دیا۔ کچھ عرصہ اور وہ اخبار لکھنے لگوں گے یعنی اخبار وکیل امرتسر اور پیسہ اخبار لاہور میں کام کیا۔ بعد رو کے اجراء پر علی تشریف لے گئے وہاں سے قلعہ داران اور وہ کے روزانہ اخبار محمد لکھنؤ میں چلے گئے بعد میں اپنا اخبار بہت جاری کر لیا۔ لکھنؤ ہی میں ساٹھ ستر برس کی عمر پا کر ۵ جولائی ۱۹۵۷ء کو فوت ہو گئے۔ نہایت پختہ معراج اخبار نویس تھے۔ تقریر و تحریر پر یکساں تدرست حاصل تھی۔ معلومات کے لحاظ سے جلی جی بھرتی انسان کو پیدیا تھے۔

**محمد ہادی رسوا** مرزا محمد ہادی نام، رسوا تخلص تھا، ان کے والد محمد نقی تھے جن کے بزرگ ناندان سے دینی کئے اور وہاں سے لکھنؤ جا کر آباد ہوئے۔ مرزا محمد ہادی شہزادہ میں پیدا ہوئے، بچپن ہی سے ذہین اور ہونہار تھے۔ اپنے شوق سے عربی، فارسی، عربی، یونانی، انگریزی اور ہندی میں اچھی خاصی استعداد پیدا کی۔ کیسا اور فلسفہ کا بھی نہایت گہرا مطالعہ کیا۔ درکی سے انگریزی کا امتحان پاس کر کے پہلے سو بہرہ میں دیوے کے اور سر ہوئے پھر مدرس ہو گئے۔ انگریزی نامی برچہ نکالی کر اس میں اسطوار و غلاطون کی تصنیفات کے ترجمے چھاپے بعد میں الہم نام کا رسالہ مذہبی مباحث پر فلسفیانہ نظر ڈالنے کے لئے لکھی نکالتے رہے۔ ریڈیو کو سن کا کالج کھلا تو اس میں عربی فارسی کے پروفیسر ہوئے اپنے پسند فلسفیانہ مضامین کے ترجمے لکھ کر بھیج کر پی ایچ ڈی اور ڈی ایس وی کی ڈگریاں حاصل کیں بعد ازاں دارالافتاء ہوا تو عثمانیہ یونیورسٹی میں لازم ہو کر کئی کتابوں کا ترجمہ کیا ۱۹۵۷ء میں انتقال ہوا۔

مرزا رسوا کے نظریات میں ایک مایہ ناز ادیب و بلند پایہ شاعر اور بڑے کامیاب اور نویس تھے، انہوں نے متعدد ناول لکھ کر اردو کا دامن بھر دیا۔ ان کی شہرہ یانی اور وحدت آرائی کا انداز کچھ ایسا ہے کہ تحریر میں گنگو کا نہ آتا ہے وہ حیات انسانی کی صحیح عکاسی کرتے ہیں ان کے ناول اپنے زمانہ کا سرچشمہ ہیں، ہر اصول اور فلسفہ ساز، غریب خدا، ذات شریف، انگریز کی اور شہرت زادہ، بہرام کی دہائی، حق تعالیٰ کا عاشق، سلطان کا عاشق، حق تعالیٰ شہزادہ، علی محمدی، حق تعالیٰ جو روح غیور و مومن نے انہیں شہرت دوم بخشی ہے۔ وہ نون شہر میں مرزا آج کے شاگرد تھے جو ان میں غالب رنگ پسند تھا بعد میں مومن کے رنگ میں نہایت صاف سادہ اور لطیف شعر کہتے تھے۔ کلیات اردو شعری امید و بیم نظر میں یادگار ہیں۔

**میر ناصر علی** میر ناصر علی لکھنؤ میں مقام دہلی پیدا ہوئے آپ کے اجداد اپنے وقت کے بڑے فاضل تھے جاتے اور مناظرہ کرنے میں مشہور تھے میر صاحب نے ایسے مذہبی ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہ علم دین سے واقف اور انگریزی تعلیم سے بہرہ ور تھے، انہوں نے ملک کے حکمران ۷۵ سال ملازمت کی اور کوئی پندرہ سال پیش کھائی، وہابی میں اپنی حویلی تک والوں کے چھاٹک میں رہتے تھے اہل لاکھڑی کی وجہ سے غلام لاکھاب بھی لاقہ فلسفیانہ افکار ہر روز تھے اپنی ساٹھ سال کی طویل ادنی زندگی میں بہت کچھ کھا بڑے صبر کے کر کے مرید احمد خاں کے تہذیب و اخلاق کے جواب میں تیرہویں صدی ۱۹۵۷ء کا لاکھ اور سرید کی آزاد خیالی کے لئے لے ڈالے مگر آخر میں خود بھی بے مشہور ہو گئے، کوئی تیس سال ہی کار سالہ صلائے عام، ہماری را ایک زمانے میں اُس کا خطی ہرق تھا۔ بیشتر مضامین اسی کے اپنے ہوئے تھے نظر نگار تھے، بال کی کمال نکالتے تھے اپنی پیش سے دو سو روپے اس کے اخراجات کے انک کریتے اور تحریر ہی سی لاپیاں چھاپ کر قدم دوانوں میں قلم کر دیتے تھے کوئی خوبدار بننا چاہتا تو چند روپے اس کو دینے کہ یہ پرچہ آپ کی کج میں نہ آئے گا



ان کا ذاتی کتب خانہ بہت بڑا تھا مگر وہ کتابیں جو اکرے جاتے تھے بڑے نفیس مزاج اور نفیس خیال بزرگ تھے۔ انہیں نئی فصل کے لوگوں کی کوئی بات پسند نہ تھی حدیث کو گھنگھو جھیا سی برس کی عمر پا کر ۱۲ جون ۱۹۱۹ء کو رحلت فرمائی۔ کوئی گورنمنٹ سخی خالی، سن وفات ہے۔ میر صاحب نے کوئی مستقل تصنیف اپنی یادگار نہیں چھوڑی۔ ان کے خلیفہ اندو ادب میں کلاسیکی درجہ رکھتے ہیں

**مولانا سید سلیمان ندوی** | سیدان ندوی نومبر ۱۸۸۱ء میں ضلع چنڈہ بہار کے ایک گاؤں دینہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی پھر ۱۹۰۱ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے۔ ندوۃ العلماء

میں ان کے علمی اور ادبی ذوق کی نشوونما اچھی طرح ہوتی رہی۔ یہیں انہوں نے مولانا فاروق چریا کو کوئی اور شبلی سے تربیت حاصل کی۔ ۱۹۰۸ء میں ندوہ کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو شبلی نے ان کو اندوہ کا سب ایڈیٹر مقرر کر دیا۔ اس میں انہوں نے مختلف قسم کے مضامین لکھے جو ۱۹۱۱ء میں ابوالکلام آزاد نے کلکتہ سے اپنا مشہور، ہفتہ وار اخبار، اہلال، نکاح شروع کیا تو سید صاحب اس کے اسٹاف میں داخل ہو گئے۔ اپنے استاد شبلی کی وفات کے بعد ان کی معرکتہ آلا تصنیف سیرت النبیؐ کی تکمیل بھی کی ۱۹۲۰ء میں مولانا محمد علی کی سرکردگی میں جو وفد خلافت یورپ بھیجا گیا ان کے ایک ممبر سید صاحب بھی تھے۔ ۱۹۳۳ء میں ان کی مشہور تصنیف مدعیام، شائع ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں ان کی کتاب نقوشِ سیمائی شائع ہوئی جو ان کی تقریروں اور تقریروں کا مجموعہ ہے۔ نومبر ۱۹۵۰ء میں کراچی میں وفات پائی۔

**خواجہ حسن نظامی** | خواجہ صاحب ۱۲۹۶ھ کو پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے ایک مدت مالی پریشانیوں میں بسر ہوئی۔ ۱۹۱۱ء میں انہوں نے مصر، شام و حجاز کا سفر کیا۔

اور ایک سفر نامہ شائع کیا۔ انہوں نے اپنے ۱۹۱۸ء تک کے مضامین کا مجموعہ بھی شائع کروایا جو کافی مقبول ہوا۔ غدر دہلی کے افسانے اور غدر کے متعلق کوئی گیارہ بارہ کتابیں لکھیں۔ خواجہ صاحب بڑے دوست نواز اور صلح جو انسان تھے۔ ان کا حافظہ بے مثل تھا۔ دیے ان کے مزاج میں اعتدال اور استقلال کی کمی تھی۔ اپنی رائے بڑی جلدی بدل دیتے تھے۔ خواجہ صاحب اپنے انداز بیان اور مخصوص سٹائل کی وجہ سے مستور فطرت کہلاتے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۳۱ جولائی ۱۹۵۵ء کو انتقال ہوا۔

**پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی دہلوی** | پنڈت برجموہن دتاتریہ نام، کیفی تخلص تھا۔ ۱۳ دسمبر ۱۸۶۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پنڈت کنہیا لال ریاست ناہر میں پولیس افسر تھے۔ ان کا انتقال کیفی

کی صغر سنی میں ہو گیا۔ اپنے شوق اور محنت سے علم حاصل کیا۔ عربی، فارسی، انگریزی، سنسکرت اور ہندی بہت اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ کا شمار اعلیٰ پایے کے ادیبوں شاعروں اور نقادوں میں ہوتا ہے۔ فی شعر میں مولانا حالی کے شاگرد تھے۔ ملازمت کے سلسلے میں زیادہ عرصہ کشمیر میں گزارا۔ نوجوان شاعروں اور ادیبوں کو آپ کی صحبت سے بڑا فائدہ پہنچا۔ بہت سی کتابیں لکھیں جی میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ بھارت درپن، نمخانہ کیفی، پریم ترنگنی، شوکت، ہند توڑک قصری، منشورات، کیفیہ، آئینہ ہند، جگیتی، غمسخہ کیفی، مرآت خیال، ناگزیر قبل و قال، حوریت اور اس کی تعلیم، چراغ ہدایت، پریم دیوی، نہتہ راجہ، راج و داری، ہر لسی، دادا و قیرو آپ کا دیہان بھی واردات کے نام سے چھپ چکا ہے۔ یکم نومبر ۱۹۵۵ء کو دہلی کے قریب قصبہ غازی آباد میں وفات پائی۔

**بنظیر شاہ وارثی** | ان کا نام سید محمد بنظیر شاہ ہے اور نام ہی کا پہلا حصہ یعنی ”بنظیر“ بطور تخلص استعمال کرتے ہیں۔ کٹر اناک پور ضلع الد آباد وطن ہے۔ لیکن عرصہ دراز سے وطن کی سکونت ترک کر کے حیدر آباد چلے گئے۔

ہی۔ ان کے والد مولوی شاہ احسان علی تاملی بہت بڑے صاحبِ مرتبت بزرگ اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے خلیفہ تھے، فیض شاہ  
شاہ میں پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی میں اچھی خاصی مہارت حاصل کی۔ شاعری کی مختلف اصناف میں بھی کمال پیدا کیا۔ غزل اور سنوئی میں  
ن کا باب بہت جلد ہے۔ ان کی سنوئی ۱۰۰ کلام، جو ایک صوفیانہ رنگ کی نظم ہے۔ بہت مقبول ہے۔ اس کے اکثر جیتے اردو شاعری کے  
جدید انتخابات کے لئے سرمایہٴ زینت بنے ہوئے ہیں۔ یہ سنوئی ۱۳۱۵ھ میں مطبعِ نو کشور میں جمع ہوئی تھی۔ بے نظیر شاہ سنوئی اور قصیدہ  
سیر امیر مینائی کے اور غزل میں حیدر آبادی کے شاگرد اور تقلید ہیں۔

**مولانا مناظر احسن گیلانی**  
مولانا مناظر احسن متعلق پٹنہ کے ایک گاؤں گیلانی کے رہنے والے تھے اور ایسے گھر کے چشم و چراغ  
جہاں علم و فضل کے علاوہ خوشحالی اور عمارتِ ابا بھی تھی۔ ان کے دادا مولانا سید محمد احسن اپنے  
زمانہ کے جید عالم تھے۔ تاجا حاجی ابوالنصر اپنے علم و فضل اور شعر و شاعری کے ذوق کی وجہ سے اپنے ہم چشموں میں بڑی عزت کی نگاہ  
سے دیکھے جاتے تھے۔ مولانا کے والد حافظ ابوالخیر زیادہ تر زمینداری اور کاشتکاری کے کاموں میں لگے رہے۔ ان کو آدمیوں کے باغ  
لگانے کا بڑا شوق تھا۔ بڑے عمیر اور فیاض تھے۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم گیلانی میں حاجی ابوالنصر سے پائی۔ پھر ٹونک جاکر نو سال مولانا برکات احمد  
کے ملحقہ درس میں رہے۔ وہاں سے دیوبند گئے اور مولانا محمود حسن، مولانا نور شاہ کشمیری، مولانا فقیر احمد عثمانی اور مولانا اصغر حسین سے  
فضیلاب ہوئے۔ طالبِ علمی کے زمانہ میں دیوبند کی مجلسِ شریعت کے رکن اور دارالعلوم کے مہوار رسائلِ انفا سم اور الرشید کے ایڈیٹر  
رہے۔ دیوبند سے آکر کچھ دنوں مونگیر میں ندۃ العلماء کے بانی مولانا محمد علی کی خانقاہ میں رہے۔ وہاں سے پھر انفا سم کی ادارت  
کے لئے دیوبند بلائے گئے۔ جہاں پڑھتے پڑھاتے اور لکھتے کھاتے رہے یہاں تک کہ مولانا حمید الدین فراہی کی کوشش سے ۱۹۱۲ء  
میں آپ کو عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد میں شعبہٴ دینیات کا استاد مقرر کر دیا گیا۔ جہاں سے ۱۹۱۹ء میں اس شعبہ کے صدر کی حیثیت  
سے ریٹائرڈ ہوئے بعد ازاں ۱۹۵۷ء کو اپنے وطن میں انتقال فرمایا۔ مولانا کو زبانِ و قلم پر بڑی قدرت تھی۔ بہت سی کتابیں ان کے  
علم و فضل کی یادگار ہیں۔ تحریر و تقریر میں معلومات کے دریا بہاتے تھے۔

**شفق عابدی**  
مولوی سید حسن مرتضیٰ نام، شفیق مخلص اور عابد پور بہار وطن تھا جہاں ۱۳۴۲ھ میں پیدا ہوئے۔ چار برس  
کی عمر میں کہ ان کے والد مولوی سید حسن رضا صدر الصدور اصلاحِ مغربی ایشیائی فوت ہو گئے اور انہوں نے  
یتیمی کی گود میں پرورش پاکر اس قدر ترقی کی کہ سربراہِ بہار ان کی ذات پر فخر کرنے لگا۔ تعلیم کی خاطر گیا۔ عظیم آباد اور الہ آباد کے سفر  
اختیار کئے۔ عظیم آباد علی کوثر خیر آبادی سے طب اور مولانا طہیر احسن شوقِ نبوی سے حدیث پڑھی۔ نو برس کی عمر میں شعر کہنے شروع کئے۔  
پسے اپنا کلام کوثر کو دکھایا بعد میں شوقِ نبوی کو۔ ۱۳۶۲ھ میں امیر مینائی کے شاگرد ہوئے اور برصغیرِ سخن میں کمال حاصل کیا۔ ان کا زیادہ  
تر کلام اسلامی رنگ کا ہے۔ نغموں، سلاسل، نعتوں، رباعیوں اور غزلوں کے مختلف مجموعے بنیابانِ رحمت، حدیقۃٴ آخرت، مژدہٴ عقیدت  
خیز نبیہ اول، صد پارہ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ اخلاق کی تعلیم پر ایک کتاب تہذیبِ الاخلاق شاعری کے متعلق مد کتابیں منتخب العروہ  
لحدیثیں سننی اور فارسی انشا پر دہائی کا نمونہ نگاہستانِ قدیم اور غیرہ بھی آپ کی یادگار ہیں۔

**سید سجاد حیدر بلبلوم**  
ان کا اصل وطن شہرِ لونی، ایں تھا ۱۳۸۲ھ میں علی گڑھ کالج سے بی۔ اے کی سند حاصل کی۔ کالج  
کے زمانہ ہی میں انہوں نے نواب محمد اسماعیل خاں رئیس علی گڑھ سے ترکی زبان سیکھی، جس کا نام

یہ ہوا کہ پرنسپل مدرسہ کی سفارش سے ۱۹۳۰ء میں ترکی سفارت خانہ عراق میں ترجمان کی حیثیت سے لے گئے۔ جدید ترکی ادب پر فرانسیسی ادب کے بے حد اثرات تھے۔ انہوں نے وہ اثرات قبول کر کے یلدرم کے نام سے مخزن لاہور میں مضامین لکھنے شروع کیے جن کا مجموعہ ۱۹۳۱ء میں خیاستان کے نام سے چھپا۔ اسی سال وہ بغداد سے ہندوستان آکر ڈیرہ دون میں سابق شاہ افغانستان امیر یعقوب خان کے اسسٹنٹ پبلیش انسر مقرر ہوئے۔ ترکی کے انقلاب آؤں کے بعد ۱۹۳۲ء میں ترکی گئے۔ واپس آکر اپنے عہدہ کا چارج لیا۔ ۱۹۳۱ء میں ہوا محمود آباد کے پائویریٹ سیکرٹری، ۱۹۳۱ء میں ڈپٹی مکتبہ سلطان پور راولپنڈی اور ۱۹۳۲ء میں مسلم یونیورسٹی کے قیام پر پیسے جسٹس راولپنڈی کے صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں بروڈی کے ڈپٹی مکتبہ ایک سال بعد جزائر انڈیا کے ریلوئی ماسٹروں سے دہلی پر غازی پور میں ڈپٹی مکتبہ ۱۹۳۳ء میں فریضہ حج ادا کیا اور ۱۹۳۵ء میں پنشن یا کر ڈیرہ دون میں سکونت اختیار کی۔ ۱۹۳۳ء میں بچوں کی تعلیم کی خاطر لکھنؤ آ رہے۔ ۱۹۳۳ء میں بابل کی سیاحت کی اور اپریل کی رات کو لکھنؤ میں عالم آخرت کا سفر اختیار کیا۔ وہ اردو میں ادب لطیف کے بانی تھے۔ کئی ترکی ناولوں کے ترجمے بھی کئے جن میں خواجہ آزاد شاہ بہت مشہور ہے۔ ہماری ادبی تاریخ میں ان کا ایک خاص مقام ہے۔

## عظمت اللہ خاں

عظمت اللہ خاں ۱۸۸۶ء میں اپنے آبائی وطن دہلی میں پیدا ہوئے لیکن پانچ برس کے تھے کہ اپنے والد نعمت اللہ کے ہمراہ حیدر آباد دکن چلے گئے۔ ابتدائی تعلیم حیدر آباد میں اور اعلیٰ تعلیم علی گڑھ میں حاصل کی۔ حیدر آباد کے مکتبہ تعلیمات میں ملازم ہو گئے۔ دوران ملازمت میں ان کی شاعری اور انشاپردازی کی خوب شہرت ہوئی۔ وہ مدرسہ کی مجلس سے ترقی کر کے مددگار ناظم کے عہدہ بلبل تک پہنچے تھے کہ عین جوانی میں ۱۹۲۴ء میں ہم سے رخصت ہو گئے۔

عظمت اللہ خاں فطرتاً آزادانہ، ظریف الطبع اور خوش باش تھے۔ انہوں نے مولانا حالی کے بعد رسمی غزل کے خلافت سنبھالی۔ آواز بلند کی اور علاج کے بعض مذہم ہیروؤں پر بڑی بے باکی سے قلم اٹھایا ان کی شاعری ہندی شاعری کے لطیف احساسات اور دلکش انداز کا بڑا اچھا مجموعہ ہے۔ یہ انہیں کے شہ پادوں کا اثر ہے کہ اردو میں غنائی شاعری کو فروغ دیا اور غزلوں اور غزلوں کے ساتھ ساتھ گیتوں کی قابل قبول تخلیق ہوئی۔ ان کے کلام کا مجموعہ دوسریے بول کے نام سے چھپ چکا ہے۔

## ڈاکٹر مسر راس مسعود

ڈاکٹر مسعود جنگ بہادر سید راس مسعود امرتسر کے پوتے اور جسٹس سید محمود کے بیٹے ہونے کی وجہ سے ایک بڑے خاندان کی یادگار تھے۔ ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ سے بی اے کرنے کے بعد ولایت گئے اور تعمیر سے فارغ ہو کر وہ اپنے پٹنہ میں ہیڈ ماسٹر ہوئے۔ وہاں سے کلک پرنسپل ہو کر گئے۔ پھر حیدر آباد میں ناظم تعلیمات اور اس کے بعد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر اور آخر میں ریاست بھوپال کے وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ ۴۷ برس کی عمر پائی۔ ۳ جولائی ۱۹۳۶ء کی دوپہر کو بھارتیہ تپ معادی انتقال کیا۔ بڑے وجہ و شکیں، کشیدہ قامت، سرخ و سفید ہنس مکھ، شیریں زبان، خوش گفتار اور وطندار تھے۔ ہر شخص سے جھگڑتے تھے جس مجلس میں ہوتے سب پر چھا جاتے۔ "جاپان کا تعلیمی نظم و نسق" اور "انتخاباتِ ندیس" دار اردو اشعار کا انتخاب وغیرہ بعض رسائل اور مضامین ان کی علمی امداد بنی یادگار ہیں۔ مشہور مستشرق موسیو کارسان دنامی کے وہ کچھ حوالہ دہ زبان کی تاریخ پر پیرس میں لے گئے تھے، فرانسیسی زبان سے آپ ہی نے اردو کے سانچے میں ڈھالے۔ سرسید کے خطوط بھی آپ نے بڑی تلاش و جستجو سے فراہم کر کے دو جلدوں میں ترتیب دیے۔

## مرزا محمد مادی عزیزی لکھنوی

مرزا محمد مادی نام اور عزیزی تخلص تھا۔ ربیع الاول ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۵ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔

والد کا نام مرزا محمد علی تھا جو اپنے زمانہ کے اہل فضل و کمال میں تھے۔ خاندان کا علمی مذاق ہی بچپن سے ثابت ہے۔ چنانچہ عزیزی نے بھی اس سنت خاندانی کی تکمیل کی اور پھر متعدد استادوں سے جن میں مولوی محمد حسین، مولوی سید لطیف حسین، مولوی سید ابوالحسن، پیارے مرزا، مولوی شیخ محمد حسین، شمس العلماء مولوی عبدالحمد غفری علی، مولانا عبدالحق، سید ابوالحسن، مولانا غلامی، غلامی، سید محمد صاحب، صادق کے نام قابل ذکر ہیں۔ تحصیل علم کی ان بزرگوں سے صرف و نحو، فقہ، اصول، ادبیات، معقولات اور درسیات فارسی کی تکمیل کی اس لئے شاہی کے ساتھ ساتھ علمی فضل و کمال کے جوہر بھی رکھتے تھے۔ آپ کے کلام کے مجموعے گلگدہ اور صحیفہ کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ شاگردوں میں جو شخص طبع آبادی اور لکھنوی بہت مشہور ہیں۔ ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۵ء میں بنگالہ لکھنؤ انتقال کیا۔

پاک و ہند کے فارسی گوشترا میں خواجہ عزیز الدین عزیزی متاثر حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کے والد خواجہ امیر الدین درابو شال دہلی کی تجارت کے سلسلے میں کشمیر سے نکل کر لکھنؤ آئے اور

## خواجہ عزیز الدین عزیزی لکھنوی

ہیں کے ہو رہے۔ یہ نواب و اجداد مل شاہ کا زمانہ تھا۔ خواجہ عزیزی ہیں ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷ء) میں پیدا ہوئے۔ جوانی میں باپ کا انتقال ہو گیا۔ دوست بے مددگی مگر سرپرست کوئی نہ تھا۔ اس لئے سب کچھ ناقہ پر کاری کی نذر ہو گیا۔ باپ نے عربی فارسی کی بہت اچھی تعلیم لائق استادوں سے دلوائی تھی وہی کام آئی۔ کیننگ کا لکھنؤ میں فارسی کے پروفیسر ہو کر اپنے علم و فضل اور بے نظیر فارسی شاعری کی بدولت شہرت حاصل کی۔ ایک دفعہ کشمیر جاتے ہوئے دہلی میں مرزا غالب سے ملاقات ہوئی اور غالب نے آپ کے کلام کی تعریف کی۔ آپ کی تہنیت کردہ کتابوں میں شہنوی، ید بیضا، فیض ناز، اوزنگ، حضور اور ہفت بند عزیزی بہت مشہور ہیں۔ شہنوی ارغمان، احباب بھی کبھی قلمی مگر چھپ نہ سکی۔ وفات ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ہوئی۔ دیوان آپ کی وفات کے کئی سال بعد آپ کے صاحب سے چھوٹے فرزند حافظ خواجہ وصی الدین نے جو ڈپٹی کلکٹر کے عہدے سے پیش لے کر لکھنؤ میں آنریری کمشنر بن گئے تھے طبع کر دیا۔ کلام نہایت سنگین اور شستہ ہے۔

## مفتی کفایت اللہ

مفتی کفایت اللہ صدر جمعیت العلماء ہندو دہلی کا وطن شاہجہان پور چلا آیا مفتی کفایت اللہ ۱۲۹۲ھ میں سے اگر بھوپال میں مقیم ہوا۔ دہلی سے یہ خاندان شاہجہان پور چلا آیا مفتی کفایت اللہ ۱۲۹۲ھ میں

دیہی پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد شیخ عنایت اللہ گونہر ب تھے مگر بچہ کو عالم دین بنانے کی تمنا دل میں رکھتے تھے۔ پانچ برس کی عمر میں آپ کو حافظ برکت علی کے مکتب میں بھیجا گیا جہاں قرآن مجید ختم کیا۔ اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم حافظ نسیم اللہ کے مکتب سے اور اعلیٰ تعلیم مولوی اعجاز حسن کے مدرسہ اعزازیہ میں حافظ بدھن خاں اور مولانا عبیدالحق سے حاصل کی۔ پھر مراد آباد کی شاہی مسجد کے مدرسہ میں جا کر کچھ کتابیں پڑھیں۔ یہاں سے ۱۳۱۲ھ میں دیوبند چلے گئے جہاں کتب حدیث کا درس مولانا عبد العلی میرٹھی اور مولانا محمود حسن سے حاصل کیا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر پانچ سال تک شاہجہان پور کے مدرسہ عین العلم میں کام کیا۔ پھر ۱۳۲۲ھ میں مدرسہ امینیہ دہلی کے مدرسہ ہو گئے جہاں ۶ جون ۱۹۲۲ء (۱۳۴۱ھ) کو مولوی امین الدین ایلووی باقی مدرسہ کے انتقال پر اس کے مہتمم بنائے گئے۔ اس کام کو وہ آخر تک بناتے رہے یہاں تک ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء (۱۳۷۱ھ) کو انہوں نے اپنے گھر واقع کوٹہ چیلان دہلی میں انتقال فرمایا۔ آپ نے مسلم لیگ مجلس خلافت اور کانگرس کی تحریکوں میں عملی حصہ لیا۔ مصیبتیں بھی اٹھائیں اور کئی رسا لے اپنی یادگار چھوڑے۔

**ڈاکٹر عبدالرحمن بخوری** ڈاکٹر عبدالرحمن سیوہارہ ضلع بخنور کے باشندے تھے۔ آیام طالب علمی ہی میں ان کی ہونہار شخصیت سے ملک و قوم کی توقعات وابستہ ہو گئی تھیں۔ ان کی قابلیت خداداد اور ذہانت قابل رشک تھی کم و بیش چودہ ہندو زبانوں کے ماہر تھے۔ ایسٹ اینڈ ویسٹ میگزین میں ان کا جو مضمون سرودیہ کی شاعری پر شائع ہوا تھا۔ وہ ان کی نقادانہ شان اور تجربہ سانی کا علمبردار تھا۔ مسلم یونیورسٹی کی تاسیس اور اس کے دستور العمل کی ترتیب میں بہت کچھ امدادی۔ اردو ادب کے عاشق تھے بھوپال کے سرکاری کتب خانے سے غائب کے غیر مطبوعہ دیوان کا جو نسخہ دستیاب ہوا تھا اس پر ان کا علمی حتمہ اردو ادب میں ایک گراں مایہ اضافہ ہے۔ مگر وہ وہی یہ بد نصیبی ہے کہ اس کا یہ انتخاب رفتہ گار ادیب نوجوانی ہی میں موت کی لالباہیوں کی نذر ہو گیا۔

ڈاکٹر عبدالرحمن بخوری اپنے قابل فخر علمی اقتیارات اور قابل رشک ذاتی اوصاف کے سبب ملک کے ان چند گئے چمنے افزوں میں سے تھے جن پر کوئی ملک بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔

**ظفر علی خاں** ظفر علی خاں ششدرہ میں ضلع سیالکوٹ کے ایک کھاڑ کوٹ جہر فہ میں پیدا ہوئے۔ پٹیلہ سے ریٹک اور علی گڑھ سے ۱۸۹۲ء میں ایف اے کیا۔ ان کے والد کشمیر میں محکمہ ڈاک اور نانا کے افسر اعلیٰ تھے۔ انہوں نے بھی اسی محکمے میں ملازمت اختیار کی جو زیادہ دیر نہ سکی اور پھر علی گڑھ لوٹ آئے۔ یہاں سے بی۔ اے کیا۔ اور وہیں نواب محسن الملک کے پرائیویٹ سیکرٹری بن گئے۔ آپ سیاسی لیڈر ہونے کے علاوہ بہت بڑے ادیب، خطیب، صحافی اور شاعر تھے۔ ان کی تقریریں جس جادو کا اثر تھا تو ایک خلافت کے سلسلے میں ان کو ایک تقریر کرنے کی وجہ سے پانچ سال قید کی سزا ملی۔ اور پھر ۱۹۳۶ء تک کئی بار قید اور کئی بار رہا ہوئے۔ ان کی مجموعی قید کوئی بارہ سال کے قریب ہے طویل علالت کے بعد ۱۹۵۶ء میں فوت ہوئے۔ ظفر علی خاں نے سیاست میں ہجو کو استعمال کیا اور اس کی بنا قومی وملکی مقاصد پر رکتی اور اس تندت کلام کے بل پر مولانا نے بڑے بڑے مصرعے سر کئے۔ ان کی زد سے انبال، قائمہ اعظم، ابو الکلام آزاد، محمد علی جوہر، گاندھی جی اور جواہر لال جیسے لوگ بھی نہ بچ سکے۔

ظفر علی خاں کی ترقی کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا تو مکتب اور مدرسہ سے لے کر علی گڑھ اور کیمبرج یونیورسٹی تک کی انتہائی دیگریاں حاصل کیں۔ اور تاریخ اور ریاضی میں امتیاز حاصل کیا۔ ملازمت میں مدرس سے ترقی کر کے چیلر پرنس ایم اے او کالج۔ پھر پرووائس چانسلر اور آخر میں چانسلر ویکٹر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے عہدے تک پہنچے مختلف دفاتر میں مجلس نائون سائڈ آئی انڈیا مسلم لیگ کونسل اور اسٹریٹ ڈیفنس کونسل کے ممبر بھی رہے اور ہر جگہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی۔ ریلوے، مالیات، ٹیکس تعلیم اور مزدوروں کے مسائل پر ان کی رائے بڑی دقیق ہوتی تھی وہ ناوار اور ہونہار طلبہ کی امداد کے لئے طرح طرح کی ترکیبیں سوچتے رہتے تھے۔ اپنی آمدنی کا بڑا حصہ ان کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ انہوں نے کتنوں کو عہدے دولائے۔ پروڈر گارڈوں کو روزگار سے لگایا، بھوکوں کو کھلایا۔ بیت سے متفقوں کی سفارشیں کیں اور کتنوں کی خالی خالی جیبیں اپنے پاس سے بھریں۔ علی گڑھ کی خدمات سے سبکدوش ہونے کے بعد ستر برس کی عمر میں یورپ اور امریکہ کی تعلیمی ترقیوں کا مطالعہ و مشاہدہ کرنے کے لئے گئے ہوئے تھے کہ لندن میں فالج کا حملہ ہوا۔

اور ۲۴ ستمبر ۱۹۴۷ء کو اس جہان فانی سے رحلت کی تابوت ہوائی جہاز کے ذریعے علی گڑھ پہنچا اور ۴ فروری ۱۹۴۸ء کو سرسید کے پہلو میں مغربی جانب دفن کیا گیا۔

**سرسر رضا علی** | سرسید رضا علی مراد آباد کے سادات رضوی سے تھے۔ ۱۸۸۸ء کو تحصیل کندھل میں پیدا ہوئے، شروع ہی سے سچے اور ہمارے تھے، علی گڑھ سے بی۔ اے لے لیں اور بی۔ اے کے وکالت میں نام پیدا کیا۔ محسن الملک کے پرائیوٹ سیکرٹری بنے۔ سیاست میں تہرت حاصل کی، قومی کاموں میں سرگرم حصہ لیا۔ سرکاری جاہ و منصب کے اونچے مرتبے پر کتے ہوئے کے ٹی سی بی ای کے خطابات پائے۔ بکری اسپل کے قمبر، پہلک سروس کمشن کے رکن، مسو ایک کے صدر، ہائی کمشنر اور سپر ہیں کیا کیا ہوئے۔ یورپ مدرس اور افریقہ کی سیاست کی۔ قانون اور سیاست کی خشکیوں کے باوجود ایک خوش ذوق سخن فہم اور اچھے خاصے اہل قلم بھی تھے۔ اعمال نامہ کے نام سے آپ بیتی لکھی اور اس میں محسن الملک، ذوالالملک، جسٹس محمود، بک اور مار یسین، سر علی ایام، مظہر الحق، راجہ صاحب محمود آباد، نواب صاحب دھاکا، و ما جہزادہ آفتاب احمد خاں، ڈاکٹر سر ضیاء الدین، مولانا شبلی، اکبر آبادی، مولانا محمد علی، شوکت علی سے لے کر کلکتہ کی مشہور معینیہ گورنمنٹ کالج خدما معلوم گفتوں کی علمی تصویب اس مرتع میں کھینچ دیں اور کتاب کو اسلامی ہند کی چالیس پچاس برس کی ایک سرسری تاریخ بنادیا۔ اس تاریخ جس میں قدم قدم پر شعر و ادب مدخلت کرتے نظر آتے ہیں۔

**مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی** | یہ اردو کے ممتاز ادیب اور بلند پایہ مورخ تھے ۱۸۷۵ء میں صوبہ یوپی کے مردم خیز خطہ نجیب آباد ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی محمد نادر شاہ خاں بھی بڑے فاضل بزرگ تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی میں اپنے والد سے حاصل کی۔ پھر ایک معمولی مدرس کی حیثیت سے زندگی شروع کی۔ پٹنہ نجیب آباد کے ایک مڈل سکول میں ٹیچر رہے۔ پھر وہیں گورنمنٹ ہائی سکول میں فارسی مدرس مقرر ہوئے مگر وہاں دل نہ لگا۔ ملازمت چھوڑ کر پنجاب آئے جہاں عرصہ دراز تک مختلف صیغوں میں کام کرتے رہے۔ یہیں انہوں نے اپنی پہلی کتاب مرقاة الیقین شائع کی۔ کچھ دنوں دیال سنگھ کالج اور لوکل کیمبرج کالج میں پروفیسر رہے۔ ایک ہفت روزہ کی ادارت بھی کی اور چند ایام روزنامہ زمیندار کے ایڈیٹر بھی رہے پھر دل برداشتہ ہو کر واپس اپنے وطن نجیب آباد چلے گئے جہاں سے ماہوار رسالہ عبرت جاری کیا۔ اس رسالہ میں اکثر تاریخی مضامین شائع ہوتے تھے۔ اس کے بند ہونے کے بعد بھی مولانا تاریخی کتابیں لکھتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۳۵ء کو پیغام اجل آپسچا۔ تاریخ اسلام، آئینہ حقیقت، نایاب مقدمہ تاریخ ہند، اسلامی سپاہیانہ زندگی، مذہب اور تنقواء معیار العلماء و نظام سلطنت وغیرہ بڑی بلند پایہ کتابیں ہیں۔

**مولانا معین الدین اجمیری** | آپ ایک نو مسلم گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا عبدالرحمان بلیا کے رہنے والے نو مسلم راجپوت تھے۔ والدہ بھی داخل اسلام ہوئی تھیں اور دانا پور (بہار) ان کا گھر تھا۔ مولانا عبدالرحمان ریاست ٹونک میں سیکرٹری کونسل تھے۔ مولانا معین الدین ۱۲۵۹ھ کو دہلی دراجپوتانہ میں پیدا ہوئے قیمت کی خوبی نے مولانا سید برکات احمد جہاڑی شہنشاہی سے تعلق کا رشتہ قائم کر دیا۔ ان سے جہد علم مقول و مقول کی تکمیل کے بعد علم ریاضی مولانا لطیف اللہ سے حاصل کیا۔ بائیس سال کی عمر میں خود مدرس قندریس کا سلسلہ جاری کیا۔ دھانی سال مدرسہ نعمانیہ لاہور میں صدر مدرس رہنے کے بعد ۱۳۲۰ھ میں اجمیر کو شرف مکتوف بخشا اور مدرسہ معین الحق قائم کیا۔ پندرہ سال یہاں مدرس دیا ۱۳۳۸ھ

میں کامیاب و ازادان مدرسہ سے اختلاف کی بنا پر اسٹیفنی دے کر محرم ۱۳۵۸ھ میں دہلا معلوم حنفیہ صوفیہ کے نام سے دوسرا مدرسہ قائم کر کے بارہ سال تک اس مدرسہ کے طلبہ کو اپنے فیوضِ علمی و علمی سے سرفراز فرمایا۔ مولانا کی تصانیف میں ترمذی شریف کا ایک نام حاشیہ، وجود علم و معلوم، کلی طبعی اور مسئلہ بہر پر مکمل اور جامع تقریریں، حضرت خواجہ غریب داتا گنگی محققانہ سوانح عمری وغیرہ موجود ہیں۔ سیاسی تحریکوں میں قید و بند کی ستمیالی بھی برداشت کیں۔ انگریز حکمرانوں کے زمانہ میں مجلس احرار کے ڈکٹیٹر رہے۔ آخر ۳۲ سال انجمیہ میں رہنے کے بعد ساٹھ سال کی عمر میں ۱۰ محرم ۱۳۵۹ھ حیدرآباد راج شاہ کو عین عاشورہ کے دن اس شہید علم و عمل نے دنیا سے کوچ کیا اور انجمن دہلاؤں نے دوسرے محرم کا سوگ منایا۔

### نواب ذوالقدر جنگ بہادر

نواب ذوالقدر جنگ بہادر ایم اے بیرسٹر ریٹ نامہ سوم سیکرٹری حیدر آباد نواب آغا مرزا بیگ المظاہر نواب سردار الملک بہادر کے صاحبزادے تھے جو اعلیٰ حضرت میرالایوب علی خاں کے اتالیق اور پھر ایک مدت تک اعلیٰ حضرت کی عیوٹی کے چیف سیکرٹری رہے۔ نواب ذوالقدر جنگ بہادر ۱۳۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سینٹ جارج گورنمنٹ اسکول اور سکائٹس ہائی سکول میں حاصل کرنے کے بعد تیسری تعلیم کے لئے حکومت نظام کی طرف سے ۱۳۵۸ھ میں ولایت بھیجے گئے جہاں آپ نے ڈل ٹیل لندن و کرائسٹ کالج میں داخل ہو کر ۱۳۵۹ھ میں بیرسٹری پاس کی۔ اور ۱۳۵۹ھ میں حیدر آباد واپس آکر پیرسے تھرو پرینڈنسی مجسٹریٹ اس کے بعد چیف پرینڈنسی مجسٹریٹ اور ۱۳۶۰ھ میں شیشین جج ہائیکورٹ مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ سوم سیکرٹری کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ پھر دوسری معہدیوں کا تجربہ حاصل کیا اور آخر میں پھر سوم سیکرٹری ہو گئے۔ آپ کو علم سے خاص دلچسپی تھی ۱۳۶۲ھ میں حیدر آباد ایجوکیشنل کانفرنس کے آٹھویں سالانہ اجلاس کی صدارت کی اور تاریخ اندلس پر ایک دلچسپ کتاب لکھی۔

### ظفر عمر

”نبیل چھتری اور بہرام کی گرفتاری“ کے مصنف ظفر علی گڑھ کے پرانے گریجویٹ تھے۔ وطن بٹ ضلع ہند شہر تھا۔ ان کے ماہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اصل نام ظفر علی تھا۔ ان کے باپ کو کسی شیعہ بزرگ نے طعنہ دیا کہ آپ نبی ہو کر نہ ملی، کا چھپا نہیں چھوڑتے۔ اس پر اس کا نام ظفر عمر رکھ دیا گیا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد پولیس عہدہ میں ملازم ہوئے اور کاروائی میں نمایاں انجام دئے ان کے جاسوسی ناول اسی زمانے کے تجربات و مشاہدات پر مبنی ہیں۔ ان ناولوں نے اتنی مقبولیت حاصل کی اور ان سے اتنی آمدنی ہوئی کہ ایک ایک ناول کے نام پر ایک ایک کوٹھی بنوائی۔ نبیل چھتری، چوروں کا کلب اور لال کھٹور تینوں کوٹھیاں شمشاد ہٹ لگ سے قطعہ کی طرف جانے والی سڑک پر ہیں۔ نبیل چھتری میں وہ خود رہتے تھے۔ بڑے دھیرہ آدمی تھے لیکن ایک بار گولی کا نشانہ بنے اور ٹانگ کاٹ دینی پڑی ان کی صاحبزادی اختر حسین رائے پوری سے بیاہی ہوئی ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان آ گئے تھے۔ یہیں انتقال ہوا۔

### سید طفیل احمد منگلوری

سید طفیل احمد منگلوری علی گڑھ کالج کے ابتدائی برگ و بار ہیں۔ یہ کالج ۱۳۵۸ھ میں قائم ہوا۔ اس کے چار سال بعد یہ ابتدائی کلاس میں داخل ہوئے اور صاحبزادہ آفتاب احمد خاں کے ساتھ مل کر قومی کاموں میں حصہ لینے لگے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر انہوں نے اپنی عمر کا طویل عرصہ علی گڑھ کالج کے قدیم طلبہ کو متحد کرنے اور ان کی ڈائریکٹری مرتب کرنے میں صرف کیا۔ وہ علی گڑھ کالج کے سرسٹی، مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ممبر، اس کی انتظامیہ مجلس کے رکن اور بارہ سال تک ایجوکیشنل کانفرنس کے آنریری جوائنٹ سیکرٹری رہے۔ انہوں نے مختلف مقامات پر اسلامیہ اسکول قائم کرائے کے علاوہ علی گڑھ میں غریب طلباء کے لئے مسلم یونیورسٹی سٹی ہائی سکول قائم کیا جو مسلم یونیورسٹی کے ماتحت اب تک چل رہا ہے۔ اپنی تصانیف اور رسالہ سود مند کے ذریعے

مسلمانوں کو کفایت شعاری اور تجارت کی طرف متوجہ کیا چار سال تک موہنپنڈہ کی کونسل کے ممبر رہ کر سیاست کا عملی تجربہ حاصل کیا اور ایک کتاب حکومت خود اختیاری لکھی۔ متعدد مفید رسائل کے علاوہ جو نظامی پریس بدایوں نے شائع کئے ہیں مسلمانوں کا روشن مستقبل، کتاب تصنیف کرنے اور وہ بان لی تاریخ اور سیاست میں ایک نہایت پیش بہا اور قیمتی اضافہ کیا۔

### منشی پریم چند

اصلی نام دھنپت رائے تھا۔ پریم چند کے لقب سے مشہور تھے۔ ۱۸۹۷ء میں بنارس کے قریب موضع پانڈے پور میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کی بنیادیں گڑھے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹک گیا۔ بیخبر تعلیم میں ملازمت اختیار کر کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ادبی زندگی کا آغاز ۱۹۰۱ء میں ہوا جب آپ نے رسالہ زمانہ کانپور میں مضامین لکھنے شروع کئے۔ آپ کا نظم ہندی اور اردو دونوں دریاؤں کا سنگم تھا۔ پریا، سیواسدن، پریم آشرم، رنگ جھوم اور کاپا کھپ آپ کے ہندی ناول ہیں جن میں سے سیواسدن کا اردو ترجمہ بازار حسن کے نام سے دوبارہ دلی میں شائع ہو چکا ہے۔ رنگ جھوم کے ترجمہ کا پہلا حصہ چوگان ہستی کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جلوہ ایشیا، بردہ مجاز، میدان عمل، فردوس خیال اور گوشہ عافیت وغیرہ آپ کے چند اردو ناول ہیں۔ پریم چھپی، پریم تپسی، پریم چالیسی، زادراہ اور خاک پروانہ آپ کے مختصر افسانوں کے مجموعے ہیں جن میں دیہاتی بھائیوں کی کہانی اپنے شہری بھائیوں کو ستانی گئی ہے پریم چند کی زبان کچھ ایسی زیادہ فصیح و رصیح نہ تھی۔ عبارت نکلے و نثاوت سے پاک اور حد درجہ سادہ و سوجنی تھی۔ ان کی کہانیوں کا اثر ان کی زبان میں نہیں بلکہ ان کے اسلوب بیان میں ہے۔ انہوں نے دیہاتی قدیم، ہندوستانی وضع و آداب اور ہندی اخلاق ان بان کی جو تصویریں کھینچی ہیں وہ ہمارے ادبی مرقع کی زندہ جاوید یادگار ہیں۔ انہوں نے اکتوبر ۱۹۳۶ء میں اپنے دوستوں کو آخری اسلام کہا اور اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

### اعظم گوندوی

اعظم حسین نام، اعظم شخص اور ملین کو کچھ پڑھا۔ مگر گوندہ میں مستقل قیام کے باعث گوندوی کہلاتے تھے۔ یکم مارچ ۱۸۸۳ء کو پیدا ہوئے۔ باقاعدہ تعلیم کسی مدرسہ میں حاصل نہیں کی۔ اپنے شوق مطالعہ سے عربی فارسی اور انگریزی میں خاص قابلیت پیدا کی۔ فن شعریں منشی خلیل احمد و محمد گلجامی اور منشی عبدالقدیر تعلیم سے مشورہ کیا اور نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت حاصل کی۔ ان کے کلام میں مناسبت اور سنجیدگی اور نڈاؤ بیان میں شگفتگی اور رنگینی پائی جاتی ہے۔ نظموں میں فارسی الفاظ اور محاورات کی کثرت ہے مگر مدائی برابر موجود ہے۔ کچھ دنوں لاہور کے ادارہ اور مرکز میں رہ کر ادبی خدمت کی پھر انڈین پریس آبادا چلے گئے آخری زمانہ میں ہندوستانی اکیڈمی کے رسالہ ہندوستان کے ایڈیٹر رہے۔ ۳۱ نومبر ۱۹۳۶ء کو انتقال ہوا۔ نہایت متقی، پرہیزگار اور درویش صفت انسان تھے۔ تصوف سے خاص لگاؤ تھا۔ نشاط روح اور سرور زندگی ان کے کلام کے مجموعے ہیں۔

### حسرت موہانی

حسرت ۱۸۷۷ء میں قصبہ موہان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں حاصل کی۔ اس دیہاتی زندگی کی سادگی اور معصومیت کے نقوش ان کی زندگی پر گہرے ثبت ہیں۔ انہیں بچپن ہی سے شعر و سخن کا شوق تھا۔ بڑے ذہین اور طباع تھے۔ علی گڑھ سے بی اے پاس کیا۔ پانچ بار ج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ علی گڑھ کے زمانہ تعلیم سے ہی ان کا رجحان سیاست کی جانب تھا۔ وہ قومی تحریکوں میں خاص دلچسپی لیتے تھے اور اکثر حکومت کے ممبر و استبداد کے خلاف سرگرم سخن رہتے۔ اسی وجہ سے انہیں جیل کی سخت سزا بھگتنی پڑی۔ ۱۹۰۷ء میں انہوں نے "داردوئے معلیٰ" میں ایک مضمون درمصر میں انگریزوں کی پالیسی، "شائع کیا جس کی وجہ سے ڈیڑھ سال کی سزائی ۱۹۱۱ء میں پھر قانون تحفظ ہند کے تحت ان کو نظر بند کر دیا گیا۔



لیکن چکی کی مشقت کے ساتھ انہوں نے شوقِ سخن بھی جاری رکھی۔ وہ نثر و نظم میں نئے رنگ اور نئی طرز کے موجد ہیں۔ سنہ ۱۹۵۱ء میں ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

## خان بہادر سید رضا علی وحشت

یہ رومانی نام، وحشت تخلص تھا۔ ان کے بہاؤ و حکمت غالب علی نے اپنے آبائی وطن دہلی سے نکلی کر جہلی دہلی میں سکونت اختیار کی۔ آپ کے پدر بزرگوار مولوی شمس الدین

تحریر و سخن کا ذوق رکھتے تھے۔ وحشت ۱۸ دسمبر ۱۸۸۱ء کو بنگالہ میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۰۳ء میں مدرسہ عالیہ کلکتہ سے انٹرنس پاس کیا لیکن مطالبہ کتب سے امتیازی امتداد حاصل کر لی۔ انگریزی لٹریچر سے بھی خاصی دلچسپی رہی۔ اس زبان میں ان کی درسی کتابیں انگریزوں کو اردو سیکھانے میں بڑی مددگار ثابت ہوئی۔ کچھ عرصہ پرشین آفس، سپریمل ڈیپارٹمنٹ میں چیف مولوی کے عہدے پر فائز رہے۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں جب اسلامیہ کالج کلکتہ قائم ہوا تو اردو فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ سنہ ۱۹۳۰ء کی تقسیم ملک کے بعد ڈھاکہ و شرقی پاکستان چلے آئے۔ وہیں فوت ہوئے۔

سنہ ۱۹۶۰ء یعنی پندرہ برس کی عمر میں شعر کہنے شروع کیے۔ ابوالفاسم، محمد ظہیر یعنی شمس کی شاعری اختیار کی۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں پہلا دیوان شائع ہوا جس کے آخر میں فارسی کلام بھی ہے۔ ۱۹۵۲ء میں وحشت کا دوا دیوان تراشہ وحشت لاہور سے شائع ہوا۔ ان کے شاعر پاک و ہند کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔

## محفوظ الحق

خال، اور پروفیسر محمد محفوظ الحق ۱۷ جنوری ۱۹۰۹ء کو بنگالہ میں ضلع بٹنہ صوبہ بہار پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے ایم اے فارسی کا امتحان درجہ اول میں پاس کر کے پت بون کالج میں اور اس کے بعد پریڈنسی کالج میں

فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ کلکتہ یونیورسٹی کے شعبہ جات عربی، فارسی، اسلامی تاریخ و تمدن سے بھی وابستہ رہے۔ فارسی زبان و ادب کے بنیاد عالم تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے دارشکوہ کی مشہور فارسی تصنیف مجمع البحرین انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع کی۔ پھر شہنشاہِ عالم کے فرزند میرزا کامران کا فارسی دیوان قابلِ قدر مقدمہ کے ساتھ طبع کر دیا۔ اس مقدمہ کا خلاصہ انگریزی زبان میں بھی اشاعت پذیر ہوا۔ اس کے بعد ایچ اے مارے پرنسپس اسلامیہ کالج کلکتہ اور پروفیسر عبدالعقید کے تعاون سے امین احمد رضا کی تاریخی و جغرافیائی سائیکلو پیڈیا کی پہلی جلد نو انگریزی میں منتقل کیا جو ہفت علم کے نام سے ۱۹۳۹ء میں چھپی۔ باعیاات عمر بنیام کا دلکش ترجمہ سنہ ۱۹۴۹ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ کتابوں کی تصنیف و تالیف کے علاوہ آپ کی زندگی بجا بجا اردو، عربی و فارسی ادبیات کی تحقیق و تنقید کے لیے وقف رہی۔ رائے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے رکن، اس سوسائٹی کے جائزہ فیوضِ چل سیکرٹری کلکتہ کے مشہور انگریزی ادبی رسالہ بنگال پارسٹ اینڈ پریڈنٹ کے ایڈیٹر، مسلم انٹرنیشنل ٹیوٹ کے سیکرٹری اور ایران سوسائٹی کے ممبر بھی تھے۔ آخر ۱۹۶۰ء کو بنگالہ کلکتہ انتقال ہوا۔

## مولوی ہمیش پرشاد

شرقی زبانوں میں فارسی تو غیر سمجھ میں مگر ہندوستان میں ہے اور بے شمار ہندو اور سکھ مشقی فاضل اور ائمہ فارسی مل جاتے ہیں عربی میں جس ہندو نے سب سے پہلے فضیلت کی سند حاصل کی وہ ہمیش پرشاد تھے

انہوں نے اوپنل کالج لاہور میں داخل ہو کر باقاعدگی پڑھی اور مولوی بخش کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ اسی بنا پر مولوی ہمیش پرشاد کے نام سے مشہور ہوئے۔ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ بنارس ہندو یونیورسٹی میں مشرقی علوم کے پروفیسر ہو گئے۔ غالب ان کا مقبول شاعر تھا۔ انہوں نے غالب کے مطالعہ میں اپنی عمر عزیز کا بہترین حصہ صرف کیا۔ غالب ہی پر بڑی محنت اور غوص سے تحقیقی اور تنقیدی مقالے

کئے اور محوطہ غائب کی جمع و ترتیب میں خاص کام کیا اب وہ اس دنیا میں موجود نہیں مگر جب تک غائب زندہ ہے مولوی حبیب پرشاد کا نام بھی زندہ رہے گا۔

## دستی شاہجہانپوری

سید ظہور احمد نام، وحشی تخلص اور شاہجہانپور وطن تھا۔ چھپن ہی سے بڑے ذہین تھے۔ مختلف نابل اساتذہ سے عربی و فارسی کی تحصیل کی۔ مدوۃ العلاء میں وہ مولانا سید سلیمان ندوی کے ہمدرس تھے۔ ۱۹۱۵ء میں جب ذاب حسن الملک مرحوم نے دارالعلوم کاماٹنہ کیا۔ تو سید سلیمان ندوی کے ساتھ انہیں بھی استھانپیش کیا گیا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے اخبار نویسی شروع کی۔ کچھ عرصہ سید اخبار لاہور میں کام کیا۔ پھر رسالہ دین و دنیا دہلی کی ادارت کی اور اسے رنگارنگ و چھپیوں کا گلہ ترہ بنا کر ایسی عوام پسند روش پر ڈال دیا کہ آج تک ہر فکر و خیال کے لوگ اسے شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔ دہلی سے رسالہ قبل بھی ان کی ادارت میں نکلا رہا۔ وہ شرفی نظم و نون پر قادر تھے۔ نظمیں، غزلیں اور ناول نے سب ہی کو کھینچتے تھے۔ چند کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں نلاح دین و دنیا بڑی مقبول تھیں۔ ان کی بعض دوسری کتابوں کے نام یہ ہیں۔ آداب مجلس، انور پاشا، بوی کے فرائض، تعبیر سورۃ یس، حجاج بن یوسف، ممبرہ لہر، جلاب و بات نہارت عبدالحمن ناصر، عروس مصر، سکہ فراشی، پر اسرار و شیرازہ، جینہ کے ہوش ربا کار نامے، رمبر زندگی، فن اشتار، سیاں بیوی، منہری زلفیں، طوفان زندگی، حور و کابین وغیرہ۔

## شادال بگرامی

سید اولاد حسین نام، شادال تخلص، بگرام ضلع ہرودہ (صوبہ اودھ) وطن تھا۔ ان کا نسب اکیس واسطوں سے سید جلال الدین بخاری تک اور تینیس واسطوں سے حضرت امام علی نقی کے بیٹے جعفر ثواب تک پہنچتا ہے۔ مدوۃ جوانیاں جہاں گشت بھی ان کے اجداد سے ہیں۔ سید اولاد حسین بن سید فضل حسین ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں کوآت ضلع آراہ میں پیدا ہوئے جہاں ان کے دادا مولوی نداد حسین وکالت کرتے تھے۔ ابتدائی فارسی اپنے دادا سے اور عربی صرف نحو اور شرح تہذیب تک منطق مولوی مرزا ابوالوہاب کشمیری سے لکھنؤ اگر پڑھی۔ پھر انگریزی سکولوں میں داخل ہو کر انٹرنش تک تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۸۷ء میں مدرسہ کا پیشہ اختیار کیا۔ تعلیم جاری رکھی اور پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ کچھ عرصہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں کام کیا۔ پھر فردوسی ۱۳۹۰ء کو مدرسہ عالیہ رام پور میں فارسی کے مدرس ہو گئے۔ کئی سال اہدیشل کالج لاہور میں رہے اور صد شاگردوں نے فیض حاصل کیا۔ شاعری میں سید محمد مصطفیٰ عرف لٹن صاحب۔ ب خورشید لکھنوی کے شاگرد تھے۔ درۃ نادرہ کی شرح لکھی۔ اس کے علاوہ رسالہ فلسفہ زبان و فلسفہ خواب، تنقید شتوی، انگلہ انیم، مضمون بلیک درس و تشریح، شرح فن معاد و معیات، حدائق البلاغت شرح معائے جامی، شرح نورس ظہوری و شرح تاریخ و صاف وغیرہ بھی چھپ چکی ہیں۔

## سیاب اکبر آبادی

عاشق حسین نام، سیاب تخلص اور آگرہ وطن تھا۔ ۱۲۹۸ھ میں پیدا ہوئے۔ عربی ادب، اصول منطق اور فابسی کی تحصیل کے بعد انگریزی پڑھی۔ ایف اے میں تھے کہ آپ کے والد محمد حسین صدیقی فوت ہو گئے۔ اور آپ تعلیم ترک کر کے ریوے میں مقدم ہو گئے مگر شعر و شاعری کا شوق غالب آیا اور ملازمت چھوڑ کر زبان و ادب کی خدمت شروع کر دی۔ پہلے رسالہ صبح جاری کیا۔ پھر ڈنڈے ہمارے آگرہ اخبار کے ایڈیٹر ہو گئے۔ بعد میں ہیما، نثریا، نواح اور شاعر نوڈا لے۔ نظم و تشریح پر قادر تھے۔ شاعری میں دہشت کے شاگرد اور سینکڑوں شاگردوں کے استاد تھے۔ خوش فکر اور پرورگئے۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۸۰۸ تک پہنچتی ہے۔ نظموں

اور غلوں کے کئی مجموعے نستان، مہبانے کہن، کلیم، بادہ، دشین، نشیدو، ساز آہنگ، سرود غم، غیر غم، کارِ امروز وغیرہ کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ تقیم ملک کے بعد راجی میں تقیم ہو گئے تھے۔ یہاں سے ماہنامہ پرچم جاری کیا آخر یہیں چار ماہ خارج میں قتل ہونے کے بعد ۱۷ برس کی عمر میں ۱۹۵۱ء کو انتقال کیا۔ ان کے آخری زمانہ کا شعر ہے۔

یہ ہے یہاں تک نالغظ بہ افسانہ کیا کہئے

وطن سے کچھ غربت میں چلے آئے یہ کیا گزری

**مولانا محمد عرفان خاں** آپ مرزاہ سرحد کے رہنے والے تھے۔ سلسلہ خیر آباد کے عالم معقولات اور مدرس تھے۔ ۱۹۱۷ء کی قومی تحریکات نے دس دس کی سمسے اٹھانے کو قوت کی خدمت میں لگا دیا۔ ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۷ء میں ملکوں کے قندار زندہ کے موقع پر غلامانہ خدمت کی جیسوں میل ان کے علاقوں میں بھوکے پیاسے پیدل سفر کیا اور جان کی بازی لگائی۔ اس کے بعد جمعیت العلماء دہلی سے وابستہ ہو گئے۔ شریف جہاز اور ان سو کی طوائف کے زمانہ میں جہاز کا رساطت کی تحقیقات کی۔ ۱۹۲۶ء میں موثر اسلام کی شرکت کے لئے گئے۔ اسی مصروفیت میں ان کی زندگی کے آخری سال بسر ہوئے۔ قومی تحریکوں کے سلسلہ میں قید بھی ہوئے اور اسی قید میں انہوں نے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ فریاد پچاس برس کی عمر یا کرشی ۱۹۲۹ء میں انتقال کیا۔ نہایت دوست پرور، ہنس مکھ، ظریف، بہان نواز اور ریاض تھے۔ تمام عمر مجبور رہے۔ فقر و فاقہ کی حالت میں بھی خودداری کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

**مرزا فرحت اللہ بیگ** مرزا فرحت اللہ بیگ کے آباؤ اجداد شاہ عالم ثانی کے عہد میں ترکستان سے ہندوستان آئے اور دہلی میں آباد ہوئے جہاں وہ ۱۸۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام مرزا شمس اللہ بیگ تھا۔ دہلی کے مختلف کتبوں اور مدرسوں میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہندو کا بیچ میں داخل ہو کر ۱۸۵۶ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۶۱ء میں حیدر آباد گئے اور ایک مدرسہ میں مدرس ہو گئے۔ پھر انگریزوں کے ترجمان سے ترقی کرنے کرتے اسسٹنٹ سوم میگزین کے عہدے تک پہنچ گئے۔ ۱۹۱۹ء میں انہوں نے اپنا سب سے پہلا مضمون رسالہ افادہ اگرہ میں لکھا۔ ۱۹۲۳ء سے باقاعدہ لکھنا شروع کیا۔ اگرچہ انہوں نے مزاحیہ رنگ میں مضمون نویسی کی ابتداء کی مگر بعد میں ہر قسم کے مضامین لکھے۔ سوانحی، افسانوی، تنقیدی، اصلاحی، معاشرتی مگر مزاحیہ رنگ سب میں نمایاں رہا۔ ان کے مضامین کے رسات مجموعے مضامین فرحت کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ ان کی صفات ہنسندہ اور سلیس عبارت میں نہایت لطیف اور سنجیدہ ظرافت ہوتی ہے۔ اس فن کے وہ مہم تھے۔ ان کی نظموں، غزلوں، رباعیوں کا مجموعہ ”میری شاعری“ کے نام سے شائع ہوا ہے مگر ان میں بھی مزاحیہ رنگ نمایاں ہے۔ ان کا انتقال، ۲۴ اپریل ۱۹۴۷ء کو ہوا۔

**”فانی“** شوکت علی خاں فانی ایک ایسا انسان تھا جسے زندگی نے قدم قدم پر شکست دی جسے قسمت نے ناکامیوں اور نامرادیوں کے سوا کچھ نہ دیا۔ جسے پیاس بھانے کے لئے دریا نے راحت میں سے ایک قطرہ بھی نہ ملا۔ پھر اگر کوئی ایسا انسان زندگی کی حسین بہاروں سے منہ موڑ کر موت کی سنان راہوں پر آئیٹھے تو کیا تعجب ہے۔ اور اب اگر وہ زندگی کو دلوانے کا خواب نہ سمجھے تو آخر کیا سمجھے۔ فانی محبت میں ناکام رہے زندگی گزارنے کے لئے کوئی کاروبار نہ کیا پھر ناکام رہے۔ سمجھا کہ لکھنو چھوڑا اگرچہ چلے آئے۔ لیکن یہ بوجھ راس نہ آئی۔ دل بھلانے کی خاطر ایک ماہ نامہ ”تسلیم“ جاری کیا لیکن کسی ناکام انسان کا رسالہ کیوں کر کامیاب ہوتا۔ طائر کی تلاش میں ایک مدت تک۔ دوسرے دوسرے پھرنے کے بعد آخر حیدر آباد میں ایک سکول کی ہیڈ ماسٹری ملی۔ لیکن قسمت کو یہ کہاں

کہا کہ خالق علی اسودگی کے سانس سے سکے۔ آخر یہ ہیڈ ماسٹری بھی چھین لی گئی۔ — سرچیز کی کوئی نہ کوئی مدد ہوتی ہے مگر خالق کی نامزدیوں کی کوئی مدد نہ تھی۔ آخر خالق دنیا سے بیزار زندگی سے بدظن و دوستوں سے بدگمان ہو کر اپنی نامزدیوں کے بحر عمیق میں ڈوب گئے۔ خالق نفس کی طرح تمام زندگی درد بھرا راگ گاتا رہا اور آخر گاتے گاتے ایک دن جل کر محسوس ہو گیا۔ اس خدا کرے خالق کی خاک سے نفس کی طرح کوئی اور خالق پیدا نہ ہو۔

ان کی پیدائش ۱۳ ستمبر ۱۸۶۹ء کو اور وفات ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کو ہوئی۔

### سید انور حسین آرزو لکھنوی

سید انور حسین عرف مخدوم صاحب میرزا کر حسین یاس لکھنوی کے منجھلے صاحبزادے تھے۔ ان کے جد امجد علی نواب سید جان علی خاں الحافظ بہ نواب تہور خاں اور نگ زیب کے عہد میں اپنے والد میر شہام علی خاں کے ہمراہ ہرات سے ہندوستان آئے اور اجیر میں قیام کیا۔ نواب تہور خاں کے پوتے نواب سید الدین خاں المعروف بہ نواب مرزا گل بیگ اجیر سے منجھلے تھے۔ یہاں ولایت کی بارہ درجی میں میرزا کر حسین یاس کا قیام تھا۔ آرزو کی ولادت ۸ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ کو ہوئی۔ والد بھی شاعر تھے اور بھائی میر یوسف حسن قیاس بھی نیک سخن کو تھے۔ گھر کے ماحول اور لکھنؤ کے مشاہیر نے آرزو کے مذاق شعری کی تربیت کی۔ جلال لکھنوی کے شاگرد تھے اور اسنادی کے رنگ میں شعر کہتے تھے۔ ۱۳۲۶ھ میں جلال کا انتقال ہوا۔ دو سال بعد ۱۳۲۸ھ میں جلال کے شاگردوں نے انہیں استاد کا جانشین تسلیم کیا۔ آخری عمر میں غمی کمینوں کے اصرار سے غمی گانے لکھے۔ کچھ عرصہ نیو تحریک ملکنہ میں رہے پھر اسی گردن میں بھی پھنسے۔ وفات سے قبل راجی چلے آئے اور ۱۹۵۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔ آرزو کا پہلا دیوان فغان آرزو ۱۳۲۳ھ میں شائع تھا۔ دوسرا جہان آرزو کے نام سے نظامی پریس لکھنؤ سے ۱۹۳۶ء میں طبع ہوا۔ بہت سے ڈرامے بھی لکھے جو مقبول آئے۔

### مولوی سید ممتاز علی

شمس العلماء مولانا سید ممتاز علی ۲۷ ستمبر ۱۸۶۹ء کو عید میلاد الہی کے دن انتقال ہوا۔ یہ رسول اللہ عید میلاد کی شاعت کرتے رہے اور ۱۵ جون ۱۹۳۵ء کو عید میلاد الہی کے دن انتقال ہوا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی برکت تھی۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کی نگرانی میں ہوئی۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن مرحوم لاہور میں ان سے ہم سبق تھے۔ ۱۸۸۴ء میں انگریزی کی تحصیل شروع کی۔ ۱۸۸۸ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان دیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ کچھ عرصہ پنجاب چیف کورٹ میں مترجم رہے۔ پھر سرسید نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ ۱۸۹۹ء میں مولانا نے لاہور میں دورگاہ عام کے نام سے ایک مطبع، ددارالاشاعت پنجاب کے نام سے ایک کتاب خانہ اور "تہذیب نسواں" کے نام سے زمانہ اخبار جاری کیا اور تعلیم نسواں کی نہایت مفید خدمت انجام دی۔ ۱۹۰۹ء میں آپ نے بچوں کے لئے "پھول" اخبار جاری کیا جو اب تک سرکاری اور غیر سرکاری محلوں میں مقبول ہے۔ مولانا نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں حقوق نسواں، آزاد المعاد، رد الملاحہ، تذکرۃ الانبیاء، شیخ حسن وغیرہ مشہور ہیں لیکن آپ کا سب سے بڑا علمی اور دینی کارنامہ "تفصیل البیان" ہے یہ آیات قرآنی کی ایک مبسوط فہرست ہے جو معانی و مطالب کے اعتبار سے مرتب کی گئی ہے۔ آپ کے لائق فرزند سید حمید علی اور سید امتیاز علی تاج اب تک آپ کے کام کو نہایت کامیابی سے چلا رہے ہیں۔

### حافظ محمد اسلم حیراج پوری

مولانا محمد اسلم حیراج پوری ہماری بزم علم و ثقافت کے دور پیش کی یادگار تھے۔ ۷ ربیع اول ۱۲۹۹ھ کو موضع حیراج پور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی سلامت اللہ

ربا سنت جو پہلی میں حکمہ تعلیمات کے انسر تھے، انہوں نے قرآن مجید حفظ کرانے کے بعد مشہور استادوں سے عربی و فارسی کی تعلیم دلائی اور پھر درس نظامی کی علامہ سب خرد پڑھائیں۔ تعلیم سے فارغ ہو کر پیسہ اخبار لاہور میں مترجم مقرر ہوئے۔ دو سال بعد وہاں سے علی گڑھ کا جیٹ سکول میں چلے گئے پھر مسلم یونیورسٹی سے متعلق ہو گئے۔ ایک زمانہ میں ان کے مقالات کی بڑی دھوم تھی ۱۹۲۱ء کی تحریک ترک موالات کے زمانہ میں آپ نے علی گڑھ کالج چھوڑ کر جامعہ ملیہ میں شرکت اختیار کی اور تادم مرگ اسی سے وابستہ رہے۔ آخر جنوری ۱۹۵۶ء میں جامعہ نگر ہی کی خاک میں آرام کیا۔ مولانا باقاعدہ اور وسیع المطالعہ عالم، قناعت پسند، گوشہ نشین، مؤلف اور منکسر المزاج بزرگ تھے، آپ کی تالیفات میں تاریخ الامت کو بڑی شہرت اور قبولیت حاصل ہوئی۔ یہ کتاب چھوٹی چھوٹی سات جلدوں میں ہے۔ اس کے علاوہ چند ادبی اور تعلیمی مضامین اور سوانحی تالیفات ملاحیات جامی اور حیات حائضہ بھی ان کی یادگاریں ہیں۔ قرآن مجید کا مطالعہ بڑے شوق اور شغف سے کرتے تھے۔ جس کا ثبوت تاریخ القرآن اور تعلیمات قرآن وغیرہ کتب سے ملتا ہے۔

**محمد شیرانی** محمود شیرانی اکتوبر ۱۸۸۵ء میں بنام ٹونک پیدا ہوئے۔ پندرہ قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر ۱۸۹۵ء میں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے لاہور آئے اور سنٹرل ماڈل سکول میں داخل ہوئے۔ لیکن انگریزی اور ریاضی سے مناسبت نہ تھی اس لئے اوڈیشل کالج میں داخل ہو کر ۱۸۹۹ء میں مٹھی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۰۲ء میں بیرسٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلستان گئے۔ والد کے انتقال کی وجہ سے ان کا بیعت بند ہو گیا۔ میوزک کمپنی نے آپ کو مشرقی مخطوطات اور دوسری قدیم اشیاء کی خرید پر مامور کر دیا۔ کچھ اس سے اور کچھ دینی کے بدلے ان کی مالی حالت اچھی ہو گئی۔ ۱۹۱۳ء میں تھوری مدت کے لئے ہندوستان واپس آئے مگر جنگ عظیم کی وجہ سے پھر نہ جاسکے انہیں مخطوطات اور نادر سکتے جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ پیسے اسلامیہ کالج لاہور اور پھر اوڈیشل کالج لاہور میں ملازمت کی۔ ان کی مشہور تصانیف دو پنجاب میں اردو اور تہذیبی شعرا، ہم ہیں آخر ۱۹۳۶ء میں انتقال ہوا۔

**سر محمد یعقوب** مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد ماجد مولوی محمد اسماعیل وکیل شاہ جہان پور نہایت نیک، امین اور دین دار بزرگ تھے۔ ندوۃ العلماء کے رکن تھے اور ۱۹۰۸ء کی تبلیغی تحریک میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

سر محمد یعقوب نے اگرچہ انگریزی تعلیم حاصل کی، مگر نہ بھی ذوق درندہ میں پایا وہ بڑے خوش قسمت تھے۔ مراد آباد کی وکالت سے لے کر کونسل کی صدارت تک انہوں نے ترقی کی۔ پھر سرکار نظام کے شیر اصلاحات بھی رہے۔ نومبر ۱۹۳۶ء میں انتقال کیا بڑے خوش خلق، ذواضع پسند، متعلیٰ مزاج اور کشادہ دست تھے۔

**مولانا تاجور نجیب آبادی** احسان اللہ خاں نام، تاجور شخص۔ وطن نجیب آباد۔ والد کا نام محبت اللہ خاں تھا۔ ۱۸۹۵ء میں مقام مینی مالی پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دیوبند سے فضیلت حاصل کی پھر ۱۹۱۴ء میں لاہور آکر اوڈیشل کالج سے مولوی فاضل اور منشی فاضل پاس کیا۔ پیسے دیال سنگھ ہائی سکول میں اوڈیشل ٹیچر لگے۔ کچھ عرصہ بعد دیال سنگھ کالج میں پرنسپل ہو گئے اور بقیہ زندگی درس و تدریس میں گزارنے کے بعد ۳۱ جنوری ۱۹۵۵ء کو لاہور میں انتقال کیا۔

مولانا شاعر، ادیب اور صحافی کی حیثیت سے بہت مشہور تھے۔ ۱۹۱۱ء میں لدھیانہ سے ماہنامہ آفتاب اردو جاری کیا اور ۱۹۱۲ء میں تاج الکلام ۱۹۱۶ء میں لاہور آکر پانچ سال تک مخزن کی ادارت کی ۱۹۲۲ء میں ہمایوں کے جاسنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ان کے لئے پرم جام جاری کیا۔ ۱۹۲۹ء میں رسالہ ادبی دنیا نکالا جو آجکل مولانا صلاح الدین کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔

۱۹۳۱ء میں شاہکار جمہوری کیا جو بڑا بلند پایہ رسالہ تھا۔ میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز کے تعاون سے اردو مرکز قائم کر کے اردو نظم و نثر کا بہترین انتخاب، مہ جلدوں میں شائع کیا۔ مگر ان کے کلام کا مجموعہ آج تک شائع نہیں ہوا۔

**یاس بیکانہ چنگیزی لکھنؤی** | مرزا داج حسین جس کا تاریخی نام مرزا افضل علی بیگ تھا۔ پہلے یاس تخلص کرتے تھے مگر بعد میں شملے لکھنؤ کی لاگ سے یگانہ تخلص کرنے لگے ان کے مورث اعلیٰ مرزا حسن بیگ چشتی اپنے بھائی

مرزا امراہ بیگ کے ہمراہ ایران سے ہندوستان آئے۔ مرزا حسن علی بیگ صاحب سیف تھے اور دورِ مغلیہ میں انہیں عظیم آباد میں جاگیر ملی تھی۔ یاس کے والد مرزا پیارے صاحب کے زمانہ تک ترقیم ہوتے ہوئے ختم ہو چکی تھی۔ مرزا داج حسین کی ولادت ۱۲۷۵ھ میں ہوئی۔ درسیات فارسی کی تکمیل کے بعد انگریزی پڑھی۔ شاعری میں سید علی خاں پنا ب اور شلے سے استفادہ کیا ۱۲۹۵ھ میں کلکتہ جا کر مشایخِ برج میں شہزادہ مرزا محمد تقیم بہادر کے صاحبزادوں کے اتالیق مقرر ہوئے مگر ۱۲۹۹ھ میں صحت کی خرابی کے باعث لکھنؤ چلے آئے۔

۱۹۱۴ء میں یاس کے کلام کا پہلا مجموعہ نثر یاس شائ ہوا۔ جب مولانا تاجور نجیب آبادی نے لاہور میں اردو مرکز قائم کیا تو سر داج یاس کو لاہور بلا لیا۔ یہیں ان کی کتاب آیات و بعدانی شائع ہوئی پھر دوسرا مجموعہ گنجینہ کے نام سے شائع ہوا۔ مگر ان کی شاعری کی تمام نوبان خاکبہ شکنی کے جذبے میں دب کر رہ گئیں۔ انتقال ۱۹۵۷ء کو ہوا۔

**نوبت رائے نظر** | نوبت رائے نام، نظر تخلص تھا۔ لکھنؤ کے کائٹھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲۶۶ھ میں پیدا ہوئے فارسی اردو اور انگریزی خوب جانتے تھے۔ شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ آغا ظفر لکھنوی کی شاگردی اختیار

کی۔ ۱۲۸۹ھ میں لکھنؤ سے رسالہ خدنگ نظر جمہوری کیا جو سات سال بعد بند ہو گیا۔ ۱۲۹۵ھ میں رسالہ زمانہ کانپور کے مدیرِ حلاوت مقرر ہوئے۔ ۱۳۰۵ھ میں اس سے الگ ہو کر اخبار آزاد کی عیالِ ادارت سنبھالی۔ زراں بعد لکھنؤ جا کر قفریہ کی ایڈیٹری کی۔ پھر اردو اخبار میں چلے گئے۔ لیکن صحت کی خرابی کی بنا پر وہاں سے بھی تعلق منقطع کر لیا۔ آخر میں کچھ عرصہ اخبار خادم ہند کے ایڈیٹر رہے۔ اعلیٰ پایہ کے افشا پر داز ہونے کے علاوہ خوش نویس اور مصور بھی تھے۔ ۱۰ اپریل ۱۳۲۳ھ کو انتقال کیا نہایت سادہ مزاج اور خوش خلق تھے۔ بقول خشی دیار زائن نظم و فطرت سے انہوں نے علم و ادب کے نئے نہایت موندل طبیعت پائی تھی۔ قدرت نے انہیں نہایت تسست و سلیم ذوق سخن عطا کیا تھا۔ انہیں اس ان کو صحبت بہت اچھی ملی جس سے طبیعت میں رفعت، مزاج میں متانت اور عادت میں سنجیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ ذہن بلا کا تھا معیار سالانہ بہت اونچا از رمعج نظر نہایت بلند تھا۔

**قاضی عبدالغفار** | مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی۔ اپنی ادبی اور سیاسی زندگی کا آغاز یکم جون ۱۹۱۲ء سے ہمدرد دہلی میں مولانا محمد علی جوہر کے مددگار کی حیثیت سے کیا۔ جب مولانا محمد علی کی صحت بگڑنے لگی تو

ہمدرد اور کامریڈ کے سلسلے میں زیادہ تر ذمہ داریاں انہیں پر آئیں۔ مولانا کی نظر بندی کے بعد قاضی صاحب کلکتہ چلے گئے اور وہاں سے روزانہ جمہور جمہوری کیا اس کے بعد حیدر آباد جا کر روزانہ پیغام نکانا شروع کر دیا جو دس پندرہ سال تک جاری رہا۔ ان کی ادبی شہرت لا آغا ییل کے خطوط سے بڑھا جو سب سے پہلے ننگ خیال لاہور میں چھپنے شروع ہوئے۔ اس کے بعد ان کی کتابیں جنوں کی ڈائری اور تین چیسے کی چھوڑی بہت مقبول ہوئیں۔ ترجموں میں ”اس نے کہا“، فیصل جبران کا آزاد اردو ترجمہ اور ”سب کا دوست“، گلزوردی کا ترجمہ بہت مشہور ہیں۔ سوانح نگاری میں ”آثار جمال الدین“، ”حیات اجل“ اور ابوالکلام آزاد جیسی کتابیں یاد گار چھوڑیں تنقیدی

مضامین بھی بکثرت لکھے مگر ان کا کوئی مجموعہ شائع نہیں ہوا۔ آخری دنوں میں علی گڑھ اگر انجمن ترقی اردو دہندہ کے سیکرٹری اور اس کے ہفتہ وار ترجمان، ہمدردی زبان، کے مدیر کی حیثیت سے قابلِ قدر خدمات انجام دیں آخر، ارجنوری ۱۹۵۳ء کو ۶۷ برس کی عمر پاکر علی گڑھ میں انتقال کیا اور یونیورسٹی کے قبرستان میں سپردِ خاک ہوئے۔

## علامہ عبداللہ یوسف علی

آپ کا نام عبداللہ اور آپ کے والد کا نام خاں، مادر یوسف علی شجاع الدین تھا۔ باپ کا نام اساتذہ ملاکر آپ عبداللہ یوسف علی کہلاتے تھے۔ بیٹے کے قریب شرسورت میں ۲۳ محرم الحرام ۱۲۸۹ھ مطابق ۳۱ اپریل ۱۸۷۲ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیمی زندگی مدرسہ انجمن اسلام، بمبئی سے شروع کی۔ دس سال کالج بمبئی سے بی اے کی ڈگری لی اور کیرج یونیورسٹی سے ایم اے اور بیرسٹری کے امتحانات پاس کر کے ۱۹۰۵ء میں انڈین سول سروس میں داخل ہوئے۔ پہلے کے صوبہ میں اسسٹنٹ مجسٹریٹ سے لے کر کلکٹری اور ججی تک کے عہدے پر سرفراز رہنے کے بعد فائنل ڈیپارٹمنٹ حکومت ہند میں انڈر سیکرٹری مقرر ہوئے۔ پھر حیدرآباد میں صیغہ مال کے صدر المہام کی حیثیت سے تشریف لے گئے جہاں سے نارنغ ہو کر انگلستان چلے گئے اور وہاں بیرسٹری شروع کر دی۔ قیام انگلستان کے زمانہ میں آپ نے ایشیا اور یورپ کی متعدد زبانیں سیکھیں اور ان زبانوں کے اخبار و رسائل میں نہایت فاضلانہ مضامین لکھ کر اپنی قابلیت کا سکہ منوایا۔ ڈچ زبان میں آپ نے ایوولوشن آف انڈین کلچر اور جرمن زبان میں انڈیا اور یورپ نامی کتابیں لکھیں۔ اس کے بعد ہندوستان چلے آئے اور اسلام آباد کالج لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ تین سال بعد ولایت گئے اور کچھ عرصہ وہاں قیام کرنے کے بعد پھر اس کالج کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔ اس عرصہ میں انہوں نے قرآن کریم کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ان کا آخری مہتمم بالشان کاغذ نمبر ہے۔ آخری عمر میں پھر انگلستان میں مقیم ہو گئے تھے۔ وہیں طویل علالت کے بعد، ۱۰ دسمبر ۱۹۵۳ء کو لندن کے ایک ہسپتال میں انتقال فرمایا۔

## بہادر باب جننگ نواب بہادر خان

نواب بہادر باب جننگ بہادر خاں کا نام آتے ہی ایک خوبصورت و جوان شائش شباش تبسم چہرے، صحیح و مؤمنہ جسم، خوبصورت اور دلفریب قد بالاکے ساتھ مید رآبادی شیردازی اور ترکی ٹپنی میں عبوس نظروں کے سانے آغا بنا ہے، جس کی شخصیت ہر پہلو سے محبوب تھی۔ وہ ارادے کے پکے، بات کے وضعی، مخلص و فداوار، خدا ترس، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، بہادر و سہلانی، بہادر سپاہی، اور بہادر پٹھان تھے۔ ان کی پیدائش ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ وہ سدوزئی قبیلہ سے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد آخری مغل عہد میں ہندوستان وارد ہوئے۔ پہلے بچے پور میں طرح اقامت ڈالی اور راجہ سے کچھ جاگیر حاصل کی پھر حیدرآباد جا کر مجدد اکے عہدے پر سرفراز ہوئے اور تیس ہزار کی فسطا بعد نبل جاگیر پائی۔ بہادر خاں نے عیش و راحت کی آغوش میں پرورش پائی۔ ان کی عربی تعلیم کچھ زیادہ نہ تھی تاہم حج کے موقع پر حجاز میں اور حج کے بعد مصر میں کچھ روز قیام کر کے اتنی جہارت بہم پہنچائی تھی کہ قرآن پاک کی آیتوں کا مطلب بے تکلف سمجھ لیتے تھے اور تفسیروں سے مددے کر جمع نماز کے بعد اپنے قریب کی مسجد میں لوگوں کو قرآن پاک کا درس سناتے تھے۔ ہفتہ میں ایک دن اقبال کی کتابوں کا درس ہوتا تھا اور اقبال کے فلسفے کی گتھیاں سمجھائی جاتی تھیں۔ انہوں نے حیدرآباد کے جاگیرداروں کو جگایا عام مسلمانوں کو اتحاد المسلمین کے زیرِ سایہ ایک مرکز پر جمع کیا۔ پاکستان کے نظریے کی حمایت میں قائد اعظم کا ساتھ دیا۔ اپنے تمام خطابات واپس کرے اور ۲۵ جون ۱۹۴۷ء کو اس دنیا سے وداع کر کے کوچ کیا۔

## مرزا محمد عسکری

مرزا محمد عسکری بی اے کمشنر کے مشرقی قندھار کی، غری یا دو گادوں میں۔ سے تھے۔ مدت تک لاہور کے صدر منبر کی حیثیت سے سلسلہ خدمت میں مشغول رہے۔ انگریزی اور اداغ فارسی زبانوں پر کافی عبور تھا۔ انگریزی سے اردو ترجمہ، خاص سید قحطا ان کی ترجمہ کی ہوئی متعدد کتابیں اس وقت تک شائع ہو چکی ہیں جن میں ایم بابا سکینہ کی تاریخ ادب، اردو بہت مشہور و مضمون ہے۔ اس ترجمہ میں مرزا صاحب نے بہت سی مفید باتوں کا اپنی طرف سے اضافہ بھی کیا ہے۔ مرزا غالب کی شرعی و تنقیدی مقال، افقِ اساطیر، بی خطوط غالب اور کلاہی بھی آپ کی چند تصانیف ہیں لیکن نور الدین کشیم اور آئینہ بلاغت ان کی وہ کتابیں ہیں جن میں مرزا صاحب اپنے صحیح و خالص کے ساتھ بہت بلند نظر آئے ہیں۔ وہ طبعی ایچے دوست اور بڑے دلچسپ۔ بزرگ تھے۔ زبان بڑی چٹھارے وار بولنے لگتے تھے۔ لوگ ان کے پاس صرف نیکیاں بولی ٹھولی اور کبھی کبھی غلط جملے، سننے جانے لگے مگر اب وہ قبر کا کونہ آباد کر چکے ہیں۔ تاریخ وفات ۱۵ ستمبر ۱۹۶۲ء ہے۔

## سید ضمیر الدین احمد

فاضل دیوبند سید ضمیر الدین احمد ضیاء آباد پٹنہ کے ایک عالی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۸۷۵ء میں پریسیڈنسی کالج لکھنؤ سے نمبر اولیٰ انگریزی اور فارسی میں اعزاز کے ساتھ بی اے پاس کیا۔ اپنی دیگر اخباروں میں مضمون نویسی کے ساتھ ساتھ آپ نے انگریزی اور اردو میں متعدد کتابیں لکھیں جن میں شیر شاہ کی لائف (انگریزی)، راجہ کی لائف (انگریزی)، داؤد پشی کی لائف (انگریزی)، ترجمہ طہات، اکبری (انگریزی)، نسفہ نقف، کوکبہ ملوک و ملوک، سیرت اشرف وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ کوکبہ ملوک و ملوک میں ملک قطب الدین ایک سے لے کر ملکی سلاطین تک کے تاریخی حالات و وجہ کئے گئے ہیں۔ سیرت اشرف محمد شرف الدین بہار کی سوانح عمری ہے۔ آخر ان کے کتاب بہت قابل قدر اور قابلِ تعلق نظر سے بڑی اہم ہے۔ عمر مرزا چچی تھی۔ اب نایاب ہے۔ جنوری ۱۹۵۲ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ ممتاز شاعر اور ادیب سید بدر الدین احمد صاحب بدر آپ ہی کے فرزند تھے۔

## سلطان حیدر جوش

سلطان حیدر نام، جوشی تخلص تھا مکہ کلام دیکھنے میں نہیں آیا۔ شریکِ طوفان طبیعت زیادہ مائل رہی۔ وہ باپ کی طرف سے شیخو پورہ دہلیوں کے فریدی خاندان سے تھے اور ان کی جانب سے ان کا سلسلہ حکیم حسن اللہ خاں دہلوی سے منسلک ہے ان کا بچپن دہلی میں گذرا۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی۔ انٹرنس پاس کرنے کے بعد ۱۹۵۵ء میں مدرسہ العلوم علی گڑھ پہنچے لیکن تعلیم اٹھوڑی ہی ۱۹۶۲ء میں ملازمت کا سلسلہ تحصیلدار سے شروع ہوا اور ۱۹۶۹ء میں نیک نامی سے ترقی کر کے ڈپٹی کمشنر سے پنشن پائی۔ باقی عمر علی گڑھ میں گزار دی اور وہیں ۱۳ اگست ۱۹۵۳ء کو عیش کے لئے آرام کی منہ سو گئے۔

وہ ایک مخصوص رنگ کے نہایت عمدہ نثر لکھنے والے تھے جن کے مضامین اکثر غزن لاهور، اناظر کھنڈ، ہمدرد دہلی، انگلش لٹریچر، نقیب دہلیوں اور سرگزشت علی گڑھ کے صفحات کی زینت ہوتے تھے۔ ابنِ سلم ایک ناول بھی لکھا جو بے حد مقبول ہوا۔ ایک کتاب بانٹے شیخو پورہ مختتم خاں نواب فرید خاں کے حالات میں لکھ کر تاریخ کی خشکی کو ادب کی زینت سے دور کیا۔

## مولانا عبد السلام ندوی

مولانا عبد السلام ندوی، عظم کے ایک چھوٹے سے گاؤں علاؤ الدین پٹی میں سلسلہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر کے مکتب میں، فارسی کی تکمیل اپنے خسر مولوی عبد اللہ سے، عربی کی تحصیل کانپور، اگرہ اور مدرسہ چشمہ رحمت غازی پورہ میں کہنے کے بعد ۱۹۱۹ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے۔ اور ۱۹۲۱ء میں بی اے سے فراغت حاصل کر کے یہیں ادب کے مدرس ہو گئے۔ شعر ادب اور لکھنے پڑھنے کا ذوق ابتدا سے تھا۔ میر تقی علی جلال کھنڈوی کے رنگ سے متاثر ہو کر نہایت اچھے شعر کہتے تھے۔ مولانا شبلی نے ان کی صلاحیتوں کا اندازہ کر کے پہلے اصفہ کا سب ایڈیٹر اور پھر ایڈیٹر مقرر کیا۔ اس کے



بعد سیرۃ النبی کی تالیف میں ان سے مدد لی۔ ڈیڑھ دو سال مولانا ابوالکلام آزاد کے اہلال میں کام کیا۔ سلسلہ میں دارالمصنفین اعظم کو مدد نامہ پہنچا۔  
پراس سے وابستہ ہو گئے۔ آخر سہ ماہیہ اکتوبر ۱۹۵۵ء کی درمیانی شب کو موت نے دفعۃً اس سے جدا کر دیا۔ مولانا فطری مصنف و اہل علم اور  
ادیب و انشا پرداز تھے۔ سرسری مطالعہ سے کتابوں کا عطر کھینچ لیتے تھے۔ ثابت معصوم، بے نفس، قناعت پسند اور مستغنی انسان تھے۔ ہندی  
زندگی نامہ نمبر ۵۷ بے نیاز یک گوشے میں بیٹھ کر علو دین کی خدمت میں گزار دی۔ مذہبیات سے لے کر شعر و ادب تک ہر موضوع پر ہزاروں صفحے  
لکھے۔ ان کی اہم تصانیف: مسودہ صحابہ، سیر الصحابیات، سیرۃ بن عبد العزیز، ابن عیینہ تاریخ اخلاق اسلامی، حکمائے اسلام، شعر الہند، اقبال کامل  
تاریخ فقہ اسلامی، ابن خلدون، انقلاب انہم، انصاف اسلام اور فقرائے اسلام وغیرہ ہیں۔

### مولوی مسعود عالم ندوی

سید مسعود عالم ۲۱ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۱۰ء کو ہمارے ایک گاؤں اوگاواں ضلع پٹنہ  
میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولانا حکیم سید البرافعی عبدالشکور کاشمار صوبہ بہار کے بلند پادہ علماء  
ہیں ہوتا ہے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اور مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں۔ اور مکمل دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ہوئی۔ عربی زبان و ادب کا شروع سے  
شوق تھا۔ اسی میں مقالہ لکھ کر ڈاکٹر ٹیٹ کی سند حاصل کی ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۷ء تک چار سال لکھنؤ سے ایک عربی ماہنامہ ”الانصاف“ نکالتے رہے۔  
انگریزی ایف اے تک پرائیویٹ پڑھی۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۳۷ء سے اکتوبر ۱۹۳۸ء تک خدائش لائبریری پٹنہ میں مرتب فہرست (کیتلاگ) رہے  
اور اس عرصہ میں عربی جرائد میں مضامین لکھنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اس کے بعد جماعت اسلامی کی سرپرستی میں دارالحدیث ”کے نام سے  
عربی دارالتصنیف کی بنیاد رکھی اور آخری دم تک اس کے نگران رہے۔ اس سلسلے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی بہت سی کتابیں عربی میں  
منتقل کیں۔ ۱۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو کراچی میں وفات پائی متعدد کتابیں یادگار چھوڑیں جن میں اسلام اور اشتراکیت، ہندوستان کی پہلی اسلامی  
تحریریں اور عرب میں محمد بن عبداللہ ابوالعزیز علیہ السلام کے ذکر پر ایک نظر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ وہ اپنے سے ممتاز الفاظ میں نہایت  
مختصر کہتے تھے۔

### مولوی اکرام اللہ خاں ندوی

مولوی صاحب ندوہ کے فارغ التحصیل اور مولانا شبلی کے عزیز اور لائق شاگردوں میں تھے مولانا شبلی  
کی زندگی ہی میں اندوہ کی ادارت کی۔ بعد میں نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شیرانی  
ان کو ایجوکیشنل کانفرنس میں لے گئے۔ اور وہ مستقل طور پر اسی سے وابستہ رہے۔ کانفرنس گزٹ کی ادارت اور تصنیف ”تالیف کا کام آپ  
کے سپرد تھا چنانچہ آپ نہایت خاموشی سے اپنے تحقیقی اور علمی مشاغل میں لگے رہتے تھے۔ بہت موٹے اور بچے سے خود حال کے ہستہ قد  
بزرگ تھے۔ شخصیت میں کوئی دجاہت اور جاہلیت نہ تھی۔ وطن شاہجہان پور تھا لیکن علی گڑھ میں بس گئے تھے اور کانفرنس کیا ڈنکے  
ایک مکان میں بیوی بچوں کے ساتھ رہتے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں انتقال ہوا اور یہیں سپرد خاک ہوئے مدفن حیات، آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

### مولوی سجد انصاری ندوی

محب اور مسودہ کے رہنے والے ہیں۔ سلسلہ نسب موضع یاسین پور کے انصاری خاندان سے  
منا ہے جس کے ارکان اکبر اعظم کے عہد سے لے کر اب تک برابر طیب ہوتے چلے آئے  
ہیں۔ مولوی سید ۱۶ فروری ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے۔ اختر علی تاریخی نام ہے۔ تعلیم کی منزلیں ۱۳۲۰ھ سے ۱۳۲۸ء تک کانپور میں طے  
ہوئیں۔ باقی عمر تصنیف و تالیف اور شعر و شاعری میں گزری۔ زیادہ عرصہ دارالمصنفین اعظم گرمہ میں رہے۔ ان کی عربی تحریریں پروفیسر ارگوٹ  
بست پسند کرتے تھے۔ ۱۹۱۶ء میں موصوف نے انہیں عربک لیٹری میسوسی ایشن آف لندن کارکن منتخب کیا۔ ستمبر ۱۹۵۷ء میں وصال

ہندوستانی اہلِ باد کے حصّہ داروں کے ایڈیٹر ہوئے۔ آپ شاعر بھی ہیں اور نثر نگار بھی۔ نقاد بھی ہیں اور مترجم بھی۔ مجھ کو کے رسالہ داران کے ایڈیٹر بھی۔ وہ چکے ہیں۔ نہایت باذوق، روشن خیال، وسیع النظر عالم ہیں۔ اندازِ بیان متین اور شستہ ہے۔ طرزِ تحریر ایسا ہے کہ اس میں سرسیدانہ شبلی کے رنگ سب سے جملے نظر آتے ہیں۔ سیرا لانصار، ہیرا نصیب اور جمالیاتی شاعری وغیرہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

## اختر شیرانی

دو دو خاں نام، اختر تخلص تھا۔ مشہور ناضل اور محقق حافظہ عمود شیرانی کے فرزند تھے۔ ۱۹۰۳ء کو ریاست ڈبہ میں پیدا ہوئے۔

لاہور ۱۹۲۱ء میں مٹھی ناضل اور ۱۹۲۲ء میں ادیب ناضل کا امتحان پاس کیا۔ شعر گوئی کا شوق بچپن سے تھا۔ پہلی نظم جو ۱۹۲۳ء میں

شائع ہوئی جس نے ان کا نام سارے ہندوستان میں مشہور کر دیا۔ مختلف وقتوں میں جمالیوں، انتخاب، ہمارا ہندوستان، ہندوستان، رومان اور شاہکار کے ایڈیٹر رہے۔ مولانا محمد علی جتوئی کے مدد سے اخبار ہمدرد دہلی کے لئے نکالنا ہی کالم بھی لکھتے رہے۔ ادارہ اور دوسرے میں مولانا تاجوڑ کے معین و مددگار کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ پھر مدد بخین ترقی اور دہلی سے بھی وابستہ رہے۔ ۱۹۳۵ء میں وطن واپس چلے گئے۔ مگر تقسیم ملک کے بعد پھر لاہور آ گئے۔ بادہ نوشی نے ان کے دل و دماغ اور دوسرے اعضاء بہت بڑا اثر کیا جس کے باعث ۹ ستمبر ۱۹۴۳ء کو میوہ ہسپتال لاہور میں انتقال ہو گیا۔ جرمیانی صاحب میں ہے کہ وہ اپنی روحانی شاعری کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ان کی نظموں کے مجموعے صبح بہار اخترستان، لاہور، طہار، دارہ، شہناز، شہرود، نغمہ جوم اور پھولوں کے گیت کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

## ڈاکٹر محمد دین تاثیر

محمد دین نام، تاثیر تخلص تھا۔ ۲۸ فروری ۱۹۱۲ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ میں اور اعلیٰ تعلیم مشن کالج لاہور میں پائی۔ ۱۹۳۲ء میں جب حکیم یوسف حسن نے نیرنگ خیال لاہور سے جاری کیا تو اس کے

عمد ادارت میں شریک ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں کچھ عرصہ اسلامیہ کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر رہ کر محکمہ اطلاعات پنجاب میں ملازم ہو گئے مگر یہ جگہ پسند نہ آئی اس لئے ۱۹۳۸ء میں پھر اسلامیہ کالج میں چلے آئے۔ ۱۹۳۵ء میں انگلستان گئے جہاں سے ۱۹۳۳ء میں کیمبرج یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری سے کم واپس آئے کچھ عرصہ ایم اے او کالج امرتسر میں پرنسپل رہے۔ ۱۹۳۹ء میں سری پرنسپل کالج سری نگر کے پرنسپل مقرر ہو کر کثیر چلے گئے۔ اس کے بعد بنیام پاکستان تک سندھ اور دہلی میں حکومت کے مختلف عہدوں پر فائز رہ کر ۱۹۴۵ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل ہو گئے۔ اسی دوران میں کشمیر کے مسلمانوں کے نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے امریکہ گئے اور ۱۹۴۵ء کو لاہور میں انتقال کیا۔

تاثیر ذات باذوق اور ذی علم تھے۔ نقطہ نظر میں نہایت بلند پایہ رکھتے تھے۔ ادب ارٹ کے نعت دہی تھے۔ دانتش کہہ "ان کے کلام کا مختصر مجموعہ مدح و عز کے نام" ان کے خطوط کا مجموعہ اور کنول ایک ناول ان کی یادگار کے طور پر شائع ہو چکے ہیں۔

## چراغ حسن حسرت

چراغ حسن نام، حسرت تخلص، ۱۹۰۶ء میں پونچھ دکنیم کے ایک گلوں بیاہیں پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے نانا حسن اور اپنے والد شیخ بدیع الدین سے حاصل کرنے کے بعد میٹرک کا امتحان پاس کیا اور لاہور ۱۹۲۳ء اور

میں بی اے کا امتحان دیا۔ حصولِ تعلیم کے بعد مصلیٰ پیشہ اختیار کیا لیکن کچھ دنوں بعد کلکتہ ہمارا اخبار نویسی شروع کر دی اور مصر، جدید انہی دنیا، جمہور، استقلال اور پیغام وغیرہ جرائد میں فرائضِ ادارت انجام دئے۔ ۱۹۳۰ء میں مولانا طغر علی خاں انہیں لاہور سے آئے۔ لاہور میں حسرت نے زمیندار، انصاف، احسان، اصلاح، شہباز، شیرازہ اور دیگر اخبارات کے اداروں میں کام کیا بعد ازاں آل انڈیا ریڈیو کی ملازمت اختیار کی۔ دوسری جنگ کے شروع میں فوجی اخبار کے ایڈیٹر مقرر ہو کر برادہ ملائے گئے۔ واپس آ کر اردو کی زمامِ ادارت سنبھالی۔ ۱۹۵۰ء کو یہاں سے مستعفی ہو کر ریڈیو پاکستان میں قومی پروگرام مرتب کرنے پر ملازم ہو گئے۔ مگر پھر لاہور آ گئے۔ اس دوران میں آپ کو دل کا عارضہ ہو گیا اور آپ ۲۶ جون ۱۹۵۵ء کو ممبئی کی نید

سو گئے۔

حضرت ایک تارکِ الکلام شاعر ہونے کے علاوہ بے مثال مزاج نویس اور طنز نگار تھے۔ پنجاب کا جغرافیہ، مردم دیدہ، دو ڈاکٹر، کیلے کا چھکا، بہت کی بیٹی، زندگی کے خطوط، ادبالی، کشمیر سرگزشت اسلام اور مطاببات وغیرہ آپ کی چند قابل ذکر تصانیف ہیں۔

**پروفیسر محمد نعیم الرحمن** | پروفیسر محمد نعیم الرحمن صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے ایس پیسے عربی و فارسی کے پروفیسر اور فیوڈیماس یونیورسٹی تھے بعد میں آلہ آباد یونیورسٹی میں آ گئے تھے۔ وہ اپنی کتاب مدخلات سورجی کی وجہ سے عربی دنیا میں مشہور ہیں۔ یہ کتاب انیس دسپن، اور مراکش کی ایک نہایت مستند تاریخ کا سلیس اور جامع اور اردو ترجمہ ہے جس کی اشاعت میں انہوں نے نہایت خوش مذاقی، سلیقہ اور ہنرمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اس کتاب کو اردو ادب میں ایک عمدہ اضافہ تسلیم کیا گیا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں انہوں نے سلطان صلاح الدین دیوبی کے تعلق ایک جرمن ماہر کا اردو ترجمہ کیا تھا جو مدائن کے نام سے چھپ چکا ہے اور قابل دید ہے۔

**سید نجیب اشرف** | سید نجیب اشرف ندوی ایم۔ اے دارالمصنفین اعظم گڑھ کے رفیق اور اسماعیل کالج (دعویٰ) کے پروفیسر ہیں۔ ان کا سب سے بڑا علمی کام نامہ یہ ہے کہ انہوں نے سلطان احمد اور رنگ زیب عالمگیر حضرت صدر کے رفعت مرتب کئے اور ان پر ایک نہایت فاضلہ مقدمہ لکھا جو مقدمہ رفعت عالمگیر کے نام سے دارالمصنفین اعظم گڑھ نے شائع کیا۔ اس میں فن، انشاء اور شانہ مراسلات کی تاریخ، ہندوستان کے صیغہ انشا کا حال اور انشا کے اصول اور خاص عالمگیر کی انشاپرکشت اس کی تاریخ کے ماخذ اور عالمگیر کی پیدائش سے برادارہ جنگ تک کے نام واقعات و سوانح پر خود اس کے خطوط واقعات کی روشنی میں تبدیلی نگاہ ڈالی گئی ہے۔

**اختر میاں جونا گڑھی** | قاضی احمد میاں نام، اختر تخلص تھا۔ جونا گڑھ کے اچھے کھاتے پیتے علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں آ گئے تھے اور کراچی میں مقیم ہو گئے۔ نہایت وسیع مطالعہ و تاریخ اور بڑے اچھے ادیب اور شاعر تھے۔ انجن ترقی اردو کے سہ ماہی رسالہ اردو، میں ان کے بلند پایہ تحقیقی مقالے اکثر شائع ہوتے رہتے تھے۔ قومی آواز میں بھی مستقل کھنٹے تھے۔ وفات سے پیشتر سندھ یونیورسٹی میں اسلامیات کے پروفیسر تھے۔ چند کتابیں ان کی یادگار ہیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

(۱) اسلام کا اثر یورپ پر۔ (۲) انارکلی بیگم۔ (۳) سیپارہ دل و رغزلیات کا مجموعہ۔ (۴) حیات نظامی۔ (۵) لطائف الاحم (ایک اندلی مریخ کی تاریخ کا ترجمہ)۔ (۶) اسلامی کتب خانے (۷) علم اور اسلام۔  
آپ کا انتقال ۱۵ دسمبر ۱۹۵۵ء کی درمیان شب کو حرکت قلب بند ہونے سے حیدر آباد سندھ میں ہوا۔ لاش کراچی لے جا کر دفن کی گئی۔

**میراجی** | میراجی بادی نام اس قدر شہرت حاصل کر چکا ہے کہ ان کا اصل نام محمد شام الدہ دار ان کے جاننے والوں تک کو معلوم نہیں۔ وہ ۱۹۱۵ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مشی مہتابا دیوی دیوے انجینئر تھے۔ ملازمت کی وجہ سے مختلف جگہ قیام رہا۔ میراجی کی تعلیم و تربیت بھی مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر ہوئی اور دیوبند ہی۔ مگر ذوق کتب بینی کے ساتھ ساتھ بھی ہی میں شعر کہنے شروع کر دیے

ہا میں ساری تھکن کرتے تھے مگر جب سکھ اور چلیک آبا سے لاہور آئے تو ان کی زندگی ایک ایسے انقلاب سے دوچار ہوئی کہ وہ سادگی سے پرزائی ہو کر باطن ہی بدل گئے۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے حلقہ ارباب ذوق میں دلچسپی لینی شروع کی۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۸ء تک رسالہ ادبی دنیا کے نائب مدیر سے پھر آل انڈیا ریڈیو میں ملازم ہو کر دہلی چلے گئے۔ وہاں انہوں نے سب ضرورت سہولت لکھنے میں مہارت حاصل کی۔ ان کی محنتوں کی وجہ سے ان کا مجموعہ "گیت ہی گیت" کے نام سے شائع ہوا۔ گیت ہی گیت کی میراجی شہاب میں ایسے غزل ہوئے کہ کسی کام کے نہ رہے۔ دہلی سے دہلی جا کر ایک ہونے ماہنامہ دنیا میں صحافی کیا۔ ۳ نومبر ۱۹۳۸ء کو بمبئی کے ایک اسپتال میں انتقال کیا۔ میراجی کی زندگی خاصی پُر اسرار اور عیبہ تھی۔ وہ جنسی جذبات کا شکار تھے۔ ان کی اکثر نظموں میں بھی پیچیدگی اور ابھام پایا جاتا ہے۔

### سعادت حسن منٹو

سعادت حسن منٹو امرتسر کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے اور برصغیر پاک و ہند کے مشہور افسانہ نگار تھے۔ وہ ۱۱ مئی ۱۹۱۵ء کو سرالہ موضع لدھانہ میں پیدا ہوئے۔ امرتسر میں تعلیم پائی۔ میٹرک کے بعد کچھ عرصہ علی گڑھ یونیورسٹی میں گزٹا ناٹک جلد ہی تعلیم کا سلسلہ ختم کر کے امرتسر کے "دندانہ مسادات" سے منسلک ہو گئے۔ باری علیک نے منٹو کو تخلیق ادب کے راستے دکھائے۔ انڈیا میں انہوں نے یورپی زبانوں کے افسانے اردو میں منتقل کئے اور لاہور کے شہور رسائل "ہمایوں" اور "عالمگیر" کے علی الزینب فریدی اور دسی ادب غیر مرتب کئے جس سے ان کے تراجم کی دھاک بھٹ گئی۔ اس کے بعد انہوں نے طبع زاد کہانیاں لکھیں اور تھوڑے ہی عرصے میں ان کا شمار اردو کے بہترین افسانہ نگاروں میں ہوئے گا۔ کچھ عرصہ وہ بمبئی کے جنت روزہ مصور کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ پھر آل انڈیا ریڈیو دہلی میں ملازم ہو گئے۔ یہاں انہوں نے بعض نہایت کامیاب ریڈیو ڈرامے اور فخر سکھ جن کے محبوب "دھڑکے" ڈرامے "بتین عورتیں"، "دھڑکوت"، اور "جنارے"، وغیرہ ناموں سے چھپ چکے ہیں۔ دہلی سے پھر بمبئی گئے جہاں فلمی کہانیاں اور سکرانے لکھ کر "سکھان" کے بعد لاہور آکر ان دوستوں کے ایلیجکٹھے جو فنون لطیفہ کی دنیا میں مشہور تھے۔ یہ ایلیجکٹھے "گیتے فرشتے"، نامی کتاب میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ منٹو کی حقیقت ہندی اور جرأت و بے باکی بعض اتفاقات عمرانی کی حد تک پہنچ جاتی تھی۔ ان کے افسانوں کے مجموعوں میں "دھواں"، "اندو"، "سداقی"، "خالی بوتلیں"، "خالی ڈسے"، "خڈا گوشت"، "سکرانے" کے پچیس نچ ترش ٹبریں، "سکرک کے کنارے"، "خناہیں"، "دیور تامل" ہیں۔

۱۹۵۵ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔

### مجاز

اسرار الحق نام، مجاز تخلص تھا۔ ۱۹۱۵ء میں اپنے وطن قصبر مدلی طبع بارہ بکلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے "الذین سراج الحق" لکھنؤ میں مچی کے عہد سے پرنٹ ہوئے۔ مجاز کی ابتدائی تعلیم و تربیت یہیں ہوئی۔ ۱۹۳۲ء میں علی گڑھ یونیورسٹی سے بی اے کرنے کے بعد کچھ عرصہ آل انڈیا ریڈیو دہلی میں اور کچھ عرصہ حکومت بمبئی کے محکمہ اطلاعات میں ملازم رہے۔ ان کے بعد حلقہ ادب لکھنؤ میں آکر انہوں نے ادب اور دنیا ادب کے ادارہ میں رہ کر "دنگ لاٹریری" دہلی میں ملازم ہو گئے۔ لیکن تھوڑا عرصہ بعد ملازمت چھوڑ کر صرف شعروں کا شاعری لکھنے لگے۔ مجاز کی شاعری میں اپنے ماحول کے گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔ ابتدا میں وہ رومانی شاعر تھے۔ بعد میں مکی حالات سے متاثر ہو کر ان کی شاعری میں انقلابی رنگ پیدا ہو گیا۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام "آہنگ" کے نام سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ اس میں کچھ نظموں کا اضافہ کر کے مجاز نے ۱۹۴۵ء میں "شب تاب" کے نام سے اور پھر مزید اضافے کے بعد ۱۹۴۹ء میں "مازوں" کے نام سے طبع کیا۔ وہ ۵ دسمبر ۱۹۵۵ء کو فوت ہوئے۔

ان بات میں صوبجات متحدہ کی گورنر کا مولوی حسرت کے متعلق کبیر تک انہوں سے گزرا اور آپ کا خط بھی جو منزل پر پہنچا ہے۔ یہ ہے کہ لکھنؤ کے ان اہل الذہن خالو لڑتے اللہ تم استغفار و منزل علیہم السلام ان لکھنؤ والوں کی غمگین و غمگینوں کو دکھادی۔ قرآن نے ان کا دل افسانوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور پوری استغامت۔ کے ساتھ اس پر عمل کرتے ہیں۔ پھر وعدہ کیا ہے کہ ایسی پاک ہستیوں کے لئے نہ تو کوئی چیز بڑا رانے والی ہے اور نہ غمگین کرنے والی۔ مولوی حسرت نے اور آپ نے ثابت کر دیا کہ ایسے کامل انسانوں سے مسلمانوں کی مستقبل، ابھی باطل خالی نہیں ہوئی ہیں۔ یہ مقام یوسفی کا کامل ترین درجہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے دو درجے میں کھولی گئی تھیں۔ آزادی اور حبس، تہذیب خانہ اور طاعت خانہ۔ انہوں نے آخری راہ اختیار کی اور فرمایا رب انجی احب الیہ منا برعونی الیہ۔ یہ بات قید خانہ مجھ کو کہیں زیادہ محبوب ہے اس چیز سے جس کی طرف مجھ کو بلایا جا رہا ہے۔ الحمد للہ کہ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے حسرت کو مقام یوسفی کے کامل اتباع کی توفیق دی اور اس فضیلت میں کوئی دوسرا ان کا شریک و نظیر نہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔

اللہ دہودہ۔ اس مقام کے نعم و قدر شناسی کی امید نہیں۔ یہ قدر صرف تم بڑی کات جو کائنات کا ہی کے کاموں میں سب سے زیادہ محنت طلب اور مشکل وقت ہے۔ فصل کاٹنے کا وقت نہیں ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو دنیا ان لوگوں کو یاد کرے گی جنہوں نے بیج بونے کی محنت اپنے ذمہ لے لی تھی اور پھل کھانے کی لذت اُنے والوں کے لئے چھوڑ دی تھی۔ اس وقت آسمان وزمین ان لوگوں کی بڑائی پر شہادت دیں گے اور وہی دنیا جو اس وقت غافل سو رہی ہے اُسے گی تاکہ ان کی پستی کرے حسرت جو کچھ کر رہا ہے ہندوستانی اس کو بچاؤ برس بعد سمجھ سکے گا۔ اس وقت اس سے زیادہ امید نہ رکھئے کہ پندار خباہتوں میں دوچار معنوں نکل جائیں گے اور وقت کی حالت دیکھتے ہوئے یہ بھی غلاب توقع ہے۔ جو حالت اس بار سے میں دنیا کی متفقہ تاریخ بتاتی ہے۔ اس کا متفقہ تو یہ ہے کہ ہر طرف سے غمگین کی جگہ ملامت کی صدائیں اٹھیں اور لوگ کہیں نہ کہیں

... یہ تو بالکل ہو گیا ہے۔ انوار و مائیک کی اصلاح و خدمت کا اصلی مقصد دسہ عشرہ، جنبا، کام کی زندگی اور ان کا پاک نیند ہے۔ سوان کا حال جو نران نے بتلایا ہے وہ معلوم ہے جب کہ وہ اپنی قوم کو زندگی اور مایا بی غنا پاستے تھے تو تو ہم پیروز کی یارش سے ان کا استقبال کرتی تھی۔

جب میں آپ کے عزم و استقامت اور اس کے ساتھ ترائی و نس میری کو سونہا ہوں تو کہہ نہیں سکتا کہ قلب کا یا حال ہونا ہے۔ یہ اللہ ہی کی مدد ہے اور اس کے روح، قدس کا انعام جس نے آپ کو ان معائب و شدائد میں بھی وہ نہ عزم بخشنا ہے جو کسی ایک مرد کو بھی آج فیض نہیں۔ انفس میں خود بخود و محفل ہوا ہوں اور اپنے وجود کا کارہ کو آپ نے سنے کچھ سود مند نہیں پاتا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں کیا تلو آپ کے لئے۔ فید ہوسٹاموں، کوئی خدمت کوئی کام، کوئی خدمت، مجھے لکھے شاہ میں کچھ کر سکوں اور اس طرز اپنے نقیب نام و مجمل نو تکلیف دے سکوں۔ آپ کی مالی حالت آج کل کمپنی ہے۔ صاف و ضروریات کا کیا انتظام ہے۔ مکان قائم ہے یا نہیں اگر نہ ہے تو کو تو کہہ سکا انتظار ہوا ہے، امید ہے کہ انی نہ کہ حاصل نہیں کی۔

آپ نے فوڈ کی نسبت کھا فنا۔ یہاں یک شخص نے اپنے شوق سے لیا تھا میں نے ایک ہائی کے لئے اس کو کہا ہے کہ آپ کو بھیج دے میں نو اس کو ایک عمن بنے کا رستے سمجھتا ہوں۔ تعجب ہے کہ آپ کو اس کے لئے اعزاز ہے

مکتب مولوی عبدالحق صاحب (۲) مکتب البیہ ڈاکٹر عابد حسین صاحب جامہ دہلی

بنجارہ روڈ میدان آباد دکن

۲۲ مارچ ۱۹۳۲ء

تفنیق و کرمی تعلیم

میں اورنگ آباد چلا گیا تھا۔ آج ہی واپس آیا ہوں۔ عبدالحق حسن کی بیٹی کی شادی تھی۔ ان کا اور ان کی والدہ کا صحت اضرار تھا کہ جب تک آپ آئیں گے ہم بڑی کو رخصت نہ کریں گے۔ ناچار مجھے جانا پڑا۔ آپ کا خط جس میں حضرت بیجو کا مدد و ہمدردی امر طوفان تھا مجھے پہنچ گیا۔ اس میں اب کسی بحث یا گفتگو کی گنجائش باقی نہیں جس سے نطفی سے انہوں نے جید راہ باد کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے اور کہاں وہ "مختصرات کی خدمت میں عرض کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ہر مہر سے پڑھ کر بے اختیار (اور تو کیا کوئی) ان پر پیار آتا ہے۔ انہیں کیا معلوم کہ اس رقم کے حوالہ کرنے میں جو حضرت کی تقریریں اس وقت قبلا اور حقیقہ مجھے کیسی کیسی حکیم بنی اٹھانی پڑیں اور کیسے کیسے حق کرنے پڑے۔ دس سال کی متواتر جدوجہد کے بعد یہ دین نصیب ہوئے ہیں۔ اس پر بھی اہل کرم کا یہ خیال ہے کہ ہم نے بہت دیا۔ ورنہ ورت سے زیادہ دیا ہے

دونوں جہان دے کے وہ بھیجے یہ خوش رہا

یاں آپ ہی یہ سترہ م کو تکملا۔ کب کریں

یہ بڑا طوفانی قصہ ہے کبھی زبانی بیان کر دوں گا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ اتنی رقم بھی مل گئی ورنہ مجھے کوئی توفیق باقی

نہیں رہی تھی۔ وہ صاحبان علم و فضل جو ان چیزوں کے سمجھنے کے بڑے مدعی ہیں۔ انہیں کبھی یہ توفیق نہ ہوئی ڈاکٹر زبانى بہت کچھ تائید اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ کہ میری اس تجویز کو اپنی تائید کے ساتھ آگے بڑھائیں یا اس کی منظوری کے لئے کوئی کوشش کریں۔ ان چیزوں کا قد دان صرف ایک شخص تھا۔ یعنی مرحوم نواب عداد الملک اور وہ اس میں کبھی پس و پیش نہیں کرتے تھے اور فوٹو مدد دینے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ لیکن آخر عمر میں وہ معذور ہو گئے تھے۔ اور اگرچہ ان کے اختیار میں کچھ نہ تھا لیکن اس پر بھی یہ حال تھا کہ جہاں تک ہو سکتا تھا اور جو کچھ ہو سکتا تھا اس سے دریغ نہ کرتے تھے۔ علم و فن کے لئے تھے۔ ان کے مقررین کو بلا کر کہتے تھے۔ اہل عمل و عقد کو سمجھاتے تھے۔ اور اپنی ذات سے بھی بلا تامل مدد کرتے تھے اور کبھی زبان پر نہیں لاتے تھے۔ ایسے لوگ اب نہیں رہے۔ اب تو ہر کام بازار کا سودا ہو گیا ہے۔ سودے کی طرح معاملہ کرو تو ہوتا ہے۔ ورنہ کوئی نہیں پوچھتا۔ مجھے کس قدر حسرت و افسوس ہے کہ میں آج کل سید آباد میں ہوں اور نواب عداد الملک بہادہ نہیں ہیں ان کی ذات سے مجھے بڑی تقویت تھی اور بڑے بڑے کام کھیں معلوم ہوتے تھے۔ اب کوئی اب نہیں رہا جو علمی کاموں کی دل سے شوق سے قدر کرتا ہو۔ ان اچھوٹے نقدوں کی طرح داغ بیچ سے۔ دھوکے سے یا حشر نامہ سے یا سر ہو کر کوئی کام نکال لے تو نکال لے۔

میرا ارادہ اکیڈمی کے جلسے میں الہ آباد جانے کا نہیں تھا۔ لیکن ڈاکٹر نارائن چند کا ایک خط ایسا آیا ہے۔ کہ اب مجھے انکار کرتے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔ اللہ ایسے موقعوں پر ایک گز بہت کام آتا ہے وہ یہ کہ خط کا جواب ہی نہ دیا جائے اور پچھ سادھ لیں یہ گز میں نے ڈاکٹر نارائن چند ہی سے سیکھا ہے۔ لیکن اسے میں ان کے حق میں اس قدر استعمال کر چکا ہوں کہ یہ ہتھیار بھی اب کھنڈا ہو گیا ہے اس لئے اب میں کچھ ڈھل مل ساہو رہا ہوں آپ بھی ہمت کیجئے۔ چلئے۔ کچھ نہیں تو طاقات ہی کا لطف رہے گا

امید ہے کہ رقم پہنچ گئی ہوگی۔ رسیدیں صدیق حسن کے نام اور ملک آباد بھیج دیئے گا ڈاکٹر.... صاحب اچھے ہیں۔ اپنا کام خوب کر رہے ہیں لیکن اس سے زیادہ فریغ سرکل کے دلدادہ ہیں یہاں فرانسیسی دار لفظوں (یہ لافرد کا ترجمہ ہے) نے اپنی سوسائٹی بنائی ہے جس کا نام فریغ سرکل کر رکھا ہے اس میں صرف فرانسیسی بولی جاتی ہے۔ کسی دوسری زبان کے بولنے کی اجازت نہیں۔ فرانسیسی گیت گائے جاتے ہیں اور فرانسیسی ناچ ناچتے ہیں۔ مرد و عورت ہر دو جنس اس میں شریک ہیں مجھے تو ان کے لیجن کچھ اچھے جنس معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کی جامعہ کا معاملہ ابھی کونسل میں پیش ہے۔ ریاست صوبوں نے یہ دریافت کیا تھا کہ جامعہ کو حیدر آباد سے کیا امداد دی گئی ہے اور کب سے دی گئی ہے اس کا جواب اور تمام واقعہ (منازعہ فیہ) لکھ دبا گیا ہے۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ میں شعیب کو لکھ کر کوئی ایسی تحریر منگواؤں جس سے یہ معلوم ہو کہ اگرچہ چیف کمنشنر نے وہاں بھی امداد کے مدد کرنے کے لئے لکھا تھا۔ مگر کوئی معقول وجہ نہ ہونے سے امداد جاری ہے اور جو انڈیشہ چیف کمنشنر نے ظاہر کیا ہے۔ اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب کی خدمت میں بہت بہت سلام کے بعد میرا شکریہ پہنچا دیجئے گا۔ کہ ان کے

پہلے حادثہ یا غارتش نے ان کی ہدایت پر مبنی سے حید کے موقع پر لکھے بھیجے تھے۔ بہت چھ تھے۔ اور ہم سب نے خوب کھائے۔ قائم گنج سے بیراب تک آتے رہے لیکن پٹھان صاحبان پیک کرنا خوب جانتے ہیں۔ ایک صاحب نے جو اپنے وقت کے بہول وانا معلوم ہوتے ہیں تباکو (بنا ہوا پینے کا تباکو) کے ساتھ پیک کر کے بھیج دیئے۔ پارس جو کھولا تو جبرت ہوئی۔ کالے کالے تباکو میں سرخ سرخ بیر کیا۔ اچھے معلوم ہوتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ آہوس میں نعل و یاقت جڑے ہوئے ہیں۔ تباکو میں تباکو فروش کوڑیاں تو البتہ بڑ دیتے ہیں۔ مگر بیروں کی پٹھان ہی کہ سوجھ سکتی ہے۔

حبیب صاحب کیسے ہیں میرا سلام کہہ دیجئے گا امید ہے کہ آپ سب صاحب خیر و عافیت سے ہوں گے۔ افلاطون زماں ..... خاں کچھ دنوں سے ہیں نئے۔ یہاں سے اورنگ آباد قیام کر کے دہلی تشریف لے گئے۔ انھوں نے اس وقت بڑے بڑے آئی۔ اب ان سے کہنے کہ نکلے : بیچھا چھوڑیں اور کوئی اور نہ ہذا کریں۔ ڈاکٹر سلیم صاحب سے ملاقات ہو تو ان کو اور ان کی بیوی کو میرا بہت بہت سلام کہہ دیجئے گا۔

نیا زہد عبدالحق

۲۲ مارچ ۱۹۲۱ء

نام مولوی منیا راحہ صاحب بدایونی

(۳)

مکتوب مولانا عبدالحق دریا بادی

بسم اللہ

کرم گستر و علیکم السلام

خود مدبر میگزین سلمہ اللہ ہی کا خط کیا کم تھا۔ کہ اس پر مستزاد آپ کا سفارش نامہ : ۷

و تبسم بھی شریک نگہ ناز ہوا

آج کچھ اور بڑھائی تھی قیمت میری

کیسے انکار کروں۔ معذرت کن الفاظ سے پیش کروں ؟ کاش آپ کو میری مصروفیتوں کا تفصیلی علم ہوتا ! آپ خود ہی اس وقت ایسا حکم نہ دیتے لایکلف اللہ نفساً الا وسعہما۔ جب اللہ نے اس عذ کی بنا پر بندوں کو معافی دے دی ہے تو کیا خود بندے۔ بندوں کے حق میں اپنی درگزر سے کام نہ میں گئے ؟

کچھ ڈالنا تو خیر کچھ ایسا مشکل نہیں۔ قلم گھسیٹ دینے میں وقت ہی کیا ایسا لگتا ہے۔ اصل سوال پڑھنے کا ہے۔ کسی ادیب یا شاعر کو از سر نو پڑھنے بغیر کیسے اس پر لکھ دیا جائے۔ اور پھر پڑھنے ہی کا وقت نکالنا تو محال ہے۔ — اپنے محبوب سے محبوب ادیب یا شاعر کا از سر نو مطالعہ کرنا۔ ایک مجاہدہ عظیم ہے۔ اور میں اگر بجز آپ سے معذرت کر دینے کے کوئی چارہ نہیں دیتا۔

خدمت صرف اتنی ممکن ہے کہ کچھ عام مشورے دے دوں۔ خود وہ نمبر سامنے ہو تو اس پر بطور دیا چہ یا پیش لفظ چند سطریں لکھ دوں یا کوئی خاص مقالہ آجائے تو اس پر الٹی سیدھی کچھ رائے دے دوں — بڑے پہلوؤں کو آپ نے سنا ہو گا کہ اٹھارے میں اتر کر کشتی کے قابل نہیں رہ جاتے باہر بیٹھے ہوئے داؤ بیچتا سکتے ہیں۔



فن کے گڑ سکھاتا دیتے ہیں۔

مزان و عرافت اور عنز و تعریف دو الگ الگ چیزیں ہیں امید ہے امید ہے کہ اس فرق کو خاص محفوظ رکھا جائے گا۔ بلکہ خود ثورنی و عرافت کے درمیان میں جو لطیف فرق ہے اُسے نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ شاعروں میں حضرت اکبر اور ننگاروں میں محمد علی جوہر ان سب اصناف کے جامع ہوتے ہیں یعنی ہے کہ مگزین میں خوب کس کر کھا جائے گا باقی کسی کو جوہر کی نثر نگاری پر بھی پوری توجہ کرنا چاہئے۔ محض حالات محمد علی۔ نگارشات محمد علی وغیرہ کے نام سے کئی مجوسے نکل چکے ہیں۔ کم از کم انہیں تو مزور ہی لیا جائے لطیف سبک شورش نگاری کی مثالیں ریاض نیر آبادی کے ہاں کثرت سے ملیں گی۔ کوئی دیریں دیکھے تو اور نذیر احمد تو کسی طرح بھولنے والی چیز ہی نہیں۔

غیر منہر اور گنگام کھتے والوں میں یہ دو بھی از سر نو قدر دانی کے محتاج ہیں۔ ایک سب محفوظ علی بدایہ دوسرے شیخ ولایت علی۔

ظرافت اپنے حدود سے تجاوز کر کے ذاتیات اور شخص جو کوئی تک پہنچ جاتی ہے اس کی مثالیں اسکوٹ میں بہت ملیں گی۔ اور گنگار نسیم پر جو قیامت نیز بکشت شروع ہوئی تھی اس میں آخر میں طرفداران شہداء پر اتر آئے تھے۔ ملاحظہ ہوں ہفتہ وار ظریف مرحوم کی فائیس — ایک طرف میں مخطوہ 'بواہمین کے نا' طرف میں مکتوب 'سہادی خانم کے نام'۔

بزل۔ ہیکٹر۔ حاشی سب کے ڈانڈے آکر صرخ شدہ ظرافت میں سے مل جاتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام کا جو مقام ادبیات میں ہے۔ وہ تو نظر میں ہو ہی گا۔ پھر حمال کے لکھنے والوں میں ڈ رشید صدیقی۔ قاضی عبدالغفار۔ سالک۔ پطرس اور کہنیا مال پور۔

ہر مذہبی مناظرانہ رسالوں اور کتابوں میں جو ایک دوسرے پر منافقین اچھا لگی ہیں۔ اُن سے جو گدے گا! انہیں بھی سمجھنا لازمی ہے — ایک بروی صاحب رسالہ کہتے ہیں 'شریعت کا لٹھ' معاً دوم سے جواب نکلتا ہے 'شریعت کا آہ' پھر شریعت کا — 'دقن علی ہذا' ایک رسالہ کا عنوان ہوتا ہے (کھڑاؤں کے معنی میں) معاً جواب نکلتا ہے 'کناپ' (جوئی کے معنی میں)۔ بریلی سے آواز آتی ہے کہ 'د دیوہ کہتا ہے' دیوبند سے جواب نکلتا ہے 'تو نے جو ہم کو اپنا ختم قرار دیا ہے' الخ — اس چمچز نے نہ کرائی تو کچھ نہ کیا۔

ایک مستقل عنوان 'علی گڑھ کا حصہ ظرافت و طنز میں' ضرور رکھئے اور اس کی ابتدا خود سرسید۔ ————— بچے معذرت نامہ خود ہی مضمون بن چلا۔

والسلام نیاز مند عبدالماجد

بنام جناب عبدالحمید صاحب سالک

(۴)

مکتوب جناب اسے ایس بخاری پطرس

برادر محترم۔

آپ کے خط سے دہری ندامت ہوئی جب آپ کا خیال آتا تھا تو شرم کے مارے سم بھر کر ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے تھے۔ لیکن یقین مانیے کہ اپنی خاموشی کی سزا بھی سب سے زیادہ بھاری کو ملتی تھی۔ احباب بعید تر ہوتے گئے اور میری تنہائی بڑھتی گئی۔ ہمیزوں کی غفلت کے بعد کسی کو خط لکھا بھی تو جواب نہ آیا۔ کیونکہ وہاں توجہ کا چشمہ اس عرصے میں خشک ہو چکا تھا۔ مجھے ندامت اور توبہ کا صلہ بھی نہ ملا۔ لیکن سالک کی وفا شعار، ہمیشہ استحقاق سے تجاوز کر جاتی ہے۔ خدا آپ کو زندہ و سلامت اور خوش و خرم رکھے۔ آمین دوستی آپ ہی کے دم سے زندہ ہے ورنہ دائیں بائیں اُلغٹیں مہر رہی ہیں اور جو مرتبہں چمکیں وہ درگور ہیں۔

جولائی ۱۹۵۰ء میں یہاں پہنچا۔ تو ذیابیطس کی شکر اپنے ساتھ لایا۔ کئی ہفتے روزانہ پیشاب کا مطالعہ کرتا رہا۔ اور زندگی کے باقی اوراق سب تہ کر کے رکھ دئے کہ شفاۓ شامشی ہوئے تو زندگی کا دھارا پھر ٹھیک سے بہنے لگے گا۔ لیکن جب تک اس میں شکر شامل ہے باقی شیرینیاں حرام ہیں ٹیلے کی پچکاریاں اور قطرہ پیمانیاں دن رات اسی نوع کے مشینہ آلات کی نظر ہو گئے۔ اس عرصے میں مکان کی تلاشی بھی کیے بعد دیگرے دو اپارٹمنٹ بدلے۔ دو نو عارضی تھے۔ لیکن یقین ہو گیا کہ اپارٹمنٹ میں رہنا ہم سہل پسندوں کے لئے ناممکن ہو گا۔ ایک یہاڑ سی عمارت اس میں درجنوں ڈربے کوئی پھولے کوئی بڑے۔ ہر مہما یہ مقفل اند پر اسرار۔ آڈیٹنگ انفٹ۔ میں پندرہ سو روپے منزل پر رہتا تھا۔ کئی مرتبہ خیال آیا کہ اگر ۱۵۰ کا مٹن دبانے کے بعد روح قفس عسری سے پرواز کر جائے۔ تو یہ لفٹ کا قفس کم بخت بے حس و ہلا تامل پندرہ سو روپے منزل تک چڑھتا چلا جائے گا۔ اور وہاں پہنچ کر اس کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور اسے اتنی بھی تمیز نہ ہوگی کہ جس نے مٹن دیا تھا۔ وہ اب محض ایک لاش ہے۔ دروازہ کھلنے پر بھی باہر نہیں اُبل سکتا۔ اس خیال سے عجیب وحشت ہوتی تھی۔ انسان کو ہر وقت یہ توقع رہتی ہے۔ کہ اس کے مرجھنے پر کچھ غلغلہ ہو گا۔ کوئی تھا میگا۔ کوئی اٹھائے گا۔ کوئی روئے گا۔ کوئی چلائے گا۔ جب یہ توقعات ایک نکتہ منقود ہو جائیں۔ تو ہم ایشیائی لوگوں کو چاروں طرف تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ یہاں آکے معلوم ہوا۔ کہ ہم لوگوں کی زندگی جماعت کی کتنی عادی ہے۔ اس عرصے میں ملازم بھی کوئی نہ تھا۔ کھانا ہمیشہ باہر کھانا تھا۔ بزم صبح کے ناشتے کے۔ چنانچہ انڈے پکانے میں ہمارت حاصل کرنی۔ لیکن وہ جو بازار سے ہر دوسرے تیسرے دن مودا سلفٹ کے بٹلی اٹھا کر گھر لانے پڑتے تھے۔ اس میں کبھی ہمارت حاصل نہ ہوئی۔ ہمیشہ اپنے آپ پر ترس آتا تھا کہ اللہ اللہ جن کے حویلیے بیچ کئی دن کی بات ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ زندگی احتجاج اور افسردگی کا مجموعہ تھی۔

ستمبر ۱۹۵۰ء میں مکان کرائے پر لے لیا۔ ایک مہینہ کو ملازم رکھ لیا۔ لیکن ساتھ ہی جنرل اسمبلی کا زمانہ آگیا۔ ڈیپلیٹوں کا قافلہ پاکستان سے آن پہنچا۔ رات تو شہر میں گزرتی تھی۔ لیکن صبح نو بجے سے شام کے سات بجے تک سلیکس میں رہتے تھے۔ جو یہاں سے بیس میں کے قافلے پر ہے۔ دن کم و بیش غارِ فجر سے شروع ہوتا تھا۔ گیارہ

ظفر اللہ ماں صاحب جو یہاں سے اود بھی تیس میل دود رہتے ہیں۔ باوجود اس فاصلے کے صبح نو بجے سب سے پہلے  
آن پہنچتے تھے ہم شب زندہ دار تھیرے۔ کچھ نہ پوچھے کہ دنیا و عاقبت دونوں سر خودی حاصل کرنا کتنا مشکل ہوتا  
ہے۔ چنانچہ ہمارا یہ حال تھا کہ سہ

رات پانی نہ مزہ پیرے اور صبح دم  
دھوئے دجے جامہ احرام کے

اسہل ختم ہوتی تو گنہگار شعلہ پھر بھڑکنے لگا۔ اسہلی کے ڈیلیگیٹ اسمبلی ختم کرنے کے بعد اور موٹروں اور فریجیڈیروں  
کا سودا چکانے کے بعد پاکستان لوٹے۔ تو محمد علی اور ان کا قافلہ آن پہنچا۔ وہ گئے تو ڈاکٹر گرام کا قرضہ نکلتا چھوڑ  
گئے خدا خدا کر کے پچھلے ہفتے گرام یہاں سے روانہ ہوئے۔ تو پہلی مرتبہ اطمینان کا سانس یا لیکن یہ بھی کب تک۔ رات  
دن پکڑ میں ہیں سات آسمان -----

رفتہ رفتہ نئی زندگی کا عادی ہو گیا ہوں جب میں یہاں پہنچا۔ تو دفتر کو (اپنے معیار کے مطابق) مردہ پایا اس  
سے متقدمین کی گستاخی خدمت مقصود نہیں۔ ہر طبیعت کا تقاضا الگ ہوتا ہے میری طبیعت ایسی ہے کہ بے حسی سے کام کر ہی نہیں  
سکتا۔ ہلکا سا بخار نہ پڑ جائے تو سمجھتا ہوں کہ حرارت عریزی سے محروم ہوں۔ اود جو طواری ہو رہا ہے۔ یہاں حالت یہ تھی کہ  
یہ این کا فیصلہ کر لیا گیا کہ پچی پچھا دیا کر پچی کے کچنے پر دوٹ دے دیا۔ اود اللہ خیر سلا۔ یہ مشن محض ایک ڈاکٹر بن کر رہ گیا تھا۔ کاروان غائب  
بجز ہر کارے کے کچھ نہ تھا کام پھیلایا۔ تو خود اس کا بوجھ میرے کندھوں پر پڑا۔ اپنی وقت پسندی کی شکایت کس سے کروں یہاں  
کا کام وقت بہت زیادہ چاہتا ہے۔ ساتھ ملکوں کے ساتھ وفد ہر ایک کا دوٹ کسی نہ کسی موقع پر اہم بن جاتا ہے سفارتی لغت  
وشنید مجیب سست رفتار ہوتی ہے۔ ساتھ وفدوں میں سے ہر ایک کو سلام کیجئے۔ مناسب وقفے کے بعد خیریت دریافت  
کیجئے۔ بیرونی بچوں کا حال پوچھئے۔ کھانے کی دعوت دیجئے۔ موسم کا ذکر با تفصیل کیجئے۔ حرف مطلب زبان پر یوں لایئے  
کہ بار نہ ہو۔ پھر ہفتوں جواب کا انتظار کیجئے۔ اس دوران میں مسکراتے رہتے۔ اود نگاہ رکھئے۔ کہ تا دور سے مل رہے ہیں یا  
کہیں ٹک گئے ہوں۔ تو دماغ تازہ۔ آتش تیاں۔ یا قطرہ نیرب جیسا علم بتائے۔ کام میں لایئے۔ کاک ٹیل پارٹیوں میں حاضری دیجئے  
یہ کاک ٹیل پارٹیاں بھی خدا جانے کس موذی نے ایجاد کی تھیں جب حکومتیں شخصی ہوا کرتی تھیں۔ تو کئی باتیں دستر خواں پر پوری  
ہو جاتی تھیں محمد شاہ ایسی دعوت دے کہ نادر شاہ کا دل پیچ جائے۔ تو یہ ہوئی سیاست لیکن یہاں تو کوئی بغیر اپنی حکومت  
کے اشارے کے انگلی تک نہیں ہلاتا۔ پھر بھی کجمنت منیا فزون پر وقت اور دوپہر ضائع کرتے رہتے ہیں بشراب کا کبھی دلدادہ  
نہ تھا۔ لیکن عصمت بچانے کے لئے ایک گلاس ضرور ہاتھ میں رکھنا پڑتا ہے ورنہ ہر دو منٹ کے بعد کوئی نہ کوئی آپ سے  
تواضع برتے گا۔ اور آپ جواب دیتے دیتے اور اپنا دامن بچاتے بچاتے تنک جاتیں گے۔ بیڑ ہمیشہ اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ  
کھوے سے کھوا چلتا ہے (اود یہ تصادم محض کھوؤں تک ہی محدود نہیں ہوتا۔) وقت ایسا ہوتا ہے کہ آپ شام کا کھانا  
اس سے پہلے کھا سکتے ہیں۔ نہ بعد میں۔ لیکن جو لوگ سفیر یا وزیر بن جائیں۔ ان کی قسمت میں یہی لکھا ہے کہ ہفتے میں دو تین  
مرتبہ یہ سزا ضرور بھگتیں۔ میں کاک ٹیل کا یوں غفلت رہتا ہوں۔ جیسے کوئی کسی آپریشن کا منتظر ہو کہ تکلیف بھی ہوگی۔ لیکن اس کے

بغیر چارہ بھی نہیں جس دن کاک ٹیل پادٹی ہو۔ میری شام غارت ہو جاتی ہے۔ دو گھنٹے مسکرا سکا کر کھٹے اکر جاتے ہیں۔ خوبنے قسمت سے مجھے مکان ایسا مل گیا ہے۔ کہ طبیعت اس میں خوش رہتی ہے۔ مکان سرکار دیتی ہے لیکن ملازموں کا خرچ خود برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اور چونکہ رتبہ بڑا ہے۔ تنخواہ نقدی۔ اس لئے تنخواہ کے مطابق مکان لینے۔ تو پاکستان کی توہین ہوتی ہے۔ اور رتبے کے مطابق بھانڈے رکھنے تو عجیب سا تھ نہیں دیتی۔ ہفتوں اسی کھکشی میں گزرسے بالآخر ایسا مکان مل گیا جس میں ڈیڑھ ملازم سے کام چل جاتا ہے۔ اور پاکستان کے نام کو بھی بڑ نہیں ملتا۔ (ملازم کی تنخواہ چھ سو روپیہ ہوا ہے۔ اس کی خوراک اور رہائشی کمرہ الگ) پھر کمرے ہیں۔ لیکن تین منزلوں پر۔ بالکل لب دریا۔ اور رات دن آتے جاتے جہازوں کے نظارے سے تنہائی کا احساس کم رہتا ہے۔ ایک ہزار کے قریب کتابیں۔ اور چند مسرخ پتھر کے جیسے جہنمی کی تین تصویریں ایک اونٹ کی اور بھڑکی کا میپ دو تین پاکستانی پھلکاریاں۔ ایک تانبے کا آفتاب سپینی۔ یہ سب ساتھ لایا تھا۔ ان کی وجہ سے دل میں ایسی ایک بوند نظر آتی رہتی ہے

میرے فضل تین قسم کے ہیں۔ ایک تو سیاسی یعنی شطرنج اور لافانیوں۔ اور جاسوسی۔ اور دعوتیں اور بخشش اور گفت و شنیدی۔ اور کراچی کے ساتھ تلخخاف بازی۔ اور تعمیل احکام۔ دوسرے پہلی یعنی مسلسل تقریریں۔ بیشتر کشمیر پر۔ ز پاکستان کے عام حالات پر۔ چند ادب اور دیگر کچھ معاملات پر۔ میری مانگ بہ نسبت اور حلقوں کے کاجوں۔ سکولوں۔ یونیورسٹیوں اور گرجاؤں میں زیادہ ہے۔ اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اب تک کوئی سو دو سو لیکھ دے چکا ہوں اور اس سطح میں اکثر مغرب ستیاہوں۔ دنیا میں ہمارا دشمن بجز ہندوستان کے اور کوئی نہیں ہے۔ لیکن ہندوستان کا نام بڑا ہے گاندھی اور سانپ اور سارے اور ایمان متی اور شیر اور اٹھی سب اُسی کے صف میں آتے ہیں۔ پاکستان سے لوگ کم واقف ہیں مگر حق پرستی کے لئے کھربوں روپیہ چاہئے۔ اس لئے جو موقع مل جائے ہیں۔ ان سے پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اکثر لوگ صاف دل لیکن ہندوستان سے بے حد محبوب ملتے ہیں۔ تاہم معقول بات کیجئے تو اثر پذیر مزور ہوتے ہیں۔ ایک ٹرے میں لوگ پاکستان کے حالات سے اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ لیکچر کے بعد سب نے زانوں کے بل کھڑے ہو کر پاکستان کی پیروی کے لئے دعا مانگی اور ایک مذہبی HYMN میں پادری صاحب کے تصنیف کردہ دو ہندوستان کے متعلق شاعری کر کے کاجوں اور سکولوں کے بیشتر طالب علم میرے کمرے کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ اور پاکستان کے ٹکٹ اور تصویریں اور پمفلٹس بھرے لے جاتے ہیں ان دو شخصوں سے فراغت ملے۔ تو ادبی ذوق کی آبیاری کرتا ہوں۔ یہاں پڑھے لکھے لوگ زیادہ ہیں۔ حاکم دیکھنے میں آتے ہیں۔ مقررین اس قدر مختلف ہیں۔ کہ گفتگوں ہز بانی کے بعد بھی ہم خیالی کم نصیب ہوتی ہے۔ بچاؤ کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ جب امریکہ کے پاس سب کچھ موجود ہے۔ تو اُسے لوگ اپنے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ کچھ دنوں میں سب کچھ حاصل کر لیتے ہیں۔ بجز حسن مذاق کے چنانچہ حسن کو پ سنگ اور ہوائی جہاز میں ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ دوپے اور صبح کی بہتات ہے۔ بتنا کھا سکتے ہیں۔ اس سے دگنا پھینک دیتے ہیں۔ دکانیں اناٹ سامان سے بھری رہتی ہیں۔ ہشتادوں کی وہ ہزار ہے۔ کہ سورج چاند نظر نہیں آتے۔ ایک اخبار کے منڈے ایڈیشن میں اتنا کاغذ لگاتے ہیں۔ کہ پاکستان کے سب اخبار دن رات تک اس پر چھپ سکتے ہیں۔ تاہم خوش نہیں رہتے۔ کسی چیز پر قانع نہیں ہوتے۔ اور ایک بقراری ہی ہر وقت ان پر

مسلط رہتی ہے جب موقع ملے۔ ایک آدمہ دن ڈاؤنڈیہ پورہ سٹی میں جا کر گزارتا ہوں۔ وہاں رچرڈ صاحب انگریزی کے پروفیسر ہیں۔ کیمبرج میں میرے استاد تھے۔ ان کی مرثیہ کی وجہ سے وقت وہاں اچھا لگ جاتا ہے۔ انہی کی بدولت میرے ۲۰ ہفت روزہ لکھ چکی، انگریزی اور امریکن اساتذہ کے متعلق ہوئے۔ نیویارک میں دوست مشکل سے دستیاب ہوتے ہیں۔ ذہنی اور مادی دونوں فاصلے زیادہ ہیں۔ دوستوں کا جھگڑنا جس کے ہم لوگ عادی ہیں۔ وہ یہاں میسر نہیں۔ بجز اس کے کہ ایک پارٹی کا انتظام کیجئے لیکن میں نے پارٹیاں صرف ریاست والوں کے لئے وقف کر رکھی ہیں۔ ان سے عہدہ برآ ہونے کے بعد پیسہ ہی اتنا پاس نہیں ہوتا کہ انسان پاؤں پھیلا سکے۔ لیکن دو تین معنفوں اور ایک آدمہ تعریف کے ارباب مل و عقد سے ملاقات ہے ان کی بدولت کبھی کبھار شام رگلیں ہوجاتی ہے۔ گرا آپ جانتے ہیں۔ دوستی کے رشتے جو شہاب میں قائم ہو جائیں۔ ان کا بدل بانی تمام عمر میں نصیب نہیں ہوتا۔ اس لئے تشنہ رہتا ہوں۔ اب کچھ اردو کی کتابیں بھی منگوائی ہیں۔ تین چار مہینے اردو کی صورت سے محروم رہا۔ پیاس کے مارے زبان باہر نکلنے لگی تھی۔

صحت کے متعلق پریشانی رہتی ہے ڈاکٹروں سے پھٹکا رہا نہیں ہوتا خدا حکومت پاکستان کا بھلا کرے۔ کھانا کھانے کے اخراجات وہ برداشت کرتی ہے۔ دورہ یہاں کی فیسیں ایسی ہیں کہ خود ادا کرنی پڑیں۔ تو سر وہی تڑپا ہوتا۔ ذیابیطس مجھے نہیں۔ نام احتیاط ضرور کرنی پڑتی ہے پھر کچھ سرطان کے خوف کا شبہ ہوا۔ پھر عکس میں خرابی پیدا ہوئی۔ چنانچہ ہر ہفتے ایک نہ ایک ٹسٹ ہوتا رہتا ہے ناک میں دم آگیا ہے (ان باتوں کا ذکر ذہیدہ سے ہرگز ہرگز نہ کیجئے گا وہ بیماری ناسخ پریشان ہوگی) احباب سے محض بے خبر ہوں تاثیر کی موت کا اب تک یقین نہیں آتا۔ آغا حمید کی شادی پر من کہ تہنیت کا ایک تار دیا جواب نہ آیا۔ حسرت صوفی ہاشمی عابد کسی نے کبھی خط نہیں لکھا۔ (مجرم میں بھی ہوں) جو پاکستانی یہاں آتے ہیں۔ ان سے داستانیں سننا رہتا ہوں لیکن وہ اپنی دنیا کا حال بیان کرتے ہیں۔ میری دنیا کی بات کوئی نہیں کہتا۔ نیا شعر ایک برس سے نہیں سنا۔ بار بار وہی شعر گاتا رہتا ہوں۔ جرمیڈن میں بدو کوں گویا ہوتے تھے ہر مونہ ساتھ لیا تھا۔ کبھی کبھی اس پتہ بانی میں قوالی گاتا ہوں پاکستانیوں میں سے محمد علی آفتاب عبدالقیوم زیدریح خان عبدالغفور (فائیننس) غلام محمد وغیرہ یہاں آئے جاتے ہیں ان سے ہفت روزہ لکھیں قائم ہو جاتی ہیں لیکن بلا ٹوٹوں کی اس سے کیا تسکین ہو سکتی ہے

بڑھاپا بھی آ رہا ہے اس کا احساس مجھے ابھی تک نہیں ہوا لیکن آثارِ تواندہ سے کبھی دھمائی دے رہے ہیں دذیرا عظم کے ساتھ جو امریکہ کا دھوہ کیا تھا اس سے صحت پر سخت چوٹ پڑی کسی دن دو تین گھنٹے سے زیادہ نہ سویا۔ اور عظیم ذمہ داری کی وجہ سے اعصاب پر بھی بہت اثر پڑا اس کے بعد آج تک تعین نصیب نہیں ہوئی۔ اکتوبر نومبر میں تین مہینے کے لئے پیرس جانا ہو گا۔ کیونکہ جنرل اسمبلی اس سال وہاں ہوگی۔ ارادہ ہے کہ بیچ میں کمرس کے لگ بھگ دو تین ہفتوں کیلئے کراچی کا چکر لگاؤں لیکن دیکھئے حالات کیا کر دیتے ہیں۔ آپ کی زندگی میں بھی انقلاب کی دفات سے انقلاب آگیا ہو گا۔ خدا کرے آپ کی ہمت میں خم نہ آئے۔

اپنے حالات سے مجھے مطلع رکھئے گا۔ انشا اللہ میں اب خط و کتابت میں کوتاہی نہ کروں گا۔ خط ضرور لکھئے۔ کوئی شعر نہ جائیں تو وہ بھی بھیج دیجئے۔ کوئی کتاب کام کی ہو تو وہ بھی منہور سے کہئے فارن آفس کی معرفت ڈپلومٹک بیگ میں بھجوا دے گا۔ . . . .

مکتوب نیازِ فہوری

(۵)

مکتوب الیہ مختار الدین آریو

گرامی عزیز

اس سے زیادہ کم نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ باوجود بہت! بالغت ہونے کے میں اس محل میں شریک نہ ہو سکوں جو اس کدو میں قائم کی جائے۔ اور اسے بھی جانے دیجئے۔ آپ کا حکم تھا، یوں بھی اس کی تفصیل مجھ پر واجب تھی لیکن افسوس ہے کہ زندگی کے جس دور سے گزر رہا ہوں، اس نے اجاب کیا، خود بھی کو اپنے آپ سے شرمندہ کر رکھا ہے۔ شکایت کروں تو کس کی اور معذرت کروں تو کس کے سامنے!

غالب پر اس وقت تک بہت کچھ لکھا گیا ہے، کبھی حالی کی ذہنیت سے، کبھی قیس کے زاویہ نگاہ سے، بلکہ اس فطرت پرست و بے نیازت و بے آہنگی سے جو اس کے دل میں رہتی ہے۔

بہت کم تو ہر گز گئی ہے۔ اور یہ چیز میں صرف اس کے "نفقہ ہائے رنگ رنگ" ہی میں مل سکتی ہے۔

فارسی پڑھ لیا یا لکھ لیا اسان ہے۔ اسی طاق اساتذہ نوری کے علامہ کا ترجمہ کر لیا بھی و نوار میں۔ لغت، ترجمہ اور شرح میں بھی کچھ موجود ہے، لیکن ذوق کو کیا سمجھے گا۔ غالب نے جی نہیں دیا، اسی کا نام کیا اور اب بھی یہی رہا ہے۔

دارو لغات آپ شہنشاہِ تاج کی

مجھے یقین ہے کہ غالب تبرکی نکلیں میں آپ نے کوئی دقیقہ کو مشت کا نہ اٹھا رکھا ہوگا۔ ریسرچ، انتخاب، انقباضی مطالعہ نئی تبصرہ وغیرہ سبھی کچھ ہوگا اور خوب ہوگا، لیکن ضرورت اس کی ہے کہ غالب فہمی کی صحیح تفصیل پیدا کی جائے۔ کوئی اکادمی قائم کی جائے، محض ریسرچ کے لئے نہیں (یہ کہہ کر کہی بہت بوجھلی ہے) بلکہ وہ ذوق پیدا کرنے کے لئے، جو غالب کا وہ دماغ سامنے رکھ کر غالب کو سمجھ سکے۔ یہ میں آپ سے کہہ رہا ہوں، کوئی دوسرا ہونا تو شاید نہ کہتا اور اس لئے کہہ رہا ہوں کہ آپ اپنی انسانی تعلیم سے فارغ ہو چکے ہیں اور شاید زیادہ مدت تک وہاں نہ رہیں۔ خدا کرے غالب تبرکی کا ڈیڑھ کی تیار و ثابت ہو اور آپ یونیورسٹی چھوڑنے سے پہلے ہی اسے مستحکم کر سکیں۔

آپ کا نیازِ فہوری

۲۱ ستمبر ۱۹۷۹ء

مکتوب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب

(۶)

مکتوب الیہ مولانا عرفان صاحب

مخدوم محترم۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام ردستانی قبول فرمائیے! اور اگر معذرت و اجازت دے تو یہ کام کر دیجئے۔ سنا ہے کہ بیٹی میں اصفہانی نامی کوئی تاجر ہیں جنہیں مسئلہ خلافت سے لگاؤ تھا۔ ان کے پاس وہ خلافت کے متعلق دلائلی اثبات و دل کے تراشے جمع ہیں اور وفد کے بہت، مکمل حالات ان سے مل سکتے ہیں۔ میں جامعہ میں مولانا محمد علی مرحوم کی سوانح عمری کے سلسلہ میں اس قلم کار کو چکے چکے جمع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کسی طرح یہ تراشے یا اس قسم کی جو چیزیں بھی ان کے پاس ہوں حاصل کر کے بھیج دیں تو بڑا احسان ہو۔

مولانا کی یادگار کے سلسلے میں طرح طرح کی تجویزیں "قوم" نے پیش کی ہیں، لیکن تجویز کرنے والوں کو کچھ نہ کچھ جانتا ہوں اور اپنی قوم کو بھی قوت و ثابت پہچانتا ہوں، اس لئے امید نہیں کہ کچھ ہو۔ البتہ اپنے دل کا حال جانتا ہوں۔ وہاں مولانا کی موت

نئے زندگی سے بھی زیادہ گہرا نقش چھوڑا ہے۔ آپ تو خوب جانتے ہیں کہ مجھے مولانا کی بہت سی باتوں سے خود مولانا بھی اس بات کو جانتے تھے۔ لیکن میں یہ کبھی نہیں بھول سکا کہ اپنی موجودہ زندگی کے لئے ان کا رہنمائی ان کی فکر کے فیض سے مجھے میری نئی زندگی ملی، اب یہ اچھی ہے یا بُری بہت کچھ اُن کی دی ہوئی ہے اور آرزو۔  
بدنام نہ کروں۔ دعا کیجئے کہ کچھ بن پڑے۔

بیکرم محمد علی مدظلہ بھی کل صبح رام پور سے تشریف لائی ہیں۔ جس شب کو رام پور جا رہی تھیں جامعہ کے اور طلبہ اسٹیشن پر حاضر ہوئے تھے۔ لیکن اسٹیشن پر ایسی گڑبڑ تھی اور خود بیکرم صاحب گریہ و ماتم کے باعث اس قافلیں کو بس سب سلام کر کے واپس آئے، میں رام پور کی گاڑی کے وقت تک وہیں رہا۔ آج اُن سے ملا تھا۔  
ان سے مل کر کلیجہ منہ کو آنا ہے۔ خدا میرے عطا فرمائے!

شوکت صاحب کیا رہے ہیں؟ باسٹا لاکھیا حال ہے؟ عابد کو دعا۔ فقط۔

مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۳۱ء

خادمِ ذاکر حسین

مکتبِ البیر

( ۷ )

مکتب مولانا غلام رسولی قمر

باسمِ سبحانہ

سہانِ برادر۔ گرامی نامہ آج ملا۔ آپ کے جذباتِ لطف و محبت کا شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ جزا دے۔ کہ اور کیا اسلوبِ نگارش دکھائی دیاں میکیں۔ نہ قواعد کا علم حاصل کیا۔ پیش نظر مطالب کو صرف قلم اس پر پھیلائے کی کوڑا ہر چیز اذعان و یقین کی بنا پر کہتا ہوں دلی احساس کے ساتھ کہتا ہوں۔ اس لئے وہ غالباً مختلف حلقوں میں ایک گونا  
اقبال نے خوب کما ہے۔

شاعری زبیر شہری مقصود نیست بت پرستی، بت گردی نقد و نیست

اور نظیری اس سے پہلے گویا میری ہی زبان سے کہ چکا ہے :

سخن طرازی و دانش ہنر نظیری نیست قبول دوست مگر نالہ حزینِ گردود

میں نے آپ کے پتلے گرامی نامہ کا جواب بھی مختصر اُدے دیا تھا۔ غالباً اب تک مل گیا ہو۔ آپ میرے واقف ہیں۔ اس ہمہ گیر تیاری کے باعث دل کی جو حالت ہو سکتی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ پھر ان ساری پریشانی باتیں کہنے کا اضطراب۔ ایسی حالت ہے کہ گویا بھو پھال اُٹھا ہے۔ گرد و پیش کے مکان اور دیواریں پے بہ۔ اور ایک قلبِ حزین کی تڑپ یہ ہے کہ جو کچھ بھی بچ سکتا ہے اسے بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے جا رہے ہیں۔

یاسیل آگیا ہے اور مدد و رہبر تیز و تند۔ جو سب کچھ اپنے ساتھ ہائے لئے جا رہا ہے، اور میں اس کا جہاں تک ہاتھ پہنچ سکتا ہے ان کے کو محفوز رکھوں جو اس بے پناہ ہوا میں پھنسے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔

یا باغِ محرم کی جلالِ گاہ ہی گیا ہے۔ تمام درخت جل رہے ہیں۔ اور ایک عریاں شاخ پر :

ایک جمل ہے کہ ہے محوِ زخمِ اب تک اس کے سینے میں ہے غموں کا تلاطم اب تک

سہ یان ایک لفظ بڑھا غیر گما۔

جس طرح نظر اٹھاتا ہوں تیرگی ہی تیرگی ہے۔ یعنی وہ کیفیت بھی نہیں جسے نظری نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے کہ:  
آفتاب امر و زہول برقی از دیار باگزشت

لیکن

ہر چہ بہت از قاصد ناما زہے انعام بہت  
میں تقدوس سے اطمینان اس قدر اس فرصت کا طلب گار ہوں یہ تفصیلاً لکھوں گا۔ پہلے علیحدگی کی طرح یہ عرض کر رہا ہوں  
صرف آپ کے گرامی نامہ کی رسید ہے اور بس۔

پیغام خوش از دیار باغت

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا تہ

مکتوب الیہ ول محمد تقی

۱۰ جولائی ۱۹۴۴ء

(۸)

مکتوب مولانا عبدالمجید سائکت

کوئی حضرت تقی۔ السلام علیکم

خط ملا۔

ڈاکٹر صاحب کے جواب میں آپ نے لکھے ہیں۔ ان میں بظاہر تو کوئی اشکال نہیں معلوم نہیں آپ کو کیوں دوسرے

پیدا ہوا؟

عشق فرمودہ قاصد سے سبک گام عمل

عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی

اگر مجازی معنی نہ بھی لئے جائیں، تو قاصد سے مراد حضرت رسول خدا صلعم ہیں کہ عاشق حضور کا پیغام سنتے ہی بے قائل  
معدود عمل ہو گئے۔ اور اہل عقل ابھی تک روشنگاریوں ہی میں مصروف ہیں۔

اور حقیقت میں حضور کے پیغام کا تقاضا یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ اس کے معنی سمجھنے اور اس کی خلاصہ معلوم  
کرنے کی کوشش بالکل لغو ہے۔

یار بس ساغر لبریز کی سے کیا ہوگی

جادو ملک بقا ہے خط پیما نہ دل

کوئی خاص عین معانی نہیں ہیں۔ دل کو شاعر عام طور پر ساغر اور جام۔ یعنی اسٹار وارڈ کہتے ہیں شاعر کہتا ہے کہ اس ساغر  
کا خط جادو ملک بقا ہے۔ جب اس کی اتنی بلند حیثیت ہے۔ تو پھر خیال کیجئے کہ اس ساغر لبریز کی سے کیا اہمیت کس قدر ہوگی۔

مکاناتِ ظالموں نہ لکھ سکی لیکن اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ ظالموں

یہ اشار عورت کے متعلق لکھے گئے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اگرچہ عورت دنیا میں کوئی بہت بڑا داعی و علمی کا زمانہ



اجارہ نہیں دے سکی۔ مثلاً مکالماتِ افلاطون کے پائے کی کوئی کتب نہیں لکھ سکی۔ لیکن ”متی افلاطون“ تو بہر حال اسی کی صلاحیت تخلیق کی عمنون ہے۔ آخر افلاطون بھی عورت ہی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔  
شعلے سے شرار ٹوٹا۔ حقیقت میں فارسی محاورے کا ترجمہ ہے۔

تپ شعلہ کم نہ گرد و زگستن شرارہ

شعلہ سے جب باریک باریک چنگاریاں اڑتی ہیں تو اس کو کہتے ہیں شرارہ یا از مشعل جی گسستن۔ یعنی شرارے شعلے سے ٹوٹ رہے تھے۔ والسلام

۹ ستمبر ۱۹۴۸ء

سالک

مکتوب الیہ ڈاکٹر عبد اللہ

(۹)

مکتوب ڈاکٹر عبد السلام صدیقی

خدم مکرم

آپ کا مقالہ اقبال کے محبوب فارسی شاعر ”اردو“ (جولائی ۱۹۴۶ء) پڑھ کر ابھی ختم کیا ہے۔ خوب ہے اور بہت خوب۔ ایک بات انہوں کا ”اقبال اور حافظ“ والا مکرر ذرا تشریح۔ اقبال کا حافظ کو محنت کتنا، اس پر بعض لوگوں کا برائمانا۔ تعریف میں ایک سادہ لکھا جانا، پھر دوسری اشاعت میں سے ان شعروں کا جو بنائے بے لطف ہوئے تھے خارج کیا جانا، اقبال کا ایک زم زمی سذرت دوسری اشاعت میں کرنا۔ یہ سب آپ عادت اڑا گئے۔ میں یہ نہیں گستاخ کہ آپ ان چیزوں کا بہت تفصیل سے ذکر کرتے۔ مختصر لفظوں میں ان کا تذکرہ کر کے محض واقعات اور ان کی علت بتا دیتے، صرف اتنی تفصیل سے جو آپ کے مقالے کے ڈھانچے میں سما سکتی۔

اس بات کے ثبات کرنے کے لئے کہ اقبال آغاز کا میں حافظ سے بہت متاثر ہوئے۔ آپ نے جو بلاغی مقابلہ متناہیں دی ہیں ان میں کم ایسی ہیں جو آپ کے دعوے کے ثبات میں مفید ہو سکیں۔ غرض ایک لفظ یا ایک محاورے کی دونوں کے کلام میں موجودگی مشکل ہی سے ایک کا دوسرے پر اثر ثابت کر سکتی ہے۔ ”فقیہ“ اور ”شکر الخیث“ اوروں کے ہاں بھی ہو گا اگر نہیں بھی ہے تو ہو سکتا تو ہے۔

”شہید ام کہ سگاہ واقعات میندی چرا بگردان حافظ فی نہی رسنے“

بہ شعر الحاقی بنایا جاتا ہے۔ جس غزل میں یہ ہے اسی میں نین اور شعر قدیم ماغذوں کی رو سے الحاقی ٹھہرتے ہیں۔ خاص کر اس شعر کی بحث فیض سے چلی۔ فیضی کتنا ہے :

منم فیضی کہ در میدان معنی چو من چایک سوارے تیز رنگ نیست  
بہ جلو شعر من از پوست تا مغز ہجاسے مردم ناپاک رگ نیست  
بدان می ماند این پاکبندہ گفتار کہ در دیوان حافظ لفظ سنگ نیست

میر غلام علی آزاد بلگرامی، ”سرو آواز“ میں لکھتے ہیں (صفحہ ۲) کہ شیخ محمد یحییٰ الہ آبادی مکتوب ”اعلام الانام“ میں لکھتے ہیں کہ فیضی کی نظر حافظ کے اس شعر پر نہ پڑی : شہید ام..... الخ

یہ تنقید بہت گہری ہے۔ فیضی نے جب دعوا کیا ہے: ”دیوان حافظہ سب غیرت“ تو پہلے دیکھ لیا ہوگا کہ حقیقت میں دیوان حافظہ میں کیسی یہ لفظ نہیں آیا ہے۔ آزاد نے معلوم ہوتا ہے، دیوان کے مختلف نسخوں میں یہ شعر دیکھا تب یہ لکھا کہ بعض نسخوں میں لفظ ”حافظہ“ کی جگہ لفظ ”عاشق“ ہے، اور مقطع یوں ہے:

مزاج و ہر تہہ شد دریں بلا حافظہ کجاست فکر حکمی و رای بہ معنوی

آزاد کی تحقیق درست ہے۔ قدیم نسخوں میں اس غزل میں ”سگ“ نہیں ہے۔ لیکن اس زمانے میں بھی کچھ کوششیں ہوئی ہیں مثلاً ابوالفتح عبدالرحیم (حیدر آبادی) نے حافظہ کے دیوان کو متعدد پرانے نسخوں کی مدد سے ترتیب دیا، اور کوئی پندرہ سولہ برس ہوئے ان کا دیوان حافظہ دارالطبع سرکار عالی، حیدر آباد میں چھپا۔ کتاب اچھی اور صحیح نہیں تھی پھر بھی بہت مفید ہے۔ عبدالرحیم صاحب نے بتایا ہے کہ یہ ”سگ“ والے شعر خسرو دہلوی کا ہے حافظہ کا نہیں۔ میں نے شعر کے دیوانوں میں تلاش کیا مگر سب دیوانوں کو نہ دیکھ سکا۔ آپ خود تلاش کرنے کے دیکھ بیٹھے گا۔ بہر حال یہ صحیح ہے کہ حافظہ کے قدیم نسخوں میں یہ شعر نہیں۔ ایوان میں ایک اور عبدالرحیم (مغلانی) نے ایک ایسے نسخے کا متن شائع کیا ہے جس کی کتابت حافظہ کی وفات کے صرف ۳۵ برس بعد ہوئی تھی۔ اس میں یہ شعر نہیں اور مقطع اسی طرح ہے جیسے آزاد سے لکھا ہے۔ غزل بجائے ۱۳ کے صرف ۹ بیت کی ہے۔

ایک شعر اور ہے جس میں ”سگ“ آیا ہے:

راستی حد تو حافظہ بود صحبت ما بس اگر برہم راں کوئی کئی سگ بانی

مغلانی وائے نسخے میں یہ پوری غزل نہیں ہے۔ اور پرانے نسخوں میں اکثر ایسے ہیں جن میں یا تو پوری غزل نہیں یا غزل

ہے تو یہ شعر اس غزل میں نہیں۔

ایک بیٹے کی آپ کو خبر دیتا ہوں، آپ کو یاد ہوگا کہ ہماری زبان ”(پہلی نومبر ۱۹۴۵ء) میں ایک خط محمد شرف خان شہرہ الی کا شائع ہوا تھا۔ خان صاحب نے انجن کے رسم خط پر اعتراض کئے تھے اور ان کے خط کے خاتمے پر ادارے کی طرف سے جواب دے دیا گیا تھا اس سال مئی میں خان صاحب نے جواب انجواب مولوی عبدالحق صاحب کو ایک خط کی صورت میں بھیجا مگر حجم اس کا چھپا لیس گنجان لکھے ہوئے صفحے ۱۱ اتنے لمبے چوبیس خط کا ”ہماری زبان“ میں چھپنا ناممکن مگر ان کے خط کے تین چار مقامات نقل کر کے ان کے جواب دیے جائیں گے اور یہ ۱۶ ستمبر یا پہلی اکتوبر کے پرچے میں شائع ہو سکیں گے۔ آپ اسے یاد رکھیے گا اور جب یہ چیز پچھے تو اسے پڑھیے گا۔ والسلام

نیا زمند

۱۹ اگست ۱۹۴۶ء

کتوب الیہ ڈاکٹر سید عبداللہ

(۱۰)

مکتوب ڈاکٹر عابد حسین

مکرمی جناب ڈاکٹر صاحب۔ تسلیم

کچھ دن ہوئے آپ نے ازراہ عنایت مجھے ایک فہرست اپنی تصنیفات کی جن پر آپ نظر ثانی فرما رہے ہیں اور ایک فہرست زیر تصنیف کتابوں کی روانہ فرمائی تھی۔ میں اس عرصہ میں بہت معروف اور زیادہ تر دہلی سے باہر رہا۔

اس نے آپ کا شکر یہاں تک نہ ادا کر سکا۔ معافی چاہتا ہوں۔

آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ چند احباب بھی میں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب بھی شامل ہیں وہ ملی میں ایک دارالاشاعت قائم کر رہے ہیں۔ اس ادارے کی طرف سے زیادہ تر ماہرینِ تعلیم سے بچوں کی کتابیں لکھوا کر شائع کی جائیں گی۔ لیکن منتخب علمی اور ادبی کتابیں بھی مستقل تعداد میں شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ آپ کی خدمت میں سے حصہ "C" کی نمبر ۱۵۰-۵-۵ کے مسودے دیکھنے کا اشتیاق ہے تاکہ اہل میں سے جو کتاب اس دارالاشاعت کی طرف سے شائع ہو سکے اس کے بارے میں آپ سے یہ درخواست کروں کہ آپ مجھے اشاعت کے لئے عنایت فرما دیجئے۔ ظاہر ہے کہ انگریزی کتابوں کا اردو ترجمہ درکار ہوگا۔

مربانی فرما کہ مطلع فرمائیے کہ ان مسودوں کے دیکھنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اگر آپ اس عرصہ میں دہلی تشریف لانے والے ہوں تو بہت اچھا ہے ورنہ پھر میں یہ درخواست کروں گا کہ یہ مسودے ساتھ ساتھ یا الگ الگ کر کے مجھے بھجوا دیا جائے۔

یقین ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت کے لئے دوسرے پبلشر بھی آپ سے تعاون کر رہے ہوں گے۔ لیکن غالباً آپ کتابوں کی تہ اور ثنوی کے ساتھ طبع ہونے کے معاملہ میں ہم لوگوں پر زیادہ اعتبار فرمائیں گے مالی حیثیت سے بھی انشاء اللہ آپ کو نقصان نہیں رہے گا۔

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ زیادہ نیاز،

۶ جنوری ۱۹۷۷ء

غلام سید عابد حسین

مکتوب الیہ طاہر فاروقی

(۱۱)

مکتوب رشید احمد صدیقی

فاروقی صاحب، رلام سنون۔

گرامی نامہ ملا۔ آپ اتنے اچھے آدمی ہوتے ہوئے بھی دیوتاؤں کی نظر سے اب تک کیونکر اوجھل رہے۔ جو ایسے آدمی کو دنیا میں زیادہ دن بچنے نہیں دیتے!

آپ نے اس حقیقت کے تسلط میں ہیری جتنی خدمت فرمائی ہے اس سے مجھے خیال پیدا ہوا (لیکن ذرا دیر میں) کہ آخر کامیابی چاہئے کلام بھی آپ نے اپنے ذمہ کیوں نہ لیا۔

آئیے میں ایک گڑھی آپ کو بتا دوں۔ دستخط کرنے کا اہل یہ ہے کہ اگر دستخط کرنے والا انکار نہ کہے تو خواہ کوئی دستخط نہ لکھو اور اگر لکھ لیا جائے تو اس کی طرف سے بلا تعلق دستخط کرو دینا چاہئے۔ میں نے ہمیشہ ایسا کیا، اور کبھی کوئی گڑبڑ نہ ہوئی۔ البتہ میں آپ کو ایک بات یہ بھی بتا دوں کہ اس کا امکان ہے کہ میں خود اپنے ہاتھ سے دستخط کر کے مکر جاؤں۔

آپ علی گڑھ آکر کیا پڑھتے؟ کیا کوئی پروگرام بنے نظر ہے۔ میں تعطیلات میں یہیں رہوں گا۔ سرور صاحب رام پور میں۔ فریدی صاحب کو خدا جلہ سے جلد صحت یاب کرے اور آپ کو طینان لکی نصیب ہو۔ آمین۔

میری طرف سے مزاج پر ہی فرما دیجئے گا۔ پوری بچے سب غیر ہیں اور آپ کے لئے دعا گو

۱۵ مئی ۱۹۴۷ء

دیند احمد صدیقی

کتوب ایلمین مذہبہ، طبعی و کتبہ

(۱۲)

کتوب خواجہ غلام السیدین

میری پیاری زہرا، طبعی و کتبہ۔ خدا تمہیں ہمیشہ بھری رکھے۔ تمہیں یہ تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں کئی دن سے کلکتہ میں بیٹے کا پڑا ہوا ہوں۔ ۳۰ کروڑ میں جگہ نہیں ملے اس لئے اب کل جمع پیاڑے، دانگی ہے۔ خدا اگر سے سفر ٹھیک صبح ہو جائے کل میں اور میرے ساتھی (ڈاکٹر صاحب) ۱۰-۹ گاندھی جی سے ملنے گئے تھے۔ بات تپاک سے ملے اور یہ تک باتیں کرتے رہے لیکن انہوں نے کہ پوری طرح ان کو سن نہ سکے، نزلہ الہ۔ تو وہ بہت آہستہ بولنے لگے میں (غالباً یہ بھی گناہیت فوت کا ایک طریقہ ہے) دوسرے دانت نہ ہونے کی وجہ سے الفاظ صاف نہیں نکلتے۔ شوشو شوشو کی آہ کی آوازیں جمع میں بار بار نکلتی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کہیں صدق کو اپنی نقل ناما اتے سن لیا ہے اور اب وہ صدق کی نقل کی نقل آتے ہیں!)۔ اگر وہ دانت لگو الیں تو تو سم پر بڑا احسان کریں۔۔۔ خبر یہ تو محض مذہبہ کی۔ (بیال حوشہ) SENSE OF HUMOUR

کو خوش کرنے کی باتیں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے کلکتہ میں کمالی کر دکھایا ہے اور اگر یہاں وہ نہ آتے تو عجب نہیں کہ یہاں بھی پیٹاب کا سا رنگ ہوتا اور اس کی وجہ سے تمام ہندوستان خون میں رنگا جاتا! اب یہ حال ہے کہ ہندو مسلمانوں میں کسی قسم کی بخشش تک کا احساس نہیں ہوتا۔ کل شام رہا سے اسی بڑی میں کلکتہ کے بہت سے مسلمان تاجروں کی طرف سے ان کو ایک — RECEPTION دیا گیا تھا جس میں انہوں نے مندروں کی مرمت کے لئے گاندھی جی کو ایک فیملی دہڑوں کی پیش کی! اور گاندھی جی نے ایک کوڑے روپیہ کی اپیل کی ہے (زیادہ تر ہندو تاجروں سے) تاکہ فساد کی وجہ سے جن لوگوں کے گھر بار تباہ ہو گئے ہیں (ان میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے) ان کو دوبارہ بنانے کا کام کیا جائے۔ ناجر مال مشول کریں گے لیکن یہ بندہ خدا ان سے پوری یا کم و بیش رقم وصول کر کے چھوڑے گا! اس وقت ان کو صرف ہندو مسلم مسئلہ کی فکر ہے اور اس پر انہوں نے اپنی جان کی بازی لگا رکھی ہے۔

اچھا اب خدا حافظ۔ میں چین جانے سے پہلے نہیں یہ آخری خط لکھ رہا ہوں اور اگر یہ میرا اہل آخری خط بھی ہوتا تو میں تم سے وہی بات دہراتا ہوں ۲۴ کروڑ تھی۔ یعنی یہ کہ تم تینوں کو پیار و محبت، سلوک اور رواداری کے ساتھ رہنا چاہئے اور اپنے دل میں فریخی اور برداشت پیدا کرنی چاہئے۔ جب گاندھی جی تمام ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل جول کے لئے اپنی جان کی بازی لگا سکتے ہیں تو کیا تم تینوں نہیں! پس میں بھی مل جل کر نہیں وہ سکتیں، کل گاندھی جی کے سامنے اقبال کا نیا مشالہ گایا گیا تھا جس کا یہ شعر انہوں نے اپنی تقریر میں دہرایا۔ اسے تمہاری تذکرہ بھی کرتا ہوں:

ہمکنی بھی ثنائی بھی جگتوں کے گیت میں ہے

وہرقی کے باسیدوں کی مکتی پریت میں ہے

اپنی اہی جان اور پھوپھی جان اور سچو پا جان اور سب گھر کے ملازمین کو میرا سلام کہنا۔ چھ دو کو نیچے لکھی ہوئی سطرین پڑھاؤ

تم لوگوں کی یاد بہت آتی ہے خصوصاً ایت کی تمنا میں خدا جلد ملائے امید خیریت کے ساتھ ملائے۔ تمہارا محبت کرنے والا پاپا سیدین

میری پیاری چھندو - پیار - کہو

نئے ہندوستان میں ہم نئی جنت بنائیں گے۔

تمہارا پیارا

۱۹۲۷ء

مکتوب البیہ تکمیل کا علی

(۱۳)

مکتوب ڈاکٹر تارا چند

حکمِ موتس غاں انیسویں صدی کے پہلے حصے کے ممتاز شعرا میں سے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سلطنتِ عثمانیہ کا ٹکڑا جڑا خ بجھنے لگا تھا شاہی اقتدار پر زوال آچکا تھا اور مغلیہ حکومت تیزی کے ساتھ کمزوری اور انحطاط کا شکار بن رہی تھی، برائی ہندوستانی تہذیب جو پچھلے ایک ہزار سال میں پھول اور چیل تھی اس نئی فضا میں جو ملک میں قائم ہو رہی تھی اپنی زندگی کے آخری لمحے گن رہی تھی۔ غیب ہے اور سخت غیب کی بد بختی کے زمانے میں ادب کے آسمان پر پانچاوتاروں کے ہیٹ عجیب آن بان کے ساتھ ابی آخری جھلک دکھاتی ہے اور ہمارے دلوں کو لذت بخش دوسرے بھرتی ہے۔

شہادہ نصیر، ذوق، غالب اور موتس ہی وہ تانبہ سنا ہے میں جو اس زمانے کی تاریکی پر ہمارے روشنی ڈالتے ہیں۔ بوزر کی تساری، اکت اور بلند پروازی، پختگی اور تنافس کے ساتھ اس تہذیب کا آئینہ ہے، ان کے بیان نادر استعارے ہیں، تازہ تشبیہ میں، اعلیٰ تخیل ہے، جذبات کی صحیح تصویریں ہیں، وہ الفاظ کا ایک علم باندھتے ہیں اور ان کے ہیر پھیر سے نئے نئے مضامین پیدا کرتے ہیں۔ وہ غزل میں اب نیا طرز ایجاد کرتے ہیں۔ نسیم دہلوی، فتنی امیر القاسم اور مولوی حسرت موہانی نے ان کی پیروی کی ہے۔ لیکن موتس تعلیم غزل کے تاجداروں میں ہیں۔ دوسرے اصنافِ سخن میں انہوں نے، نیا زبانیں حاصل کیا۔ ان کی تحفہاں معمولی بلکہ عامیہ رنگ میں ہیں، البتہ موتس کا کلام مدحیہ قصائد کے بدنامہ ادب سے پاک ہے جسے خوشی ہے کہ اپنے ایسے باکمال شاعر کو ایک مستقل کتاب کا موضوع قرار دیا۔ فقط

تارا چند

پہلی شہ خط ہے اس پر ڈاکٹر تارا چند کے دستخط ہیں۔ تاریخ اتوں نے لکھی نہیں

گرمجے ۱۰ جنوری ۱۹۲۷ء کو لکھا ہے۔

میں نے موتس پر مستقل کام شروع کیا تھا، اسی کے لئے ڈاکٹر صاحب نے یہ لکھا ہے۔

تکمیل کا علی

مکتوب البیہ ہر فاروں

(۱۴)

مکتوب رگھوپتی سہاسے فراق

مکرم بندہ، سلام و نیاز!

آپ یقین مانئے ہیں ایک مدت سے خود آگرہ آنے کے لئے بے چین ہوں، اور آپ کا خط پا کر مجھے اپنا یہ مقصد یاد آنے لگا ہے۔

خبر وہ خاطر ہے ناشکیبا

دلوں کی آگ کون اگسا رہا ہے

لیکن ۲۷ جنوری ۱۹۲۷ء جنوری دونوں تاریخوں کے لئے فیض آباد ریلوے پور کے مشاعروں کے لوگوں نے مجھے بولے بیچ دیا

ہیں اور اگر کہہ دیجئے ہوسے بھی اخلاقی فرض کو اس ترجیح پر ترجیح دینا بڑا ہنسہ ہے۔ آپ کا پیرا خط اور حضرت بخش کا مینہ  
امرارہ دونوں دل کا دامن پکڑے ہوئے ہیں پھر اس پر آپ کے طلبا کا اصرار، غم عشق کو گویا غم فرائض نے کہیں کا نہ رکھا۔

بیرسے پاس طرح میں غزل نہ تھی اور فیض آباد، فتحپور اور الہ آباد کے ایک مشاعرے کے لئے جو جناب دانش چاند صاحب  
اپنے یہاں کر رہے ہیں اور جس میں سوا شعر کے صحت عورتیں سامعین میں ہوں گی اور جس کی طرح ہے

”کبھی ہم اس کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں“

دوڑاں مشغ طرح کو ملاحظہ کیجئے، ان تمام مشاعروں کے لئے غزلیں تیار کرنی ہیں ورنہ کم از کم پانچ سات شعر کی غزل آپ کی  
طرح میں بھی حاضر خدمت کر دیتا بھی کیا کروں میں تو تھلا کر رہ گیا۔ خیر ایک نئی غزل بھیج رہا ہوں، پسند آئے اور مناسب سمجھے  
تو کسی اچھے پڑھنے والے سے اس کے چند شعر پڑھوا دیجئے گا۔

ہاں لیکن میں اگر کہی انا ضرور چاہتا ہوں۔ اگر ۲۳ فروری کو آپ کوئی مشاعرہ کریں تو حاضر ہو سکتا ہوں ورنہ آئندہ سال  
اور وہ بھی بشرطیکہ کم از کم ۱۵ دن پہلے مجھے اطلاع مل جائے۔ اگر ۲۴ جنوری سلسلہ آئندہ سال کے لئے اہل تاریخ ہے  
تو خیر لمبی سہمی۔ ورنہ ۳۰-۳۱ اکتوبر اور یکم نومبر چھٹیاں ہیں دیوالی وغیرہ کی اور ان چھٹیوں میں تمام طلبا بھی وہیں ہوں گے۔  
کیونکہ جی بھر کر دسمہرہ کی چھٹی میں گھر رہ چکے ہوں گے۔ موسم بھی نہایت خوشگوار ہوگا۔ بہر حال میں اپنی رائے کو ناخواندہ مہمان  
کی طرح آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔

اب اور اظہار معذوری و نہامت کے سوا کیا عرض کر مل،

کھوئی ہوئی سی عشق کی ہستی قبول کر چلے نہ ہوش ہے نہ گمراہ میں میں مستیاں

نیاز کیش رکھتی سہائے فراق

۲۰ جنوری

مکتوب الیہ ڈاکٹر مختار الدین احمد اردو

(۱۵)

مکتبہ مالک رام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت المکرم! مجھے افسوس ہے کہ میں ابدیہ کے مجذوب صفوں کا عکس نسبتاً دیر سے بھیج رہا ہوں۔ خدا معلوم میرا گذشتہ  
خط جس میں کتاب کے کوائف کی تفصیل تھی آپ تک پہنچا یا نہیں۔ خدا کرے کہ یہ عکس آپ کو وقت پر مل جائے اور آپ کے  
مغیر مطلب ثابت ہو۔ میری امید کے خلاف تصدیقیں زیادہ صاف نہیں حالانکہ اصل بہت روشن ہے۔ مشکل یہ پیش آئی کہ یہاں  
اسکندریہ میں خاص کتابوں کے عکس لینے والا کوئی مصور... نہ ملا۔ کتنے دن اسی تلاش میں نکل گئے آخر مجبور ہو کر میں ایک  
عام فوٹو گرافر کو ساتھ لے کر دارالکتب گیا اور اپنی مکتبہ کی اجازت سے پہلے اور آخری صفوں کی تصویروں اتاروائی۔ کتاب  
کے اختتام کے بعد ایک صف پر اسامہ کا ایک میٹہ تصدیق ہے اور اسی ورق کی پشت پر کسی اور صاحب کا جوابی تصدیقہ۔  
کتاب اور اسامہ کے تصدیقہ کے کاتب الگ الگ معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ دونوں کی کتابت کا ڈھنگ ایک سا نہیں۔  
ایک اور بات یاد آئی۔ میں نے پچھلے صف میں اسامہ کے چار شعر نقل کئے تھے جو اس نے کتاب کے متن میں  
بطور مندرجہ ہیں۔ ان میں سے پہلے شعر کے مصرعہ ثانی کا آخری لفظ کچھ مشتبہ تھا اور غالباً میں نے اس کی طرف اشارہ

اور لفظ صدمہ دیا تھا۔

بھی کر دیا تھا۔ آخری بار جب تصویر برآمدانے کے لئے گیا تو دوبارہ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لفظ رھن بمعنی گروی ہے۔ اب سمرعیوں ہو گا واستروھنوا قلبی ومن عجب الدین لی وخواہی امرھن معنی صاف ہیں۔

خدا آپ کو اپنے عزائم اور مراسم میں کامیاب و شاد کام کرے۔ آمین۔

میں پوری کتاب کے محسوس کے لئے کوشش کر رہا ہوں۔ افتار اللہ جلدس سے متعلق بھی لکھوں گا۔

مجھے اپنے عقائد کے متعلق ایک بات یاد آگئی۔ میں نے جہاں آزدہ کے غالب کے مکان پر آنے اور انہیں مشاہدہ میں شریعت کی دعوت دینے کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ طرح نظیری کی مشہور غزل خورشید است، پند است دکھی گئی ہے ہاں نظیری کی جگہ سعدی لکھ دیا جائے۔ کیونکہ اگرچہ اس زمین میں نظیری، خانقاہاں عبدالرحیم، غوری اور دوسروں کی غزلیں ہیں لیکن سب سے پہلے سعدی نے غزل لکھی تھی۔ اس لئے اگر ممکن ہو تو یہ اصلاح ضرور کرادیں۔

آپ نے اپنے پیچھے خط میں غالب کے خط کی تاریخ سے متعلق پھر لکھا ہے اور مجھ سے اتفاق کیا ہے۔ میرے ذہن پر ایک اور بات آئی ہے۔ کہیں یہ سن ۱۸۴۱ء تو نہیں سن کی جگہ وہ غلطی سے ۱۸۰۴ء لکھ گئے ہوں۔ اس صورت میں یہ بھی ملنا چاہیے کہ ۱۸۴۰ء تک ان کی والدہ زندہ تھیں جو اگرچہ نامکمل نہیں لیکن مستند ضرور ہے۔ اس پر ایک اور شبہ بھی وارد ہوتا ہے کہ ایک قانونی دستاویز میں تاریخ کی ایسی غلطی کیوں ہوئی۔

- تاریخ سے متعلق مزید تحقیق ایک اور طریقہ پر بھی ہو سکتی ہے، یعنی خط کے مکتوب الہم کب تک زندہ تھے۔ نواب عبدالرحیم جنگ باور قند کی کوٹھی حبیب منزل میں جانیے، وہاں نواب صاحب کے برادر رستمی جناب عبدالوحید خاں صاحب ہیں، ان سے پوچھئے کہ جناب خداداد خاں صاحب کب تک زندہ تھے۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو گا خداداد خاں صاحب عبدالوحید خاں صاحب کی والدہ بسم اللہ بیگم کے دادا تھے۔ اگرچہ اس کا امکان کم ہے کہ جناب عبدالوحید خاں صاحب کے دادا صاحب کی تاریخ وفات معلوم ہو لیکن کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ جناب عبدالوحید خاں صاحب کو میرا سلام سنوں عرض کریں خدا آپ کا حافظہ ناصر ہو۔ آمین۔ والسلام والاکرام

خاکسار مالک رام

۱۱ مارچ ۱۹۴۹ء، اسکندریہ، مصر

ابھی ابھی آپ کا براہ حال کا پوسٹ کارڈ ملا۔ شکریہ۔ اس میں کوئی نئی جواب طلب بات نہیں۔ سوائے اس کہ ایک سیانی صفحہ کا نوٹ بھی درکار ہے۔ انشاء اللہ تعین حکم کی جائے گی۔

مالک رام

مکتوب الہیہ طابہا

(۱۶)

مکتوب سید محی الدین زور

محبت محترم!

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۵ جنوری مجھے آج ۱۲ جنوری کو حیدرآباد میں ملا۔ میں علی گڑھ میں صرف ایک روز اور کوئٹہ میں دو روز رہا۔ اگرچہ ۶ رکو مل جاتا تو میں یقیناً ایک روز آگرہ میں گزارتا۔ کیونکہ دہلی میں، کوئٹہ سیکند گلاسٹن میں ملے اور نہ فرسٹ میں۔ اس لئے دوسرے روز ٹکنا پڑا۔ کاش یہ وقت آگرہ میں گزارنا اور آپ حضرات سے فیضیاب ہو سکتا۔

آپ نے جس محبت سے اگر دُسنے کی دعوت دی ہے اس کی میں دل سے قد کرنا ہوں اور انشاء اللہ جب کبھی پھر شمال ہند کے غے نکلوں تو ضرور آگرہ سے میں مغرب نیاز حاصل کروں گا۔ پر قیصر برصغیر احمد صاحب نے سواہش کی بے کراہٹ کی جھڑپوں میں حیدرآباد میں ارباب اردو کا ایک اجتماع کیا جائے تاکہ کوئی قدیم و جدید ادب سے مختلف افراط ہند کے اہل علم پر رٹی و رافت ہوں۔ اور تاریخ ادب اردو و ہندوستان کی تدوین و توسیع کے ہلے میں تیار و خیال کریں۔ انہوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس تحریک کا تعقیب خاکی تیار کر کے روانہ فرمائیں گے۔ وہ آسے تو میں وزیر تعلیمات حیدرآباد کی طرف سے دعوت دے جاری کروں گا۔ امید ہے کہ آپ اور مولانا صاحب صاحب قادری بھی ضرور تشریف لے رہے ہوں گے۔

آپ کے غلوں اور کرم کا دینی منت۔

سید محی الدین دہ

۱۳ سبزی ۱۳۵۷

یہ انبیاء علی عرش

(۱۷)

مکتوب الیہ مالک رام

محترم ۱۷ جون کا والا نامہ ۲۶ جون کو مل گیا تھا۔ آج ڈیڑھ ماہ کے بعد جواب لکھنے بیٹھا ہوں، اور یہ سوچ کر غصے ہوں کہ مسلمان کسے رمضان مبارک میں کام نہ کرنے کا کوئی عذر کب درکار ہوتا ہے۔ کیا یہ کچھ کم ہے کہ میں برابر روزہ رکھتا رہا۔ فرمائیے، شک ہے۔ یہاں جمعہ کو رمضان کا پہلا روزہ رکھا گیا اور ۲۹ دن کے بعد جمعے ہی کو ختم کروایا گیا۔ ۷ اگست بوم شنبہ ہمارے یہاں بوم عید تھا۔ بارش تقریباً پورے تینے خوب ہوئی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ پٹا پڑے مقیم ہیں۔ جوک سیاسی بلے نام ہی گنتی تھی ہوں شکایت جس کا جی چاہے کہ۔ کہ انسان جلد باز اور بے صبر ہے۔

فاسم بن سلام کا رسالہ خدا جانے آپ کو ملایا نہیں۔ مل گیا ہوتا تو مہربانی فرما کر ذرا کوشش کر دیکھئے۔ ابادہ قابل اسلام کا مشورہ شاعر ہے۔ انتہا شاعر ہے کہ تذکرہ نگار بہ لکھتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے درود کسی مشاعرہ کا ذکر آتا تو وہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ جادوہ کا کلام بھی وہاں پڑھا گیا تھا یا نہیں۔ اگر جواب نفی میں ملتا۔ تو وہ یہ خیال فرما لینے کہ وہاں اچھا کلام نہیں پڑھا گیا۔ مگر بے ہمت کم گو۔ اسے کتاب الاجناس کے سائز پر چھاپا جائے تو اس کے حجم سے آدھا حجم ہوگا۔

ایک جرمن عالم نے ۱۸۵۸ء میں اسے شائع کیا تھا۔ مگر وہ نسخہ اب ناپید ہو گیا۔ میں نے اس کے نسخے کے ساتھ دو نسخے لندن کے، دو مکتبہ خدیوہ کے اور ایک رامپور کا اپنے سامنے رکھ کر کتاب کو مرتب کیا ہے۔ ان خطوط کے علاوہ عربی

ادب میں جہاں کہیں اس کا کوئی حوالہ نظر آیا ہے اس کو بھی نوٹ کیا ہے۔ غرض کام حسب عادت محنت انجام کر دیا ہے، اور اس لئے توقع ہے کہ اہل علم پسند فرمائیں گے۔ جادوہ کے حالات کے لئے افغانی ملاحظہ فرمائیے۔ وہاں اس کا تذکرہ اور شمار دو فوٹوں میں

نادر نامہ کا یہ نسخہ ۱۲۷۵ھ میں محبس پریس دہلی میں باہتمام کنھیالال چھپا تھا۔ سائز ۳۰×۲۰۔ صفحات کی تعداد ۱۶۰

ہے۔ آخر میں تینیں الفات موتقہ مولانا جامی شامل ہے۔ یہ چند اشعار کا ایک قطعہ ہے جس میں فراہی کی نصاب الصبیان کے انداز پر نجات نظم کئے گئے ہیں۔ سرورق پر اس کو اسمائے فارسی کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ کتاب میں ہاشمی غلطیاں

متعدد ہیں۔ ہاں، ایک بات یہ اور قابل ذکر ہے کہ جامی رائے قطعہ کے بعد دوسری بحر کا ایک اور قطعہ بھی نجات فارسی پر مشتمل پایا جاتا ہے۔ اس کے مصنف کا پتہ نہیں چل سکا۔



دہلی کے ایک فاضل وزیر الحسن عابدی صاحب ایم اے کو حکومت ہند نے ایران سے ثقافتی تعلقات برعکس کرنے میں ترانہ یونیورسٹی مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے بھیجا ہے۔ یہ صاحب وہ ہیں جن کے پاس غالب کی ایک کتاب باغ وود کا نسخہ موجود ہے۔ فارسی کا بہت اچھا ذوق رکھتے ہیں اور صاحب فہم و ذکا ہیں۔ اس کا حال میں ترانہ سے خط آیا ہے۔ غرض کہ میں نے انتخاب مالت کے متعدد نسخے ایران کے کئی محققوں کو تنقید کے لئے پیش کئے تھے۔ ان کی تنقید میں ایک جگہ کتابی نقل میں مرتب کردہ ہجوں۔ مبینہ ہیں کہ جلد ہی اس مجموعے کو چھاپیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایسا نبول نے غالب کی زبان اور تخیل کو کس نقطہ نگاہ سے رکھا ہے۔ مجھے ایرانی موجودہ مذاق شاعری کے متفقین جنہوں نے اس لئے یہ توقع نہیں رکھتا کہ وہ غالب کے ساتھ انصاف کر سکیں گے۔ مگر غالب علی کل غالب ہے۔ ہر مکتبہ کے اس کی شاعری کی قوت ایرانیوں سے بھی وادعا عمل کرے۔

وزیر الحسن صاحب نے یہ دریافت کیا ہے کہ پچھلے سال غالب پر نیا کام کیا ہوا ہو تو اس سے اطلاع دوں۔ کیا آپ نے لکھ اور کام کیا ہے۔ اور ہاں صاحب، علی گڑھ میگزین کا غالب نمبر نکل رہا ہے۔ اس میں آپ شرکت فرمادیں۔ یہ غالب پر ایک جامع کتاب کی شکل میں ہوگا۔ آپ جس عنوان پر تمکین مجھے ضرور اطلاع دیں اور اگر براہ راست ایڈیٹر کو لکھ دیں تو بہتر ہے۔

کیوں صاحب، یہ اپنے آنے کی اطلاع دے دی جاتی ہے، مگر میں بلانے کا بھی کبھی مژدہ سننے اور دیکھنے میں آئے گا۔ خدا آپ کو شاد و بامرور رکھے، رخصتیت کے ساتھ ہندوستان واپس لائے۔ والسلام مع الموت الامترم،

مخلص عدیشی

۱۰ اگست ۱۹۸۰ء

مکتوب الیہ ڈاکٹر سید عبداللہ

(۱۸)

مکتوب سید مسعود حسن رضوی

مکرمی تسلیم

آپ کے دو خط وصول ہوئے۔ میری کچھ کتابیں بعض وجوہ سے بے ترتیب ہو گئی تھیں، اور مطلوبہ کتب کی تلاش کے لئے فرصت نہ ملی۔ اس سبب سے جواب میں اتنی تاخیر ہوئی۔ نوادر الافاضل کا جو نسخہ میرے پاس ہے وہ ۱۳۲۵ھ میں نقل کیا گیا تھا۔ آپ کے پاس اس کے کئی نسخے اس سے بہت پیشتر کے ملے ہوئے موجود ہیں۔ اس لئے میرا نسخہ آپ کے لئے غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ خرائب اللغات کا کوئی نسخہ میرے پاس نہیں ہے۔ مگر میرے علم میں ایک جگہ موجود تھا۔ اس کو دیکھنے کی ادھر نوبت نہیں آتی۔ میں اس کی فکر میں ہوں، اس کو دیکھ کر میں اس کی حالت سے آپ کو مطلع کروں گا۔ اور اگر آپ اس کا دیکھنا ضروری سمجھیں گے تو اسے آپ کے پاس بھجوانے کی کوشش کروں گا۔ معلوم نہیں کہ خرائب اللغات کا کوئی نسخہ آپ کی نظر سے گزرا یا نہیں اور اس کے وجود کا آپ کو علم ہے یا نہیں۔ یہ کتاب بھی اسی زمانے کی تالیف ہے۔ اس کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خرائب اللغات کی تالیف کے بعد اور نوادر الافاضل کی تالیف سے پہلے لکھی گئی تھی اس کا کوئی مکمل نسخہ تو میں نے بھی نہیں دیکھا ہے لیکن منتخب خرائب اللغات میرے پاس موجود ہے۔ اس میں صرف ۲۳ ورق ہیں۔ یہ نسخہ بہت کرم خوردہ ہے۔ اس کے ہر ورق پر دونوں طرف باریک کاغذ چڑھا کر اسے محفوظ کر لیا

ہے۔ اگر اس کا کوئی مکمل نسخہ کہیں مل جائے تو ان تینوں کتابوں کو ملا کر ایک کتاب مرتب کرنا شاید بہتر ہو، اس طرح کہ ہندی لفظ لکھ کر اس کے معنی جس کتاب یا جن کتابوں میں ملیں ان کو نقل کر کے بریکٹ میں کتاب کا مختصر نام یعنی غرائب یا عجائب یا نوادر لکھ دیا جائے۔ ان تینوں کتابوں کو ملا کر جو کتاب مرتب کی جائے، اس کا نام بھی ان تینوں ناموں کا مجموعہ یعنی لغات غرائب و عجائب و نوادر رکھا جائے۔ ان تینوں کتابوں میں لغات کی ترتیب بھی یکساں نہیں ہے۔ اب ان کو جدید اصول کے مطابق ترتیب دینا چاہئے۔

جناب احسن مارہروی مرحوم بھی نوادر الالفاظ کو ایڑٹ کر کے کا ارادہ رکھتے تھے، مگر ان کا یہ ارادہ موت نے پورا نہ ہونے دیا۔ مرحوم کے ایک صاحب زادے مسلم یونیورسٹی کے دفتر میں ملازم ہیں۔ ان کو خط لکھ کر دریافت کیجئے ممکن ہے کہ کتاب کے کسی اچھے نسخے کا پتہ مل جائے یا اس سے متعلق کچھ مواد مل جائے۔

نیاز کیلش سید مسعود حسن رضوی

۲۱ فروری ۱۳۳۲ء

نشی راہ دعا کرشن آتم لکھنوی نے الفاظ ہندی کی ایک مختصر فرہنگ مرتب کر کے اس کا تالیفی نام ظہیر العلماء لکھا اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ مولوی ابو عبد اللہ بن بلگرامی اور سہ ابن الدین علی خان آرزو کے لغات ہندی میں چند لغات بری نظر سے نہیں گزرے۔ میں نے ان کو "عرق ریوی تمام اور تلاش مالکلام" کے ساتھ تصانیف اساتذہ سے منتخب کر کے اس مختصر فرہنگ میں جمع کر دیا ہے۔ آتم عربی اور فارسی غزلی جانتے تھے۔ ان کی کتاب خان آرزو کی نوادر الالفاظ کا غیبہ یا تکملہ ہے۔ لیکن اس کی تالیف نوادر الالفاظ کے بہت دنوں بعد ہوئی ہے۔ اس لئے اس میں جو لغات ایسے ہوں کہ حقیقتہً نوادر الالفاظ میں موجود نہ ہوں ان کو اصل کتاب کے حاشیے پر لکھ دی جاسکتی ہے۔ ظہیر العلماء بہت چھوٹا رسالہ ہے۔ جس میں صرف ۴۲ ورق ہیں۔ یہ رسالہ بہت کیا ب ہے اور غالباً کبھی طبع نہیں ہوا۔

سید مسعود حسن رضوی

مکتبہ الیہ ڈاکٹر سید عبداللہ

(۱۹)

مکتبہ شیخ محمد اکرام

مشفق!

اسلام علیکم۔ دونوں عنایت نامے ملے۔ آپ نے چھ مئی کے خط میں، مئی کو دیوان دیکھنے کی فوری خوشی سنائی تھی۔ اس نے میں جو اب سے پہلے دوسرے خط کا منتظر رہا۔ کل پونا سے ہو کر آپ کا دوسرا خط ملا۔ پروفیسر صاحب کا قلمی دیوان بڑے کام کی چیز معلوم ہوتا ہے۔ باندھ وغیرہ کی غزلوں کے متعلق آپ نے تفصیلات مجھے بھیج دیں۔ اب مجھے یہ دریافت کرنا ہے کہ جن اردو غزلوں کو میں نے ۱۸۴۱-۱۸۴۲ تک ترتیب دیا ہے۔ ان میں کی اور بھی کوئی غزلیں۔۔۔۔۔ قلمی دیوان کے متن وغیرہ میں موجود ہیں یا نہیں۔ یہ غزلیں غالب نامہ کے ص ۲۲، ص ۲۸۱ تک ہیں۔ آپ کی سہولت کے لئے میں نے علیحدہ کاغذ پر ان غزلوں کے مطلع وغیرہ درج کر دیئے ہیں۔ آپ قلمی دیوان سامنے رکھ کر ان مطلعوں کے سامنے رکھ کر ہاں یا نہ لکھ دیں۔ تو میرا مقصد حل ہو جائے۔

یہ کام سب سے اہم ہے۔ امید ہے عملی مواقع، جتنی جلد آپ کو اس کا موقع دیں گے۔ آپ اس حرف تمہہ ہوں گے۔

میرا اپنا خیال ہے کہ نسخہ مجید بہ کے حاشیہ کی ۱۱ غزلیں ۱۸۲۵ء سے پہلے کی لکھی ہوئی ہیں۔ اگر میرا خیال صحیح ہے تو یہ غزلیں تھیں نسخہ کے متن میں موجود ہونی چاہئیں۔ آپ کے جواب سے یہ مسئلہ بھی طے ہو جائے گا۔

آپ لکھتے ہیں کہ غالب کا سفر کلکتہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۲۴۲ سے تین ماہ پہلے شروع ہوا۔ براہ کرم مطلع کریں۔ کہ یہ رائے کس شہادت پر مبنی ہے۔ البتہ تو یہ بات قرین قیاس ہے۔ لیکن غالب نے معتمد الدولہ کی تعریف میں جو نثر لکھی ہے۔ اس کی تاریخ تقریباً محرم الحرام دی ہے (ملاحظہ ہو غالب نامہ ص ۲۲-۲۵)۔

آپ کے خط کا بڑی بے تابی سے انتظار کروں گا۔ یقین ہے کہ جتنی جلدی آپ سے ہو سکے گا آپ امر در یافت طلب کا جواب دیں گے۔

آپ ادیشل کالج میگزین بذریعہ دی پی بھجوا دیں۔ یا پتہ بھیج دیں تو میں ذریعہ بذریعہ محلی آرڈر بھیج دوں۔

مثلی کے متعلق آپ کے خط سے میرے شبہ رفع نہ ہوئے۔ بلکہ اور متحکم ہو گئے۔ کیونکہ ان کے کیرکٹر کی پیچیدگیوں کی نسبت آپ کی بھی وہی راستہ ہے جو میری۔ ہاں سرسید اور حالی کی نسبت مجھے آپ کی رائے سے اختلاف ہے۔ خاص اہل نظر سے میں آزاد کی تصنیفات کو مثلی کی کتابوں سے بہتر سمجھتا ہوں۔ حالی کی طرز تحریر میں مثلی کی ٹنگٹکی نہیں۔ لیکن میرے دل میں حالی کی جو قدر ہے وہ مثلی کی ہرگز نہیں۔ دونوں کا بطور انسان کے موازنہ کیجئے۔ اور دیکھئے کہ حالی کا پتہ کتنا بھاری ہے۔ اس کے علاوہ مثلی میں (BALANCED JUDGMENT) اور ذررت نگاہی نہیں تھی۔

یہ مضمون بہت وسیع ہے۔ میں انشاء اللہ غالب نامہ پر اس میں بھیجے کے بعد کسی قدر تفصیل سے اظہار خیال کروں گا۔ قرین قیاس ہے کہ آپ کو کئی باتوں میں مجھ سے اختلاف رائے ہوگا۔ لیکن اس سے آپ تصویر کا یہ رخ بھی دیکھ سکیں گے۔ آج کل مثلی اور جانشینان مثلی (مولانا ابوالکلام سید سلیمان ندوی دارالمصنفین) نے مسلمانوں کی دینی زندگی پر پراسی طرح قبضہ جما رکھا ہے۔ کہ سرسید اور حالی کی سچی خوبیاں بھی ہیں نظر نہیں آتیں۔ آخر یہ طلسم کبھی نہ کبھی تو ٹوٹے گا!

۲۱ رمی

مکتبہ پروفیسر حامد حسن صاحب قادری

(۲۰)

مکتبہ الیہ خباب شارانہاوی

جناب کرم۔ السلام علیکم

کرم نامہ صادر ہوا۔ منظر صاحب نے جس روز آپ کو خط لکھا ہوگا اسی روز یا اسی سے ایک روز بعد ان کے پاس میرا دستہ ڈلفا پہنچ گیا ہوگا۔ آج کل جو ہم لوگوں کے لئے ”ہنگامی ہنگامہ“ رہا ہے اس کی بے غایت مصروفیت کے سبب سے تاریخ جلد نہ لکھ سکا۔ جب منظر صاحب کا دوسرا خط شدید تقاضے کا آیا تو پرچے اور کتابیاں ہاتھ سے رکھ کر نہیں فرمائش شروع کر دی اور غفلت میں جو بن پڑا بھیج دیا اگرچہ ایسا نہ ہو سکا جیسا میں چاہتا تھا یا ہو سکتا تھا۔ تاہم بے یقین اور قطعے دہائی عمدہ نہ ہوئے۔ معرفت شرکت عم کی خاطر بھیج دیجئے مگر قرآن مجید سے تاریخ خوب ہوگئی۔ وہ آپ کو بھی لکھا ہوں:

تقدیر محمد و ذلک العوذ المبین — (سورہ انعام پارہ ۷)

قرآن مجید میں (تقدیر) ہے۔ میں نے (تقدیر) کو حذف کر دیا ہے۔ لوح مزار پر نام کے نیچے بس یہ آیت کافی

ہے لیکن بڑی لوح ہو تو جس کسی کا بہترین قطعہ ہو وہ لکھواؤں۔  
اسی سذکی ایک اور آیت بھی نکلی ہے سورہ الفجر کی:-

اِنتِهَا النُّقْصُ الْمَطْمَئِنَّةُ الرَّحْمٰی اِنِّیْ سَرْمَتٌ -

آیتوں میں ہے یا بدتھا۔ میں نے یاے ندایمعی حرف (ی) حذف کر دی ہے۔ آیت میں نے منظر صاب کو پس لکھی کہ ایک ہی کافی ہے۔ مگر یہ اس سے بہتر ہے، آپ چاہیں لکھ دیں۔ دونوں میں سے جو پسند ہو۔ آپ کی طرح دوسرے حضرات بھی یہ فرما دیا کرتے ہیں یا سمجھتے ہیں کہ نجد سے بہتر تاریخ گو نہیں۔ میں اس کو آپ کی اور ان کی قدر افزائی سمجھتا ہوں ورنہ میرے علم میں تین سال پہلے تک دہلی میں ایسے تاریخ گو تھے، جواب پاکستان میں ہوئی گئے اور لکھنؤ اور دوسرے مقامات پر ہیں جن کے کمال کے سامنے میری تاریخیں بیچ ہیں۔ البتہ میرا سا خط کسی کو نہ ہو گا کہ دن رات تاریخیں کہتا ہوں۔ بات بات پر کہتا ہوں۔ اسی اٹھس میں رہتا ہوں۔ آج ہی آپ کا خط آنے سے پہلے کئی تاریخیں فرمائی لکھ چکا تھا میرے لئے تاریخوں کی بے گار حشر سے اتنی ہے جی بزرگ کی تاریخیں کہیں ان کا حال گیارہ سال سے ۱۳۵۹ھ میں بڑا بھلا۔ مجھ سے اب فرمائش کی گئی۔ آپے شوق اور خط سے جو کہتا ہوں ان کا یہ حال ہے کہ لڑکی کے ہاتھ سے بند روٹی لے گیا تو کہا: بڑا مودی و ظالم ہے۔ (۱۹۵۱ء)۔ ایک بچی کے ہاتھ میں بھو نے کاٹ لیا تو کہا: یہی طبیعت کنز و دم کا اتھنا ہے ہی (۱۹۵۰ء) ایک دوست کے ہاں لڑکی ہوئی تو کہا: بیٹی مبارک بیٹی مبارک (۱۳۷۰ھ) وطن میں ایک عزیز کو بڑھاپے میں تپلون پہننے کا شوق ہوا۔ ۵۵ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ تپلون میں بڑا میں، میں نے تاریخ کہی:-

تس گئے بھائی بھی تپلون میں آج  
خوب تپلون کی نکلی تاریخ

ان کی ٹانگوں کو سلاصں کئے  
شجرہ شوق کی شاخیں کئے

ایک سال منہ فقر کے سبب سے قربانی نہ ہو سکی تو کہا: "عبدالاضیٰ کیا جو قربانی نہ ہو؟" (۱۳۶۱ھ)۔ اعزاء احباب پاکستان چلے گئے تو کہا: "ہو گئے خاندان مارہ باٹ" (۱۳۶۵ھ) پاکستان کی دو تاریخیں قرآن مجید سے بڑی عجیب نکالی نصیب، ایک ہجری ایک عیسوی ۱۰ بھی پاکستان بن نہ چکا تھا۔ صرف ۳ جون ۱۹۴۷ء کو اعلان ہوا تھا کہ میں نے تاریخیں کہہ دیں۔ ہجری تاریخ صرف تین لفظوں سے نکلی تھی۔ وہ قطعہ میں نظم ہو گئی۔

آیہ قرآن سے تاریخ یہ ہے ارشاد کُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ

مشہور آیت ہے کُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ..... دوسری عیسوی تاریخ کے لئے قرآن مجید میں ضمیمہ کتاب میں میری تامل کی داد دیجئے: احقنا دار المقامة من فغلب لا یتساخما نصیب (سورہ فاطر رکوع ۴، پارہ ۲۲) اس کا ترجمہ یہ ہے: "اس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا جہاں ہم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ اپنے ہاں کے استاد عربی کو مناسبت ہے۔

اگر آپ جواب کے لئے محنت نہ بھیجتے تو میں کارڈ میں لکھ دیتا کہ منظر صاحب کو تار نہیں بھیج دیں۔ مگر غافل لکھنا ظہر  
تو میں نے سوچا کہ دو آنے وصول ہونے چاہئیں۔ سو وہ محب وصول ہوئے کہیں نے اپنی شان میں تنہیدہ سناؤ ۵۱- آپ کے  
ترضانے ہی ہوئے کہ آپ کا وقت ضائع ہوا۔ مگر اس کو سناؤ کا درون لکھ سمجھ لیجئے یا "سبب برہان سخن گر سخندان رسد" بلکہ دونوں  
ہی سمجھئے میرا تو واقعی جی چاہا کہ آپ کو تار نہیں سناؤں اور آپ کے سخندان ہونے میں بھی شک نہیں۔ ابھی تو خدا جانے کتنی  
لکھنا اس لئے کہ بندہ رکھو، پتلون کی قسم کے بھی بے شمار لطیفے ہیں مگر درق تمام ہوا... پھر بھی پریٹ کی تار تار اور سن بھیجئے  
کڑی ترہیں ہوئیں جانے پہ ماہ  
کئی تاریخ سن کر متادری نے  
ہوا سے بیچئے پریٹ ضروری

اب اپنے مقدمہ کی بات خاتمہ پر مئے۔ اس زمانے میں تو نصف مئی تک کارڈوں سے ہی فرحت نہ ملے گی  
اگر وہ، دہلی، علی گڑھ وغیرہ کے پیرچے میرے پاس ہیں۔ لیکن فی الواقع اب میں سوچنے، لکھنے کے قابل نہیں رہا، سکون میسر نہیں  
ہر وقت پریشانی رہتی ہے ایسے میں کیا لکھ سکوں گا۔ آپ کا کلام خود ایسا اچھا ہے کہ کیا فرمائے میں علمائے دین کی قسم کے رقصہ  
مذہب کی ضرورت نہیں۔ بہری تحریر سے کیا وزن پیدا ہوگا۔ کچھ بوجھ ہی بڑھ جائے گا۔ ہم سے بوجھوں کو دیشا کر ڈیو بھیجئے والسلام  
سلاگرو ۱۴ اپریل ۱۹۵۱ء

اساتذہ حسن قادری  
مکتب البیاد و اکبر عثمانیہ ابن احمد آرزو

(۲۱)

مکتب پر و نیر محمد شیعہ

مزیم، علیکم السلام

میں آج کل آپ کا مضمون دیکھ رہا ہوں۔ ہمارے ہاں قاعدہ یہ ہے کہ دس آف پرنٹس مفت دئیے جاتے ہیں۔ ساگر  
زائد تعداد مطلوب ہوتی تو اس کے لئے مضمون نگار صاحب کاغذ کاغذ بہم پہنچائیں۔ چونکہ یہاں کاغذ خصوصاً آرٹ پیپر بہت گراں  
ہے غالباً آپ کاغذ کے مصارف برداشت کرنے یا کاغذ بھیجنے کا انتظام نہ کر سکیں۔  
ہماری کوشش یہی ہوگی کہ آپ کا مضمون ایک ہی قسط میں نکل جائے۔

افسوس ہے کہ مروت علیحدہ چھاپنے کا کوئی انتظام نہیں۔ یوں آپ چاہیں تو وہیں چھپا سکتے ہیں۔ بلاکس کے  
لئے میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ وائس چانسلر صاحب خاص منظوری دوسورڈ پینٹنگ دے دیں۔ امید ہے کہ اس سے شاید چار  
پانچ بلاک بن اور چھپ سکیں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ باقی بلاک وہاں بڑا کر چھپا لیں۔ مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ حکومت  
ہندوستان کو بلاک بھیجنے میں کوئی اعتراض ہو گا یا نہیں۔ لیکن اگر آپ بلاک بنوانے کے بعد چھپو اگر ہم کو بھیج سکتے تو غالباً ان  
کو کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ میری مراد ان بلاکوں سے ہے جو چار پانچ سے زائد ہوں؟

حالیہ کے بقایا ۳۴ صفحے آپ کہہ تک بھیج سکیں۔ یہ بات میں لاٹریری والوں سے آج دریافت کروں گا کہ چک  
یا رقم آپ کو کیوں نہیں پہنچی۔ ان کے لیجنٹ نے تو ان کو ضروری کارروائی کے پتے کی اطلاع دے دی ہے۔  
آپ اپنے وطن کا ایڈریس بھی ہر بانی کر کے ہمیں بھیج دیجئے۔

تکملہ اتنا لکھنے کے بعد آپ کا دوسرا عنایت نامہ بھی ملا، اس میں چھٹیوں کا بندہ نہیں بھیج دیا ہے۔ پرو فیسر گرب جلد

ادبء فی سے بہت اچھی طرح واقف ہیں اگر یہ معنون لیں تو ان کے مشورے سے اس کے حدود معین کرنے حساب نہیں۔ کراچ کو دسکی KRALCHKONSKY نے جدو ادب عربی پر کافی کام کیا ہے۔ شاید چاس سال سے کم عرصہ ایسا ہوگا۔ ابن النفعلی اور ابن الدبیشی دونوں کام اچھے ہیں، وظیفہ دیتے واسے ان کو ناپسند کیوں کریں گے۔ خطاطی کے منتقل کر کے کے لائق کام یہ ہے کہ ایک کتاب تذکرہ خطاطان کے طور پر مرتب کی جائے جو اسلامی دنیا کے مشاہیر خطاطان کے حالات پر مشتمل ہو اور ان کے کارناموں کے نمونے سامنے لائے اس وگنٹری میں سبھی لوگ آسکتے ہیں۔ ویساچے میں از تقاضا خط پر تفصیل بحث ہونی چاہئے لیکن اس دودقتیں ہوں گی۔ (۱) ہر شخص خوبصورت خط کو بیان مکتا ہے لیکن اس خوبصورتی کی تجزی فن کار کے سوا دوسرے کے لئے بہت مشکل ہے اس لئے یہاں تک فن کے از تقاضا کا نقل ہے اس کی تجزی کے لئے فنی استدلال ضروری ہے اور بیان میں بہر حال اشکال پیش آئے گا۔ (۲) نوے کے کثرت چھینے چاہئیں اور اس میں عورت زیادہ منظور ہوگا۔ اس لئے فن کا کافی ہونا چاہئے۔

میرے نزدیک کم سے کم زحمت غالباً ابن النفعلی یا ابن الدبیشی میں ہوگی اور ان کی تصحیح کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ والسلام  
یکم جون ۱۹۵۳ء لاہور  
مخلص محمد شفیع

مکتوب الیہ جناب عبدالحمید صمد

(۲۲)

مکتوب جناب مولانا حسین احمد مدنی

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ میں اس وقت سفر میں ہوں۔ لاہور اور سہارن پور کے درمیان گاڑی چل رہی ہے۔ ایسے ہی اوقات میں فرصت ملتی ہے۔ پھلا والا نامہ میرے سامنے نہیں ہے۔ یکم ربیع الثانی کا بالانا نامہ سامنے ہے۔ والدین کی اطاعت ہر اس پرز میں واجب ہے جو کہ از قسیم معصیت نہ ہو کا طاعتہ مخلوق فی معصۃ الخلق نیز والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں تو ان کی خدمت گزاری اور حسن معاشرت ضروری ہے۔ دان جاہد کہ لفتہ لعلی مالیس لك علم فلا قطعہا و صاحبہا فی الدنیا معہ دنہا۔ اگر خلاف طبع ابن مفارقت زوجہ کا حکم کریں تو ابن کو زوجہ کا طلاق دینا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حضرت عمرؓ نے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باپ کے حکم کے امتثال کا ارشاد فرمایا۔ بہر حال مکہ اور غنطہ میں والدین کو راضی رکھنا اور خدمت کرنا ضروری ہے۔

الاتفی المعصیتۃ۔ میں حسب ارشاد و دعا کرتا ہوں۔ والسلام

نگاہ اسلان حسین احمد غفرلہ

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ

مکتوب الیہ مولانا غلام رسول تہر

(۲۳)

مکتوب شیخ محمد عبداللہ

کرمی جناب مولانا تہر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا نوازش نامہ مرقومہ ۶۴۹ مت ہوتی مجھے مل چکا تھا مگر کانفرنس کی سالانہ اجلاس کی پریشانیوں کی وجہ سے جواب دینے میں آج تک تاخیر رہا۔ امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ یکے بعد دیگرے جو دو عدد مقالہ انتشار حیات آپ نے چند مہینے ہوئے کثیر کی تذکرہ دیئے تھے وہی باعث شکوہ بنے اور ان کو میں نے موجود رکھا ہے۔ انتشار اللہ یا رزندہ محبت

ہانی۔ لاہور اگر کسی وقت جگہ شکوہ کر لیں گے۔ سیاسیات میں اختلاف تو ہو سکتا ہے لیکن اس کا اثر انسان کے ذاتی تعلقاً پر نہیں پڑنا چاہئے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ باوجود سیاسی اختلافات کے میرے دل میں آپ کی اور جانا سالک صاحب کی بہت ہی عزت ہے اور وقت مصیبت جو اعدا آپ نے مظلوم کشمیر ہوں کو دی اس کو ہم لوگ کبھی نہیں بھولیں گے۔ میری طرف سے سالک صاحب کو محبت بھرا عرض و سلام۔

۱۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء

آپ کا خیر اندیش شیخ محمد عبداللہ

مکتوب الیہ میکش اکبر آبادی

(۲۴)

مکتوب جو شمس لعل آبادی

حضرت میکش ابھی آفتاب طلوع نہیں ہوا ہے۔ ہوا کا ہر جھونکا کرۂ زمہ پر بنا ہوا ہے۔ افق گل رنگ ہے۔ چڑیوں کی آوازوں میں گھلتی ہوئی رقت کی موسیقی ہے۔ مادہ کبوتر کے زہر خانے یعنی روشن دان سے اس کے بچوں کی بیڑھ چڑا ہٹا اور کبوتروں کی فخر غوں کی آوازیں بھر دیں گے سر پر یاد رکھی ہیں۔ غرت غل میں تل کا پانی بول رہا ہے ایک موسیقی کے ساتھ۔۔۔ اور میں جیٹا ہوا آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ انسانی فطرت کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ سیکڑوں دوستوں اور ڈیڑھ درجنوں میں سے میکش کے سوا اس وقت کوئی اور کیوں نہ یاد آیا۔ اسے کون کچھ سکنا ہے۔ ممکن ہے میکش اس سہانے سماں میں اس لئے یاد آ رہے ہوں کہ ان کا دل صبح کی طرح لطیف و درخشاں ہے۔ لیکن حقیقت کیا ہے یہ بات کس کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

مجھے کون پھوٹ رہی ہے۔

حسن جنبہ ز خواب و مرثیہ برم زد

نقد بر پاشد و فشر۔ رگ عالم زد

فرے۔ فرے میں گلابی رنگ چل رہا ہے حیات آنکھیں مل مل کر اور جنبش سر سے بکھری زلفوں کو پیشانی سے ہٹا ہوا کر اٹھایا لے رہی ہے۔ یہ کس وجود کی تعین کی جا رہی ہے؟ یہ کس حقیقتِ ستور کے ثبوت کا یہ رسم لہرا رہا ہے؟ نہ ہوئی میں نے کہا تھا۔

مما ایسے اہل نظر کو تلاش حق کے لئے

اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

کاش وہی وجدانی دور اب بھی ہوتا۔ فکر نے میرے وجدان کے سینے کو اپنے تیزوں سے پھلنی کر دیا ہے معلوم نہیں میں خوش ہوں یا غمگین۔ شاعر کی حیثیت سے تو مجھے شاید علمیں ہی ہونا چاہئے۔ شاعری اجمال و وجدان چاہتی ہے، امد فکر تفصیل و حقیقت کی تلاش میں رہتا ہے۔ اس شخص کی ذہنی کشمکش کا تصور کیجئے جو ان اعدا کا حامل ہو۔

گمب مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

کیا کروں۔ کہ ہر جاؤں۔ کیا فیصلہ کروں۔ مرا جانا ہوں اس کشمکش میں۔ گھلا جانا ہوں اس کاوش میں۔ جتنا کر پیٹے

انتہا ہی کر کر۔ آخر کیا کیا جائے۔ کیا کیا جائے؟ کیا میں دیوانہ ہو جاؤں گا؟

جس وقت چھلکتی ہے مناظر کی جبین

کرتا ہوں جب انسان کی تباہی پر نظر

راسخ ہوتا ہے ذات باری کا یقین

دل بچھنے لگتا ہے کہ خدا ہے اکبرین

خدا کوئی میری دہری کرے۔ کوئی مجھے اس کشمکش سے نجات دلائے۔ کوئی اس گمراہی نہ کرنے والے کو تے کے اند جو میری آواز پر اس طرح لپک رہا تھا بڑھے کہ قطبین کے، میان ہل چل جائے؟  
اللہ سے سنا۔ آواز میں آتی

ایک انتہا تاریکی، ایک لامحدود سکوت۔ ایک بے یایاں ناہمواری، درد منہ انسانی کا کارواں ٹھوکر دیا، پڑھو کریں کھانا کرتا پڑنا، چھینا چلاتا، بھلانا، رونا، پشیمان چلا جا رہا ہے۔ نزل کیا ہے، میرا۔ اں کدھر ہے۔ کچھ معلوم نہیں۔ آواز  
نظر میں تدریجاً نہ ہانگے جو سے می آید

۲۴ دسمبر ۱۳۵۷ء میں ہوں آپ کا دیوانہ دوست جوش

کچھ روز تک تو نازش خزانگی رہی آخر جھوم عقل نے دیوانہ کر دیا۔ کاش یہی ہو جائے تو بیداری خواب کے بین بین زندگی بسر ہو رہی ہے دماغ کی دنیا میں ہر آن ایک جھپٹنے کا سازت رہتا ہے۔ اور مہر سالت دونوں وقت طے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ بیداری خواب، خواب بیداری۔ خود اپنے دلوں کو بھی پہچانتا نہیں۔ کس راستے کے نوچ ہوں جانتا نہیں

مکتوب الیہ جناب عبدالحمید صاحب سالک

(۲۵)

مکتوب جناب حفیظہ جالندھری

حضرت اساذی جناب سالک، السلام علیکم! گرامی نامہ ملا۔ آپ کی ہمارک باد کا دستگردار ہوں۔ میں بھی پندت جی جی آپ کے خط نے میرے سینے پر جو بوجھ تھا اسے کچھ ہلکا کر دیا ہے۔ یہ فطرت صاحب لاہورک سے پہنچ گئے۔ میں دو تین دن سے تندرست ہو کر دفتر میں حاضر ہوں۔ دے رہا ہوں گیارہ دن سے دہلی کا خارج حالات ادا کر رہا تھا۔ فطرت صاحب کو: فون کر سکا: ملاقات ہوئی اب معلوم ہوا کہ وہ دہلی میں ٹھہری نہیں۔ بندہ نواز باتیں جو میں آپ سے کہوں گا ہولناک سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔ میں یہ سمجھ لیجئے کہ مجھ کو بچا لیا میرے پروردگار نے۔ بہر حال ملن کا اظہار آپ کے سامنے ضروری ہے۔ میں بُرا ہوں یا بھلا اپنی ذات کے لئے ہوں۔ میں نے جان بوجھ کر آج تک کسی سے بھی بات نہیں کی۔ شاید مجھے تو فتنہ ہی دوست نہیں ہوئی۔ اس کے باوجود دنیا جیسے نہیں دیتی۔ سچ پوچھے تو ہمارا تک دنیا کا واسطہ ہے مجھے اب نکلتا اس کی پروا نہیں۔ البتہ چند نفوس میری دنیا میں ہیں کہیں جیسے جی تو نہ چھوڑوں گا۔ اور اس دنیا میں آپ کا وجود سب سے اہم ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کے ہزاروں مخلص دوست ہیں۔ لیکن میرے تو دو چار ہی دوست ہیں جن میں آپ سب سے قدیم ہیں۔ دوست نہیں بلکہ اس سے کچھ زیادہ۔ اپنی زندگی کی کشمکش میں آپ سے ہمیشہ دور رہا۔ اور دوسرے لوگ جو مجھ سے کسی نہ کسی طرح ناخوش ہیں آپ سے قریب۔ اور سب صورتوں میں براہِ دروہری۔ اس کے باوجود ایک ساعت کے لئے بھی مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ آپ میری برائی سن کر ان لوگوں کی ماں میں ماں ملاتے ہوں گے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سالک سے دشمنی ہونے کے لئے یہ توقع نہیں ہو سکتی۔



میرزا دادہ ہے کہ یہاں دہلی میں ایک آل انڈیا شاعرہ کیا جاسے جس میں زندگی بخش خیالات کا انوار کیا جائے اور موجودہ زندہ ذہنیت کو بدلنے کے لئے شعور سے ادوارلی جائے میں نے یہ تجویز پیش کی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ منظور ہو جائے گی۔ اس مشاعرے میں اگر آپ بھی شامل ہوں گا تو مجاہدین و شہداء ایک مرتبہ پھر دنیا ایک کی زبان مبارک سے مٹنے سے تو کیا حرج ہے۔

ابنتیں محترمیں ابھی لاہور ہی میں ہیں۔ اور یہاں بھی۔

یہاں مکان ہی اب تک نہیں ملا تھا۔ میں اور پٹت دو فوجی ادھر ٹاپتے پھرتے تھے۔ اب کل قزلباغ میں ایک جگہ کرایہ پر لی ہے۔ صاحب زادوں کو سلام، بچوں کو دعا۔ پنڈت جی اپنا خط خود لکھیں گے۔

خادمِ حقیقہ

مکتوب الہیہ اشمنہ از ہاشمی

(۲۴)

مکتوب حضرت جگر مراد آبادی

سزین بیٹی! سلامت رہو، خوش رہو!

میں ایک زمانے سے دائم المرضی سا ہو گیا ہوں دو چار دن تک کے لئے ایسا محسوس ہوتا رہا ہے جیسے بالکل ہی صحت مند ہو گیا ہوں اور پھر دس پندرہ دن، دسی عالم و دماغ بدل گیا ہے۔ حیرت خیز حائر رہنے لگے کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ یہ اتنا بڑے سہمی، لیکن میں۔ اور موت تو ایک ہی حد ہے جس سے گریز ممکن نہیں، اور اگر ممکن بھی ہو تو آخر ایک نعمت سے گریز کے سنی کفرانِ نعمت نہیں تو اور کیا ہو سکتے ہیں۔ تم جانتی ہو میں کب کتنا غریب دکھتا ہوں لیکن میں اظہارِ غلوں، محبت کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔

تم نے جس مشاعرے سے متعلق لکھا تھا اس کا تو زمانہ گزرا چکا۔ گمان غالب ہے کہ ۳۱ جنوری کے مشاعرہ میں شریک ہوں گا۔ یہ مشاعرہ نمائش سے متعلق ہے، لہذا تمہیں اس کا علم ہو چکا ہو گا۔

میر تقیام نوپ دستور رشید صاحب (مخدوم محترم) ہی کے مکان پر رہے گا لیکن تم ان کے مکان سے قریب ہو، اس لئے اکثرہ میٹرا آنا جانا ہو گا۔ اور یہ تک مختلف وضعیات پر باتیں ہوا کریں گی۔ اب تو ماشاء اللہ تم گریٹ ہو گئی ہو، لیکن پیار دی میٹی! یاد رکھو علم ایک بحرِ بیکار ہے جو صرف کتابوں تک محدود نہیں ہے۔

کوئین کی پوسٹ میں ذاتی ذیل و خواہ

کوئین، اپنے بیٹے کے اندر سے ہونے

کتاب سے صرف کتاب ہی سکتی ہے۔ زندگی نہیں بن سکتی۔

بات کہاں سے کہاں پنی۔ اس وقت ذات کے گیارہ بیچھی طیت مضمحل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اچھا خدا حافظ۔ اپنی امی جان یا میری محترمہ بھادج صاحبہ کی خدمت میں میری طرف سے سلام و استغاثہ اور اپنے دونوں بھائیوں کو بہت سی دعائیں۔ غالباً تمہاری آہ بھی ۳۱ جنوری تک دہلی سے علی گڑھ آ جائیگی۔

برادرِ محترم و محترمہ ہاشمی صاحب کو خط لکھو تو میری جانب سے سلام پیش کر دینا اور یہ بھی لکھو دینا کہ مشاعرہ نمائش میں ان کی شرکت ضرور دی ہے۔ صرف جگہ کے لئے۔

دعا گو جگر مراد آبادی عنفی عنہ

۳۱ جنوری ۱۹۵۳ء گڑھ

میرے پیارے کے پیارے اپنے نوح مجروح کی دعائیں دو۔

اکی ڈاک سے وہ خط جس کو ابتدا سے انتہا تک غم نا کہنا مایہ نیک ملا ایک میری تھی کہ بلیے میں اتر گئی باب تیر تھا کہ دل پر چل گیا بے ساختہ ہلکوں سے آنسو زریں دل تڑپا طبیعت بے زور ہوئی کھنچیں لگا یوں ہی بھر گئیں۔ آہ میں نے کیا سنا کیا دیکھا اُمّت آفت موت پھر نواب میر حسن کی ماں صاحب کی موت نصیب ہے قیامت کبر نہ سہی صغرا سہی۔ ابتدا سے ۱۹۰۷ء کا زمانہ ہے۔ نرب بازار ماہر شاپ کے اس حضرت دان کے دوات خانے میں یہ ہوں وہیں نواب صاحب بھی رہتے ہیں محبوب گنج والا مکان اب نہیں اُس کو استاذ کو چھوڑے ہوئے کئے جیسے گذر چکے درناؤ شریف صاحب کی کبوتر بازی کا زور شور ہے یہ ساری بایں مجھے اس رت یاد آتی ہیں اور میں دل تھا سے ہر نئے خط لکھ رہا ہوں۔ ابھی دان صاحب ہی کا مدد مجھے نہ بھولا تھا کہ ان کا علم بھی اٹھانا پڑا نواب صاحب اپنے اور میرے استاد کی مکمل اور حتمی جاگتی نواب بن گئے اتنے زمانے تک اور کس کو جو روادہ ہم پیالہ رہنے کا موقع ملا رات دن کی حضوری ہر اچھے برے کاموں میں اُٹھتے بیٹھتے میرا وقت دونوں خوب نباہ گئے ماتم کرنے کے لئے میں رہ گیا۔

میرا صفت الدین بیش تر مجھ سے طے فقیر نواب اُس زمانے میں صغیر سی تھے میرے پاس بہت آئے ہیں بھی متعدد بار بازار میں میاں واسے مکان میں نواب صاحب کے ساتھ گیا۔ اُس زمانے میں سند سیاہ زانو گھڑا تھا جسے ٹم ٹم میں نواب صاحب جرتے تھے یہ واقعات یاد کرتا ہوں اور اپنا سر پٹا ہوں ہائے میرا صفت الدین صاحب بھی چل بے جنوں نے بھی انتقال کیا میرا بھائی بھی مفارقت کے صدمے پیچ رہے تھے دُعا کرواں پہنچ گیا جہاں سے اب داپسی کی امید نہیں۔ کلیا د کھانے کا ہر تو دکھاؤں دل چاک کرنے کا ہر تو چاک کروں۔ بار بار آنسوؤں کا سلسلہ قائم ہوتا ہے اور ٹوٹ جاتا ہے نواب صاحب ہمیشہ فارغ اہمال رہے رویہ پیسے کے لحاظ سے کبھی نہیں بولی لیکن براستہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنی نظروں کے سامنے دو لڑکیوں اور ایک لڑکے کو پیوند خاں کیا جس سے امید تھی یہ ہمیں دفن کریں گے انہیں کو خود انہیں دفن کرنا پڑا ہائے ہائے میں تو سب کچھ ہوں جنہیں کچھ بھی واسطہ نہیں وہ بھی جس قدر غم کریں کم ہے۔ کاش آپ کو میرا پزندہ معلوم ہوتا کہ آپ مجھے خط بھیج کر اس قدر نہ تڑپاتے۔

دو ڈھائی سال سے شاید وہ بہت محض وہ ہو گئے تھے کہ میرے رشتہ فطریں کا جواب نہیں دے سکے جب یہ صدمت پیش آئی تو میں اکثر نواب عزیز یار جنگ سے اُن کی خیریت دریافت کر لیتا تھا پارساں مایہ کی کے مشاعرے کی داپسی میں مصمم ارادہ کیا کہ حیدر آباد جاکر دان صاحب کے مزار پر فاتحہ پڑھوں اور نواب صاحب سے مل کر خود بھی مددوں اور انہیں بھی ملاؤں مگر یہ سچ کہ ایسا بیمار ہوا کہ ساری حسیں خاک میں مل گئیں اور مجھے دُطن پہنا پڑا مرحوم زندہ ہوتے تو شاید سہ کر حیدر آباد دیکھ دیتا اب آؤں تو کس کے پاس آؤں ہائے وہ صدمت ہی مٹ گئی۔

ایک سافد کس کس کی تعزیت کی جائے نواب میرا صفت الدین صاحب ان کی ہمیں اتیر مرحوم یہ سافات پنے دپے ایسے ہیں کچھ نہ لکھا جاتا ہے نہ کہا جاتا ہے دنیا کے دستد ہی ہیں مکن ہے آپ کی لادای صاء اور جملہ موجودہ اعزا مجھ سے واقف

ہوں۔ ہذا سب کی خدمت میں ایک غم زدے کی طرف سے الفاظ تعزیت پہنچائے میرا قدردان میرا بھائی قراۃ اللہ گیارہ اب یہ آپ کی سعادت پر مسخیر ہے کہ آپ مجھے یاد رکھیں یا نہ رکھیں آپ کو میں اپنے بھائی کی یادگار سمجھتا ہوں یہ خاص آپ کی ہیئت تھی جو اپنے غم میں مجھے آپ نے شریک کیا ذرا طبیعت کو سکون ہوئے تو فیصل ارشاد میں قطعہ تاریخ حاضر کروں آپ کا پتہ میں نے اپنے رجسٹر میں درج کر لیا ہے دیوان کے متعلق ہر مشورے کے لئے حاضر ہوں اور خط کو اس فقرے پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ادرسب کے ساتھ مجھے بھی مبرورے اور جدا ہونے والوں کو جنت نعیم کرے فقط۔

۴ رجبن ۱۳۳۵ھ

غیر ذمہ دار کا نام نہ لکھنا

مکتوب الیہ مطاٰ صغی

(۲۸)

مکتوب اثر کھنڑی

مکرمی تسلیم

آپ کا پوسٹ کارڈ ملا۔ نوازش کا شکریہ۔ میری اکثر کتابیں شائع ہوئیں مگر انڈس کو میرے پاس اس وقت نہ تھے۔ بہاراں کی چند آب زدہ و گرم خوردہ جلدوں کے اور کوئی موجود نہیں در حاضر خدمت کرتا۔ بہاراں علیحدہ رجسٹر پارسل پوسٹ سے روانہ کر رہا ہوں۔ قبول فرمائیے۔

شائع شدہ کتابوں کی فہرست یہ ہے:-

- ۱۔ اثر ستانی (دیوان غزلیات) مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۳۲ء
- ۲۔ رنگاری بیگم (منظوم ڈرامہ) " " " " ۱۹۲۷ء
- ۳۔ بہاراں (دیوان دوم) " " " " ۱۹۳۹ء
- ۴۔ رنگ بست (دوسری زبانوں کی نظموں کے منظوم تراجم مطبوعہ اردو اکیڈمی لاہور ۱۹۴۳ء
- ۵۔ لالہ گل - مجموعہ قطعات و رباعیات فیروز منظر لاہور ۱۹۴۳ء
- ۶۔ فیض جاوید (سبکدوش گیتا کا مکمل منظوم ترجمہ) راج محل پبلشرز جموں ٹوی ۱۹۴۴ء
- ۷۔ اثر کے تنقیدی مضامین - نظامی پریس جالندھر ۱۹۴۷ء

کلام کے انتخابات مختلف حضرات نے شائع کئے۔ شایانہ صاحب فتحپوری نے "گہائے جعفری" کے نام سے نظامی جلالپوری مرحوم نے "اثر کے ڈیڑھ سو شہر" کے عنوان سے۔ مرحوم چونکہ ایک اخبار نویس ذوالقرنین کے مالک اور ایڈیٹر تھے انہوں نے مرثیہ ایسے اشعار انتخاب کئے تھے جو آج کل کے سیاسی حالات پر تشبیہاً روشنی ڈالتے تھے۔ اور وہ اپنے مضامین میں ان اشعار کو اس خوبی سے لکھتے تھے کہ خود مجھے حیرت ہوتی تھی۔ کساؤ کی حمایت میں ایک مضمون تھا اس میں یہ شعر نقل کیا ہے

لٹ رہا ہے چمن اور آہ نہیں کر سکتے پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی میر نہیں

مرحوم نے ایک جہت یہ بھی لکھی کہ چپاس منظر نے تھے۔ چپاس دردیانی اشعار اور چپاس منظر۔ ایک انتخاب انگریزی نے بھی مرصع ہوا شائع کیا تھا۔ کتنی ہی کتابیں ادبی ہیں جن کو طبع کرانے کی فکر ہے۔ دیکھئے جو زبنت آئے۔ کیونکہ ہر کسی

منزل میں گیا ہوں جس کو عام شاعروں کے برخلاف پیری کا رونارہنے کے بجائے اس طرح نظم کیا ہے۔  
 دیا ہوں مگر ایسا دیا جو بحر کے نزدیک آجینا

وہ جوش و روانی حتم کوئی ہر شخص دھاتہ چھوٹ گیا

مجھ میں یہ سخت عیب ہے کہ اپنی طرف سے مراسلت میں پیش قدمی نہیں کرتا مگر خط کا جواب دینا فرض سمجھتا ہوں خط بھیجے گا  
 قرائنِ رائے جو اب میں پہنچ رہی نہ کروں گا۔

خاکسار اثر

۱۹۴۷ء کشتیری محلہ لکھنؤ۔

عزیز ابرار علی الرحمن اٹلی

(۲۹)

مدرسہ آل احمد سرور

خلیل صاحب نسیم

آپ نے مجھ سے مسلم یونیورسٹی گزٹ کے لئے ایک پیام مانگا ہے۔ چنانچہ بہ چند سطریں حاضر ہیں۔  
 سنی گٹھ کے ساتھ سب سے بڑا مسئلہ تحصیل علم کا ہے۔ ہمارے بھی اداروں میں تحصیل علم کی روایت دھندل رہی  
 جا رہی ہے۔ موجودہ دور کی بال ذرا مشکلات نے ہر کو علم کا نام دے رکھا ہے۔ ذہن کی تربیت اور شخصیت کی نشوونما کے  
 بجائے 'سرنی گٹھ' کو سب سے بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ علی گٹھ کے سرگٹھ کے ساتھ علم کی لگن اور علم کا جیائز  
 اور بیار، انرا قصور بھی ہونا چاہئے۔ تعلیم کا مقصد روزی کمانے کے ساتھ افسانیت اور تہذیب کی مشکل کو بھی روشن دکھانا ہے  
 اس بلند تصور کے لئے بڑے حزم اور دوسے اور بڑے استقلال اور ہمدردی کی ضرورت ہے۔

ہماری موجودہ یونیورسٹیاں زندگی کی مقصد نہ ہماروں سے آشنا کرنے پر تامل ہوتی جا رہی ہیں۔ درنہ رنہ دانے  
 کے تجربے، زندگی کے نئے اسکات، زندگی کی نئی صدیں ہاتھ ہے۔ علی گٹھ اس منزل میں اسی دقت رہنمائی اسکا ہے جب  
 ہمارے طالب علم اور ان کے سرپرست صحیح رہنے سے پہلے فصل کاٹنے پر اصرار نہ کریں۔ میرزا باغی، انوں لگے کہ جتنی آج ضرورت تھی  
 اتنی پہلے کبھی نہیں ہوتی۔

سر سید نے ہندوستان کے لافوں کو جاگیر دارانہ تمدن کی قدروں سے نکال کر مغربی تمدن اور اس کے ہمہ گیر  
 مہمروں سے آشنا کرایا۔ یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ اب ایک دوسرا تاریخی موڑ ہمارے سامنے ہے۔ مگر کہیں پراڈنا اور  
 آئین فرسے ڈرنا، ذمہ قومن کی پہچان نہیں ہے۔

آزاد ہندوستان اپنی قومی تہذیب کی بنیاد پر اپنے فکر و فن کی علامتیں کھڑی کرنا چاہتا ہے۔ یہ غلط بات نہیں ہے۔  
 فعلی مغربی تہذیب کے ناقص اور ذاتی اور جذباتی تصور ہے، علی گٹھ ہندوستانی تہذیب کی صالحہ نمایاںات پر اصرار کر کے  
 جس میں اردو زبان و ادب کا سارا سرمایہ شامل ہے ہندوستان اور انسانیت کی ایک بڑی خدمت انجام دے سکتا ہے۔

آج ہمارے طالب علموں میں علم کی لگن معذور ہو گئی ہے۔ ان کے یہاں ایسی بے یقینی اور بے دلی عام ہے جو کسی  
 بڑے مقصد اور اعلیٰ جذبے سے متاثر نہیں ہوتی۔ یہ کھوئی ہوئی دھند واپس مل جائے تو ہمارا کارنامہ موجودہ دور میں کچھ کم  
 تانہا نہ ہوگا۔

ہمارے اساتذہ وقت پر مگرانی کے بجائے اس کے پہاؤں تلے کی طرح زندگی گزار رہے ہیں۔ اچھے سوانح کے لئے مزدوری ہے کہ انہیں وہ آسانیاں اور سہولتیں مہیا کی جائیں کہ وہ اپنے تہذیبی اور ذہنی کاموں میں منہمک رہ سکیں۔

جدہ باتیت، تنگ نظری، پیرکستی ہندوستان کے بہت بڑے مرض ہیں۔ عقلیت، وسعت قلب اور اصول پرستی سے انکا علاج کیا جاسکتا ہے، مگر اصول ایسے نہ ہوں جو صرف اپنے فائدے سے لئے بنائے جائیں اور اپنے نقصان پر بدل دیئے جائیں۔

علی گڑھ ایک زمانے سے حکومت کے چشم و ابرو کو زیادہ دیکھتا رہا ہے۔ ہمیں اس رجحان کو بدلنا ہے، پاری فناداری ملک و قوم سے ہونا چاہیے۔ حکومتیں آتی جاتی چلیں جس ہندوستان کے علوہ صدر ملک میں علی گڑھ کی تہذیبی، پیارھی، بڑا، تادہ چیز ہے۔ اور آج نہیں تو کل ملک و قوم اس پر فخر کریں گے، بلکہ بلند، سمنی، دزار، حان، یوسوز، اپنے حق کو سراسی لئے ہیں علی گڑھ میں ایک نئی زندگی ابھر رہی ہے جس کی قوتوں سے ابھی ملک نادان واقف ہے۔ علی گڑھ والوں کا ذریعہ ہے کہ لوگوں کو گراٹ اور دوسرے ذرائع سے اس وقت سے آشنا کریں اور اسے محبوب و مغبول بنائیں۔

۴ رستمہ - احمد - لکھنؤ

آل احمد - سرور

دو ایک چھوٹے فٹ بھی کچھ عرصے کے بعد آپ کو بھیجوں گا۔ سرور

مکتوب الہر خلیل الرحمن غفلی

(۳۰)

مکتوب نثار الدین احمد سرور

قلیل صاحب کرم سلام مسنون

”ہم نے کس مات نامہ سر نہ کیا، شاعرے ابنا مانی انمیرا داکیا ہے۔ اس مصرع میں، میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ مجھے کب باد آئے۔ سفر ہو یا حضر، مشرق ہو یا مغرب، قیام ہو یا قعود، آپ ہر جگہ یاد آتے رہے اور بہت یاد آتے رہے۔ دل چاہتا تھا کہ آپ ساتھ ہوتے تو یہ سفر کس قدر خوشگوار ہو جاتا۔

میں شرق اور سدا کا دورہ کرتا ہوا ۱۷ کروڑوں پنچا۔ بغداد، بیروت، دمشق، قاہرہ، ہر جگہ گیا۔ لوگوں سے ملا ان کی باتیں سنیں، اپنی کہیں، بغداد اور قاہرہ، مارون رشید اور ابن طولان والا بغداد اور قاہرہ نہیں ہے، یہ بالکل مختلف ہے اور آپ کو انگلستان اور امریکا کا کوئی بازار معلوم ہو گا۔ ان مقامات پر بعض روکیاں جو لباس پہنی ہوئی تھیں۔ ان کے بارے میں کیا کہوں۔ وہ لباس کم تھا اور زیبائش زیادہ۔ اس میں اس قدر عربانی تھی جو میں نے لندن اور کسفرڈ میں نہیں دیکھی۔ مسلمان قوم تو بہت ذہین اور تیز رفتار قوم ہے نا، جس طرف قدم بڑھاتی ہے، اپنے راہروں سے بھی آگے بڑھ جاتی ہے۔ عراق اور مصر میں فریاد اور فلاحیں تو اپنے قومی لباس میں ہیں۔ بقیہ سب کے سب فرنگی لباس اور تہذیب میں لپٹے ہوئے ہیں۔ بیروت بہت خوبصورت جگہ ہے میرا قیام وہاں ایک بہت قیمتی ہوٹل میں غلطی سے ہو گیا تھا۔ جس کی عمارت تقریباً ایک چوتھائی مینڈیٹرین (بحر متوسط) کے اندر واقع ہے۔ سمندر کی مناسط میں میرے ہوٹل کی دیوار سے ملکر ان تھیں اور پیچھے ہٹ جاتی تھیں، شام اور بھی خوبصورت ہوتی ہے، سامنے بندرگاہ کی روشنیوں بڑی اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ دوسرے دن پاس ہی کے ایک دوسرے ہوٹل میں منتقل ہو گیا یہ بھی وہیں بحر متوسط کے ساحل پر واقع ہے یہ بھی بڑا

تقریب نکلا۔ لیکن اب تو، چہ کاغذ تک میری پیری لگنا رہتا، ایک اور کارکنی ۳ ہفتائی پینڈ (تقریباً ۳-۴) اسٹریٹ پینڈ سے زیادہ کا خرچہ دوزارہ تھا، عاقبت کا یہ حال کہ ہر کمرے میں ٹیلیفون، بار بیٹے نہیں، یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی، اندر ہوٹل کے لئے، چار منگوائی ہوٹل میں کر لیجئے، پان کی منہ ت ہوٹل میں حاضر ہے۔ فوراً پانی لئے ہوئے آئے گا۔ اب بھی دانش کیاست نازا، مجھے ڈیڑھ پانچ بیٹے کا شہرہ مڑتا تھا، میرے کمرے کا پورا واقعی پر اسے زیادہ سفیر معلوم ہوتا تھا۔ میں وقت بھی ٹیلیفون ہی سے پوچھتا تھا۔ یہاں وقت پر پہنچا اور ایک ہفتائی ڈیڑھ کی خوبصورت آواز عربی میں آئی، وقت بتا دیا، وہ جانتی تھی میں مرنے کی نہیں جانتی اس لئے عربی بولتی تھی۔ یہاں فرانسیسی اثرات بہت ہیں، فرانسیسی چلنے چلنے چلنے لیکن اثرات اب بھی باقی ہیں۔ انگریزی سے کام۔ پل جاتا ہے لیکن زیادہ نہیں، یہاں عربی بہت کام آئی۔

سرے ہوٹل PALM BEACH کے نیچے BAR تھا۔ مجھے یہ بات معلوم نہ تھی اس کا راستہ باہر سے نکلا، لکھا کہ شام سے موزوں آنے لگیں اور لوگوں کا فوج شروع ہوا۔ میں نے سمجھا کوئی پارٹی ہے، اندر نہ بنے سے جا کر دیکھا کہ بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ شراب کا دوزارہ مل رہا ہے اور ناچ جاری ہے، اسٹے پاؤل اور آبا، اور پھر رقص کے ذریعہ اپنے کمرے میں

یہاں بن ڈوگن سے ملاقات کی ان میں دو قابل ذکر ہیں، امریکن یونز، ریشی بیروت، مکے نائب صدر اور مشہور۔ مستشرق ڈاکٹر ذریعہ، یہ بہت صاف تھے اس دن یونز، ریشی کھلی تھی اس لئے سبھی میں شریک ہونا تھا، ایک عجیب ایک سبب سے آکر مکے وہ اپنے کمرے میں آئے، زون کے سیکرٹری نے میرا ذکر کیا۔ ڈاکٹر ملایا اور بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور مشورے دینے لگے۔ بعض اساتذہ نے بھی ملایا، ان کے یہاں کی لائبریری بہت خوبصورت ہے ایک پوری منزلی پر زمین ہے۔ اور مشرقی لوگوں کا بڑا اچھا ذخیرہ یہاں دیکھنے میں آیا۔

دوسرے صاحب محمد سلام تھے، یہ صاحب سلام کے بھائی ہیں جو گزشتہ مونیخ پر لبنان کے وزیر اعظم تھے، اسلام آباد کے حقوق کے یہاں پر بھی بڑے علم بردار ہیں، یہاں نہیں کتنے کالج اور دواؤں مسلمان دھرم کے درہمیں مکے لئے کھول رکھے ہیں انہوں نے۔

یہاں کا سب سے بہت پسند آیا الونیم کا رہتا ہے اور بہت خوبصورت اور ملک انگلستان کا نہیں ہایت عجیب اور عجیب اسے جیب میں لئے پھرنا ایک مصیبت ہے۔ لندن پہنچا تو مفتی صاحب لینے کے موجود تھے، میں نے اس میں دم سے کیبل کر دیا تھا۔ علی گڑھ کے بہت سے لوگ ملے۔ انہوں نے کچھ ایسا کر دیا ہے کہ کئی گھنٹہ تک ایسا معلوم ہوا جیسے میں لندن میں نہیں علی گڑھ میں ہوں۔ دوسری شب ڈاکٹر مشہور عالم صاحب نے کھانے پر بلایا۔ کھانا ہندوستانی تھا اور بہت لذیذ خورجی ان لوگوں نے مل کر کھایا تھا۔ عزیز صاحب ندوی کے بھی موجود تھے۔ سالم صاحب بھی ملاقات ہوئی۔ وہ آپ کو بوجھ رہے تھے اور آپ سے بہت دلی چپی سے رہے تھے، موصوف لکے ہر شخص یہاں شاکر نظر آتا ہے۔ اور ہر شخص ان سے ڈرا تھا معلوم ہوا۔ لوگوں کو شکایت یہ ہے کہ وہ اچھی طرح نہیں ملے، دانش اعم شاید ملنے کی کوشش نہیں کی۔ ایک دن لندن میں اسٹینڈنگ لائبریری میں بھی گیا تھا بہت خوبصورت ملاقات ہے اور بہت اچھا انتظام کیا میں زیادہ تر دیکھیاں نکال کر دیتی ہیں

اور یہی انتظام کیا تھا جس کی وجہ سے تو ہر گم و گھایا بھی آپ کو ملیں گی۔ ایک بار بڑا لطیف ہوا ایک شہر ہر نفسی اکسفرڈ کا ہے۔ ایک بار میں وہاں کافی پی۔ اقصاء ایک ویریں مرنی بنا لائی اور شکر کی دلی ڈال کر اس نے سامنے بڑھائی۔ ابھی وہ واپس ہونے کے لئے اچھی طرح مڑی تھی نہیں تھی کہ مجھے بے اختیار ہنسی لگئی اور بہت زور سے ہنسا، وہ بڑی متوجہ کہ معاملہ کیا ہے لوگ۔ جیسا کہ بات کیا کرتی۔ مگر اس وقت پتا نہیں کہاں سے ہمارے مرضی صاحب یاد آئے کہ وہ اس وقت ہوتے اور یہ ویانا کی دکان انہیں کافی بنا کر دیتی تو وہ ہزار ویریں سبھی، لیکن وہ دزدہ بنا کر کہتے: ”اے بھئی چیلے آپ لیجئے، آپ نے تو کافی پی نہی!“ یہ یونیورسٹی داتھی ہیں الا تازیانی درستی۔ یہ کہاں کہاں سے لوگ آئے ہونگے ہیں خیریں تو بہت کچھ کا گناہ اپنی مسائیں اور علی گڑھ کے حالات، نفعیہ سے لکھنے ”مرے بعد سے خانہ پر کیا گذریں“ احوال غالب پر آپ نے مضمون دیکھئے دیکھا تھا اور ایک مضمون آجملہ کے لئے لکھا تھا۔ اسے اپنا وعدہ پورا کیجئے اور جلد۔ اور مضمون ہوں گا اگر احوال غالب کے تبصروں کی نقشہ میں تاکہ دوسرا، جلد کے گروپش پر درج کر اجائے۔ امید ہے بہر حال بخیر ہوں گے اور مجھے بھولے نہ رہ گئے اور قطعاً خط لکھ رہیں گے۔ واسطہ

آپ کا لکھائی مختار الدین احمد

۸ روبر ۱۹۵۵ء

اعظم صاحب کے لئے ایک غزل حاضر خدمت کر رہا ہوں:

اسے تر بھی نہ ہم کو بے زادو	وہ اندام ہے پری زادو
مرد و بہرہ ان کو چپ یا۔	راہِ عشق ہمیں بھی دکھ لا دو
اسے قیامین کٹورہ سبھی	آنکھ کی شب ہمیں بھی یاں جا دو
خوب اگر میں برا ہوں اسے خراب	نہج سے بہتر جہاں میں دکھ لا دو
اسے بن کب ملک بے رنگ دلی	بجز خدا کا اور ہے حسب لا دو
اسے مری مرگ و زندگی میں نہیں	کس کی خواہش ہے کچھ تو فرما دو
تم تھی کا اک سخن پیار سے	نا سمجھ دل کو میرے سے عجب لا دو
بنیتے زلفوں کو اپنے ساجھا با	میرے دل کی گرہ میں سلجھا دو
کل سے رونق گرفتہ دل میں	پلا کے آج کے جی کو بھلا دو

دیوانِ رونقِ صمد ۳۲۰ کتب خانہ بورڈ میں اکسفرڈ، ذی قعدہ ۱۴۰۵: ۱۵۵

غزل ایک گنم شاعر میر غلام حیدر رنوی سے ہے جن کا زمانہ بارہویں صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے، ان کا دیوان بڑا بڑا ہے، دیکھو راجہ کہ اس غزل پر نگاہ پڑی، مستطیع نے کیا، غزل نقل کی اور آپ کو فضل کر کے بھیج دیا ہے۔ تعجب نہیں کہ آپ کو زمین اور بحر پہ نہ آتا ہے تو آپ کی بھی ایک غزل اس زمین میں تیار ہو جائے۔

مختار الدین احمد

۸ روبر ۱۹۵۵ء

اکسفرڈ

مکتبہ: جانشان صاحب

(۲۱۱)

مکتوبہ الیہ محمد شہاب

عزیز تسلیم۔

’نیا دور‘ کا پانا نمبر نظر نہ لایا ہوا پھر آپ کا خط ملا۔ آپ کے اخبار مائی سرورین کے چند پرچے جہاں ایک صاحب کے پاس آئے تھے انہیں دیکھتے ہوئے آپ کے اس نئے زمانے کا اشتہار بھی دیکھا تھا غالباً اس وقت اس کا نام کچھ اور تھا (ان باتوں کو بھول گیا تھا لیکن رسالے کی نیگنی اور جذبات فطری نے سب کچھ یاد دلایا۔ ترقی پسند ادب کا مستقبل روشن ہے کہ اسے ایسی جگہیں پر ایسے ذہین اور اشتہور کام کرنے والے مل گئے ہیں جہاں اُردو کی زندگی ہی خطرے میں محسوس ہوتی ہے۔

میں نے رسالہ کو شروع سے آخر تک پڑھا۔ اگر کسی رتبہ میں سید خرم بھنگلی کا اظہار ہوتا ہے۔ معنائیں اور نظروں کا توجہ بہی ہی ہے۔ میں اپنی طرف متوجہ کرتا ہوں اور ہضابن کو سدا در پڑھنے وقت بوقت یہ نوعِ باقی رہتا ہے ایک رسالہ جو مختلف قسم کے نمایاں کا مجموعہ ہوتا ہے شاید اس کی ترتیب میں میں ترقی کی جستجوئی محسوس کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ نگار میں اس سے زیادہ بہتر ہدایت کا انتظام ہو سکتا ہوگا۔ ’’نیا دور‘‘ شاید اس سے بہتر شائع ہونا۔ ان ایسے بات ٹائپل پیج کے متعلق بھی کہنا چاہتا ہوں۔۔۔ نئے دور کا آفتاب اپنی تہذیبی اور دنیا پر ڈال رہا ہے، جلوں کا جس سے سنت و عرفت کی ترقی کا اظہار کر رہا ہے، انیسویں صدی کی چوٹیاں اُٹھائے ہوئے ہندوستانی قوم کی عظمت اور سرمایہ کاری کا دور ہے۔ یہی ہیں اور ایک آزاد فضا میں سرخوشی کے عالم میں اُٹھ اُٹھ کر آزادی کی علامت سامراج میں ہونے لگتا ہے۔ لیکن اس نکار تک سرورق میں نکلتے ہوئے سورج کی کرنیں کچھ جا پانی جھنڈے کی شکل میں اختیار کریتی ہیں۔ ’’نیکلتے ہوئے سورج‘‘ کے اس ایک سے ہم ہندوستانیوں کو کتنی نفرت ہے یہ کہنے کی بات نہیں۔ میں جانتا ہوں یہ حالات بالکل اذاتی ہے اور اس پر دھبانا دینا غیر ضروری محسوس کی ہے لیکن جی چاہتا ہے کہ اگر کسی طرح ٹائپل پیج پر ہمیں ہونے کے وقت نکلتا چھاپا ہو۔۔۔

خیر یہ تو ایک دوسری بات ہے اب جا پاپیوں کے خیال سے ہم اپنی زندگی کے اظہار پر اُٹھتے ہوئے سورج سے منہ کیوں مڑیں! اگر رسالہ فاشٹ دشمنی کا اظہار کر رہا ہو تو مزید توجہ پر غور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے پہلے ہی نمبر میں بعض کلمہ مستحق ادیبوں کو اکٹھا کر دیا ہے اور جہاں ایک آدھ کسی قدر نئے نام ہیں وہ اس طرح اُفتادہ جانتے ہوئے دھوم مچانے سے داخل ہوئے ہیں کہ ان کے مستقبل کو سوچ کر خوشی ہوتی ہے۔ میری مراد متاثر شریں صاحبہ اور آپ سے ہے۔ متاثر شریں صاحبہ کا طویل معمرن میں نے بڑی دلچسپی سے پڑھا، مجھے مرمہ نہ کی کوئی فطری اور مطالعہ کی کمزرت پر حیرت ہوتی ہے، پھر افسانہ نگار کا تجزیہ، اُن کے افسانوں کے متعلق چرموس اور ناتانہ مانجی۔۔۔ بانیں تو بہت دونوں میں آتی ہیں مگر افسانوں کے متعلق میں معمرن کو پڑھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُن کی جگہ برسوں کے پڑنے لکھنے اور کے ساتھ نہیں ہے۔ آئنگار کے کٹری انسان کا ترجمہ بھی مرمہ نے بہت شہت اور روان کیا ہے۔ آپ کا افسانہ بھی میرے لئے آپ کی پہلی اُردو تحریر ہے اور اس ابتداء کے ساتھ ایک اچھی انتہا کا تصور دہی میں آتا ہے۔ آپ نے افسانوں کے پیچیدہ مسئلے کو پیچیدہ ہی شکل میں خرابی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

باقی ماندہ مضمون تقریباً سب اُسے سب میرے پڑے ہوئے ہیں۔ فیض کا مضمون تعریف سے بے نیاز ہے، کوشن چند کی پُر خدش تشریح مسئلہ کے ایک آدھ پر عمل کو بالکل ہی چھوڑ جانے کے بادل بہت اچھی ہے۔ غنہ کا افسانہ اور اشک



کا دوسرا دونوں خاصہ کی چیزیں ہیں۔ ان نظروں کے امتحان میں اچھی کافی ترقی کی گنجائش ہے۔ اگر مہرہ نظم و کاشال نہاد درست سے قرآن کو اس سے بہرہ نظر۔ روزہ اور دیگر بارخو انہیں نہایت کی مل سکتی ہیں۔

بہر حال مجرمی مثبت سے زیادہ ایک کھلے ہوئے نماز پریت سے مختلف خیال ادیبوں کو جمع کرنے کا بہت اچھا آلہ معلوم ہوتا ہے۔ ترقی پسند و سادہ عام مفہوم کو سامنے رکھ کر جو لوگ بھی مخلصانہ انداز میں عوام کے بنیادی مسائل سے دلچسپی لیتے ہیں، تمدن کی برکتوں کو عام کرنا چاہتے ہیں، اس سے انفرادی کے لئے آزادی اور ترقی کے خواہاں ہیں ان سب کو شریک کیجئے۔ آپ نے "افتاح" میں اپنے مقاصد کی جرأت کی ہے اس سے قریب قریب مجھے اتفاق ہے۔

اپنے علمی معادلوں میں مجھے بھی سمجھے مصلحت اور مہرہ صحت کافی مزاج ہے اس لئے وہ ایک جیسے کچھ نہ لکھ سکوں گا۔ فی الحال اگر آپ پر کوئی مضمون چاہتے ہوں تو میرے مفہوم "تغذی جائزے" میں سے لے سکتے ہیں جو اس جیسے میں امداد اشاعت اور دعوہ آباء دکن سے شائع ہوا ہے اس میں مواد اور مثبت پر ایک طویل مضمون ہے جو کہیں شائع بھی نہیں ہوا ہے اگر آپ میں اس سے لے سکتے ہیں۔ میں "نیا دور" کی کامیابیوں سے خوش ہوں۔

۲۵ ستمبر ۱۹۰۶ء

مخلص سید امتیاز حسین

مکتوب الہیہ محمد شاہی

(۳۲)

مکتوب اختر حسین صاحب

مکرم بندہ

مکرم آپ سے اپنی ندامت کا اظہار کس طرح کر دوں۔ آپ یقیناً مجھے بہت ہی سبب سمجھتے ہوں گے۔ کم از کم آپ نے مندرجہ مضمون کا جواب دینا ہی چاہیے تھا۔ اس پر عرضانی کی وجہ کیا عرض کر دوں۔ کوئی دوا والد صاحب کی عادت کی وجہ سے پریشان رہا۔ ابھی انہوں نے انتقال فرمایا تھا کہ ہمارے ہاں گامہ ہو۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ میرا ذاتی وطن شہر ضلع ہے اس ضلع میں اتنا بے رحم قاتل ہمارا گمہ گر بھی جل گیا۔ غرض ایک انسانی برتر عرض کر دوں۔

میں نے مضمون کے لئے بڑی مشکل سے مواد جمع کیا ہے آپ جانئے کہ جنگار کی کتابیں لکھتے سے ملتی ہیں اور بھیلوں وٹان کا فارو بار اور اہل۔ اگر کتابیں ہی بہتر دیتے اب بنا کر ملیں۔ اب بھی مضمون قلمکے دوں؟ لیکن آپ کے رسالہ کا جو ہرج ہڑا اس کے۔ میں بھی کچھ نہ کہیں حد تک ذمہ دار ہوں۔ اب اسے زیاۃ دوں۔ رد کئے۔ میرا مضمون ایک آدھ ہفتہ میں دہلی سے رسالہ سرسکے ہو

یہ خط ممتاز شیریں کو بھی دکھلا دیں۔ میں واقعی بہت دم ہوں۔

مفتوح

۳۔ پارک ایریا۔ ترویل باغ

۱۲ دسمبر

مکتوب الہیہ محمد شاہی

(۳۳)

مکتوب محمد حسن سکری

مکتوب ادب۔ کل آپ کا خط ملا۔ مجھے بڑی شرمندگی ہے کہ آپ کو انتظار کرنا پڑا ہے۔ میں اس زمانے میں عیب و غریب تہمتوں میں مبتلا رہا ہوں۔ بہر حال آج ہی سرور صا صاحب کی کتاب پر ایک طویل تبصرہ لکھ کے بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ

اسے شائع نہ کرنا چاہیں تو پھاڑ چیں۔ ایک مضمون ایک فرانسیسی اخبار سے ترجمہ کر کے بھیج رہا ہوں۔ آپ شائع نہ کرنا چاہیں تو اسے بھی پھاڑ چیں۔ یہاں مجھے فرانسیسی اخبار اور رولہ الے کوٹ سے دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔ ان میں ایسے عجیب و غریب مضمون ہوتے ہیں کہ انگریزی میں ان کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ ایسا لالچ ہوتا ہے کہ ان سب کا ترجمہ کروا لیں گے۔ بندہ سناں میں دلچسپی کسے ہے اگر آپ کبھی بھی شائع کرنا پسند کریں تو آپ کو بھیج دیا کروں۔ مثلاً آج کل امریکہ، فرانس، اٹلی سب جگہ یہ دبا پٹی برقی ہے کہ ہمیشہ نگاری پر مقدمے چل رہے ہیں۔ آج کل امریکہ کے ناول نگار HENRY MILLER پر فرانس میں مقدمہ چل رہا ہے۔ اسے ایک TEST CASE سمجھا جا رہا ہے اور ادیبوں نے ان کے دفاع کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے تو MILLER کا ایک مضمون نکلا ہے جس میں انہوں نے OBSECEINITY اور PRONOGRAPHY کا فرق بتایا ہے۔ اسے بھی ترجمہ کر کے بھیج دیا جاتا ہے۔

آپ کا دبا پٹی میں ابھی تک نہیں لکھ سکا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ حدی میں گھسیڑوں۔ بہر حال اب یہی شروع کرتا ہوں۔ ابجو تو میں نے آپ کے بھیجے ہوئے افسانے پڑھے تک نہیں۔ لیکن میری بے سمنی معذرتیں کا علم ہو تو آپ مجھے معاف کر دیں گی۔ اس خط پر پورے ٹکٹ نہیں لگا رہا ہوں تاکہ ہیرنگ ہو کہ آپ کو مل تو جائے۔

شاید "ادبان" آپ کو لاہر گا۔ اس رسالے کے ایڈیٹر میرے بڑے دوست ہیں اگر ممکن ہو تو انہیں کوئی مضمون عنایت فرمادیں۔

۱۶ فروری ۱۹۵۱ء دہلی  
شاہین صاحب کو ادب۔ خاکسار  
محمد حسن عسکری

مکتوب ایلیا ممتاز شیریں

(۲۴)

مکتوب شادانی

فریڈمن:

بیگانہ میں شاید اس طرح محابست کا دستہ نہیں مگر بات یہ ہے کہ میں آپ کو ایک جگہ نہ سمجھ کر یہ خط نہیں لکھ رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ جوگ اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ سب ایک خاندان کے افراد ہیں اور اسی بنا پر میں نے آپ کو عرض کیا اور ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ اتنی مہینہ کافی ہے۔ اب مطلب کی بات سنئے

جوگ یہاں کے حالات سے واقف ہیں ان سب کی متغیر رائے یہی ہے کہ اس زمانے میں اردو زبان و ادب کی اشاعت جس درجہ مشرقی پاکستان میں ضروری ہے اتنی ادب کی نہیں۔ اس بنا پر میں نے اور میرے رفقاء نے یہ نتیجہ کیا ہے کہ آئندہ فروری سے اب وکاکا اچھا اور معیار یا ہنر وادھ کے سے جاری کیا جائے۔ اس کا نام "قادر" ہوگا۔ میری خواہش ہے کہ خاور کے پیچھے نمبر کے لئے آپ ایک اچھا سا مختصر افسانہ لکھ دیں۔ میں بھی مضمون ہوں گا اور اردو زبان پر بھی آپ کا احسان ہوگا۔

خوش قسمتی سے یہاں عامی تعداد میں پڑھے لکھے لوگ جمع ہو گئے ہیں جن کا تعاون مجھے حاصل رہے گا۔ یہ لوگ خاور کے لئے اچھے سے اچھے تنقیدی اور دوسری قسم کے مقالات لکھیں گے لیکن اسانہ نگاران میں کوئی نہیں۔ کیا میں امید رکھوں کہ اس اتنا ہی حدت میں آپ میرا فائدہ بنائیں گی۔ جواب کا انتظار کروں گا۔ امید کہ آپ کا مزاج غیر مہرگا۔ والسلام۔ دعا گو۔

۲۸ دسمبر ۱۹۵۱ء ۳۱۔ نیل کھیت روڈ۔ رونا۔ ڈھاکا۔ شادانی

مجھے آپ کا پتا معلوم نہیں اس لئے یہ خط کتنی صاحب کی معرفت بھیج رہا ہوں۔ فقط۔

(۳۵)

مکتوب الیہا: یکم فیضیہ

مکتوب سید امتیاز علی تاج

میشیہ محترمہ تسلیم

آپ کا گرامی نامر مسز امتیاز علی کے نام پہنچا۔ وہ ان دنوں مدراس میں ہیں۔ معافی چاہتا ہوں کہ آپ کا گرامی نامر جو ان کے نام تھا میں نے کھولا اس کی وجہ سے یہ ہے کہ جس کے مسز امتیاز مدراس گئی ہیں۔ کتنی ارا لیا پہنچا ہے۔ کہ ان کے نام کوئی خط آیا اور میں نے بند کا بند پتہ تبدیل کر کے مدراس روانہ کر دیا۔ وہاں انہوں نے کھولا تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی ضروری بات دفتر نے منتقل تھی۔ چنانچہ مسز امتیاز نے خود تجھے لکھا۔ کہ ان کے نام کے خط میں یہاں کھول لیا کروں ان میں جو تفصیل طلب بات ہو۔ اس کی تفصیل کر دیا کروں۔ اور اس کے بعد خط نہیں بھیج دوں ان حالات میں مجھے امید ہے کہ خط کھلے پر آپ برا زمانہ میں گی۔ اور تجھے معاف فرما دیں گی۔ آپ نے مسز امتیاز کے لئے ازراہ محبت و فرائض اہم ارسال فرمانے کا جوا راہ کیا ان کے لئے دلی شکریہ قبول فرماتے۔ لیکن مدراس اتنی دور ہے کہ وہاں آئیں کا اچھی حالت میں پہنچا لیکن نہیں ہے۔ بہر حال آپ کا گرامی نامر میں انہیں بھیج دوں گا اور اس سے انہیں آپ کے اس مشیر میں ارا۔ سے کا سطر ہر جائے گا امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گی۔ بھائی فیض صاحب کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دیجئے

خاکسار:

سید امتیاز علی تاج

(۳۶)

مکتوب الیہا: محمد صادق صاحب

مکتوب جناب جویش مسلمان

احصا پر در صادق صاحب زاد غنائیکم تسلیم

عنایت نامر پہنچا۔ ترجمان۔ حسن ظن اور یاد فرمائی کا بہت شکریہ۔ میں آپ کے چھپے مکتوب کا جواب بھی لکھ چاہوں۔ تعجب ہے کہ وہ خاک کیوں نہیں پہنچا۔ پاکستان میں اور بھی خطوط کے متعلق مجھے اسی قسم کی شکایت ہے۔ انقلابات زمانہ کے اثرات سے عداوت کی صورت بلاشبہ مہم ہوتی ہے اور ہر دست اس مشکل کا کوئی حل نظر نہیں آتا۔ اس یاس انگیز عالم میں نصف اللات بھی ابا غنیمت ہے۔ میں آپ کی نیک دعاؤں کے اثر سے نکل رہی ہوں۔ عزیز می تو سن بھی وہی میں خیریت سے ہیں۔ گزشتہ واقعات اور اس سنگیزی دور سے ادبی زندگی بھی برائے نام رہ گئی ہے۔ یہاں ہر طرح محفوظ رہنے کے باوجود وہ نہایت فریبی رشتہ واردوں کی تباہی و بربادی سے طبیعت کو بالکل افسردہ کر دیا ہے۔ یہی غنیمت ہے کہ وہ جانیں بچا کر ادھر پہنچ گئے ہیں۔ اب ان کی بے

سرور انسانی صومانی روح ہر ہی ہے۔ آپ کے افکار متعلقہ حوادثِ گزشتہ پڑھنے کا شرف غائبی مسنون صاحب کے ساتھ انبی محاذات کی تفصیل بھی ضرور کیجیے۔ فیروز پور کے ایک ادیب نے ان کی انام نزل کے برخلاف تنقید بھی شائع کی ہے۔ اس تنقید میں معترض بہت حد تک حق بجانب نظر آتا ہے۔

میں نے آپ کو بار بار یاد کیا ہے۔ اور آب کی خاموشی پر سمجھ رہا ہوں۔ اب اس مناسبت، نام سے بہت طعنیان ہوا۔ امید ہے کہ رسل و رسائل کا سلسلہ منقطع نہ ہوگا۔ موسمی تعطیلات میں کوئی کتابی کوئی نام گاہ تصور کرنا ناگزیر تھا۔ اس کے سوا اور جاتے تو کہاں جاتے۔ آپ کی فتنہ وادیوں میں غالباً مشرقی پنجاب ہی میں تھیں۔ ۱۰۰۰ راج کو دہلی کے مشاعرے میں شامل ہوں گا۔ یہ مشاعرہ رت کو براٹو کا سٹ بھی ہوگا۔ زیادہ اظہارِ خصوص و محبت کو دور ضلع جالندھر یکم مارچ جو شمسینا صرف ایک ہی خط اس سے پہلے یہاں پہنچا تھا۔ اس کو جواب لکھ دیا تھا۔

(۳۷)

مکتبہ فیض احمد فیض

مکتبہ الب چراغ حسن حسرت

حسرت صاحب قبلہ۔ آداب

آپ کا گرامی نامہ کافی دیر سے آ بار کھایا ہے۔ ایک زمانہ کے بعد کشف ویدہ دل کا کچھ سامان ہاتھ آیا اس لئے جواب کی کادق کی بجائے خط اندرزی میں محور و خاص طور سے رضی دانش کے یہ دو شعر بہت پسند آئے،

زلبس کہ صحنِ فزود و غمش گداخت مرا

نہ من شتا ختم اوزانہ او شتاخت مرا

اور آرزو ہا خوب لیکن اسقدر با خوب نیست

پہلے شعر کا ایک جزو داغ نے بھی باندھا ہے لیکن اس شعر کے مقابلہ میں بہت پیچھا ہے غالباً آپ کو بھی یاد ہو گا۔

وہ روز۔ روز ترقی پر جس ہے اُن کا

کہ صورت اُن کی مجھے بھولی بھول جاتی ہے

گنی بیگم کے متعلق ایک عرصہ سے تجسس تھا۔ اس کے بارے میں مزید معلومات کا کہیں ذخیرہ ہو نہ سکے گا، اس کا ایک شعر مجھے بھی یاد ہے،

کہاں تک ملے حادثاتِ خطائے کو مہدم

وہ جب بھولتے ہیں یہ نہیں بھولتے ہیں

آپ نے جو غزلیات طوالت کے ڈر سے نہیں لکھیں وہ اب لکھ دیجئے اور اپنی نئی کتابیں بھیج دیجئے  
(یہاں سے ایک سطر سنسکرت فیصلے کاٹ دی ہے)  
ایک زمانہ سے آرزو تھی کہ اردو شعرا کا کوئی مہذب کا انتخاب کر کے شرب پر جانے کی کج کل اسی کا وہ میں مروت  
ہوں۔ محقر اس کا کیا ہے۔ جہت سابقہ ہے۔ حال ہی میں میر و ستودا کو دوبارہ استغیاب سے چڑھا جس سے شہ ہونے  
لگا ہے کہ ستودا میر سے بڑا شاعر تھا۔ یہ صحیح ہے کہ میر کے اچھے اشعار کی نظر ستودا کے ہاں نہیں مٹی لیکن ستودا  
کے کام کی عام سطح میر سے بلند ہے اور فنی دسترس میں میر ان سے یقیناً نیچے ہیں  
میں نے غزلیات کا ایک نیا مجموعہ ”دستِ صبا“ کے نام سے چھپنے کے لئے بھیج دیا ہے انہیں کہ  
آپ اگر میں نہیں ہیں ورنہ میں چاہتا تھا کہ آپ ایک نفاذِ عیلہ بیٹے۔ چار پانچ سال انگریزی اخبار میں  
سرمارنے سے جو ستوری بہت اردو آتی تھی وہ بھی بھول گئی ہے اس لئے ان متفکرات میں ضرور بہت سی  
فنا حسیں۔ وہ گئی ہوں گی۔ آپ دیکھ لیتے تو کچھ صاف ہو جاتا۔  
عید کے دن آپ نے لاہور کی طرف رخ کر کے نونہ لٹانے کو کہا ہے۔ یہاں تو عید شرب برات کی تہ  
نہیں۔ مستقل یہی کیفیت رہتی ہے۔ اس کے اظہار میں ایک شعر میں لے بھی کہا تھا۔  
برصہ ہے یادِ حریفان، بادہ سیمبا کی  
کوشش کو چاند نہ بکھے نہ دن کو آہستہ  
اس وقت بے ساختہ مولانا عبد الباقی آستہ کی شربتِ غالب، یادِ انکی جو غالب کے ہر شعر کی تشریح کے بعد  
لکھتے ہیں۔ میں نے بھی کہا ہے،  
امید ہے آپ کا مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

نیاز مند

فیض احمد فیض

(۳۸)

مکتوب الیہا متاثر شیریں

مکتوب ن. م. راشد

مترجمہ تسلیمات

گرامی نامہ ملا ”نیادور“ اچھی ملک وصول نہیں ہوا۔ شاید اور ایک دو دن میں پہنچ جائے یہاں سے  
تبدیل ہو کر اردو میر کو گرامی ریڈیو پاکستان ہٹیہ کو رٹز میں چارج لے رہا ہوں۔ اگر کوئی میں رہ کر ”نیادور“ کی  
کوئی خدمت کر سکا تو مجھے بڑی خوشی ہوگی ”نیادور“ کے ذریعے آپ بے حد مفید کام کر رہی ہیں۔ بہت کم ایسے رہا

باقی ہیں جن کے ساتھ اس قدر ذہنی ہم آہنگی کا احساس ہوا ہے جس قدر دنیا دور سے

مخلص  
راشدہ

ریڈیو پاکستان لاہور ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء

(۳۹)

مکتوب الیہ محمد شاہین

مکتوب دانشمند

غفرانی، قسیم و عزیز

آپ کو خط ملا۔ لاہور سے اس روز کے بعد آپ کا بھیجا ہوا نسخہ ڈیپاکٹ ملا۔ ڈاکخانے والوں نے کھول لیا تھا۔ یا شاید ان سے سب ڈاکھل گیا تھا۔ بہر حال یاد رکھی، ایک جلد اور آپ کے مضامین جی مجھے مل گئے۔ مختصر، مختار شیریں کج افشار میں "نئے نئے افسانے" کی دو کڑی جلد میں شامل کر رہا ہوں۔

دنیا دور کے لئے میں ضرور کھوں گا۔ لیکن کچھ اور بہت دیکھتے۔ قسیمی جلد کے لئے کوئی مضمون یا کہانی بھیج سکاں گا۔ اس مسئلے کو آپ ایک مہما میں کیوں تبدیل نہیں کر دیتے۔ سبھی آپ مہندوستان کے تمام اردو رسالوں کے بہترین مضامین، افسانے، ڈرامے، نطنیں وغیرہ شامل کیجئے۔ اردو میں اب تک کوئی ایسا (LITERARY DIGEST) موجود نہیں۔ یا آپ اسے دو ماہی رکھتے گا، اس سے کام وہ لیجئے جو مغرب میں (DIGEST) سے دیا جاتا ہے غالباً آپ کا ارادہ اسے ہنرا ٹیکنک اور ڈیٹا بیسٹ کے پچ کی پزیر کرنے کا ہے؟ — ابھی میں نے رسالہ ختم نہیں کیا اس لئے مفصل رائے پھر لکھ بھیجوں گا۔ نظروں کا انتخاب خاص طور پر لائق تفتیش ہے۔ حضرت حسرت مزہبانی کی غزل مقطع کے سوا ہر لحاظ سے درست ہے خوشنود اسلام کی نظر ان کی ایک دلچسپ تفسیر ہے۔ لیکن یہ ایک ایسی ذہنی واردات ہے کہ جس کی تخلیق غالباً عمر کے پچیس سال گزر جانے کے بعد نہیں ہو سکتی۔ آپ کی بیگم صاحبہ نے سائنس کے افسانوی ادب کو بہ نظر غائر دیکھا ہے۔ یہ جائزہ ایک مستقل ادبی حیثیت رکھتا ہے۔ ٹکڑے کے بارے میں ان کی رائے کس قدر صحیح ہے۔ سربتہ ہوتی ہے۔ جب میں نے افسانہ لکھا تھا۔ تو میں اس کے ٹکڑوں سے مطمئن نہ تھا۔ اسے بار بار دیکھنے اور پڑھنے کے بعد بھی میں ان دو ٹکڑوں سے غیر مطمئن ہی رہا۔ لیکن اس کے باوجود میں اپنے افسانے میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کر سکا۔ شاید ہی ایسا ہوتا ہے کہ میں اپنے افسانے میں کسی قسم کی تبدیلی پیدا کر سکوں جو ایک دفعہ لکھا جاتا ہے۔ لکھا جاتا ہے۔ اور بعد میں تصحیح کی بہت کم گنجائش رہتی ہے اور ذہن افسانے کی طرف سے غیر مطمئن رہتے ہوئے بھی یا کسی سقم کو محسوس کرتے ہوئے بھی کوئی تبدیلی گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ کہ عجیب مصیبت ہے! چہرہ دہ ہوئے آخر الا یکان۔ دشوار تر کال۔ مہندوستان۔ مہندوستان کی تہی سے

پرنارہیں کھیلنے کے لئے آتے تھے۔ تو میں نے انہیں 'نیا دور' دکھایا۔ اور مدعو مسوون اور مہندرانہ خود کو خاص طور سے محترمہ مضمون پڑھ کر سنا یا۔ تاکہ عبرت ہو۔ مسیحیہ نقیضہ خاطر خواہ برآمد ہو گا۔  
جو توش صاحب مہبتی گئے ہوتے تھے۔ پرسوں واپس آتے ہیں۔ ایک ماہ کے بعد 'حوت' آخر کو نکل کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ مسیحیہ خیال میں 'حوت' آخر 'جوش' کے انداز بیان اور انداز فکر کی بہترین ترجمان ہوگی دیکھتے تاریخ کیا رائے قائم کرتی ہے؟

Mysonian کا مطالعہ برابر کرتا رہتا ہوں۔ اسے پڑھ کر مجھے اپنے کالج کا زمانہ یاد آجاتا ہے جب یہ، نہ اور نہ اسے ایک پروفیسر نے مل کر ایک ایسا ہی پرچہ انگریزی میں، لاہور سے جاری کیا تھا۔  
بڑی دلچسپ، داستان ہے۔ پھر کی آپ کو سناتوں گا۔ گامز، کہانی کا نتیجہ یہ ہے کہ مہندرانہ میں، ابھی اسے پرچے کا باب نہیں ہو سکتے رہ جاتے آپ یہ پرچہ کس طرح چار ہے میں۔

مخلص

کوشش چنر

مکتوب الیہ اختر انصاری

(۲۰۱)

مکتوب، سمت چغتائی

اختر صاحب۔ آداب  
میری مدد کیجئے یعنی آپ کا کوئی نیا مضمون مجھے دیکھتے ہیں ایک سالہ تاخیر ایڈٹ کر رہی ہوں اس کی ذلت نہ ہو جاتے۔ کوئی خاص ادبی چیز ہو۔ مجھے تو آپ کا نام چاہتے ہیں یہی ہے کہ لے لے اگر کوئی نظم ہو تو وہی سہی۔ سبانی صاحبہ کو آداب بچوں کو یاد۔ مہبتی تو آپ کے چلے۔  
مضمون کب تک بھیجیں گے۔

خاکسار: مہمت

(۲۱۱)

مکتوب الیہ محمد شاہین

مکتوب احمد علی

مکرمی، نسیم  
آپ کا خود بخود۔ شکریہ۔ یہ معلوم بات کیا ہے کہ آپ نے بھیجے ہوئے پرچے مجھے نہیں ملے۔ نیا دور کے دو پرچے ضرور ملے تھے یعنی نمبر ۲ اور ۳ اور ۴ نہیں ملے۔ ممکن ہے کہ دہلی گئے تھوں اور وہیں پڑے۔ نہ ہوں یا کسی اور صاحب نے لے لیے آپ نے لکھا ہے کہ نیا دور کے نمبر میں بھی مسیری کوئی چیز شائع ہوئی

ہے۔ وہ کون سی؟ امیجیہ کو اپنے انشا پر میں وہی سے اس کے شائع کرنے کی اجازت لے لی سرگئی۔ پھیل  
ترتہ ہماری لگی کے شائع ہونے پر وہ خوش نہیں تھے۔  
میں نے وصتہ کے بعد ایک طویل افتادہ لکھا عقارہ عنقریب انشا پر میں وہی سے لک کتا بہت  
میں شائع ہونے والا ہے اور کتاب بالقصور ہوگی۔ عنوان "موت سے پہلے" ہے اگر آپ ریورڈ کر، یا میجیہ  
افسوس پر مجبوری طور سے ریلوے میں شامل کریں تو انشا پر میں کو لکھتے سمجھ لوں گا اور کوئی چیز اور دو میں  
انہیں ٹھہری۔ کچھ کل اردو شاعری پر انگریزی میں کام کرنا عقارہ اور ایک انتخاب کو کے انگریزی نظر میں "سجھ کر  
ہے۔ وہی سے لے کر داغ تک شہر غزل گو شعرا کے کلام کا انتخاب ہے۔ ولایت جلد پچھتے کا ارادہ ہے  
اگر اردو میں کوئی چیز لکھی تو ضرور خیاں رکھوں گا۔  
اگر ۴ یا ۵ کنویرت پیشتر نیا دور کے دونوں پرچہ یعنی نمبر ۱۳ اور ۱۴ یہاں بھیج دیں نہ ممنون ہوں گا  
اس کے بعد کوئی بیسے بھر کے لئے لک جانے کا ارادہ ہے

نیا نمبر:

احمد علی

لکھنؤ ۱۳ ستمبر ۱۹۴۵ء

۴۲۱

مکتوب الیہا ممتاز شیریں

مکتوب راجندر سنگھ بیدی

ترجمہ: آداب

منٹو میموریل کے سلسلے میں جو آپ کام کر رہی ہیں نہایت قابل تعین ہے۔ میں یہی چاہتا تھا کہ  
کوئی ایسا قدم اٹھائے جس سے ہمارے عزیز مرحوم کے لواحقین کی کسی طرح مدد ہو۔ ہر شخص اس خیال کے  
بہتیں نظر میں لے کسی رسالہ کے لئے مضمون نہیں لکھا۔ میں یہ بھی کہتا کہ اخبار رسالے دار اور ناشرین  
کو منٹو کی وفات مانگو نہیں ہوا۔ لیکن ان میں سے اکثر پیشتر نے آداب کو پرچہ پیشہ کا دلچسپ نالیا۔ اور بہ  
بات بہت ہی افسوس کے قابل ہے جو کام کرنے لاکھتے عقارہ ہیں کہا۔ ایسی مایوس کن بہرہ کے سلسلے  
میں مجھے ڈون کا شعر یاد آتا ہے

لکھا دوست کچھ ایسی بھی ہم بد نصیبوں سے

کتاب تو جس لمحہ چاہے دم بخوار ہو جائے

آپ یہ کتاب کب تک شائع کر رہی ہیں۔ کب تک میرا مضمون مل جانا چاہئے  
اگر مکتوب، انہیں پا چکی ہیں بھی چکی۔ اچھی اس کے ناگوار نے اچھے سے حد تک آپ لیکن چونکہ



ہمارے پروڈیروں نے عوام کے مذاق کو بگاڑ دیا ہے، اس لئے یہ تصویر مقبول عام نہ ہو سکی۔ جب بھی میں اسے اپنی ہی کو ناہی سمجھتا ہوں کہ قصور نہیں گردانتا غم کو ENTERTAINMENT کا ذریعہ ہونا ہی پڑتا ہے۔  
آپ نے نیا دور کے زمانے میں بے حد زور و محنت کام کیا ہے اب بھی کسی ایسے ہی کام کی سمیل نکالتے گا۔

زیادہ آداب و راجد رنگہ بدی

(۱۴۴)

مکتبہ الیہا مکتبہ شیریں

مکتبہ علام عباس

اسلام علیکم میں غمناک ہوں کہ اس سے قبل آپ کو کچھ نہیں مل سکا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے وہ یہ ہندو کہنا تھا کہ لکھا بھی تھا کہ صاحب افسانہ بیچوں گا۔ اس سے افسانہ لکھنے کو خراب ہوگی مگر آپ کے خاتمے کے بعد اس ہندو کو توڑنے پر مجبور کرو یا میری جیب سے لندن آیا ہوں بنی کے کاموں میں اس قدر سنبھک رہا ہوں کہ اب سطر تک نہیں مل سکامیہ سارے اسباب فحش سے ناراض ہوئے ہیں گے اور غالباً آپ ہی اگر ایسا ہے تو ازار کرم آپ مجھے معاف کر دیجئے۔ آپ کی ناراضی میری لئے سخت تکلیف کا باعث ہے کیونکہ آپ نہ صرف میرے عزیز و محترم دوست ہیں بلکہ محسن بھی۔  
تین چار دور سے جس نے آپ کے لئے ایک چیز لکھنی شروع کی ہے۔ امید ہے کہ اس سال کے ختم ہونے سے پہلے پہلے میں اسے آپ کے پاس بھیج دوں گا خدا کرے کہ اب کے میں اس وعدے کو نبھا سکوں۔  
لندن میں اگر کچھ زیادہ تر مایوسی ہی ہوئی۔ البتہ کتابوں کی بہتات ہے۔ اور کڑیوں کے دام۔ صرف یہی ایک حاذ بیت ہے جو مجھے لندن میں رہنے پر انگلی رہی ہے۔ ورنہ میں اب ملک واپس آگیا ہوتا۔  
نیا دور کا پھر مل گیا تھا بہت بہت شکریہ۔ یہاں بہت سے لوگوں نے اسے دوق و شوق سے پڑھا منیب الرحمن اکثر بی بی میں آتے رہتے ہیں۔ اور کام بھی کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل بت کی صرف خط لکھتے انہیں مل جاتے گا میری لائق کوئی خدمت ہو تو بلا تعلق لکھتے۔

بچوں کو بہت بہت پیار

اسلام علام عباس

۴۴۱

مکتوب حیات اللہ انصاری

مکتوب البدر محمد ناچین صاحب، جناب ممتاز شیر برکت

اسلام علیک

دیکھنے مانت یہ ہوتی کہ میں نے آپ کا بیجا ہوا دنیا دوسرا بند سے کھولا کہ اب اپنے دوستوں سے ملاقات ہوگی۔ لیکن افتخار اور رپورتاں ہمسک معلوم ہوا کہ جن دوستوں سے ملاقات ہوتی ہے وہ کشمیر کی راہ سنے آکر مجھے قتل کرنے چاہتے ہیں۔ ایسے دوستوں کو بھلا نہیں کہتے۔ دوست سمجھوں! مجھے ان کا یہ رویہ دیکھ کر اندس ہوا اور میں نے کہا کہ میری دوستی ان سے الگ رہو جب کہ حالات ایسے نہ پیدا ہو جائیں کہ ہرچیز دوست بن سکے۔ میری راستہ یہ ہے کہ اگر آپ جانتے ہیں کہ باور ہندوستان کے عقیدوں اور نظریوں میں تبدیلی ہو تو اس قسم کے مختلف خیرو مسافروں سے اس کو ادھر چار کھئے۔ اگر آپ میری راستے سے اتفاق کر لے ہیں تو میرا فضا آپ مشرق سے شائع کریں اور اس کے بعد آپ کا خیال اور ہر اور یہ آپ کے در دستاویز رہے گا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کا علم دشمن کی فوج کا رہا ہی نہ کر آئے اور اس پر بھی میں براہ مافوق بدانتے ہو کہ کو بھی اس فوج میں جھرتی کر دوں۔

میں سیاسی بحث سے بالکل ایک رو کر آپ کو براہ راست سے رو رہا ہوں۔ اور اس واسے کی تجارتی قیمت بھی آپ سوس کر سکتے ہیں۔ وہی رسالت ہندوستان میں جگہ پاسکتے ہیں جو کم اس کے ابا کی دشمن رہا ہوں۔ دقتی سبب سے ایندو میں بیجا ہوا رہی بھی ہے اور انجام کار فوج نہیں بھی۔

اس بے مانگے مشورے کا براہ نامانے کا بات آڑی تھی اس سے میں نے کہہ دی۔  
ہاں بھائی احمد علی کا پتر کیا ہے؟ ان کو میرا سلام کہہ دیجئے گا۔ برہم معلوم ہوئے پر خط لکھوں گا۔  
حیات اللہ

(۴۵)

مکتوب البدر محمد شاد

مکتوب علی عباس حسینی

حضرت کوکم نسیم

نیا دور ملی ملا اور گرامی نامہ بھی۔  
کوشش چند پر کم لکھنے کی شکایت سرائیوں پر۔ مگر ان ترقی پسند عناصر اور بہرہ — اشک، صحت، سبب، بہرہ اور کوشش چند — نے اعلیٰ تک نا دلچسپی لکھے ہیں۔ اور میری کتاب ہے "ناول نامہ" مجھے اس سے بحث نہیں کہ نہ حوالہ انہوں نے کیا لکھا ہے یا وہ کیسے لکھنے والے ہیں۔ مجھے تو انہیں بحیثیت ناول نگار ہی لے دیکھنا ہے۔ سوال "ناول شکست" میری نظر میں نہ تو اس دور کا نامزد ہے اور نہ کامیاب ترین ناول، اشک کا ناول اس سے

زبان کا مایہ جیسے اور سجاد ظہیر کا ناول لندن کی ایک رات بدتر ہے۔ بہر حال یہ اپنی اپنی پسند ہے اور اپنی اپنی رائے۔۔۔ ان حضرات کے ناولوں کے متعلق جو میری اگلا ناولی سے راستے ملتی وہ میں نے ظاہر کر دی۔ میری بد مراد نہیں کہ میں ان میں سے کسی کو بھی اول درجہ کا افشا پر واز یا صحت نہیں مانتا ہوں یہ سب اچھے لکھنے والے اور بہت اچھے لکھنے والے ہیں۔ اور مستقبل کا ادب ان کے دامنوں اور آنکھوں سے وابستہ ہے۔ میری عرض صرف اتنی ہے کہ اس وقت و صحت و سماج و تہذیب و مکشش چند نے بحیثیت ناول نویس کے کوئی ایسی جگہ ہمارے ادب میں نہیں حاصل کی ہے کہ ان کے متعلق، خواہ موافقت میں ہو یا مخالفت میں، دس کسب مجلوں سے زیادہ لکھا جائے۔

نہادور کا چوتھا نمبر بہت وزنی ہے۔ نظمیں زیادہ پسند نہ آتی ہیں۔ سوائے قاضی نذر الاسلام اور شفیق مسعود کی نظموں کے سب میں بلا کی یا سبیت ہے۔ اور میں یا سبیت کو ترقی پسندی اور نوجوان ترقی پسندی کی ضد سمجھتا ہوں۔ انشائیہ سے "تقدیر" کو رد کیا۔ عزت ہے کہ اس کا اندازِ نظم اور لب و لہجہ اب بدل دیا جائے۔ اسی لئے میں آپ کی وساطت سے حضرت یوسف ظفر سے عرض کروں گا کہ وہ اپنی نظم "عجزاد" کی سرخی بدل دیں اور اس کا تیسرا بند اس سے نکال دیں۔ وہ ایک فلسفیانہ چیز تو یقینی نہ رہے گی لیکن ایک ایسا نگینہ بن جائے گی جس میں نام کا بھی دھبہ نہ ہو!

حصہ نشر کا منبہا ہے قاضی عبدالغفار کا ترجمہ پرانے ڈھنگ کا ہے مگر ایک ایک جملہ چننا ملا ہوا۔ ماستی کی سادگی میں بلا کی نشریت ہے۔ آپ کا بھرے بھٹکے "جنگ" سے فائدہ اٹھانے والے سرمایہ داروں کی اچھی تصویر ہے اور رادھا کرکش کا "ایک لاکھ سال سے ہزار آٹھ" اٹھاسی "ادب و تاریخ و وطن کا ایک غیر فانی امتزاج!" — رہیں ممتاز شیریں اور ان کا سبب۔ "افاضوں ادب" تو حضرت ان کی غنیمت و کاوش کی زاد نہیں دی جاسکتی۔ انہوں نے رطب و یابس سب کچھ چھو ڈالا ہے۔ بلا کی جانفشانی کی ہے۔ انداز نگارش رانٹا و بھلی گورنریہ تختہ ہے مگر خوب ہے۔ لیکن ایک بات کہہ سکتی ہے۔ وہ اپنی اردو میں جا بجا انگریزی کے پیوند لگاتی ہیں یہ انگریزی دانی کا مظاہرہ نہیں ہے بلکہ اردو میں اظہار مدعا کی بے بسی کا۔ اگر یہ واقعہ ہے تو بطور مدیر کے یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ ایسے مقامات، کارڈوں کا جائزہ لیں یا کریں۔ اور ان کے اس طرح کے معانی کو جو وسعت مطالعہ جیت نظر اور جگہ کاوی کے حامل ہوں۔ خالص اردو دالوں کے لئے غار زار بننے سے بچائیں اردو کے ایک پرانے خادم کی طرح ممتاز شیریں صاحبہ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کر دیجئے گا۔ وہ مستقل قریب ہی میں اردو کے صعب آئی کے ناقدوں میں شمار کی جائے گی! نیا دور آپ جس سلیقے سے نکال رہے ہیں وہ حد درجہ قابل ستائش ہے۔ ہر نمبر صوری و معنوی دونوں حیثیتوں سے بیش بہا اور گرانا پیر ہوتا ہے۔ خدا کے سے اس قدر سے جاری رہے!

مکتوب خواجہ احمد عباس

(۴۶)

مکتوب ایہا ممتاز سشیری

مقررہ تسلیم

آپ کا فرائض نامہ پڑھا پھر اتنا یہاں پہنچا۔ سیاسی میٹروں کی کانفرنس جو یہاں ہو رہی ہے اس کی وجہ سے جواب دینے کی ہمت نہ ملی۔ آج صحتِ بارش ہو رہی ہے۔ کانفرنس کے ٹھکانے پر جانا مشکل ہے۔ اس لئے مقررہ قیمت جان کر آپ کے خط کا جواب دیتے بیٹھا ہوں۔

آپ کو ”چڑھاؤ اتار“ پسند آیا۔ یہ معلوم کر کے ازمہ خوش ہوئی۔ کیونکہ ”یاد دہ“ میں آپ کا تنقیدی مضمون پچھلے سال کے افسانوں پر چڑھ کر آپ کی ناقدانہ فکر کا کافی رعب چھایا ہوا تھا۔ یعنی افسانہ لکھتے وقت اکثر یہ خیال گونجتا تھا کہ یہیں ممتاز سشیری صاحب اس کو کتنے ٹبروتی ہیں۔ مجھے آپ کے نام VERDICTS اور آپ کی تمام ”ناقداں“ قدروں سے مکمل اتفاق نہیں ہے۔ مگر آپ کی تنقید کے غلوس اور آپ کی قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اسی لئے میں آپ کی رائے کی اتنی قدر کرتا ہوں۔ ”چڑھاؤ اتار“ کے لئے جو تقریریں الفاظ آپ نے استعمال کئے ہیں ان کا شکریہ یہ افسانہ خود مجھے بھی کافی پسند ہے۔ . . . مگر لکھنے والے کو تو اپنی ہر چیز پسند ہوتی ہے! . . . . . یگیہ میری افسانہ نویسی کے دوسرے دور کی پیداوار ہے اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ ”ایک دھکی“ والے افسانوں کے مقابلے میں اس کی پختگی اور روانی زیادہ پائی جاتی ہے مگر BASICALLY افسانوں (بلکہ تمام ادب اداسٹ) کے متعلق میرا نظریہ وہی پرانا ہے۔ یعنی واقفیت اور اصلیت کی بغور کشی۔ اس کو اکثر دوست میرے جرنلٹ ہونے پر حمل کرتے ہیں۔ لیکن ہے ایسا ہی ہو۔ بہر حال جب درجنوں چوٹی کے افسانہ نگار دل اور دماغ سے افسانہ نکالتے ہیں تو کیا حرج ہے کہ ایک معمولی درجے کا افسانہ نگار اصلی واقعات میں اپنی کہانیوں کا سر نہ لٹا کر لے۔ ”چڑھاؤ اتار“ تو میرے اپنے کشمیر کے کئی سفروں کے جذباتی تجربے (یعنی اوپر جاتے وقت شائستگی اور رد و ہوا)۔

ہمسکس ہونا اور اترتے وقت کوفت اور (DEPRESSION) پر مبنی ہے۔ جس کو میں نے ایک فرضی کہانی ”نکے ہنگ میں بٹیں کیا ہے“ ورنہ پچھلے چند سال میں بری اکثر کہانیاں اور ڈرامے بالکل سلی واقعات پر مبنی ہیں۔ مثلاً ”ایک پائیلی جادو“۔ جیسے میں ایک عورت نے ذاتی انداز کی دکان میں سب سے خوش ہو کر بچہ بنا۔ رپورٹ ”تھوڑا سا“ میں شائع ہوئی۔ میں نے تخیل کا رنگ دے کر اس کو افسانہ بنا دیا۔ آپ کو اس کا CLIMAX غیر واقعی (UNREAL) یا کم از کم UNUSUAL اور ACCIDENTAL معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس ماحول، اس دور کا تو یہاں جیسے جس میں ہم اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہنگ۔ بیماری۔ راشننگ۔ ہنگال میں لاکھوں کی موت سڑیوں کے کنارے لاشیں کٹے اور انسان ایک جھوٹے مٹی کی خاطر رستے ہوئے۔ انداز کی دکان کے آگے میل جہلے گاڑیں۔ کیا یہ سب چند سال ہوئے ہمارے دم و گمان میں آسکتی تھیں؟ اس لحاظ سے ”ایک پائیلی جادو“ کی پڑھائی کا عجیب و غریب ACCIDENT اس عجیب و غریب دور اور اس FANTASTIC ماحول کی ترجمانی کرتا ہے جس میں ہم رہتے ہیں۔ اب اسے آپ جرنلزم سمجھئے۔ ادب سمجھئے۔ آرٹ سمجھئے یا نہ سمجھئے۔

میں اس کو ایک جائز اور مزدوری ادبی خدمت سمجھتا ہوں۔ میرے ڈرامے "زبیرہ" کا پلاٹ (یعنی ایک پردہ دار مسلمان عورت کا پردہ چھوڑنا اور اپنے شہر والوں کی خدمت میں جان دینا) بھی اخبار کے کالم سے "چرایا" ہوا ہے اور حالی ہی میں میں نے پانچ چھوٹے چھوٹے افسانے VICTORY DAY پر لکھے ہیں جو "نیادب" میں شائع ہو رہے ہیں۔ ہر سب کے سب میں ایک TOPICAL اور اخباری رنگ میں لکھے گئے ہیں مگر چر بھی میں سمجھتا ہوں کہ ان میں "افسانیت" کا مزدوری جزو موجود ہے۔ ایک اخبار نویس اپنے مخصوص تجربے کو افسانوی ادب کی خدمت کے لئے استعمال کر رہا ہے!

اس سلسلے میں ایک شکایت مجھے اکثر افسانہ نویسوں سے ہے۔ جہاں تک زبان کا اور کردار نگاری کا تعلق ہے وہ بالکل ہیں اور میں ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچتا۔ مگر ان کے افسانوں میں مجھے "افسانیت" یعنی STORY VALUE نہیں ملتی۔ کیرکٹر کیج کہہ لیجئے۔ نفسیانہ تعلقات کی ایک زنجیر کہہ لیجئے "مگر ہوا کیا؟" جو کہانی کو کہانی بناتا ہے بالکل غائب۔ یہ مزدوری نہیں کہ کہانی میں پرانی قسم کا پلاٹ ہو مگر کہانی میں کوئی نہ کوئی افسانوی جھٹکا کوئی TWIST، کوئی CLIMAX ہونا چاہئے SOMETHING MUST HAPPEN۔ چیکوٹ، امبراسا اور ہنری۔ افسانوی ادب کے ہر ممتاز نمائندے کے ہاں یہ چیز ضرور ملے گی۔ مگر ہمارے ہاں کہانی "مضمون" شیخ ان میں مدد حاصل ہی باقی نہیں رہی۔ ابھی میں عسکری کا افسانہ "مرا مجادی" پڑھ رہا تھا۔ کیا ہلاکی کردار نگاری ہے! روانی ہے کیا خوبصورت زبان ہے! مگر پھر ہوا کیا؟ "میرا مانغا اخیر وقت تک یہی سوال کرتا رہا۔ اور کچھ بھی نہ ہو یعنی افسانہ افسانہ نہ بنا۔ ممکن ہے یہ نظریہ صرف میرا ہی ہو۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ افسانے میں پلان یا STRUCTURE ہونا عام طرز سے ہندوستان میں افسانوی کمزوری سمجھی جاتی ہے۔

خیر چھوڑیے اس بحث کو۔ آپ سمجھیں گی۔ میں اپنے افسانوں کی کمزوریوں کو DEFEND کر رہا ہوں مگر واقعہ یہ نہیں ہے۔ میں اپنی کمزوریوں کو خوب سمجھتا ہوں۔ میرے افسانوں میں (سوائے چند کے) گہرائی، جزئی (DETAILS) اور بے ساختہ روانی کی کمی ہے۔ مگر یہ میرے ادبی "کچے پن" کا ثبوت ہیں نہ کہ میرے اخبار نویس ہونے کا۔ نہ اس کا کہ میں کچھ کہہ کر جلدی سے آگے بڑھ جانا چاہتا ہوں "اور نہ اس کا کہ افسانوں میں اصلی واقعہ کار کوئی دخل نہ ہونا چاہئے!۔

مدت سے "نیا دور" کے لئے افسانہ بھیجنا چاہتا ہوں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ سال بھر میں چند افسانے ہی لکھے ہیں۔ ایک "نئے زاوے" میں قید ہر جانا ہے۔ ایک دو "ادب لطیف" کی نذر ہر تہے ہیں اور باقی "نیا ادب" کو حال میں ایک افسانہ "پاؤں میں پھول" (جس کا پہلے حصہ سوائے افسانوی بلا ٹیکس کے واقعہ ہے) لکھا تھا۔ نیا تھا "نیا دور" میں بھیجوں گا۔ کہ "چھستان" کے ایڈیٹر آغا سرخوش عیسیٰ آئے اور اپنے سالانے کے لئے امرارا لے گئے۔ مجھے یہ افسانہ بہت پسند ہے۔ شاید آپ کو بھی ناپسند نہ ہو۔ بہر حال اگر آپ اسے "نیا دور" کے کہہ اگلے شمارے میں REPRODUCE کر سکیں تو بہت اچھا ہو کیونکہ "چھستان" کی اشاعت بہت ہی محدود ہے

ستمبر یا اکتوبر میں اردو ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس حیدرآباد میں ہو رہی ہے۔ مجبئی سے فوج کی فوج آ رہی ہے۔ کرشن چندر، سجاد ظہیر، سردار جعفری، مہندناٹھ، بلا راج، ماہی، شیلا کیر، وٹو، امتر مادل، شاید بکشر اور سافربھی وغیرہ۔ اپنی ارادہ کر رہا ہوں۔ کیا یہ امید رکھیں کہ آپ سے اس موقع پر ملاقات ہو سکے گی؟

آپ کے خط کا پھر بہت بہت شکریہ! اپنی لکھی ہوئی چیز کی تعریف پڑھ کر کون خوش نہیں ہوتا۔ اور جب یہ تعریف ایسی ہستی نے کی ہو جو ایک قابلِ ناقد اور خود ممتاز افسانہ نگار ہو تو پھر اس سے بڑھ کر ادبی محنت کا کیا انعام ہو سکتا ہے؟

۲۹ جرن شکر (شکر) آپ کا مخلص (خارجہ) احمد عباس

صمد صاحب اور یاد دہ کے دیگر احباب کو سلام اور حیدرآباد میں آنے کی دعوت۔  
جواب میرے مہی کے پتے پر دیں۔ میں جولا کی پہلے پہنچے ہیں وہاں پہنچ جاؤں گا۔

SAMUDRA TARENG, CADDEL ROAD, BOMBAY 28.

مکتوب امیر اختر انصاری

(۴۷)

مکتوب احمد عظیم قاسمی

برادرِ مکرم، السلام علیکم۔

ہنایت شرمندہ ہوں، کہ آپ کے نامہ گرامی کا جواب ایک قابلِ اعتراض تاخیر کے بعد عرض کر رہا ہوں، دراصل خدمتِ ناسازی میں اور اس کے بعد میرے برادرِ بزرگ کی خطرناک علالت اس تاخیر کی وجوہات ہیں، طالبِ دلگدز ہوں اگر معافی اکرام فرماتے آپ کو یہ لکھا کہ میں آپ سے ناماض ہوں، تو یہ کسی غلط فہمی پر مبنی تھا۔ میں ممکن ہے کہ اگر ام صاحب کے سامنے میں نے اس فوج کا ذکر کیا ہو، اور انہوں نے نسبتاً "شدید" معافی نکالے ہوں، آپ کی شرافت اور صاف دلی کامعزت ہوں، اور اپنے معزز مخلص دوستوں سے ناراض ہونا گناہ سمجھتا ہوں، ساتھ ہی ڈائری میں جو چند سطور آپ نے سپردِ قلم فرمائی ہیں۔ ان کے متعلق معمولی سا درستہ شکوہ کیا جاسکتا ہے، ناراضی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، بہر صورت اس قطعہ کو چھوڑ دیتے،

آپ کی شاعری، افسانہ نگاری اور تنقید نگاری اور ادب میں یقیناً اساسی حیثیت رکھتی ہیں، میں تزان دونوں سے آپ کا اسم گرامی سن رہا ہوں، جب شعر کہنے کا شوق نہ تھا، ہمارے ترقی پسند حضرات کی یہ غامی یقیناً تحریک اور جانبدارانہ ہے، کہ وہ ان لوگوں کے کام کو ذرا محسوس کر بیٹھتے ہیں، جنہوں نے نئے ادب کے ایوان کی دیواریں اٹھائیں، نہ جانے کیا سبب ہے کہ وہ ہمت کی آئینہ رنگ چکا چونہ پر یہ بھڑکتے ہیں، اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ ہمت ان دیواروں کے سہارے کھڑی ہے، اور یہ پرانے معیار ابھی تک زندہ ہیں، شاید آپ کو اس نئے نظریہ انداز کا جارا ہے، کہ آپ کی شاعری و جہان کے بعید ترین گوشوں کو چھو آتی ہے، اور نئے شعرا میں سے اکثر حضرات خیال کو صورت پر، اور پھر صورت کو الفاظ پر اور اس کے بعد نام نہاد حقیقت پر، حقیقت کو خوب لای خلی شہرانی انداز کی جنیات پر اور جنیات کی صیغ صورت کو جن کے بناؤ مسکاہ پر قربان کر دیتے ہیں، اور کاماب کہہ رہے ہیں، ہر لمحہ

مکتوب ممتاز مفتی

(۲۹)

مکتوب ایما متا ز شیریں

محترم

آپ کا خط ملا مجھے آپ کو جان کر بے حد خوشی ہوئی۔ اس لئے کہ میری طرح آپ کا بھی کچھ تہ نہیں چلتا۔ آپ کہیں گی یہ فقرہ نئے دور سے چوری کیا گیا ہے۔ میں کہوں گا ”وہ نردار“ باقی سے چوری کیا گیا ہے۔ جھگڑا بڑھا تو شاہین صاحب کو مستحق بنایا جائے گا غلاہر ہے کہ وہ میری طرف واری کریں گے۔ اس لئے میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ مجھ پر چڑی کا لازم نہ لگائیں۔ رسمی بات آپ کا کچھ تہ نہ چلنے کی تو دیکھ لیتے کہیں آپ مجھے خط نہیں لکھتیں! اور کبھی خط لکھ دیتی ہیں! آپ کی لکائی جھپٹائی مجھے نا پسند ہے۔ اور نقد و نظر کا حصہ پھیکا ہے۔ پھیکا اور کھوکھلا۔ انداز تحریر میں رسمی وقار ہے اور بس قصہ ختم۔ اور آپ کی وہ نظم ”— کے نام“! پھر آپ مجھ سے کہتی ہیں من گھڑت قصے نہ لکھا کرو! مانا کہ نفس کشی اور مبراچی خصوصیات ہیں لیکن کوئی کہاں تک بات کو دل میں دبا رکھے۔ نئے دور کے لئے کہاں غلب کرنا غلطی ہے۔ میرا مطلب ہے تمہید باندھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر ادب بھی آپ چاہیں ۱۵ دن کی مہلت اور ایک خط۔ بس۔ اگر میں سستی کروں تو ایک ”تحریر کا جھنجھوڑ“ جھوٹ موٹ کی ہو۔ سچی نہیں۔

یہ رسالہ بازی کی بیماری عام ہوتی جا رہی ہے۔ ممکن ہے میں بھی اس کی لپیٹ میں آ جاؤں اگر خدا غنی ستہ ایسا ہو گیا تو پرچے کا نام ہو گا فداوان (بے معنی)۔ کوشش کی جائے گی کہ ادب سے کنا رہ کش رہیں۔ صرف فلم کا رد نا روئیں۔ ملک حبیب احمد۔ فکر تو نسوی اور ممتاز مفتی۔ مدیر ہوں گے۔ اور ممتاز شاہین معنون نگار ہوں گی اگر یہ پرچہ حقیقت کی شکل اختیار کر سکا تو وہ نئے دور کو تقریر دینے کی کوشش کریگا۔ ایڈیٹر ان آپ کے پرچے کے معاون ہوں گے۔ بات طے ہوئے پر آپ کو اطلاع دی جائے گی۔

اب رسمی بات انحراف زدہ کرداروں کی تو میں آپ سے کہہ دوں کہ آج تک میں کسی NORMAL کردار سے نہیں ملا۔ میرا تجربہ ہے کہ NORMAL محض ایک خیالی چیز ہے۔ ممکن ہے غلط ہو۔ بہر حال میں کوشش کروں گا کہ آئندہ۔ یہ سوشل پیرز لکھوں۔  
فرو — امید ہے بھیج سکوں گا۔

استہوار کا شکریہ ادا کرنے کو جی چاہتا ہے۔ لیکن آپ کہیں گی ”رسمی بات“ میں نے کہا آپ کے شاہین صاحب خط لکھنے سے سچا پتے میں کیا۔ آج ملک صرف ایک پوسٹ کارڈ لکھا ہے انہوں نے۔ انہیں میرا سلام دیجئے اور کہئے۔ ایک ایسے مشہور جریدہ کے ایڈیٹر کو ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ میرا مطلب ہے۔ وقت یہ ہے کہ میں اپنا مطلب واضح کرنا جانتا ہی نہیں۔ یہ ہے ان لوگوں کا حال جنہیں آپ ادیب کہتے ہیں۔  
آپ کہئے ؟

ممتاز مفتی

۲۷ دسمبر ۱۹۷۶ بازار۔ اچھرہ۔ لاہور

مکتوب الیہا ممتاز شیری

(۵۰)

مکتوب جنت سنگھ

دیوڑی جی۔

گراہی نامہ ملا شکر۔۔۔ یقیناً میرے لئے خوشی کا مقام ہے کہ آپ کو میری کہانی "لحمہ" پسند آئی۔ میدان کے سانفانے میں "گرینڈ ہوٹل" اور "شاہراہ ۷۷" میں "ویسٹ ۳۸" شائع ہو چکی ہیں اگر آپ کی نظر سے گزریں تو اپنی قیمتی رائے سے مطلع فرمائیے گا۔

نیا دور کے لئے ایک طویل مختصر افسانہ لکھ رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ بہت جلد آپ کی خدمت میں ارسال کر سکوں گا۔ حالات زندگی کے متعلق گزارش ہے کہ جناب فکر تو نسوی میرا کرکٹر اسکیچ لکھ رہے ہیں۔ اس مضمون میں پھر فن پر بحث نہیں ہوگی۔ اس سلسلے میں میں نے انہیں معلومات بہیم پہنچائی تھیں۔ چنانچہ اب میں نے انہیں خط لکھا ہے کہ میرا احوال نامہ واپس بھیج دیں تاکہ آپ کے کام آئے۔ منتظر ہوں "دورہ" اور "فرز لکھ کر آپ کو بھیج دوں گا۔ میری زندگی کا مختصر سا خاکہ بشیر ہندی کی قریب کردہ کتاب "میرا پسندیدہ افسانہ" میں شائع ہوا تھا اگر وہ حاصل ہو جائے تو خوب ہو۔

صاحب کی خدمت میں آداب۔

بندہ جنت سنگھ

، رہتی سوسہ (دہلی)

مکتوب الیہا ممتاز شیری

(۵۱)

ب عزیز احمد

محترمہ تسلیات۔

گراہی نامہ کا بہت بہت شکریہ۔ میں نے ذاق صاحب کو لکھ دیا ہے کہ ان کی نظروں پر جریلوں میں سے لکھا ہے وہ آپ لوگ "نیا دور" میں شائع کر رہے ہیں۔

آپ نے مجھ سے "نیا دور" نمبر ۷ اور اس سے پہلے کے نمبروں کے متعلق رائے دریافت کی ہے میرے خیال میں "نیا دور" مہینے کے بعد ترقی پسند ادب کی نمائندگی آپ کے رسائل سے بہتر اور کوئی ادبی مجلہ نہیں کرتا۔ ساقی کا معیار اب سو فیصد ہو گیا ہے اور ادب طبقت کا معیار بھی غالباً اس کے ڈیڑھوں کی تاہرا ذہنیت کی وجہ سے گرنا جاتا ہے۔ اس لئے ایک ایسے رسالے کی بڑی سخت ضرورت تھی جس کی زمام سلھے ہوئے ذہن کے ذوالوں کے ماتم میں ہو۔ میرے خیال میں بڑی ضرورت اس کی ہے کہ آپ اس رسالے کو ماہوار کر دیں۔

ممبر کا تنقیدی حصہ بہت اچھا ہے۔ احتشام کا مضمون اقبال پر بہت اچھا ہے۔ جزئیات میں مجھے ان سے اختلاف ہے اور میں نے اس مضمون کے متعلق انہیں ایک بہت تفصیلی خط لکھا ہے۔ اسی طرح عطا محمد صاحب کا مضمون ذائق کی تنقیدوں پر اچھے معیار کا ہے، اور بہت سی تنقیدی خوبیوں کا حامل ہے۔ میرے خیال میں وہ ذائق کی تنقیدی خصوصیات کو جاننے میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ سرور کی صاحب میرے پرانے استاد ہیں۔ اور جدید اردو شاعری ان کا خاص موضوع ہے۔ ظفر علی خاں کے متعلق ان کا مضمون دلچسپ ہے جلی عباس



حسینی صاحب کے معنوں میں اہل بیت مجھے فدا سلیمت معلوم ہوتی ہے۔ مجھے اور کرشن چندر دونوں کو انہوں نے دیکھا ہے۔  
 کی بنا پر مزہ ٹھہرایا ہے۔ مجھے تو اس الزام سے انکار نہیں مگر بجاوے کرشن چندر پر یہ الزام لگانا ذرا زیادتی ہے۔  
 انہوں نے قیسی، امپوری کی طرف بہت زیادہ توجہ کی ہے، جن کا نام شاید کوئی اردو مؤرخ اپنی کتاب میں شامل بھی نہ  
 کرنا چاہے، اور کرشن چندر کو صرف ایک چھوٹے سے پیرا گراف میں ختم کر دیا ہے۔ اپنی مدد کے لیے ان سے یہ بھی  
 شکایت ہے کہ غالباً انہوں نے "گریڈ" کو یہ معنوں سمجھتے وقت نہیں پڑھا تھا حالانکہ اس کا نام انہوں نے لے دیا ہے۔  
 اس مجھ سے میں جو افسانے ہیں ان میں قرۃ العین حیدر کا "ہم لوگ" مجھے بہت پسند آیا۔ قرۃ العین حیدر کے  
 افسانوں میں پیکر اور بدبوک وغیرہ تو ضرورت سے زیادہ ہوتی ہیں اور شاید ہی ان کے افسانے کسی گوشے سے  
 "ترقی پسند" (بجز ایک طرح منفی معنوں کے) قرار دیئے جائیں مگر اس لڑکی میں اپنے خاص ماحول کی زندگی کے مظاہر  
 اور اس کے بیان کی ایسی خدا داد صلاحیت ہے جو میرے خیال میں ہندوستانی ہی کیا بہت کم نوجوان مغربی خاتون افسانہ  
 نگاروں میں ہوگی۔ اس تبدیلی کے دور میں CONVENT کی پڑھی ہوئی لڑکی کی تصویر سے اردو ادب خالی ہی رہ جاتا  
 اگر قرۃ العین حیدر نے اس کی معصومیت نہ کی ہوتی۔

اس کے بعد مدھوسوان کا افسانہ ہے۔ مدھوسوان کے افسانوں کا ماحول اگرچہ دلچسپ ہے مگر ذرا محدود  
 سا ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ افسانہ جو نثر میں شامل ہے، اس ذہنی جنسی گورکھ دھندے کی ابتدا ہے۔ اور سمندر اور تین  
 کرے انتہا۔ مگر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کے افسانے دلچسپ ہیں اور ان میں زندگی ہے۔  
 ہندو نامہ کے اور امت رائے کے افسانے میں بجز پرو پاگند اسکے اور کچھ نہیں۔ ان کے موضوع اور طرز  
 خیال سے ظاہر ہے۔ ہر روشن خیال آدمی کو مدھوسوان کی "زندگی" سے یہ دونوں افسانے خالی ہیں۔ ان میں  
 کوئی واقعہ نہیں کوئی روایت نہیں، کوئی کردار نہ الہادی اور عکس نہیں۔ سرنا دیوی کے "کالک" میں پھر تھوڑی بہت  
 مان ہے۔

نظم میں مجھے احمد نذیم قاسمی کی "عزم و عمل" خصوصیت سے پسند آئی۔ وہ اگر رومانی افسانے لکھنا چھوڑ  
 کے نظم ہی کی طرف توجہ کریں تو ممکن ہے کہ ان کا نام باقی رہ جائے۔

بحیثیت تجربی جیسے کہیں کہیں چکا ہوں "نیادورہ" کا معیار بہت اچھا ہے۔ خدا مستقبل میں اسے اور ترقی دے

شاہین صاحب کو سلام

۲۹ نومبر ۱۹۴۲ء معرّت بیلا و شاہ حیدر آباد دکن خلیفہ عزیز احمد

مکملہ۔ امید ہے کہ "گریڈ" اور "ترقی پسند ادب" پر نمبر ۶ میں آپ یا شاہین صاحب ریویر فرمائیں گے

مکتوب قرۃ العین حیدر

(۵۲)

اے بھائی ممتاز شیریں۔

بعد دعاؤں و تسلیات خداوند کے واضح ہو کہ میں خیریت سے ہوں اور خیریت آپ کی تن اہل و میال خداوند کریم

سے نیک مطلوب ہے۔ دیگر احوال یہ ہے کہ پچھلے ہفتے آنا اس کترین ناچیز کا طرف کوٹے کے ہو گیا جہاں اس خاکسار کا ارادہ رہنے کا چار دن تک ہے۔ موسمِ اچھی سے بہت خشک ہے۔ اود مقام یہ بہت سرسبز و شاداب ہے۔ یادوں طرف پھلوں چھڑوں کی کثرت دیکھ کر آنکھوں کو فدا اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے اور مقابلے میں کراچی کے یہ مقام بہت نفیس معلوم ہوتا ہے۔ اود قدرت اوس پاک پروردگار کی یاد آتی ہے جس نے بلوچستان کے ان قلیل پہاڑوں میں اس وادی کو پیدا کیا۔ ہر طرف گرنے سے پہلے پہلے ارادہ ہے کہ زیارت کی سیر کر آویں جو یہاں سے ستر میل کے فاصلے پر چٹا سا ایک ہل اسٹیشن ہے۔ جہاں تاہم اعظم پچھلے سال رہے تھے۔

دینزیہ کر یہاں بھائی احمد ندیم تاحسی صاحب بھی جلوہ افروز تھے لیکن ہمارے آنے سے قبل ہی وہ دعائے طوت لاہور کے ہو گئے۔ جس کی وجہ سے نیازان سے نہ حاصل ہو سکا۔ جس کا از حد خلق اس ناچیز کو ہے۔ دیگر یہ کہ نیا دور آپ اس خاکسار کو اگر اوپر کے پتے پر اوس سال فرما دیں تو دعائے خیر سے یہ ناچیز مع جملہ متعلقین سکے یاد کرے گا۔

دیگر یہ کہ باقی سب خیریت ہے۔ خدا حافظ۔ فقط

۲۲ اگست ۱۹۵۲ء

اپنی معنی منہا

مکتوب الیہا بیگم نصیر اللہ خاں

(۵۲)

ذبح جاب شہزاد علی

پیاری ہیں۔

محبت نامہ پہنچا شکریہ۔ آپ اتنی جلدی نینی تال سے انزہ می ہیں؟ نینی تال حسین تو ہے مگر گلی گلی جگہ ہے اس لئے میں زیادہ پسند نہیں کرتی نسبتاً شملہ کو پسند کرتی ہوں۔ سسدی باوجود بارشوں کے دلچسپ بہت ہے اس دفعہ مسوری جا رہی تھی۔ کوٹھیل کے فتنے بھی منگوائے تھے کہ ڈاکٹر نے کہا کہ کتیر جائیے۔ وڈاں کی اون دو کوٹھیل کو لکھا جن میں پہلے رہ چکی تھی کہ اب ڈاکٹر کا خیال ہوا کہ میں سمندری مقام پر جاؤں تو میرے لئے مفید ہوگا۔ چنانچہ انشاء اللہ اب ۳ جولائی کو کراچی جا رہی ہوں ڈمبرنگ کے لئے۔ وڈاں سے مبینی پر نا بڑودہ ہوتے ہوئے واپس آؤ گی۔ آپ کی محبت کا شکریہ۔ مگر آموں کی تکلیف کا خیال نہ کیجئے۔ آخر گزشتہ سال آپ نے بارسل بھیجا ہی تھا اب اس دفعہ بھیجیں گی تو مجھے بہت ہی شرم آئے گی۔ اس لئے منع کرتی ہوں اور تکلف کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ آپ نے بھیجنے کا خیال کیا اود میں نے شکریہ ادا کیا بات وہی ہوئی۔

ڈاں کہئے نینی تال میں کیا کیا؟ اس دفعہ گری لاہور میں غیر معمولی بڑی اود میں جولن میں اتنی دیر تک لاہور میں کبھی نہیں رہی اس دفعہ یاسمین کو چونکہ سکول میں داخل کرایا تھا اس لئے اس کی چھٹیوں کا انتظار کر رہی تھی۔ اب ۲۷ کو چھٹیوں شروع ہو رہی ہیں۔

مسز ناشی کے نام نصیر صاحب کا خط آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ وقت آنے پر آپ کا خاص خیال رکھا جائے گا۔ یاسمین آپ کو یاد کرتی ہے۔

امید کہ آپ خوش اور تندرست ہوں گی۔

۳۰ جون ۱۹۵۴ء ۳۳ ہادل پور روڈ۔ لاہور۔ آپ کی

آپ کے ذاب اور یگم صاحبہ قلمسوری ہیں۔ وہاں اور کئی دوست ہیں اور کئی جا رہے ہیں۔ دل بہت چاہتا ہے کہ وہیں جاؤں پر وہاں میری صحت کچھ ابھی نہیں رہتی گذشتہ سال ۸ پونڈ مگسٹ گئی تھی۔

مکتب میر فیض الدین ماسٹی

(۵۴)

مکتب میر صاحبہ سرور

مخدوم و محترم۔ تسلیم و نیاز۔

آپ کا شفقت نامہ کل مجھے موصول ہوا۔ آپ کی اس توجہ اور مہربانی کی بے حد ممنون ہوں۔ آپ نے اپنے گرامی نامے میں مجھے کافی شرمندہ کیا ہے۔ میں کیا اور میری ادبی خدمات کہا۔ ان یہ آرزو ضرور ہے کہ واقعی سنجیدگی سے اردو افسانے کی تعمیر میں حصہ لیں۔ اور اپنے بزرگ آنا و خیال ادیبوں اور نقادوں کے سامنے سرخرو ہوں۔  
"نقد و تنقید" کا لفظ جس کے موقع پر شائع ہو گا اس کا بے حد تعلق ہے۔ "نقد و تنقید" کی خدمات کا جھکاؤ اٹھ کھڑا ہوا بہر حال پہلا شمارہ لکھا پڑا ہے۔ امید ہے کہ وہ ایک ہفتے کے اندر یہ آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔ امید ہے کہ آپ اپنی گرامی تعداد کے اردو مشوروں سے مطلع فرمائیں گے۔ ساتھ ہی اردو کے مستقبل کے بارے میں مفصل اخبار رائے بھی۔

نہیم بھائی آپ کے وعدے سے بہت خوش ہیں اور وہ بہت بہت سلام عرض کرتے ہیں۔ ہم آپ کے گرانقدر مقالے کے منتظر ہیں گے۔ بہت بے چینی سے "نقد و تنقید" کی بایسی ترقی پسندانہ ہے۔ (ہر آزاد مکتب کے ادب کو ترقی پسند ہونا لازمی ہے) مگر ہم نام سستی ترقی پسندی سے منکر ہیں۔ ہم اعلیٰ درجے کا ادب پیش کریں گے۔ اور اپنے مخالف بزرگوں کو بتائیں گے کہ دراصل ترقی پسند ادب کیا ہے۔ ہم انٹرا افسانہ اپنے بزرگوں کو ساتھ لے کر چلیں گے اور کام کریں گے اور وقت کے تقاضوں کا رتھ دیں گے۔  
خدیجہ بہن سلام عرض کرتی ہیں۔

میں آپ کے مفصل گرامی نامے کا انتظار رہے گا۔ امید ہے کہ آپ بہ عافیت ہوں گے۔

دو تین دن سے لاہور بھی مذاکرہ ہو رہا ہے۔ سنتے ہیں یہاں گرمی بہت پڑتی ہے۔ اس خیال سے۔ بان

نکل رہی ہے۔ السلام

نیاز مند صاحبہ سرور

ادارہ "فرزین اردو" لاہور

۲۸ مارچ ۱۹۵۴ء

مکتب میر ایہا ممتاز شہرین

(۵۵)

مکتب میر صاحبہ سرور

ڈیر شیریں ہیں تسلیم۔

کئی دن ہوئے آپ کا لغاتہ موصول ہوا میں اس سے نہایت بہت مبارکبادی موصول ہوئے تھے جس میں انسانی کی مہربانی کی رسید تھی بہت بہت شکریہ!

اپنے ذریعہ ترتیب محسوس میں آپ "مکھی" مزدور شاعری کر سکتی ہیں لیکن - افسانہ میراثیاب "بہار" میں بھی ہے۔ جس کے دائمی حقائق دسے چکی ہوں۔ اس نے آپ کو میرے ناشر ہودھری رشید احمد صاحب مکتبہ جدید سے اجازت لینا ہوگی۔ میں بھی انہیں خط لکھ دوں گی کہ وہ آپ کو اس افسانے کی اجازت ضرور دے دیں۔

ماجرہ مسرود کا جو افسانہ آپ کو پسند ہوئے لیجئے مگر میراثیاب سے یہ ہے کہ آپ ان کے کچھ نئے افسانوں کا انتظار کریجئے۔ یہ وہ افسانے ہیں جو انہوں نے ادبی دنیا سے کن رہ نئی کرنے سے قبل لکھے تھے۔ اب وہ شائع ہوں گے۔ "سرگوستیاں" "چھپے چوہری" "بھار" اور "تدیک و دھرتی" بہ سب بہت اچھے افسانے ہیں۔ "تدیک و دھرتی" تو خصوصیت سے۔ یہ افسانہ انہوں نے ۱۶ اراگت سلسلہ کے راست اقدام والے من سے متاثر ہو کر لکھا ہے اس میں نہ صرف فسادات کا ذکر ہے بلکہ قحط بنگال اور ہمارے بھارت کی ہڑتال کے واقعات بھی بڑی خوبصورتی سے پیش کئے ہیں۔ یہ افسانہ غالباً "سوریا" لاہور میں شائع ہوگا۔ سرگوستیاں بھی غالباً آپ کو بعد پسند آئے گا۔ کم از کم یہ افسانہ مجھے تو بہت اچھا لگا۔ یہ افسانہ "ادب لطیف" لاہور میں شائع ہوگا۔ ویسے اگر آپ "آپ ہی کی دنیا" کا ذکر ہے۔ لینا چاہتی ہیں تو بے جہتے۔ مگر ماجرہ نے اپنی نئی کتاب کے مجموعے کی ترتیب کے سلسلے میں اس افسانے میں تھوڑا سا رد و بدل کر دیا ہے۔ اس صورت میں میں تو زیادہ بہتر رہے گا۔

مختصر حالات زندگی اور تصویروں کی شاید آپ کو ملے گی کہ ملے گی۔ کیونکہ فسادات کی وجہ سے حالات ایسے ہو رہے ہیں کہ لاہور کا کوئی ناشر فی الحال اشاعتی کام نہیں کر رہا ہے۔ دوسرے ہم لوگ بھی کافی پریشان ہیں۔ شاید آپ کو اخبارات سے معلوم ہوتا رہتا ہوگا کہ بھڑکی ہوئی آگ کی لپیٹ میں لپٹی بھی آگئی ہے۔ خون کی ہولی کھیل جا رہی ہے۔ جی سے یہ ہولی کھیلی گئی وہ تو ٹھنڈے ٹھنڈے سہ صاف گئے۔ مگر من سے ابھی نہیں کھیلی گئی وہ اس وجہ پریشان کہ ذہن مفلوج ہوئے جاتے ہیں۔ ہم لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں سے اپنی فیملی کو لاہور میں تبدیل کر دیں مگر سفر بھی کچھ کم خطرناک نہیں۔ ہوائی اڈوں تک پر حملہ کرنے سے نہیں چو کا جا رہا ہے۔ بہر حال راجہ بھی ہے کہ کسی طرح یہاں سے بچ کر نکل جائیں۔ لکھنؤ کی حالت بھی اچھی نہیں بلکہ نہیں جاسکتا کہ کس وقت فساد شروع ہو جائے۔ طبیعت سید پریشان ہے۔ ایسی حالت میں کچھ لکھنا پڑھنا بڑا مشکل کام ہے۔ بہر حال مجھے امید ہے کہ آپ کو مواقع میاں کا زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے گا۔ اور اگر وہ سب برباد سے قریب کر دیئے گا۔ ماجرہ مسرود اچھی ہیں۔ اور آپ کو ادب شائیں صاحب کو سلام کہتی ہیں۔ میرا بھی سلام کہئے گا۔ امید ہے کہ آپ دو دنوں بعافیت ہوں گے۔

۱۲ ستمبر ۱۹۷۱ء معرفت ایم بی صدیقی جھوٹی ڈولہ لکھنؤ۔ کترین خدیجہ مستور

مکتوب امید اختر انصاری

(۱۵۶)

بینیم سلیم چھتری

کل شام مجھے آپ کا خط ملا۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں! آپ نے اپنے متعلق جو کچھ تحریر کیا اس کا مجھے آپ کے اخبار سے قبل ہی کچھ لکھنا تھا! میں نے دیکھا ہے کہ اگر میں کسی انسان سے متاثر ہوں میرے دل میں اس کی وقعت ہو مجھے اس سے نفیعت ہو جائے تو وہ مزدور کوئی پریشان

مریض!! یا انتہائے زیادہ معرفت شخص ہوتا ہے یہ میرا زلی خیال اور پختہ تجربہ ہے! نہ جانے کیوں جو لوگ اپنی زندگی سے بیزار ہو جاتے ہیں میری نگاہ میں ان کی زندگی کی قیمت بڑھ جاتی ہے!

اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا میں آپ کے افسانوں سے زیادہ آپ کی متعلقات پسند کرتی ہوں۔ خصوصاً آپ کے قطعات! اور مجھے وہم و گمراہی میں آپ کو خط لکھوں گی تو آپ جواب نہ دیں گے اور جواب بھی دیا تو وہ ایسا ہوگا جو مجھے کچھ دیر کے لئے خاموش کر دے میں آپ سے کس طرح اصرار کروں!

میں "غریب مسلسل" چند ایسے افسانہ نگاروں سے لکھوانا چاہتی ہوں جو میری نگاہ میں حیات انسانی کے صحیح پہلو پیش کر سکیں اور آپ کا شمار اس طرح ثابت ہوا جیسے ستارہ کا ایک تار ٹوٹ جائے اور دل خراش بھگھنا ہٹ کے علامہ کچھ باقی نہ رہے! کاش میں آپ کو بہتر کر سکتی۔

اگر آپ اس خط کا جواب جلدی نہ دے سکیں تو احساسِ شرمندگی نہ کریں اور جب کبھی جواب دینے میں تھیں تو مجھ سے معافی نہ مانگیں آپ کو اور مجھے دونوں کو اپنے افعال پر حقیقہ حاصل ہیں۔ اگر مجھے آپ کو خط لکھنے کا شوق لگ گیا تو آپ کو بھی جواب نہ دینے کا اختیار ہونا چاہئے۔

میرا اس خط کو لکھنے سے صرف یہ مقصد ہے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ مجھ آپ کے جواب سے میں آزرہ نہیں ہوں مجھے تکلیف و مزہد ہوئی مگر اس کے آپ ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ میرا ارادہ تھا کہ کتاب مارچ کے اختتام تک شائع ہو جائے مگر کیا کر دیں کہ جب آپ دوگ معذرت کر رہے ہیں تو مرتب کے پاس کیا باقی بچا۔ کتاب کی اشاعت غالباً مجھے مئی تک روکنی ہوگی اور اس عرصے میں کبھی آپ کچھ لکھ سکیں تو میری گزارش کو نظر انداز نہ کریں اگر آپ نے افسانے لکھنے چھوڑ دیئے تو نظم لکھنے کی قسم نہیں کھائی۔ بھیا اگر آپ نے مجھے کوئی منظوم چیز بھی جو "غریب مسلسل" میں شریک ہو سکے مٹھا کر دی تو میری بہت بندہ جائے گی۔

خدا پریشانیوں بھی بہت دیکھ کر دیتا ہے اور بقدر ہمت میں بھی ان سے مبرا نہیں ہوں۔ اگر آپ میری کتاب پچھنے تک بھی کچھ نہ لکھ سکے تو صرف میں آپ کو اس کی تکلیف دوں گی کہ آپ میری کتاب دیکھ کر اظہارِ خیال کریں بہار کا پتہ لکھ رہی ہوں ۲۰ مارچ کے بعد سے کم از کم چار مہینے تک میرا یہی پتہ رہے گا۔

پتہ:- بنگلہ نمبر ۲۰ بارہ چکیا - ضلع چمپان - صوبہ بہار۔

۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء راحت منزل - پریس روڈ - علیگڑھ۔

غیر طلب تسنیم سلیم جتوئی

مکتوب ایہا ممتاز شیریں

(۵۷)

مکتوب کنپیا لال کپور

متمزم۔

آداب۔ خط آپ کا ملا۔ شکریہ۔ یاد رہے مجھے نہیں ملا۔ آپ کا خیال درست ہے۔ راستے میں کہیں بھٹک کر رہ گیا ہوگا۔ بہر حال اب دوسری کاپی بھیجنے کی تکلیف نہ فرمائیں۔ کیونکہ ایک دوست کی وساطت سے اسے پڑھ چکا ہوں۔ میں "نیا دور" کا علاج اور قلیل ہوں۔ اس لئے اسے مین سعادت قصور کر دیں گا۔ اگر اس کے لئے کچھ

کھ سکوں۔ نیا دور نمبر میں آپ کا مضمون ادب و تعداد میں جو صفت ظفر کا نوٹ بہت پسند آیا۔ آپ نے میرے متعلق جو تعریفی کلمات لکھے ہیں۔ ان کے لئے مشکریہ قبول فرمائیے۔ آپ اگر جائزہ لیتے وقت تعریف کا منہ خدا کو اور تنقید کا منہ خدا زیادہ کر دیں تو مضمون زندہ دار ہو جائے۔ آپ ادب بھائی محمد شایں بہت نیک کام کر رہے ہیں ہمیں آپ دونوں پر فخر ہے۔ کم از کم آپ نے میرے ایک مقالے کی تکذیب فرمادی کہ کوئی ہندوستانی عدوت نقاد نہیں بن سکتی؟ آپ میں ایک کامیاب نقاد کی ساری خوبیاں موجود ہیں۔ یہ ملاحظہ بات ہے۔ کہ آپ کا نقطہ نظر کبھی کبھی ضرورت سے زیادہ ہمہ دار ہوتا ہے!

نیا دور، کو نہ اب پیغاموں کی ضرورت ہے۔ نہ تبلیغ و توصیف کی۔ یہ اب دونوں سے بالاتر ہے۔ اور بے ناز بھی۔ تاہم۔ سچی طور پر دو ایک سطریں لکھ رہا ہوں۔ دوسرے صفحے پر ملاحظہ فرمائیے۔  
 ”نیا دور“ کا اٹھان غضب کا ہے۔ خدا ہمارے ستیاب کتنا قیامت خیز ہوگا۔  
 .. نیا دور جنوبی ہند کا دامن عدو رسا ہے۔ جس پر شمالی ہندوستان بجا طرد پر فخر کر سکتا ہے۔  
 کنہیا لال کپور

باد آدمی کا شکریہ - بھائی محمد شایں کو سلام -

۱۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء ڈی اے وی کالج لاہور

(۵۸)

مخلص کنہیا لال کپور

مکتوب ابیراجان حسن صرت

مکتوب شوکت عسائی

مرلاتائے محترم، آداب نیا

نوائے وقت کے حرف و حکایت میں شہر خرو کے متعلق آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اُسے بڑھ کر مت لطف آیا۔ خوب خوب ترکیبیں آپ کو سوجھی ہیں اور آپ نے سمجھائی ہیں۔ بہر حال نکتہ آگیا۔ میرا اور آپ کا رشتہ معاملہ تو ہے نہیں کہ میں جواب لکھنے بیٹھ جاؤں۔ آپ بہر حال بزرگ ہیں اور میں ایک تربیت یافتہ خرد جس کو بزرگوں کا احترام سکھایا گیا ہے۔ میرا منصب صرف یہ ہے کہ خوشہ چینی کروں سب کچھ ابھی آپ سے بہت کچھ سیکھتا ہے۔  
 اس پر دگام کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ شہر خرو نے اپنے اس عجیب و غریب نام کی وضاحت کی تھی کہ ”میرا نام شہر باد تھا۔ والدین نے دلا۔ میں شہر و کہنا شروع کر دیا اور اب چونکہ میں ذرا باخبر آدمی ہوں اور خبردار بھی رہتا ہوں لہذا میرا نام شہر باد کی جگہ شہر خرو پر ڈالیا اور مجھ کو میرے دوست احباب آئے گئے سب شہر خرو کہتے ہیں۔“

یہ میں اس لئے نہیں لکھ رہا ہوں کہ آپ کے اعتراض کا جواب مد نظر ہے بلکہ میں تو خوش ہوں کہ شہر خرو آپ سے ایک کامیاب طنز کرنے کا بہانہ مل گیا۔

ہم لوگوں میں نام اس بری طرح بگاڑے جاتے ہیں کہ بعض نام تو عجیب مضحکہ خیز صورت اختیار کر لیتے ہیں مثلاً میرے ایک دوست بداد بے، بدو کہلاتے تھے۔ شمس الدین کو نسو۔ شہاب الدین کو شہر۔ فضل اللہ کو فضل

کہتے تو آپ نے بھی سنا ہوگا۔ لکھنؤ کے مشہور ڈرامہ نگار نقی احسن اپنے گھر میں انھیں صاحب کہلاتے تھے  
بہر حال میں خوش ہوں کہ آپ نے شہر خیر کا پہلا پروگرام نہیں سنا جس میں درجہ تمیہ تھی ورنہ اس  
دیسپننر سے محروم رہنا پڑتا۔

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔

۱۱ دسمبر ۱۹۵۷ء - ریڈیو پاکستان - لاہور

(۵۹)

مکتب نمبر

آپ کا عقیدت کیش شوکت تھانوی

مکتب الیم باقر مہدی

باقر صاحب!

میرا خط دیکھ کر غالباً آپ کو حیرت ہوگی۔ مجھے غلیل صاحب کی نظم ”ارض و کن“ کی ضرورت ہے۔ شاہ  
میں غلیل صاحب کے کچھ کام آسکوں۔ از او کم جلد سے جلد بھیج دیجئے۔

اُن آپ کی گندی سہاست کا علم آپ کے جاننے کے بعد ہوا۔ آپ غالباً یوسف صاحب کے نقشہ  
پر چل رہے ہیں۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر تو سوچئے کہ آپ کا رویہ میری جانب کہاں تک ایسا نازا رہے بغیر  
وہی اچھی ہے جو کسی اصول پر مبنی ہو۔ حق و صداقت کا دامن اگر آپ نے چھوڑ دیا، تو خود آپ ہی کو نقصان پہنچے  
کا احتمال ہے۔ آپ میرا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ آپ میرے طالب علم ہیں۔ اور غالباً یہی سمجھ کر آپ کی بعض ایسی باتوں کو بھی ہیں۔  
تو انہی کی نظر انداز کر کے قابل نہ بنیں۔ آپ شاعر اور ادیب بننا چاہتے ہیں اور شہرت کے بھی طلبگار  
ہیں۔ لیکن شاعر اور ادیب بننے سے پہلے آپ کو ایک اچھا انسان بننا پڑے گا۔ اتنا اچھا انسان بننا پڑے گا  
معاذ اللہ کی اچھی باتوں کو بھی آپ سراہنے لگیں۔ آپ کی شخصیت جس قدر بلند ہوگی، آپ تعصبات سے جس قدر  
پاک ہوں گے، آپ اپنے نفس کا جس قدر احتساب کر سکیں گے، اُسی قدر آپ میں غوس کا وہ جوہر پیدا ہوگا جو آج  
کے لئے ضروری ہے، ادیب اور سازش مند متفاد چیزیں ہیں۔ جو ادیب اپنے منیر کی آواز دہاتے ہیں، وہ آج تک  
اچھے نہیں ہو سکے۔

ایک بات اور عرض کروں۔ سستی شہرت کے پیچھے نہ دوڑئے۔ رسالوں میں نظم یا تصویر کا چھپ جانا  
امر کی دلیل نہیں کہ آپ اچھے ادیب بھی ہیں۔ صاحب ذوق نقاد بہت ہی کم ہیں۔ لیکن ہمیں انہیں کی رائے پر اہم  
چاہئے۔ خواجہ منظر کے جاننے کے بعد، ہندوستان میں ایسے بے غرض نقاد آپ کو شاید ہی ملیں لیکن ادیب  
ایسے ہی نقادوں کی بدولت ترقی کرتا ہے۔ ایسے ہی نقادوں کو ڈھونڈئے جو آپ کی تعریف کرنے کے بجائے  
آپ کی خامیوں پر روشنی ڈالیں۔ ادیب کو اپنی خامیوں کا پتہ ڈالنا مشکل ہی سے ملتا ہے۔

آپ کہیں گے کہ میں نے نصیحت کا دفتر کھول دیا ہے۔ یقین کیجئے کہ یہ نصیحتیں نہیں ہیں مشورے  
میں آج بھی آپ کا بھی خواہ ہوں۔ جس طرح یوسف صاحب کو میں نے سمجھا یا تھا، اُسی طرح آج آپ کو بھی سمجھا

ہوں۔ جس طرح جو معصوم صاحب اپنی گذشتہ حرکتوں پر آج پشیمان ہیں، اسی طرح آپ کو بھی پشیمانی ہوگی، بشرطیکہ آپ نے منبر کی آواز کو ہمیشہ کے لئے نہ دوا دیا۔

آپ میرے چکر میں نہ پڑیں، وہ مجھے اپنے لئے ایک مسئلہ نہ بنائے۔ اس سے آپ کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ آپ کے تبرع سے میرا کیا بگڑے گا۔ لیکن خود آپ کا بہت کچھ بگڑ جائے گا۔ خود آپ کی شخصیت میں بعض ایسی چیزیں پیدا ہو رہی ہیں جن کی وجہ سے آپ میں نہ بلند نظری پیدا ہونے لگی اور نہ کشادہ دلی۔ آپ جن حضرات کے اشاعتی پر اس گندی سیاست میں پڑے ہیں، ان میں سے بعض کے متعلق آپ کو خود تجربہ ہو جائے گا کہ وہ کس قدر تنگ نظر، تنگ دل، معاصد اور خود پرست ہیں۔ ان کی محبت میں آپ کو یہی چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ زندگی کی راہ خدا سوچ سمجھ کر طے کیجئے۔ اور پھر ادیب کی زندگی کی راہ تو اودھ بھی مشکل ہوتی ہے۔

اب انجمن کے متعلق سنئے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ پورے صاحب کے اصول سے میں پیٹے پہلے اس انجمن میں شریک ہوا خدا جانے انہیں مجھ سے اس قدر عقیدت کیوں تھی۔ بہر حال اس انجمن سے میں نے بارہا الگ ہوتا چاہا لیکن آپ نے اوغیل صاحب نے مجھ باندھے رکھا۔ اس سال بھی سلامت صاحب کے عہدہ ہونے کے بعد میں نے کئی بار کوشش کی کہ اس انجمن سے الگ ہو جاؤں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ میٹنگ میں برابر شریک ہوتے رہنا میرے لئے کچھ دشوار سا ہے۔ یہ میرے مزاج کی اُتار دہے۔ میں آزاد رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ لیکن اب آپ حضرات کی سازشوں کو دیکھتے ہوئے میں نے طے کر لیا ہے کہ آپ کی انجمن ترقی پسند مصنفین سے کسی قسم کا ربط نہ رکھوں۔

ایک چیز اور واضح کر دوں۔ آپ مخالفت کی وجہ میں بگڑے ہوئے ہیں۔ علیحدگی کی انجمن ترقی پسند مصنفین مرنے طلبا کی انجمن ہے۔ صدر اور مجلس عاملہ کا انتخاب لڑکے ہی کرتے ہیں۔ اساتذہ اور دوسرے حضرات اس میں حصہ نہیں لیتے چنانچہ ان پر وہ پابندی عائد نہیں ہو سکتی جو طلبہ پر ہوتی ہے۔ صدر کا انتخاب اس لئے ہوتا ہے کہ وہ طلبہ کے آپس کے جھگڑوں کا نفعہ کرتا رہے۔ طلبہ کے علاوہ جو لوگ انجمن کی فیس دیتے ہیں، وہ محض آپ کے ہمدرد ہیں اور مجلس عاملہ کے JURISDICTION میں نہیں آتے۔ دوسرے آپ حضرات نے ابھی تک کوئی دستور مرتب نہیں کیا ہے حالانکہ میں نے بارہا اسال آپ حضرات کو اس طرف متوجہ کیا

بہر حال آپ اور غور شہید صاحب دونوں میری اس غلط فہمی پر خوش ہوں گے۔ غور شہید صاحب تو خاص طور سے میرے استغنیے کے متمنی تھے اور کئی بار اس خواہش کا اظہار کر چکے تھے۔ میں جانتا تھا کہ وہ آخر میرے استغنیے لینے پر اس قدر متحرک ہوں گے۔ یہی تا کہ میرے خلاف رجعت پسندی کا اقدام لگا کر بروپیٹنڈا کر سکیں۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ اگر میں انجمن سے الگ ہونے کی کوشش بھی کرتا، تو وہ مجھے علحدہ نہ ہونے دیتے خواہ ذاتی طور پر کتنا ہی اختلاف کہیں نہ برتا کم از کم میں نے ذاتی اختلافات کو اپنی عداوت کے زمانہ میں انجمن کے کاروبار میں کبھی داخل نہیں ہونے دیا۔ پارسی بھی فریاد کو میں نے خاص طور سے غور شہید صاحب کے پاس ممبرانہ کے لئے بھیجا تھا۔ اور فریاد نے خود میرے سامنے غور شہید سے باتیں کی تھیں، لیکن وہ ممبر نہ ہوئے۔



بہر حال آئندہ سال میں میری کی تجدید نہیں کروں گا۔ میری ترقی پسندی یا رجعت پسندی کا دار و مدار میری شاعری پر ہے۔ وہی کہوں گا جو میں اپنے نزدیک صحیح سمجھتا ہوں۔ آپ حضرات اگر میرے خلاف پروپیگنڈا کرنا چاہیں تو یاد رکھئے میں اس کا کوئی جواب نہ دوں گا۔ گالی کا بہاب گالی سے کیوں دیا جائے خاموشی ہی کافی ہے۔

ایک بات اور رہ گئی۔ آپ یا خورشید صاحب میرے حریف نہیں ہو سکتے۔ میرے حریف میرے ہم عمر شعرا و ادیب ہیں۔ آپ تو طبعیت چھوٹے ہیں آپ کے منہ لگنا ایسا ہی ہے جیسے میں کسی طالب علم کے منہ لگوں۔ لیکن خورشید صاحب پچھلی شہری یا فکر تو نسوی کے منہ لگنا بھی میں اپنی توہین سمجھتا ہوں۔ یہ نہ سمجھئے کہ میں اور راہ خود کہہ رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات برا متبار سے مجھ سے چھوٹے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ادب میں میری کیا جگہ ہے۔ اور اس سلسلہ میں میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوں۔ میں نے کوئی بڑا کارنامہ نہیں پیش کیا ہے۔ لیکن اس کی تیاری میں موزوں مسرت ہوں۔ یہ تو ساری عمر کی محنت ہے۔ اس کے بعد ہی کچھ کہا جاسکتا ہے کہ میں نے کیا کیا ————— غرض  
۱۰۶ میرٹھ سول لائسنس۔ علی گڑھ۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کے متعلق کسی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ میں غالباً آپ کو ایک حرف بھی نہ لکھتا، لیکن یہ سوچ کر کہ آپ ابھی بچے اور بڑی حد تک جذباتی بھی ہیں، آپ کو منبہ کر دیا۔ اب آپ جانیں۔  
امید ہے کہ آپ اس خط کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں گے، اور ٹھنڈے دل سے سوچیں گے۔ غلیل صاحب کی نظم مزورہ بھید بیجئے۔

# میراجی

(۱)

بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد رزوی

مکرمی اسلم

خط پہنچا۔ اپریل کی بجائے دوبارہ مئی کا شمار پہنچنے پر معذرت خواہ ہوں۔ اب سالانہ اور اپریل دونوں کے متعلق منجر کو ہدایت کر رہا ہوں۔ ایک ہفتہ تک نہ پہنچنے پر شکایت بے تکلفی سے کر دیئے گا۔ مصنفین کی داد کا شکریہ۔  
خلیل جبران کی المجدن اردو میں کتابی صورت میں لاہور ہی سے شائع ہو چکی ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ قراب بے مصروف ہو گا۔ دہرائے ادب کے متعلق جو تجاویز اور رائے زنی آپ نے تحریر کی میں اس سے پورا اتفاق رائے رکھتا ہوں۔  
لیکن یہ معاملہ میرے فیصلہ کرنے کا نہیں، میں نے قراں جازے کی تحریک کی تھی اب یہ مدیر ادبی دنیا کے ہاتھوں میں ہے اور بد قسمتی سے آپ کے اور میرے علاوہ اور ہر شخص اُن ہی کے ہدیے کی تعریف کرتا ہے، اصل مقصد تو جائزے کا وہی تھا جو آپ نے سمجھا لیکن... زندگی یوں بھی بسر ہو رہی ہے۔

امید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

میراجی

۲۷ مئی ۱۹۷۱ء ادبی دنیا۔ دی مال لاہور۔

(۷)

بنام قیدم نظر

قیدم، خطوں کے شکوے چھوڑو یعنی ملاقات تک کے لئے انہیں بھول جاؤ، تمہیں شاید ابھی پوری طرح معلوم نہیں کہ وہ میراجی جسے تم جانتے ہو اب اپنے دل کی گہرائی میں دب کر رہ گیا ہے۔۔۔ لیکن کہیں نثر میں جذباتی شاعری نہ کرنا شروع کر دوں، اس لئے زندگی کے عمل پہلو کی طرف دھیان دے کر ان باتوں کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں جو بہت روز سے مجھے تنگ کر رہی ہیں۔ لیکن جنہیں میں اپنی حق آسان طبیعت اور دیڈیوں کی ذکر کی کے باعث اب تک تم سے نہ کہہ سکا، آپ کے خطوں کا مفصل جواب لاہور آنے پر ہوتا رہے گا۔ اب بائیں سنو۔

۱۔ دہلی میں حلقے کی بنیاد کا مسئلہ ابھی ٹیڑھا ہے اس لئے سالانہ رپورٹ صرف اس قسم کے ذکر ہی سے تیار کر دوں کہ اس سال ہمارے حلقے کی تربیت صوبے سے نکلی کر گل ہند ہونے کی دھکی دے رہی ہے چنانچہ دہلی اور

علیگڑھ سے اس ضمن میں درخواستیں آچکی ہیں۔ امد منقریب اس سلسلے میں انتظامی کمیٹی حلقے کی رضامندی سے مناسب قدم اٹھائے گی۔

۲۔ حلقے کا جو قرض میرے ذمے ہے۔ اس کے متعلق خیر محمد اختر کا ایک خط آیا تھا، اس میں لکھا تھا کہ مغربی حضرات کے نام کھلے اجلاس میں سنا دینے جائیں گے۔ نہایت رومبر کو ۳۰ دسمبر کو میں ملازم ہو گیا تھا، اس سے پہلے کے چیک تو میری ڈب پکے تھے اس لئے پھر سے پہلے تو کسی صورت میں قرض ادا نہ کر سکتا تھا دوسرے مجھے یہ بھی خیال آیا کہ دیکھیں میراجی سے ذاتی تعلق آپ لوگوں کی کمزوری دکھانا ہے یا جس طرح میں جب وہاں تھا اب بھی آپ لوگ ہر صورت میں حلقے کی اصول پرستی کو قائم رکھتے ہوئے بغیر حبل کے نام پڑھ کے سنا دیتے ہیں۔ معلوم نہیں اس سلسلے میں معاملہ کس منزل پہ ہے۔ میں تو ابھی دو ایک ماہ تک شاید قرض ادا نہ کر سکوں۔ کیونکہ گزشتہ پہلی تنخواہ مکمل آماں جان کی تدریجی تھی (وہ آج کل نہیں ہیں) نیز تمام کام کے دیگر کام ملہ بہاں آیا تھا اب رہا دوسری تنخواہ فردی کم کا معاملہ تو اگر حلقے کے جلسے پر میں لاہور آؤں تو اس بار بھی کچھ نہ ہو سکے گا اور حلقے کے جلسے پر میں مزدنا نا چاہتا ہوں، تم اس معاملے میں مفصلی مشورہ لکھو۔

۳۔ حلقے کا سالانہ اجلاس کس تاریخ کو ہے۔ مجھے کن تاریخوں کے لئے لاہور آنا چاہیئے، یہ سب باتیں بھی مفصل لکھو تاکہ میں ابھی سے ان تاریخوں کا کام پہلے سے کرنے کا انتظام کروں۔ نیز رخصت کا معاملہ بھی طے کرنے کے لئے درخواست دے دوں۔

۴۔ آدرش کی صحیح کاپی ارسال ہے اس کے مطابق تصحیح کر دو اگر کتابت ہو چکی ہو، کیا کتاب حلقے کے سالانہ اجلاس پر موجود ہوگی، اس وفد انتخابی کمیٹی کو ن سہی کنتی کل نفعیں چنی گئیں، کنتی عہدیں کتاب کی چھپ رہی ہیں، کتاب کی قیمت کیا ہے، اس سلسلے کی تمام باتیں بھی لکھو۔

۵۔ سالانہ اجلاس پر میں مضمون کیا پڑھوں گا، ان اگر کوئی معقول تجویز ہو سکی تو میرے خیال میں شاید یہ بہتر ہے کہ ایک رنگا رنگ پروگرام کیا جائے یعنی مختلف ارکان پندرہ پندرہ بیس بیس منٹ کے مضامین پڑھیں جن کے موضوعات وقت یعنی زمانے کی رفتار متعلقہ ادب اردو اور ادب معنفین اور حلقے سے تعلق رکھتے ہوں مثلاً

جنگ اور ادب

جنگ کے زمانے میں حلقہ ار باب ذوق کی سرگرمیاں وغیرہ

جنگ اور شاعری

جنگ کا اثر معنفین کی شخصیت پر،

یہ قطعاً فردی نہیں کہ جنگ کا لفظ ہر مضمون کے عنوان میں آئے کیوں کہ بیل تو تمام پروگرام جنگ نامہ ہی کر رہے ہائے گا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جنگی حالات یا جنگی زمانے میں جو اہم مسئلے معنفین اور کسی زبان کے ادب کو پیش آتے ہیں۔ ان کے بارے میں خیال آوازی کی جائے جیسے روس کے ادب کو جنگ نے کیا کیا، اسپین کی اس سلسلے

میں بہت اچھی مثال ہے اور اس موضوع پر میرا خیال ہے کہ آفتاب احمد پندرہ منٹ کا ایک اچھا مضمون لکھ سکتا ہے، ایک موضوع یہ بھی ہے LOVE IN WAR TIME - صوفی نہیں کہ ہر موضوع جس طرح میں نے کہا کہ جنگ سے براہ راست متعلق ہر اسی طرح ادب سے بھی براہ راست متعلق ہو۔ ایک طرح کے یہ تمام پروگرام جربانی سات مذاہن پر مشتمل ہو سکتا ہے زندگی کے مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھتا ہے۔

جنگ کے زمانے میں آدمی دنیا جہاں کٹ مرنی ہے وہاں مختلف ممالک اور مختلف نسلوں کا خون بھی ایک دوسرے میں گھل مل جاتا ہے اور اس سے دنیا کی کمی کا توازن ہر نسل یا ملکی جزو کی وسعت اور حیات دے سے پورا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی جلد مفصل لکھو۔

۶۔ صلاح الدین احمد یوسف غفر، چودھری نذیر وغیرہ قسم کے لوگوں کے بارے میں ملاقات پر فیصلے ہر رنگ کی افعال سب سے نباہ کئے جاؤ۔

۷۔ ایک نظم جو ہمیں اگر لکھی تھی تمہارے اور دیگر حکمرانوں کے لئے ارسال ہے، امید ہے کہ دلچسپ ہوگی اور اچھی بھی۔ میرے خیال میں اولاد کی خواہش پر اس سے پہلے اس انداز کی کوئی نظم اردو زبان میں موجود نہیں جس میں اولاد کی خواہش جو ایک "نارل" بات ہے کے ساتھ ساتھ معصیت کے فحش پہنچ اور جنسی خراب کے اشارے بھی موجود ہوں۔

۸۔ ریڈیو میں ارکان ملحقہ کی ملازمت کے بارے میں بھی ملاقات ہی پر باتیں ہو سکیں گی۔

۹۔ الطاف گوہر کو دو تین پٹر لگاؤ اور پانچ سات گالیاں دو۔ مختار صدیقی سے کچھ نہ کہو، اچھا ہوا کہ آپ کا امتحان بغیریت ختم ہوا۔ شاید ملازم ہونے پر اس کا دماغ نفسی الجھنوں سے کسی حد تک آزاد ہو جائے۔ شیر محمد اختر سے میری معذرت کہو، اس سے بھی مل کر ہی دل کا غبار نکلے گا۔ اور آفتاب اور صفد سے بھی معذرت کہو کہ ان لوگوں کے خطوط کا کوئی جواب نہ دیا میں نے۔

۱۰۔ میں زیادہ سے زیادہ چار دن کے لئے آسکوں گا۔ کم سے کم دو دن کے لئے۔ اگر دو دن کے لئے بھی آیا تو پروگرام یہ ہوگا کہ جس روز ملتے کا جلسہ ہو اس روز دن کو گھر پر سامان وغیرہ یہاں لاسے کے لئے تیار کروں گا نیز گھر والوں کو پہلاؤں گا۔ دوسرے روز صاراؤں ایک محل راہرام کے اہل ہوگی جس میں آپ سب لوگ شامل ہوں گے۔ اور وہیں سب باتیں اور آئندہ کے متعلق سب فیصلے ہوں گے اور شام کو میں روانہ ہو جاؤں گا۔ کوشش میں چار دنوں کی کر دوں گا اور امید ہے کہ چار دن کی رخصت ملی جائے گی۔

اب جلد جواب لکھو اسی وقت بیٹھ جاؤ۔ کچھ اس وقت لکھو باقی دوسرے روز۔ بہر حال جواب جلد بھیج دیکھو۔ تاکہ ابھی اور خط و کتابت میرے لاہور آنے کے بارے میں کئی ہوتا اس کے لئے بھی وقت رہے کیونکہ آج ۱۰ تاریخ ہے، میں ہر صدمت میں یکم کے بعد ہی آسکتا ہوں یعنی تنخواہ لے کر۔

قیوم تم بہت اچھے ہو۔ لیکن انوکس یہ ہے :-

۱۱ مارچ ۱۹۴۳ء

میراجی

## منٹو

(۱)

بنام ممتاز شیریں

مکرمی تسلیم۔

”نیا دور“ کا پہلا نمبر ملا۔ بنگلور جیسے دور افتادہ شہر سے ایسا کامیاب پرچہ نکالنا بڑی بہت کا کام ہے۔ آپ اچھے جاری رکھیں گی۔ گو ”نیا دور“ اپنی قسم کی واحد چیز نہیں ہے مگر اردو ادب میں یہ ایک افسانے کا باعث ہو سکتا ہے۔ ”نیا دور“ کے لئے میں اپنا تازہ افسانہ یا مضمون بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر اصل کے مطابق میں ایک سطر بھی معاوضے کے بغیر نہیں لکھتا۔ اگر آپ میرا حق خدمت ادا کر سکیں تو مجھے ”نیا دور“ کی معاونت میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔ ”نیا دور“ کے لئے میرا یہ پیغام ہے کہ پڑانے دور کے وعدوں کا نئے دور کے شعلہ آسمانوں کے ساتھ ”شرابِ رشتہ“ ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے ہم زلف ہیں۔

امید ہے آپ بغیر ت ہوں گی۔

خانساہ

سعادت حسن منٹو بیجی

(۲)

بنام ممتاز شیریں

خاتون مکرم تسلیمات۔

مکتوب گرامی مورخہ ۵ راکت ستمبر ملا۔ جواب کا شکریہ۔ مگر آپ کا مختصر افسانہ ابھی تک موصول نہیں ہوا۔ آج کل ڈاک کی ترسیل بہت ہی ناقص ہے۔ خدا کرے کہ مل جائے۔ پاکستان کے رسالوں کی وضع اور قطعی پالیسی کے متعلق آپ کا ارشاد درست ہے مگر مصیبت یہ ہے کہ حکومت بھی ابھی تک کوئی وضع اور قطعی پالیسی متعین نہیں کر سکی۔ ”نیا دور“ میں شاہین صاحب نے جو طویل ادارہ لکھا ہے میں اسے بہت غور سے پڑھوں گا۔

میں آپ سے قطعی وعدہ نہیں کرتا۔ مگر میں ”نیا دور“ کے خدمات نمبر کیلئے کوئی افسانہ لکھنے کی ضرورت کو شہ کر دوں گا۔ ادھر میں نے فساد کے موضوع پر چند افسانے لکھے ہیں مگر اس وقت ذہن میں کوئی چیز موجود نہیں ہے۔

ہے لکھنے بیٹھوں تو کچھ سوچہ جائے۔ اگر ناکام رہا تو آپ کو مطلع کر دوں گا۔

فسادات نمبر کے مضامین کی فہرست کافی مرعوب کن ہے۔

محبوس مردوں پر شاید اب میں اود کچھ نہ لکھ سکوں۔

شاہین صاحب کی خدمت میں آداب۔ عسکری آپ کو جلدیہ خط لکھیں گے۔

خاکسار سعادت حسن منظر

۳ اراگست ۱۹۴۷ء

(۳)

بنام ممتاز شیریں

خاندانِ مکرم

استلامِ عیدیکم۔ عرصہ ہوا آپ کا ایک خط ملا تھا۔ جس میں درج تھا کہ آپ فسادات نمبر بھیج رہی ہیں۔ انہوں نے کہ یہ ابھی تک مجھے نہیں ملا اس لئے میں اپنی رائے لکھنے سے معذور ہوں۔

۱۔ اردو ادب کا کتاب زدہ پہلا شمارہ اب شائع ہو چکا ہے۔ امید ہے قیام ہو گا۔ مجھے انوکس ہے کہ یہاں کی ہانگندہ ادبی فضا کے باعث میں اور عسکری کوئی خاص چیز پیش نہیں کر سکے۔ بہر حال جو کچھ بن پڑا ہے حاضر ہے۔ ایک انوکس اور ہے کہ "صیرا" والوں نے دو مضمون چاکر شائع کر دیئے — ہو سکتا ہے یہ ترقی پسندی ہو۔ ۲۔ اردو ادب کا دوسرا شمارہ زیر ترتیب ہے۔ براہِ کرم فوراً ہی اپنے افسانے یا تنقیدی مضمون سے مومن و مشکور فرمائیے۔

۳۔ احمد کی عداوت میں "ٹنڈا گوشت" کا مقدمہ پیش ہے۔ میں نے آپ کو اور محمد شاہین صاحب کو مصفا کے گراہ کے طبع پر طلب کیا ہے۔ لاہور آئیے گا تو اسی بہانے آپ دونوں سے شرفِ ملاقات بھی حاصل ہو جائے گا۔ امید ہے آپ دونوں بخیریت ہوں گے۔ محمد صاحب کی خدمت میں سلام۔

خاکسار سعادت حسن منظر

# مجاز

(۱)

بنام اختر انصاری

پیارے اختر

مجاز کا سلام قبول کرو۔

اچھا سنو جس اسکیم کے بارے میں تم سے اکثر خیال آمائیاں کی ہیں وہ بالآخر چھڑ دی ہے، یعنی آج ہی ایک ترقی پسند ماہنامہ کا ڈیکلریشن داخل کیا ہے۔ نام ”نیا ادب“ ہے۔ اب بتاؤ تم اس کے لئے کیا قربانی کر سکتے ہو۔ فی الحال کوئی اچھی سی چیز روانہ کرو۔ ادراکینہ کے لئے وعدہ کرو۔ افسرکس علیگڑھ میں تم سے مفصل باتیں نہ ہو سکیں۔ خیر پھر سہی۔ آج کل نئے ادب کا جنون ہے۔ تم کو بھی اس کی ترقی میں شریک ہونا ہے۔

ہم سب سحر حسن اور جعفری اس کے لئے دوڑ دوڑ کر رہے ہیں۔ تم بھی کچھ دیاں لافہ بناؤ۔ مگر اس سے قبل اشت کے لئے کوئی چیز انتخاب کر کے روانہ کرو۔ زیادہ لکھنا فضول ہے۔ تم ہمارے اپنے ہو۔

۷۔ لال باغ۔ لکھنؤ ۲۱ فروری ۱۹۳۹ء

تمہارا  
مجاز

(۲)

بنام اختر انصاری

اختر

کل دلی سے عرش سموری کا خط ملا، تمہاری خبرت بھی لکھی تھی، ہمارے رسالہ کے دو نمبر شائع ہو کر جا چکے ہیں۔ تیسرا نمبر بذریعہ دی۔ پی روانہ ہے۔ پہلے اسے وصول کرو پھر کوئی گفتگو ہوگی۔

اگر تم غنا ہوتے بھی مشہور میں سننے کے لئے تیار ہوں۔ جولائی نمبر ترقی پسند معنیں کی ANTHOLOGY ہوگی اس میں تمہاری کہانی ”میں نے ایسا کیوں کیا“ کا انتخاب ہوا ہے۔ اگست ادراکینہ کے لئے کچھ بھیج دو۔ اور صاف نہایت بے تکلفی سے اپنی رائے لکھو۔ فی الحال ہماری بے تکلفی کا جواب دو۔ علیگڑھ اگر تم سے ملے گا کب پڑھیں کہہ سکتا۔

دفتراہنامہ نیا ادب۔ نظیر آباد۔ لکھنؤ۔

تمہارا

مجاز

۲۱ مئی ۱۹۳۹ء

(۳)

یا قطب العارفين!

”نیا اور سے یہ تمہارا غافل سمجھ میں نہیں آتا۔ ارے بھی کوئی کہانی اس طرف ہوئی، تو بیچ دونا!۔ یا پھر اس قسم کے قطععات وغیرہ۔ کچھ تمہارے لئے بھی کرو۔ تمہارے ایک قطعہ نے بہت ترپایا۔ سامنے ہوتے تو پٹ ماتا۔ ”مشباب اور فرمت کی سازش حق وہ“ کیا معرہ دیا ہے۔ یعنی کیا زندہ نہیں رہنے دو گے۔

کبھی کبھی یاد ہی کر کیا کرو گے۔ لکھنؤ کی طرف کب آ رہے ہو جب ہم علیحدہ آ رہے ہوں گے؟ جواب دو گے؟

تمہارا  
مجاہد

۲۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء لکھنؤ

نئے گرد کی کاکیا مل رہی ہے تمہارا کہہ دینا۔

(۴)

بنام اختر

بھی اختر

تم نے وہ کہانی ابھی تک نہیں بھیجی۔ یہ زیادتی ہے۔ تم نفع سے زیادہ نفع کر چکے تھے۔ پھر کیا عار نہ پیش ہو گیا۔

جلد از جلد

تمہارا  
مجاہد

۲۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء لکھنؤ

(۵)

م رتنا انصاری

پیارے رتنا

تمہارا غلط۔ جو میری غیر موجودگی میں یہاں آ گیا تھا۔ میں ان دنوں لاہور چلا گیا تھا۔ ابھی آیا ہوں تو کڑی کر رہی ہے۔ تفصیل سے ملاقات ہونے پر بتاؤں گا۔

جواب میں دیر ہونے کی بھی یہی وجہ ہوئی۔ کہ ابھی آیا ہوں۔ اچھا تو ملاقات یہ ہیں۔ کہ یہاں سے ایک شبانہ قافلہ یعنی شرکت، ادا، زہرہ، ایک آدمہ کامیو، اور ہم خود بھی ۲۱ مئی کی صبح کو مسجد کے دن جی آئی پی سے روانہ ہو رہے ہیں۔ یہ جھانسی سے شام یا رات کو گزرے گی۔ تم بھی اس طر پر چلو کہ ہمیں جھانسی پر مل جاؤ۔ وہی گاڑی تمہیں جھانسی سے بھیجی کے لئے ملے گی۔ وقت دریافت کر لینا۔ یہاں سے تو ۹ بجے صبح کو روانہ ہوتی ہے۔ ساتھ ہو جائے گا تو سفر اچھا ہو گا تو گویا تم جھانسی میں لی رہے ہو۔ سب کو کیا کیا جائے اور کیا کہا جائے۔ ہم تو چاروں ہی کام کر کے چلے کر جا رہے ہیں۔ لہذا سعادت مندی مستم۔



اچانی احوال خدا حافظ

۲۱۔ راجپدر روڈ۔ دہلی۔ ۱۹ مئی ۱۹۴۷ء

آج سنا ہے کسی کے نام خط آیا ہے لیکن ہم قسم کھاتے ہیں ہم نہ دیکھیں گے اور نہ پوچھیں گے۔  
(۶)

یا قلیب العارفين

ایک گن ہنگار کا سلام قبول ہو۔

بیمار تھا۔ معلوم ہوا ہوگا۔ اب اچھا ہوں۔ یہ معلوم ہو یعنی میں نہ مانے کب علی گڑھ بھی آدھکوں۔ ابھی

تو نہیں۔ دوماہ کی چھٹیاں گزاری ہیں۔

رسالہ ادیب کے لئے ————— معنون۔ کہانی۔ قطعہ۔ نظم۔ غزل۔ کچھ بیس بے بدو۔ شدید انتظار رہے

گا۔ مفعول باتیں بعد کو ہوں گی۔ بہت سی باتیں تفصیل سے لکھی اور کرنی ہیں۔

جواب کا انتظار نہیں چیز کا انتظار کروں گا۔ اور دیگر احوال کیا ہیں۔ یہاں تو وہی عالم ہے۔

قیامنا

تمہیں ایک مطلوبہ رسالہ بھجوا دیا تھا۔

مجاز

۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء دہلی

# عطا

ذیل میں ان کرم درجہوں کے نام اور خطوط کی تعداد درج ہے جن کے علی اور ولی تعاون سے یہ پرچہ ترتیب پایا۔

خطوط ۱۶	پروفیسر آغا صادق حسین صاحب - کوئٹہ	خطوط ۱۱۲	ڈاکٹر محمد الدین احمد آؤرو
خطوط ۳۲	سید امتیاز علی صاحب تاج - لاہور	خطوط ۱۴۵	ڈاکٹر محمد علی شاہ قادیانی
خطوط ۱۲	محمد احمد صاحب عباسی	خطوط ۱۷۴	محمد عبداللہ قریشی صاحب
خطوط ۷	حکیم سید امیر احمد صاحب ایم قادیانی	خطوط ۱۷۳	سید رفیق صاحب مارہروی
خطوط ۴۰	یونس علی خاں صاحب - حیدر آباد دکن	خطوط ۷۳	نواب سید شمس الحسن صاحب
خطوط ۸	غلام یزدانی صاحب - حیدر آباد دکن	خطوط ۵۸	مسلم دین سیدی صاحب
خطوط ۱۶	پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب	خطوط ۲۹	غلام رسول صاحب تہر
خطوط ۳۷	ڈاکٹر سید محمد عبداللہ صاحب - لاہور	خطوط ۲۹	امتیاز الدین صاحب انارو
خطوط ۲۱	ڈاکٹر وحید قریشی صاحب	خطوط ۵	مفتاح حسین صاحب بلگرامی
خطوط ۹	جلیل احمد صاحب قادیانی	خطوط ۳۲	سید الطاف علی صاحب بریلوی
خطوط ۵۴	امتیاز علی خاں صاحب عرشی	خطوط ۱۲	ذیشان احمد صاحب جھڑی
خطوط ۱۹	سید دل محمد صاحب فضا جاندھری	خطوط ۲۱	حسن ثانی صاحب
خطوط ۸	شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی	خطوط ۶۹	مالک رام صاحب
خطوط ۱۳	آغا محمد باقر صاحب - لاہور	خطوط ۱۶	پروفیسر محمد مسلم صاحب - پشاور
خطوط ۸	بزمی چریاکوٹی صاحب	خطوط ۲۲	نگلیس کاظم صاحب - حیدر آباد دکن
خطوط ۲۹	جناب شفا گریانی	خطوط ۱۳	طاہر فاروقی صاحب - پشاور
خطوط ۱۲	عبدالمجید صاحب مالک - لاہور	خطوط ۷۵	نصیر الدین صاحب ٹاٹھی
خطوط ۱۶	اعجاز سکندر صاحب نازش	خطوط ۳۴	حضرت دل شاہ جہان پوری
خطوط ۱۱	ایم حبیب خاں صاحب	خطوط ۴۳	محمد انوار الحسن صاحب - جہلم

خطوط ۸	ظہیر احمد صاحب ایم اے - دہلی	خطوط ۲۶	محمد کبیر خاں صاحب
خطوط ۴	احمد جمال پاشا صاحب - لکھنؤ	خطوط ۳	عابد حسین صاحب قادری
خط ۱	پروفیسر عبدالصمد صاحب سارم	خطوط ۱۱	سید اصغر حسین صاحب - اغلب مراد آبادی
خطوط ۴	محمد علی خاں صاحب	خطوط ۱۱	دنا دلاشہی صاحب - حیدر آباد سندھ
خط ۱	فیض اللہ خاں صاحب میلسی - پٹان	خطوط ۲	اے - اے عرواقی صاحب - کانپور
خط ۱	سکانت مرزا صاحب - حیدر آباد دکن	خطوط ۳	مولوی محمد عارف صاحب کاشی
خط ۱	مقبول احمد صاحب متیل	خط ۱	اقبال عظیم صاحب - چٹانگ
خط ۱	اکبر علی خاں صاحب	خطوط ۳	نثار داناوی صاحب
خطوط ۳	عبد القوی صاحب دسوی - بیٹی	خطوط ۷	وجید احمد صاحب شیخوپورہ
خط ۱	الطاف علی صاحب - بریلی	خطوط ۸	قیمہ انظر صاحب - لاہور
خطوط ۵	انیس احمد صاحب	خطوط ۲	محمود تیر جہاں شاعر صاحبہ
		خطوط ۱۳	مولوی محمد حسین خاں صاحب زہری

یوں تو میرے نزدیک اس نمبر میں شامل ہر خط کی بڑی قیمت ہے۔ مگر زیادہ قیمتی خطوط جن دستوں نے مرحمت فرماتے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

- (۱) ڈاکٹر مختار الدین آرزو (۲) ڈاکٹر محمدی الدین زور (۳) مولانا غلام رسول مہر (۴) مولوی عبداللہ قریشی
- (۵) سید رفیق مارہروی (۶) سید ذواب شمس الحسن (۷) امتیاز الدین (۸) الطاف علی بریلی
- (۹) رئیس احمد جعفری (۱۰) حسن مثنیٰ صاحب اور (۱۱) مسلم پور نیورسٹی علی گڑھ

غالب کے ۴ خط مختار الدین آرزو نے مرحمت فرمائے۔ ایک مالک رام صاحب نے۔ ایک مقبول صاحب نے۔ ایک محمد اسحق صاحب بخانی نے اور ایک اکبر علی خاں صاحب نے۔

زندہ ادیبوں کے خطوط اس فہرست میں شامل نہیں ہیں۔ جو اپنے مواد کے اعتبار سے بڑے قیمتی ہیں انشاء اللہ انہیں الگ نمبر کی ضرورت میں آئندہ پیش کیا جائے گا۔ پروگرام کے مطابق ہم خطوط کے بار نمبر پیش کریں گے جن میں سے ایک یہ ہے۔

اگر کسی دوست کے پاس اور بھی قیمتی خطوط ہوں تو وہ بھی ہمیں عنایت فرمائیں تاکہ وہ محفوظ رہ جائیں۔

[ مرتب ]

کتب خانہ جامعہ اسلامیہ دہلی

## مطبوعات

## ادارہ فریغ اردو۔ لاہور

جس نے آپ کے لیے ہمیشہ عیاری اور خوبصورت کتابیں چھاپیں

**بازاریات** یہ احمد علیہ قاسمی کے خوبصورت افسانوں کا مجموعہ ہے قیام پاکستان کے بعد نئے معیاری افسانے عظیم نے لکھے ہیں۔ اسناد کو کسی فساد نگار نے نہیں لکھے۔ اس مجموعے میں ان کے وہ تمام تازہ افسانے شامل ہیں جن پر ندیم کو اور اردو افسانے کو فخر ہونا چاہیے افسانوی ادب میں یہ مجموعہ ناقابلِ فراموش ہے۔

۲/۸

**اردو غزل گوئی** اردو تنقید میں غزل پر اتنی کامیابی کی کتاب اور نہ لکھی اس لیے کہ اس کا مصنف فراق گورکھپوری غزل کا بہت بڑا شاعر ہے۔ فراق جتنا بڑا شاعر ہے اتنا ہی بڑا نقاد ہے۔ مغربی تنقید اور مشرقی تنقید کا رچا بڑا مذاق فراق کا ہے۔ اتنا اردو کے نہ کسی شاعر کو نصیب ہوا اور نہ کسی نقاد کو۔

۲/۱۰

**اندازے** مصنف فراق گورکھپوری۔ فراق جتنا بڑا شاعر ہے اتنا ہی بڑا نقاد ہے۔ اندازے ان کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ پچھلے میں برسوں میں اردو کے تنقیدی سرمائے میں اس سے بہتر کتاب پیش نہیں کی جاسکی اب اس مجموعہ کو بڑی اہم تبدیلیوں اور کئی نئے مضامین کے اضافے کے ساتھ پیش کیا گیا ہے

۵/۱

**تذکرہ شعرائے متغزلین** شیخ محمد اسماعیل پانی پتی۔ یہ تذکرہ غزل تبصرہ ہے۔ یہ مختصر سا جائزہ پہلے نقوش کے غزل نمبر میں شامل تھا اب آگے صورت میں بھی پیش کر دیا گیا ہے

۱/۸

**سیرت النبی** امام ابن تیمیہ کی یہ مکتبہ الامام تصنیف اس نے

**ہماری داستانیں** اردو ادب کی سب سے دلچسپ مصنف ہمارے قدیم داستانیں ہی ہیں جو ہزاروں صغیر و کبیر ہیں۔ ان داستانوں سے ہر شخص لطف اندوز ہوا ہے۔ بچوں کے لئے خوبصورت کتاب ہے اگر کوئی داستان شروع کر لی ہے تو دن رات لگا کر اسے ختم ہو گیا ہے۔ یہ ناگہن ہے کہ کسی نے اسے بیچ میں چھوڑ دیا ہو۔ تنقید و مصنف ادب کے بارے میں اب تک کوئی تنقیدی کتاب نہ تھی اس تصنیف سے نہ صرف یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ غلام داستان کا خلاصہ کیا ہے بلکہ یہ بھی کہ اس کا ادب میں کیا مقام ہے اور کیوں۔

**بیدار بیضا** سید عابد علی عابد کے دل نشیں ڈراموں کا مجموعہ، آخرت فریق ڈراموں نگاری کے امام تھے۔ ان کے ڈراموں میں الفاظ کی شان و شوکت اور تافیہ ہمایی کی بھرپور کلمات تو تھیں مگر نرم و نازک مسامحت کا فقدان تھا۔ عابد صاحب نے اپنے ڈراموں میں اس خامی کو نہ صرف دور کیا ہے بلکہ اردو ڈرامے کے فن کو اوج کمال پر پہنچا دیا ہے۔ اگر آخرت فریق کے ڈرامے ماضی کی دلکش یادگار ہیں تو عابد صاحب کے ڈرامے حال اور مستقبل کا سایہ ہیں۔

اردو ادب میں ان سے بہتر ڈرامے آج تک پیش نہیں کیا جاسکے۔

**خلفائے محمد** ابو النصر شام کا سب سے بڑا متون ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے جتنی بھی مذاہب کی کتابیں لکھیں ان کا ساری دنیا میں کوئی ثانی نہیں ہے خلفائے محمد میں اس نے ابو بکر، عمر، عثمان اور علیؓ پر دینا جہاں کتابیں بڑھ کر ایک ایسی کتاب لکھ دی ہے جو ان خلفاء پر سب سے عیاری اور سترہ کتابیں سے ترسے ہوئے ہیں۔

اور یہ کتاب بھی حیدرآباد میں لکھی گئی تھی۔ اس کے بعد دہلی میں لکھی گئی تھی۔

اسی کتاب میں قرآن اور احادیث کی روشنی میں لکھی گئی تھی۔  
پھر سیر حاصل کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ کئی دقت کے تحت لکھی گئی تھی۔  
پھر اردو زبان کے غرضی لکھاؤں میں پڑ پڑ کر لکھی گئی تھی۔ ۱/۸

اردو ادب میں جس کے دلچسپ اور سبک داری  
اور ناول اگر کوئی ہے تو وہ صرف اردو زبان کا

ہی ہے۔ یہ ایک بیوا کی داستانِ حیات ہے جسے مرزا دوسالے لکھ کر نکلی  
عاشقِ شہر حاصل کر لی اور اس کے کردار کو بھی لافانی کرداروں میں شامل کر دیا  
اسی ناول کو اگر زبان کے اعتبار سے ہی پڑھ لیا جائے تو بھی بہت کچھ لکھا  
جاسکتا ہے۔ یہ ناول اپنی تمام تر دلچسپیوں کے ساتھ کھنڈی معاشرت  
کا مرقع بھی ہے۔ نور شیدا لکھنؤ کا مسرکہ الا اور بیچو بھی اس کتاب کی  
زینت ہے۔ ۱/۱۲

و مسعود حسن فٹو کی افلاکی رنگ میں سوانح ہے جسے فٹو کے  
بچپن کے دوست ابو سعید قریشی نے لکھا ہے۔ یہی دور ہے  
کہ اس سوانح میں بڑا توازی اور بڑی کام کی باتیں ہیں۔ اس میں فٹو کی نہ تو  
بلے جانہ تعریف ہے اور نہ ہی خدا واسطے کی دشمنی، فٹو جو کچھ اور دنیا کو کچھ تھا  
اسے ہر ہوا ابو سعید قریشی نے پیش کر دیا ہے۔ ۲/۲

یہ قدر کا مجموعہ کلام ہے۔ قدر اور دوا ایک ایسا  
قول و قرار کہ خوں گشتا سو ہے جو بڑے سادے سے انداز میں  
عشق و محبت کے معاملات کو پانی کر کے رکھ دیتا ہے۔ بھاری بھر کم  
ترکیبوں اور اختصارِ دل سے ان کا ذہن اور فہم نہایت پرآمادہ ہے۔ یہی  
وجہ ہے کہ ان کی ہر غزلِ بناؤں نہیں ہے بلکہ فن کی تمام لطافتوں کے  
ساتھ ایک حقیقت ہے۔ ۳/۱

یہ بھی قدم کی ایک سوسے زائد مترق و لادیز اور پیاری  
پیاری سی غزلوں کا ایک سادہ سا مجموعہ ہے جسے اب  
وہاں ہی غزلوں کے امانت کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے اس  
کی ہر غزل اور ہر شعر پر جھوم گئے کبھی چاہتا ہے۔ دماغ کے بعد فنی

رحمانی اور سلامت ان کے سے ہی لکھی گئی تھی۔ اور کئی کئی مرتبہ۔ ۱/۱۲

نیا دھندری نے مصر کے ایک بڑے فٹو  
اصحابِ کتب دار کا دور تو فریقِ الحکیم کے ایک نامور فٹو  
کو اردو میں منتقل کیا ہے۔ یہ ڈرامہ قرآن کے ایک مشہور واقعہ سے  
متعلق ہے جو قرآن سے تعلق ہے۔ لیکن جو کچھ اس میں پہلا  
اسے جس طرح پیش کیا گیا ہے۔ وہ بعد از عقل نہیں ہے۔ یہ ڈرامہ  
مصر میں بے حد مقبول تھا۔ یہ وہ ہے کہ اسے اردو میں بھی بڑی  
مقبولیت حاصل ہوئی ۱/۱۲

یہ بھی احمد ندیم تاسی کے فٹو لکھاؤں کا مجموعہ ہے۔  
اپنے کے بعد جس اتنا از سے دیہاتی زندگی اور اس کے مسائل کو  
احمد ندیم تاسی نے اپنے سافا لوں میں پیش کیا ہے۔ وہ اردو کے کسی  
اور ادیب کو نصیب نہ ہو سکا۔ ندیم خود دیہات کا رہنے والا ہے اور  
وہ دیہاتیوں کی زندگی اور ان کے تمام مسائل کو بخوبی جانتا ہے اور ان  
اثر اور بھلے روائش سے بھی آشنا ہے۔ ۳/۱

رشدیہ اور ہندی کا مقبول عام ناول۔ یہ  
پندرہ اگست ناول اس دور کی تاریخ ہے جب انسان  
آزادی اسی نعمت ملے ہی جیوان میں گیا تھا۔ آزادی ملنے ہی مسلمانوں  
جو کچھ بیتی یہ ناول اس کی تفسیر ہے جسے پڑھ کر روٹنے کھڑے ہو جاتا  
ہیں۔ اتنی زبردست قرائنوں کے بعد مسلمانوں کی آنکھیں آج بھی بند نہ  
نہ جلتے یہ ال کی کئی تباہیوں کا پیش خیمہ ہے۔ ۱/۱

مترتبہ سید وقار عظیم اس مجموعہ میں فٹو لکھ کر  
پانچ ناول تھاوی - اشفاق احمد - اسے حمید اور نقاش  
کے بہترین ناول شامل ہیں۔ یہ مجموعہ بے حد مقبول ہوا ہے۔  
اس ایک مجموعے میں پانچ بہترین ناولوں کے علاوہ تین چار بہتر  
نقلے اور دو تین بہترین منظوم کہانیاں بھی شامل ہیں۔ ۱/۱

مرحبہ احمد ندیم تاسی - یہ کتاب زندہ رہے  
نقوشِ لطیف والی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس پر  
کی تمام فائدہ اٹھانے کے لیے اپنے حالات زندگی بھی لکھے ہیں ۱/۱

دوب کے بارے میں اپنے نظریات کا بھی اظہار کیلئے یہ مجموعہ  
دلچسپ اصدائے کام کا ہے کہ کبھی جملایا ہی نہیں جاسکتا۔

قریباً تمام افسانہ نگار خواتین کے فوٹو بھی شامل ہیں جس سے  
اس کتاب کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔

۶/-  
جمال الدین افغانی ایسا نادر  
مضامین جمال الدین افغانی  
اوپرے باک رہتا تھا۔ جس  
سے انگریزوں کی سلطنت کا نپ اٹھی تھی۔ ان جیسا انگریزوں کا دشمن اور  
مسلمانوں کا عزیز خواہ ڈھونڈے سے نہیں ملے گا۔

مسلمانوں کو ایک مرکز پر لانے کے لیے انھوں نے عربی میں  
ایک اخبار العروۃ الوثقیٰ کے نام سے جاری کیا تھا۔ اس میں تبصرے، تنقیدیں  
مضامین نکلتے تھے۔ وہ اب اس کتاب کی زینت ہیں۔ ان کے مطالعہ سے

آپ کو معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کو ایک مرکز پر لاکر تمام دنیا کی مسلمانوں کا  
جو خراب اُخول نے دیکھا تھا وہ آج بھی پورا ہو سکتا ہے۔

۲/-  
انتقاد نامور شاعر، بہترین اُستاد اور بے مثل نقاد ہیں ان کا  
تنقید میں روایتی نقادوں کی طرح ثقافت اور مادہ گہری نہیں ہوتی۔ یہ چوتھا

بھی گستاخانہ ہے۔ اس کے لیے مناسب الفاظ ڈھونڈتے ہیں اور ہم پر تنقید  
بات کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تنقیدوں میں شعروں کی سی شجاس  
اور فصاحتیں ہیں تو ان کی کٹ کاٹ موجود ہے۔ ان کے نزدیک کسی اقتدار کا  
عطا استعمال گناہ ہے اور یہ بھی گناہ ہے کہ نقاد اپنے ساتھ تادی کو  
بھی الجھا دے۔

۳/-

## تصانیف شوکت تھانوی

۲/۴	سُمرال	۳/۸	مولانا
۳/۸	کارٹون	۶/-	غزالیہ
۲/-	مابدولت	۲/-	بے قاعدہ
۲/۸	بقرط	۳/-	بارخاطر
۴/-	جوڑ توڑ	۳/-	خدا نخواستہ
۲/۸	مضامین شوکت	۳/-	سورشی ریل
۲/۸	غالب کے ڈرامے	۳/۸	کتیا
۳/۸	تاضی جی (۳ حصے) نئی جلد	۳/۸	سارچ کو پانچ

ادارۃ فروغ اُردو ایک روٹ، لاہور

# بچوں کی پرورش کا پہلا سبق

بچے نازک، ہنوس اور بڑی دلچ بھال کے محتاج ہوتے ہیں۔ تاہم ان کے اندر نشوونما کی نہایت صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ مناسب نگہداشت، اچھی غذا اور مٹی ٹانگ کے استعمال سے ان کے بچپن میں ہونے والی زندگی سے بہرہ ور جسم کو پوری پوری افزائش کا موقع مل سکتا ہے۔

لونیبال کے باقاعدہ استعمال سے آپ کے بچے کو وہ تمام اجزاء مناسب مقدار میں مہیا ہوتے رہیں گے جو ان کی نشوونما اور اُسے پیاریوں سے بچانے کے لئے ضروری ہیں۔

## لونیبال

بچوں کی صحت کا محافظ



گرائپ مکچر  
(پیسے رنگ کے ڈبے ہیں)

منہ زہی، امراض کے

جن، دہلی اور اچھا، دودھ ڈالتا،  
دست دیکھیں، دانت نکالنا، چکر اور مٹی کا بھنا، سٹاک اور  
دل پہنا، چوتے اور کیرسے، پیاس کی شدت۔



بے بی ٹانگ  
دشمن رنگ کے ڈبے ہیں)

منہ زہی، امراض کے

عام سال گزوری، سوکا (دق الاطال)، بڑوں کا نرم  
دشمن صابو، سوزش کی سوجن، مڑھ کے ہڈ کا گزوری،  
گزوری، جلد، جوڑوں کی سوجن، منہ آنا، نزلہ و زکام۔



ہمدرد

گرائپ مکچر و بے بی ٹانگ "ہر موسم میں یکساں طور پر مفید ہیں"

# ایک سہ موقعہ!

کیتوں میں عینوں کی بہانہ ممانعت کے بعد  
فصل کاٹنے کے وقت ایک کالیہ بک ان کی  
خوشی اور دستر کا آغاز کون کر سکتا ہے ؟  
آئی سی آئی کی تیار کردہ کھادوں اور کیڑے  
کھڑوں کو فنا کرنے والی ادویات لے آ کر  
کیستی پڑی کے کاموں میں بڑی ہوتیں پیدا  
کر دی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی مختلف طریقے  
آئی سی آئی دنیا بھر کا سیوا و زندگی بلند کرنے  
میں کوشاں ہے۔



آئی سی آئی کا ادارہ ان جیسٹروں کو جو آپ  
خسبہ ناپاچہ ہیں بنانے میں مدد کرتا ہے۔



ایپیریل کیمیکل انڈسٹریز پاکستان، لمیٹڈ  
ایپیریل کیمیکل انڈسٹریز لمیٹڈ لندن کی ایک ذیلی کمپنی  
پشاور  
لاہور  
کراچی  
ڈھاکہ



کہوں تجھ سے اے ہم نشیں دل کی بات  
 ہیشیا کا دل  
 پاکستان کا دل  
 لاہور کا دل  
 پاکستان  
 لاہور  
 مال روڈ

مال روڈ کا دل  
 پنجاب سٹورز  
 صاف ستھری امداد اشیائے خورد و نوش اور سامان آرائش و زیبائش سے لبریز  
 لاہور کی مشہور ترین دکان

# پنجاب سٹورز

پروٹرن اینڈ جنرل مرچنٹ  
 بسکٹ - شربت - لیمن ڈرائس - ٹافی - چوڑھو لیٹ - سکرٹ - چائنا گلاس - اینڈ ایکسٹرا بلب وغیرہ  
 بہترین سروس اور ارزاں ترین نرخوں کے لئے  
 ہر شہری کے دل کی پکار  
 پنجاب سٹورز پروٹرن اینڈ جنرل مرچنٹ  
 کارپوریشن مارکیٹ لاہور

اپنی من پسند کی انگریزی، اردو کتابیں اور رسائل  
 آپ کی اپنی دوکان  
 سے مہیا ہو سکتے ہیں۔

پھر کیوں نہ آپ ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں  
 ماڈل ہیکسٹال ٹولنٹن مارکیٹ دی مال لاہور



۸۱۶ م ۷۵ ن ۲۵۹۶۱

یہ کتاب اس تاریخ کو جو سب سے آخر میں  
ثبت ہے کتب خانہ سے مستعار لی گئی تھی اگر  
اس کتاب کو معیاد مقررہ پر واپس نہیں کیا گیا تو  
دو پیسے روز کے حساب سے ہرجانہ وصول کیا جائیگا۔

4 MAR 1968

17 MAR

47 JUL 1968

*[Signature]*  
28/7/68

*[Signature]*  
10/8/68

کتاب  
جامعہ ملیہ

اساتذہ جامعہ کے  
بندہ کتابیں جاری کی جا  
وہ ایک مہینے تک اپنے پاس رکھ  
طلباء جامعہ کے نام (پٹر طلبہ کو)  
خانہ کے رکن ہوں) صرف دو کتابیں  
جاری کی جائیں گی جنکو زیادہ سے زیادہ  
۱۰ روز تک رکھا جاسکے گا۔

کتابیں لے سکیں گے  
اندر اندر واپس کر دینا ضروری ہو گا۔  
اگر اراکین سے کتابوں کو کچھ نقصان  
پہنچا تو انکی ذمہ داری انہیں ہو گی  
اگر کتابیں وقت پر واپس نہیں کی  
گئیں تو ہر کتاب کھٹے روپیہ  
روزانہ ہر جگہ وصول کی  
جائے گی۔